اردو زبان میں عام فہم مختصر جامع حسین گلدستہ تفاسیر، تفسیر القرآن بالقرآن تفسیر القرآن بالحدیث کا خصوصی اہتمام، آسان الفاظ میں احکام و مسائل، مستند اسباب نزول، ترتیب سورۃ باعتبار تلاوت، ترتیب نزول، وجہ تسمیہ، مکی اور مدنی سورتوں کا بیان، موضوع سورۃ، ربط آیات، خلاصہ سور، خلاصہ رکوعات، فضائل سور، فرق باطلہ کے شبہات اور ان کے ٹھوس جوابات کا قرآن وحدیث، مستند تفاسیر اور کتب فقہاء کی روشنی میں اہتمام کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ مباحث قابل دید ہیں۔

ترجمہ حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صاحب سواتی نور اللہ مرقدہ

تفسیر حضرت مولانا عبد القیوم قاسمی صاحب

تلمیذ رشید امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب نور اللہ مرقدہ

نام کتاب : تفسیر معارف الفرقان
تفسیر : حضرت مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب
ترجمہ : حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحبؒ سواتی نوراللہ مرقد
کمپوزنگ: عبدالقدوس خان
صفحات : 529
ناشر: القاسمی اکیڈمی، مدرسہ معارف اسلامیہ سعید آباد کراچی
رابطہ : 0334.3277892
اشاعت : پنجم

ملنے کے دیگر پتے

❊ اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

حضرت مولانا مفتی محمد صادق صاحب۔ رابطہ نمبر 0301-7766937

❊ مکتبہ عمر فاروق فیصل کالونی کراچی۔
❊ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی
❊ مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
❊ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
❊ مکتبہ نور علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
❊ نور محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی
❊ وحیدی کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور
❊ دارالکتاب اردو بازار لاہور
❊ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
❊ دارالاشاعت اردو بازار کراچی
❊ مکتبہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
❊ علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی
❊ دارالایمان موتی محل کراچی
❊ مکتبہ زکریا لاہور

سخنھائے گفتنی

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد :

ہمارے اکابر نے ہر نازک دور میں عزم وہمت کے ساتھ کمزور عقیدہ عوام الناس کو علاقائی اور بین الاقوامی خرافات وبدعات اور رسومات جاہلیت کے دلدل سے نکال کر قرآن وسنت کی تعلیمات سے روشناس کرایا تاکہ عوام الناس کفر وضلالت کے گھٹاٹوپ حملوں اور گمراہ کن افکار ونظریات کی یلغار سے محفوظ رہیں حضرت شیخ الہند محمود حسن نور اللہ مرقدہ نے جب جزیرہ مالٹا کی اسیری کے بعد: ۲۳: جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ بمطابق: ۱۲ مارچ ۱۹۲۰ء کو رہائی پائی تو انہوں نے اپنی پوری زندگی کے تجربات کا نچوڑ ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کے زوال کے دو بڑے اسباب ہیں۔

ایک قرآن پاک سے دوری اور دوسرا باہمی اختلافات وتنازعات اس لئے مسلم امہ کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا جائے اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد ومفاہمت کو فروغ دینے کیلئے محنت کی جائے مگر حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اس فانی دنیا سے جلد رخصت ہوگئے ان کے تلامذہ اور خوشہ چینوں نے اس نصیحت کو اپنے لئے سعادت سمجھا اور قرآن کریم کی تعلیمات کو عام مسلمانوں تک پہنچانے کیلئے ایک جہد مسلسل شروع کردی۔

اس سے پیش رو سراج الہند حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اور ان کے عظیم المرتبت صاحبزادوں نے قرآن کریم کے اردو فارسی تراجم اور تفسیریں کر کے اس خطے کے مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کا عظیم سامان فراہم کیا انہیں اکابر کی روش پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بیان القرآن کی صورت میں، قرآن فہمی کا ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا پھر یہ رفتہ رفتہ سلسلہ بڑھتا رہا بیسوں تفاسیر ہمارے اکابر نے امت مسلمہ کی رہنمائی کیلئے تحریر فرمائیں ہندوپاک میں جگہ جگہ سالانہ دورہ ترجمہ وتفسیر قرآن کا اہتمام کیا گیا ان میں سے حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ اور امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ کے مایہ ناز شاگرد سرتاج الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ نے قرآن وسنت کے موتی خلق خدا میں پرونے کی بھرپور کوشش کی ان میں سے بزم حسین علی کا آخری مسند نشین امام اہل سنت جس کو اہل علم غزالی دوراں، محدث اعظم، امام فن اسماء الرجال سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم رہنما شیخ الحدیث والتفسیر مسلک اہل حق کے حقیقی ترجمان عالم اسلام کے مایہ ناز محقق علماء دیوبند کے سرخیل اور ان کے علمی، عملی اور نظریاتی قطب زمان، اہل سنت والجماعت کے امام العصر شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ کے علم وتقویٰ تبحر وتعمق جہاد وحریت اخلاق وعادات تواضع اور انکساری کا عکس اور امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ کے قرآنی خدمات، توحید وسنت، تصوف وسلوک کا ناشر مفسر قرآن امیر الموحدین حضرت اقدس مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر نور اللہ مرقدہ بھی ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو سمجھانے کیلئے علماء طلباء، عوام الناس اور عصری علوم حاصل کرنے والوں کیلئے

چار مختلف حلقے قائم کئے اور ان چاروں چراغوں کو قرآن وسنت کے تیل سے تادم زندگی روشن رکھا۔
یہ تفسیر (معارف الفرقان) حقیقت میں حضرت ہی کے علم وعرفان سے خوشہ چینی ہے گویا کہ یہ تفسیر حضرت کے علوم کو کوزے میں بند کرنے کا ایک نمونہ ہے حضرت نے درجنوں مستند کتب تصنیف فرمائیں اور عصر حاضر میں اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف اٹھنے والی ہر سازش کا جرأت وہمت کے ساتھ مقابلہ کیا اور جذبہ ایمانی وغیرت دینی سے لیس ہو کر ٹھوس دلائل سے فرق باطلہ کا اخلاقی حدود اور ناصحانہ پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے بھر پور تعاقب کیا اور ہر فتنہ پرور کو لاجواب کر کے مسلک اہل سنت والجماعت کی سوفیصد نمائندگی کی اور ان کے باطل شبہات کے ازالہ میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی آپ کی تصنیفات کا مزاج دعوت الی التوحید، اہل شرک وکفر کی بھر پور تردید اور اہل بدعت کے گمراہ کن افکار ونظریات کی لاجواب تردید اور سنت نبویہ (ﷺ) کے احیاء کی دعوت نمایاں ہے۔
ایک وقت ایسا بھی تھا کہ جب بندہ تفسیر معارف الفرقان کی کمپوزنگ کر رہا تھا حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کا نام آتا تو دل کی گہرائیوں سے لکھتا مدظلہ العالی یا دامت برکاتہم العالیہ یا دامت فیوضہم العالیہ مگر آج افسوس ایک ایسا وقت بھی آ گیا کہ امام اہل سنت اس فانی دنیا سے انتقال فرما گئے اب دل کے آنسوں سے لکھنا پڑتا ہے رحمۃ اللہ علیہ کیونکہ دعویٰ خداوندی ہے "" جو بھی اس روئے زمین پر آیا وہ فنا ہوگا، اے کاش! کہ میں حضرت امام اہل سنت کی ہمہ گیر شخصیت اور ان کے فیوضات وبرکات سے بالمشافہ فائدہ نہ اٹھا سکا البتہ حضرت استاذ محترم کی معیت میں حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی رہائش گاہ گکھڑ منڈی میں زیارت اور مصافحہ کا شرف حاصل ہوا اور حضرت نے ہمارا اکرام بھی فرمایا جس کی لذت آج تک محسوس ہو رہی ہے حق تعالیٰ شانہ حضرت رحمہ اللہ کی تصنیفات سے مجھے صحیح معنی میں فائدہ اٹھانے کیلئے قبول فرمائے، اور حضرت رحمہ اللہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور آپ رحمہ اللہ کی وجہ سے میری بھی مغفرت فرمائے۔ (آمین)

یہاں مجھے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب مدظلہ کا ایک ملفوظ یاد آیا کہ ان سے ایک بریلوی مولوی نے جس کا غالباً نام عارف الحق ہے پوچھا کہ آپ کے استاذ امام اہل سنت سے پاکستان میں کوئی بڑا عالم بھی ہے؟ تو حضرت استاذ صاحب نے جواب دیا چونکہ حضرت میرے استاذ ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس وقت پاکستان میں ان سے بڑا محقق کوئی عالم نہیں ہے جو اپنے اکابر کی کتب کے صحیح ترجمان اور ان کے رائے پر سوفیصد اعتماد کرتے ہیں۔
حضرت کی علمی پختگی کا یہ عالم تھا کہ اتمام البرہان فی رد توضیح البیان؛ ص:۲۸؛ پر مولوی غلام رسول سعیدی بریلوی جو کہ تفسیر تبیان القرآن وشرح صحیح مسلم کے مصنف بھی ہیں ان کے ایک اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:
الجواب: بحمد اللہ تعالیٰ سرفراز تو چالیس سال سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھا پڑھا کر بوڑھا ہو گیا ہے اس کو بفضلہ تعالیٰ اب کوئی کتاب کسی محقق دیوبندی عالم سے بھی پڑھنے کی ضرورت نہیں چہ جائیکہ وہ کسی بریلوی سے اور پھر مبتدی طالب علم سے پڑھے مگر معاف رکھنا آپ خود علم سے بے بہرہ ہیں اور ہمہ دانی کے جہل مرکب کا شکار ہیں زیادہ مناسب ہے کہ آپ کسی دیوبندی عالم سے بھی کچھ عرصہ استفادہ کریں تا کہ آپ کو علم سے بھی کوئی حصہ حاصل ہو جائے آپ کی معلومات کیلئے عرض ہے کہ ایک ہے "الغیب

المطلق ''اور ایک ہے ''مطلق الغیب'' بالفاظ دیگر ایک ہے ''الشئی المطلق'' اور ایک ہے ''مطلق الشئی'' ان دونوں میں بڑا فرق ہے ''مطلق الشئی'' کا تحقق تو ایک فرد کے تحقق سے بھی ہو جاتا ہے لیکن ''الشئی المطلق'' عام ہے وہ اپنے جملہ افراد کے ایک ایک فرد کیلئے عام ہے اس کا تحقق کسی ایک فرد کے تحقق سے پورا نہیں ہوتا اس کا تحقق جبھی ہو گا جب اس کے تمام افراد متحقق ہو جائیں آپ اپنے مطالعہ کو ذرہ وسعت دیں اور شرح تہذیب سے آگے نکل کر اور علمی کتابیں بھی دیکھیں صرف آپ کی رہنمائی کیلئے ہم ایک حوالہ یہاں عرض کر دیتے ہیں آپ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ (المتوفی ۷۵۱ھ) کی کتاب بدائع الفوائد: ج: ۴ص: ۱۶ اور: ۱۷ :ملاحظہ کریں جہاں انہوں نے ''الامر المطلق'' اور ''مطلق الامر'' وغیرہ الفاظ کے علمی طور پر دس فرق بیان کئے ہیں اور بات اپنے کسی لائق اور کہنہ مشق استاد سے (بشرطیکہ دستیاب ہو جائے) دریافت فرمالیں کہ کلی غیب کے جملہ کے ساتھ جو لفظ مطلق بولا جاتا ہے اس سے ''الغیب المطلق'' مراد ہوتی ہے یا ''مطلق الغیب''؟ بحمد اللہ تعالیٰ علماء دیو بند جو صحیح معنی میں آنحضرت ﷺ کے عشاق میں سے ہیں وہ تو اس کا فرق بخوبی جانتے ہیں اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مثبت کیا چیز ہے اور منفی کیا چیز ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی جماعت کو بھی سمجھ عطاء فرمائے تاکہ ''ضلوا واضلوا'' کے چکر سے نکل کر لوگوں کی صحیح رہنمائی کر سکیں کیونکہ سمجھے بغیر کتابیں پڑھنا پڑھانا ''یحمل اسفاراً'' کا مصداق تو ہو سکتا ہے لیکن اس سے فہم و بصیرت اور خدا خوفی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ؎

ترے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزول کتاب گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

حق تعالیٰ شانہ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے علوم و فیوضات کو تا قیامت جاری و ساری رکھے۔ حاصل تمنائی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

فائز تھا کامران تھا وہ سرفراز تھا — اہل زمین کو اس کی بلندی پہ ناز تھا
نا آشنائے فخر تھا بے زار ناز تھا — وہ عجز و انکسار سراپا نیاز تھا
رخصت ہوا وہ حضرت مدنی کا جانشیں — جو درمیان باطل و حق امتیاز تھا
جبھی نہ کرگسانِ زمانہ سے بن سکی — مردہ پرست وہ نہیں تھا شاہباز تھا
نادان لوگ جانتے بھی اس کی قدر کیا — وہ آشنائے یار تھا دنائے راز تھا
درس حدیث پاک کی نعمت سے بہرور — قرآن کے علوم سے وہ سرفراز تھا
کتنے ہیں اہل عقل کو کر ڈالا اہل عشق — دیوانہ ہی نہ تھا وہ دیوانہ ساز تھا
حاصل، تھیں اک صدی پہ محیط اس کی خدمتیں — اس شجر ثمر بار کا سایہ دراز تھا

۔ وہ سرفراز تھا وہ سرفراز تھا

(ضرب مؤمن: ۹ جمادی الاول ۱۴۳۰ھ جلد: ۱۳: شمارہ: ۲۲)

میرے استاذ محترم نے اپنے استاذ حضرت امام اہل سنت ﷫ کی پیروی کرتے ہوئے اور اپنے اکابر کے علوم پر اعتماد کرتے ہوئے تفسیر معارف الفرقان تحریر فرمائی ہے جو حضرت ﷫ ہی کے علوم و فیوض کا لاجواب چشمہ ہے۔

اس وقت اس کی پانچویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے الحمدللہ اس تفسیر کو پاکستان کے جید و ممتاز علماء کرام اور حرمین شریفین کے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا محمد مکی الحجازی صاحب دامت برکاتہم کی تائید و تصویب حاصل ہے اس تفسیر پر اعتماد کیلئے ان اکابر کی تصدیقات ہی کافی ہیں تاہم یہ تفسیر علوم و معارف کا نایاب گوہر ہے اور فرق باطلہ کے غلط تراشیدہ اعتراضات کا لاجواب خزانہ ہے یہ ایک ایسا حسین تفاسیر کا گلدستہ ہے جس میں امت کے بے راہ روی کے شکار آلودہ لوگوں کیلئے کامیاب علاج ہے، یہ ایک آسان اور سہل تفسیر ہے جو حشو و زوائد سے مبرا، جامعیت کا یہ عالم کہ علماء اور عوام الناس کیلئے یکساں مفید ہے۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ حضرت استاذ محترم کی زندگی میں برکت عطاء فرمائے اور اس محنت کو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے اور اس سے استفادہ عام فرمائے۔ ﴿آمین ثم آمین﴾

محتاج دعا

محمد ریاض لودھروی عفی عنہ

۲۲/۵/۲۰۰۹

معارف اسلامیہ

فہرست مضامین تفسیر معارف الفرقان : جلد 5

ختم شد فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ القصص

نام اور کوائف۔۔۔ اس سورۃ کا نام سورۃ قصص ہے جو اس سورۃ کی آیت نمبر ۲۵ میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے، یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۲۸ ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۴۹ ویں نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۹ رکوع ۸۸ آیات ہیں، یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی، اور بعض کہتے ہیں کہ بوقت ہجرت نازل ہوئی۔(معارف القرآن۔م، ک، د)

وجہ تسمیہ:۔۔۔ اس سورۃ کا نام قصص ہے چونکہ اس سورۃ میں واقعات واخبار بیان کئے گئے ہیں اس لئے قصص نام رکھا گیا ہے یہ مصدر بمعنیٰ اخبار ہے یعنی اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ موسیٰ علیہ السلام کس طرح دشمن اسلام کے وطن سے نکل کر مدین پہنچے، اس سورۃ کا نام سورۃ موسیٰ بھی ہے۔ (کمالین)

ربط آیات ❶۔۔۔ گزشتہ سورۃ کے آخر میں حقانیت قرآن کریم کا ذکر تھا" کما قال اللہ تعالیٰ : وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ" جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم سنانے کا حکم تھا خواہ کوئی مانے یا نہ مانے اس سورۃ کی ابتداء بھی حقانیت قرآن کریم سے فرمائی ہے۔ کما لا یخفیٰ۔

❷۔۔۔ گزشتہ سورۃ کے شروع میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا۔" کما قال اللہ تعالیٰ اِذْ قَالَ مُوْسٰی الخ" اسکے شروع میں بھی موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔" کما قال اللہ تعالیٰ نَتْلُوْا عَلَیْكَ مِنْ نَّبَاِ الخ"

❸۔۔۔ سورۂ نمل میں انبیاء کے واقعات کے بعد دلائل توحید کا ذکر فرمایا تھا پھر اثبات معاد اور تذکیر آخرت پر سورۃ کو ختم فرمایا ہے۔ کما لا یخفیٰ۔ اسی طرح اس سورۃ میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مفصل داستان کے بعد پہلے دلائل توحید کا ذکر فرمایا ہے پھر تذکیر آخرت اور توحید الٰہی پر سورۃ کو ختم فرمایا ہے۔ کما لا یخفیٰ۔

❹۔۔۔ گزشتہ سورۃ میں ملکہ سبا کا ذکر فرمایا ہے اس سورۃ میں تفصیل کیساتھ فرعون کا ذکر فرمایا ہے، اس میں اسطرف اشارہ ہے کہ ملکۂ سبا ایک عورت ملکِ یمن کے وسیع ملک پر حاکم ہونے کے باوجود سلیمان علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر ایمان لے آئی اور فرعون صرف ایک صوبے پر حکمران تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات قاہرہ دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لایا معلوم ہوا کہ ہدایت اور گمراہی منجانب اللہ ہے۔

موضوع سورۃ:۔۔۔ اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مستقبل کی پیشین گوئی ہے کہ جس طرح فرعون پر موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے فتح پائی اسی طرح کفار مکہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان فاتح ہونگے۔

خلاصہ سورۃ:۔۔۔ اس سورۃ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مفصل داستان، فرعون سے مکالمات، اثبات رسالت خاتم الانبیاء مع جواب بعض شبہات، بشارات کتب سماویہ سابقہ کی بنا پر منصفین اہل کتاب کے ایمان لانے سے رسالت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال، مدح مصدقین مؤمنین، تسلیات خاتم الانبیاء، کفار کے ایمان نہ لانے کے چند موانع اور رفع موانع کا بیان، کفر وایمان کے نتائج جو قیامت کے دن ظاہر ہوں گے، اثبات توحید اور بعض انعام احسانات کا بیان، شرک کی مذمت، قیامت کے دن توبیخات مشرکین، پھر آخر سورۃ کے قریب حضرت موسیٰ اور قارون کی داستان کا ذکر فرمایا ہے، فرعون حکومت کے نشے میں تھا قارون دولت کے نشے میں اسلئے شروع سورت میں فرعون کی داستان اور آخر میں قارون کی داستان کا ذکر کیا تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں، اس سے

سورۂ نمل کی آخری آیت ''وَمَنْ ضَلَّ'' سے دونوں سورتوں میں فی الجملہ ارتباط بھی واضح ہوجاتا ہے۔ سورۃ کا خاتمہ رسالت، توحید اور اثبات بعث بعد الموت پر کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ یہ آیتیں ہیں کھول کر بیان کرنے والی کتاب کی ﴿۲﴾ ہم پڑھ کر سناتے ہیں آپ کو حال موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا حق کے ساتھ

بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا

ان لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۳﴾ بیشک فرعون چڑھ گیا تھا زمین میں اور اس نے کردیا تھا زمین کے رہنے والوں کو مختلف گروہوں میں

شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْىٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

کمزور رکھتا تھا ایک گروہ کو ان میں سے، ذبح کرتا تھا انکے بیٹوں کو اور زندہ رہنے دیتا تھا انکی عورتوں کو، بیشک تھا

مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ

وہ فسادیوں میں سے ﴿۴﴾ اور ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں ان لوگوں پر جنکو کمزور خیال کیا جاتا ہے زمین میں اور بنادیں ہم انکو پیشوا

اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ

اور بنادیں ہم انکو وارث ﴿۵﴾ اور پختہ کردیں ہم انکو زمین میں اور دکھائیں ہم فرعون اور ہامان کو اور انکے

وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ

لشکروں کو ان (کمزوروں کے ہاتھوں) سے وہ چیز جس سے وہ ڈرتے ہیں ﴿۶﴾ اور وحی بھیجی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف کہ اس (بچے) کو دودھ پلاتی رہو

فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ

پھر جب تم خوف کھاؤ اس پر تو ڈالدو اسکو دریا میں اور نہ خوف کھاؤ اور نہ غمگین ہو، بیشک ہم لوٹادیں گے اسکو تمہاری طرف اور بنانیوالے ہیں

وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷﴾ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ

ہم اسکے رسولوں میں سے ﴿۷﴾ پس اٹھایا اس (بچے) کو فرعون کے گھر والوں نے تاکہ ہو جائے وہ ان کیلئے دشمن اور غم کا باعث

اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ﴿۸﴾ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ

بیشک فرعون ہامان اور ان دونوں کے لشکر خطاکار تھے ﴿۸﴾ اور کہا فرعون کی بیوی نے کہ یہ تو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، میرے لئے اور تیرے لئے اسکو مت قتل کرو

لِّيْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹﴾

شاید کہ یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں، اور وہ کچھ خبر نہیں رکھتے تھے ﴿۹﴾

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۭ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى

اور ہوگیا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل خالی (بے قرار) قریب تھا کہ وہ ظاہر کر دیتی اسکو اگر ہم نہ باندھتے اسکے دل کو

قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۡ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ

تاکہ ہو وہ ایمان والوں میں سے ﴿۱۰﴾ اور کہا اس (موسیٰ علیہ السلام کی والدہ) نے آپکی بہن سے کہ اسکا سراغ لگاؤ پس وہ دیکھتی رہی آپ کو

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى

دور سے اور انکو خبر نہیں تھی ﴿۱۱﴾ اور ہم نے ممنوع قرار دیا اس (موسیٰ علیہ السلام) پر دودھ پلانے والیوں کو اس سے پہلے پس (آپکی بہن) بولی کیا میں بتلاؤں تمکو

اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا

ایسے گھر والے جو اسکی کفالت کریں تمہارے لئے اور وہ اس کیلئے خیر خواہ ہونگے ﴿۱۲﴾ پس ہم نے لوٹا دیا اسکو اسکی والدہ کے پاس تاکہ ٹھنڈی رہے اسکی آنکھ اور

وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

وہ غمگین نہ ہو اور تاکہ وہ جان لے کہ بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے لیکن اکثر لوگ ان میں سے نہیں جانتے ﴿۱۳﴾

خلاصہ رکوع ❶ ... حقانیت قرآن، آنحضرت ﷺ کی رسالت کا اثبات بذکر اخبار الماضیہ، فرعون کی خباثات، تذکیر بالآء اللہ سے بنی اسرائیل کے لئے انعامات، حصر التصرف باری تعالیٰ، تدبیر خداوندی، ام موسیٰ کے لئے تسلی، وعدہ خداوندی، حسن تدبیر باری تعالیٰ، حضرت آسیہ کا مکالمہ، ام موسیٰ کی پریشانی، ام موسیٰ کی تجویز، حکم خداوندی، حضرت موسیٰ کی بہن کا مکالمہ، وعدہ خداوندی کے پورا ہونے کا بیان حکمت واپسی۔ ماخذ آیات ۲: تا ۱۳+

طٰسٓمّٓ: حروف مقطعات میں سے ہے جن میں "طا" سے طور "سین" سے موسیٰ اور "میم" سے محمد ﷺ کی طرف اشارہ ہے، جس طرح کوہ طور پر ہم نے موسیٰ پر کتاب نازل کی لوگوں کی ہدایت کیلئے اسی طرح مکہ مکرمہ میں محمد ﷺ پر کتاب نازل فرمائی لوگوں کی ہدایت کیلئے، اور یہ کتاب اپنی صداقت وحقانیت پر خود گواہ ہے۔ (محصلہ تفسیر حقانی)

﴿۲﴾ حقانیت قرآن:... یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

اجمالی داستان حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون

﴿۳﴾ آنحضرت ﷺ کی رسالت کا اثبات بذکر اخبار الماضیہ : کہ ہم موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ مسلمانوں کیلئے ٹھیک طور پر سناتے ہیں اور یہ بغیر وحی کے ناممکن ہے اور یہ آپکی رسالت کی دلیل ہے۔ ﴿۴﴾ فرعون کی خباثات : فرعون نے بے جا تعلی اختیار کی اپنی دولت اور سلطنت کے غرور میں بنی اسرائیل کو پریشان کر رکھا تھا اپنی قوم قبط کو معزز خدمات کیلئے رکھا تھا اور بنی اسرائیل کو کمزور سمجھ کر انکے بیٹوں کو ذبح کرنا شروع کر دیا۔ اِنَّهٗ كَانَ... الخ خلاصہ خباثات:... اور یہ بڑا شریر تھا۔

بادشاہوں اور حکمرانوں کی گروہی سیاست کی شناعت: فرعون نے اپنی حکمرانی کے دوام کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ اپنے لوگوں میں گروہ بندی اور تفریق پیدا کر دی تھی یعنی تقسیم کرو اور حکومت کرو کے منصوبہ پر عمل پیرا تھا۔ اور ان کے درمیان آپس میں بغض و عداوت اور نفرت پھیلاتا تھا۔

آیت میں اس کی مذمت کی گئی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حکمرانوں کے لیے اپنی عوام و رعایا میں تفریق پیدا کرنا اور انہیں گروہوں میں بانٹنا نہایت شنیع اور قبیح عمل ہے۔ آج دور حاضر میں بھی یہ ہی انداز حکمرانی رائج ہے۔ (والعیاذ باللہ)

﴿۵﴾ تذکیر بالآء اللہ سے بنی اسرائیل کے لئے انعامات:... اور ہمارا یہ فیصلہ تھا کہ ان ہی کمزوروں کو امام بنائیں اور انکو ملک شام کا مالک بنائیں اور انکی مملوکہ اشیاء کا انہی کو وارث بنائیں۔ ﴿۶﴾ حصر التصرف باری تعالیٰ: اور ہم انہی کو ملک میں صاحب تصرف اور ذی اقتدار بنائیں اور ملک میں ان کو جما دیں، اور فرعون اور اسکے وزیر ھامان کی تدبیرات کو غلط کر دکھائیں، اس کلام سے مطلوب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے بنی اسرائیل کو فرعون کی مصیبت سے بچانے کیلئے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا اسی طرح اے عرب والو! تم بھی جہالت و گمراہی کے اندھیروں میں مبتلا ہو تمہاری بہتری کیلئے حضرت محمد ﷺ کو قرآن کریم دیکر بھیجا اور جس طرح تکبر سے فرعون نے نہ مانا اور ہلاک ہوا اور خدا کے ارادے کو روک نہ سکا، اسی طرح اے ابو جہل تجھ سے بھی معاملہ پیش آئیگا۔

تفصیلی داستان حضرت موسیٰ علیہ السلام

﴿۷﴾ تدبیر خداوندی۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ان کے بچانے کی یہ تدبیر ہم نے سمجھائی، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام یوحاند بنت لاوی بن یعقوب تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کا نام کلثوم یا کلثمہ اور ایک روایت میں مریم بھی آیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف ہم نے وحی کی یعنی اسکے دل میں القاء کیا (اسلئے کہ یہاں وحی سے مراد وحی انبیاء نہیں) کہ تو بے کھٹکے موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلاتی رہے۔ دودھ پلانے کی مدت میں اختلاف ہے۔ ❶ ایک قول ہے آٹھ ماہ کا۔ ❷ چار ماہ۔ ❸ تین ماہ کا۔ (معالم التنزیل ص۔ ۳۷۳۔ ج۔ ۳)

فِی الْیَمِّ: اس سے مراد دریائے نیل ہے۔ وَلَا تَخَافِیْ الخ ام موسیٰ کے لئے تسلی: اور آپ کسی قسم کا اندیشہ اور خوف نہ کریں۔ اِنَّا رَآدُّوْہُ... الخ وعدہ خداوندی: بالیقین ہم موسیٰ علیہ السلام کو پھر تیری ہی طرف واپس لوٹا دیں گے اور ہم اس کو پیغمبروں میں سے کریں گے اور اس کو پیغمبر بنائیں گے۔

﴿۸﴾ حسن تدبیر باری تعالیٰ:... اس حسن تدبیر سے موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر جا پہنچے فرعون اور ھامان اور ان کے لشکر کی تدبیر کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح غلط ثابت کیا کہ جس بچے کی خاطر ہزاروں معصوم بچوں کو قتل کیا آخر اسی بچے کی پرورش کا سامان کیا اور اپنے گھر رکھ کر اس کو پالا اور پوسا۔ ﴿۹﴾ حضرت آسیہ کا مکالمہ: فرعون کی بیوی نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام کو قتل سے بچایا۔

وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ: اور ان کو کچھ خبر نہ تھی کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر کیا ہوگا اور یہی لڑکا اس کی سلطنت کی تباہی کا باعث ہوگا۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بڑا ہو کر کیا کرے گا لیکن جانا کہ بنی اسرائیل میں سے کسی نے خوف سے ڈالا ہے پر ایک لڑکا نہ مارا تو کیا ہوا؟ ﴿۱۰﴾ ام موسیٰ کی پریشانی:... ادھر بیٹے کو دریا میں ڈال کر اسکی محبت میں بے اختیار ہوگئیں قریب تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کا حال سب پر ظاہر کر دیتی مگر اللہ نے اسکے دل کو صبر اور مضبوطی عطا فرمائی۔ اکثر مفسرین نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ ہر چیز سے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل خالی ہو گیا تھا مگر موسیٰ علیہ السلام کا ذکر باقی تھا۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے وعدہ فرمایا تھا کہ آپ اس کو دریا میں ڈال دیں خوف اور غم نہ کریں ہم اس کو آپ کی طرف لوٹا دیں گے وہ بھی بھول گئی۔ (معالم التنزیل: ص: ۳۷۵ ج۔ ۳)

﴿۱۱﴾ام موسیٰ کی تجویز :موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کو اس نے بھیجا کہ تم دور سے دیکھتی جاؤ۔ ﴿۱۲﴾حکم خداوندی :فرعون کے گھر میں جا کر موسیٰ علیہ السلام کسی کا دودھ نہیں پیتے۔ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ الخ حضرت موسیٰ کی بہن کا مکالمہ :انکی ہمشیرہ نے ان سے یہ کہا اس پر لوگوں کو شبہ ہوا ممکن ہے کہ یہ بچہ اسی عورت کا ہو مگر موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے کہا کہ میری گود صاف اور دودھ عمدہ ہے اسلئے سب ہی بچے میرے پاس آ کر مانوس اور خوش ہو جاتے ہیں اس طرح بات آئی گئی ہو گئی۔

﴿۱۳﴾وعدہ خداوندی کے پورا ہونے کا بیان:... اس تدبیر سے ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ماں کی گود میں لوٹا دیا۔ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا الخ حکمت واپسی:... تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور موسیٰ کی جدائی سے آزردہ خاطر اور غمگین نہ ہوں۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۴

اور جب پہنچے (موسیٰ علیہ السلام) اپنی قوت پر اور سنبھل گئے تو دی ہم نے انکو حکمت اور سمجھ اور اسی طرح ہم بدلہ دیا کرتے ہیں نیکی کرنے والوں کو ﴿۱۴﴾

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ

اور داخل ہوئے شہر میں غفلت کے وقت وہاں کے رہنے والوں سے پس پایا اس میں دو شخصوں کو کہ آپس میں جھگڑا کر رہے تھے ایک موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے تھا

هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ

اور ایک آپ کے دشمنوں میں سے پس مدد چاہی اس نے جو انکے ساتھیوں میں سے تھا اسکے خلاف جو ان کے دشمنوں میں سے تھا پس مکا رسید کیا اسکو موسیٰ علیہ السلام نے

عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ

پھر اس کا کام تمام کر دیا اور پھر کہنے لگے کہ یہ تو شیطان کا کام ہے، بیشک وہ دشمن ہے بہکانے والا کھلا ﴿۱۵﴾ کہا موسیٰ علیہ السلام

مُّبِيْنٌ ۝۱۵ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۱۶

نے اے میرے پروردگار! بیشک میں نے زیادتی کی ہے اپنی جان پر پس بخشدے مجھے پس اللہ نے اسے بخش دیا بیشک وہ بخشش کرنیوالا اور نہایت مہربان ہے ﴿۱۶﴾

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۷ فَاَصْبَحَ فِى الْمَدِيْنَةِ

کہا (موسیٰ نے) اے پروردگار! اس وجہ سے کہ تو نے مجھ پر انعام فرمایا ہے پس ہرگز نہ بنوں گا میں پشت پناہ مجرموں کا ﴿۱۷﴾ پھر صبح کی موسیٰ علیہ السلام نے اس شہر میں

خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِى اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ

وہ ڈرتے ہوئے انتظار کر رہے تھے کہ اچانک وہی شخص جسنے گزشتہ روز آپ سے مدد طلب کی تھی پھر مدد کیلئے پکار رہا تھا موسیٰ علیہ السلام نے اس شخص سے کہا

لَغَوِىٌّ مُّبِيْنٌ ۝۱۸ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِىْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰۤى

کہ بیشک تم کھلے گمراہ آدمی ہو ﴿۱۸﴾ پھر جب ارادہ کیا موسیٰ علیہ السلام نے کہ ہاتھ ڈالیں اس شخص پر جو ان دونوں کا دشمن تھا تو اس شخص نے کہا کہ اے موسیٰ

اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِىْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا

کیا تو ارادہ کرتا ہے کہ مجھے قتل کر ڈالے جیسا کہ تو نے ایک جان کو کل قتل کیا تھا تو نہیں چاہتا مگر یہ کہ تو زبردست ہو زمین میں

فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٩﴾ وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا

اور تو نہیں چاہتا کہ تو اصلاح کرنے والوں میں ہو ﴿۱۹﴾ (اس دوران میں) آیا شخص شہر کے دوسرے کنارے سے دوڑتا ہوا اور کہنے لگا

الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يَٰمُوسَىٰٓ إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ

اے موسیٰ! بیشک فرعون کے سر برآوردہ لوگ مشورہ کر رہے ہیں تیرے بارے میں تا کہ تجھ کو قتل کر ڈالیں پس آپ نکل جائیں یہاں سے بیشک

إِنِّي لَكَ مِنَ النَّٰصِحِينَ ﴿٢٠﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ

میں آپ کیلئے البتہ خیر خواہی کرنے والا ہوں ﴿۲۰﴾ پھر نکلے (موسیٰ) وہاں سے خوف کھاتے ہوئے اور انہوں نے (اللہ کی بارگاہ میں) عرض کیا اے میرے پروردگار!

الْقَوْمِ الظَّٰلِمِينَ ﴿٢١﴾

بچالے مجھے ظالم قوم سے ﴿۲۱﴾

موسیٰ علیہ السلام کی بقیہ داستان

﴿۱۴﴾ ربط آیات: اوپر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اجمالی اور تفصیلی داستان کا ذکر تھا، اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بقیہ داستان کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ ... حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سفر اول، حضرت موسیٰ کا مشاہدہ، حضرت موسیٰ کی معذرت، حضرت موسیٰ کی دعا، اجابت دعا۔ ا۔ ۲۔ حضرت موسیٰ کی پریشانی جضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب، اسرائیلی کے تعاون کے لئے موسیٰ علیہ السلام کی دست درازی، اسرائیلی کی شورش، اسرائیلی کا پروپیگنڈا، مخلص حمایتی کی آمد، مخلص کا مشورہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا۔ ماخذ آیات ۱۴: تا ۲۱+

أَشُدَّهُ... الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فضائل:... "اشد" جمع "شدت" کی جیسے "انعم" جمع "نعمت" کی مراد اس سے کمال قوت اور عقل ہے۔ "واستویٰ" سے عمر کی پختگی مراد ہے اس کا اطلاق تیس سے چالیس سال تک ہوتا ہے، مطلب آیت کا یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے جوان ہونیکے بعد ہم نے انکو قوت محاکمہ اور علم عطا فرمایا، مجاہد رحمہ اللہ نے "حُكْمًا وَّعِلْمًا" سے نبوت مراد لی ہے مگر وہ غلطی پر ہیں۔ (ابن کثیر: ص: ۶۳۲: ج۔ ۶)

وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ: سفر اول: تدبیر الٰہی مصر سے اخراج کے اسباب پیدا کر رہی ہے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں باہر سے شہر یعنی مصر میں ایسے وقت داخل ہوئے کہ جس وقت وہاں کے باشندے بے خبر اور غفلت میں تھے، اکثر روایات سے یہ وقت دوپہر کا معلوم ہوتا ہے اور بعض روایات سے کچھ رات گئی کا وقت معلوم ہوتا۔ (کذافی درالمنثور)

فَوَجَدَ فِيهَا الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مشاہدہ: ایک اسرائیلی سے ایک قبطی کو الجھتے ہوئے دیکھا قبطی کو سمجھایا مگر اسکی کھوپڑی میں بات نہ آئی بطور رفع ظلم گوشمالی کے ایک مکا ہی رسید کیا اسکا کام تمام ہو گیا، قبطی کافر حربی تھا موسیٰ علیہ السلام کی نیت کچھ مارنے کی نہ تھی مگر وہ مر گیا۔ قَالَ هَٰذَا... الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معذرت: موسیٰ علیہ السلام اس پر پچھتائے کہ یہ بے ارادہ خون ہو گیا ہے یہ عمل شیطان ہے۔ ﴿۱۶﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا: عمل کا دارومدار نیت پر ہے اسلئے حق تعالیٰ شانہٗ سے معافی مانگی۔ فَغَفَرَ لَهُ... الخ اجابت دعا ❶ تو معافی مل گئی۔

اس آیت سے متعدد مسائل معلوم ہوئے: (۱) مظلوم کی مدد کرنا شرعاً پسندیدہ اور مطلوب ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا عمل اس پر دلالت کرتا ہے۔ نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے : ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے۔'' مسلمان بھائی کی اعانت و نصرت کے متعلق علماء نے فرمایا کہ بعض صورتوں میں واجب ہے مثلاً : اگر کسی مسلمان کو دشمن گھیر لے یا اسی طرح کی کوئی شکل پیش آجائے تو اس کی نصرت و مدد واجب ہے۔ اور اگر مالی و دنیاوی اشیاء میں کسی کی ضرورت ہو تو اس کی اعانت مستحب ہے۔ ابن بطالؒ نے فرمایا کہ : ''مظلوم کی مدد فرض کفایہ ہے۔'' البتہ حکمرانوں پر مظلوم کی مدد فرض عین ہے، بہر حال مسلمانوں کی اعانت و نصرت واجب اور مستحب ہونے میں حالات کا دخل ہے۔ (عمدۃ القاری ۶)

کفار سے عملی معاہدات کو توڑنا بھی غداری ہے: حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی حربی کافر کے ساتھ سفر کر رہا ہو یا اس کا پڑوسی وغیرہ ہو تو ایسی صورت میں ان کے درمیان عملی معاہدہ ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے امن و امان میں ہوگا خواہ باہمی زبانی یا تحریری معاہدہ نہ ہوا ہو۔

اس لیے ایسی صورتوں میں حربی کو قتل کرنا جائز نہیں بلکہ ایک طرح کی غداری ہے، آیتِ مذکورہ میں اس کی دلیل موجود ہے کیونکہ اس واقعہ میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قبطی کا پیش آیا تھا، مقتول قبطی حربی کافر تھا اور اس کی قوم اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی صریح معاہدہ نہ تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ قبطیوں کے ساتھ فرعون کے زیر اقتدار رہتے سہتے تھے اور ان کے مابین ایک طرح سے معاہدہ امن تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کے ہاتھ سے غیر ارادی طور پر قبطی کا قتل ہو گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اسے عملی بدعہدی سمجھا اور اسے غداری و ظلم سے تعبیر کرتے ہوئے دعا کی : ''رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَغَفَرَلَهٗ''۔ ترجمہ : اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے پس میری مغفرت فرمادے۔

ضروری وضاحت : اسی واقعہ سے یہ توہم ہوتا ہے کہ غداری اور ظلم انبیاء علیہم السلام کی شانِ عصمت کے خلاف ہے تو یہ محض وہم ہے۔ کیونکہ یہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے ہرگز منافی نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے یہ قتل غیر ارادی طور پر سرزد ہو گیا تھا۔ آپ کا اصل مقصود تو اسرائیلی کو قبطی سے استبداد و ظلم سے بچانا تھا نہ کہ اسے قتل کرنا۔ قرآن کریم کے الفاظ بھی اسی طرف اشارہ کرتے ہیں یعنی فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ۔ نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اس واقعہ پر استغفار سے بھی شبہ نہ ہونا چاہیے کہ ان کا یہ عمل ظلم تھا۔ کیونکہ مقربین کی شان یہ ہوتی ہے کہ ان سے غیر ارادی طور پر سرزد ہونے والے عمل پر بھی وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتے ہیں۔

حالتِ امن میں حربی کفار کا مال لوٹنا بھی جائز نہیں: واقعہ مذکورہ بالا سے جس طرح یہ ثابت ہوا کہ حربی کفار سے عملی معاہدہ امن کی پاسداری بھی ضروری ہے اسی طرح یہ بھی واضح رہنا ضروری ہے کہ حربی کفار سے حالت امن میں غدر و دھوکہ سے اموال لوٹنا بھی جائز نہیں۔ بخاری شریف میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی حدیث نقل کی گئی ہے کہ : ''جاہلیت کے زمانہ میں حضرت مغیرہؓ نے کچھ لوگوں کی رفاقت، معیت اختیار کی، بعد ازاں انہیں قتل کر دیا اور ان کے اموال لوٹ لیے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لے آئے، آنحضرت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جہاں تک تمہارے اسلام کا تعلق ہے تو وہ میں قبول کرتا ہوں لیکن مال (جو تم لائے ہو) اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔''

جب کہ ابوداؤد کی عبارت میں یہ الفاظ ہیں : ''جہاں تک مال کا تعلق ہے تو وہ غدر کا مال ہے ہمیں اس کی چنداں حاجت نہیں'' حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں فرمایا کہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ : ''چونکہ یہ مال تم نے دھوکہ دغاداری

کر کے لیا ہے لہٰذا اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں، میں اس سے کوئی تعرض نہ کروں گا۔"
اس واقعہ سے صراحتاً یہ بات ثابت ہو گئی کہ حالت امن میں غداری کر کے کفار سے لوٹا جانے والا مال حلال نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کے کافر رفقاء اس کی طرف سے امن و اطمینان کی حالت میں ہوتے ہیں اور رفقاء سفر آپس میں ایک دوسرے کے اموال میں امانت دار ہوتے ہیں۔ جب کہ امانت خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی اس کے مستحق تک پہنچانا ضروری ہے۔ کفار کے اموال صرف جنگ اور فتح کی صورت میں مسلمانوں کے لیے حلال ہوتے ہیں۔
شارح بخاری قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ: "اس لیے کہ مشرکین کے اموال اگرچہ مسلمانوں کے غلبہ کے وقت غنیمت ہوجاتے ہیں لیکن امن کے وقت ان کا لینا حلال نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی انسان کفار کا مصاحب ہو (یعنی سفر و حضر میں ان کا ساتھی ہو) تو ان میں سے ہر ایک دوسرے سے محفوظ و مامون ہوتا ہے۔ اس وقت میں ان کا خون بہانا اور ان کے اموال لوٹنا غداری اور دھوکہ ہے، اور غداری خواہ کفار سے ہو ممنوع ہے۔ ان کے اموال فقط جنگ اور ان جنگی فتح کی صورت میں لیے جاسکتے ہیں۔" کذا قاله الکرمانی۔
غرض قسطلانیؒ حافظؒ اور کرمانیؒ کی مذکورہ بالا تصریحات ثابت کرتی ہیں کہ کفار سے مصاحبت اور امن کے حالات میں ان کے ساتھ سفر و حضر ایک طرح کا عملی معاہدۂ امن ہوتا ہے اگرچہ کوئی تحریری یا زبانی عہد و پیمان نہ ہو۔
اور اس قسم کی صورتحال میں ان سے غداری، ان کے اموال لوٹنا اور خونریزی کرنا حرام ہے۔
ہندوستان میں انگریز اور ہندوؤں کے زیر اقتدار مسلمان کا معاملہ: حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ: "اس تفصیل سے ہندوستان کے مسلمانوں کا حکم بھی معلوم ہو گیا جو ہندوؤں اور انگریزوں کے زیر اقتدار رہتے ہیں اور ان کے ساتھ معاشرتی پڑوس کے تعلقات ہیں۔ ان کے مابین بھی سلامتی اور امن کا عملی معاہدہ ہوتا ہے۔" جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک دوسرے کی جان و مال کا احترام کرنا ضروری ہے، بلکہ بعض اوقات ایک پڑوسی کو دوسرے پڑوسی سے مشکلات میں جو توقعات ہوتی ہیں ان کو بھی پورا کرنا چاہیے۔ بہرکیف! اس قسم کے حالات میں جب تک ان (انگریز و ہندوؤں) کی طرف سے اس عملی معاہدہ امن کی خلاف ورزی نہ ہو مسلمانوں کے لیے ان کے جان و مال سے تعرض کرنا حرام ہے۔
فائدہ: اس تفصیل سے دور جدید میں مغرب اور تمام غیر مسلم ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے شرعی حکم معلوم ہو گیا کہ وہ وہاں کے کفار سے کوئی جانی و مالی تعرض نہیں کر سکتے، نہ ان کے جان و مال کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔
﴿۱۷﴾ اجابت دعا ❷ آپ نے بڑا کرم فرمایا کہ معافی دیدی اور بطور احتیاط کے فرمایا آئندہ کسی مجرم کی حمایت نہیں کروں گا۔ لِّلْمُجْرِمِيْنَ: جمع کا صیغہ اس لئے ذکر فرمایا کہ چونکہ اسرائیلی نے فرعون کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کو ابھارا اور کسی جرم پر ابھارنا بھی جرم ہے تاکہ شیطان اور شیطانی کام پر ابھارنے والے سب شامل ہو جائیں۔
آیت میں "مجرم" سے کون مراد ہے؟ بعض علماء کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ اسرائیلی ہے جس کی وجہ سے قبطی قتل ہوا تھا۔ اور اس کی طرف مجرم کی نسبت اسناد مجازی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد فرعون اور اعوان و انصار ہیں۔ اور ارشاد ربانی کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اوپر لازم کرلیا کہ آئندہ میں کسی قبطی کو اسرائیلی پر غالب آنے نہیں دوں گا۔ اور صحیح تر بات یہ ہے کہ مجرم سے مراد مطلقاً تمام کفار ہیں، کما اختارہٗ ابن جریرؒ، وابن کثیرؒ وغیرہم۔
اور فرمان موسیٰ علیہ السلام کا مطلب یہ ہے کہ "جو نعمتیں آپ نے مجھے عطا فرمائی ہیں ان کا شکر یہ ہے کہ میں کبھی کسی ظالم کا مددگار نہ ہوں گا۔ ظلم اور معصیت پر تعاون کی ممانعت سورۃ المائدہ میں بھی کی گئی ہے۔" وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى. وَلَا تَعَاوَنُوْا

عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (المائدۃ ۲:) آیت زیر بحث اور آیت محولہ بالا کا حاصل یہ ہے کہ ظلم اور معصیت جس طرح خود حرام ہے اسی طرح اس پر تعاون بھی حرام ہے۔

معصیت پر تعاون بھی ظلم ہے: علماء نے آیت مذکورہ سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ظالموں کی مدد و اعانت اور ان کی خدمت بھی ممنوع ہے۔ مسند عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم میں عبید اللہ بن الولید الرصافی سے منقول ہے کہ انہوں نے عطاءؒ بن ابی رباح سے اپنے ایک بھائی کے متعلق پوچھا جو شاہی منشی تھا، انہوں نے عطاءؒ سے کہا: "میرا بھائی سلطان (بادشاہ) کے امور سے کوئی سروکار نہیں رکھتا، صرف آنے اور جانے والے اموال کا حساب رکھتا ہے۔ اگر وہ اپنا قلم رکھدے (یعنی یہ منصب ترک کر دے) تو اس پر قرضہ چڑھ جائے اور وہ محتاج ہو جائے۔ اور اگر ملازمت کو برقرار رکھے تو اس میں اس کے لیے غنا اور وسعت ہے۔"

عطاءؒ نے کہا وہ کس حاکم کا منشی ہے؟ اس نے کہا خالد بن عبد اللہ القسری کے لیے۔ عطاءؒ نے فرمایا: "کیا تم نے سنا نہیں کہ ایک بندہ صالح (موسیٰ علیہ السلام) نے کیا کہا تھا: رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ"۔ تمہارا بھائی یہ کام نہ کرے اور اپنا قلم پھینک دے، اللہ تعالیٰ اسے جلد ہی رزق عطا فرمائیں گے۔

فائدہ: خالد بن عبد اللہ القسری ایک حکمران تھا اور حکمران عموماً کمزوروں پر ظلم کرتے ہیں، لہٰذا ان کے مددگار وغیرہ بھی ان کے شریک ظلم ہوں گے۔ اس لیے عطاءؒ نے انہیں منع کیا کہ ان کا بھائی یہ کام نہ کرے، جہاں تک رزق کا معاملہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے سبیل پیدا کر دے گا۔ علمائے سلف کا عمل اسی پر رہا کہ وہ ظالم حکام کی اعانت و نصرت سے مکمل اجتناب کیا کرتے تھے۔ اور اس معاملہ میں جو چیز کمر توڑنے کا باعث ہے وہ بعض اکابر سے مروی یہ واقعہ ہے کہ ایک درزی نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ: "میں ظالم حکام کے کپڑے سیتا ہوں۔ کیا میرا شمار بھی ان کے مددگاروں میں سے ہوگا؟

ان بزرگ نے فرمایا: نہیں تم ان کے مددگار نہیں ان ہی ظالموں میں سے ہو جو شخص تمہیں سوئیاں فروخت کرتا ہے وہ ان کا مددگار ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ اور اس جیسے واقعات سے ظالم کی اعانت کا مسئلہ بڑا طویل اور دراز معلوم ہوتا ہے جس سے بظاہر بڑی تنگی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ کسی ظالم کی مدد کرنا ایک الگ امر ہے اور اس کی مدد کا کسی وجہ سے سبب بن جانا ایک الگ امر ہے۔ اور ظالموں کی اعانت کا سبب بننے کے بھی مختلف درجات ہیں جن میں آپس میں تفاوت پایا جاتا ہے۔

لہٰذا علی الاطلاق ظلم کا سبب بننا اور ظالموں کی اعانت کا سبب بننے کو حرام کہنا تکلیف مالا یطاق پیدا کرے گا اس لیے کہ انسان کی بنائی ہوئی اشیاء سے ہر انسان انتفاع کر سکتا ہے خواہ نیک ہو یا بد، اور اس سے احتراز ممکن بھی نہیں۔ مثلاً: کوئی انسان کپڑے بناتا ہے یا برتن بناتا ہے یا اور کوئی دوسری ایسی چیز بناتا ہے جو عوام الناس کے استعمال اور ضرورت کی ہے ناگزیر ہے کہ ہر انسان نیک ہو یا بد مسلمان ہو یا کافر اسے استعمال کرے۔ کیونکہ وہ تو بازار سے وہ چیز خرید لے گا اور استعمال کرے گا۔ تو بظاہر اس میں بھی ظالم کی اعانت پائی جائے گی۔ اس بنا پر ضروری ہوا کہ اس موضوع پر تفصیل سے کلام کیا جائے اور فقہاء کرام کے کلام و اقوال کی روشنی میں صحیح بات سامنے لائی جائے۔

ایک اہم وضاحت: ظالم کی مدد اور اعانت کے بارے میں فقہاء کرامؒ کے اقوال بظاہر متعارض اور مضطرب نظر آتے ہیں کیونکہ بعض اقوال سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے اور بعض سے عدم جواز۔ بعض اقوال سے اس کی صریح حرمت ظاہر ہوتی ہے اور بعض سے مکروہ تحریمی معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض سے مکروہ تنزیہی۔ لیکن فقہاء کرامؒ کے اقوال میں اس اختلاف اور تفاوت کی وجہ واضح ہے کیونکہ اگر ذرا بھی غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ظالموں کی یا ظلم پر اعانت کی مختلف صورتیں اور مختلف درجات ہیں۔ البتہ عام

آدمی کے لیے یہ مشکل ہے کہ فقہاء کرامؒ کے کثیر اقوال سے اعانت من الظالمین کے حرام، مکروہ، جائز ہونے کا کوئی حتمی وکلی اصول اخذ کرسکے۔

حضرت مفتی محمد شفیعؒ نے اپنے رسالہ "الاستبانة لمعنى التسبب والاعانة" میں ان تمام اقوال کو جمع کر کے ایک اصولی ضابطہ اخذ کیا ہے۔ تفصیل کے شائقین کے لیے تو اصل رسالہ سے مراجعت ہی فائدہ مند ہوگی البتہ زیر بحث موضوع سے متعلق چند اہم جزئیات یہاں ذکر کرنا ضروری ہے، جس سے مسئلہ انشاء اللہ منقح اور واضح ہوجائے گا۔ اس تمہید کے بعد یہ جان لیجیے کہ معصیت اور ظلم پر اعانت یا عدم اعانت کا مدار بعض اوقات تو نیت اور عدم نیت پر ہوتا ہے۔ یعنی اگر اعانت کرنے والے شخص کی نیت تعاون علی الاثم کی تھی تو حرام ہے اور اگر بغیر نیت کے تعاون کے ہوگا تو حرام نہیں۔

چنانچہ الاشباہ والنظائر کے مباحث نیت میں ہے کہ "اگر کسی نے انگور کا جوس (شیرہ) شراب بنانے والے کو فروخت کیا اور نیت صرف تجارت کی تھی تو حرام نہیں لیکن اگر اس کے ہاتھ فروخت کرنے کی نیت یہ ہے کہ اس سے شراب ہی بنائے تو حرام ہے۔"

مبسوط میں سرخسیؒ کے کلام سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں: "مسلمان کے لیے اپنا گھر ذمی کو کرائے پر دینا کوئی حرج نہیں، اگر اس گھر میں شراب پی گئی یا صلیب کی عبادت کی گئی یا خنزیر اس میں داخل کیے گئے تو ان تمام باتوں کا گناہ مسلمان کو نہیں لاحق ہوگا کیونکہ اس نے اپنا گھر ان مقاصد کے لیے کرایہ پر نہیں دیا ہے۔ معصیت تو مستاجر (کرایہ پر لینے والے) کا عمل ہے اور اس کے عمل کا مالک مکان سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا اس ضمن میں مالک مکان پر گناہ نہیں ہوگا۔ (المبسوط/۱۶۔۳۰۹)

جب کہ زیلعیؒ، درمختار اور نہر الفائق کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ: "اس باب میں مدار اس بات پر ہے کہ اس اعانت کے نتیجہ میں عین معصیت کا قیام ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر عین معصیت کا قیام ہوتا ہے تو وہ اعانت مکروہ تحریمی ہوگی اور اگر عین معصیت نہ قائم ہو (بلکہ سبب معصیت قائم ہو) تو مکروہ تنزیہی۔ چنانچہ باغیوں کے متعلق انہوں نے کہا کہ: اگر یہ علم ہو کہ کچھ لوگ باغی ہیں تو ان کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ معصیت پر اعانت ہے البتہ ان کے ہاتھ وہ اشیاء فروخت کرنا جس سے اسلحہ تیار کیا جاتا ہو مثلاً لوہا وغیرہ تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔"

معصیت پر اعانت نیت سے ثابت ہوگی خواہ حقیقتاً یا حکماً: حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ: مذکورہ بالا دو اقوال و عبارتوں کے متعلق جو فرق اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ظاہر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ عین معصیت کا قیام ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب معین (اعانت کرنے والے) کے محض فعل سے ہی معصیت کا قیام ہو رہا ہو تو وہ عین معصیت ہے۔ کیونکہ معصیت کی نسبت اصل کرنے والے کی طرف ہونے کے ساتھ ساتھ معین (مدد کرنے والے) کی طرف بھی ہوتی ہے اور اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) ایک یہ کہ معین کا مقصد اور نیت معصیت کی اعانت ہو۔ (۲) دوسری یہ کہ عقد کے دوران ہی معین اس بات کی صراحت کردے کہ اس سے فلاں معصیت کا کام کیا جائے، اس صورت میں نیت کا اعتبار ساقط ہوجائے گا۔ (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ وہ چیز جسے بیچا یا خریدا جارہا ہو وہ معصیت کے ساتھ ہی خاص ہو، یعنی اس سے سوائے معصیت کے کوئی جائز کام نہ لیا جاسکے مثلاً موسیقی کے آلات وغیرہ جن کا کوئی مصرف سوائے گانے بجانے کے نہیں ہے (اس صورت میں نہ نیت کا اعتبار ہے نہ زبانی قول کا)۔

غرض ان تینوں صورتوں میں معصیت معین کے فعل سے ہی صادر ہو رہی ہے اور وہ عین معصیت ہے۔ بلکہ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان تینوں صورتوں میں بھی اصل وجہ ایک ہی ہے اور وہ ہے نیت۔ کیونکہ پہلی صورت میں نیت صراحتاً ثابت ہے جب کہ دوسری اور تیسری صورت میں حکماً ثابت ہے کیونکہ شریعت نے عام معاملات میں لفظی صراحت کو نیت کے قائم مقام قرار دیا

ہے، مثلاً: طلاق، بیوع وغیرہ ہیں۔

اسی طرح اگر وہ چیز عموماً معصیت ہی میں استعمال ہوتی ہو تو بھی اس چیز کا بھی یہی حکم ہے، چنانچہ امام سرخسیؒ کے قول کا یہی مطلب ہے۔ غرض! حاصل یہ ہے کہ اعانت علی المعصیت کا تحقق اس وقت ہوگا جب حقیقتاً یا حکماً نیت اور قصد پایا جائے، یا یہ کہ محل (چیز) مخصوص بالمعصیت ہو۔

معصیت کا سبب بننے والی اعانت کا حکم: مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ظلم اور گناہ پر کونسی اعانت معصیت ہے۔ البتہ یہ مسئلہ ابھی بھی تصریح وتوضیح طلب باقی رہتا ہے کہ اگر کوئی امر براہ راست تو اعانتِ ظلم یا اعانتِ گناہ نہیں لیکن کسی برائی کا سبب بن رہا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ قرآن وسنت کی نصوص صریحہ کو دیکھا جائے تو ان سے یہ بات تو صراحتاً ثابت ہوتی ہے کہ معصیت ونافرمانی اور کسی گناہ کا سبب بننا بھی جائز نہیں بلکہ بعض اوقات اس پر سبب بننے والے پر بھی گناہ ہوتا ہے۔

مثلاً ارشاد ربانی ہے: "مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا" (سورۃ النساء: آیت۔ ۸۵)

اسی طرح ارشاد ہے: "وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ" (سورۃ یٰسین: آیت۔ ۱۲)

مفسرین کے نزدیک آیت میں "آثار" سے مراد اعمال کا وہ ثمرہ ہے جو کسی صدقہ جاریہ والے عمل پر مرتب ہوتا ہے۔ نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: مَن سنّ فی الاسلام سنّةً حسنةً کان لهٗ أجر من عمل بها (او کما قال علیه السلام) ترجمہ: "یعنی جس نے اسلام میں کوئی اچھی سنت جاری کی اس کو اس سنت پر عمل کرنے والے کا ثواب بھی ملے گا۔" نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ"۔ (سورۃ الأنعام۔ آیت۔ ۱۰۸)

اس آیت میں اللہ عزوجل نے معبودانِ باطلہ کو برا بھلا کہنے سے روکا ہے اس اندیشہ کی وجہ سے کہ یہ عمل معبود برحق (اللہ) عزوجل کو برا بھلا کہنے کا سبب نہ بن جائے۔ غرض! ان آیات واحادیث اور ان کے علاوہ بھی متعدد نصوص سے یہ بات صراحتاً ثابت ہے کہ خیر اور بھلائی کا سبب بننا بھی اجر وثواب کا باعث اور آخرت میں مفید ہوگا، خواہ اس نے سبب خیر بننے کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ جیسے ایک حدیث میں ہے کہ درخت لگانے والے کو ہر اس پرندہ کو کھلانے کا ثواب ہوگا جو اس درخت سے پھل وغیرہ کھائے گا اسی طرح ہر اس شخص کو سایہ پہنچانے کا ثواب ہوگا جو اس درخت کے سایہ میں آرام کرے گا۔ جب کہ یہ بات ظاہر ہے کہ درخت لگانے کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ اس درخت کا پھل پرندے کھائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ خیر کا سبب بننا بھی خیر ہے اور اسی طرح شر ومعصیت کا سبب بننا بھی شر اور معصیت ہے اور ان میں نیت شرط نہیں ہے۔ البتہ اسباب کی دو قسمیں ہیں (۱) سبب قریب اور (۲) سبب بعید۔ اگر کوئی عمل کسی برائی کا سبب بعید بن رہا ہو تو اس سے احتراز اور اجتناب عملاً ممکن نہیں، کیونکہ انسان کا ہر عمل کسی نہ کسی درجہ میں کسی برائی کا سبب بن سکتا ہے اس لیے سبب بعید کا اعتبار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اوامر ونواہی میں سے کوئی حکم شرعی اس سے متعلق نہیں ہے۔ البتہ حکم کا مدار سبب قریب پر ہے، لہٰذا خیر کا سبب بننے والا عمل عمل کرنے والے کے لیے خیر ہے اور شر کا سبب بننے والا عمل اس کے لیے شر کا باعث ہے۔

اسباب کی مزید دو قسمیں: پھر سبب قریب کی بھی دو قسمیں ہیں: محرک: محرک اس سبب کو کہتے ہیں جو کسی کام کے وجود کا ایسا باعث ہو کہ اگر وہ سبب نہ ہوتا تو فاعل اس کا اقدام ہی نہ کرتا مثلاً کفار کے معبودوں کو گالی دینا، اگر کوئی مسلمان کفار کے معبودوں

کو گالی نہ دے تو کافر بھی اللہ رب العزت کی شان میں بے ادبی نہ کریں۔
موصل : موصل اُس سبب کو کہتے ہیں جو کسی معصیت کے وجود کا سبب تو نہ ہو لیکن معصیت کرنے کا ارادہ کرنے والے کے لیے مددگار ہو اور اسے اس کی خواہش تک پہنچا دے۔ مثلاً کوئی شرابی ہے شراب پینے کی خواہش رکھتا ہے کوئی اس کے سامنے شراب کا جام لاکر رکھ دے۔ یا کوئی شخص کسی کو ناحق قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور کوئی اس کو تلوار یا ہتھیار تھما دے وغیرہ۔
ان دونوں قسموں میں سے پہلی قسم یعنی سبب محرک نص قرآنی کی رو سے حرام ہے، یعنی ایسے اسباب اختیار کرنا جو دوسروں کے لیے کسی معصیت اور حرام کا محرم بنیں حرام ہے۔ اور دوسری قسم یعنی سبب موصل کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ سبب اس درجہ کا ہو کہ اس سے براہ راست بغیر کسی تغیر و ترمیم کے معصیت کا ارتکاب ہوتا ہو تو ایسے اسباب میں پڑنا مکروہ تحریمی ہے۔
مثلاً : اُوپر بیان کردہ دو مثالیں : باغیوں اور فتنہ پھیلانے والوں کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنا وغیرہ۔ لیکن اگر سبب ایسا ہو کہ اس سے براہِ راست کسی معصیت کا ارتکاب نہ ہوتا ہو بلکہ اس میں تغیر و ترمیم یا کسی صنعت وغیرہ کے بعد معصیت کا ارتکاب ہوتا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ مثلاً اہل فتنہ وفساد اور باغیوں کے ہاتھوں لوہے وغیرہ (جس سے ہتھیار بنائے جاسکتے ہیں یا بارود وغیرہ) کی فروخت وغیرہ۔
چنانچہ فقہاء کرامؒ کی تصریحات اس بارے میں واضح ہیں، ردالمختار اور درمختار وغیرہ میں ہے کہ : ''اہل فتنہ کے ہاتھوں اسلحہ کی فروخت (اگر ان کے اہل فتنہ ہونے کا علم ہو) تو مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ معصیت پر اعانت ہے۔''
(باب البغاۃ ردالمختار: ج ۳ ص۔ ۴۸۴)
اسی طرح معبودان باطلہ کو گالی دینا چونکہ اللہ عزوجل کو برا بھلا کہنے کا باعث و محرک ہوتا ہے لہٰذا یہ بھی حرام ہے۔ نیز کسی کے والدین کو گالی دینا بھی حرام ہے کیونکہ یہ اپنے والدین کو گالی دیئے جانے کا سبب بنتا ہے، چنانچہ حدیث میں اس کی تصریح ہے۔
علاوہ ازیں خواتین کا اپنے پاؤں کو زمین پر زور سے مارنا (جس سے پہنے ہوئے زیور بجیں) اور ان کی زینت نمایاں ہو حرام ہے۔ اسی طرح ان کا نامحرم مردوں سے بات چیت میں نرم آواز اختیار کرنا بھی حرام ہے کیونکہ یہ عموماً مجرموں کے ان میں طمع پیدا کرنے کا باعث ہی ہوتا ہے۔ غرض یہ تمام اعمال اسباب معصیت ہیں اگرچہ نیت نہ ہو۔ دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ عزوجل نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہل ایمان کو معبودان باطلہ کے سبّ وشتم سے روکا ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ حضرات صحابہؓ سے اللہ عزوجل کو بُرا کہنے کی نیت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح قرآن کریم نے اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو نامحرم مردوں سے کلام و گفتگو میں نرمی سے منع کیا ہے کیونکہ یہ عموماً معصیت کا سبب ہو جاتا ہے حالانکہ امہات المؤمنین رضوان اللہ علیہن اجمعین سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ دوسروں کو رجھانے کے لیے قصداً ایسا کریں گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اسباب معصیت ایسے ہیں جن میں معصیت کا سبب بننے کی نیت ہو یا نہیں ہر صورت میں ناجائز ہیں۔
حاصل یہ کہ اسلام نے فساد و معصیت کے تمام دروازوں کو مسدود کر دیا ہے اسی سے معصیت کے حرام ہونے کے ساتھ ساتھ معصیت پر اعانت کو بھی حرام کیا ہے اور معصیت کا سبب بننے سے بھی منع فرمایا۔
ایک اشکال اور اس کی وضاحت: یہاں کسی کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے : ''انما الأعمال بالنیات'' تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ معصیت کا سبب بننا بھی معصیت ہے خواہ نیت ہو یا نہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کے سبب قریب کا قصد کرنا عرفاً اسی چیز کا قصد کرنا کہلاتا ہے (اس کی بہت سی مثالیں ہیں جو روزمرہ کے معاملات میں پیش آتی ہیں) لہٰذا سبب قریب کا قصد حکماً نیت ہی کے درجہ میں ہوتا ہے۔

یہ سب تفصیل اس وقت ہے جب کہ وہ سبب قریب ہو اور کسی یقینی معصیت کا باعث بن رہا ہو، جیسے اوپر ذکر کردہ مثالوں میں۔
لیکن اگر سبب بعید ہو مثلاً : کسی شخص کے ہاتھ انگور کا شیرہ فروخت کرنا جس سے خریدار شراب بنائے، یا گھر کو ایسے شخص کو کرایہ پر دینا جو اس میں کراہت وفواحش کا ارتکاب کرے یا غیر اللہ کی عبادت و پوجا کرے وغیرہ تو اگر ایسے معاصی کا پہلے سے علم نہ ہو (اور فروخت کر دیا یا کرایہ پر دے دیا) تو بلا کراہت جائز ہے۔ اور اگر معلوم ہو کہ یہ شخص جو انگور کا شیرہ خرید رہا ہے اس سے یقیناً شراب بنائے گا یا جو مکان کرایہ پر لے رہا ہے اس میں یقیناً غیر اللہ کی پوجا کرے گا تو مکروہ تنزیہی ہے اس سے بچنا زیادہ بہتر ہے۔
یہ خلاصہ ہے اس ساری بحث کا کہ معصیت پر اعانت کے کیا درجات ہیں؟ اور کیا صورتیں ہیں؟ ان میں جائز ناجائز کون سی ہیں اور اس تفصیل کے تحت فقہاء کرامؒ کے تمام اقوال جمع ہو گئے ہیں۔ فالحمد للہ علی ذالک۔
ایک اہم اور ضروری وضاحت: یہاں پر ایک اور قوی اشکال کسی کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ شریعت کے بہت سے احکامات اور اوامر ایسے ہیں کہ ان کی اتباع فساق وفجار کی طرف سے معصیت اور گناہ کے ارتکاب کا سبب بن سکتی ہے۔ مثلاً: اذان اور قربانی خصوصاً ہندوستان کی وجہ سے بہت سے لوگ ہمارے دین و شریعت اور ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کے کلمات کہتے ہیں تو کیا ہم اس بنا پر یہ افعال بھی ترک کر دیں۔
یہ اشکال ابو منصورؒ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مستحق ملامت کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا تا کہ اس کی وجہ سے وہ غیر مستحق ملامت (اللہ تعالیٰ) کو برا بھلا نہ کہے۔ حالانکہ ہمیں تو کفار سے قتال کا حکم دیا ہے جب کہ ہم ان سے قتال کریں گے تو وہ ہمیں (مؤمنین کو) قتل کریں گے جب کہ مسلمان کا ناحق قتل گناہ کبیرہ ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ اور کفار کے سامنے قرآن کی تلاوت کا حکم دیا گیا اگرچہ وہ اس کی تکذیب کریں؟
خلاصہ یہ نکلا کہ جو امور شریعت میں فرض ہیں ان کی ادائیگی سے خواہ کتنے ہی جرائم کا ارتکاب ہونے کے امکان ہوا نہیں ترک نہیں کیا جائے گا، البتہ جو امور مباح ہیں اور وہ کسی منکر اور گناہ کا سبب بن رہے ہیں تو انہیں ترک کر دیا جائے۔ گویا جو امور مقاصدِ شریعت میں سے ہیں یا شعائر اسلام میں سے ہیں ان کی ادائیگی خواہ کسی بھی امر منکر کے وجود کا سبب ہو انہیں ترک نہیں کیا جائے گا۔
(کذا فی الروح: ج: ۲۰: ص۔ ۳۵۳)
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کعبۃ اللہ کی تعمیر کی خواہش کے باوجود اس کی تعمیر نہ کرنا اسی کی مثال ہے کیونکہ بیت اللہ کی تعمیر ایک امر مباح تھی (مقاصد شریعت میں سے نہ تھی) جب کہ اس کی وجہ سے امکان تھا کہ لوگ فتنہ میں پڑ جاتے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر کعبہ کو ترک کر دیا۔ (کذا فی روایۃ عائشہ رضی اللہ عنہا)
اس بحث کے شروع میں بعض سلفؒ کے چند واقعات سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ظالم حکام کی طرف سے ٹیکس وصولی وغیرہ کی خدمات انجام دینا بھی شرعاً مذموم اور ناپسندیدہ ہے۔ لیکن مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ اسلافؒ کے یہ واقعات ان کے کمال ورع و تقویٰ کی بناء پر تھے۔ لیکن ہمارے اس دور میں جب کہ مظلوم عوام پر ظالم حکمران مسلط ہیں اور ان کے جائز حقوق بھی حکمرانوں سے غصب کیے جاتے ہیں، اس دور میں اگر کوئی حکمرانوں کی طرف سے کوئی ایسا منصب یا عہدہ عوام کی بھلائی کے لیے قبول کرے تو اسے ناجائز نہیں کہا جائے گا۔ یہی صورتحال دیکھتے ہوئے ہمارے شیخ حضرت تھانویؒ نے ہندوستان میں ظالم حکمرانوں کی طرف سے مناصب قبول کرنے کے متعلق ایک رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام تھا ''صائب الکلام فی حکم المناصب الحرام''۔
اس کا حاصل یہ تھا کہ : حکومت کی طرف سے تفویض شدہ ایسے مناصب جو فی ذاتہٖ ناجائز ہیں مثلاً ٹیکس کی وصولیاں، یا حساب

کتاب کے لیے افراد کا تعین وغیرہ اگر کوئی شخص اس لیے قبول کرتا ہے کہ اپنے اور اپنے متعلقین کے لیے جلب منفعت کرے گا یعنی اس منصب سے ذاتی مفادات حاصل کرے گا تو یہ منصب قبول کرنا حرام ہے۔ اور اگر کسی دفع مضرت کے لیے ہو یعنی اپنے اور دیگر مسلمانوں کی مشکل آسان کرنے اور ان سے مضرت ہٹانے کے لیے ہو تو امید ہے کہ ایسا شخص گنہگار نہ ہوگا۔

اس تمام تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ اصل یہ ہے کہ انسان ظالم حکام اور ظالموں کی اعانت وخدمت سے حتی الامکان احتراز کرے، یہی اس کے دین و ایمان کی سلامتی کا راستہ ہے البتہ اضطراب اور مجبوری کے وقت اُمید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہ فرمائیں گے۔ واللہ اعلم۔

﴿۱۸﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پریشانی:... دوسرے دن پھر شہر میں گئے تو اسی کل والے اسرائیلی نے ان سے فریاد رسی کی۔ قَالَ لَهٗ... الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب:... اسرائیلی کو ڈانٹا، کہتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انشاء اللہ نہ کہا اس لئے دوسرے دن پھر اس قسم کے قصہ میں مبتلا ہوئے اور یہ بھی مشہور ہے کہ اس فرعونی مقتول کو رات ہی میں دبا دیا تھا تا کہ پتہ نہ ملے، چنانچہ قاتل کا سراغ نہیں ملتا تھا۔ (کشف الرحمٰن : ص: ۲۰۱۴ ج۔ ۳)

﴿۱۹﴾ اسرائیلی کے تعاون کے لئے دست درازی : اسرائیلی نے سمجھا کہ غصہ مجھ پر ہو رہے ہیں شاید مجھے ہی پکڑینگے۔ قَالَ یٰمُوْسٰٓی اَتُرِیْدُ الخ اسرائیلی کی شورش : اس نے کل کا راز افشا کر دیا کہ کل ایک کو قتل کیا آج مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ اِنْ تُرِیْدُ... الخ اسرائیلی کا پروپیگنڈا۔

﴿۲۰﴾ مخلص حمایتی کی آمد : قتل کا راز کھل چکا تھا اسلئے فرعون کے ہاں یہ معاملہ پیش ہوا مشورہ ہو ہی رہا تھا کہ حضرت حزقیل فرعون کی مجلس سے جلدی اٹھ کر کسی مختصر راستے سے موسیٰ علیہ السلام کو صورت حال کی اطلاع دی۔ فَاخْرُجْ... الخ مخلص کا مشورہ: مصر سے جانے کا مشورہ دیا۔ ﴿۲۱﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا : موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل گئے اللہ پاک سے دعا کی اس نے مدین جانے والی سیدھی سڑک پر ڈال دیا اور ظالموں کے پنجے سے بچالیا۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے توجہ کی مدین کی طرف تو انہوں نے کہا امید ہے کہ میرا پروردگار میری راہنمائی فرمائے گا سیدھے راستے کی ﴿۲۲﴾ اور جب وہ

وَرَدَ مَآءَ مَدْیَنَ وَجَدَ عَلَیْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ یَسْقُوْنَ ۠ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَیْنِ

مدین کے پانی پر پہنچے تو پانی انہوں نے وہاں ایک جماعت لوگوں کو جو پانی پلاتے تھے اور پایا انکے ورے دو عورتوں کو جو (اپنے جانوروں کو) روک رہی تھیں، کہا موسیٰ علیہ السلام نے

تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِیْ حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَیْخٌ كَبِیْرٌ ﴿۲۳﴾

کیا حال ہے تمہارا تو انہوں نے کہا کہ ہم نہیں پلاتیں پانی یہاں تک کہ یہ چرواہے لوٹ جائیں اور ہمارا باپ عمر رسیدہ بوڑھا آدمی ہے ﴿۲۳﴾

فَسَقٰی لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ﴿۲۴﴾

پس پانی پلا یا ان دونوں کیلئے موسیٰ علیہ السلام نے پھر پلٹے سائے کی طرف اور کہا اے میرے پروردگار! بیشک تو جو بھی نازل فرمائے میرے طرف بہتری سے محتاج ہوں ﴿۲۴﴾

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ٘ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ

پس ان دوعورتوں میں سے ایک حیا کیساتھ چلتی ہوئی موسیٰ کے پاس آئی کہنے لگی بیشک میرا باپ آپ کو بلاتا ہے تا کہ آپکو بدلہ دے اسکا کہ آپنے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا

لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٙ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵﴾

پھر جب آئے موسیٰ علیہ السلام انکے پاس اور بیان کیا ان پر حال تو انہوں نے کہا کہ خوف مت کھاؤ تو بچ گیا ہے ظالموں کی قوم سے ﴿۲۵﴾

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ٘ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ

کہا ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے اے میرے باپ آپ اس شخص کو ملازم رکھ لیں بیشک ملازمت کیلئے بہتر آدمی وہ ہے جو طاقتور اور امانتدار ہو ﴿۲۶﴾ کہا (شعیب علیہ السلام نے) بیشک میں چاہتا ہوں

اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا

کہ نکاح کردوں تیرے ساتھ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا اس شرط پر کہ تم میری ملازمت کرو آٹھ سال تک پس اگر تم پورے کردو دس سال تو یہ تمہاری طرف سے ہوگا

فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ ؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾

میں نہیں چاہتا کہ میں مشقت ڈالوں تجھ پر عنقریب تم پاؤ گے مجھے اگر اللہ نے چاہا، نیکی والوں میں سے ﴿۲۷﴾

قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ ؕ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى

کہا (موسیٰ نے) یہ (معاہدہ) میرے اور آپکے درمیان طے پایا دونوں مدتوں میں سے جو کسی مدت میں پوری کروں مجھ پر کوئی تعدی نہیں ہوگی اور جو کچھ ہم کہتے ہیں

مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿۲۸﴾ ع

اللہ تعالیٰ اس پر نگہبان ہے ﴿۲۸﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سفر اول مدین کی طرف

﴿۲۲﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ... الخ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر اور اہل مصر سے نکلنے کی دعا کا ذکر تھا، اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفر اول کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۳ :... حضرت موسیٰ کا سفر اول، حضرت موسیٰ کا مشاہدہ، حضرت موسیٰ کا مکالمہ، حضرت شعیب کی لڑکیوں کا جواب مکالمہ، حقیقت حال کا اظہار، حضرت موسیٰ کے مکارم اخلاق، حضرت موسیٰ کا اظہار عجز، حضرت شعیب کی لڑکی کی آمد، حضرت شعیب کی لڑکی کا مکالمہ، بلانے کی حکمت، حضرت موسیٰ کی مدین آمد، اظہار حقیقت حال، حضرت موسیٰ کے لئے تسلی، حضرت شعیب کی لڑکی کی درخواست، حضرت شعیب کا مکالمہ، شرط نکاح، حضرت شعیب کے مکارم اخلاق، حضرت موسیٰ کے لئے تسلی، حضرت شعیب اور موسیٰ کا معاہدہ، محافظت باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات ۲۲: تا ۲۸+

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سفر اول:... حضرات مفسرین فرماتے ہیں مدین کا شہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے مدین کے نام پر آباد ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یوں اللہ پر بھروسہ کر کے مدین کی طرف چلے گئے کیونکہ یہ شہر فرعون کی عملداری سے باہر تھا۔

﴿۲۳﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مشاہدہ : مدین کے کنویں پر پہنچے تو یہ قصہ پیش آیا۔ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا : حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ : موسیٰ علیہ السلام نے ان عورتوں سے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ قَالَتَا الخ جواب مکالمہ : انہوں نے کہا جب تک یہ چرواہے اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر واپس نہ لے جائیں ہم اس وقت تک پانی نہیں پلا سکتیں یعنی کوئی مرد نہیں جو پانی نکال کر ہمارے جانوروں کو پلا دے۔ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ : حقیقت حال کا اظہار :... اور ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے اس لئے جب یہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جاتے ہیں تو ہم ان کا بچا ہوا پانی پلا لیتی ہیں۔

اجنبی (نامحرم) خاتون سے بات چیت ضرورت کے وقت جائز ہے : حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں سے سوال کیا کہ : "مَا خَطْبُكُمَا" یعنی اپنی بکریوں کو پانی پر جانے سے روکنے کا کیا مقصد ہے؟ اور تم دونوں بھی دوسروں کی طرح اپنے جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلا رہی ہو؟ علماء نے اس سے استدلال کیا ہے کہ بوقتِ ضرورت اجنبی خواتین سے گفتگو کرنا جائز ہے۔
(روح المعانی : ص ۳۶۰ جلد ۲۰)

حضرت مفتی اعظم محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ جانبین کو شہوت اور فتنہ سے بچنے کا ظن غالب ہو، ورنہ (اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو) پھر یہ معصیت کا سبب ہو جائے گا اور سبب معصیت کا اختیار کرنا بھی ایسا ہی گناہ ہے جیسا کہ خود معصیت کا ارتکاب کرنا۔ نیز فتنہ سے امن کے وقت بھی صرف ضرورتاً ایسا کرنا جائز ہے جیسا کہ اس واقعہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال کا باعث اور محرک ان کا جذبہ ہمدردی و ترحم تھا جب انہوں نے دیکھا کہ وہ مردوں سے اختلاط سے بچنے اور شدتِ حیاء کے باعث اپنی بکریوں کو بھی پانی پر جانے سے روک رہی ہیں تو انہیں اندازہ ہو گیا کہ یہ خواتین مدد و اعانت کی محتاج ہیں۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدد کرنے میں از خود پہل اس لیے نہیں کی تا کہ ان خواتین کے دلوں میں کوئی غلط خیال نہ آئے۔ بلکہ پہلے ان سے سوال کیا تا کہ ان کی طرف سے مدد و تعاون کی ضرورت و حاجت کا اظہار ہو جائے۔

کمزوروں کی مدد عبادت ہے : اس واقعہ سے یہ بھی واضح طور پر استدلال ہوا کہ ضعفاء اور کمزوروں کی مدد اور اعانت کرنا عبادت اور مستحب ہے، جیسا کہ ظاہر ہے۔ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ۔ ان دونوں محترم خواتین نے جواب میں کہا کہ جب تک چرواہے (اور دیگر مرد) کنویں سے نہیں چلے جاتے ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلاتیں اور (ہمارے نکلنے کی وجہ یہ ہے کہ) ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں۔ (احکام القرآن ص ۱۱۴ ج۔ ۲)

نیز ان کی طرف سے اپنے عجز کے اظہار سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی کے سامنے بغیر مانگے حاجت کی تکمیل کا کوئی ذریعہ پیدا کر دیں تو اس سے اعراض کرنا اور منہ پھیرنا انبیاء و صالحین کا طریقہ نہیں ہے۔

﴿۲۴﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مکارم اخلاق : ان دو لڑکیوں کے مویشیوں کو پانی پلا کر سائے میں جا بیٹھے۔ فَقَالَ رَبِّ... الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اظہار عجز :... اور دعا کی اے میرے پروردگار جو نعمت بھی مجھ کو عطاء کر دے میں اس کا محتاج ہوں، یعنی متواتر سفر رہا، کچھ کھانے کا میسر نہ تھا پیٹ پیٹھ سے مل گیا درخت کے پتوں پر گزارہ کیا بہر حال دعا قبول ہو گئی اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا کرنا شروع کر دئے۔

﴿۲۵﴾ حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی کی آمد :... ان دو لڑکیوں میں سے ایک شرم و حیاء سے چلتے ہوئے بلانے کیلئے آئی۔ قَالَتْ... الخ لڑکی کا مکالمہ۔ لِيَجْزِيَكَ الخ بلانے کی حکمت : تا کہ وہ تجھ کو اس پانی پلانے کا حق دے جو تو نے ہماری مویشیوں کو پلایا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام ساتھ چل پڑے مقصود عوض کا حصول نہ تھا بلکہ مقام امن اور کسی رفیق شفیق کی

ضرورت تھی، اور راستہ میں حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے فرمایا میرے پیچھے چلو میں اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سے ہوں اجنبیہ کو بغیر کسی وجہ سے دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ **فَلَمَّا جَآءَهٗ**... الخ **حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آمد اور اظہار حقیقت حال :** غرض وہاں جا کر موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کو سارا ماجرا سنایا۔ **قَالَ لَا تَخَفْ** الخ **حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی :** حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کوئی خوف نہ کریں آپ ظالموں کے پنجے سے بچکر آ گئے ہیں یہاں مدین میں ان کی حکومت نہیں ہے۔

(معالم التنزیل: ص:۸۰ ۳ ج۔ ۳)

جب دونوں خواتین موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے جانوروں کو پانی پلانے کے بعد گھر جلدی پہنچ گئیں تو والد نے جلدی آنے کا سبب دریافت کیا، انہوں نے سارا قصہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: ''کہ وہ کوئی اجنبی پردیسی ہوگا تم اس کے احسان کا بدلہ دو''۔

چنانچہ انہیں گھر بلانے کے لیے ان میں سے ایک خاتون موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں، اور آ کر کہا کہ : ''میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تا کہ آپ کو آپ کے پانی پلانے کے احسان کا جزاء دیں''۔

گھر کے اُمور سربراہ کی اجازت سے ہونے چاہئیں: علماء نے ان کے اس جملہ سے کئی اہم آداب مستنبط کیے ہیں : پہلی بات تو یہ ہے کہ ان خاتون نے بلانے کی نسبت اپنے والد کی طرف کی اس کا منشاء ومقصد بھی شرم وحیاء اور پاکدامنی کا جذبہ اتم تھا۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کا اصل احسان تو براہ راست خواتین پر تھا۔ لیکن بدلہ دینے کے لیے والد کی طرف نسبت کرنے میں دو چیزیں ملحوظ تھیں۔ (۱) ایک تو یہ کہ اُمور ومعاملات کی بہتری اسی میں ہوتی ہے کہ تمام اُمور گھر کے سربراہ کی طرف منسوب ہوں اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہ کیا جائے۔ (۲) دوسری بات یہ تھی کہ عورت کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ اجنبی اور نامحرم سے ایسا کسی قسم کا اظہار نہ کرے جس سے التفات اور لطف ونرمی کا احساس پیدا ہو۔ کیونکہ اگر وہ بلانے کی نسبت اپنی طرف کرتیں تو یہ مظنہ شک ہوتا۔

شیخ عبدالوہاب الشعرانیؒ نے ''الطبقات'' میں بعض علمائے سلف کے متعلق نقل کیا ہے کہ وہ اپنے متوسلین ومتعلقین کو اس بات سے روکتے تھے کہ وہ اپنے گھر والوں اور بیویوں کا سلام ان کو پہنچائیں اور اس بات سے بھی روکتے تھے کہ وہ اجنبی خواتین سے کوئی ہدیہ وغیرہ قبول کریں۔

﴿۲۶﴾ **ایک صاحبزادی کی درخواست:**... کہ انہیں بکریوں کیلئے اجرت پر رکھ لیجیے۔ **"الْقَوِيُّ الْأَمِينُ"**۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زور دیکھا ڈول نکالنے سے اور امانت دار دیکھا بے طمع ہونے سے۔

﴿۲۷﴾ **شعیب علیہ السلام کا مکالمہ اور شرط نکاح :** فرمایا! میں اس شرط پر ایک لڑکی آپ کے نکاح میں دینے کیلئے تیار ہوں۔ **وَمَآ أُرِيدُ** الخ **حضرت شعیب علیہ السلام کے مکارم اخلاق :** اور میں تجھ پر کوئی سختی یا مشقت ڈالنا نہیں چاہتا یعنی عام طور پر جو ملازمین اور مزدوروں کے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے ہمارے ہاں وہ نہیں ہوگا۔ **سَتَجِدُنِيٓ**... الخ **حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تسلی :** مجھ کو انشاءاللہ خوش معاملہ اور بھلے لوگوں میں سے پائے گا۔

فائدہ :... آٹھ سال کی خدمت حق مہر کے عوض تھی، دس سال پورا کرنے میں ان کی مرضی ہے ان پر کوئی جبر نہیں۔ اس عورت کا نام صفورا ہے۔ (معالم التنزیل: ص:۸۰ ۳ ج۔ ۳)

اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آٹھ برس خدمت کو اپنی زوجہ کا مہر قرار دیا۔ ابن العربی مالکیؒ فرماتے ہیں : ہمارے علماء کا اختلاف ہے اس بات میں کہ منافع اور خدمات کو عورت کا مہر بنایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں ہمارے (مالکی) علماء

کے تین قول ہیں :امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے، ابن القاسمؒ کے نزدیک ممنوع ہے، دیگر کے نزدیک جائز ہے۔
قاضی عیاض مالکیؒ فرماتے ہیں کہ : "مدین کے صالح (شعیب علیہ السلام) نے اپنی بیٹی کا نکاح بنی اسرائیل کے صالح (موسیٰ علیہ السلام) سے کر دیا اور ان پر شرط رکھی کہ وہ ان کی بکریوں کی خدمت کریں گے۔ جب کہ شوہر کی طرف سے بیوی کی خدمت کو مہر بنانا جائز نہیں۔ لیکن چونکہ ان کے یہاں اس خدمت کا ایک معاوضہ متعین ومعلوم تھا، لہٰذا موسیٰ علیہ السلام کی آٹھ برسوں کی خدمت کا معاوضہ شعیب علیہ السلام کے ذمہ دین (قرض) ہو گیا۔ پھر اس دین کو انہوں نے اپنی بیٹی کے لیے مہر بنا لیا، اور اس کا جائز ہونا ظاہر ہے۔ (احکام القرآن۔ص۔۱۴۰۲۔ج۔۳۔ابن العربی)
حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مذہب صاحب بدائع الصنائع نے یہ بیان کیا ہے کہ : "اگر کسی آزاد شخص نے کسی عورت سے اس مہر پر نکاح کیا کہ وہ ایک سال اس کی (بیوی) کی خدمت کرے گا تو اس مہر کی تعیین فاسد ہو گی اور اس کے ذمہ مہر مثل لازم ہو گا۔ امام ابو یوسفؒ کا بھی یہی مذہب ہے"۔ البتہ امام محمدؒ کے نزدیک یہ تعیین درست ہے بیوی کو اس صورت میں شوہر سے سال بھر خدمت لینے کے بجائے ایک سال خدمت کا معاوضہ لینے کا استحقاق ہو گا۔ جب کہ امام شافعیؒ کے نزدیک تعیین بھی صحیح ہو گی اور بیوی کو ایک سال خدمت لینے کا حق ہی حاصل ہو گا۔
ابن سماعہؒ نے نوادر میں نقل کیا ہے: "اگر شوہر نے بکریاں چرانے کو مہر بنایا ہے تو یہ درست ہو گا اور اس کے ذمہ ایک سال تک بیوی کی بکریاں چرانا لازم ہو گا" جب کہ بعض علماء نے بکریاں چرانے اور خدمت کرنے دونوں کا ایک ہی حکم بتلایا ہے اور ان دونوں میں فرق نہیں کیا (کتاب الأصل کی یہی روایت ہے)۔
جب کہ بعض علماء نے ان دونوں میں فرق کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے کسی ایسے کام کو مہر بنایا جو ذلت آمیز نہیں اور گھر سے باہر کے اُمور ہیں نہ ہی اس کام میں شوہر کی تذلیل کا کوئی پہلو ہے تو یہ صحیح ہے۔ لیکن اگر گھر کے اندر کا کوئی کام ہے یا توہین و ذلت والا کام ہے تو اسے مہر بنانا صحیح نہیں، اور اس صورت میں مہر مثل لازم ہو گا۔ (ملخصاً از بدائع الصنائع ۲/ ۲۷۸)
واقعہ مذکورہ میں بکریوں کے چرانے کو مہر بنایا گیا ہے یہ ان مشائخ کے نزدیک تو درست ہے جو گھر سے باہر کے اُمور کو مہر بنانا درست سمجھتے ہوں۔ لیکن اس کی حیثیت "اجارہ" کی ہو گی جس کی شرائط کا لحاظ رکھا جانا بہر حال ضروری ہے۔ البتہ کتاب الاصل کی روایت کے مطابق اس کا جواب دیا جائے گا اور علماء کی طرف سے اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔ پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہ واقعہ شریعت موسیٰ علیہ السلام کے مطابق تھا اور ممکن ہے کہ ان کی شریعت میں مہر مالیت کے ساتھ مشروط نہ ہو۔ جب کہ قرآن (شریعت محمدیہ) میں مہر کا مال ہونا لازم کیا گیا ہے فرمایا کہ : "اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ"۔ (سورۃ النساء :آیت۔ ۲۴)
دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں دو مختلف معاملات ہیں ایک معاملہ تو اجارہ کا ہے جو شعیب علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے مابین بکریاں چرانے پر ہوا تھا۔ دوسرا معاملہ یہ تھا کہ اجارہ کے نتیجہ میں جو معاوضہ و مال شعیب علیہ السلام پر لازم ہوا تھا اُس معین و لازم مال کو مہر بنایا گیا۔ اس صورت میں مہر بکریاں چرانا نہیں ہو گا بلکہ بکریاں چرانے کی خدمت کا معاوضہ مہر ہو گا۔
(کذافی الروح المعانی ص۔۲۷۳ جلد ۲۰)
حضرت مفتی اعظم محمد شفیعؒ احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ : "اللہ رب العزت آیت مذکورہ میں "تخدمنی" کے بجائے "تأجرنی" کا لفظ بھی غالباً اسی طرف اشارہ کرنے کے لیے لائے ہیں کہ عین خدمت مہر نہیں تھی بلکہ وہ مال مہر تھا جو اجارہ خدمت کی وجہ سے شعیب علیہ السلام کے ذمہ لازم ہوا تھا" (واللہ اعلم)
(۶) مہر عورت کا حق ہے نہ کہ اس کے ولی کا: اس آیت کے مباحث میں چھٹی بحث یہ ہے کہ قرآن سے ثابت ہے کہ

مہر عورت کا حق ہے نہ کہ اس کے باپ یا ولی کا، چنانچہ سورۃ نساء آیت ۴ : میں موجود ہے اس میں عورتوں کو ہر قسم کے تصرف کا حق ہے۔

﴿۲۸﴾ حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاہدہ:... فرمایا : یہی فیصلہ رہا دو مدتوں میں سے جو میرا جی چاہے گا پوری کرونگا۔ تفسیر در منثور میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال پورے کئے تھے، اور نیز اس داستان میں بے پردگی کا شبہ بھی نہ کیا جائے کیونکہ ضرورت کے وقت نکلنا جائز ہے جبکہ اعضاء مستورہ پوشیدہ ہوں۔

(۱) باپ کا بیٹی کے نکاح کی کسی نیک و صالح شخص کو پیش کش کرنا درست ہے معیوب نہیں: اکلیل میں روح المعانی کے حوالہ سے ہے کہ : ''اس آیت سے معلوم ہوا کہ باپ کے لیے جائز ہے کہ اپنی بیٹی یا اپنی زیر کفالت و ولایت لڑکیوں کے نکاح کی از خود پیش کش کر دے جب کہ لڑکا نیک و صالح ہو''۔ (روح المعانی : ص ۷۳ جلد ۲۰)

ابن العربیؒ نے احکام القرآن میں فرمایا کہ : ''یہ ایک سنت جاریہ ہے، مدین کے صالح (شعیب علیہ السلام) نے بنی اسرائیل کے صالح (موسیٰ علیہ السلام) کو اپنی لڑکی کے نکاح کی پیش کش کی تھی'' (ص ۹۸ ج ۔ ۳)۔

عمر بن الخطابؓ نے اپنی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی پیش کش حضرت ابوبکر و عثمان رضی اللہ عنہما دونوں کو کی تھی جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر خنیسؓ کا انتقال ہو گیا تھا، حضرت عثمانؓ نے فرمایا تھا : ''میں سوچ کر جواب دوں گا''۔ جب کہ ابوبکرؓ خاموش رہے تھے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام بھجوایا تھا۔

(اخرجہ البخاری کتاب النکاح، باب تزویج المعسر الحدیث۔ ۴۶۹۷)

اسی طرح ایک خاتون نے خود اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نکاح کے لیے پیش کیا۔ نکاح کی صالح اور دیندار افراد کو پیش کش کرنا نہ ناجائز ہے اور نہ ہی معیوب و بری بات بلکہ یہ انبیاء و صالحین کی سنت ہے۔ چنانچہ اس معاملہ میں ہمارے علاقوں (ہندوپاک) میں موجود رسم و رواج کی پرواہ نہ کرنی چاہیے جہاں یہ بات معیوب سمجھی جاتی ہے اور اسے غیرت کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ ہاں بے غیرتی کی بات تو یہ ہے کہ انسان اپنی بہن، بیٹی کو دنیا کے لالچ اور دولت کی حرص و طمع میں کسی انسان کے سامنے پیش کرے یا دولت کی خاطر اپنی بہن بیٹی کا کسی سے زبردستی نکاح کروائے۔

(۲) ایک فقہی مسئلہ پر شوافع کا آیت سے استدلال اور اس کا جواب: اس آیت میں لفظ: ''اِنِّیْٓ اُرِیْدُ ان انکحك'' سے شوافع نے استدلال کیا ہے کہ نکاح صرف لفظ ''تزویج'' اور ''نکاح'' پر موقوف ہے۔ اس لیے کہ نکاح کے درست اور منعقد کے لیے جہاں ایجاب و قبول شرط ہے وہیں گواہی بھی شرط ہے جب کہ یہاں کوئی گواہ بھی نہیں تھا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ﴾ ''اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ نکاح کا وعدہ معاہدہ تھا نہ کہ ایجاب۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا بھی یہی رجحان ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اسی جملہ کو ایجاب ہی قرار دیا جائے بعض حضرات کا یہی مذہب ہے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس صورت میں دونوں بیٹیوں میں سے کسی ایک کی تعیین نہیں کی گئی اور بلا تعیین کے نکاح درست نہیں ہوتا تو یہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ مبہم طور پر نکاح اگرچہ شریعتِ محمدی میں جائز نہیں ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں مبہم نکاح جائز تھا۔

اور اس صورت میں تعیین کا اختیار یا ولی کو ہوگا یا شوہر کو۔ نیز بغیر گواہ کے نکاح ہونے کو بھی اس بات کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا کہ یہ جملہ ایجاب نہ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ شعیب علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بغیر گواہ کے نکاح منعقد ہونا درست ہوا، اگرچہ ہماری شریعت میں درست نہیں ہے۔ (ملخصاً از روح المعانی : ص ۷۳ جلد ۲۰)

فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ

پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے پوری کی مدت اور لیکر چلے اپنے اہل کو تو انہوں نے دیکھا طور کے کنارے پر آگ کو اور کہا اپنے گھر والوں سے کہ تم ٹھہر جاؤ

امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں لاؤں تمہارے پاس وہاں سے کوئی خبر یا کوئی انگارہ سلگا کر تا کہ تم آگ سینک سکو ﴿۲۹﴾

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ

پس جب پہنچے وہاں موسیٰ علیہ السلام تو آواز دی گئی وادی کی دائیں طرف مبارک خطے میں۔ اس درخت سے کہ موسیٰ

یّٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۖ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ

بیشک میں اللہ ہوں تمام جہانوں کا پروردگار ﴿۳۰﴾ اور یہ کہ تم ڈالدو اپنے ہاتھ سے اپنی لاٹھی اور جب دیکھا اسکو تو وہ حرکت کررہی تھی

وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ۖ یٰمُوْسٰٓی اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۖ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ یَدَكَ

گویا کہ وہ سانپ ہے پشت پھیری (موسیٰ علیہ السلام نے) اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا (فرمایا اللہ نے) اے موسیٰ آگے آؤ اور خوف نہ کھاؤ بیشک تم امن والوں میں سے ہو ﴿۳۱﴾ ڈالو اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں

فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ

نکلے گا وہ سفید ہو کر بغیر کسی تکلیف کے اور ملاؤ اپنی طرف اپنے بازو کو خوف سے، پس یہ دو سندیں ہیں تمہارے پروردگار کی طرف

فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ىِٕهٖ ۖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۳۲﴾

سے فرعون اور اسکے سرداروں کے سامنے، بیشک وہ نافرمان لوگ ہیں ﴿۳۲﴾

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ

عرض کیا (موسیٰ علیہ السلام نے) اے میرے پروردگار! بیشک میں نے قتل کیا ہے انمیں سے ایک جان کو اور میں خوف کھاتا ہوں کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر ڈالیں ﴿۳۳﴾ اور میرا بھائی ہارون مجھ سے

مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْٓ ۖ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ

زبان میں زیادہ فصیح ہے پس اسکو بھیج دے میرے ساتھ بطور معاون جو میری تصدیق کرے میں خوف کھاتا ہوں کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں گے ﴿۳۴﴾ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) ہم مضبوط کر دیں گے

عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا ۚ بِاٰیٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ

تیرے بازو کو تیرے بھائی کیساتھ اور بنائیں گے ہم تم دونوں کیلئے غلبہ پس نہ پہنچیں گے (دشمن) تم دونوں کی طرف (تم جاؤ) ہماری نشانیاں لے کر

اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰی بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ

تم اور تمہارے پیروکار غالب رہیں گے ﴿۳۵﴾ پس جب آئے انکے پاس موسیٰ علیہ السلام ہماری نشانیاں لیکر تو کہا

مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِىٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّىٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ

انہوں نے کہ نہیں ہے یہ مگر جادو گھڑا ہوا اور نہیں سنا ہمنے ایسا اپنے پہلے آباؤ اجداد سے ﴿۳۶﴾ اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے میرا پروردگار خوب جانتا ہے اسکو جو ہدایت لیکر آیا ہے

بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

اسکی طرف سے اور وہ کہ جسکے لئے اچھا گھر ہے آخرت میں بیشک نہیں فلاح پا سکتے ظالم لوگ ﴿۳۷﴾

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِىْ ۚ فَاَوْقِدْ لِىْ يٰهَامٰنُ عَلَى

اور کہا فرعون نے اے درباریوں امیں نہیں جانتا تمہارے لئے کوئی الٰہ اپنے سوا پس آگ جلاؤ میرے لئے اے ہامان امٹی کے پیڑا دیے پر (یعنی اینٹوں کے بھٹے میں تیار کرادو)

الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّىْ صَرْحًا لَّعَلِّىْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾

اور بنادو میرے لئے ایک محل تا کہ میں جھانک کر دیکھوں موسیٰ (علیہ السلام) کے الٰہ کو اور میں گمان کرتا ہوں اسکے بارے میں کہ وہ جھوٹا ہے ﴿۳۸﴾

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور تکبر کیا فرعون اور اسکے لشکر نے زمین میں ناحق اور گمان کیا انہوں نے کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے ﴿۳۹﴾

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ

پھر پکڑا ہمنے اسکو اور اسکے لشکر کو اور پھینک دیا انکو سمندر میں پس دیکھو کیسا ہوا انجام ظالموں کا ﴿۴۰﴾ اور بنایا ہم نے

اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِىْ هٰذِهِ

انکو ایسے پیشوا کہ وہ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف اور قیامت کے دن انکی مدد نہیں کی جائے گی ﴿۴۱﴾ اور ہمنے پیچھے لگائی ہے ان کے اس دنیا میں

الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع

لعنت، اور قیامت والے دن وہ برائی والوں میں سے ہوں گے ﴿۴۲﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سفر دوم مدین سے واپسی

﴿۲۹﴾ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ... الخ ربط آیات:... اوپر حضرت موسیٰ اور شعیب علیہما السلام کے مکارم اخلاق کا ذکر تھا اب یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے مکالمہ اور انکے معجزات کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❹... حضرت موسیٰ کا دوسرا سفر، حضرت موسیٰ کا مشاہدہ، حضرت موسیٰ کی تجویز، حضرت موسیٰ کو خصوصی نداء، تشریح نداء، معجزہ۔۱۔ حضرت موسیٰ کی پریشانی، تسلی، معجزہ۔۲۔ حضرت موسیٰ کی معذرت، حضرت موسیٰ کی درخواست، اجابت دعا، حضرت موسیٰ اور متبعین کی کامیابی، حضرت موسیٰ کی تبلیغ، حضرت موسیٰ کی بقیہ تبلیغ، نتیجہ شرک، فرعون کا مکالمہ، فرعون کا تکبر، فرعونیوں کا عناد، فرعونیوں کا نتیجہ، تسلی خاتم الانبیاء، نفی شفیع قہری، دوزخ کے قائدین، نتیجہ دنیوی واخروی۔ ماخذ آیات ۲۹: تا ۴۲ +

دوسرا سفر : حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی دس سال میعاد پوری کر کے بمع اہلیہ کے مصر یا شام کو جارہے تھے راستے میں یہ واقعہ پیش

آیا۔ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الخ مشاہدہ۔ قَالَ لِاَهْلِهٖ الخ تجویز۔

(اجیر) عامل کے لیے طے شدہ کام سے زیادہ کر دینا مستحب ہے: اس آیت سے دو مسائل معلوم ہوئے۔ پہلا مسئلہ: معلوم ہوا کہ جب اجر اور اجیر کے درمیان اجارہ کا معاملہ طے ہو جائے تو اجیر (ملازم) کے لیے مستحب ہے کہ وہ طے شدہ کام سے کچھ زائد کام کر دے۔ جیسا کہ آجر کے لیے مستحب ہے کہ وہ طے شدہ اجرت سے کچھ زائد ادا کر دے تا کہ آجر اور اجیر دونوں کا دل ایک دوسرے سے خوش ہو جائے۔ اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مذکورہ واقعہ میں دس برس کی مدت کو مکمل کیا تھا حالانکہ اصل اجارہ کی مدت جوان کے اور شعیب علیہ السلام کے مابین طے ہوئی تھی وہ آٹھ برس تھی۔

بخاری شریف کی روایت ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی تھی؟ (آٹھ سال یا دس سال) فرمایا کہ: "دونوں میں سے زائد مدت (دس سال) جو ہر اعتبار سے اچھی اور زیادہ مدت تھی کیونکہ اللہ کے پیغمبروں کی عادت شریفہ یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی بات کہہ دیتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں"۔ خود ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہی تھی کہ اس قسم کے معاملات میں واجب اور طے شدہ سے زائد ادا کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وزّان (سونا چاندی تولنے والے) کو کہا تھا کہ: "وزن کرو اور زیادہ کر کے ادا کرو۔"

شوہر کو بیوی کے ساتھ سفر کرنے کی اجازت کا مسئلہ: اس آیت میں ایک دوسرا مسئلہ بھی زیر بحث ہے اور وہ یہ کہ کیا شوہر بیوی کو اپنے ساتھ اس کی اجازت و رضا کے بغیر سفر میں لے جا سکتا ہے یا نہیں؟

ابن العربی رحمہ اللہ نے احکام القرآن میں مالکیہ کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ: "آیت مذکورہ "فلما قضیٰ" سے معلوم ہوا کہ شوہر کو چونکہ بیوی پر ایک درجہ قوامیت و فضیلت حاصل ہے لہٰذا وہ اس کو اپنے ساتھ کسی بھی سفر پر لے جا سکتا ہے۔ الا یہ کہ اس نے نکاح کے وقت اس بات کا التزام کر لیا ہو کہ وہ اسے اس کے شہر سے نہیں نکالے گا تو اس صورت میں اہل ایمان اپنی شروط کو پورا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ اور تمام شرطوں میں سب سے زیادہ پوری کیے جانے قابل شرط وہ شرط ہے جس کے ذریعے سے انسان کسی شرمگاہ حلال کرے یعنی نکاح کرے۔ احناف کے نزدیک ظاہر الروایہ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے مہر معجّل کی ادائیگی کر دی تو وہ بیوی کی رضا کے بغیر بھی اسے سفر پر لے جا سکتا ہے اور ادائیگی کے بغیر نہیں لے جا سکتا۔ لیکن خانیہ اور ولوالجیہ میں ہے کہ شوہر کو بیوی کی اجازت کے بغیر اسے سفر میں لے جانے کا حق حاصل نہیں، زمانہ کے فساد اور بگاڑ کی بنا پر، مختار میں تصریح ہے کہ اس پر فتویٰ ہے۔

(احکام القرآن: ص ۴۱۲: جلد ۳)

﴿۳۰﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے خصوصی نداء: اس نار سے یہ آواز آئی کیفیت سورۃ النمل کی آیت آٹھ میں دیکھیں، تفسیر جلالین میں اس درخت کے متعلق لکھا ہے کہ یہ علیق بقول صاحب قاموس: ایک قسم کی گھاس جو درخت پر پھیلتی ہے اسکے چبانے سے مسوڑھے مضبوط ہو جاتے ہیں، اور عوسج بقول صاحب صراح: گھاس بیل یا کانٹے دار جنگلی درخت جس پر پھل چنے کے برابر آتے ہیں قدرے لمبے۔ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى الخ تشریح نداء: کہ میں رب العالمین ہوں۔

یہ واقعہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر سورہ طٰہٰ، سورہ نمل، اور سورہ قصص میں ذکر کیا گیا ہے لیکن الفاظ ہر جگہ مختلف ہیں۔ طٰہٰ میں "انی انا ربك" کے الفاظ ہیں، نمل میں "نودی ان بورك من فی النار" کے الفاظ ہیں، جب کہ یہاں "انی انا اللہ" کے الفاظ ہیں۔ لیکن الفاظ کے اختلاف کے باوجود معنی و مراد میں کوئی تعارض و اختلاف نہیں ہے۔ اور علماء محققین کے نزدیک ان تمام سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نداء کی پوری عبارت کے بجائے اس کے مختلف اجزاء نقل فرمائے ہیں، لہٰذا حقیقی تعارض نہیں۔

اس آیتِ مبارکہ سے چند اہم مسائل مستنبط ہوئے :

زمین کا کوئی ٹکڑا اپنے اوپر کیے جانے والے عمل صالح سے متبرک ہوتا ہے: پہلا مسئلہ :یہ ہے کہ آیت میں وادی طُویٰ کو مقدس اور بقعہ مبارک کہا گیا ہے، کسی بھی خطۂ زمین کے اندر تبرک پیدا ہوتا ہے اس پر کسی نیک عمل کے کیے جانے یا پائے جانے کی بنا پر۔ چنانچہ اس بقعہ کو مبارک کہنے کی وجہ بھی اس پر حق تعالیٰ کی تجلی کا ظہور ہے۔ (روح المعانی :ص ۳۷۷ :جلد ۲۰)

اللہ تعالیٰ کی آگ کی صورت میں تجلی ذاتی نہیں مثالی ہے: دوسرا مسئلہ :یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی اس کی مخلوق میں سے کسی کی بھی صورت میں ظاہر ہوسکتی ہے جیسے آگ کی صورت میں یہاں ظاہر ہوئی۔ لیکن دنیا میں حق تعالیٰ کی تجلی جس صورت میں بھی ظاہر ہو وہ تجلی ذاتی نہیں بلکہ تجلی مثالی ہوتی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے جو غیبی ندا سنی وہ لفظی کلام تھا یا کچھ اور؟ تحقیق وتفصیل: تیسرا مسئلہ : آیتِ مذکورہ کا تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ کیا انسان اس دنیا میں اللہ رب العالمین کا کلام لفظی کا سماع کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور موسیٰ علیہ السلام نے کلام لفظی کا سماع فرمایا تھا یا کسی اور چیز کا۔ ظاہر یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی طرف سے جو کلام سماع فرمایا وہ کلام لفظی تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ کلام درخت میں پیدا فرمایا تھا لیکن اس میں نہ ذاتِ باری تعالیٰ کا حلول ہوا تھا نہ اتحاد۔ بعض نے فرمایا کہ درخت کے ساتھ ہواء وفضا میں یہ کلام پیدا فرمایا تھا اور موسیٰ علیہ السلام نے اس کو وادی کی دائیں جانب سے سنا تھا یا ہر سمت سے اس کی آواز سنی تھی۔

بعض عارفین نے ذکر کیا ہے ''موسیٰ علیہ السلام نے اللہ رب العالمین کا کلام لفظی آواز کے ساتھ سنا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق ان مظاہر وتجلی کے بعد ہوا تھا جو اللہ نے اپنی حکمت ومصلحت کے تحت اس وقت ظاہر فرمائے، اور یہ کچھ مستبعد اور محال نہیں۔''

صحیح حدیث میں ہے کہ : ''اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے بندوں کے سامنے ایک صورت میں جلوہ افروز ہوں گے اور فرمائیں گے کہ :میں تمہارا پروردگار ہوں، بندے اللہ کو نہ پہچانیں گے پھر اللہ رب العزت ایک دوسری، صورت میں جلوہ افروز ہوں گے تو بندے پہچان جائیں گے۔'' اللہ رب العزت اپنی ذات وصفات کے ساتھ عزت وعظمت اور جلال وکبریائی کے حجابات میں ہیں۔

بعض لوگ اس رائے کے برعکس یہ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے کلام لفظی نہیں بلکہ کلام نفسی کا سماع فرمایا تھا جو بغیر آواز و حروف کے تھا۔ یہ رائے اشاعرہ اور امام غزالیؒ کی ہے۔ یا بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ نداء ایسی نہ تھی جو انبیاء علیہم السلام کو وحی کی صورت میں ہوتی ہے۔

لیکن یہ دونوں اقوال بعید ہیں کیونکہ یہ ظاہر کلام کے منافی اور مخالف ہیں اور ان اقوال کے مراد لینے کی صورت میں موسیٰ علیہ السلام کے صفت کلیم کے ساتھ متصف ہونے کی کوئی وجہ تخصیص ہی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وحی کے طور پر اللہ تعالیٰ کا کلام فرمانا تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ عام ہے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص نہیں۔ لیکن پہلے قول کی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اختصاص ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اللہ رب العزت کا کلام بغیر فرشتہ کے واسطہ کے اور بغیر کتاب کے واسطہ کے سنا تھا۔

جب اللہ رب العزت کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف پیغام حق کے ساتھ جانے کا امر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ: ''میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصاحت لسانی کا مالک ہے، اسے میرے ہمراہ بھیج دیجئے میری مدد واعانت کی واسطے تاکہ وہ میری تصدیق کرے کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ فرعون کے لوگ میری تکذیب کریں گے۔''

علماء تفسیر نے فرمایا کہ : ''آیت مذکورہ میں 'یصدقنی' (تصدیق) سے مراد یہ ہے کہ حسب ضرورت وہ میرے کلام کا

خلاصہ یا تشریح و توضیح کر سکے۔ کیونکہ تفصیلی کلام میں ہی فصاحت کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ محض تصدیق تو "انہ صادق" کے الفاظ سے ممکن ہے جس کے بیان کے لیے وضاحت کی چنداں حاجت و ضرورت نہیں۔" یا تصدیق سے مراد یہ ہے کہ میرے کلام اور دعوت کے دلائل و براہین کو اپنی فصاحت کے ساتھ متصلاً بیان کر سکے۔ (کذا فی الروح ص ۲۷۸، جلد ۲۰)

حضرت مفتی اعظمؒ احکام القران میں فرماتے ہیں کہ آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱) مخلوق سے تعاون حاصل کرنا جائز ہے۔ دشمنوں سے بحث اور حجت و دلائل کے بیان کے لیے کسی معاون و مددگار کا طلب کرنا اور کسی رفیق کی رفاقت کا سوال جائز ہے۔ (۲) خطابت میں فصاحت کا مطالبہ مذموم نہیں، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ زبان کی فصاحت شرعاً مطلوب و محمود ہے اور خطیب سے خطاب کے اندر فصاحت کا مطالبہ کرنا مذموم اور تکلف کی قبیل سے نہیں ہے۔ (ص ۱۲۹ ج ۲)

﴿۳۱﴾ حضرت موسیٰ کا معجزہ۔ ❶ ... عصا۔ وَلّٰى مُدْبِرًا ... الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پریشانی و نفی علم غیب۔ وَلَا تَخَفْ ... الخ تسلی۔ ﴿۳۲﴾ معجزہ ❷ ... تو اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر لے جا تو وہ بغیر کسی نقص و عیب کے خوب چمکتا ہوا نکلے گا، یہ دونوں معجزے دیکر فرعون کی طرف جانے کا حکم فرمایا۔ ﴿۳۳﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معذرت: ... موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ہاں جانے میں یہ عذر پیش کیا مطلب یہ ہے کہ مجھے دیکھتے ہی ان کو وہ قتل کا واقعہ یاد آئے گا اور وہ سب سے پہلے مجھ کو قتل کر ڈالیں گے۔ ﴿۳۴﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست: ... اور ہارون علیہ السلام کی نبوت کے لئے درخواست کی۔

﴿۳۵﴾ اجابت دعا : درخواست منظور فرمائی۔ بِاٰيٰتِنَا ... الخ حضرت موسیٰ اور متبعین کی کامیابی : کہ تمہیں فرعون کے مقابلہ میں غلبہ رہے گا۔ ﴿۳۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ ... الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ: ... فرعون اور اس کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام پر جادو گری کا الزام لگایا۔ ﴿۳۷﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بقیہ تبلیغ: ... فرمایا اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اسکی طرف سے ہدایت لایا ہے اور اور نتیجہ کس کے حق میں اچھا نکلے گا، فرمایا! اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ ... الخ نتیجہ شرک : بے شک ظالم نجات نہیں پائیں گے۔

﴿۳۸﴾ فرعون کا قوم سے مکالمہ : فرعون نے اپنی قوم میں الوہیت کا اعلان کیا، میں نہیں جانتا کہ میرے سوا تمہارا کوئی اور معبود ہے۔ فَاَوْقِدْ ... الخ فرعون کا تکبر: ... موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو دیکھنے کی یہ تدبیر نکالی، اس محل کے بننے اور نہ بننے کی کسی صحیح روایت میں تفصیل نہیں آئی۔ (تفسیر کمالین)

﴿۳۹﴾ فرعونیوں کا عناد: ... فرعون اور اسکے لشکر نے خدا کی زمین میں رہ کر اسکی غلامی سے تکبر کیا، اور انہوں نے سمجھ لیا کہ ہم خدا کی طرف لوٹ کر جانے والے نہیں جب ان کی سرکشی حد سے بڑھی۔ ﴿۴۰﴾ فرعونیوں کا نتیجہ : ہم نے سب کو پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا۔ فَانْظُرْ ... الخ تسلی خاتم الانبیاء: ... آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے کہ آپ دیکھیں کہ ناانصافی کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا ایسا ہی مشرکین مکہ کا ہوگا۔ ﴿۴۱﴾ دوزخ کے قائدین: ... اور انہیں دوزخ کا داعی بنایا۔

فائدہ: ... فرعون اور اس کی جماعت کے لئے "اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ" فرمایا کہ ہم نے انہیں پیشوا اور امام بنایا جو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ لفظ امام جس طرح خیر کی دعوت دینے والوں کے لئے بولا جاتا ہے اسی طرح شرک کی دعوت دینے والوں کے لئے بھی مستعمل ہے۔ یہ داعی ان کے امام اور پیشوا ہیں بہت سے باطل فرقے ایسے ہیں جو اپنے پیشوا کو امام کہتے ہیں، لفظ اسلام سے دھوکہ کھا کر انہیں مسلمان نہ سمجھیں جو شخص کفریات کی دعوت دیتا ہو وہ کفر کا امام ہے اور جو شخص اسلام کی دعوت دیتا ہو وہ اسلام کا امام ہے۔ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ الخ نفی شفیع قہری : سرداران قوم میدان حشر میں بے یار و مددگار پڑے رہیں گے۔ ﴿۴۲﴾ دنیوی اور اخروی نتیجہ : انکے لئے دنیا میں لعنت اور آخرت میں دوزخ ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ

اور البتہ تحقیق دی ہمنے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب بعد اسکے کہ ہمنے ہلاک کیا پہلی قوموں کو، یہ بصیرت کی چیزیں ہیں لوگوں کیلئے اور ہدایت اور

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى

رحمت ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں ﴿۴۳﴾ اور نہیں تھے آپ مغربی جانب جبکہ ہمنے فیصلہ کیا تھا موسیٰ علیہ السلام کی طرف

مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ

معاملے کا اور نہیں تھے آپ دیکھنے والوں میں ﴿۴۴﴾ لیکن ہمنے اٹھایا کئی قوموں کو پس دراز ہوگئی ان پر زندگی اور نہیں تھے

الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾

آپ ٹھہرنے والے مدین والوں کے درمیان کہ پڑھتے آپ ان پر ہماری آیتیں لیکن ہم ہیں بھیجنے والے رسولوں کو ﴿۴۵﴾

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا

اور نہیں تھے آپ طور کے کنارے پر جبکہ ہمنے آواز دی تھی لیکن یہ مہربانی ہے تیرے رب کی طرف سے تاکہ ڈرائے تو ان لوگوں کو کہ نہیں آیا

مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ

انکے پاس کوئی ڈرانے والا آپ سے پہلے تاکہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں ﴿۴۶﴾ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ پہنچے انکو کبھی مصیبت انکے ہاتھوں کی کمائی کی

مُّصِيْبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ

وجہ سے تو وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! کیوں نہیں بھیجا تو نے ہماری طرف رسول پس ہم پیروی کرتے

اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ

تیری آیتوں کی اور ہوتے ہم ایمان والوں میں سے ﴿۴۷﴾ پھر جب آیا انکے پاس ہماری طرف سے حق تو کہا انہوں نے کہ کیوں نہیں دی گئی اس نبی کو

اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ۭ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ

مثل اسکے جو موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی کیا نہیں کفر کیا انہوں نے اس چیز کے ساتھ جو دی گئی موسیٰ علیہ السلام کو اس سے پہلے انہوں نے کہا کہ

تَظٰهَرَا ۣ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى

دو جادوگر آپس میں موافق ہیں اور انہوں نے کہا کہ ہم سب کا انکار کرنے والے ہیں ﴿۴۸﴾ (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے پس لاؤ کوئی کتاب اللہ کی طرف سے جو زیادہ راہ بتلانے والی

مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ

ہو ان دونوں (کتابوں) سے کہ میں بھی اسکی پیروی کروں اگر تم سچے ہو ﴿۴۹﴾ پس اگر یہ نہ جواب دے سکیں آپکی بات کو پس یقین جانیں کہ بیشک یہ لوگ پیروی کرتے ہیں

اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي

اپنی خواہشات کی بغیر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بیشک اللہ تعالیٰ نہیں راہ دکھاتا

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

بے انصاف قوم کو ﴿۵۰﴾

رسالت موسوی سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء ﷺ

﴿۴۳﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ ... الخ ربط آیات:... اوپر فرعونیوں کی شکایات کا ذکر تھا اب آگے بھی انہی کی اور مشرکین مکہ کی شکایات کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۵ ... حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء، دلائل نبوت۔۱۔۲۔۳۔ نفی حاضر ناظر فرائض خاتم الانبیاء، حکمت بعثت خاتم الانبیاء، منکرین قرآن کا مطالبہ، تنبیہ منکرین، کفار مکہ کی خباثات، کفار مکہ کا عناد، کفار مکہ سے دلیل نقلی کا مطالبہ، سبب گمراہی، تسلی خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات ۴۳ تا ۵۰ +

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء : ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو قوم نوح عاد اور ثمود کے ہلاک کرنیکے بعد کتاب عطا کی "بَصَآئِرَ" "بصیرۃ" کی جمع ہے آنکھ کی روشنی کو بصارت اور دل کی روشنی کو بصیرت کہا جاتا ہے "بَصَآئِرَ" سے مراد انوار قلوب ہیں۔ (جلالین) جب سابق انبیاء کرام علیہم السلام کی اپنے اپنے زمانوں کی تعلیمات نایاب ہوگئی اور لوگ ہدایت کے محتاج ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب علم کے اعتبار سے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت اور عمل کے اعتبار سے رحمت بنا کر بھیجی جب یہ دور بھی ختم ہوا تو تجدید ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا، تو اس داستان موسوی سے آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت کا اثبات واضح ہوا۔ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ : مقصد نزول توراۃ:... تا کہ وہ نصیحت آمیز باتوں سے نصیحت حاصل کریں۔

سابقہ کتب سماویہ کا پڑھنا غیر عالم کے لیے جائز ہے بشرطیکہ محرف نہ ہوں: آیت میں 'بصائر للناس' کے الفاظ میں الناس سے کون مراد ہے؟ اس بارے میں اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ کہ الناس سے موسیٰ علیہ السلام کی امت (بنی اسرائیل) مراد ہے۔ جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ الناس سے عموم ہے امت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد کی تمام امتیں مراد ہیں۔ اس صورت میں تورات کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ وہ سب لوگوں کے لیے بصیرت ہے امت محمدیہ کے حق میں اس اعتبار سے معتبر ہوگا کہ تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ چنانچہ امت محمدیہ کے لیے تورات کی وہ پیشین گوئیاں بصیرت ہوں گی اور تورات ان کے علم میں مزید اضافہ کا سبب ہوگی۔

اس تفصیل سے یہ لازم آئے گا کہ قرآن نے تورات کے مطالعہ اور اس کے مضمون کو جاننے کی ترغیب و تحریض دلائی ہے۔ حالانکہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تورات کے مطالعہ اور اس کے پڑھنے کی اجازت طلب کی تا کہ اس کے علم سے اپنے علم میں مزید اضافہ فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سن کر غصہ آ گیا اور غصہ کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور میں نمایاں ہونے لگے، بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر آج موسیٰ علیہ السلام خود بھی زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔"

یہ سن کر حضرتؓ نے اپنے ہاتھ میں موجود تورات کو جمع شدہ نسخے رکھ دیئے اور اس پر نادم ہوئے۔
اس واقعہ کا بعض حضرات کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں تورات کے جو نسخے تھے وہ یقینی طور پر محرف تھے، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے پڑھنے سے منع فرمانا اسلام کا زمانہ جدید ہونے اور کفر سے نجات کا زمانہ قریب ہونے کی بناء پر اس بات کی دلیل نہیں کہ تورات اپنی ذات میں بصائر ونصائح پر مشتمل نہیں۔ بلکہ خود قرآن کریم میں بعض ایسے ارشادات ہیں جن سے تورات کے پڑھنے کی اجازت کی طرف اشارہ موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ''فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ''۔ (سورہ آل عمران: آیت ۹۳)
نیز متعدد مؤمنین اہل کتاب مثلاً عبداللہ بن سلامؓ اور کعب احبارؓ وغیرہ تورات کی بہت سی خبریں اور واقعات ہمیشہ نقل کرتے رہے ہیں اور کسی نے بھی ان پر نکیر نہیں فرمائی۔ نہ ہی اکابرین اسلام سے اس کے سماع کی ممانعت ثابت ہے۔
علامہ ابن حجرؒ نے ''تحفۃ المحتاج'' میں لکھا ہے کہ: ''غیر ماہر عالم کے لیے محرّف یا مشکوک تورات کا مطالعہ کرنا حرام ہے۔'' فرماتے ہیں کہ اس تمام تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ آیت میں لفظ ''الناس'' کا عموم تورات کے تمام انسانوں کے لیے بصیرت ہونے پر دلالت کرتا ہے اور تورات قطع نظر اپنے منسوخ ہونے کے بہرحال بہت سے مواعظ اور زہد ورقاق کے اوامر وآیات پر مشتمل ہے اور وہ مواعظ ہر حال میں مفید ہیں۔ اور فی نفسہ ان کا دیکھنا پڑھنا وغیرہ سب جائز ہے۔ لیکن چونکہ تحریف شدہ بھی ہے اس لیے سوائے ماہر علماء کے دوسروں کو اس کے پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ جیسا کہ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہی حکم ہر اس کتاب کا ہے جو من گھڑت اور منکر روایات پر مشتمل ہو۔ (احکام القرآن ص ۱۳۱ ج ۲)
﴿۴۴﴾ دلیل نبوت ❶ ... ونفی حاضر وناظر: ... "الْاَمْرَ" سے مراد توراۃ ہے، اے پیغمبر آپ طور کی مغربی جانب میں اس وقت موجود نہیں تھے جس وقت ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو احکام یعنی توراۃ دی تھی، اس سے آپ کے حاضر وناظر ہونے کی واضح نفی ہے۔ حصول علم کے ذرائع اربعہ ❶ عقل کے ذریعے علم حاصل کیا جائے۔ ❷ اہل علم سے سن کر حاصل کیا جائے۔ ❸ آنکھوں کے مشاہدے سے حاصل کیا جائے۔ یہ تینوں طریقے آپ ﷺ سے منتفی ہیں نہ تو یہ واقعہ عقل کے ذریعے سے معلوم ہوا ہے اور نہ کسی سے سنا ہے اور نہ مشاہدہ کے ذریعے کیونکہ آپ وہاں جسمانی طور پر موجود نہ تھے البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصی رحمت سے آپ ﷺ کو وحی رسالت۔ سے مشرف فرمایا اور یہی چوتھا طریقہ یقینی ہے باقی تینوں طریقے ظنی ہیں بحث سے خارج ہیں۔
﴿۴۵﴾ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا ... الخ دلیل نبوت ❷ ... لیکن ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت سی نسلیں پیدا کیں پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا پھر لوگ محتاج ہدایت ہوئے آخر ہم نے آپ کو وحی ورسالت سے مشرف فرمایا تو جس طرح آپ نے عطائے توراۃ کا مشاہدہ نہیں کیا اور صحیح ویقینی خبر دے رہے ہیں۔ مَا كُنْتَ ثَاوِيًا الخ نفی حاضر ناظر ونفی علم غیب: اور اسی طرح آپ مدین میں بھی نہیں تھے یہ واقعات بھی بذریعہ وحی آپکو معلوم ہوئے ہیں۔
﴿۴۶﴾ دلیل نبوت ❸ ... ونفی حاضر وناظر: ... موسیٰ علیہ السلام کو بوقت عطاء نبوت بھی آپ طور کی جانب نہیں تھے۔
لِتُنْذِرَ ... الخ فریضہ نبوت: تاکہ آپ بنی اسماعیل کو ڈرائیں جنکے پاس قریب زمانے میں پہلے کوئی نبی نہیں آیا۔
لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ: حکمت انذار: تاکہ یہ لوگ نصیحت قبول کریں۔
تبلیغ ودعوت کا مسلسل اور پیہم ہونا زیادہ نافع ہے: آیت مذکورہ میں ارشاد ہے کہ ہم مسلسل ان (کفار) پر قرآن نازل کرتے رہے ہیں (جیسا کہ حکمت ومصلحت کا تقاضہ ہے)۔ مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم کے بعض اجزاء کے بعد دیگر بعض اجزاء

کے ذریعے ان کفار تک حق کی دعوت پیہم پہنچاتے رہتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ اس آیت میں تبلیغ و دعوت کا ایک عظیم ادب بتایا گیا ہے کہ حق بات کہنے اور پیش کرنے میں ایک مرتبہ پر اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ مناسب عبارات کے ساتھ بار بار اور پیہم حق بات پیش کی جاتی رہے۔ یہی زیادہ نافع اور دلوں میں زیادہ پیوست ہونے کے لائق ہے۔

﴿۴۷﴾ حکمت بعثت خاتم الانبیاء : اگر آپ تشریف نہ لاتے تو یہ لوگ شکایت کرتے کہ ہمارے پاس رسول کیوں نہیں بھیجا گیا؟ ﴿۴۸﴾ منکرین قرآن کا مطالبہ: اب تسلیم حق میں بہانے بنا رہے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام جیسے معجزات مانگتے ہیں۔ اَوَلَمۡ یَکۡفُرُوۡا : تنبیہ منکرین:۔۔۔ کیا جب موسیٰ علیہ السلام نے معجزات پیش کئے تو وہ لوگ مان گئے تھے۔

قَالُوۡا سِحۡرٰنِ : کفار مکہ کی خباثات : اس سے مراد قرآن کریم اور توراۃ ہیں، تو کفار مکہ کہنے لگے کہ توراۃ اور قرآن جادو ہیں اور محمد ﷺ اور موسیٰ علیہ السلام بھی جادوگر ہیں۔ قَالُوۡا ۔۔۔ الخ کفار مکہ کا عناد : ہم دونوں میں سے کسی کو نہیں مانتے۔ ﴿۴۹﴾ کفار مکہ سے دلیل نقلی کا مطالبہ : اللہ پاک نے فرمایا آپ انکو کہہ دیجئے کہ کوئی کتاب اللہ کے پاس سے ایسی لے آؤ جو ہدایت میں ان دونوں کتابوں سے بہتر ہو میں اسکی پیروی کرنے لگوں گا اگر تم اپنی بات میں سچے ہو۔ ﴿۵۰﴾ سبب گمراہی : فرمایا اگر یہ آپ کا چیلنج قبول نہ کریں آپ سمجھ لیجئے کہ یہ لوگ اپنی کفریات میں محض اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہیں پھر اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت کے علاوہ محض اپنی نفسانی خواہش پر چلے، کیونکہ انکے انکار کا منشاء کوئی عقلی اشتباہ یا نادانستہ غلط فہمی نہیں ہے بلکہ یہ نفس کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ ۔۔۔ الخ تسلی خاتم الانبیاء:۔۔۔ ایسے لوگوں کے نصیب میں ہدایت نہیں ہے۔

وَلَقَدۡ وَصَّلۡنَا لَهُمُ الۡقَوۡلَ لَعَلَّهُمۡ یَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿۵۱﴾ اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِهٖ

اور البتہ تحقیق ہمنے ملا دیا ہے ان لوگوں کیلئے (نصیحت کی) بات کو تاکہ یہ نصیحت حاصل کریں ﴿۵۱﴾ وہ لوگ جنکو ہمنے کتاب دی ہے اس سے پہلے، وہ

هُمۡ بِهٖ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنۡ

اس پر ایمان لاتے ہیں ﴿۵۲﴾ اور جب پڑھ کر سنایا جاتا ہے انکو تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اس، پر بیشک یہ حق ہے ہمارے پروردگار کی طرف

قَبۡلِهٖ مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِكَ یُؤۡتَوۡنَ اَجۡرَهُمۡ مَّرَّتَیۡنِ بِمَا صَبَرُوۡا وَیَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَةِ

سے تحقیق تھے ہم اس سے پہلے فرمانبرداری کرنے والے ﴿۵۳﴾ یہی لوگ ہیں جو دیئے جائیں گے بدلہ دوہرا اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا اور ہٹاتے ہیں وہ بھلائی کیساتھ برائی

السَّیِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ﴿۵۴﴾ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغۡوَ اَعۡرَضُوۡا عَنۡهُ وَقَالُوۡا لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا

کو اور جو کچھ ہمنے انکو روزی دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں ﴿۵۴﴾ اور جب سنتے ہیں وہ کسی بیہودہ بات کو تو اس سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے

وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ سَلٰمٌ عَلَیۡكُمۡ لَا نَبۡتَغِی الۡجٰهِلِیۡنَ ﴿۵۵﴾ اِنَّكَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ

اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال۔ سلام ہو تم پر ہم نہیں الجھتے جہالت والوں کیساتھ ﴿۵۵﴾ (اے پیغمبر!) بیشک آپ نہیں راہ راست پر لاسکتے جسکو آپ چاہیں

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ ﴿۵۶﴾ وَقَالُوۡۤا اِنۡ نَّتَّبِعِ الۡهُدٰی

مگر اللہ تعالیٰ راہ راست پر لاتا ہے جسکو چاہتا ہے اور وہ بہتر جانتا ہے ہدایت پانیوالوں کو ﴿۵۶﴾ اور کہا (ان کفار و مشرکین نے) اگر ہم تابعداری کریں ہدایت کی

مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ۭ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ

آپ کے ساتھ تو اچک لئے جائیں گے ہم اپنی سرزمین سے (فرمایا) کیا ہم نے نہیں جگہ دی ان کو حرم میں بحالت امن کھنچے چلے آتے ہیں اسکی طرف

شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ

پھل ہر قسم کے یہ روزی ہے ہماری طرف سے لیکن اکثر ان میں سے سمجھ نہیں رکھتے ﴿۵۷﴾ اور بہت سی ہلاک کیں ہم نے بستیاں کہ وہ اترا گئی تھیں

مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۝

اپنی معیشت میں پس یہ انکے ٹھکانے ہیں کہ نہیں رہائش اختیار کی گئی ان کے بعد مگر بہت کم اور ہم ہی وارث ہیں ﴿۵۸﴾

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا

اور نہیں تیرا پروردگار ہلاک کرنیوالا بستیوں کو یہاں تک کہ بھیج دے انکی مرکزی بستیوں میں رسول جو پڑھتے ہیں ان پر ہماری آیتیں اور ہم نہیں

كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ

ہلاک کرتے بستیوں کو مگر اس حال میں کہ انکے رہنے والے ظالم ہوتے ہیں ﴿۵۹﴾ اور جو چیز دی گئی ہے تمکو یہ سامان ہے دنیا کی زندگی کا اور اسکی زینت ہے

الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ ﴿۶۰﴾

منصفین اہل کتاب کے ایمان سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء ﷺ

﴿۵۱﴾ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا... الخ ربط آیات:... گزشتہ رکوع کے شروع میں تھا "مِنْ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ" ہم نے پہلی جماعتوں کو ہلاک کیا اس کے بعد فرعون کی جماعت بھی ہلاک ہوئی اب یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جن جماعتوں کو ہلاک کیا تھا کیا انکے پاس پیغمبر نہیں آئے؟ کیا انکو بے خبری میں ہلاک کیا گیا ہے؟ تو اسکا جواب یہاں سے مذکور ہے۔

خلاصہ رکوع ❻... ازالہ شبہ، منصفین اہل کتاب کے اوصاف۔۱۔۲۔ منصفین کے لئے انعام، وصف۔۳۔۴۔۵۔ مؤمنین کا استقلال، تسلی خاتم الانبیاء، حصر الھدایت باری تعالیٰ، موانعات ایمان۔۱۔۲۔۳، اور ان کے جوابات، حکمت بعثت انبیاء، دنیا کی بے ثباتی سے چوتھے موانع کا جواب، تنبیہ۔ ماخذ آیات ۵۱: تا ۶۰ +

ازالہ شبہ:... شبہ یہ ہوا کہ لوگ ہلاک کیوں ہوئے کیا ان کے پاس کوئی ناصح نہیں آیا تھا؟ فرمایا "وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ" اور البتہ ہم نے ملایا ان کے لئے قول تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ملانے کا یہ معنیٰ ہے کہ ایک پیغمبر آیا اس پر وحی نازل ہوئی، پھر دوسرا پیغمبر آیا اس پر وحی نازل ہوئی، پھر تیسرا پیغمبر آیا اس پر وحی نازل ہوئی یعنی مسلسل پے در پے تشریف لاتے رہے مگر ان لوگوں نے نصیحت کو قبول نہیں کیا تھا۔ لہٰذا واضح ہوا کہ بے خبری میں ان کو ہلاک نہیں کیا گیا۔

﴿۵۲﴾ منصفین اہل کتاب کے اوصاف ❶... جن لوگوں کو ہم نے (قرآن سے) قبل کتابیں دی تھی جیسے عبد اللہ بن سلام وغیرہ ان عیسائیوں کے متعلق بھی جو ملک حبشہ اور شام سے حاضر ہوئے تھے وہ ان پر یقین رکھتے تھے۔

﴿۵۳﴾ وصف ❷ : ۔۔۔ جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے یہ حق ہے۔

''مسلمین'' بطور لقب اُمت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے: آیت مذکورہ میں اہل کتاب کے ان مؤمنین کا ذکر ہے جنہوں نے اسلام کا زمانہ بھی پایا اور اسلام کو بطور دین قبول بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان مؤمنین کا قول ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے کہا : ''ہم اس قرآن کے نزول سے قبل بھی مسلمان تھے''۔ ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ یہ اس لیے کہا کیونکہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل دیگر انبیاء علیہم السلام سابقین کی کتب وشرائع کو بھی مانتے تھے۔ جب کہ انبیاء سابقین کی کتب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، ان کی صفات وغیرہ کا ذکر تھا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ہی ان کی بعثت اور ان کی کتاب پر اجمالی یقین وایمان رکھتے تھے۔''

صاحب روح المعانی، کشاف اور بحر المحیط نے فرمایا ہے کہ :اسلام ہر موحد جو وحی کی تصدیق کرتا ہو اس کی صفت ہے۔'' اس تمام تفصیل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام دیگر اُمتوں کے مقابلہ میں صرف اس اُمت محمدیہ کی خصوصیت نہیں ہے۔ لیکن امام سیوطیؒ کے نزدیک اسلام اور مسلمان صرف اس اُمت کی خصوصیت ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے اس موضوع پر ایک رسالہ بھی تصنیف فرمایا ہے، اس کے آخر میں وہ لکھتے ہیں کہ : ''جب میں اس رسالہ کی تالیف سے فارغ ہوا اور بستر پر لیٹا تو یہ ارشاد ربانی زبان پر آ گیا :اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ''۔ اس آیت کے معنی میں جب غور کیا تو گویا میرے اُوپر ایک پہاڑ گر گیا۔ کیونکہ اس آیت سے ظاہر تو اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ لفظ مسلمین اُمتِ محمدیہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔''

میں کافی دیر تک اس بارے میں غور کرتا رہا لیکن مجھے کوئی توجیہ نہ مل سکی۔ پس میں نے اللہ تعالیٰ سے رجوع والتجاء کی کہ میرے اُوپر اس تعارض کا جواب کھول دے۔ پس میں سحری کے وقت نیند سے بیدار ہوا تو اس کا جواب اللہ نے کھول دیا تھا، پس میرے سامنے تین جوابات ظاہر ہوئے۔ پہلا جواب : آیت مذکورہ میں مسلمین کا لفظ لایا گیا ہے اور یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے جس سے مستقبل کے معنی مراد ہیں، حال وماضی کے نہیں۔ کیونکہ اسم فاعل میں مستقبل کے معنی حقیقت ہیں۔

دوسرا جواب :یہ ہے کہ آیت میں ''بہ'' کا لفظ مقدر مانا جائے اور تقدیری عبارت یہ ہو کہ ''ہم قرآن پر اس کے نزول سے قبل ہی ایمان لا چکے تھے''۔ پس ان کے وصف مسلمین کا سبب قرآن ہے نہ کہ تورات وانجیل۔ اس کی تائید آیت کے الفاظ ''هم به يؤمنون'' سے ہوتی ہے۔ تیسرا جواب :یہ ہے کہ آیت میں ان کو ''مُسْلِمِيْنَ'' کے لقب سے متصف کرنے کی وجہ مایؤل کے اعتبار سے ہے۔

یعنی اللہ رب العزت کے علم میں تو چونکہ یہ بات تھی کہ وہ قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اس لیے علم الٰہی کے اعتبار سے انہیں مسلمین کہا گیا۔ لیکن ہم انہیں مسلمین کے لقب سے اس لیے متصف نہیں کرتے کہ ہمیں اللہ کے علم کا علم نہیں ہے، یہ جواب علم کلام کے قواعد کے اعتبار سے دیا گیا ہے۔ (کذا فی الروح المعانی ص ۴۰۵ جلد ۲۰)

روح المعانی میں سورۃ الحج کی آیت : ''هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ'' کے تحت استدلال کرتے ہوئے کہا کہ اس سے بعض لوگوں نے استدلال کیا کہ مسلمین کا لقب اُمتِ محمدیہ کے ساتھ خاص ہے۔ نیز دعائے ابراہیم رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۔ (سورہ البقرہ : آیت۔ ۱۲۸) سے یہ ہی استدلال ہوتا ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ ''اللہ رب العزت کا مجھ پر احسان ہے کہ اس نے اس موضوع پر آیات کے درمیان واقع ہونے والے تعارض کو دور کرنے کی توجیہ مجھ پر واضح فرمائی''۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ "مسلم" کا لفظ کسی کے لیے استعمال کرنے کی دو قسمیں ہیں :ایک وصف و معنی دونوں کے اعتبار سے، دوسرے باعتبار لقب۔ جہاں تک دوسری قسم کا تعلق ہے تو وہ تو اس امت کے ساتھ مخصوص ہے لیکن پہلی قسم امت محمدیہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

چنانچہ قرآن کریم اور دیگر کتب سماویہ وسابقہ میں مسلمین کا لقب جہاں بھی استعمال ہوا ہے وہ اُمتِ محمدیہ کی خصوصیت ہے اور اس کی امتیازی صفات میں سے ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ لفظ دیگر امتوں کے مؤمنین پر صادق نہ آئے بلکہ معنی و وصف کے اعتبار سے امم سابقہ کے مؤمنین پر بھی مسلمین کا لفظ بولا جاسکتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے صدیق اور فاروق حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ بطور لقب خاص ہے لیکن اس کے باوجود یہ دونوں الفاظ لغت و وصف کے اعتبار سے دوسروں پر بھی صادق آسکتے ہیں۔

یہی حکم اُن تمام القاب کا ہے جو حضرات صحابہؓ کے بارے میں انفرادی طور پر وارد ہوئے ہیں مثلاً "امین الأمة" جو حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کا لقب تھا۔ اور "سیف اللہ" جو خالدؓ بن ولید کا لقب تھا اور سید الشہداء حضرت حمزہؓ کا لقب تھا۔ یہ القاب ان شخصیات کے ساتھ بطور خاص ہیں لیکن لغتاً۔ اور وصفاً خاص نہیں ہیں۔ واللہ اعلم

﴿۵۴﴾ منصفین کے لئے انعام:... انہیں توراۃ اور قرآن پر ایمان اور عمل کرنے کا بدلہ دوہرا ملے گا اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا۔ وصف ❹... اچھائی سے برائی کو مٹاتے ہیں۔ وصف:۵: انفاق فی سبیل اللہ کرتے ہیں۔

ماقبل میں اہل کتاب کے ان مؤمنین کا ذکر تھا جو قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے تھے، ان کے بارے میں اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ "یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کا سبب دوہرا اجر دیا جائے گا۔"

دوہرا اجر دیئے جانے کی علت اور تفصیل: مفسرین کا اس آیت کی تفسیر اور ان کے اجر کے دوہرا ہونے کی علت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس کا سبب ان کا پہلے تورات پر ایمان لا کر اس پر ثابت قدمی اختیار کرنا اور بعد ازاں قرآن پر ایمان وثبات ہے۔ یہ حضرت قتادہؒ کا قول ہے۔ بعض کا قول ہے کہ اس کا سبب قرآن پر دو مرتبہ ایمان لانا ہے ایک مرتبہ تو قرآن کے نزول سے قبل اس پر اجمالی ایمان اور دوسری بار اس کے نزول کے بعد تفصیلی ایمان ہے۔ یہ قول ضحاک بن مزاحم کا ہے۔

شیخ اکبرؒ نے فتوحات میں فرمایا ہے "اس کا سبب ان کے اپنی کتاب اور قرآن پر مکرر عمل کرنا ہے، بایں طور کہ جب وہ اپنی کتاب پر ایمان لائے تو ضمناً انہوں نے قرآن پر بھی ایمان قبول کیا اور جب وہ قرآن کے نزول پر ایمان لائے تو ضمناً اپنی کتاب پر بھی ایمان لائے۔ گویا اپنی کتاب اور قرآن دونوں پر استقلالاً بھی ایمان لائے اور ضمناً بھی۔ (الحواشی العثمانیہ)

البتہ حضرت ابوہریرہؓ کی اپنے والدؓ سے نقل کردہ حدیث حضرت قتادہؒ کے قول کی تائید کرتی ہے۔ اس حدیث کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تین آدمی وہ ہیں جنہیں دوہرا اجر ملے گا، ایک وہ کتابی شخص جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا، دوسرا وہ غلام جس نے اللہ تعالیٰ کا اور اپنے آقا کا حق ادا کیا اور" تیسرا وہ شخص جس کے پاس مملوکہ باندی تھی جس سے وہ وطی کرسکتا تھا، لیکن اس نے اسے اچھی طرح علم و ادب سکھایا پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کرلیا تو اس کو بھی دوہرا اجر ملے گا۔"

بخاری ہی کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: "پہلا وہ مؤمن شخص جو اہل کتاب میں سے تھا اور اپنے نبی پر ایمان رکھتا تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اسے دوہرا اجر ملے گا۔" جب کہ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: "وہ شخص جو عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لایا پھر مجھ پر (صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان لایا اسے دوہرا ثواب ہے۔" ان روایات میں دوہرے اجر کا سبب دو انبیاء پر

ایمان لانا بیان کیا گیا ہے۔

ایک قوی اشکال اور اس کا جواب: لیکن یہاں پر ایک زبردست اشکال ہے اور وہ یہ کہ اگر دوہرے اجر کا استحقاق دو عملوں یعنی انبیاء علیہم السلام پر ایمان کی وجہ سے ہے تو اس میں مومن اہل کتاب کی کیا خصوصیت ہے۔ اس لیے کہ ضابطہ کے مطابق تو ہر وہ شخص جو دو عمل کرے گا اسے اس کے عمل کی تعداد کے مطابق ثواب دیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو کسی عامل کے عمل کو ضائع نہیں فرماتے۔ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ“۔ (سورۃ الزلزال: آیت ۔۷)

علماء کی طرف سے اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ: جس جواب پر میرا دل مطمئن ہے وہ علامہ عثمانی شارح صحیح مسلم کا جواب ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ”اس اشکال کا جو جواب میرے سامنے ظاہر ہوا ہے وہ۔ (واللہ اعلم) یہ ہے کہ حدیث میں جن تین اعمال میں دوہرے اجر کا وعدہ ہے ان میں سے ہر عمل دو ایسے اجزاء سے مرکب ہے جو آپس میں مزاحم اور ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ان میں سے کسی ایک میں مشغول ہونا دوسرے کا حق ادا کرنے سے مانع ہوتا ہے“۔

چنانچہ کرمانی شارح بخاری کے حوالہ سے ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے: ”کیا یہ امر واضح نہیں کہ ایک نبی اور کتاب پر ایمان لانا اکثر لوگوں کی طبیعت اور مزاج میں کسی دوسرے نبی کی تعلیمات سے ایک طرح کا استغناء بلکہ ایک گونہ بیزاری اور نفور پیدا کر دیتا ہے۔ اور اللہ نے جو دوسرے نبی کے اوپر کتاب و تعلیمات اُتاری ہیں ان کے قبول کرنے سے اعراض پیدا ہو جاتا ہے بالخصوص جب کہ اس دوسرے نبی کی تصدیق پہلے نبی نے بھی کر رکھی ہو اور وہ اس کی نبوت و وجاہت کا معترف بھی ہو؟“

چنانچہ اس چیز کا مشاہدہ ہم اپنے زمانہ میں اکثر کرتے ہیں کہ اگر ایک شخص نے تصوف کے طریق میں کسی بزرگ سے بیعت کر رکھی ہو تو وہ کسی دوسرے بزرگ سے بیعت کا تعلق قائم کرنے کو پسند نہیں کرتا۔ خواہ وہ دوسرا بزرگ پہلے کے مقابلے میں زیادہ کامل النفع ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ ہم نے تو اکثر دیندار مخلص حضرات کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے شیخ کی وفات کے بعد بھی کسی دوسرے ولی یا بزرگ سے بیعت کرنے سے اعراض کرتے ہیں اگرچہ اس سے بیعت میں انہیں فائدہ بھی ثابت ہو جائے۔ اور اس کا راز (واللہ اعلم) یہ ہے کہ ایسے حضرات اس اَمر کو اپنے شیخ کی نسبت تنقیص اور کم مرتبہ قرار دیتے ہیں۔

پس وہ شخص جس نے کسی نبی پر ایمان قبول کیا خواہ وہ ایمان شرعاً درست ہے یا نہیں۔ پھر اس کا اپنے نبی پر ایمان ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے مانع نہ ہوا تو لاریب اس نے بہت شدید مجاہدہ اور ترک شہوات میں سخت مشقت برداشت کی ہے۔ اور اللہ کے حکم پر اپنی خواہشات کو ترک کرنے کا عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔ لہٰذا اس نسبت سے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے رتبہ کا مستحق ہے بہ نسبت دیگر اہل ایمان کے جو اس درجہ کی مشقت کے حامل نہیں۔ اس لیے ایسے شخص کے درجات کے دگنا ہونے میں کوئی شبہ و شک نہیں۔ اور آیت مذکورہ میں جو دوہرا اجر دیئے جانے کا ذکر ہے وہ نفس کے مکروہات پر ان کے صبر کرنے کی بناء پر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے کوئی عمل صالح کیا جب کہ اس کا کوئی مزاحم اور مانع موجود تھا تو وہ دوہرا اجر دیئے جانے کا مستحق ہے۔ اس کی نظیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ: ”قرآن کریم کا ماہر شخص معزز و نیک فرشتوں کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ شخص جو اٹک اٹک کر قرآن پڑھتا ہو جب کہ قرآن کی تلاوت اس پر شاق ہو اس کے لیے دوہرا اجر ہے“۔

اسی اصول پر اس غلام کو قیاس کر لیا جائے جو اپنے آقا و مولیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اپنے پروردگار عزوجل کے

حقوق کی بھی ادائیگی کرتا ہے، کیونکہ ان دونوں میں جمع کرنا بہت ہی مشکل اَمر ہے۔
لہٰذا رقیت وغلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا بندہ مؤمن اگر دونوں اُمور میں موافقت اور جمع کرنے کا کارنامہ انجام دے اور دونوں کے حقوق میں کسی قسم کی کمی کوتاہی نہ کرے تو وہ واقعتاً دوہرا اجر دیئے جانے کا مستحق ہے۔ نیز اسی طرح وہ شخص بھی جس نے اپنی مملوک باندی کی عمدہ تربیت کی اور اچھی طرح علم وادب سے آراستہ کیا پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا دوہرے اجر کا مستحق ہے۔ کیونکہ نکاح کے نتیجے میں جس حق استمتاع کا وہ مالک بنا ہے وہ اسے پہلے ہی حاصل تھا جب کہ مملوکہ باندی کو آزاد کرنے کے احسان عظیم کے بعد اس سے نکاح کر لینا ایک عظیم احسان ہے۔ (ملخصاً از فتح الملہم: ج:۱: ص۔ ۲۹۸)
غرض خلاصہ یہ ہے کہ اہل کتاب مؤمن کو دوہرا اجر دیا جانا عمل کے متعدد ہونے کی بناء پر نہیں بلکہ ایک ہی عمل کی بنا پر ہے بہ سبب اس عمل کے نفس پر شاق ہونے اور ان کے اس مشقت پر صبر کرنے کے۔ یہی وجہ ہے کہ عبارتِ قرآن میں یہ فرمایا گیا کہ: ''یُؤتون اجرھم مرتین'' کہ انہیں ان کا اجر دو بار دیا جائے گا۔ حالانکہ مختصراً یوں بھی کہا جا سکتا تھا کہ ''یؤتون اجرین''۔ لیکن اُوپر بیان کردہ معنیٰ کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ''مرتین'' کا لفظ بولا گیا۔ واللہ اعلم
﴿۵۵﴾ وصف۔ ❹ ... یہ ان کے اخلاق کا نمونہ ہے۔ وَقَالُوْا... الخ مؤمنین کا استقلال:... جو لوگ بے ہودہ گوئی سے پیش آتے ہیں ان سے یوں کلام کرتے ہیں۔
﴿۵۶﴾ تسلی خاتم الانبیاء ﷺ: اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو یہ تسلی ہے کہ ہدایت آپ کے قبضے میں نہیں اللہ جسکو چاہے ہدایت دیتا ہے۔ امام زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تمام اہل اسلام اس پر متفق ہیں کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی، بخاری شریف میں ہے جب ابوطالب کا وقتِ وفات قریب پہنچا تو آنحضرت ﷺ انکے پاس آئے، وہاں ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ بھی موجود تھے آپ نے فرمایا اے چچا کلمہ "لا الٰہ الا اللہ" پڑھ لے میں اس سے تیرے لئے اللہ کے ہاں سند پکڑونگا، اور دونوں نے کہا کہ اے ابوطالب کیا تو ملت عبدالمطلب سے پھرتا ہے آپ بار بار وہی بات فرماتے تھے اور وہ بھی اپنی کہتے تھے یہاں تک کہ آخر میں ابو طالب نے یہی کہہ دیا کہ میں تو عبدالمطلب کے مذہب پر ہوں اور کلمۂ طیبہ نہ کہا آپ ﷺ کو رنج ہوا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔
"اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ" اور اُس آیت میں کچھ منافات نہیں "وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" کیونکہ نفی "ایصال الی المطلوب" کی ہے اور اثبات "ارائۃ الطریق" کا ہے یعنی آپ راستہ بتاتے ہیں مگر اس پر چلنا اور مقصد تک پہنچنا اللہ ہی کے بس میں ہے۔

مواعظ ونصائح

غلط کام کے درست کرانے کی کوشش کریں: جس طرح لوگوں کے مزاج اور شکل وصورت ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اسی طرح اُن کے نقطۂ نظر، اُن کے طرزِ عمل اور دیگر عادات واطوار بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں لہٰذا اگر آپ کسی کو غلط کام کرتے ہوئے دیکھ کر اس کو سمجھائیں اور اس کی غلطی کو درست کرانے کی کوشش کریں لیکن وہ بات کو نہ سمجھے اور اپنی غلطی کی اصلاح نہ کرے تو آپ اس کا نام اپنے دشمنوں میں نہ لکھیں، بلکہ جہاں تک ہو سکے معاملات کو کشادہ دلی اور خوش مزاجی سے حل کریں۔
اگر آپ اپنے کسی ساتھی کی غلطی کی اصلاح کرنا چاہیں لیکن وہ نہ مانے تو اس سے دوستی کو دشمنی میں تبدیل نہ کریں بلکہ اس کے ساتھ بدستور نرمی اور دوستانہ طریقہ سے پیش آتے رہیں۔ اس سے یہ ہوگا کہ ممکن ہے وہ اسی ایک غلطی پر مصر رہے لیکن مزید غلطیاں نہ کرے۔ اگر آپ لوگوں کے ساتھ اسی طرح خوش مزاجی سے پیش آتے رہے، اور ان کی ہر چھوٹی بڑی غلط بات پر ناراض نہ ہوتے

رہے تو امید ہے کہ آپ کی زندگی خوشگوار رہے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ اللہ کے لیے ہوتا تھا: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے کبھی اپنے ذاتی معاملہ کا انتقام نہیں لیا۔ اور کسی کو بھی اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ کسی عورت کو اور نہ کسی خادم کو البتہ خدا کی راہ میں جہاد کیا ہے اور اگر کسی نے آپ سے کوئی چیز لے لی تو بھی آپ نے اُس سے بدلہ نہیں لیا البتہ اگر اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیز کی حرمت کسی نے توڑ دی تو پھر آپ نے اللہ کی راہ میں اس کا ضرور انتقام لیا اور اس کو سزا دی۔" (اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ بے شک ناراض تو ہوتے تھے لیکن آپ کی ناراضگی اور غصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا تھا اپنی ذات کے لیے نہیں ہوتا تھا۔ ان دونوں طرح کی ناراضگی کے فرق کو سمجھنے کے لیے ایک مثال پر غور کریں۔ فرض کریں آپ کا چھوٹا بیٹا صبح اسکول جانے سے پہلے آپ سے جیب خرچ کے لیے پانچ روپے یا دس روپے مانگتا ہے۔ آپ اپنا بٹوہ ٹٹولتے ہیں تو اس میں صرف سو روپے کا نوٹ ہوتا ہے۔ وہ آپ اس کو دے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سو کا نوٹ ہے۔ اس میں سے صرف دس روپے خرچ کرنا، باقی واپس لے آنا۔ آپ اس کی بار بار تاکید کرتے ہیں۔

جب وہ دوپہر کے بعد اسکول سے واپس آتا ہے تو ایک پیسہ بھی واپس نہیں لاتا، سب خرچ کر دیا ہوتا ہے۔ بتائیے آپ یہ دیکھ کر کیا کریں گے؟ آپ کس قدر غصہ ہوں گے؟ اس کو ماریں گے، ڈانٹیں گے اور کئی دن تک اس کو جیب خرچ بھی نہیں دیں گے۔

لیکن اب ایک دوسری صورتحال پر غور فرمائیں۔ آپ عصر کی نماز پڑھ کر گھر واپس آتے ہیں تو اپنے اسی بیٹے کو دیکھتے ہیں کہ وہ کمپیوٹر سے کھیل رہا ہے یا بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا ہے، اور نماز کے لیے مسجد نہیں گیا، تو بتائیے کیا آپ اس کی اس حرکت پر بھی اتنے ہی غصہ ہوں گے جتنے اس کے پہلے والی غلطی پر ہوئے تھے۔ یقیناً آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ آپ کا پہلے والا غصہ اس دوسرے سے کہیں زیادہ شدید اور طویل ہوگا۔

لیکن رسول اللہ ﷺ کا غصہ صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر ہوتا تھا آپ بعض اوقات کسی کو نصیحت فرماتے تھے لیکن وہ قبول نہیں کرتا تو آپ کبھی غصہ نہیں ہوتے تھے بلکہ بڑے سکون کی حالت میں رہتے تھے، کیونکہ ہدایت دینا تو اللہ کے اختیار میں ہے۔

اس سلسلہ میں عہد رسالت کا ایک واقعہ سنئے: جب رسول اللہ ﷺ رومی سلطنت سے جنگ کرنے کے لیے تبوک تشریف لائے تو وہاں ملک شام کی سرحد کے پاس پڑاؤ ڈالا۔ یہ علاقہ رومی سلطنت سے بہت قریب تھا۔ آپ نے اس موقع پر حضرت دحیہ کلبیؓ کو ایک خط دے کر ہرقل شاہ روم کے پاس بطور قاصد بھیجا۔ انہوں نے شاہی دربار میں پہنچ کر ہرقل کو رسول اللہ ﷺ کا خط پیش کیا۔ ہرقل نے خط پڑھ کر روم کے پادریوں اور مذہبی رہنماؤں کو دربار میں بلایا اور تمام دروازے بند کر دیئے۔ پھر ان سے کہا کہ یہ شخص (محمد ﷺ) اسی مقام پر فروکش ہے جہاں تم دیکھ رہے ہو۔ اس نے مجھے ایک خط بھیجا ہے جس میں تین تجاویز پیش کی ہیں:

(۱) میں اس کے دین کا پیروکار بن جاؤں۔ (۲) یا ہم ان کو اپنی زمین کا جذیہ دیں، پھر یہ سرزمین ہماری ہوگی۔ (۳) یا ہم جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ پھر ہرقل نے ان سے کہا: واللہ تم جو اپنی کتابوں میں پڑھتے ہو اس سے تمہیں معلوم ہوا ہوگا کہ وہ ہماری سرزمین پر قبضہ کر لے گا۔ لہٰذا کیوں نہ ہم اس کے دین کے پیروکار بن جائیں یا اپنی زمین کے جذیہ کے طور پر اس کو مال پیش کریں۔

جب مذہبی پیشواؤں نے اس کی یہ باتیں سنیں اور دیکھا کہ وہ ہمیں عیسائیت چھوڑنے کی دعوت دے رہا ہے تو وہ سخت غضبناک ہوئے اور ہم آواز ہو کر اس کے خلاف نعرے لگانے لگے۔ شدت غضب سے ان کی لمبی لمبی ٹوپیاں بھی گر گئیں۔ وہ کہنے لگے: تو ہمیں عیسائیت چھوڑنے کی دعوت دے رہا ہے، یا یہ کہ حجاز سے آنے والے ایک اعرابی (گنوار) کے ہم غلام بن جائیں!

اب ہرقل بہت پچھتایا۔ اس کو یقین ہو گیا کہ یہ بات کر کے اس نے اپنے آپ کو ایک بڑی پریشانی میں ڈال دیا ہے، کیونکہ ان مذہبی پیشواؤں کا عوام پر بہت اثر ہے۔ جب یہ یہاں سے نکل کر باہر جائیں گے تو پورے روم کو میرے خلاف بھڑکا دیں گے۔ یہ سوچ کر اس نے ان کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ کہنے لگا: میں نے تو یہ بات اس لیے کہی تھی کہ دیکھوں تم اپنے دین میں کتنے پختہ ہو۔
ہرقل کو اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ نبی ﷺ ہی وہ رسول ہیں جس کے آنے کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ لہٰذا اس نے چاہا کہ وہ کسی طرح اس بات کی مزید تصدیق و تائید کرالے۔ اس مقصد کے لیے اس نے عرب قبیلہ "تجیب" کے ایک شخص کو اپنے پاس بلایا جو عرب عیسائی تھا۔
ہرقل نے اس سے کہا کہ "میرے پاس کسی ایسے شخص کو لاؤ جس کا حافظہ اچھا ہو، وہ باتوں کو خوب یاد رکھتا ہو اور عربی زبان بولتا ہو۔ میں اس کے ذریعہ اس شخص (محمد ﷺ) کے مکتوب کا جواب بھیجنا چاہتا ہوں۔" وہ تجیبی باہر گیا اور قبیلہ بنی تنوخ کے ایک شخص کو اپنے ہمراہ لایا۔ یہ عرب عیسائی تھا۔ ہرقل نے اپنا خط اس تنوخی کو دیا اور کہا کہ میرا یہ خط اس شخص (محمد ﷺ) کے پاس لے جا۔ اور اس کی جو باتیں تو سنے اس میں سے تین باتیں میرے لیے یاد رکھنا:
(۱) دیکھنا کہ اس نے مجھے جو خط لکھا ہے اس کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ (۲) اور دیکھنا کہ جب وہ میرے خط پڑھتا ہے تو کیا رات کا ذکر کرتا ہے؟ (۳) اور دیکھنا کی اس کی پشت پر کوئی انوکھی سی چیز ہے؟ تنوخی شام سے روانہ ہو کر تبوک پہنچا تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنے صحابہؓ کے مابین چشمہ کے پاس گوٹ مارے بیٹھے ہیں۔ تنوخی وہاں آ کر کھڑا ہو گیا اور پوچھا کہ تمہارے صاحب (سردار) کہاں ہیں؟ صحابہؓ نے اس کو بتایا کہ "آپ وہ بیٹھے ہیں۔" تو وہ آپ کے سامنے جا کر بیٹھ گیا اور ہرقل کا خط آپ کو پیش کیا۔ آپ نے وہ خط لے کر اپنی گود میں رکھ لیا اور اس سے پوچھا: تم کس قبیلہ سے ہو؟
اس نے کہا: میں بنو تنوخ کا فرد ہوں۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم اپنے باپ ابراہیم کے دین حنیف اسلام کی طرف آنے کی رغبت رکھتے ہو؟" آپ کی خواہش تھی کہ یہ شخص اسلام قبول کرلے۔ درحقیقت اس وقت تنوخی کے لیے دین حق قبول کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ صرف اپنی قوم کے دین کا تعصب آڑے آ گیا تھا۔ تنوخی نے کھلے الفاظ میں کہا کہ میں ایک قوم کا قاصد ہوں اور اپنی قوم کے دین کا پیروکار ہوں۔ جب تک میں ان کے پاس واپس نہ چلا جاؤں ان کے دین سے دستبردار نہیں ہوں گا۔
رسول اللہ ﷺ اس کے دینی تعصب کو دیکھ کو غصہ میں نہیں آئے، اور کوئی مشکل صورتحال پیدا نہیں ہونے دی۔ آپ مسکرائے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا: إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ "
"آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے۔ وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔" پھر آپ نے بڑے سکون سے فرمایا: اے تنوخی! میں نے (ایران کے) کسریٰ کو ایک خط لکھا تھا۔ اس نے اس کو پھاڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے ملک کو پھاڑ دے گا۔ میں نے تمہارے بادشاہ کو بھی خط لکھا جس کو اس نے سنبھال کر رکھا۔ جب تک زندگی میں خیر اور بھلائی ہے اس وقت تک لوگ اس کی طاقت و قوت محسوس کرتے رہیں گے۔"
اس موقع پر تنوخی کو ہرقل کی نصیحت یاد آئی اور اس نے دل میں کہا: کہ یہ ان تین باتوں میں سے ایک ہے جس کو یاد رکھنے کی نصیحت میرے بادشاہ نے کی تھی۔" اس کو اندیشہ ہوا کہ کہیں میں اسے بھول نہ جاؤں۔ لہٰذا اس نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اس بات کو اپنی تلوار کے پہلو پر لکھ لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے وہ خط اپنے بائیں جانب بیٹھے ہوئے ایک شخص کو دیا۔ تنوخی نے پوچھا: اس خط کو کون پڑھ کر سنائے گا؟ لوگوں نے کہا: معاویہؓ۔ حضرت معاویہؓ نے خط پڑھنا شروع کیا۔ ہرقل نے لکھا تھا کہ "تم

نے مجھے ایسی جنت کی طرف دعوت دی ہے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔" تو بتایئے پھر جہنم کہاں ہے؟" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سبحان اللہ! جب دن نکلتا ہے تو رات کہاں جاتی ہے۔"

یہ سن کر تنوخی کو یاد آیا کہ یہ دوسری بات ہے جس کو سننے کا ہرقل منتظر ہوگا۔ لہٰذا اس نے ترکش سے پھر تیر نکالا اور یہ بات بھی اپنی تلوار کے چمڑے پر لکھ لی۔ جب حضرت معاویہؓ نے خط پڑھ کر سنا دیا تو رسول اللہ ﷺ تنوخی کی طرف متوجہ ہوئے جس نے آپ کی نصیحت نہیں مانی تھی اور اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ آپ نے نہایت لطافت سے اس سے فرمایا کہ "تم ایک سفیر ہو اور ہم پر تمہارا کچھ حق ہے۔ اگر ہمارے پاس کوئی تحفہ ہوتا تو ہم ضرور تمہیں پیش کرتے۔ لیکن ہم حالت سفر میں ہیں اور ریت پر بیٹھے ہیں۔"

یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ان کو تحفہ پیش کرتا ہوں۔" پھر حضرت عثمانؓ نے اٹھ کر اپنا کجاوہ کھولا اور کپڑوں کا ایک جوڑا لا کر تنوخی کی گود میں رکھ دیا۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کہ اس قاصد کو کون مہمان رکھے گا؟ ایک انصاری نے جواب دیا کہ "میں رکھوں گا۔" تو وہ انصاری کھڑے ہوئے اور تنوخی بھی اٹھ کر ان کے ساتھ چل پڑا وہ مہر نبوت تھی جو رسول اللہ ﷺ کی پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان تھی۔ تنوخی اسی سوچ میں چند قدم چلا تھا کہ اچانک رسول اللہ ﷺ کے پکارنے کی آواز آئی کہ اے تنوخی! ادھر آؤ۔" تنوخی تیزی سے آپ کی طرف گیا اور آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی پشت سے چادر ہٹا کر تنوخی کو اپنی پیٹھ دکھائی اور فرمایا: "جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے وہ دیکھ لو۔" تنوخی کا بیان ہے کہ میں نے آپ کی پشت پر نظر دوڑائی تو کاندھے کی نرم ہڈی کے مقام پر مہر نبوت تھی۔" (یہ مسند احمد کی روایت ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ان کی سند پر کوئی اعتراض نہیں، بحوالہ سیرت ابن کثیر جلد ۴: ص ۲۷۔ تنوخی بعد میں اسلام لے آئے تھے۔ اور یہ سب حال انہوں نے اسلام لانے کے بعد آخر عمر میں بیان کیا تھا۔

﴿۵۷﴾ **موانعات ایمان اور ان کا ازالہ:** پہلا مانع یہ تھا ہمیں آپکے نبی برحق ہونے پر یقین ہے لیکن اگر ہم اسلام قبول کر کے آپکے ساتھ ہو جائیں تو سارا عرب ہمارا دشمن ہو جائیگا ہماری جان و مال سلامت نہیں رہے گی۔

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ۔۔۔ الخ **جواب مانع ❶**۔۔۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اب یہ لوگوں کی دشمنی سے کس کی پناہ میں بیٹھے ہیں تو یہی اللہ کے حرم کا ادب مانع ہے کہ تم پر باہر والے چڑھائی نہیں کر سکتے اسی طرح اگر تم اسلام لاؤ گے تو پناہ دینے والا رب موجود ہے، کیا وہ ایمان اور تقویٰ اختیار کرنیوالوں کو پناہ نہیں دیگا، ہاں البتہ بعض دفعہ آزمائش کیلئے کوئی معاملہ پیش آجائے تو اس سے گھبرانا نہیں چاہئے، کیونکہ یہ "اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ" کے خلاف نہیں اسلئے کہ حرم میں قتل و غارت کا انکار کیا گیا ہے پریشانیوں کا انکار تو نہیں کیا گیا۔

يُجْبٰٓى اِلَيْهِ۔۔۔ الخ **تقریر موانع ❷**۔۔۔ کہ سامان عیش اور مال سلامت نہیں رہیگا جب جلاوطن نہ ہوگے تو معاش کی الجھن کیوں ہوگی؟

جواب موانع ❷۔ یہاں تو رزق کی فراوانی کا یہ عالم ہے کہ ہر طرف سے پھل کھنچے چلے آتے ہیں، لیکن اکثر لوگ سمجھ سے کام نہیں لیتے۔ اس آیت میں ثمرات کل شئی عام ہے جو زندگی کی تمام ضروریات کو شامل ہے۔

﴿۵۸﴾ یہاں سے تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں دوسرا جواب دیا کہ تم ناز و نعمت کے بھروسے پر نہ رہنا کیونکہ ہم نے بہت سے ایسے شہروں کو تباہ کیا کہ آج انکے کھنڈرات سے جا کر عبرت حاصل کرو۔ **وَكُنَّا نَحْنُ**۔۔۔ الخ **مالکیت باری تعالیٰ:** آخر کار ہم ہی ان کے مال و اسباب اور اراضی وغیرہ کے وارث اور مالک ہوئے۔

﴿۵۹﴾ **موانع ❸**۔۔۔ یہ تھا کہ اگر ہمارا عقیدہ شرکیہ ہے تو ہم مدت سے شرک کر رہے ہیں ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟ تو

اس تیسرے موانع کا جواب دیا۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ ... الخ حکمت بعث انبیاء : کہ ہم کسی ملک وقوم کو برباد نہیں کرتے جب تک کہ اسکے مرکزی مقام پر رسول نہ بھیجیں، پھر بھی اسکے بعد فوراً ہلاک نہیں کرتے بلکہ سنبھلنے کا موقع دیتے ہیں شاید اب بھی باز آجائیں مگر جب ظلم کا پانی سر سے گزر جاتا ہے تو پھر قانون الٰہی حرکت میں آتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب بستیوں کو اس وقت تک ہلاک کر نہیں فرماتا، یہاں تک کہ ان بستیوں کے مرکز میں کوئی رسول بھیج دے۔

چھوٹی بستیاں شرعی احکام میں بڑے شہروں کے تابع ہیں: علماء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ چھوٹی بستیاں اور دیہات شرعی احکام مثلاً رؤیتِ ہلال وغیرہ میں بڑے شہروں کے تابع ہوں گی۔ روح المعانی میں لفظ "امھا" کی تفسیر میں فرمایا کہ:

"اس سے مرکزی اور بڑی بستی (شہر) مراد ہے جس کی طرف چھوٹی بستیاں اپنی دنیوی ضروریات میں رجوع کرتی ہوں۔"

(ص ۴۱۰: جلد ۲۰)

چنانچہ ایسی بستیاں دینی اُمور و شرعی احکام میں بھی بڑے شہروں کے تابع ہوں گی، مثلاً اگر کوئی حکم اور اعلام شہر میں ہوا ہے تو وہ ملحقہ قصبات و دیہات کے لیے نافذ العمل ہوگا۔ اور اُس بستی و دیہات کے لوگوں کا اس حکم سے جاہل ہونا عذرِ مقبول نہ ہوگا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دیہاتوں کے رہنے والوں پر لازم ہے کہ وہ بڑے شہروں کی طرف اپنے دینی مسائل میں رجوع کریں اور ان سے علم حاصل کریں۔ اسی سے ہمارے فقہاء کرام رحمہم اللہ کا بیان کردہ یہ مسئلہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ اگر کسی بڑے شہر میں شرعی طریقہ سے رؤیت ہلال ثابت ہوجائے تو وہ رؤیت اُس شہر کے مضافات اور ملحقہ بستیوں کے لیے بھی معتبر ہوگی۔ البتہ دیگر بڑے شہروں کے حق میں وہ رؤیت اس وقت تک معتبر نہ ہوگی جب تک کہ اُس شہر کے قاضی کے سامنے شرعی شہادتیں نہ آجائیں۔ (کذا فی العیاشیہ۔ ۵۰)

﴿۶۰﴾ دنیا کی بے ثباتی : یہاں سے چوتھے موانع کا بیان ہے کہ ایمان سے محرومی کا ایک سبب دنیا کا نقد ہونا اور آخرت کا اُدھار ہونا اسلئے دنیا کی طرف رغبت رہتی ہے اور آخرت سے بے رغبتی تو اسکا جواب دیا دنیا میں کتنے دن جینا ہے زندگی کے خاتمے کیساتھ اسکی سب رونقوں کا بھی خاتمہ ہوجائے گا باقی جو اللہ کے ہاں عیش آخرت ہے وہ کیفیت ونوعیت کے لحاظ سے بھی اعلیٰ اور ابقاء کے اعتبار سے بھی دائمی، آنحضرت ﷺ یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ دنیا کا عیش نہیں چاہئے آخرت کا عیش وآرام چاہئے۔ اس سے معلوم ہوا دنیا کی فانی نعمتوں کا طالب بے عقل ہے اسلئے فرمایا۔ أَفَلَا تَعْقِلُونَ تنبیہ:۔۔۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ "تم جو کچھ چیزیں دنیا میں پاتے ہو وہ دنیاوی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو کچھ (نعمتیں) اللہ کے پاس ہیں وہ زیادہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہیں۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے۔"

دنیاوی امور میں کم سے کم مشغولیت عقل مندی ہے: آیت میں لفظ "متاع" ذکر کیا گیا ہے۔ جس کے معنی ہیں ماکولات و مشروبات اور ملبوسات و رہائشی سامان میں سے جس سے استغناء ممکن نہ ہو۔ اور زینت سے مراد فاخرانہ کپڑے، اعلیٰ وعمدہ سواریاں، بلند و بالا محلات وغیرہ ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لفظ "خیر" لاکر اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ دنیاوی مال ومتاع اور آخرت کی نعمتوں کے درمیان کوئی نسبت اور مقابلہ نہیں نہ کیفیت کے اعتبار سے نہ تعداد وکمیت کے اعتبار سے۔ یہی وجہ ہے کہ آیت کے اخیر میں "افلا تعقلون" کے الفاظ لائے۔ کیونکہ ادنیٰ عقل والا بھی اس بات کو سمجھ رکھتا ہے کہ قلیل اور ناقص کو کثیر اور اعلیٰ کے مقابلہ میں اختیار کرنا بے عقلی ہے۔

جس نے اپنا مال سب سے عقلمند کو دینے کی وصیت کی ہو: امام شافعیؒ نے اسی آیت سے یہ استدلال کیا کہ سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو دنیا کے بجائے دین اور اللہ کی اطاعت وعبادت کو اختیار کرے۔ چنانچہ اگر کسی شخص نے یہ وصیت کی کہ میرا

ایک تہائی مال سب سے زیادہ عقلمند شخص کو دیا جائے تو یہ وصیت اس کے شہر کے ان لوگوں کے حق میں پوری کی جائے گی جو سارا وقت اللہ کی عبادت وبندگی میں مشغول رہتے ہیں۔ اس لیے کہ اصل عقلمند وہی ہیں، احناف کے ہاں بھی یہی حکم ہے (کذافی الدر المختار)

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ

بھلا وہ شخص جسکے ساتھ ہم نے وعدہ کیا ہے اچھا وعدہ پس وہ اس سے ملنے والا ہے، تو کیا یہ اسکی مثل ہوسکتا ہے جسکو ہمنے فائدہ پہنچایا ہے دنیا کی زندگی کے سامان کا

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ

پھر وہ قیامت کے دن پکڑے ہوئے لوگوں میں حاضر کیا جائیگا ﴿٦١﴾ اور جسدن وہ پکاریگا انکو اور فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک

كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ

جنکے بارے میں تم گمان کرتے تھے ﴿٦٢﴾ تو کہیں گے وہ لوگ جن پر ثابت ہوچکی ہوگی بات اے ہمارے پروردگار! یہ لوگ ہیں جنکو ہمنے گمراہ کیا ہمنے انکو گمراہ کیا

كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۡ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ

جس طرح خود ہم گمراہ ہوئے ہم بیزاری کا اعلان کرتے ہیں تیرے سامنے کہ یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے ﴿٦٣﴾ اور کہا جائیگا بلاؤ اپنے شریکوں کو پس وہ بلائیں گے پس نہیں

فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ

جواب دے سکیں گے انکو اور دیکھیں گے عذاب کو اپنے سامنے (اور افسوس کریں گے) کاش وہ ہدایت پانے والے ہوتے ﴿٦٤﴾ اور جسدن وہ پکارے گا انکو اور کہے گا

مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾

کہ تم نے کیا جواب دیا رسولوں کو ﴿٦٥﴾ پس تاریک ہوجائیں گی ان پر خبریں اس دن پس وہ نہیں ایک دوسرے سے پوچھیں گے ﴿٦٦﴾

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ

بہر حال وہ شخص جسنے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پس امید ہے کہ یہ لوگ فلاح پانے والوں میں ہوں گے ﴿٦٧﴾

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۭ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٨﴾

اور تیرا پروردگار پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند کرتا ہے نہیں ہے ان لوگوں کیلئے اختیار پاک ہے اللہ کی ذات اور بلند ہے ان چیزوں سے جنکو یہ لوگ اس کیساتھ شریک بتلاتے ہیں ﴿٦٨﴾

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ فِي

اور تیرا پروردگار جانتا ہے جو چھپاتے ہیں انکے سینے اور جسکو یہ ظاہر کرتے ہیں ﴿٦٩﴾ اور وہی ہے اللہ نہیں کوئی معبود اسکے سوا اس کیلئے ہے تعریف دنیا اور آخرت میں

الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ

اسی کے ہاتھ میں ہے حکم اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے ﴿٧٠﴾ آپ کہہ دیجئے (اے پیغمبر) لوگو! یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ بنادے

عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِضِيَاءٍ

تمہارے اوپر رات کو ہمیشہ قیامت کے دن تک تو کون ہے اللہ کے سوا الٰہ جو لائے تمہارے پاس

أَفَلَا تَسْمَعُونَ ﴿٧١﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ

روشنی کیا تم سنتے نہیں؟﴿۷۱﴾ آپ کہہ دیجئے اے لوگو! بتلاؤ اگر بنا دے اللہ تمہارے اوپر دن کو ہمیشہ قیامت کے دن تک تو کون ہے

الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٧٢﴾ وَمِن رَّحْمَتِهِ

اللہ کے سوا الٰہ جو لائے تمہارے پاس رات کو جس میں تم آرام پکڑ سکو کیا تم دیکھتے نہیں﴿۷۲﴾ اور یہ اسکی رحمت میں سے ہے کہ

جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾

بنایا اس نے تمہارے لئے رات اور دن کو تاکہ تم آرام پکڑو اور تاکہ تم تلاش کرو اسکے فضل سے اور تاکہ تم (اللہ کی نعمتوں کا) شکر ادا کرو﴿۷۳﴾

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٧٤﴾ وَنَزَعْنَا مِن كُلِّ

اور جس دن پکارے گا ان کو (اللہ) پس فرمائیگا کہاں ہیں میرے وہ شریک جنکے بارے میں تم گمان کرتے تھے﴿۷۴﴾ اور ہم کھینچ کر لائیں گے ہر امت سے گواہ

أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٧٥﴾

پس ہم کہیں گے لاؤ اپنی دلیل پس وہ جان لیں گے کہ حق اللہ کیلئے ہے اور کھو جائیں گی ان سے وہ باتیں جنکو وہ افتراء کیا کرتے تھے﴿۷۵﴾

ع ۷ | ۱۵ | ۱۰

قیامت کے دن فریقین کے نتائج کا بیان

﴿۶۱﴾ أَفَمَن وَعَدْنَاهُ ... الخ ربط آیات:... اوپر تذکیر بایام اللہ کا ذکر تھا اب تذکیر بما بعد الموت کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۷ ... تقابل فریقین، توبیخ مشرکین، متبوعین کا اقرار، متبوعین کی طرف برأت کا اعلان، طریق کامیابی یوم قیامت مشرکین سے سوال، شدت یوم قیامت، نتائج تابعین، کفار کے اعتراض کا جواب، اہل بدعت کا استدلال اور جواب، حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ، دلائل عقلیہ کا نتیجہ، توحید پر عقلی اعتراقی دلیل، مشرکین سے طریق مناظرہ، شفقت خداوندی، لیل ونہار کی حکمت، مشرکین سے سوال وسرزنش، کیفیت یوم حساب۔ ماخذ آیات ۶۱: تا ۷۵ +

تقابل فریقین:... کیا یہ دو شخص برابر ہو سکتے ہیں؟۔ ۱ پہلے شخص سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں اور دوسرے سے مراد ابوجہل ہے۔ ۲ مؤمن اور کافر۔ ۳ حمزہ و علی اور ابوجہل۔ ۴ عمار اور ولید بن مغیرہ۔ (معالم التنزیل: ص ۳۸۸، ج ۳)

﴿۶۲﴾ توبیخ مشرکین :اور یاد کرو اس دن کو جب اللہ انہیں پکار کر کہے گا کہ وہ میرے شریک کہاں ہیں جن کو تم میرا شریک سمجھتے تھے؟﴿۶۳﴾ متبوعین کا اقرار جرم:... تو بول اٹھیں گے وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا فرمان ثابت ہو چکا ہے، اے ہمارے پروردگار یہی وہ لوگ ہیں جنکو ہم نے بہکایا تھا جیسا کہ ہم خود بہکے تھے (ہم نے انہیں بھٹکنے پر مجبور نہیں کیا تھا) مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ہم بہکانے کے قصوروار ہیں لیکن ہم کو ان پر کوئی جابرانہ تسلط حاصل نہیں تھا اس لئے یہ بھی مجرم ہیں کہ ہمارے بہکاوے میں کیوں آئے۔ لہٰذا ہم آپ کے سامنے اپنی بے زاری کا اعلان کرتے ہیں یہ خود اپنے نفسانی خواہشات کے پوجاری تھے۔

تَبَرَّاْنَآ اِلَیْكَ... الخ متبوعین کی طرف سے برأت کا اعلان : ہم آپکے سامنے ان سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہیں۔ "مَا کَانُوْٓا" میں ما نافیہ ہے یہ لوگ ہماری عبادت نہیں کرتے۔ ﴿۶۴﴾ مشرکین کی سرزنش:... رؤسا تو پہلے بیزار ہو چکے ہیں اب مشرکین سے کہا جائے گا کہ تم لوگ اپنے شرکاء کو پکارو۔ "فَدَعَوْهُمْ" چنانچہ یہ مشرک ان کو پکاریں گے، پس وہ ان کو جواب نہیں دیں گے تو اسوقت دستِ حسرت ملیں گے۔ لَوْ اَنَّهُمْ... الخ طریق کامیابی:... کاش کہ ہدایت پا جاتے

﴿۶۵﴾ مشرکین سے سوال:... جس دن اللہ کافروں سے پکار کر کہے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا۔

﴿۶۶﴾ شدت یوم قیامت:... اس دن انکے ذھن سے سارے مضامین گم ہو جائیں گے اور ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا جس سے انکی نجات ہو جائے۔ ﴿۶۷﴾ نتیجہ تائبین:... ہاں اگر ان میں سے کوئی شخص توبہ کر کے (دنیا میں) ایمان لائے گا تو وہ یقیناً نجات پا جائیگا۔

﴿۶۸﴾ کفار کے اعتراض کا جواب و توحید پر عقلی دلیل:... کفار نے جب یہ اعتراض کیا تھا کہ قرآن کریم مکہ معظمہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں ہوا؟ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ :اور تیرا رب جسے چاہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہے پسند کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ جسے چاہے نبوت کے منصب کیلئے منتخب کرے، اس میں وہ کسی کے مشورہ کا پابند تھوڑا ہے کہ فلاں اس کا مستحق ہے اور فلاں اس کا مستحق نہیں ہے، یہاں پر یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ دنیا میں مدار فضیلت دو چیزیں ہیں ایک غیر اختیاری جو اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے۔ اور دوسری اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ سے حاصل ہوتی ہے۔

مختار کل پر اہل بدعت کا استدلال اور اس کا جواب

اہل بدعت نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ مختار کل ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ مختار اسم فاعل کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے، اور اسم مفعول کا بھی اگر اسم فاعل کا صیغہ ہو تو اسکی اصل "مُختَیِر" (بکسر الیاء) ہو تو اسکا معنیٰ ہوگا اختیار رکھنے والا، اور اگر اسم مفعول کا صیغہ ہو تو اصل ہوگی "مُختَیَرٌ" (بفتح الیاء) تو اسکے دو معنیٰ ہو سکتے ہیں۔

❶... ایک یہ کہ اختیار دیا گیا۔ ❷... اور دوسرا یہ کہ چنا ہوا انتخاب کیا ہوا۔

اگر حضرت محمد ﷺ کیلئے "مختار کل" کا جملہ بولا جائے اور اس سے مراد اسم مفعول کا دوسرا معنیٰ ہو تو میرا اور میرے تمام اکابر کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات سے علو مرتبت اور جلالتِ شان اور ختم نبوت کیلئے صرف حضرت محمد ﷺ کو ہی چنا اور انتخاب فرمایا، اور اس شان اور صفت میں آپ کا کوئی ہمسر نہیں اور اختصاراً یوں کہا جا سکتا ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر، اور یہی سچے مؤمن کی خوبی ہے کہ خدا کو خدا سمجھے اور رسول کو رسول اس میں توہین کی کوئی بات نہیں بلکہ عین محبت ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ سچے مؤمن سے جناب رسول اکرم ﷺ کی محبت کو جدا کرنا ناخن سے گوشت کو جدا کرنے کے مترادف ہے، اور اگر اسم مفعول کا پہلا معنیٰ (کہ جملہ جہان کے اختیارات آپ کو دیئے گئے تھے) مراد لیا جائے یا اسم فاعل کا یہ معنیٰ مراد لیا جائے کہ آنحضرت ﷺ تمام جہان کے اختیارات رکھنے والے ہیں تو یہ دونوں معنیٰ باطل ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خدائی اختیارات کسی کو نہیں دیئے اور یہ دونوں کلمۂ کفر ہیں جن میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں کیونکہ "اَلتَّاوِيْلُ فِيْ ضُرُوْرِيَاتِ الدِّيْنِ لَا يَدْفَعُ الْكُفْرَ۔ ضروریات دین میں تاویل کرنا کفر سے نہیں بچا سکتا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ، تبع تابعین رحمہم اللہ اور تمام ائمہ اہل سنت والجماعت کا اتفاقی عقیدہ یہی ہے کہ تکوینی اور تشریعی طور پر حاکم اور مختار صرف اللہ ہی ہے اس نے مافوق الاسباب اختیارات کسی کو نہیں دیئے لہٰذا ایسے ذو معنیٰ الفاظ کا استعمال کراہت سے خالی نہیں۔ (اس مسئلہ کے لیے دل کا سرور دیکھیں تالیف امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدرؒ)

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ : ''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ وہ مخلوقات کی تخلیق اور اختیار میں تنہا مالک ومختار ہے کوئی اس کا شریک اور اس سے باز پرس کرنے والا نہیں۔ غرض تمام اُمور خیر ہوں یا شر، سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں اور تمام اُمور کا مرجع بھی وہی ہے۔ ''مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ'' میں اکثر مفسرینؒ کے نزدیک مانافیہ ہے۔ جب کہ ابن جریر طبری کے نزدیک ما بمعنیٰ ''الذی'' ہے۔ اور اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے لیے وہ چیزیں اور اُمور اختیار کرتا ہے جس میں ان کے لیے بہتر ہو۔ لیکن درست بات یہ ہے کہ مانافیہ ہی ہے جیسے کہ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔ (ملخصاً از تفسیر ابن کثیر)

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ : ''يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ'' میں اختیار تکوینی مراد ہے اور ''یختار'' میں اختیار تشریعی۔ غرض آیت میں دونوں قسم کے اختیارات کا ذاتِ باری تعالیٰ میں منحصر ہونا بتلایا گیا ہے''۔ اور ''مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ'' میں بتلایا گیا ہے کہ بندوں کو احکام واوامر کی تجویز میں کوئی دخل اور اختیار نہیں۔ (وله الحكم واليه ترجعون)

﴿۶۹﴾ حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ سے دوسرا جواب وتوحید پر دلیل عقلی ❷ ... اللہ تعالیٰ ہر شخص کی استعداد ظاہری اور باطنی کو جانتا ہے لہٰذا وہ جسے اہل سمجھتا ہے انتخاب فرماتا ہے۔

﴿۷۰﴾ نتیجہ دلائل سابق:... اوپر ''وَرَبُّكَ يَخْلُقُ'' الخ میں توحید خداوندی پر پہلی دلیل عقلی کا ذکر تھا پھر ''ربك يعلم'' میں دوسری دلیل عقلی کا ذکر تھا اب یہاں سے دونوں دلیلوں کے نتیجے کا ذکر ہے، اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور تمام اُمور میں اسی کا فیصلہ حق بجانب ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا۔

﴿۷۱﴾ توحید پر دلیل عقلی اعترافی : اگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ رات بنا دے۔ مَنْ إِلَٰهٌ الخ طریق مناظرہ:... تو اللہ کے سوا کون سا خدا ہے جو تمہارے لئے روشنی لے آئے جس میں تم طلب معاش کر سکو۔ أَفَلَا تَسْمَعُونَ : تنبیہ : کیا تم توحید کے ایسے صاف دلائل کو سنتے نہیں؟ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ الخ طریق مناظرہ: تو آرام کیلئے راحت کون لا سکتا ہے۔ أَفَلَا تُبْصِرُونَ : تنبیہ: یا تم اللہ کے ان آثار قدرت کو چشم بصر اور بصیرت سے دیکھ نہیں سکتے۔

نکتہ:... پہلے رات کا ذکر تھا اور رات میں سنا جا سکتا ہے اسلئے ''أَفَلَا تَسْمَعُونَ'' کہا اور دوسری آیت میں دن کا ذکر ہے اور دن میں دیکھا جا سکتا ہے اسلئے ''أَفَلَا تُبْصِرُونَ'' کہا۔

﴿۷۳﴾ شفقت خداوندی: یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفقت ہے کہ دونوں چیزیں اس نے بنا دی ہیں یکے بعد دیگرے دونوں آرہے ہیں اور جہان کا سلسلہ چلا جا رہا ہے۔ لِتَسْكُنُوا... الخ خلقت لیل کی حکمت:... رات اسلئے بنائی ہے تا کہ آرام پاؤ۔ وَلِتَبْتَغُوا... الخ خلقت نہار کی حکمت:... اور دن اسلئے بنایا تا کہ روزی تلاش کرو اور اسکی دونوں نعمتوں پر شکر ادا کرو۔

﴿۷۴﴾ مشرکین کی سرزنش:... قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا جنکو تم میرا شریک سمجھتے تھے وہ کہاں ہیں؟۔

﴿۷۵﴾ کیفیت یوم حساب:... ہر امت پر اسکا نبی یا اس کا نائب گواہ ہوگا جو ان کے قول وفعل پر گواہی دے گا۔

فَقُلْنَا... الخ مشرکین کی سرزنش:... پھر ان لوگوں سے کہا جائیگا جو تم نے شرک کیا اس پر دلیل پیش کرو تو پھر انہیں علم ہو جائیگا کہ سچی بات اللہ تعالیٰ ہی کی تھی، گم ہو جائیگی جو کچھ باتیں گھڑا کرتے تھے دنیا میں کہ خدا کا کوئی شریک ہے۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ

بیشک قارون تھا موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے پس سرکشی کی اس نے انکے خلاف اور ہم نے دیئے تھے اسکو خزانوں میں سے اس قدر کہ بیشک اسکی

مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ

چابیاں بوجھل کرتی تھیں ایک طاقتور گروہ کو، جب کہا اس کیلئے اسکی قوم نے مت اتراؤ، بیشک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا اتارنے والوں کو ﴿٧٦﴾

لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿٧٦﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ

اور تلاش کرو اس چیز میں جو اللہ نے تم کو دی ہے آخرت کا گھر اور نہ بھولو اپنا حصہ دنیا سے

مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّ

اور احسان کرو جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے اور نہ تلاش کرو فساد زمین میں، بیشک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٧٧﴾ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ

فساد کرنے والوں کو ﴿٧٧﴾ کہا (قارون نے) بیشک دی گئی ہے مجھکو (دولت) علم کی بناء پر جو میرے پاس ہے (فرمایا)

اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ

کیا وہ نہیں جانتا کہ بیشک اللہ نے ہلاک کیا اس سے پہلے کئی قوموں کو جو اس سے زیادہ قوت اور زیادہ جتھے میں تھے

جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٧٨﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ

اور نہیں پوچھے جاتے انکے گناہوں کے بارے میں مجرم لوگ ﴿٧٨﴾ پس نکلا (قارون) اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت میں کہا ان لوگوں نے

الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ

جو دنیا کی زندگی چاہتے تھے کاش کہ ہمارے لئے بھی وہی کچھ ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے بیشک وہ البتہ بڑی خوش قسمتی

حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿٧٩﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ

والا ہے ﴿٧٩﴾ اور کہا ان لوگوں نے جن کو علم دیا گیا تھا خرابی ہے تمہارے لئے اللہ کا عطا کردہ اجر بہتر ہے اس شخص کیلئے

اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿٨٠﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫

جو ایمان لایا اور جس نے اچھا عمل کیا اور نہیں دی جاتی یہ بات مگر صبر کرنے والوں کو ﴿٨٠﴾ پھر دھنسا دیا ہم نے اس (قارون) کو اور اسکے گھر کو

فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿٨١﴾

زمین میں، پس نہیں تھا اس کیلئے کوئی گروہ جو اسکی مدد کرتا اللہ کے سوا، اور نہیں تھا وہ بدلہ لینے والا ﴿٨١﴾

وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

اور ہو گئے وہ لوگ جو تمنا کرتے تھے اسکے مرتبے کی گزشتہ روز وہ کہنے لگے تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے روزی جسکے لئے چاہے اپنے بندوں میں سے

لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ

اور تنگ کرتا ہے (جسکے لئے چاہے) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے تو وہ ہمیں بھی دھنسا دیتا زمین میں تعجب ہے کہ

لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

نہیں فلاح پاتے کفر کرنے والے لوگ ﴿۸۲﴾

داستان قارون

﴿۷۶﴾ اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى ...الخ ربط آیات ❶ ... گزشتہ آیات میں ذکر تھا کہ متاع دنیا کی کوئی حیثیت نہیں اور وہ چندروز ہے اور فانی ہے اور اسکے شیدائی گمراہ ہیں اور اب یہاں سے قارون کی داستان کا ذکر ہے جو دنیوی مال ومتاع کے نشے میں مغرور تھا اور اسکا انجام کیا ہوا اور کفار مکہ کا گھمنڈ توڑنے کیلئے قارون کی داستان بطور تمثیل کے ذکر کی ہے۔

❷ ... شروع سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کے تکبر اور فساد کا ذکر کیا اب آخر سورت میں ایک دوسرے متکبر مفسد یعنی قارون کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ بھی فرعون کی طرح تباہ وبرباد ہوا۔ ❸ ... اوپر انعامات خداوندی کا ذکر تھا کہ اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو اب یہاں سے بتاتے ہیں کہ قارون کی طرح کفران نعمت کر کے اپنی تباہی کا سامان نہ کرو۔

خلاصہ رکوع ❽ ... داستانِ قارون، قارون کی خباثت، قارون کی سرمایہ داری، قارون کے لئے پانچ اصول کامیابی، قارون کا استکبار، تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں داستانِ قارون سے مشرکین مکہ کی تخویف، وسعت علم باری تعالیٰ، خروج قارون، طالبین دنیا کی تمنا، اہل علم کی تبلیغ، قارون کا نتیجہ، طالبین دنیا کی ندامت وغیرہ۔ ماخذ آیات ۷۶ تا ۸۲+

داستانِ قارون:... قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا، سامری کی طرح منافق اور بڑا مالدار تھا کثرت مال کیوجہ سے غرور اور تکبر میں مبتلا ہو گیا تھا، توراۃ کے بیان کے مطابق اسے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے حسد ہوا، اسکی وجہ یہ تھی کہ قارون فرعون کی دربار میں رہتا تھا اس نے دونوں ہاتھوں سے خوب دولت سمیٹی اور اسکی حکومت میں اسے اچھا خاصا مقام حاصل تھا جب فرعون غرق ہوا تو اسکی سرداری خاک میں مل گئی، اور مالی ذرائع سارے بند ہو گئے اور اسکے دماغ میں یہ خناس گھسا کہ جب موسیٰ وہارون نبی ہو سکتے ہیں تو میں بھی انکے برابر کا بھائی ہوں میں محروم کیوں ہوں اسی مایوسانہ چڑ چڑاپن میں کبھی یوں کہتا اگر ان دونوں کو نبوت مل گئی تو کیا ہوا میرے پاس دولت کے انبار ہیں دنیا میرے قدموں میں پڑی ہے۔

ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے زکوۃ نکالنے کا حکم دیا تو کہنے لگا اب تک تو موسیٰ علیہ السلام کے احکام ہم نے برداشت کئے مگر انکی نظر اب ہمارے مال پر پڑنے لگی ہے تو کیا تم لوگ اسکو برداشت کر لوگے، اس پر کچھ خوشامدی دسترخوان کے چمچے اسکے ہمنوا ہو گئے۔

بقول ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک عورت کو رشوت دیکر اس پر آمادہ کیا کہ بھرے مجمعے میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام زنا کی حد بیان کریں تو تم اپنے ساتھ انکو متہم کر دینا (نعوذ باللہ من ذلک) منصوبے کے مطابق عورت شرم وحیاء کو بالائے طاق رکھ کر کہہ گذری مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جلالی لہجے میں اس عورت کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر کہا کہ سچ بتاؤ تو وہ عورت کانپ اٹھی پس سچ کہہ دیا کہ قارون نے مجھے اسقدر مال دیکر یہ پٹی پڑھائی تھی اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جوش الٰہی ہوا قارون کے حق میں بددعا کی تیر نشانے پر لگا، اللہ پاک نے بے پناہ خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ (درمنثور) فَبَغٰى ...الخ قارون کی خباثت: پھر ان پر شرارت کرنے لگا کثرت مال کی وجہ سے۔ وَاٰتَيْنٰهُ الخ قارون کی سرمایہ داری : بعض سلف نے "مفاتحہ" کی تفسیر خزائن سے کی ہے یعنی

اس قدر روپیہ تھا کہ طاقتور مردوں کی ایک جماعت بھی اسے مشکل سے اٹھا سکتی تھی، لیکن اکثر مفسرین نے کنجیوں سے کی ہے یعنی مال کے صندوق اتنے تھے کہ جنکی کنجیاں اٹھاتے ہوئے کئی زور آور آدمی تھک جائیں۔ (تفسیر عثمانی)

بقول ابن عباس رضی اللہ عنہ چالیس افراد اٹھاتے تھے۔ (معالم التنزیل۔ص۔۳۹۰۔ج۔۳) اور تفسیر کبیر میں ہے کہ ساٹھ اونٹوں پر لادی جاتی تھیں۔ اور قرطبی و معالم التنزیل میں ساٹھ خچروں کا ذکر ہے۔ (قرطبی۔ص۔۲۷۷۔ج۔۱۳۔معالم التنزیل۔ص۔۳۹۰۔ج۔۳)

⑤... قارون عجمی نام ہے علمیت اور عجمہ ہونیکی وجہ سے غیر منصرف ہے وزن اسکا "فاعول" ہے۔ امام زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لفظ عربی ہوتا اور "قرنت" سے مشتق ہوتا تو منصرف ہوتا۔ (حاشیہ معارف القرآن۔ص۔۷۰۔م،ا،ک،)

إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ الخ قارون کے لئے پانچ اصول کامیابی: اس کی قوم کے نیک لوگوں نے کہا۔ ❶ لَا تَفْرَحْ الخ تو اس مال و حشمت پر مت اترا (نتیجہ) اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿۷۷﴾ ❷ وَابْتَغِ الخ اللہ تعالیٰ نے جتنا دیا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر۔ ❸ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ الخ دنیا سے اپنا حصہ آخرت میں لیجانا فراموش مت کر۔ جمہور اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر منقول ہے کہ اپنی زندگی کو دنیا میں ضائع مت کر بلکہ آخرت کے لئے نیک اعمال سے تیاری کر لے۔ (قرطبی؛ص:۲۷۸؛ج۔۱۳) بعض علماء نے "نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا" کی یہ تفسیر کی ہے کہ انسان کا حصہ دنیا سے کفن ہے جب اس جہاں سے جانے لگے گا تو اتنا ہی حصہ نصیب ہوگا لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اس پر نظر رکھے کہ میرا حصہ دنیا سے فقط کفن کی دو چادریں ہیں دنیا کے مال و متاع پر گھمنڈ نہ کرے۔ (قرطبی؛ص:۲۷۹؛ج۔۱۳)

❹ وَأَحْسِنْ الخ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی بندوں کیساتھ احسان کر۔ ❺ وَلَا تَبْغِ الخ حقوق واجبیہ ضائع کر کے دنیا میں عذاب کا خواہاں مت ہو۔ إِنَّ اللهَ... الخ نتیجہ فساد : بیشک اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا، یہ نصیحت مسلمانوں کی طرف سے ہے جنہوں نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی۔

اس آیت میں قارون سے کہا گیا: "تجھ کو اللہ نے جو مال دیا ہے اس سے آخرت کی تیاری کر اور دنیا میں اپنا حصہ مت بھول"۔

وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا کی تفسیر میں ابن اجریرؒ اور حضرت ابن عباسؓ نے نقل کیا ہے کہ: نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں وہ اعمال صالح ہیں جس پر بندہ کو آخرت میں ثواب ملے گا"۔ ابن العربیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے بھی یہی مراد نقل کی ہے۔ اس کے علاوہ شوکانیؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا: "جمہور مفسرین کے نزدیک اس (نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا) سے مراد یہ کہ وہ آخرت کے لیے دنیا میں اعمال صالح کرے اور انسان کا نصیب اس کی عمر اور اس کا عمل صالح ہوا کرتا ہے۔

زجاج نے لکھا ہے کہ "وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا سے مراد یہ ہے کہ تو آخرت کے لیے عمل کرنا مت بھول"۔

اس لیے کہ انسان کا دنیا سے حقیقی حصہ و نصیب یہی ہے کہ وہ دنیا میں آخرت کے لیے عمل کرے۔

جب کہ حسن بصریؒ اور قتادہؒ نے فرمایا: "اس کے معنی یہ ہیں کہ تو دنیا میں حلال مال سے نفع اٹھانے اور اسے حاصل کرنے میں اپنا حصہ مت بھول"۔ جب کہ یہ معنی قرآن کے نظم اور عبارت کے زیادہ مناسب ہیں۔ (کما قال الشوکانیؒ)

لیکن شوکانیؒ کا اس آخری قول کو عبارت قرآن کے زیادہ مناسب قرار دینے میں تامل ہے، نظم قرآن کے زیادہ مناسب پہلی ہی تفسیر ہے جو جمہور کی اختیار کردہ ہے۔ اس صورت میں وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا اور اصل وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ کی تاکید ہو جائے گا۔ غرض حاصل یہ ہوا کہ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا دنیا میں انسان کا اصل حصہ وہ ہے جو وہ آخرت کے لیے آگے بھیج دے۔ باقی دنیا میں اس کا کھانا، پینا اور دیگر حلال اشیاء زیب و زینت، سب "متاع" کے درجہ میں ہیں جن

سے انسان کچھ وقت میں فائدہ اٹھاتا ہے بعد ازاں وہ ختم ہو جاتی ہیں یا خود انہیں چھوڑ دیتا ہے۔

﴿۷۸﴾ قارون کا استکبار:۔۔۔ اس نے مسلمانوں کی نصیحت کے جواب میں کہا اللہ تعالیٰ نے یہ مال و دولت کب دیا ہے یہ تو میرے علم و دانش حسن تدبیر دن رات کی جد و جہد کا نتیجہ ہے جس طرح چاہوں خرچ کروں جو حاجتمند ہیں وہ خود ہی کمائیں جیسے آجکل کے مغرور اور سنگ دل دولتمند بھی اس قسم کی باتیں کرتے ہیں، یا یوں کہا اللہ تعالیٰ نے میری لیاقت و قابلیت اور صلاحیت دیکھ کر مجھ کو یہ دولت دی ہے اور میں اس کا مستحق ہوں فضیلت اور استحقاق کی بناء پر پھر میں نے اسمیں بڑی محنت کی ہے بلا محنت نہیں ملی اب موسیٰ علیہ السلام اور تمہارے مشورے سے کس طرح یہ دولت خرچ کروں۔ حالانکہ وہ جس صلاحیت پر اکڑ رہا تھا وہ بھی تو اللہ کی دی ہوئی تھی تم تو اپنے وجود کے مالک اور مختار بھی نہیں پھر حکم خداوندی سن کر یہ تمہارا سر پھیرنا کیسا؟ قارون نے ناصحین کی نصیحتیں سن کر یہ جواب دیا۔

اَوَلَمۡ یَعۡلَمۡ۔۔۔ الخ تذکیر بایام اللہ سے تخویف:۔۔۔ فرمایا : کیا اسے معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بہت سی امتیں جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور جمیعت میں زیادہ تھیں ہلاک کر ڈالیں، یہ مال و دولت رضاء الٰہی اور محبت الٰہی کی دلیل نہیں۔ قارون کی داستان میں مشرکین مکہ کے لئے تخویف بھی ہے۔ وَلَا یُسۡئَلُ: وسعت علم باری تعالیٰ : قیامت کے دن مجرمین سے جرم کی کیفیت معلوم کرنے کیلئے سوال نہیں ہوگا البتہ ڈانٹ ڈپٹ کیلئے ان سے سوال ہوگا۔ (خازن۔ ص۔ ۴۴۱۔ ج۔ ۳۔ مدارک۔ ص۔ ۴۴۱۔ ج۔ ۳)

﴿۷۹﴾ خروج قارون : ایک دن قارون اپنی قوم بنی اسرائیل کے سامنے اپنی ٹھاٹ باٹ سے نکلا۔

قَالَ الَّذِیۡنَ۔۔۔ الخ طالبین دنیا کی تمنا۔۔۔ دیکھنے والوں کی آنکھیں متغیر ہونے لگیں جو لوگ دنیا کے طالب تھے اسکی شان و شوکت کو دیکھ کر انکے منہ میں بھی پانی بھر آیا کاش ہمیں بھی قارون کی طرح مال و متاع اور جاہ و جلال ملتا ان لوگوں کی نظر آخرت کی نعمتوں سے چوک گئی اس ظاہری فانی دنیا کی زینت کی تمنا کرنے لگے۔

آیت مذکورہ بالا میں اللہ رب العزت نے قارون کے متعلق اس کے زمانہ کے اہل ایمان کے دو مختلف زوایہ ہائے فکر بیان فرمائے ہیں ایک طبقہ جو دنیاوی عزت و دولت کا خواہاں تھا، کا خیال ہے کہ قارون بہت خوش نصیب، مالدار اور خوش قسمت شخص ہے کاش ہمیں اُس جیسی دولت و ثروت حاصل ہو۔ دوسرا طبقہ (جو اہل علم و عمل تھے) کا ماننا یہ تھا کہ اصل اور حقیقی کامیابی و فلاح اور خوش قسمتی آخرت کا ثواب اور اللہ کی رضا ہے۔ اس سے دو اہم باتیں معلوم ہوئیں۔

رشک جائز ہے لیکن زائد از ضرورت کی تمنا مذموم ہے۔ پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ غبطہ (رشک) اگرچہ جائز ہے (کیونکہ وہ حسد میں داخل نہیں) لیکن اگر محض طلب دنیا کی حرص کی بناء پر ہو تو وہ رشک بھی مذموم ہے جیسا کہ یہاں اس کو مقام ذم میں لایا گیا۔ کیونکہ پہلے طبقہ کے لوگ اگرچہ مؤمن تھے لیکن دنیا کے مال و دولت کی حرص رکھتے تھے اور اس بناء پر انہوں نے یہ جملہ کہا جو ان کی نظر میں مال کی حرص ظاہر کرتا ہے اور یہ مذموم ہے۔ اللہ رب العزت نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ ''اَلَّذِیۡنَ یُرِیۡدُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا'' اس لیے کہ آخرت سے صرف نظر کر کے محض دنیا ہی کی حرص رکھنا وہ بھی زائد از ضرورت کی، مؤمن کی شان نہیں ہے۔

دنیا کے مال و دولت کی طرف توجہ کرنا اہل علم کی شان نہیں۔ اس آیت مبارکہ سے دوسرا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ۔

''اَلَّذِیۡنَ یُرِیۡدُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا'' (دنیا کے طلب گاروں) کے مقابلہ میں اَلَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ (اہل علم) کو لایا گیا۔ حالانکہ بظاہر تو اس کے مقابلہ میں ''اَلَّذِیۡنَ یُرِیۡدُوۡنَ الۡاٰخِرَۃَ'' لانا صحیح معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ''اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ'' لانے میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جس شخص کو علم سے کچھ حصہ حاصل ہو وہ دنیا کے مال و متاع پر دل نہیں لگاتا نہ زائد از ضرورت مال جمع کرنے کی فکر میں

لگتا ہے نہ اس کی حرص کرتا ہے۔ گویا یہ ملزوم ذکر کر کے لازم مراد لیا گیا، چنانچہ یہ تقابل صحیح ہے (کذا فی الروح المعانی ص ۴۴۰ جلد ۲۰)

﴿۸۰﴾ اہل علم کی تبلیغ: سمجھداروں نے انہیں یوں سمجھایا، اس سے مراد حضرت یوشع علیہ السلام ہیں۔ (روح المعانی۔ ص۔ ۴۴۰۔ ج۔ ۲۰)

کہ تم پر افسوس ہے کہ دنیا فانی پر رال ٹپکاتے ہو اللہ کا ثواب اس دنیا کے مال اور اسباب شان و شوکت زیب و زینت سے لاکھوں درجہ بہتر ہے اور یقین رکھو اللہ کا ثواب اس شخص کیلئے ہے جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے اور نیک کام کرے ایمان اور عمل صالح کے مقابلے میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں اور قارون کے پاس جو کچھ ہے اسکی بھی کچھ حیثیت نہیں۔ وَلَا يُلَقّٰهَآ: مستحقین جنت: یہ نصیحت کا حکم صبر کرنیوالوں کو ہی ملتا ہے، یا یہ معنی ہے کہ آخرت کی لازوال نعمتیں دنیا سے صبر کرنیوالوں کو ملتی ہیں۔

﴿۸۱﴾ قارون کا نتیجہ: قارون نے جب ناصحین کی بات نہ مانی تو ہم نے اسے اور اسکے محلات کو تین دن کے بعد زمین میں دھنسا دیا۔ (قرطبی: ص: ۲۸۱: ج۔ ۱۳)

نکتہ:۔۔۔ حدیث میں ہے کہ وہ قیامت تک دھنستا رہیگا، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین قارون کے جسم کو نہیں کھائیگی پس ممکن ہے کہ قیامت کے دن اس کافر کے جسم کے متعلق اللہ پاک کہے کہ بتلاؤ وہ کونسا کافر ہے جسکے مرنے کے بعد اسکا جسم بوسیدہ نہیں ہوا وہ قارون ہے، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قارون ملعون بقدر اپنے قد کے روزانہ زمین میں دھنستا رہے گا یہاں تک کہ جب قیامت کیلئے نفخہ صور ہوگا تب بالکل زمین کے نیچے پہنچ جائیگا۔

(ابن کثیر۔ ص۔ ۶۶۲۔ ج۔ ۶۔ قرطبی۔ ص۔ ۲۸۲۔ ج۔ ۱۳)

فائدہ:۔۔۔ فرعون کی غرقابی اور قارون کا زمین میں دھنسنا یہ دونوں موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں پہلا معجزہ بحری تھا اور دوسرا معجزہ بری تھا۔

﴿۸۲﴾ طالبین دنیا کی ندامت: جب انہوں نے قارون کا انجام اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا تو اللہ کا شکر بجالانے لگے کہ اگر ہمیں بھی ایسی دولت ملتی تو یہی حشر ہوتا شکر ہے کہ ایسی دولت نہیں ملی "وَيْكَاَنَّ" لفظ "وی" اسم فعل ہے بقول خلیل نحوی رحمۃ اللہ علیہ کے "اَعْجَبُ" کے معنی میں ہے کہ میں تعجب کرتا ہوں۔

اور بقول امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہ کلمہ تنبیہ ہے جو ندامت وخطا کے موقع پر ہے اور "کاف" بمعنیٰ لام کے ہے "اَىْ اَعْجَبُ اَنَا" کہ میں تعجب کرتا ہوں۔ اور بقول بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ "وَيْكَاَنَّ" بصریین کے نزدیک لفظ مرکب ہے۔ "وی" تعجبیہ اور "كَاَنَّ" حرف تشبیہ ہے کہ میں تعجب کرتا ہوں گویا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسکے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کردیتا ہے۔ (کمالین بتغیر یسیر)

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ

وہ آخرت کا گھر کہ ہم ٹھہراتے ہیں اسکو ان لوگوں کیلئے جو نہیں چاہتے بڑائی زمین میں اور نہ فساد اور اچھا

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۸۳ مَنْ جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ

انجام متقیوں کیلئے ہے ﴿۸۳﴾ جو شخص لیکر آیا بھلائی پس اسکے لئے اس سے بہتر بدلہ ہوگا اور جو لایا برائی پس

فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۸۴ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ

نہیں بدلہ دیئے جائیں گے وہ لوگ جنہوں نے کی ہیں برائیاں مگر وہ جو کچھ کرتے تھے ﴿۸۴﴾ بیشک وہ ذات جس نے فرض کیا ہے

عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَاۗءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ

آپ پر قرآن، البتہ وہ لوٹانے والا ہے آپکو لوٹنے کی جگہ کی طرف، آپ کہہ دیجئے میرا پروردگار خوب جانتا ہے اسکو جو آیا ہدایت لے کر اور اسکو جو

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۸۵ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ

کھلی گمراہی میں مبتلا ہے ﴿۸۵﴾ اور نہیں آپ توقع رکھتے تھے کہ اتاری جائے آپکی طرف کتاب مگر یہ مہربانی ہے آپکے پروردگار کی طرف سے

فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۸۶ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ

پس نہ ہوں آپ مددگار کفر کرنے والوں کے ﴿۸۶﴾ اور نہ روکیں آپکو (یہ کافر لوگ) اللہ کی آیتوں سے بعد اسکے وہ اتاری گئی ہیں آپ کی طرف اور

اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۸۷ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۘ

بلائیں آپ اپنے پروردگار کی طرف اور نہ ہوں آپ شرک کرنے والوں میں سے ﴿۸۷﴾ اور نہ پکاریں آپ اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہیں کوئی معبود

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۸۸

اسکے سوا، ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اسکی ذات اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ﴿۸۸﴾

﴿۸۳﴾ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ الخ ربط آیات :اوپر تذکیر بایام اللہ کا ذکر تھا اب یہاں سے تذکیر بما بعد الموت کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۹ ... مستحقین دار آخرت اور ان کا نتیجہ، آنحضرت ﷺ کیلئے مستقبل کی پیشگوئی کا اعلان نبوت کے عطیہ خداوندی ہونے کا بیان، مخالفین کی طرفداری کی ممانعت اور فرائض خاتم الانبیاء حصر الالوہیت باری تعالیٰ، حصر الحاکمیت باری تعالیٰ۔

ماخذ آیات ۸۳: تا ۸۸ +

مستحقین دار آخرت:... یہ آخرت کا گھران لوگوں کے لئے ہے جو دنیا میں نہ بڑے بننے کی خواہش کرتے ہیں اور نہ فساد کا بلکہ وہ صرف پرہیزگاری کی راہ اختیار کرنے والے ہیں۔ "عُلُوًّا" اس سے مراد نفسانی گناہ ہے اور "فَسَادًا" سے مراد وہ نافرمانیاں ہیں جن کا اثر دوسروں تک پہنچ جائے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر رحلت کے وقت یہ آخری کلمات تھے "وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ" نیک انجام تو پرہیزگاروں ہی کا ہے۔

﴿۸۴﴾ نتیجہ متقین... دنیا میں جو کوئی ایمان کیساتھ نیکی کریگا آخرت میں اسکے مقتضیٰ سے کم از کم دس گنا بڑھ کر اس کے ساتھ بھلائی کی جائیگی اور زیادہ بھلائی کی کوئی انتہا نہیں مگر جو کوئی برائی کرے گا اس کی سزا وہی ملے گی جو اس نے کمایا ممکن ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے بالکل معاف فرما دیں۔ ﴿۸۵﴾ خاتم الانبیاء کے مستقبل کے لئے پیشین گوئی... اس میں آپکے مستقبل کی پیشین گوئی کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بعد از ہجرت مکہ معظمہ میں فاتحانہ لائے گا، تمہارے قدم اس سرزمین کو نہ صرف چھوئیں گے بلکہ پورے غالب ہو کر رہو گے۔ "اِلٰى مَعَادٍ"۔ بعض مفسرین نے مکہ اور بعض نے موت اور بعض نے آخرت اور بعض نے جنت مراد لی ہے، اور بعض نے سرزمین شام جہاں آپ شب معراج میں تشریف لے گئے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب اقوال میں اس طرح لطیف تطبیق دی ہے کہ سب سے پہلے شاندار فاتحانہ طریقے پر مکہ مکرمہ میں لایا جائیگا پھر مقرر وقت پر وفات ہوگی، اور پھر سرزمین شام کی طرف حشر ہوگا (جیسا کہ روایات سے ثابت ہے) پھر آخرت میں شان و شوکت سے تشریف لائیں گے

اور آخری منزل جنت کے اعلیٰ مقام میں ہوں گے۔ (ص۔ ۶۶۴۔ ج۔ ۶۔ تا۔ ص۔ ۶۶۵)

اس آیت کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ہجرت کر کے جب آپ ﷺ مقام جحفہ میں پہنچے تو مکہ بہت یاد آیا اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی، یہ آیت مدنی ہے باقی ساری سورت مکی ہے۔ واللہ اعلم۔ (ابن کثیر۔ ص۔ ۶۶۵۔ ج۔ ۶)

قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ الخ وسعت علم باری تعالیٰ : آپ فرما دیجئے میرا پروردگار خوب جانتا ہے کون سچا دین لیکر آیا ہے اور کون صریح گمراہ ہے، اہل مکہ آپکی طرف گمراہی کی نسبت کرتے اسلئے انکے جواب میں فرمایا اہل مکہ ہی گمراہی میں ہیں۔ "وجہ" سے مراد یہاں ذاتِ حق جل وعلا ہے، اور یہ مجاز مرسل ہے۔ بہر حال آیت میں یہ خبر دی گئی ہے کہ : "اللہ عزوجل دائم، حی وقیوم ہے جو ساری مخلوق کو موت دیتا ہے اور خود موت وفنا سے محفوظ ہے۔" یہ ایسا ہی ہے جیسے قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہے وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ۔ (سورہ الرحمن۔ ۲۷)

ایک اشکال اور اس کا جواب: یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ درمنثور کی بعض روایات (اگر ان کی اسانید درست ہیں) اس پر دلالت کرتی ہیں، جنت، دوزخ، عرش اور کرسی بھی باقی رہیں گے یعنی ان پر ہلاکت نہ آئے گی۔ جب کہ آیت میں لفظ "کل" تمام اشیاء کے استغراق کا تقاضا کرتا ہے۔ تو بظاہر دونوں میں تعارض ہو گیا۔ اس کا جواب متعدد وجوہ سے دیا گیا ہے۔

پہلا جواب یہ ہے کہ آیت میں "ھالك" عام استعمال کیا گیا ہے خواہ ھالکِ ذات ہو یا ھالکِ صفات۔ پس ممکن ہے کہ یہ چار اشیاء مذکورہ باعتبار ذات باقی رہیں لیکن باعتبار صفات ہلاک ہو جائیں۔ اس صورت میں ان پر ھالک کا اطلاق صفات کے اعتبار سے ہوگا اور بقاء کا اطلاق ذات کے اعتبار سے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے یہی تحقیق اختیار فرمائی ہے۔

دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے کہ آیت میں "ھالک" مطلق استعمال کیا گیا ہے جس میں دائمی ہلاکت وفنا بھی داخل ہے اور وقتی وعارضی ہلاکت وفنا بھی۔ یہی حال بقاء کا ہے۔ پس ممکن ہے ان چاروں اشیاء پر ہلاکت وفناء کچھ وقت کے لیے طاری ہو اور پھر انہیں دائمی وجود مل جائے کیونکہ اشیاء اربعہ کا اوقات وزمانوں کے عموم کے اعتبار سے بقاء وقتی ہلاک وفنا کے منافی نہیں ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں لفظ "کل" استغراق کلی اور احاطہ جمیع کے لیے نہیں ہے بلکہ تکثیر کے لیے ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے "کلّ الناس جاء الا زیدًا" اس سے تکثیر مراد ہے۔

حاصل یہ کہ "کل شیٔ ھالك" ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سے مراد اکثر اشیاء ہیں نہ کہ تمام، پس اشکال ہی وارد نہ ہوگا۔

واللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اعلم

﴿۸۶﴾ نبوت کے عطیہ خداوندی ہونے کا بیان : آپ پہلے سے کوئی نبوت کی آس لگائے نہیں بیٹھے تھے نہ اسکی کوئی آرزو یا جدوجہد کی یہ تو محض عطیہ خداوندی ہے کہ آپ کو قرآن ملا اور نبوت کا عہدہ ملا اسلئے اللہ تعالیٰ پر نظر رہے۔

فَلَا تَكُوْنَنَّ الخ مخالفین قرآن کی طرفداری کی ممانعت وفرائض خاتم الانبیاء : یعنی انہیں اپنا نہ سمجھیں اور آیات قرآن پر عمل کرنے سے یہ لوگ آپ کو روکنے نہ پائیں یعنی مطلب یہ ہے کہ دین کے معاملے میں آپ کسی کی رعایت نہ کریں اور اپنے رب کی طرف دعوت دیتے رہیں، اس آیت سے یہ بھی واضح معلوم ہو گیا کہ نبوت کسبی چیز نہیں ہے اس سے آپ کا دامن مشرکین کے دھبوں سے بالکل پاک اور صاف ہو گیا، اور آپ کے تعلق باللہ میں خلل نہ آنے پائے۔

لَآ اِلٰهَ الخ حصر الالوہیت باری : اور ہر چیز اس ذات کے سوا اپنے وقت میں فنا ہو کر رہیگی۔ لَهُ الْحُكْمُ الخ حاکمیت باری : سب چیزوں کا فیصلہ تکوینی اور تشریعی اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اسی کی طرف حساب وکتاب کیلئے لوٹائے جاؤ گے اور

تمہارے اعمال کی جزا و سزا دے گا۔

الحمدللہ آج بتاریخ: ۱۹ شوال المکرم ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲ ستمبر ۲۰۰۴ء بروز جمعرات بوقت ساڑھے گیارہ بجے دن سورۃ قصص کی تفسیر سے فراغت ہوئی حق تعالیٰ شانہٗ اسکو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے۔ میرے تمام اساتذہ اور مشائخ اور احباب شاگردوں اور والدین اور بھائیوں کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ ﴿آمین ثم آمین﴾

وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

بمقام معارف اسلامیہ کراچی

احقر عبدالقیوم قاسمی عفی عنہ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ العنکبوت

نام اور کوائف:... اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ عنکبوت ہے جو اس سورۃ کی آیت نمبر:۴۱ میں لفظ عنکبوت سے لیا گیا ہے۔ یہ قرآن کریم کی ترتیب تلاوت میں:۲۹: ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے:۸۵: نمبر پر ہے۔
اور یہ سورۃ سورۃ الروم کے بعد نازل ہوئی ہے۔ مگر ترتیب تلاوت میں اس کو مقدم رکھا گیا۔ اس سورۃ کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ ساری سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

ربط آیات:... سورۃ القصص کے آخر میں دعوت الی اللہ کا ذکر تھا" کما قال تعالیٰ وادع الی ربک" اپنے رب کی طرف دعوت دو، اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے میں بڑی سے بڑی تکلیفیں پیش آئیں گی، اس سورۃ کے شروع میں اسی کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ: اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا الخ کہنے سے آزمائش نہ ہو ایسا نہیں ہوگا بلکہ بڑی بڑی تکلیفیں آئیں گی۔

موضوع سورۃ:... حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ عنکبوت سورۃ قصص کے مضمون کا تتمہ ہے۔ سورۃ قصص میں امت محمدیہ ﷺ کی کامیابی کا جو وعدہ کیا گیا ہے وہ جہاد اور ہجرت سے پورا ہوگا، چونکہ بنی اسرائیل کی آزادی کے جذبات لمبی مدت غلامی کے طوق کی وجہ سے مردہ ہو چکے تھے، اس لئے ان کی کامیابی تو غیبی طاقت سے ہوئی، اور امت محمدیہ ﷺ کے لئے وہ بات نہیں بلکہ بظاہر قوت بازو اور مدد الٰہی سے کامیابی ہوگی۔

خلاصہ سورۃ:... گزشتہ لوگوں کا امتحان، سچ اور جھوٹ میں تمیز، معصیت میں والدین کی اطاعت کی ممانعت تذکیرات ثلاثہ، توحید خداوندی پر عقلی ونقلی دلائل، تسلیات خاتم الانبیاء کے لیے بعض قصص امم سابقہ کا بیان، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت شعیب علیہم السلام کے فضائل، اور منکرین کا انجام، ہجرت کی ترغیب، مہاجرین کے لے بشارات، مشرکین سے طریق مناظرہ، مخالفین قرآن کے شبہات اور انکے جوابات، آنحضرت ﷺ کی رسالت کی صداقت کے دلائل، مجاہدہ کرنے والوں کے اقسام وغیرہ۔ واللہ اعلم

سُوۡرَۃُ الۡعَنۡکَبُوۡتِ مَکِّیَّۃٌ وَّهِیَ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | تِسۡعٌ وَّسِتُّوۡنَ اٰیَۃً وَّسَبۡعُ رُکُوۡعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَهُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدۡ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ چھوڑ دیے جائیں گے اس بات پر کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور انکی آزمائش نہیں کی جائیگی ﴿۲﴾ البتہ تحقیق

فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَلَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۳﴾

ہمنے آزمائش میں ڈالا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے گزر رہے ہیں، پس ضرور اللہ تعالیٰ ظاہر کرے گا ان لوگوں کو جو سچے ہیں اور ظاہر کرے گا ان لوگوں کو جو جھوٹے ہیں ﴿۳﴾

اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ اَنۡ یَّسۡبِقُوۡنَا ؕ سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ﴿۴﴾ مَنۡ کَانَ

کیا گمان کیا ہے ان لوگوں نے جو برائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں کہ وہ بچ جائیں گے ہم سے برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں ﴿۴﴾ جو شخص امید رکھتا ہے

يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۗ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۵﴾ وَمَنْ جَاهَدَ

اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی پس اسکا مقرر کردہ وقت ضرور آنے والا ہے وہ سننے والا اور جاننے والا ہے ﴿۵﴾ اور جس شخص نے مشقت برداشت کی

فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

بیشک وہ مشقت اٹھاتا ہے اپنے نفس کیلئے بیشک خدا تعالیٰ غنی ہے تمام جہان والوں سے ﴿۶﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے

الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷﴾

ہم ضرور معاف کریں گے ان سے انکی برائیاں اور ضرور بدلہ دیں گے انکو بہتر کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے ﴿۷﴾

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۭ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ

اور ہمنے تاکیدی حکم دیا ہے انسان کو اسکے والدین کے بارے میں اچھا سلوک کریگا اگر وہ زور ڈالیں تجھ پر تاکہ تو شریک بنائے

لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۭ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

میرے ساتھ اس چیز کو جسکا تجھے علم نہیں پس نہ بات مان ان دونوں کی میری طرف ہی تمہارا لوٹ کر آنا ہے پھر میں تمکو بتلادونگا جو کام تم کیا کرتے تھے ﴿۸﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

اور جنہوں نے نیک اعمال کئے ہم ضرور داخل کریں گے انکو نیک لوگوں کی جماعت میں ﴿۹﴾ اور بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر پس جب اسکو تکلیف دی جاتی

فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ وَلَىِٕنْ جَاۗءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ

ہے اللہ کے بارے میں تو ٹھہراتا ہے لوگوں کی آزمائش کو اللہ کے عذاب کی طرح اور اگر آئے کوئی مدد تیرے پروردگار کی طرف سے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے

لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ

کیا اللہ تعالیٰ اچھی طرح نہیں جانتا اس چیز کو جو جہان والوں کے سینوں میں ہے ﴿۱۰﴾ اور البتہ ضرور ظاہر کریگا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا

جو ایمان لائے اور ضرور ظاہر کریگا منافقوں کو ﴿۱۱﴾ اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں کہ تم پیروی کرو

وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾

ہمارے راستے کی ہم اٹھالیں گے تمہارے گناہوں کو حالانکہ نہیں ہیں وہ اٹھانے والے گناہوں میں سے کچھ بھی بیشک البتہ وہ جھوٹ بولنے والے ہیں ﴿۱۲﴾

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔــلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع

اور البتہ اٹھائیں گے وہ اپنے بوجھ اور دوسرے بوجھ بھی اپنے بوجھوں کیساتھ اور ضرور ان سے پوچھا جائے گا قیامت کے دن ان باتوں کے بارے میں جنکو وہ افتراء کیا کرتے تھے ﴿۱۳﴾

ع ۱ / ۱۴ / ۱۲

خلاصہ رکوع ❶ ... تنبیہ مؤمنین، مصائب کے ضروری ہونے کا بیان، امتحان خداوندی، حکمت امتحان، کفار کیلئے تنبیہ، شائقین ملاقات الٰہی، نتیجہ جہاد، والدین سے حسن سلوک کی تاکید، نتیجہ مؤمنین صالحین، تشنیع ضعفاء فی الدین، تنبیہ ضعفاء، حکمت امتحان، کفار کی ترغیب وتبلیغ، کفار کے حیلے، نتیجہ مضلین۔ ماخذ آیات ا: تا ۱۳+

﴿۲﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ الخ تنبیہ مؤمنین: بعض مسلمان کفار کی ایذاؤں سے گھبرا جاتے تھے ان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ صرف ایمان لانے سے ان کو چھوڑ نہیں دیا جائے گا۔ وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ: مصائب کے ضروری ہونے کا بیان: اور ان کی جانچ نہیں کی جائے گی بلکہ امتحان اور آزمائش تو ایک برحق معاملہ ہے جس کے ذریعے کھرے اور کھوٹے کا امتیاز کیا جائے گا۔ شان نزول اس آیت کا اگرچہ از روئے روایات وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جو ہجرت مدینہ کے وقت کفار کے ہاتھوں ستائے گئے مگر مراد عام ہے اور امتحان آدمی کی دینی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے جس قدر کوئی شخص دین میں مضبوط اور مستحکم ہوگا اسی قدر امتحان اور آزمائش میں سختی کی جائے گی۔

﴿۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ امتحان خداوندی: پہلے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے پیروکار بڑے بڑے امتحانات میں ڈالے گئے چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا آقا ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب فرمائیں اور دعا فرمائیں، یہ وہ زمانہ تھا کہ مشرکین نے مسلمانوں پر ظلم وستم کی انتہا کر رکھی تھی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا؟ کہ تم سے پہلے ایک (زندہ) آدمی کو زمین کھود کر گھڑے میں گاڑ دیا جاتا تھا پھر اس کے سر پر آرہ چلا کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے۔ اور بعض لوگوں کے بدن پر لوہے کی کنگھیاں پھیر کر چمڑا اور گوشت ادھیڑ دیا جاتا تھا مگر یہ ساری سختیاں ان کو دین حق سے نہ ہٹا سکیں۔ فَلَيَعْلَمَنَّ اللهُ ... الخ حکمت امتحان: ... یعنی اللہ تعالیٰ ان امتحانات میں سچے اور جھوٹے کو ضرور ممتاز کر کے چھوڑے گا۔ "علم" کا عام فہم معنی تو جاننا ہوتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سچے اور جھوٹے لوگوں کو ازل سے ابد تک جانتا ہے، مگر یہاں پر "علم" سے مراد ظاہر کرنا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم یا فرد کو امتحان میں ڈالتا ہے، تو پھر اس کی سچائی اور جھوٹ کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیتا ہے، اس مطلب سے آیت پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔

معتزلہ کا نظریہ اور اس کا رد

مگر معتزلہ کا نظریہ بھی یہاں سمجھنا ضروری ہے۔ صاحب کشاف یہاں پر بڑے خوش ہیں کیونکہ وہ بڑے غالی معتزلی تھے۔ وہ کہتا ہے کہ دیکھو نحوی قاعدہ ہے جس وقت نون ثقیلہ یا خفیفہ مضارع پر داخل ہو تو اس میں حال کے معنی نہیں ہوتے بلکہ استقبال کے ساتھ مختص ہوتا ہے۔ تو دیکھو "فَلَيَعْلَمَنَّ اللهُ" میں نون تاکید ثقیلہ داخل ہے معنی یہ ہے کہ البتہ اللہ ضرور جان لے گا جو لوگ سچے ہیں اور البتہ ضرور جان لے گا جھوٹوں کو تو یہ آئندہ استقبال کے لئے ہے۔ حال کا معنی اس میں نہیں ہے۔ (محصلہ تفسیر کشاف۔ ص۔ ۴۳۹۔ ج۔ ۳)

تو اس کا جواب اوپر آچکا ہے کہ یہاں علم سے مراد علم ظہور ہے یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے باقی لوگوں کے سامنے اس کا اظہار بعد میں ہوتا ہے۔ (تفسیر خازن۔ ص۔ ۴۴۵۔ ج۔ ۳۔ معالم التنزیل۔ ص۔ ۳۹۶۔ ج۔ ۳)

﴿۴﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِينَ الخ کفار کے لئے تنبیہ: ... کفار جو اہل ایمان کو تکلیفیں دیتے تھے ان کے لئے تنبیہ ہے کہ ہماری گرفت میں آو گے کہیں بھاگ کر نکل نہیں سکتے۔ ﴿۵﴾ مَنْ كَانَ الخ شائقین ملاقات الٰہی: جو شخص ملاقات الٰہی کا خواہش مند ہے تو وہ قیامت کے دن کے لئے تنگی سے بچنے اور آسانی کے حاصل کرنے میں بھرپور تیاری کرتا ہے۔

جہاد کی اقسام

﴿۶﴾ وَمَنْ جَاهَدَ الخ نتیجہ مجاہدہ: ... جس نے مجاہدہ کیا تو وہ اپنے نفس کے لئے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کی

ضرورت نہیں ہے۔ مجاہدہ میں اصل جہاد بالسیف ہے اور اس کے علاوہ خود اپنے نفس سے جہاد کرنا تا کہ اپنی اصلاح ہو جائے آگے جہاد کی مختلف صورتیں ہیں انسان کبھی مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے اور کبھی تبلیغ حق کے سلسلہ میں زبان اور قلم کے ذریعے سے جہاد کرتا ہے۔ اور کبھی غیر مسلموں کے ساتھ بحث وتمحیص کر کے اسلام کے متعلق ان کے شکوک وشبہات دور کرتا ہے یہ بھی جہاد ہی کا اہم حصہ ہے۔ ﴿۷﴾ نتیجہ جہاد۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اسلام اور ماں کی حالت

﴿۸﴾ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ... الخ والدین سے حسن سلوک کی تاکید۔ شان نزول:... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، اور ان کی والدہ کا نام حمنہ بنت ابی سفیان ہے۔
(معالم التنزیل۔ص۔۳۹۶۔ج۔۳۔مظہری۔ص۔۱۹۲۔ج۔۷)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب مشرف باسلام ہوئے تو ان کی والدہ نے کہا اے سعد میں نے سنا ہے آپ نے اپنا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا ہے۔ میں اللہ کی قسم کھاتی ہوں میں نہ گھر میں داخل ہونگی اور میرے اوپر کھانا پینا بھی حرام ہے، جب تک کے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کو نہیں چھوڑے گا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کفر اختیار کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور ان کی والدہ نے کھائے پیئے بغیر یوں ہی میدان میں تین دن گذار دیئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر پورا واقعہ سنایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی۔ص۔۴۶۲۔ج۔۲۰)

علامہ بغوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ نے دو دن اور دو رات تک کچھ نہ کھایا پیا، اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا امی جان! اگر آپ کے جسم میں سو روحیں بھی ہوتیں، اور ایک ایک کر کے میرے سامنے نکلتی رہتیں تو میں اس کو دیکھ کر بھی اپنا دین نہ چھوڑتا اب تمہاری مرضی کھاؤ پیئو یا نہ کھاؤ پیئو۔ جب ماں مایوس ہوئی تو کھانا کھالیا۔
(معالم التنزیل۔ص۔۳۹۶۔ج۔۳۔مظہری۔ص۔۱۹۲۔ج۔۷)

نوٹ: والدین کے متعلق شرعی احکام سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۳، ۲۴ کے ذیل میں دیکھیں۔

﴿۹﴾ نتیجہ مؤمنین صالحین۔ ﴿۱۰﴾ وَمِنَ النَّاسِ... الخ تشنیع ضعفاء فی الدین : علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں بعض کمزور قسم کے مسلمان تھے جو زبان سے تو اسلام کا اظہار کرتے تھے مگر جب کفار سے ایذاء پہنچتی تو ان کی موافقت میں ہو جاتے اور اپنی موافقت کو مسلمانوں سے چھپاتے تھے۔ (روح المعانی: ص:۶۳ ۴ج:۲۰) أَوَلَيْسَ اللَّهُ الخ تنبیہ ضعفاء : حضرت تھانوی لکھتے ہیں! آیت میں انکو منافق اسی اعتبار سے فرمایا کہ زمانہ ماضی میں واقع میں تو مؤمن نہ تھے اور دعویٰ کرتے ہیں کہ مؤمن تھے۔
(بیان القرآن: ص:۱۲۷: ج۔۸)

﴿۱۱﴾ حکمت امتحان۔ ﴿۱۲﴾ وَقَالَ الَّذِينَ الخ کفار کی ترغیب وتبلیغ۔ وَلْنَحْمِلْ خَطَايَاكُمْ الخ کفار کے حیلے: کفار نے اہل ایمان کو گمراہ کرنے کے لئے یہ حیلہ تجویز کیا کہ اپنے آباء کے دین پر قائم رہو اور انکا یہ حیلہ محض جھوٹ پر مبنی تھا۔ اس کے جھوٹے ہونے کی دو وجہ ہیں۔ پہلی وجہ:... یہ ہے کہ اگر بالفرض کوئی شخص دوسرے کا عذاب اپنے سر پر لینے کے لئے تیار بھی ہو جائے تو اس نے جس کی نافرمانی کی ہے تو اس کی رضامندی ضروری ہے۔ صرف اپنی طرف سے بات بنا دینے سے گناہ کرنے والے کی جان نہیں چھوٹ سکتی۔ کفار کا یہ کہنا کہ ہم عذاب بھگت لیں گے صاف جھوٹ ہے۔ دوسری وجہ : یہ ہے کہ ان کفار کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کونسی گارنٹی حاصل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں اور اللہ کے ہاں ان کی سفارش چلے گی اللہ تعالیٰ نے فرمایا "إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ" بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ (روح المعانی: ۶۴ ۴ج۔۲۰)

﴿۱۳﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ الخ نتیجہ مضلین : پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَمَا هُمْ بِحَامِلِينَ مِنْ خَطَايَاهُمْ" حالانکہ وہ انکے گناہوں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں۔ اور "وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ... الخ" سے اس کا اثبات ہے کہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور دوسروں کے گمراہ کرنے کے بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ تو پہلی آیت میں نفی تھی کہ بوجھ نہیں اٹھائیں گے۔ اور اس آیت میں اثبات ہے کہ بوجھ اٹھائیں گے۔ تو اس کا جواب: علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مفسرین نے یہ دیا ہے کہ پہلی آیت میں نفی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس انداز سے دوسرے کا بوجھ اٹھا دینا کہ کوئی گناہ باقی نہ رہے اور دوسری آیت میں اثبات ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے بوجھ بھی ہونگے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے بوجھ بھی ہونگے۔ کیونکہ حدیث پاک میں جس نے برا راستہ بتلایا تو اس بتلانے والے پر بھی اس کا گناہ ہوگا مگر گناہ کرنے والا تو چھوٹے گا نہیں۔ (روح المعانی: ص: ۶۶ ج۔ ۲۰)

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ

اور البتہ تحقیق ہمنے رسول بنا کر بھیجا نوح علیہ السلام کو انکی قوم کی طرف پس ٹھہرے وہ انکے درمیان ایک ہزار سال سے پچاس سال کم پھر پکڑا ان کو طوفان نے اور

الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۱۴﴾ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿۱۵﴾

وہ ظلم کرنے والے تھے ﴿۱۴﴾ پس ہمنے نجات دی اس (نوح علیہ السلام) کو اور کشتی والوں کو اور بنایا ہمنے اس (کشتی) کو نشانی جہان والوں کیلئے ﴿۱۵﴾

وَإِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ۖ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۶﴾

اور ابراہیم علیہ السلام (کو بھی ہمنے رسول بنا کر بھیجا) جب کہا انہوں نے اپنی قوم سے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو یہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم سمجھ رکھتے ہو ﴿۱۶﴾

إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ

بیشک تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا بتوں کی اور تم گھڑتے ہو جھوٹ، بیشک وہ جنکی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا، نہیں مالک

اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ إِلَيْهِ

وہ تمہارے لئے روزی کے پس تلاش کرو اللہ کے، پاس روزی اور اسی کی عبادت کرو اور اسکا شکر ادا کرو اسی کی طرف

تُرْجَعُونَ ﴿۱۷﴾ وَإِنْ تُكَذِّبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ۖ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا

تم لوٹائے جاؤ گے ﴿۱۷﴾ اور اگر تم جھٹلاؤ پس ان امتوں نے جو تم سے پہلے گزری ہیں اور نہیں ہے رسول کے ذمے مگر پہنچا

الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۱۸﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿۱۹﴾

دینا کھول کر ﴿۱۸﴾ کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ابتداء کرتا ہے مخلوق کی، پھر لوٹاتا ہے اسکو، بیشک یہ اللہ پر آسان ہے ﴿۱۹﴾

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ۚ ثُمَّ اللَّهُ يُنْشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ

آپ کہہ دیجئے، چلو زمین میں پس دیکھو کیسے اللہ نے ابتداء کی مخلوق کی اور پھر اللہ تعالیٰ اٹھائیگا اسکو دوسری اٹھان، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ ﴿۲۱﴾

قدرت رکھتا ہے ﴿۲۰﴾ سزا دے گا جسکو چاہے اور رحم کرے گا جس پر چاہے اور اسی کی طرف تم بلائے جاؤ گے ﴿۲۱﴾

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہیں ہے تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی کارساز

وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾

اور نہ کوئی مددگار ﴿۲۲﴾

①داستان حضرت نوح علیہ السلام

﴿۱۴﴾وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا... الخ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں تھا "وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" ہم نے پہلے لوگوں کو بھی آزمائش وامتحان میں ڈالا، اب اسی مد میں چند انبیاء علیہم السلام کے واقعات شروع ہیں۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کے امتحان کا ذکر ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ②:... تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں اثبات رسالت حضرت نوح علیہ السلام اور توحید خداوندی پر نقلی دلیل۔ ۱۔ گرفت مخالفین نوح علیہ السلام، سبب گرفت، حضرت نوح علیہ السلام و متبعین کی نجات، داستان نوح کی حکمت و نقلی دلیل۔ ۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغ، حضرت ابراہیم کی فہمائش، ماسوا اللہ سے تصرف کی نفی، اصول کامیابی۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ تذکیر بما بعد الموت، تسلی حضرت ابراہیم وخاتم الانبیاء، فریضہ حضرت ابراہیم وخاتم الانبیاء، اثبات بعث بعد الموت، تنبیہ مشرکین، بیان جزاء، عظمت خداوندی، نفی شفیع قہری۔

ماخذ آیات ۱۴: تا ۲۲ +

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا... الخ تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں اثبات رسالت حضرت نوح علیہ السلام اور توحید خداوندی پر نقلی دلیل۔ ① علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو چالیس سال میں نبوت ملی، اور ساڑھے نو سو سال وعظ ونصیحت فرمائی، پھر طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے اس حساب سے ان کی عمر ایک ہزار پچاس سال ہوئی۔

(روح المعانی۔ ص۔ ۴۶۶۔ ج۔ ۲۰۔ ابن کثیر۔ ص۔ ۶۷۲۔ ج۔ ۶۔ خازن۔ ص۔ ۴۴۷۔ ج۔ ۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس ملک الموت آئے تو یہ کہا کہ پیغمبروں میں سے سب سے زیادہ عمر آپ نے پائی ہے، تو دنیا اور اس کی لذت کو کیسا پایا؟ تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا، جیسے ایک شخص اس مکان میں داخل ہوا جس کے دو دروازے تھے ایک دروازے سے داخل ہوا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر دوسرے سے نکل گیا۔ (روح المعانی۔ ۴۶۷۔ ج۔ ۲۰)

فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ : گرفت مخالفین نوح علیہ السلام۔ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ: سبب گرفت : وہ بڑے ظالم لوگ تھے، مدت دراز تبلیغ سے بھی متاثر نہ ہوئے۔ ﴿۱۵﴾فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ : حضرت نوح علیہ السلام و متبعین کی نجات:... اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ جو ایماندار کشتی میں سوار تھے ان کو بچا لیا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ان کی تعداد اسی تھی جن میں ان کے تین بیٹے حام، سام اور یافث اور ان کی بیویاں بھی تھیں۔ (روح المعانی، ص: ۴۶۷، ج۔ ۲۰)

وَجَعَلْنٰهَآ : داستان نوح علیہ السلام کی حکمت : اس "ھا" ضمیر کے مرجع میں دو قول ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مفسرین لکھتے ہیں اک "السَّفِيْنَةِ" کی طرف راجع ہے کہ ہم نے اس کشتی کو نشانی بنایا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ "ھا" ضمیر "عقوبة" کی طرف راجع ہے کہ ہم نے اس واقعہ کو تمام جہان والوں کے لئے موجب عبرت بنایا۔

(روح المعانی۔ ص۔ ۴۶۷۔ ج۔ ۲۰۔ ابن کثیر۔ ص۔ ۶۷۳۔ ج۔ ۶۔ مظہری۔ ص۔ ۱۹۵۔ ج۔ ۷)

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی تفسیر کو ترجمہ میں اختیار کیا ہے۔ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری تفسیر کو ترجمہ میں اختیار کیا ہے۔

④ داستان حضرت ابراہیم علیہ السلام

﴿۱۶﴾ وَاِبۡرٰهِيۡمَ ... الخ نقلی دلیل۔ ② ... وحضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغ: ... ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ الخ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی عبادت الٰہی کا پیغام لے کر آئے، کہ اللہ سے ڈر کر شرک چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

﴿۱۷﴾ اِنَّمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡثَانًا الخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فہمائش: ان بے حقیقت بتوں کی پرستش کرتے ہو اللہ کی عبادت کیوں نہیں کرتے جبکہ سبب وجوب عبادت حق تعالیٰ شانہ میں پایا جاتا ہے کہ وہ مالک نفع ہے اور دوسرا اسبب یہ ہے کہ وہ مالک ضرر بھی ہے اور غیر اللہ میں یہ اسباب نہیں پائے جاتے۔ اِنَّ الَّذِيۡنَ الخ ماسوا اللہ سے تصرف کی نفی۔ فَابۡتَغُوۡا الخ اصول کامیابی۔ ❶ "فَابۡتَغُوۡا" میں حصر ہے کہ روزی صرف اللہ سے مانگو اس کے علاوہ کوئی رازق نہیں۔ "وَاعۡبُدُوۡهُ"۔ ❷ ... اور اسی کی عبادت کرو۔ وَاشۡكُرُوۡا لَهٗ۔ ❸ اور اس کا شکر ادا کرو۔ "اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ: تذکیر بما بعد الموت۔

﴿۱۸﴾ تسلی حضرت ابراہیم و خاتم الانبیاء: ... اس آیت کی تفسیر میں دو احتمال ہیں ایک یہ ہے کہ یہ آیت اور اسکی مابعد کی آیات "فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ" تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور "امم" سے مراد قوم شیث و ادریس اور قوم نوح علیہم السلام وغیرہ مراد ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ جملہ معترضہ ہے آنحضرت ﷺ کی شان و تسلی کے لئے نازل ہوا ہے۔ (مدارک۔ص۔۴۴۸۔ج۔۳)

وَمَا عَلَى الرَّسُوۡلِ ... الخ فریضہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و خاتم الانبیاء: ... فرمایا اگر تم مجھے جھٹلاتے ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں اپنے اپنے رسولوں کو جھٹلا چکی ہیں اور وہ اپنے کردار کی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں، نبی کا کام فقط تبلیغ حق ہے تعمیل حق کرانا نہیں ہے۔

بیان بعث و مجازاۃ

﴿۱۹﴾ اَوَلَمۡ يَرَوۡا ... الخ اثبات بعث بعد الموت: ... حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں! کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کے لوگ بت پرست تھے اور صابی مذہب رکھتے تھے، کواکب پرستی ان میں موجود تھی، آخرت اور حشر و نشر کے بالکل منکر تھے۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو مبداء و معاد اور حشر و نشر کے مسئلہ کو دلیل سے سمجھایا۔ (محصلہ معارف القرآن)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اسی کو اختیار کیا کہ یہ تمام کلام از اول تا آخر یعنی "وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ" (آیت ۲۷:) تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلام ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ص ۶۷۴، ج ۶۔ طبع بیروت)

﴿۲۰﴾ قُلۡ سِيۡرُوۡا الخ تنبیہ مشرکین۔ ثُمَّ اللّٰهُ يُنۡشِئُ الخ بعث بعد الموت۔ ﴿۲۱﴾ يُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ الخ بیان جزا۔ ﴿۲۲﴾ وَمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ الخ عظمت خداوندی۔ وَمَا لَكُمۡ الخ نفی شفیع قہری۔

وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖۤ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوۡا مِنۡ رَّحۡمَتِىۡ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمۡ

اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اللہ کی آیتوں کے ساتھ اور اسکی ملاقات کیساتھ پس یہی لوگ ہیں جو مایوس ہوئے ہیں میری رحمت سے اور یہی لوگ ہیں جنکے لئے دردناک

عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوا اقۡتُلُوۡهُ اَوۡ حَرِّقُوۡهُ فَاَنۡجٰىهُ اللّٰهُ

عذاب ہے ﴿۲۴﴾ پس نہیں تھا جواب اس (ابراہیم) کی قوم کی طرف سے مگر یہ کہ انہوں نے کہا اسکو قتل کر دو یا زندہ جلا ڈالو، پس نجات دی اسکو اللہ تعالیٰ نے

مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

آگ سے بیشک اسمیں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں ﴿۲۴﴾ اور کہا (ابراہیم علیہ السلام نے) بیشک بنالیا ہے تمنے اللہ کے سوا بتوں کو معبود آپس کی

اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ

دوستی کیلئے دنیا کی زندگی میں پھر قیامت کے دن کفر کریں گے بعض تمہارے بعض کے ساتھ، اور لعنت بھیجیں گے بعض تمہارے بعض پر اور ٹھکانہ تمہارا

وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَاٰمَنَ لَهٗ

دوزخ کی آگ ہوگا اور نہیں ہوگا تمہارے لئے کوئی مدد گار ﴿۲۵﴾ پس تصدیق کی اس ابراہیم کی لوط علیہ السلام نے

لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ

اور کہا (ابراہیم علیہ السلام) نے بیشک میں ہجرت کرنے والا ہوں اپنے پروردگار کی طرف بیشک وہ زبردست اور حکمت والا ہے ﴿۲۶﴾ اور ہمنے بخشا اس (ابراہیم علیہ السلام) کو اسحٰق علیہ السلام

يَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ

اور یعقوب علیہ السلام اور ٹھہرائی ہمنے اسکی اولاد میں نبوت اور کتاب اور دیا ہمنے اسکو بدلہ اسکا دنیا میں اور یقیناً وہ آخرت میں البتہ

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ

نیکوں میں سے ہیں ﴿۲۷﴾ اور لوط علیہ السلام (کو بھی ہمنے رسول بنا) کر بھیجا جبکہ کہا اس نے اپنی قوم سے کہ بیشک تم ارتکاب کرتے ہو

الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ

بے حیائی کا ایسی کہ تمہیں سبقت کی اس (بے حیائی) کے ساتھ تم سے پہلے کسی نے بھی جہان والوں میں سے ﴿۲۸﴾ بیشک تم دوڑتے ہو مردوں پر شہوت رانی کیلئے

وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ڏ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ

او کاٹتے ہو راستہ اور تم کرتے ہو اپنی مجلسوں میں بری بات، پس نہیں تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہ کہ

اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ

انہوں نے کہا لاؤ ہمارے پاس اللہ کا عذاب اگر تم سچے ہو ﴿۲۹﴾ کہا لوط علیہ السلام نے

انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ ع

اے میرے پروردگار امیری مدد فرما اس مفسد قوم کے مقابلے میں ﴿۳۰﴾

﴿۲۳﴾ ربط آیات :... اوپر منکرین قیامت کی تردید کا ذکر تھا اب انکے نتائج کا بیان ہے۔

خلاصہ رکوع ③ ... منکرین ملاقات الٰہی کا انجام، مخالفین ابراہیم علیہ السلام کی تجویز، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نجات، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فہمائش، تابع اور متبوع ایک دوسرے پر لعنت کریں گے، حضرت لوط علیہ السلام کا ایمان اور ہجرت، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر

عنایات خداوندی، حضرت لوط علیہ السلام کا قوم سے مکالمہ اور جواب مکالمہ، حضرت لوط علیہ السلام کی دعا۔ ماخذ آیات ۲۴: تا ۳۰+
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا ... الخ منکرین ملاقات الٰہی کا انجام۔

بقیہ داستان حضرت ابراہیم علیہ السلام

﴿۲۴﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ ... الخ مخالفین ابراہیم علیہ السلام کی تجویز:... جب قوم کے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل اور براہین سے لاجواب ہوئے تو قوت کے استعمال پر اتر آئے اور انہوں نے آپس میں مشورہ کیا یا تو قتل کر کے یک دم ان کا قصہ ہی تمام کر دیا جائے۔ یا ان کو آگ میں جلا دیا جائے ممکن ہے کہ تکلیف محسوس کر کے اپنے وعظ ونصیحت سے باز آ جائے تو باہر نکال لیں گے و گرنہ راکھ کا ڈھیر ہو جائیں گے انہوں نے اپنے مشورے کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا چالیس پچاس دن آگ میں رہے۔ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ ... الخ ابراہیم علیہ السلام کی نجات:... حق تعالیٰ نے آگ کو گلزار بنا دیا اور مخالفین کو ذلیل ورسوا کر دیا ان کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آگ بذات خود کسی کو جلانے والی نہیں جب تک اللہ کا حکم نہ ہو جائے آگ میں حرارت وگرمی اور پانی میں برودت وٹھنڈک کا جو اثر نظر آتا ہے وہ آگ اور پانی کی ذات اور طبیعت کا ذاتی تقاضا نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ شانہ کی قدرت اور مشیت کا کرشمہ ہے۔

﴿۲۵﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ ... الخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فہمائش: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ سے نکلنے کے بعد پھر نصیحت شروع فرمادی "مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ" بت پرستی کی اصل جڑ لوگوں کو آپس کی محبت اور دوستی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ اکثر لوگ اپنے علاقائی رسم ورواج اور رشتہ داری کو ترجیح دیتے ہوئے ان کے طرز وطریق کو اختیار کرتے تھے یا یہ مطلب ہے کہ ایک قوم میں کچھ نیک لوگ تھے جب ان کا انتقال ہوا تو لوگوں نے جوش محبت میں ان کی تصویریں بنا کر یادگار کے طور پر رکھ لیں پھر تصویروں کی تعظیم کرنے لگے پھر وہی تعظیم کچھ عرصہ کے بعد عبادت بن گئی۔ اور یہ بھی ممکن ہے "مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ" سے بت پرستوں کی اپنے بتوں سے جو محبت ہے وہ مراد ہو جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا "اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ" یہ دوستیاں محض چند دن کی ہیں۔ قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔

(۳) داستان حضرت لوط علیہ السلام

﴿۲۶﴾ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ: تصدیق حضرت لوط علیہ السلام یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صرف حضرت لوط علیہ السلام ایمان لائے۔
وَقَالَ ... الخ حضرت لوط اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا استقلال :اس "قال" کے قائل میں دو احتمال ہیں۔ (۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ (۲) ___ حضرت لوط علیہ السلام۔ (ابن کثیر: ص:۶۷۷: ج:۶: طبع بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے ان کی قوم میں سے صرف وہی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے۔ دونوں حضرات کا وطن اصلی عراق میں شہر بابل تھا۔ اللہ تعالیٰ کے توکل سے دونوں حضرات نکل کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ملک شام میں بسا دیا۔

﴿۲۷﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ الخ حصر التصرف باری تعالیٰ۔ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ الخ خاندان ابراہیم کے فضائل: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کی اولاد کے علاوہ کسی کو آسمانی کتاب اور منصب نبوت عطا نہیں کیا گیا چنانچہ جس قدر انبیاء علیہم السلام تشریف لائے انہیں کی اولاد میں سے تھے۔ اس لئے ان کو ابو الانبیاء کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مال، اولاد، عزت، ہمیشہ کا نام اور ملک شام ان کی اولاد کو عطا فرمایا۔ وکذا فی الموضح

قادیانیوں کا اجراء نبوت پر استدلال

وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ :یعنی ہم نے اس ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی اس سے معلوم ہو

اکہ جب تک ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہے اس وقت تک نبوت ہے۔

جواب: ❶ ... اگر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت جاری ہے تو کتاب کا نزول بھی جاری ہی معلوم ہوتا ہے حالانکہ یہ بات قادیانیوں کے نزدیک باطل ہے جو دلیل کتب کے جاری ہونے سے مانع ہے وہی اجرائے نبوت سے مانع ہے۔

❷ ... قرآن مجید میں دوسرے مقام پر سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام دونوں کے متعلق ہے "وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ" تو کیا سیدنا نوح علیہ السلام کی اولاد میں اب بھی قادیانی نبوت کو جاری مانیں گے حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں۔

❸ ... "وَجَعَلْنَا" کا فاعل باری تعالیٰ ہیں تو گویا نبوت وہبی ہوئی حالانکہ قادیانی وہبی کی بجائے اب کسبی یعنی اطاعت والی کو جاری مانتے ہیں تو گویا کئی لحاظ سے یہ قادیانی اعتراض خود قادیانی عقائد ومستدلات کے خلاف ہے۔

(قادیانی شبہات کے جوابات۔ص۔۱۲۱ تا ۱۲۲۔ج۔۱)

﴿۲۸﴾ وَلُوطًا ... الخ حضرت لوط علیہ السلام کی تبلیغ۔ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا ... الخ خلاف فطرت وشریعت کام کی بنیاد تم نے ڈالی ہے جس سے فطرت انسانی نفرت کرتی ہے تم سے پہلے یہ کام کسی نے نہیں کیا۔

﴿۲۹﴾ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ ... الخ خباثات قوم .... کیا تم دوڑتے ہو مردوں پر؟ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ الخ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لئے فطری خواہش کے پورا کرنے کا راستہ بنایا ہے، جو نسل انسانی کے بڑھانے کا راستہ ہے، تم اسکو چھوڑ کر غیر فطری اور خلاف وضع کام کرتے ہو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے راستوں میں بیٹھ جاتے ہو جو وہاں سے گذرتے ہیں انہیں پکڑ کر ان سے خلاف وضع کام کرتے ہو۔ (قرطبی۔ص۔۳۰۲۔ج۔۱۳)

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں بعض روایات میں ہے کہ وہ لوگ اپنے پاس کنکریاں لے کر بیٹھتے تھے، پھر گذرنے والوں کو مارتے تھے جس کی کنکری جس راہگیر کو لگ گئی وہ اس کا ہو گیا۔ پھر اس کے ساتھ وہ برا فعل کرتا تھا اور اس کو تین درہم دے دیتا تھا۔ ان کے ہاں قاضی بھی تھا جو اس بات کا فیصلہ کر دیتا تھا۔ (معالم التنزیل۔ص۔۴۰۰۔ج۔۳)

وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ ... الخ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم اپنی مجلس میں برا کام کرتے ہو، اور حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ لوگ اپنی مجلس میں ہوا چھوڑنے میں مقابلہ کیا کرتے تھے۔ اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بڑی بے شرمی کے ساتھ اپنی مجلس میں مرد مردوں کے ساتھ برا فعل کیا کرتے تھے۔ (قرطبی۔ص۔۳۰۳۔ج۔۱۳)

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا إِنَّا مُهْلِكُو أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ

اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر تو کہا انہوں نے بیشک ہم ہلاک کرنے والے ہیں

إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا

اس بستی کے رہنے والوں کو بیشک وہاں کے رہنے والے لوگ ظالم ہیں ﴿۳۱﴾ کہا ابراہیم علیہ السلام نے بیشک اس بستی میں لوط علیہ السلام بھی رہتے ہیں کہا (فرشتوں نے) ہم خوب

لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٣٢﴾ وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا

جانتے ہیں اسکے رہنے والوں کو ہم ضرور بچا لیں گے اس (لوط) کو اور اسکے گھر والوں کو سوائے اسکی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہے ﴿۳۲﴾ اور جب آئے ہمارے بھیجے

لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ إِنَّا مُنَجُّوكَ

ہوئے (فرشتے) لوط علیہ السلام کے پاس تو وہ ناخوش ہوئے اور انکا دل تنگ ہوا انکی وجہ سے، کہا (فرشتوں نے) مت خوف کھاؤ اور مت غمگین ہو، بیشک ہم بچانے والے ہیں

وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ

تجھے اور تیرے گھر والوں کو، ماسوائے تیری بیوی کے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہے ﴿۳۳﴾ تحقیق ہم اتارنے والے ہیں اس بستی کے رہنے والوں پر

الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿٣٤﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً

عذاب آسمان کی طرف سے اس وجہ سے کہ یہ فسق کیا کرتے تھے ﴿۳۴﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے کر دیا اس کو ایک کھلی نشانی اس قوم کیلئے

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ

جو عقل سے کام لیتی ہے ﴿۳۵﴾ اور اسی طرح ہم نے مدین کی طرف انکے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! عبادت کرو

الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿٣٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ

اللہ کی اور توقع رکھو آخرت کے دن کی اور نہ چلو زمین میں فساد کرتے ہوئے ﴿۳۶﴾ پس جھٹلایا انہوں نے (شعیب) کو پس پکڑا انکو زلزلے نے پس ہو گئے

دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٣٧﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ

وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ گرنے والے ﴿۳۷﴾ اور عاد اور ثمود کو بھی ہم نے ہلاک کیا اور بیشک واضح ہو چکی ہیں تمہارے لئے انکی رہائش گاہیں اور مزین کیا تھا

الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ

ان کیلئے شیطان نے انکے اعمال کو پس روکا تھا انکو سیدھے راستے سے اور تھے یہ لوگ ہوشیار ﴿۳۸﴾ اور اسی طرح قارون فرعون اور ہامان کو بھی

وَهَامٰنَ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿٣٩﴾

ہلاک کیا البتہ تحقیق آئے انکے پاس موسیٰ علیہ السلام کھلی نشانیاں لیکر پس انہوں نے تکبر کیا زمین میں اور نہیں تھے وہ کسی طرف بھاگ کر نکل جانے والے ﴿۳۹﴾

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ

پس سب کو پکڑا ہم نے انکے گناہوں کے بدلے پس بعض ان میں سے وہ ہیں کہ ہم نے بھیجی ان پر سنگ بار ہوا اور بعض وہ ہیں کہ پکڑا انکو چیخ نے

الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

اور بعض وہ ہیں کہ ہم نے دھنسا دیا انکو زمین میں اور بعض وہ ہیں کہ جنکو ہم نے ڈبو دیا پانی میں اور نہیں اللہ تعالیٰ ایسا کہ ان پر ظلم

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٠﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ

کرے لیکن تھے وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ﴿۴۰﴾ مثال ان لوگوں کی جنہوں نے بنائے ہیں اللہ کے سوا کارساز، مکڑی کی مثال ہے

الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا

جسے بنایا اپنا گھر اور بیشک تمام گھروں سے کمزور گھر البتہ مکڑی کا گھر ہوتا ہے اگر ان لوگوں کو

یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَیْءٍ ؕ وَ ہُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۴۲﴾

سمجھ ہوتی ﴿۴۱﴾ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جنکو یہ پکارتے ہیں اسکے سوا کوئی چیز بھی اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے ﴿۴۲﴾

وَ تِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُہَا لِلنَّاسِ ۚ وَ مَا یَعْقِلُہَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ

اور یہ مثالیں ہیں جنکو ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کیلئے اور نہیں سمجھتے انکو مگر علم والے لوگ ﴿۴۳﴾ اللہ نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو

وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۴﴾

حق کے ساتھ، بیشک اسمیں البتہ نشانی ہے ایمان لانے والوں کیلئے ﴿۴۴﴾

﴿۳۱﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ ... الخ ربط آیات:... تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں بقیہ داستان حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام اس کے بعد شعیب علیہ السلام اور پھر تبصرہ۔

خلاصہ رکوع ❹ ... ملائکہ کی آمد، ملائکہ کا مکالمہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مکالمہ، جواب مکالمہ از ملائکہ، حضرت لوط اور متبعین کی کامیابی، حضرت لوط علیہ السلام کی خدمت میں ملائکہ کی آمد، حضرت لوط علیہ السلام کے لئے تسلی، ملائکہ کی آمد کا مقصد، داستان لوط علیہ السلام کی حکمت، حضرت شعیب کی رسالت، حضرت شعیب کی تبلیغ، تکذیب مخالفین، گرفت خداوندی، کیفیت ہلاکت، عاد و ثمود کی ہلاکت، قارون فرعون اور ہامان کی ہلاکت، حضرت موسیٰ کی تبلیغ، عجز ماسوا اللہ، سبب گرفت، تفصیل گرفت و تبصرہ، دلیل عقلی برائے تردید مشرکین، مکڑی کی غیر اللہ کے ساتھ وجہ تشبیہ، وسعت علم باری تعالیٰ، شفقت خداوندی، مستفیدین من الامثال، خالقیت باری سے مستحق للعبادۃ پر استدلال۔

ماخذ آیات ۳۱: تا ۴۴+

ملائکہ کی آمد : امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ خلاصہ تفسیر میں لکھتے ہیں : اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو تباہ کرنے سے پہلے وہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بیٹے کی خوشخبری دینے کے لئے بھیجے۔ کیونکہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روحانی اولاد ہیں، اور ان کی امت کو تباہ کرنے کے لئے جارہے ہیں، تو گویا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل روحانی منقطع ہورہی ہے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اس لئے ان کی دل جوئی مقصود ہے، لہٰذا ایک روحانی اولاد کو ختم کرنے سے پہلے بہترین روحانی اور جسمانی اولاد کی خوشخبری انہیں دی جارہی ہے۔ واللہ اعلم

قَالُوْۤا اِنَّا مُہْلِکُوْۤا اَہْلِ ہٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الخ ملائکہ کا مکالمہ : ہم اس بستی سدوم پر عذاب نازل کرنے والے ہیں، چنانچہ وہ بستی الٹ دی گئی اور غیبی پتھروں سے اس بستی پر سنگباری کی گئی۔ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّ فِیْہَا الخ ابراہیم علیہ السلام کا مکالمہ۔

قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ الخ جواب مکالمہ از ملائکہ۔ لَنُنَجِّیَنَّہٗ ... الخ حضرت لوط علیہ السلام اور متبعین کی کامیابی۔

﴿۳۳﴾ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا ... الخ حضرت لوط علیہ السلام کی خدمت میں ملائکہ کی آمد : فرشتے بہت حسین جوانوں کی شکل میں آئے تھے۔ اور حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو انسان سمجھا اور اپنی قوم کی نامعقول حرکت کا خیال آیا۔ وَقَالُوْا لَا تَخَفْ الخ حضرت لوط علیہ السلام کیلئے تسلی : فرشتوں نے آپ سے کہا آپ کسی قسم کا اندیشہ نہ کریں اور نہ غمگین ہوں۔

﴿۳۴﴾ ملائکہ کی آمد کا مقصد : انہوں نے کہا ہم انسان نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے فرشتے ہیں اس بستی کے رہنے والوں پر عذاب لانے والے ہیں۔ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ تَّرَکْنَا مِنْہَاۤ ... الخ داستان لوط علیہ السلام کی حکمت : اور ہم نے اس بستی کے کچھ نشان اب تک رہنے دیئے ہیں، ان لوگوں کی عبرت کے لئے جو عقل رکھتے ہیں چنانچہ اہل مکہ سفر شام میں ان ویران مقامات کو دیکھتے

تھے، اور جو اہل عقل تھے وہ منتفع ہوتے تھے کہ ڈر کر ایمان لے آئے تھے۔ (بیان القرآن)

④ داستان حضرت شعیب علیہ السلام

﴿۳۶﴾ حضرت شعیب علیہ السلام کی رسالت۔ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ الخ حضرت شعیب کی تبلیغ : حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت حق کا پیغام پہنچایا۔ ﴿۳۷﴾ تکذیب مخالفین : مگر انہوں نے جھٹلایا۔ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ الخ گرفت خداوندی۔ فَاَصْبَحُوْا الخ کیفیت ہلاکت۔

﴿۳۸﴾ عاد و ثمود کی ہلاکت:... وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ... الخ استبصار سے مشتق ہے جو بصیرت کے معنی میں ہے، اور مستنصر بمعنی مبصر مراد یہ ہے کہ یہ لوگ کفر و شرک پر اصرار کر کے عذاب میں اور ہلاکت میں مبتلا ہوئے، یہ لوگ بیوقوف اور دیوانے نہ تھے بلکہ دنیا کے کاموں میں بڑے مبصر اور ہوشیار تھے، مگر ان کی عقل اور ہوشیاری اسی مادی دنیا میں مقید ہو کر رہ گئی تھی، یہ نہ پہچان سکے کہ نیک و بد کی جزاء و سزا کا کوئی دن آتا ہے۔ اور بعض ائمہ تفسیر نے اس کا یہ مطلب بتلایا ہے کہ یہ لوگ آخرت پر ایمان اور دل سے یقین رکھتے اور حق کو خوب سمجھتے مگر دنیوی اغراض نے انکار پر مجبور کر رکھا تھا۔

﴿۳۹﴾ قارون فرعون اور ہامان کی ہلاکت۔ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ... الخ حضرت موسیٰ کی تبلیغ: ان تینوں کے پاس موسیٰ علیہ السلام دلیلیں لے کر آئے تھے۔ وَمَا كَانُوْا سَابِقِيْنَ : عجز ما سوا اللہ : پھر ان لوگوں نے زمین میں سرکشی کی اور ہمارے عذاب سے بھاگ نہ سکے۔ ﴿۴۰﴾ سبب گرفت:... تو ہم نے ان پانچوں میں سے ہر ایک کو اس کے گناہ کی سزا میں پکڑ لیا۔

مَنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا... الخ تفصیل گرفت و تبصرہ:... "حاصبا" کے دو معنی ہیں اگر اس سے مراد تیز تند ہوا ہے تو پھر اس سے مراد قوم عاد ہے۔ (بیان القرآن)

اور اگر اس کا معنی سنگباری ہے تو پھر اس سے مراد قوم لوط ہے۔ (معالم التنزیل: ص:۱۰۲ ج۔۳)

وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ : اور ان میں سے بعض کو سخت آواز سے پکڑا جیسے قوم ثمود جن کی طرف صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا ہے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ الخ اور ان میں سے بعض کو زمین میں دھنسایا گیا ہے جیسے قارون مع اپنے خزانوں کے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا، اور ان میں سے بعض کو غرق کیا جیسے قوم نوح اور فرعون جو اپنے لشکر کے ساتھ غرق ہوا۔
(معالم التنزیل۔ ص۔ ۴۰۲۔ ج۔۳)

﴿۴۱﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ الخ دلیل عقلی برائے تردید مشرکین : اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی پرستش کرنے والوں، اور ان پر اعتماد کرنے والوں کی مثال مکڑی کے اس جالے سے دی ہے جو کہ نہایت کمزور ہے، نہ گرمی سے بچائے اور نہ سردی سے بچائے نہ کوئی اور اس کو فائدہ دے سکتا ہے نہ نقصان۔ اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں پر یا کسی اور انسان وغیرہ پر بھروسہ کرتے ہیں ان کا بھروسہ ایسا ہی ہے جیسا یہ مکڑی اپنے جالے کے تاروں پر بھروسہ کرتی ہے۔

مکڑی کی غیر اللہ کے ساتھ وجہ تشبیہ:... ایک وجہ تشبیہ یہ ہے کہ مکڑی اکثر و بیشتر جالا بناتی ہے مکان کے نیچے یا درخت وغیرہ کے نیچے، اس احمق سے پوچھو اتنی بڑی عمارت تیرے لئے کافی نہیں الگ اپنے لئے جالا بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی طرح مشرک رب کو مان کر نیچے اپنے لئے سہارا تلاش کرتا ہے اس کی کیا ضرورت ہے؟ یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔

دوسری وجہ:... یہ ہے کہ جو مکڑی اپنے لئے مکان بناتی ہے اس کے لئے مٹی اور مواد باہر سے نہیں جمع کرتی بلکہ اس مکان کا سارا مواد اپنے پیٹ سے نکالتی ہے، لعاب وغیرہ سے اسی طرح مشرک کے پاس خارج اور نفس الامر میں کوئی دلیل نہیں وہ جو کچھ نکالتا ہے صرف اپنے پیٹ سے نکالتا ہے۔ غیر اللہ کی پوجا کرنے والوں کو اس مثال پر غور و فکر کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین۔ حکماء کا قول ہے کہ مکڑی کے آٹھ پاؤں اور چھ آنکھیں ہوتی ہیں اور اس کے اندر ایک زہریلا مادہ بھی ہوتا ہے اور زہر عنکبوت آدمی کو ہلاک کرڈالتا ہے۔ اسی طرح مشرکین ہر طرف دوڑتے ہیں اور ان کی نظریں چکا چوند ہیں اور اندر شرک کا زہریلا مادہ ہوتا ہے جو ان کی تباہی کا باعث بنتا ہے۔ (معارف القرآن؛ ص:۷۰۸؛ ج۔۶۔م، ۱،کا)

﴿۴۲﴾ وسعت علم باری تعالیٰ: اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کی حقیقت اور ضعف کو جانتا ہے جس جس کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں وہ ساری چیزیں نہایت ضعیف اور کمزور ہیں۔

﴿۴۳﴾ شفقت خداوندی:۔۔۔ چونکہ ہم ان چیزوں کی حقیقت کو جانتے ہیں اس لئے ہم قرآن کریم میں مثالیں بیان کرتے ہیں ان میں سے ایک مثال یہ بھی مذکور ہے لوگوں کو سمجھانے کے لئے۔ وَمَا یَعْقِلُهَآ۔۔۔ الخ مستفیدین من الامثال : مگر علم رکھنے والے مثالوں کو سمجھتے ہیں۔ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عالم وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلام میں غور وفکر کرے اور اس کی اطاعت میں عمل کرے اور حق تعالیٰ شانہ کو ناراض کرنے والے کاموں سے بچے۔
(معالم التنزیل۔ص۔۴۰۲۔ج۔۳)

عالم سے مراد علم میں رسوخ رکھنے والے اور اشیاء میں ان کی حقیقت کے مطابق غور وفکر اور تدبر کرنے والے ہیں۔

محی السنۃ نے اپنی سند سے حضرت جابرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ ارشاد فرمائی اور فرمایا۔ ''عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عقل دیا جائے پھر اس کی طاعت کے مطابق عمل کرے اور اس کی ناراضگی کے اعمال سے اجتناب کرے۔'' (روح المعانی۔ص ۹۳ ۴ جلد ۲۰) گویا اس آیت سے معلوم ہوا کہ علم کی علامات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ مثالوں میں تدبر کرے اور انہیں سمجھنے کی کوشش کرے۔

﴿۴۴﴾ خالقیت باری سے مستحق للعبادۃ پر استدلال : کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو مناسب طور پر بنایا ہے یہ چیزیں اس کی استحقاق عبادت پر بڑی دلیل ہیں۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ

آپ پڑھ کر سنائیں وہ چیز جو وحی کی گئی ہے آپکی طرف کتاب سے اور قائم کریں نماز کو بیشک نماز روکتی ہے بے حیائی اور برائی سے

وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ

اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۴۵﴾ اور نہ جھگڑا کرو تم (اے اہل ایمان) اہل کتاب کیساتھ

اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ

مگر اس طریقے سے جو بہتر ہو ہاں مگر وہ جو ظالم ہیں۔ ان میں سے اور کہو تم کہ ایمان لائے ہم اس چیز پر جو اتاری گئی ہے

اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ

ہماری طرف اور جو اتاری گئی ہے تمہاری طرف ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسکی فرمانبرداری کرنیوالے ہیں ﴿۴۶﴾ اور اسی طرح اتاری ہمنے آپکی طرف کتاب

الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰۤؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ

پس وہ لوگ کہ جنکو ہم نے کتاب دی ہے، ایمان رکھتے ہیں اس پر اور ان (مشرکین) میں سے بھی ایمان رکھتے ہیں اس پر اور نہیں انکار کرتے

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا

ہماری آیتوں کا مگر کافر لوگ ﴿۴۷﴾ اور نہیں تھے آپ پڑھتے اس سے پہلے کوئی کتاب اور نہ لکھتے تھے اسکو

تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٤٨﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ

اپنے دائیں ہاتھ سے اسوقت البتہ شک کرتے باطل پرست لوگ ﴿۴۸﴾ بلکہ یہ تو آیتیں ہیں صاف ان لوگوں کے سینوں میں جنکو علم دیا گیا ہے

اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ

اور نہیں انکار کرتے ہماری آیتوں کا مگر ظالم لوگ ﴿۴۹﴾ اور کہا ان لوگوں نے کیوں نہیں اتاری جاتیں اس پر نشانیاں اسکے رب کی طرف سے

رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٥٠﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ

آپ کہہ دیجئے بیشک نشانیاں اللہ کے پاس ہیں اور بیشک میں تو کھول کر ڈر سنانیوالا ہوں ﴿۵۰﴾ کیا ان کیلئے یہ کافی نہیں ہے کہ بیشک ہمنے

اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥١﴾ ع ۵

اتاری ہے آپ کی طرف وہ کتاب جو برابر انکو پڑھ کر سنائی جاتی ہے بیشک اسمیں البتہ رحمت اور نصیحت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں ﴿۵۱﴾

رسالت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۴۵﴾ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ... الخ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں توحید اور شرک کی تردید کے لئے ایک واضح مثال دی گئی تھی چونکہ مثال سے بات کی حقیقت خوب واضح ہوتی ہے اب ایسی واضح مثال کے بعد جو نہ مانے تو طبعی طور پر کوفت ہوتی ہے تو اللہ نے یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ذکر کر کے آپ کو اپنے فرائض کی طرف متوجہ کیا ہے کہ آپ ان کی طرف دھیان نہ کریں بلکہ اپنے کام میں لگے رہیں۔ انسان کا مزاج ہے کہ جب ایک کام میں مصروف ہو جائے تو دوسری طرف سے توجہ خود بخود ہٹ جاتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتوں سے متاثر نہ ہوں، نہیں مانتے تو نہ مانیں۔

خلاصہ رکوع ۵... فرائض خاتم الانبیاء، اقولی تبلیغ، ۲ فعلی تبلیغ ۳، فوائد نماز، اہل کتاب سے طریق مناظرہ، یعنی اہل کتاب سے گفتگو کا طریقہ۔ معاندین کے ساتھ شدت کی اجازت، طریق کامیابی مہذب طریقہ، صداقت قرآن، مستفیدین من القرآن، بعض مشرک منصفین کے ایمان کا بیان، دلیل عقلی سے منکرین رسالت کے شبہ کی تردید، فضائل قرآن، منکرین رسالت کا شکوہ، جواب شکوہ اجمالی، و تفصیلی۔ ماخذ آیات ۴۵: تا ۵۱+

فرائض خاتم الانبیاء:... اس آیت میں دعوت الی اللہ کا ایک مختصر جامع نسخہ بتایا گیا ہے جس پر عمل کرنے سے پورے دین پر عمل کرنے کے راستے کھل جاتے ہیں، وہ نسخہ تلاوت قرآن کریم یہ قولی تبلیغ ہے اور اقامت نماز یہ فعلی تبلیغ ہے اور ذکر اللہ ہے۔ اولاً: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی امت کے لیے عملی نمونہ ہے۔ ثانیاً: امت کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب ہے، اس سے امت کے لیے عمل کرنے کی زیادہ رغبت پیدا ہوگی۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ... الخ فوائد نماز:... کہ نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ ایک شبہ اور اس کا جواب:... شبہ یہ ہے کہ ہم بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ نماز کے پابند ہونے کے باوجود بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں جو بظاہر اس آیت کے خلاف ہے؟

جواب:... حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ نماز کے منع کرنے کا مطلب صرف حکم دینا نہیں ہے بلکہ نماز میں بالخاصہ یہ اثر بھی

ہے کہ اس کے پڑھنے والے کو گناہوں سے بچنے کی توفیق ہو جاتی ہے اور جس کو توفیق نہ ہو تو وہ غور کرنے سے ثابت ہو جائے گا کہ اس کی نماز میں کوئی خلل تھا اور اس نے اقامت صلوۃ کا حق ادا نہیں کیا، اور اقامت صلوۃ کی تشریح سورۃ البقرہ کی آیت ۳ میں دیکھ لیں۔ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ سے مراد حافظ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے ذاکر بندوں کا ذکر فرشتوں کے مجمع میں کرتا ہے بندوں کو اللہ کا یاد کرنا بہت بڑی نعمت ہے۔ (معارف القرآن۔ص۔۶۹۸۔ج۔۶۔م،ش،د)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں! قرآن کریم کی تلاوت دل کو منور کرتی ہے، اور دل سے جہالت کی ظلمت کو دور کرتی ہے، اور نماز دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور عظمت پیدا کرتی ہے، اور معصیت سے نفرت دلاتی ہے، جس کا ثمرہ قرب الٰہی ہے، اور ذکر دل سے اللہ تعالیٰ کی غفلت کو دور کرتا ہے، اور دل کی اصل بیماری اللہ تعالیٰ سے غفلت ہے۔ (معارف القرآن)

اللہ کا ذکر بڑا ہونے کی دو تفسیریں: علماء تفسیر نے "وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ" کے دو معنی بیان کیے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا تمہارا ذکر کرنا زیادہ اہم اور بڑا ہے بہ نسبت تمہارے اس کا ذکر کرنے کے کہ اس کا ذکر کرو۔ دوسرے یہ کہ تمہارے تمام اعمال و اذکار میں اللہ تعالیٰ کا ذکر باعتبار ثواب و افضلیت کے زیادہ بڑا عمل ہے۔ یہ دونوں تفسیریں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہیں۔

ابن جریر طبریؒ نے مزید کچھ اقوال ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ان تمام اقوال میں سے پہلا قول زیادہ راجح ہے کیونکہ یہ صحابہؓ کے اقوال سے مؤید ہے۔ یعنی یہ بات کہ تم بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہو اور وہ بھی تمہارا ذکر کرتا ہے اور اس کا ذکر کرنا زیادہ بڑی بات اور زیادہ اہم ہے۔ ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ، عکرمہؒ، مجاہدؒ کا یہی مختار قول ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ: "بلاشبہ آیت کے الفاظ ان دونوں معانی کا احتمال رکھتے ہیں لیکن دوسرے معنی پر آیت زیادہ دلالت کرتی ہے۔ یعنی انسان کے تمام اعمال میں ذکر اللہ سب سے بڑا عمل ہے۔ کیونکہ ذکر عام ہے خواہ ذکر لسانی ہو یا قلبی یا عملی یا جوارح سے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی تمام عبادات ذکر میں داخل ہوں گی۔"

﴿۴۶﴾ وَلَا تُجَادِلُوٓا أَهْلَ الْكِتٰبِ... الخ اہل کتاب سے طریق مناظرہ:... یعنی اہل کتاب سے بحث مباحثہ کی نوبت آئے تو احسن طریقہ سے یعنی دلائل اور براہین سے ان پر حق واضح کرو اور سخت بات کا جواب نرم الفاظ سے غصہ کا جواب بردباری سے دو "إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا" مگر جو ان میں سے بے انصاف ہیں، تمہاری نرم گفتگو اور دلائل واضحہ کے مقابلہ میں ضد اور ہٹ دھرمی پر اترے ہوئے ہیں تو پھر وہ اس اخلاق حسنہ کے لائق نہیں ہیں، بلکہ انہیں انہی کے الفاظ میں جواب دینا جائز ہے، مگر پھر بھی پہلا طریقہ احسن ہے۔ وَقُولُوٓا اٰمَنَّا... الخ... طریق کامیابی مہذب طریقہ۔ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ... الخ حصر الالوہیت باری تعالیٰ یعنی اتفاقی نظریہ۔

الحاصل: بعض مفسرینؒ کی رائے ہے کہ اس آیت میں اہل کتاب سے مجادلہ سے منع کیا گیا ہے لیکن بعد میں یہ آیت مبارکہ:

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ (سورۃ توبہ: آیت ۲۹)

سے منسوخ ہو گئی۔ کیونکہ جب قتال کا حکم دیا گیا تو اس سے بڑھ کر مجادلہ کیا ہوگا۔ لیکن اس کے برعکس کچھ مفسرین کی رائے ہے کہ یہاں نسخ وغیرہ نہیں ہے، آیت منسوخ نہیں ہے اس لیے کہ آیت میں جدال سے مناظرہ (بحث مباحثہ) مراد ہے، قتال اور لڑائی نہیں۔ بعض جلیل القدر علماء کی رائے ہے کہ یہاں نسخ وغیر نسخ کا کوئی مسئلہ نہیں، کیونکہ یہ آیت دعوت کے اوائل و ابتدائی دور کے احکام پر مبنی ہے جس میں مجادلہ بالحسنیٰ کا حکم دیا گیا ہے۔ جو بہر حال قتال پر مقدم ہوتی ہے پس نسخ لازم آتا ہے اور نہ ہی قتال کے معنی کو بالکلیہ معدوم کرنا لازم آتا ہے۔ (کذا فی روح المعانی ص ۶: جلد ۲۱)

آیتِ بالا میں مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اہل کتاب پر واضح کر دیں کہ وہ کتب سابقہ (تورات وانجیل وغیرہ) پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور قرآن پر بھی۔

اسرائیلی روایات کے متعلق ایک اصول: اگر اہل کتاب کوئی ایسی خبر دیں جس کے صدق و کذب کا ہمیں علم نہ ہو تو ہم نہ اس کی تکذیب کریں گے کیونکہ اس کا حق ہونا ممکن ہے، نہ ہی ہم اس کی تصدیق کریں گے کیونکہ اس کا کذب ہونا بھی ممکن ہے۔ البتہ ہم اس پر مجمل اور معلق ایمان رکھیں گے کہ اگر یہ خبر حقیقت میں ویسی ہے جیسی نازل ہوئی تھی نہ اس میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے نہ تاویل تو ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

امام بخاریؒ نے اپنی سند سے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ: اہل کتاب تورات عبرانی زبان میں پڑھتے تھے اور مسلمان کے لیے عربی میں اس کی تفسیر بیان کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب، بلکہ یوں کہو: ''ہم ایمان لائے اس کتاب پر جو ہماری طرف نازل کی گئی (یعنی قرآن پاک پر) اور ان کتب پر بھی جو تمہاری طرف نازل کی گئی (تورات و زبور و انجیل وغیرہ) ہمارا اور تمہارا معبود ایک (اللہ) ہی ہے، ہم اس کے حکم بردار ہیں۔''

(ابن کثیر۔ج۔۶۔ص۔۱۷۱)

کعب احبارؒ کی روایات کا حکم: ابن کثیرؒ نے فرمایا: پھر یہ جان لو کہ اہل کتاب کی اکثر و غالب روایات کذب اور بہتان ہیں، اس لیے کہ ان (کی کتب) میں تحریف، تبدیلی اور تغیر و تاویل بہت ہو چکی ہے۔ ان میں اول تو صدق بہت کم ہے اور اگر وہ روایات صحیح (تحریف سے پاک) بھی ہوں تب بھی ان سے فائدہ بہت ہی کم ہے (کیونکہ اہل اسلام کے فوائد کی تمام باتیں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن و حدیث میں بیان فرمادی ہیں)۔

چنانچہ ابن جریرؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''تم اہل کتاب سے کچھ دریافت مت کیا کرو، وہ تمہاری رہنمائی ہرگز نہ کریں گے کیونکہ وہ خود گمراہ ہو چکے ہیں۔''

مواعظ ونصائح

دوسروں کی اصلاح کے لیے ان کی تعریف ضروری ہے: دوسروں کی غلطی کی اصلاح کرنے کے لیے آپ کو ملائم اور دلنشین پیرایہ بیان اختیار کرنا چاہیے۔ ان کا ادب و احترام ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اور ان کی رائے کو مناسب وزن دینا چاہیے۔

باتوں باتوں میں ان سے یہ کہنا چاہیے کہ میں یہ ناصحانہ باتیں اس لیے کر رہا ہوں کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ مخلصانہ نصیحت سنتے ہیں اور بخوشی قبول کرتے ہیں۔ ہمارے رسول کریم ﷺ بھی کسی کو نصیحت کرنے سے پہلے ایسے اچھے جملے استعمال فرماتے تھے کہ مخاطب بڑے شوق سے وہ نصیحت قبول کر لیتا تھا۔

حضرت معاذؓ کو دعا سکھائی: ایک مرتبہ آپ نے چاہا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو نماز کے بعد پڑھنے کے لیے ایک دعا سکھائیں تو آپ نے حضرت معاذؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اے معاذ! میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ لہٰذا تم ہر نماز کے بعد یہ دعا ضرور پڑھا کرو: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ۔ (یا اللہ! مجھے اس بات کی توفیق عطا فرما کہ میں تیرا ذکر کرتا رہوں اور تیرا شکر ادا کرتا رہوں اور تیری عبادت اچھی طرح کرتا رہوں)

آپ خود سوچئے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو جملہ شروع میں فرمایا کہ: ''واللہ! میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں'' اس کا آپ کے اگلے ناصحانہ جملہ سے کیا تعلق ہے؟ ایسا جملہ تو اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی یہ کہنا چاہیے کہ ''میں اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کرنا چاہتا

ہوں یا میں تمہیں کچھ مال دینا چاہتا ہوں، یا تمہاری دعوت کرنا چاہتا ہوں۔"
لیکن ہر نماز کے بعد پڑھنے کی دعا سکھانے سے پہلے ایسا جملہ کہنے کا مقصد غور طلب ہے۔ آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ آپ کے اس جملہ ("میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں") کے فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ آپ ان کو نصیحت قبول کرنے کے لیے تیار کرسکیں۔
جب اس جملہ سے حضرت معاذؓ کا دل خوش اور مطمئن ہو گیا تو آپ نے ان کو نصیحت فرمائی۔ یہ طرز عمل رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک بار استعمال نہیں فرمایا، بلکہ آپ لوگوں کو انفرادی طور پر نصیحت کرتے وقت اکثر یہی طریقہ اختیار فرماتے تھے۔
عبداللہ بن مسعودؓ کو تشہد سکھایا: ایک مرتبہ آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں لیا اور اس کے اوپر اپنا بایاں ہاتھ رکھا جیسے بہت پیار و محبت میں کرتے ہیں، پھر فرمایا: "اے عبداللہ! جب تم نماز میں تشہد کے وقت بیٹھو تو یہ پڑھا کرو:
اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس دعا کو خوب یاد کرلیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے کئی سال بعد بھی وہ فخریہ بیان کرتے تھے کہ "رسول اللہ ﷺ نے جب مجھے تشہد سکھایا تو اس وقت میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں رکھ کر پکڑے رہے تھے۔"
حضرت عمرؓ کی تعریف: ایک دن رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ جب کعبہ کا طواف کرتے ہوئے حجر اسود پر پہنچتے ہیں تو لوگوں کو دھکیل کر آگے بڑھ جاتے ہیں اور پھر حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ بڑے طاقتور اور مضبوط بدن والے تھے۔ بعض اوقات کمزور لوگ ان کی دھکیل میں آجاتے تھے۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو نصیحت کرنی چاہی تو آپ نے ان کو نصیحت قبول کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے وہی طریقہ استعمال فرمایا، آپ نے فرمایا: "اے عمر! تم بہت طاقتور اور مضبوط آدمی ہو۔"
حضرت عمرؓ آپ کا یہ تعریفانہ جملہ سن کر خوش ہوئے۔ پھر آپ نے فرمایا: "لہٰذا خیال رکھو، حجر اسود کے پاس جاتے وقت لوگوں کو دھکے نہ لگیں۔"
عبداللہ بن عمرؓ کو تہجد کی تلقین کا طریقہ: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو تہجد کی نماز پڑھنے کی تلقین کرنا چاہی تو (ان کی بہن ام المومنین حضرت حفصہؓ سے) فرمایا: "عبداللہ بڑا اچھا اور نیک آدمی ہے، کاش وہ تہجد کی نماز بھی پڑھا کرتا۔" ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا: "اے عبداللہ! تم فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا جس نے تہجد کی نماز پڑھنا چھوڑ دی۔" جی ہاں! رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے اسی طرح دلنشین انداز میں گفتگو فرماتے تھے، خاص طور پر اشراف اور باعزت لوگوں سے۔
سوید بن صامت کو طریق تبلیغ: مدینہ میں (اسلام پہنچنے سے پہلے) سوید بن صامت نامی ایک شخص تھا جو اپنی قوم میں بڑا صاحب عزت تھا۔ وہ شاعر بھی تھا اور اس کا شمار دانا لوگوں میں ہوتا تھا۔ اس کو حکماء کے اقوال یاد تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کو حکیم لقمان کے تمام مشہور اقوال از بر تھے۔ لوگ اس کی دانائی، حسب و نسب اور شاعری سے اس قدر متاثر تھے کہ اس کو "مرد کامل" کہا کرتے تھے۔ ایک دن وہ حج یا عمرہ کرنے مکہ میں آیا تو لوگوں میں اس کی آمد کی خبر پھیل گئی اور وہ اس سے ملاقات کو آنے لگے۔
رسول اللہ ﷺ کو بھی اس کی خبر پہنچی تو آپ نے بھی اس کے پاس جا کر اس کو اسلام کی دعوت دی اور اس کو بتایا میں اللہ کا رسول ہوں اور مجھ پر قرآن نازل ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور نصیحتیں اور حکمت کی باتیں ہیں۔
سوید نے کہا: "تمہارے پاس شاید اسی قسم کا کلام ہے جو میرے پاس بھی ہے؟" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے پاس کونسا کلام ہے؟" اس نے کہا: "میرے پاس لقمان کی کتاب ہے۔" یعنی حکیم لقمان کی حکمتیں۔ اگرچہ اس نے انسان کے کلام

کو اللہ کلام کے مقابلہ میں پیش کیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے نہ اس کی تحقیر کی اور نہ کوئی سخت الفاظ استعمال فرمائے۔ بلکہ فرمایا: ''وہ کلام مجھے سناؤ۔'' اب سوید نے حکیم لقمان کی حکمت کی باتیں جو اس کو یاد تھیں، آپ کو سنانا شروع کیں۔ آپ خاموشی سے سنتے رہے۔

جب سوید وہ کلام سنا چکا تو آپ نے فرمایا: ''ہاں یہ کلام بہت اچھا ہے۔'' پھر آپ نے سوید کا اشتیاق بڑھانے کے لیے فرمایا: ''لیکن میرے پاس جو کلام ہے وہ اس سے بھی اچھا اور افضل ہے۔ وہ قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمایا ہے۔ اس میں ہدایت کی باتیں ہیں، جیسے اندھیرے میں نور ہوتا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے اس کو قرآن مجید کی کچھ آیات پڑھ کر سنائیں اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ سوید خاموشی سے آیات قرآنی اور آپ کی باتیں سنتا رہا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات ختم کی تو سوید کے دل پر جو آپ کے کلام کا گہرا اثر ہوا تھا وہ اس کے چہرہ سے ظاہر ہو رہا تھا۔

اُس نے برملا کہا: ہاں! یہ تو بہت اچھا کلام ہے۔'' رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے بعد سوید مدینہ واپس چلا گیا، اس پر رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی باتوں کا ابھی تک گہرا اثر تھا۔ مدینہ واپس پہنچنے کے کچھ دن بعد ہی وہاں کے دونوں قبیلوں اوس اور خزرج کے مابین لڑائی شروع ہوگئی۔ سوید قبیلہ اوس سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کو قبیلہ خزرج والوں نے قتل کر دیا۔ یہ سب واقعات رسول اللہ ﷺ کے ہجرت مدینہ سے پہلے کے ہیں۔ اب معلوم نہیں کہ سوید نے اسلام قبول کیا یا نہیں؟ لیکن اس کی قوم کے بعض لوگ کہتے تھے کہ ہمارا خیال ہے کہ ''جب وہ قتل ہوا ہے تو وہ مسلمان تھا۔''

یہاں ہمارے لیے غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساتھ کیسا طرز عمل اختیار فرمایا۔ آپ نے اس سے کوئی سخت بات نہیں کی، بلکہ اپنے اخلاق سے اس کو اس قدر متاثر کیا کہ اس نے شوق سے آپ کی باتیں اور کلام الٰہی سنا اور ان کو دل میں رکھا۔

﴿۴۷﴾ وَكَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ... الخ صداقت قرآن:... اور اسی طرح ہم نے اتاری آپ پر کتاب۔ جس طرح ہم نے پہلے انبیاء پر کتابیں نازل کی۔ كما انزلنا اليهم الكتب۔ (معالم التنزیل: ص: ۴۰۴ج ۳)

اور قرآن مجید تمام کتب سماویہ کا خلاصہ اور لب لباب اور تمام علوم ہدایت کا عطر ہے اس پر ایمان لانا تمام کتب الٰہیہ پر ایمان لانا ہے اور اس کا انکار در پردہ تمام کتب الٰہیہ کا انکار ہے۔ فَالَّذِيۡنَ... الخ مستفیدین من القرآن۔

وَمِنۡ هٰۤؤُلَاۤءِ... الخ بعض مشرک منصفین کے ایمان کا بیان:... کہ وہ اس کتاب پر ایمان لے آتے ہیں خواہ خود سمجھ کر یا اہل علم کے ایمان سے استدلال کر کے اور دلائل کے واضح ہونے کے بعد، صرف ضدی کافر انکار کرتے ہیں۔

﴿۴۸﴾ وَمَا كُنۡتَ تَتۡلُوۡا مِنۡ قَبۡلِهٖ... الخ دلیل عقلی سے منکرین رسالت کے شبہ کی تردید: علامہ عثمانی رحمۃ اللہ اور دیگر مفسرین حضرات لکھتے ہیں انزول قرآن سے پہلے چالیس سال تک حضور ﷺ کی عمر مبارک ان ہی مکہ والوں میں گذری ہے یہ سب جانتے ہیں کہ آپ اس مدت میں نہ کسی استاد کے پاس علم حاصل کرنے کے لئے بیٹھے نہ کوئی کتاب پڑھی اور نہ ہاتھ میں قلم پکڑا اگر ایسا ہوتا تو پھر ان باطل پرستوں کو شبہ کرنے کی گنجائش ہوتی کہ اس نے کتب سابقہ پڑھ کر یہ باتیں نوٹ کر لی ہوں گی اب ان کو آہستہ آہستہ اپنے الفاظ میں ڈھال کر سنا دیتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے تمام لکھے پڑھے آدمی مل کر اور ساری مخلوق کی طاقت کو اپنے ہاتھ میں لا کر ایسی بے نظیر کتاب تیار نہیں کر سکتے مگر آپ کا امی ہونا مسلمات میں سے ہے تو اس میں مشرکین کے سرسری شبہ کی بھی جڑ کٹ گئی ہے۔

﴿۴۹﴾ بَلۡ هُوَ اٰيٰتٌ الخ فضائل قرآن:... فِىۡ صُدُوۡرِ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ: آنحضرت ﷺ پر جو وحی نازل ہوتی تھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے علماء اور حفاظ و قراء کے سینے اس کے الفاظ و معانی کے حفاظت کریں گے۔ اگر بالفرض دنیا سے تمام

قرآن ختم ہو جائیں تو ہر شہر میں حافظوں کے سینوں سے دوبارہ لکھا جا سکتا ہے، اس امت کے اوصاف میں سے ہے ان کے سینے قرآن کریم کے لئے تختی ہیں، گزشتہ آسمانی کتب حفظ نہ ہوتی تھیں، یہ کتاب حفظ سے باقی ہے اس پر مستزاد نعمت لکھنا ہے، آج ہم دنیا کی عیسائیت اور یہودیت سے برملا چیلنج کرتے ہیں کہ صرف ایک نسخہ توراۃ وانجیل کا صحیح پیش کر کے دکھائیں۔ تفصیل کے لئے سورۃ حجر کی آیت:۹: کے ذیل میں دیکھیں۔

﴿۵۰﴾ منکرین رسالت کا شکوہ:... وہ کہتے تھے آنحضرت ﷺ کو معجزات کیوں نہیں دیئے گئے۔

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ... الخ جواب شکوہ اجمالی : آپ کہہ دیں معجزات تو اللہ کے اختیار میں ہیں، اور میں تو کھول کر ڈرسنانے والا ہوں۔ ﴿۵۱﴾ جواب شکوہ تفصیلی:... اس آیت میں اللہ نے فرمایا کیا یہ معجزہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی امی پر قرآن نازل فرمایا، اس دلیل سے بھی ایماندار فائدہ اٹھائیں گے۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَالَّذِيْنَ

آپ کہہ دیجئے (اے پیغمبر!) کافی ہے اللہ تعالیٰ میرے درمیان اور تمہارے درمیان گواہ جانتا ہے وہ جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور وہ لوگ جو

اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۗ وَلَوْلَآ

باطل پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کی ذات کے ساتھ کفر کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جو نقصان اٹھانیوالے ہیں ﴿۵۲﴾ اور آپ سے جلدی مانگتے ہیں یہ لوگ عذاب اور اگر نہ ہوتا

اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ۗ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾

ایک مقررہ وقت تو البتہ پہنچتا انکے پاس عذاب اور ضرور آئیگا ان کے پاس اچانک اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی ﴿۵۳﴾ جلدی طلب کرتے ہیں آپ سے عذاب کو حالانکہ دوزخ گھیرنے

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۗ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ

والی ہے کفر کرنے والوں کو ﴿۵۴﴾ جس دن کہ ڈھانپ لیگا انکو عذاب اوپر سے اور

مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ يٰعِبَادِيَ

پاؤں کے نیچے سے بھی اور فرمائے گا وہ چکھو جو کچھ تم کام کیا کرتے تھے ﴿۵۵﴾ (ایمانداروں سے فرماتا ہے) اے میرے بندو!

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

جو ایمان لائے ہو بیشک میری زمین وسیع ہے پس خاص میری ہی عبادت کرو ﴿۵۶﴾ ہر ایک نفس چکھنے والا ہے موت کا مزہ پھر

ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ

ہماری طرف ہی تم سب لوٹائے جاؤ گے ﴿۵۷﴾ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم ضرور انکو ٹھکانہ جنت کے بالا خانوں میں دیں گے

غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾

جاری ہیں ان کے سامنے نہریں ہمیشہ رہنے والے ہونگے ان میں اچھا ہے بدلہ عمل کرنیوالوں کا ﴿۵۸﴾

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا

اور وہ جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں ﴿۵۹﴾ اور بہت سے زمین میں چلنے پھرنے والے جانور ہیں کہ نہیں اٹھاتے وہ اپنی روزی خود

اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٠﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اللہ ہی انکو روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی اور وہی ہے سننے والا اور جاننے والا ﴿۶۰﴾ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور

وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ

زمین کو اور کس نے مسخر کیا ہے سورج کو اور چاند کو تو یقیناً کہیں گے یہ لوگ کہ اللہ تعالیٰ نے پھر کدھر یہ لوگ پھیرے جاتے ہیں ﴿۶۱﴾ اللہ ہی کشادہ کرتا ہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾

روزی جس کیلئے چاہے اپنے بندوں میں سے اور تنگ کرتا ہے اس کیلئے (جس کیلئے چاہے) بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے ﴿۶۲﴾ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے اتارا

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا

ہے آسمان کی طرف سے پانی، پھر زندہ کیا ہے اس کے ساتھ (خشک) زمین کے بعد اسکے مردہ ہونے کے

لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٣﴾

تو یقیناً کہیں گے یہ لوگ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کہہ دیجئے سب تعریف اللہ کیلئے ہے بلکہ ان میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے ﴿۶۳﴾

﴿۵۲﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ... الخ ربط آیات : اوپر منکرین رسالت کے شبہ کا ذکر تھا کہ کفار نے کہا "لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ" کہ اس پر نشانیاں کیوں نہیں نازل ہوتیں؟ تو اب یہاں سے اس شبہ کے جواب کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا یہ قرآن میری صداقت کی نشانی نہیں ہے جو فصیح اور بلیغ ہے۔

خلاصہ رکوع ❻ ... آخری جواب اثبات رسالت پر شہادت خداوندی، وسعت علم باری تعالیٰ، دنیوی عذاب کا مطالبہ۔ ا۔ اور جواب مطالبہ، تاکیداً مطالبہ۔ ۲، وجواب مطالبہ، کیفیت عذاب، تذلیل مجرمین، ہجرت کی ترغیب، وعدہ موت، مہاجرین کے لئے بشارت اخروی، ازالہ شبہ، توحید پر دلیل عقلی الزامی، التزام شکر۔ ماخذ آیات ۵۲ تا ۶۳ +

آخری جواب اثبات رسالت پر شہادت خداوندی :... کعب بن اشرف نے کہا محمد (ﷺ) تمہارے رسول ہونے پر کون گواہ ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہی دینے پر کافی ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی گواہی یہی ہے کہ سچوں کو دن پر دن بڑھایا۔ اور جھوٹوں کو مٹایا ہے اور باطل سے مراد اللہ کا غیر اور شیطان کی عبادت ہے۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ ... الخ وسعت علم باری تعالیٰ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ نتیجہ منکرین۔

﴿۵۳﴾ دنیوی عذاب کا مطالبہ ❶ ... آپ سے عذاب جلدی آنے کی خواہش کرتے تھے۔ ولولا اجل الخ جواب مطالبہ: اور تم عذاب کو جلدی مانگتے ہو اگر تمہارے عذاب کا وقت (اللہ کے علم میں) متعین نہ ہوتا تو فوراً آجاتا یہ یاد رکھو تا کہاں عذاب آئے گا۔ نضر بن حارث کہتا تھا ہمارے اوپر آسمان سے پتھر کیوں نہیں برستے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم التنزیل، ص ۵۰۰ ج ۳)

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس امت کا عذاب یہی تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہونا پڑے اور فتح مکہ میں مکہ

کے لوگ بے خبر رہے کہ حضرت کا لشکر سر پر آ کھڑا ہوا۔

﴿۵۴﴾ تاکیداً مطالبہ۔ ... آپ ﷺ سے عذاب جلد آنے کی درخواست کا مطالبہ کرتے۔ جواب مطالبہ۔ بطور تاکید اس آیت میں فرمایا کہ چند روز مہلت میں دنیا کی زندگی بسر کرلو آئندہ تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے کوئی باقی نہیں رہے گا۔

﴿۵۵﴾ کیفیت عذاب:... تمہاری بداعمالی کے باعث عذاب نیچے اور اوپر سے آئے گا یعنی ہر طرف سے گھیر لے گا۔

وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا ... الخ تذلیل مجرمین:... اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو کچھ دنیا میں کرتے رہے اب اس کا مزہ چکھو یعنی عذاب کو برداشت کرو۔

فَائِدَہ: حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے! قیامت کا عذاب اچانک اس طرح ہوسکتا ہے کہ برزخ میں گو عذاب کا مشاہدہ ہے لیکن وہاں کا عذاب اور بھی اشد ہوگا اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا گو علم یقین ہو مگر عین الیقین کے مرتبہ کا انکشاف تو بغتۃ ہے "لقولہ تعالیٰ: اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ. واللہ اعلم (بیان القرآن)

﴿۵۶﴾ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ... الخ ترغیب ہجرت۔ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں کفار کا ذکر تھا "وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ" اب یہاں سے مؤمنوں کا ذکر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کمزور مسلمانوں سے فرماتے ہیں کہ اے میرے ایماندار بندو؟ میری زمین فراخ اور کشادہ ہے۔ کس لئے یہاں پڑے ہو باہر جاؤ اور اطمینان سے میری عبادت کرو۔ وطن چھوڑنا یوں بھی ایک آسان بات نہیں اس پر مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کی جدائی، اور اپنے دینی بھائیوں کا فراق شاق گذرتا تھا۔ اور تنگ دستی اور سفر کی مشقت کا بھی خیال گذرتا تھا۔ ان دونوں باتوں سے تسکین واطمینان کامل دلایا ہے۔

﴿۵۷﴾ وعدہ موت:... کہ آخر مر کر بھی تو یہ سب چیزیں چھوڑنی ہیں۔ اب باقی زندگی بھی اللہ تعالیٰ کے نام پر چھوڑ دو۔

فَائِدَہ:... اشاعت التوحید والے اس قسم کی آیات سے امام الانبیاء ﷺ کی وفات پر استدلال کرتے ہیں مگر ان کا یہ استدلال باطل ہے کیونکہ قرآن کریم میں کہیں بھی آپ ﷺ کی وفات کا ذکر نہیں البتہ وعدہ موت کا ذکر ضرور ہے مگر ہم اس کے منکر نہیں کیونکہ دنیا میں آپ ﷺ کو وفات آئی ہے مگر ہم اس حیات کے قائل ہیں جو آپ ﷺ کو قبر اور برزخ میں حاصل ہے جس کا اثبات احادیث متواترہ سے ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں سورۃ بقرہ، آل عمران، نمل وغیرہ)

﴿۵۸، ۵۹﴾ مہاجرین کیلئے بشارت اخروی:... ان آیات میں فرمایا کہ جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے اور مصائب پر صبر کرنے والے ہیں اور خدا پر توکل کرنے والے ہیں تو ان کی یہ جزائے خیر ہے۔

﴿۶۰﴾ ازالہ شبہ:... اس آیت میں فرمایا کہ ہجرت میں اگر رزق کا سوال پیش آئے تو یوں حل کرو کہ کتنے جاندار ایسے ہیں کہ وہ اپنے رزق اٹھائے پھر رہے ہیں اور کل کے لئے ذخیرہ کر رہے ہیں مگر روزانہ ان کو تازہ رزق ملتا ہے، اسی طرح تمہارے لئے رزق پہنچانے کا اللہ تعالیٰ کفیل ہوگا بلکہ یوں خیال کرو کہ جو یہاں دے رہا ہے وہ وہاں بھی دے گا، لہٰذا مہاجرین کو چاہئے کہ جو تمام نظم عالم کا خالق ہے اس پر بھروسہ رکھیں کیونکہ رزق کا اصل سر چشمہ وہی ہے بس وہ سب کو روزی دے گا جہاں جاؤ گے زمین وآسمان سورج چاند اسی کے ہونگے۔

﴿۶۱﴾ توحید پر دلیل عقلی الزامی واعترافی:... کفار مکہ کو خطاب ہے اور ان سے ہی توحید کا اقرار کرایا جا رہا ہے۔

﴿۶۲﴾ ازالہ شبہ:... کسی کو کم اور کسی کو زیادہ کیوں دیتا ہے؟ جواب: قبض وبسط رزق اسی کے قبضہ میں ہے۔

﴿۶۳﴾ دلیل عقلی اعترافی:... فرمایا اگر آپ ان منکرین توحید سے پوچھیں کہ آسمان سے کس نے پانی نازل کیا تو کہیں گے اللہ نے۔ اس میں اہل ایمان کو نصیحت ہے کہ خورد ونوش کی تمام چیزیں پانی سے پیدا ہوتی ہیں اور پانی اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے لہٰذا

جو اس ملک میں بارش نازل کرتا ہے جہاں ہجرت کر کے جاؤ گے وہاں بھی نازل کر سکتا ہے۔ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ... الخ التزام شکر۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ

اور نہیں ہے یہ دنیا کی زندگی مگر دل کا بہلانا اور کھیل اور بیشک آخرت کا گھر البتہ ہمیشہ زندہ رہنے کا مقام ہے

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ

اگر ان لوگوں کو سمجھ ہوتی ﴿۶۴﴾ پس جب یہ سوار ہوتے ہیں کشتی پر تو پکارتے ہیں اللہ کو خالص اسکی اطاعت کا عقیدہ رکھتے ہوئے پس جب وہ انکو نجات دیتا ہے

اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

خشکی کیطرف تو اچانک وہ شرک کرتے ہیں ﴿۶۵﴾ تا کہ وہ کفر کریں اس چیز کیساتھ جو ہم نے انکو دی ہے اور تا کہ وہ فائدہ اٹھالیں پس عنقریب وہ جان لیں گے ﴿۶۶﴾

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ

کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے کہ بیشک ہم نے بنایا ہے حرم کو امن کی جگہ اور اچک لئے جاتے ہیں لوگ اسکے ارد گرد سے کیا یہ باطل پر یقین رکھتے ہیں

وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ

اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں؟ ﴿۶۷﴾ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر افتراء باندھتا ہے جھوٹ یا جھٹلائے وہ سچی بات کو

بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا

جب وہ اسکے پاس آجائے کیا نہیں ہے جہنم ٹھکانا کفر کرنے والوں کا؟ ﴿۶۸﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے مجاہدہ کیا ہمارے

فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٦٩﴾

لئے ہم ضرور راہنمائی کریں گے انکی اپنے راستوں کی طرف اور بیشک اللہ تعالیٰ البتہ نیکی کرنے والوں کیساتھ ہے ﴿۶۹﴾

ع ۷ / ۴

﴿۶۴﴾ ربط آیات :... اوپر دلیل عقلی سے توحید کا اثبات اور شرک کا رد تھا، اب یہاں سے آخرت کا ذکر ہے کیونکہ یہ بنیادی عقیدہ ہے، اور آخرت پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔

خلاصہ رکوع ⑦ دنیا کی بے ثباتی، کیفیت مشرکین، نعمت نجات کی ناقدری، تذکیر بالآء اللہ سے مشرکین مکہ کو تنبیہ، حماقت مشرکین، بشارت اہل مجاہدہ۔ ماخذ آیات ۶۴: تا ۶۹ +

دنیا کی بے ثباتی :... اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر مہاجر فانی زندگی کی نعمتیں قربان کریں گے تو حقیقی زندگی آخرت کا نفع پائیں گے کاش کہ یہ بات ان مخالفین حق وصداقت کو بھی سمجھ میں آجائے۔

﴿۶۵﴾ کیفیت مشرکین :اس آیت میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کے مواقع انہیں بھی نصیب ہوتے ہیں مثلاً سمندر میں غرق ہونے کا جب خطرہ ہو تو سوائے اس کے اور کوئی ان کے کام نہیں آتا لیکن نجات پالنے کے بعد پھر شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔

﴿۶۶﴾ نعمت نجات کی ناقدری : اللہ تعالیٰ کے احسان کا انکار کر دیتے ہیں جو سمندر میں اس نے کیا تھا۔

وَلِيَتَمَتَّعُوا الخ امہال مجرمین :اب دنیا کی زندگی کا چندروزہ نفع اٹھالیں۔فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ : تخویف مشرکین آخرت میں سوائے عذاب کے اور کوئی چیز ان کے لئے نہیں ہے۔

﴿۶۷﴾ تذکیر بآلاء اللہ سے مشرکین مکہ کو تنبیہ :... کیا کفار مکہ پر ہمارا یہ احسان نہیں ہے کہ ان کے آس پاس کے لوگ ڈاکے مارتے بھی تھے لوٹتے بھی تھے اور ان کو نکال بھی دیتے تھے لیکن حرم میں رہنے والوں پر آنچ بھی نہ آتی تھی اللہ کے اس احسان کا تقاضا ہے کہ اس پر ایمان لائیں اور شرک کو چھوڑ دیں۔

﴿۶۸﴾ حماقت مشرکین :... ان جرموں سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے اور شومئ قسمت کے یہ کفار اس جرم میں مبتلا ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف شرکاء کی نسبت کرتے ہیں اور محمد ﷺ اور قرآن کریم کی تکذیب کرتے ہیں۔ (معالم التنزیل: ص:۲۰۸: ج۔۳)

﴿۶۹﴾ بشارت اہل مجاہدہ۔وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا الخ ربط آیات۔اوپر کفار کے راستے کا ذکر تھا کہ وہ جہنم کا راستہ ہے "اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ" اس کے مقابلے میں ایک دوسرے سیدھے راستے کی طرف اشارہ ہے، جو خاص بارگاہ کبریا میں جا پہنچتا ہے۔فرمایا "وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" کہ وہ ہمارے لئے کوشش کرتے ہیں، ہم ان کو اپنے پاس پہنچنے کے راستے بتلادیں گے، اور جب وہ ان راستوں پر چل پڑیں گے تو پھر کچھ غم کسی راستہ میں پیش آنے والی مصیبت کا نہیں ہوگا کیونکہ "وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ" اللہ نیک بختوں کے ساتھ ہے، پھر جب ہم ساتھ ہیں تو غم کیا ہے؟ نعم الطریق ونعم الرفیق۔

فَائِدَة: ❶ ... "جاهدوا فینا ای فی حقنا ومن اجل رضاء نا خالصا" یعنی ہمارے دربار فیض کے آثار کا دروازہ بند نہیں۔جو کوئی قصد کرے قصد بھی جھوٹا نہ ہو بلکہ جہاد یعنی پوری کوشش اور خوب جدوجہد سے ہو تو ہم خود ہی اس کے راستوں پر چراغ لے کر آملتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ بندے کا کام صرف کوشش کرنا ہے پھر منزل مقصود تک تو ہم ہی اس کو پہنچا دیتے ہیں۔ سُبُلَنَا۔ جمع کا صیغہ آیا ہے، کیونکہ سبیل کی جمع "سبل" ہے اور اسی لئے پھر "سبل" کو "نا" ضمیر کی طرف مضاف کر کے سب کو اپنا راستہ کہہ دیا، اس لفظ میں ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ مقاصد کی طرف اشارہ ہے اور دین کے سارے شعبے اور تقاضے اس میں شامل ہیں، اور اس میں جہاد اصغر اور جہاد اکبر دونوں کی طرف اشارہ ہے، بندے کی کوشش کی دیر ہے اللہ تعالیٰ کے فیض کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے، جس نے بھی آخرت کے لئے کوشش کی فوراً مبداء فیاض سے اس پر تجلی پڑی ہے۔

فَائِدَة: ❷ ... اس سورۃ کے آخر میں تین فرقوں کی طرف اشارہ ہے۔

پہلا فرقہ... ناقصین کا اس کا ذکر "وَمَنْ اَظْلَمُ" میں بیان فرمایا کہ یہ فرقہ اپنی استعداد کو نکمی باتوں میں صرف کر کے جہنم میں گیا۔

دوسرا فرقہ:... متوسطین کا اس کا ذکر "وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا" میں بیان فرمایا کہ یہ لوگ سیدھے راستے کے لئے محنت کرتے ہیں۔ان کی جدوجہد پر توفیق الٰہی ان کی راہنمائی کرتی ہے۔

تیسرا فرقہ:... کاملین کا اس کا ذکر "وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ" میں بیان فرمایا ہے یہ لوگ طبقہ علیا کے ہیں۔یہ لوگ پیدا ہوتے ہی اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں۔پہلے فرقے کے لوگ کفار و بت پرست ہیں جن کو اصحاب الشمال کہتے ہیں۔اور دوسرے فرقے کے لوگ صالحین و مؤمنین ہیں جن کو اصحاب الیمین کہتے ہیں۔تیسرے فرقے کے اولیاء کرام اور انبیاء علیہم السلام ہیں جن کو

"اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ" کہتے ہیں۔ الغرض جو لوگ ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر وصل کی راہیں آسان کر دیتا ہے اور نور بصیرت عطا کرتا ہے جس سے وہ جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر حقانی : ص ۱۱۱ : سورۃ عنکبوت طبع دیوبند)

الحمد للہ سورت عنکبوت کی تفسیر ختم ہوئی

وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین
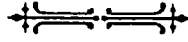
بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الروم

نام اور کوائف۔ اس سورۃ کا نام سورۃ الروم ہے جو اس سورت کی پہلی آیت "الروم" سے ماخوذ ہے یہ سورۃ تلاوت کے اعتبار سے ۳۰ ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۸۴ نمبر پر ہے، علامہ رقرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ سورۃ بالاتفاق مکی ہے۔ (قرطبی س ۴ ج ۱۴)

ربط آیات:۔۔۔ گزشتہ سورۃ کے آخر میں ظالموں کے ٹھکانے کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ: اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ الخ کہ ظالموں کا ٹھکانہ جہنم ہے اس سورۃ کے شروع میں ظالموں کی مغلوبیت کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ سَيَغْلِبُوْنَ الخ جو ظالم ہیں وہ مغلوب ہو جائیں گے۔

موضوع سورۃ:۔۔۔ امام الاولیاء حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس سورۃ کا موضوع غلبہ اسلام کا اعلان اور اس کے بعد دلائل غلبہ اور اصول غلبہ بتلائیں جائیں گے۔

خلاصہ سورۃ:۔۔۔ اہل ایمان کے لے بشارت، کفار کی سطحی نظر، دلائل غلبہ، متقین و مجرمین کے نتائج، تذکیرات ثلاثہ، اصول غلبہ، دنیا کے فساد کے علاج، تسلی خاتم الانبیاء، سماع موتی وغیرہ۔ واللہ اعلم

سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓ ﴿١﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿٢﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿٣﴾

الٓمّٓ ﴿۱﴾ مغلوب ہو گئے رومی ﴿۲﴾ قریب کی سرزمین میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آئیں گے ﴿۳﴾

فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۗ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿٤﴾

چند سالوں میں اللہ کے اختیار میں معاملہ پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اس دن خوش ہونگے ایمان والے ﴿۴﴾

بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٥﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ

اللہ کی مدد سے، وہ مدد کرتا ہے جس کی چاہے اور وہ زبردست اور رحم کرنے والا ہے ﴿۵﴾ یہ اللہ کا وعدہ ہے اللہ نہیں خلاف کرتا اپنے وعدے کا،

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦﴾ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ عَنِ

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۶﴾ جانتے ہیں وہ ظاہری دنیا کی زندگی کو

الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٧﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اور وہ آخرت سے غافل ہیں ﴿۷﴾ کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا اپنے نفسوں میں، نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں زمین اور جو کچھ انکے درمیان ہے

وَمَا بَيْنَهُمَآ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ

مگر حق کیساتھ اور ایک مقررہ مدت کیلئے، اور بیشک لوگوں میں سے بہت سے ایسے ہیں جو

رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ ﴿٨﴾ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ

اپنے رب کی ملاقات سے انکار کرنیوالے ہیں ﴿۸﴾ کیا یہ لوگ نہیں چلے پھرے زمین میں کہ دیکھتے کیسے ہوا انجام ان لوگوں کا

مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوٓا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَآ أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا

جو ان سے پہلے گذرے ہیں، وہ ان سے زیادہ طاقت والے تھے، انہوں نے زمین کو جوتا اور آباد کیا زیادہ اس سے جو

وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوٓا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٩﴾

انہوں نے آباد کیا ہے اور آئے انکے پاس انکے رسول کھلی نشانیاں لے کر، پس نہیں اللہ تعالیٰ کہ ان پر ظلم کرے بلکہ وہ لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ﴿۹﴾

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَٰٓـُٔوا السُّوٓأَىٰٓ أَن كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِءُونَ ﴿١٠﴾ ع

پھر جن لوگوں نے برائیاں کیں انکا انجام برا ہوا اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ انکے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے ﴿۱۰﴾

خلاصہ رکوع ❶ ... وقتی شکست، اطلاع خداوندی، پیشینگوئی اعلان غلبہ اسلام (۱،۲) نصرت الٰہی، ایفائے عہد الٰہی، کفار کی سطحی نظر، مضمون سابق کا تکملہ وتنبیہ۔ ۱۔ تذکیر بایام اللہ سے تنبیہ مشرکین۔ ۲۔ منکرین رسالت کا نتیجہ۔ ماخذ آیات ۲ : تا ۱۰+

﴿۲﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ : شان نزول :... آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ میں ہی تھے تو فارس اور روم والوں کی آپس میں جنگ ہوئی، تو فارس والے روم والوں پر غالب آگئے، اور مشرکین مکہ کو بھی یہی بات پسند تھی کہ اہل فارس اہل روم پر غالب آجائیں، کیونکہ فارس والے مکہ والوں کی طرح مشرک تھے، یہ بت پرست تھے، وہ آگ پرست تھے اور مسلمانوں سے کہنا شروع کردیا کہ تم بھی اہل کتاب ہونے کے دعوے دار اور رومی بھی، اسی طرح ہم فال نکالتے ہیں جس طرح آج ہمارے بھائی اہل فارس تمہارے بھائیوں پر غالب ہوئے، اسی طرح ایک دن ہم بھی تم پر غالب آئیں گے، اللہ تعالیٰ نے ان کا منہ بند کرنے کے لئے شروع کی آیات نازل فرمائیں اور اہل اسلام اور اہل روم کے لئے پیش گوئیاں فرمائیں۔

سَيَغْلِبُوْنَ : پیشینگوئی اعلان غلبہ اسلام۔ اطلاع خداوندی :... (۱) رومیوں کے غلبہ سے اعلان غلبہ برائے مؤمنین اپنے اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب ان پر غالب آجائیں گے۔ "فِيْ أَدْنَى الْأَرْضِ" قریب کی سرزمین میں اس سے سرزمین عرب مراد ہے کہ شام وفلسطین اور ایشیائے کوچک وغیرہ کے علاقے عرب سے قریب تھے۔ جس پر عیسائی مغلوب اور مجوسی غالب آگئے تھے، یہ پیشینگوئی کوئی معمولی نہ تھی، بلکہ دنیا میں کسی کے عقل وفہم میں بھی نہیں آسکتی، اس لئے کہ روم کی سلطنت بنسبت فارس کی چھوٹی سی تھی، اور فارس کی سلطنت ہزاروں سال سے ایک ہی خاندان میں چلی آرہی تھی، جن کے پاس فوج خزانے کی کوئی کمی نہ تھی، اور پھر یہ پیشینگوئی بالکل واضح الفاظ میں تھی جس میں کسی قسم کا اجمال نہیں تھا حق تعالیٰ نے فرمایا "سَيَغْلِبُوْنَ" میں لفظ سین قرب کو بتلا رہا ہے کہ عنقریب رومی غالب آجائیں گے۔

دوسری پیشینگوئی :... "بِضْعِ سِنِيْنَ" یعنی نو سال کے اندر اندر "بضع" کا اطلاق تین سے نو تک کے عدد پر ہوتا ہے مطلب

یہ ہے کہ نو سال کے اندر اندر رومی اپنا وقار بحال کرلیں گے، اسی طرح مسلمان بھی چند سال میں کامیاب ہوں گے اور کافر مغلوب ہوں گے، چنانچہ جس دن غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ ادھر اسی دن رومیوں کو ایرانیوں پر فتح ہوئی۔ (خلاصہ تفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ) لِلّٰهِ الْاَمْرُ... الخ یعنی پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا جس نے مغلوب کر دیا تھا اور مغلوب ہونے کے پیچھے بھی اللہ کو اختیار ہے جس سے غالب کردیگا "یَوْمَىِٕذٍ" حکمت غلبہ۔ اور اس دن مسلمان اللہ تعالیٰ کی اس امداد پر خوش ہوں گے جب اہل روم غالب آجائیں گے۔

﴿۵﴾ نصرت الٰہی : کیونکہ نصرت اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے جس کی چاہے کردے۔

﴿۶﴾ وَعْدَ اللّٰهِ الخ :ایفائے عہد الٰہی :... اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا کہ وہ اپنے بندوں کے ساتھ مدد کرتا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو کس طرح حرف بحرف پورا کیا کہ روم والوں کو فارس والوں پر غالب کیا، اس سے قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی صداقت روز روشن کی طرح واضح ہے۔

کیا کفار کی فتح پر مسلمانوں کا خوش ہونا جائز ہے؟ : اس کا ایک جواب یہ ہے کہ روم کی فتح کی جو بشارت آیات مذکورہ میں دی گئی تھی، دراصل ایک کافر قوم کی دوسری کافر قوم پر فتح کی بشارت تھی۔ لیکن اس کا مقصد مشرکین مکہ کے مقابلہ میں مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور دلجوئی تھی۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی کافر قوم کسی وجہ سے مسلمانوں کے زیادہ قریب ہو تو دوسرے کفار پر ان کی فتح پر مسلمانوں کا خوش ہونا جائز ہے کیونکہ یہاں پر رومی اہل کتاب ہونے کی بناء پر مسلمانوں سے نسبتاً قرب رکھتے تھے۔

﴿۷﴾ یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا ...الخ کفار کی سطحی نظر :... کافروں کی نظر صرف دنیا کے اسباب پر ہے، حق تعالیٰ شانہ کی طاقت کو نہیں جانتے، آج دیکھیں یہ لوگ معاشیات، سیاسیات سائنس ٹیکنالوجی، صنعت وحرفت وغیرہ سے تو خوب واقف ہیں یعنی عقل معاش میں تو سمجھ دار ہیں مگر عقل معاد یعنی آخرت سے بالکل ناواقف ہیں اور اس کے انجام سے سراسر بے خبر ہیں۔

وضاحت: اس آیت میں کفار کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے کہ یہ لوگ (کافر) دنیوی زندگی کی تو ظاہری معلومات رکھتے ہیں لیکن آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

دنیوی زندگی کی معلومات سے کیا مراد ہے؟ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ : "دنیا کے منافع اور نقصانات سے خوب واقف ہیں، زراعت کیا کریں؟ کھیتی کی کٹائی کب کریں؟ تعمیرات کیسے کریں؟ اس قسم کے امور کا خوب علم رکھتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی فائدہ وتاثیر نہیں۔

حضرت عکرمہؒ اور قتادہؒ سے بھی ایسی بات منقول ہے۔ اس آیت کی تشریح میں ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت حسن بصریؒ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ : "ان (اہل دنیا) کا حال یہ ہے کہ ان میں سے بعض ایسے ماہر ہیں کہ اپنے ناخن پر درہم پلٹائیں گے اور تمہیں اس کا وزن بتلادیں گے (یعنی بغیر وزن کیے ہوئے محض انگلی پر رکھ کر صحیح وزن بتادیں گے) لیکن نماز اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے۔"

آخرت سے غفلت کے ساتھ دنیاوی علوم وفنون میں مہارت جہالت ہے، اس آیت شریفہ سے ثابت ہوا کہ دنیاوی علوم وفنون، صنعت وحرفت میں مہارت اگر آخرت سے غفلت کے ساتھ ہو (جیسا دور حاضر میں اہنائے زمانہ کا حال ہے) تو یہ بڑا نقصان اور حماقت ہے۔ اہل بصیرت ودانش کی نظر میں اس مہارت وعلم کا ہونا نہ ہونا برابر ہے، عقل وحکمت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔
جو شخص ایسے لوگوں کو عقلاء اور حکماء کہتا ہے اس کی عقل پر تین حرف بھیجنے چاہئیں۔ اس لیے عقل مند و اہل دانش وہی لوگ ہیں

جوکھڑے، بیٹھے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور کائنات کی تخلیق میں غور وفکر اور تدبر کرتے ہیں۔
کہتے ہیں "اے ہمارے رب! یہ کائنات آپ نے بے فائدہ نہیں بنائی۔ اے ہمارے رب آپ بلند و برتر ہیں، پاک ہیں، ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے۔" پھر اللہ تعالیٰ نے آگے آیت نمبر ۹ میں ایسے دنیا پرست لوگوں کا انجام بد بھی بیان فرمایا ہے اس ارشاد میں: "کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کیسا انجام ہوا اُن لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے، قوت میں ان سے زیادہ تھے، انہوں نے زمین کو ان (موجودہ کفار) سے زیادہ آباد کیا تھا"۔

ایک عجیب نکتہ: تفسیر کشاف میں یہاں ایک عجیب نکتہ بیان کیا ہے، وہ یہ کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **"ولکن اکثر الناس لایعلمون"** (لوگوں کی اکثریت علم نہیں رکھتی) پھر فوراً فرمایا: **"یعلمون ظاھراً من الحیوٰۃ الدّنیا"**۔ یعنی صرف دنیا کے ظاہری اُمور کا علم رکھتے ہیں۔ نحوی ترکیب کے اعتبار سے "یعلمون" کو "لایعلمون" سے بدل بنایا جائے تو حاصل یہ ہوگا کہ کفار کا دنیاوی اُمور کو جاننا بھی نہ جاننے کی طرح ہے۔ یعنی وہ علم جو دنیا سے آگے نہ لے جائے جہل محض کے برابر ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ آیت مبارکہ میں دوسرا نکتہ یہ ہے کہ فرمایا گیا: "**ظاھراً من الحیوٰۃ الدّنیا**" یعنی دنیا کی زندگی کے ظاہری اُمور۔
لفظ "**ظاھر**" لا کر اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ دنیا کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ ظاہر تو وہ ہے جس کی طرف عام طور پر دنیا پرستوں اور مادہ پرستوں کی نگاہ رہتی ہے، یعنی اس کے عیش و عشرت اور لذتیں۔ جب کہ اس کا باطن یہ ہے کہ دنیا آخرت کا مجاز ہے، یعنی آخرت حقیقت ہے دنیا اس کی تیاری کا میدان عمل، جہاں اعمال صالحہ کر کے آخرت کی تیاری کی جاسکتی ہے۔
نیز "ظاہرا" کو نکرہ لانے میں بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ لوگ دنیا کے بہت سے ظواہر میں سے صرف ایک ظاہری پہلو کی طرف متوجہ ہیں بقیہ ظاہری اُمور سے بھی جاہل ہیں۔ اور بعض نے فرمایا: "کہ "ظاہراً" کے نکرہ لانے میں ان کے قلتِ علم کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دنیا کے ظاہری علوم سے بھی تھوڑا واقف ہیں۔" (کذا فی الکشاف والنیشابوری)

دنیا میں غلبہ اور دوسروں سے زیادہ مال و دولت رکھنا مقبول ہونے کی علامت نہیں: شاہ عبدالقادر دہلویؒ موضح القرآن میں فرماتے ہیں کہ: "اہل دنیا کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی کا ظاہری غلبہ دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں یہ اللہ کا مقبول بندہ ہے کیونکہ اگر یہ اللہ کے نزدیک مقبول نہ ہوتا تو اللہ اس کو دنیا میں غلبہ، فتح و نصرت عطا نہ کرتا۔" لیکن یہ محض نرا جہل اور محض گمراہی و ضلالت ہے کیونکہ اس کے باطل ہونے پر خود اللہ عزوجل نے تنبیہ فرمائی ہے کہ: جب اللہ انسان کو (مصیبت میں) مبتلا کردے اور اس کا رزق اس پر تنگ کردے تو کہتا ہے میرے رب نے میری تذلیل و توہین کی۔ ہرگز نہیں۔ (سورۃ الفجر)
اس سے ثابت ہوا کہ دنیا میں غلبہ، اقتدار اور دوسروں سے برتر و نمایاں ہونا مطلقاً عنداللہ قبولیت کی علامت نہیں بلکہ یہ بعض اوقات استدارج ہوتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

﴿۸﴾ **اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا** الخ مضمون سابق کا تکملہ و تنبیہ۔ ❶... مذکورۃ الصدر دونوں آیتیں مضمون سابق کا تکملہ اور اس پر بطور شہادت کے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آسمانوں و زمین اور جو کچھ اس کے اندر ہے ضرورت کے مطابق ٹھیک بنایا ہے کوئی فضول اور بیکار نہیں اسی طرح وہ حق کی حمایت بھی فرمائے گا چونکہ یہ لوگ بعث بعد الموت کے منکر ہیں اس لئے تمام ان کاموں کو جو خرق عادت ہوں مشتبہ نظروں سے دیکھتے ہیں۔

﴿۹﴾ **اَوَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا** ... الخ تذکیر بایام اللہ سے تنبیہ مشرکین۔ ❷... کہ تم سابقہ اقوام کے حالات کا بغور مطالعہ کرو

جو تم سے قوت وطاقت میں بڑھ کر تھے۔ جب انہوں نے حق کی مخالفت اور تکذیب آیات کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کر دیا حق تعالیٰ شانہ نے ان پر ظلم وزیادتی نہیں کی بلکہ انہوں نے اپنے اعمال سیئہ کی سزا پائی ہے۔

﴿۱۰﴾ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَى: منکرین رسالت کا نتیجہ :... پھر آخرت میں منکرین رسل اور آیات کا انجام دوزخ ہے، یہاں کوئی مغالطہ دے سکتا ہے کہ "كَانَ" افعال ناقصہ میں سے ہے اس کا اسم مرفوع اور خبر منصوب ہوتی ہے اور یہاں "عَاقِبَةَ" تو منصوب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ "عَاقِبَةَ" خبر مقدم ہے "أَسَاءُوا السُّوأَى" اسم مؤخر ہے۔

(التفسیر المنیر ص۔ ۵۲۔ ج۔ ۲۱۔ معجم اعراب الفاظ القرآن الکریم۔ ص۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲)

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾

اللہ تعالیٰ ہی (پہلی دفعہ) پیدا کرتا ہے مخلوق کو پھر اسی کی طرف تم سب پھیرے جاؤ گے ﴿۱۱﴾ اور جس دن برپا ہوگی قیامت مایوس ہو جائیں گے مجرم لوگ ﴿۱۲﴾

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

اور نہیں ہوں گے ان کیلئے انکے شریکوں میں سے کوئی سفارشی اور وہ اپنے شریکوں کا انکار کرنے والے ہوں گے ﴿۱۳﴾ اور جس دن برپا ہوگی

يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾

قیامت اس دن یہ جدا جدا ہوں گے ﴿۱۴﴾ پس بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے اعمال انجام دیئے وہ باغوں کے اندر خوش کئے جائیں گے ﴿۱۵﴾

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

اور بہر حال وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو پس یہ لوگ عذاب میں (پکڑ کر) حاضر کئے جائیں گے ﴿۱۶﴾

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا

پس پاکی ہے اللہ تعالیٰ کیلئے جس وقت کہ تم شام کرتے ہو اور جس وقت تم صبح کرتے ہو ﴿۱۷﴾ اور اسی کیلئے تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور پچھلے پہر اور

وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ

جس وقت تم دوپہر گزارتے ہو ﴿۱۸﴾ وہ نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور وہ زندہ کرتا ہے زمین کو اسکے مرجانے کے بعد،

بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾

اسی طرح تم نکالے جاؤ گے ﴿۱۹﴾

﴿۱۱﴾ اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ... الخ ربط آیات: ❶ گزشتہ آیات میں قیامت کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ الخ کہ یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کا انکار کرتے ہیں، اگلے دو رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور غلبہ کی نشانیاں بیان کی ہیں کہ یہ کام جو رب کرتا ہے تو وہی رب قیامت کے دن بھی اٹھا کر لائے گا۔

❷ اوپر تذکیر بایام اللہ کا ذکر تھا۔ کما قال اللہ تعالیٰ: اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا الخ اب یہاں سے تذکیر بما بعد الموت کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❸... دلائل غلبہ بضمن تذکیر بما بعد الموت، کیفیت مجرمین، تنزیہ الرحمٰن عن الشرکاء وقوع قیامت، کیفیت

فریقین، نفی شفیع قہری، متقین اور مجرمین کے نتائج، اوقات صلوٰۃ خمسہ، تصرفات باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات ۱۱ تا ۱۹ +

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ : دلیل غلبہ بضمن تذکیر بما بعد الموت۔ ﴿۱۲﴾ کیفیت مجرمین۔ ﴿۱۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ الخ نفی شفیع قہری : جن کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے تھے جب قیامت کے دن کام نہ آئیں گے تو منکر ہو کر کہنے لگیں گے کہ "وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ" اللہ کی قسم ہم مشرک نہ تھے۔

﴿۱۴﴾ وقوع قیامت۔ يَتَفَرَّقُوْنَ : کیفیت فریقین : قیامت کے دن جنت اور دوزخ والے علیحدہ کر دیئے جائیں گے۔

﴿۱۵﴾ بشارت متقین : ... فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا معنی کرتے ہیں "یکرمون" ان کی عزت کی جائے گی، حضرت مجاہد رحمہ اللہ اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ اس کا معنی کرتے ہیں "ینعمون" ان کو نعمتوں سے نوازا جائے گا حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ اس کا معنی کرتے ہیں "یسرون" انکو خوش کیا جائے گا، امام اوزاعی رحمہ اللہ اس کا معنی کرتے ہیں۔ "السماع فی الجنۃ" یعنی ان کو گانا سنایا جائے۔ (معالم التنزیل : س : ۴۱۲ : ج۔۳)

﴿۱۶﴾ نتیجہ مجرمین۔ ﴿۱۷﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ : تنزیہہ الرحمٰن عن الشرکاء۔ حِيْنَ تُمْسُوْنَ : اوقات صلوٰۃ خمسہ اور ان کی تشریح : "تُمْسُوْنَ" سے نماز مغرب اور عشاء مراد ہیں، اور "تُصْبِحُوْنَ" سے نماز صبح مراد ہے۔

﴿۱۸﴾ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ : "عَشِيًّا" سے مراد نماز عصر ہے، اور "تُظْهِرُوْنَ" سے مراد نماز ظہر ہے۔ نافع بن ازرق خارجی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ آپ نے پانچ نمازوں کا ذکر قرآن میں پایا ہے؟ انہوں نے اس کے جواب میں یہی دو آیات تلاوت فرمائیں۔ (معالم التنزیل : ۴۱۲ : ج۔۳)

ان اوقات کی خصوصیت یہ ہے کہ ان اوقات میں نعمت کے اظہار کا زیادہ موقع ہوتا ہے اور ان میں نشانات قدرت زیادہ نمایاں ہوتے ہیں، رات اور دن کی تبدیلی یعنی طلوع وغروب آفتاب اور عین دوپہر کے وقت نشانات قدرت اچھی طرح واضح ہوتے ہیں اس لئے ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تسبیح بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمارے ملک کے بعض گمراہ فرقے نماز پنجگانہ اوقات کو تسلیم نہیں کرتے، ان میں ملحد قسم کے چکڑالوی اور پرویزی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے بعض تین نمازوں کے قائل ہیں اور بعض صرف ایک پر اکتفاء کرتے ہیں مگر یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آیات قرآنی سے پانچوں نمازیں مراد لی ہیں، حضرت تھانوی رحمہ اللہ بیان القرآن میں لکھتے ہیں آسمان میں فرشتے اور زمین میں بعض اختیاراً اور بعض اضطراراً اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں، پس وہ جب ایسا محمود الصفات کامل الذات ہے تو تم کو بھی ضرور اس کی تسبیح کرنی چاہئے اس لئے کہ اوقات تجدد نعمت وزیارت ظہور آثار قدرت کے ہیں ان میں تجدید تسبیح کی مناسب ہے۔

﴿۱۹﴾ تصرفات باری تعالیٰ : ... "تُخْرَجُوْنَ" سے مراد قبروں سے نکلنا ہے۔ (روح المعانی : س : ۴۳ : ج۔۲۱)

اس جملہ میں منکرین زمینی قبر کا رد ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ

اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے پھر تم انسان ہو کر (زمین میں) منتشر ہو ﴿۲۰﴾ اور اسکی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے

لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

کہ اس نے تمہارے نفسوں میں سے تمہارے لئے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرسکو اور بنائی ہے اس نے تمہارے درمیان دوستی اور مہربانی

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ

بیشک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں ﴿۲۱﴾ اور اسکی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے پیدا کرنا آسمانوں اور زمین کا اور تمہاری زبانوں کا مختلف ہونا اور

وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿٢٢﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ

تمہارے رنگوں کا بیشک اسمیں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سمجھنے والے ہیں ﴿۲۲﴾ اور اسکی قدرت کی نشانیوں میں سے تمہارا سونا رات کے وقت اور دن کے وقت اور تمہارا تلاش کرنا

مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا

اسکے فضل سے، بیشک اسمیں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو سنتے ہیں ﴿۲۳﴾ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ دکھاتا ہے

وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

تمہیں بجلی خوف اور امید کیساتھ اور اتارتا ہے آسمان کی طرف سے پانی پس زندہ کرتا ہے اس کیساتھ زمین کو اسکے مردہ ہونے کے بعد بیشک اسمیں نشانیاں ہیں

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ

ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں ﴿۲۴﴾ اور اسکی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ قائم آسمان اور زمین اسکے حکم سے پھر جب وہ بلائیگا تمہیں بلانا

مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿٢٥﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿٢٦﴾

زمین سے تو اچانک تم نکلو گے ﴿۲۵﴾ اور اس کیلئے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں سے سب اسی کے حکم کی اطاعت کرنے والے ہیں ﴿۲۶﴾

وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۭ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي

اور وہی ہے جو پہلے پیدا کرتا ہے مخلوق کو اور پھر اسکو لوٹائیگا اور یہ آسان ہے اس پر اور اسی کیلئے ہے صفت بلند آسمانوں میں اور زمین میں اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٧﴾ ع

وہ زبردست اور حکمت والا ہے ﴿۲۷﴾

﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ ... الخ ربط آیات :... گزشتہ سے پیوستہ رکوع میں منکرین قیامت کا ذکر تھا "وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ" ان کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وغلبہ کی دلیلیں پیش کیں اور آگے انکا نتیجہ آرہا ہے "وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ" ـ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا ہے، پھر دیکھو اللہ پاک نے اسے کتنا پھیلایا کہ ساری زمین پر اسی کی اولاد پھیل گئی ہے، تو جو خدا مٹی سے انسان بنانے کی طاقت رکھتا ہے کیا وہ مردہ انسان کو زندہ نہیں کرسکتا؟ بلکہ کرسکتا ہے۔

خلاصہ رکوع ❸ ... تذکیر بآلاء اللہ سے سات دلائل غلبہ، حصر المالکیت فی ذات باری تعالیٰ ۔ ماخذ آیات ۲۰ : تا ۲۷ +

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ ... الخ تذکیر بآلاء اللہ سے دلیل غلبہ ❶ ﴿۲۱﴾ دلیل غلبہ ـ ❷ ... مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا الخ ـ جو خدا مرد وعورت مختلف الخیال کو یک دل دو جان بنا سکتا ہے کیا وہ خدا توحید پرستوں کو "كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ" نہیں بنا سکتا،

تا کہ یک دل وجاں ہو کر فتح پائیں ازدواجی زندگی کا مقصد سکون ہے جس کے لئے آپس کی محبت والفت ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے درمیان صرف شرعی اور قانونی تعلق نہیں رکھا بلکہ ان کے دلوں میں محبت اور ہمدردی پیوست کر دی یہاں پر اللہ نے دو لفظ استعمال فرمائے ہیں "مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً" ممکن ہے اس میں اس طرف اشارہ ہو کہ "مَوَدَّةً" کا تعلق جوانی کے اس زمانے سے ہو جس میں طرفین کی خواہشات ایک دوسرے سے محبت والفت پر مجبور کرتی ہیں اور بڑھاپے میں جب یہ جذبات ختم ہو جاتے ہیں تو باہمی رحمت وترحم طبعی ہو جاتا ہے۔ (کما ذکرہ القرطبی۔ص۔۱۸۔ج۔۱۴۔عن البعض)

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ: یہاں ذکر تو ایک نشانی کا کیا گیا ہے مگر اس کو آیات جمع نشانیاں فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ازدواجی تعلق کے مختلف پہلوں ہیں، ان سے حاصل ہونے والے دینی اور دنیاوی فوائد بہت زیادہ ہیں ان پر نظر کی جائے تو ایک نہیں بلکہ بہت سی نشانیاں ہیں۔

﴿۲۲﴾ دلیل غلبہ ❸ ۔۔۔ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ الخ جس نے آسمان وزمین میں اتنی دوری بنائی اور ایک ماں اور ایک باپ کی اولاد ہونے کے باوجود ایسی مختلف زبانیں سکھائیں کہ ایک دوسرے کی زبان سمجھ ہی نہیں سکتے، کیا وہ کفار کے شیرازہ کو منتشر نہیں کر سکتا ہے بلکہ کر سکتا؟ اختلاف زبان میں لب ولہجہ کا بھی اختلاف شامل ہے، حالانکہ اس آواز کے آلات زبان، ہونٹ، تالو، حلق، سب میں مشترک اور یکساں ہیں، مگر حق تعالیٰ نے ہر فرد انسان کی آواز دوسری صنف سے پوری طرح نہیں ملتی کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے۔ اسی طرح ''الوان'' میں بھی اختلاف ہے کہ ایک ہی ماں باپ سے ایک ہی قسم کے حالات میں دو بچے مختلف رنگ کے پیدا ہوتے ہیں یہ تو حق تعالیٰ شانہ کی تخلیق وصنعت کاری کا کمال ہے۔

﴿۲۳﴾ دلیل غلبہ ❹ ۔۔۔ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ ۔۔۔ الخ بعض دوسری آیات میں نیند کو صرف رات میں اور طلب معاش کو دن میں بتلایا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ رات میں اصل کام تو نیند کرنا ہے، اور کچھ طلب معاش بھی ہو سکتا ہے اور دن میں اس کے برعکس اصل کام تو طلب معاش ہے اور کچھ سونے کو بھی مل جاتا ہے، تو اس لئے دونوں باتیں اپنی جگہ درست ہیں طلب معاش تو کل کے خلاف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عالم اسباب کو بڑی حکمت ومصلحت سے بنایا ہے اس لئے طلب معاش اسباب ہی کے ذریعہ حاصل کرنا لازم ہے مگر عقل کا کام یہ ہے کہ حقیقت شناسی سے دور نہ ہو ان اسباب کو اسباب ہی سمجھیں اور اصل رازق اسباب کے بنانے والے کو سمجھیں۔

﴿۲۴﴾ دلیل غلبہ ❺ ۔۔۔ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ ۔۔۔ الخ جس طرح بجلی چمکنے سے آب حیات نازل ہوتا ہے، اس طرح مسلمانوں کی خوف ورجا کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کے شامل حال ہوگی، میدان جنگ میں اللہ تعالیٰ کفار کے مقابلہ میں انہیں فاتح بنائے گا۔ وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ الخ دلیل غلبہ ❻ ۔۔۔ ﴿۲۵﴾ دلیل غلبہ ❼ ۔۔۔ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۔۔۔ الخ: زمین اور آسمان اس کے حکم کے فرمانبردار ہیں۔ لہٰذا جب ان کی قوتوں کو تائید حق میں صرف کرائے ہر چیز اس قدر اس کی فرمانبردار ہے کہ مردوں کو حکم دے تو وہ بھی اپنی قبروں سے نکل آئیں۔ (روح المعانی: ص: ۴۹: ج۔۲۱)

زمین وآسمان والے سب اسی کے غلام ہیں، اور یہ آیت پہلی سب آیات کا حاصل اور مقصد ہے۔ اس آیت میں بھی زمینی قبر کے منکرین کا رد ہے۔ ﴿۲۶﴾ حصر المالکیت فی ذات باری تعالیٰ۔ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ۔۔۔ الخ یہاں پر دو بحثیں ہیں۔

بحث ① ۔۔۔ ایک بحث یہ ہے کہ "اَهْوَنُ" اسم تفضیل ہے تو اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اعادہ رب پر بہت آسان ہے ابتداً پیدا کرنا مشکل ہے کیونکہ اسم تفضیل میں زیادت کے معنی ہوتے ہیں تمام مفسرین اس کا جواب دیتے ہیں کہ اسم تفضیل نفس

فعل کے معنی میں ہے کہ اعادہ اس پر آسان ہے تمہیں سمجھانے کے لئے، دیکھو بغیر مثال اور بغیر نمونہ کے چیز کو بنانا تمہارے قاعدے کے مطابق مشکل ہوتا ہے اس کی مثال اور نمونہ دیکھ کر بنانا آسان ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں دونوں آسان ہیں کوئی اس میں مشکل نہیں۔بحث۔ ② ... "هُوَ" کی ضمیر کس کی طرف راجع ہے، تو اس سلسلے میں حضرات مفسرین کہتے ہیں کہ "يُعِيْدُهٗ" میں جو اعادہ ہے اس کی طرف راجع ہے "اعادۃ" یہ مصدر ہے اور مصدر مذکر مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ پھر خصوصاً وہ مصدر جو تأ والا ہو یا یاء والا ہو جیسے مناظرۃ، مجادلۃ، مقابلۃ وغیرہ (فوائد صفدری ۱۴۳۱)

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ

بیان کی ہے (اللہ نے) تمہارے لئے مثال تمہارے نفسوں سے کیا ہے تمہارے لئے ان میں سے جنکے مالک تمہارے داہنے ہاتھ ہیں کوئی شریک اس چیز میں جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے

مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

پس تم سب اسمیں برابر ہو جاؤ تم خوف کھاتے ہو ان سے جیسا کہ ایک دوسرے سے ڈرتے ہو، اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیات

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ

ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں ﴿۲۸﴾ بلکہ پیروی کی ہے ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا ہے اپنی خواہشات کی بغیر علم کے، پس کون ہدایت دیگا

مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ

اسکو جسے اللہ گمراہ کر دے اور نہیں ہے ان کیلئے کوئی بھی مددگار ﴿۲۹﴾ پس قائم کریں آپ اپنے چہرے کو دین کیلئے حنیف بن کر، یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر

فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

اس نے لوگوں کو بنایا ہے نہیں تبدیلی اللہ کی بنائی ہوئی چیز میں یہ مضبوط دین ہے مگر اکثر لوگ نہیں

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ ۙ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾

جانتے ﴿۳۰﴾ رجوع رکھنے والے ہو اس (اللہ) کی طرف اور ڈرو اس سے اور قائم کرو نماز کو اور نہ ہو شرک کرنیوالوں میں سے ﴿۳۱﴾ ان لوگوں میں سے جنہوں نے تفریق ڈالی

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا مَسَّ

اپنے دین میں اور گروہ در گروہ ہو گئے ہر ایک گروہ اپنے پاس موجود چیز سے خوش ہونے والا ہے ﴿۳۲﴾ اور جب پہنچتی ہے انکو

النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ

کوئی تکلیف تو پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو اسی کی طرف رجوع رکھنے والے ہوتے ہیں پھر جب وہ انکو چکھاتا ہے اپنی طرف سے مہربانی کا مزہ

مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ ۙ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۥ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا

تو اچانک ایک گروہ انمیں سے اپنے رب کیساتھ شرک کرنے لگتا ہے ﴿۳۳﴾ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کفر کرتے ہیں اس چیز کیساتھ جو ہم نے انکو دی ہے پس فائدہ اٹھالو عنقریب تم جان لوگے

عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ

﴿۳۴﴾ کیا جنہے اتاری ہے ان پر کوئی دلیل پس وہ بول رہی ہے اس چیز کے بارے میں جس کیساتھ یہ اس کیساتھ شریک بناتے ہیں ﴿۳۵﴾ اور جب ہم چکھاتے ہیں لوگوں کو مہربان کا

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

مزہ تو خوش ہوجاتے ہیں اس کیساتھ اور اگر پہنچتی ہے انکو کوئی برائی اس کی وجہ سے جو انکے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے تو اچانک وہ مایوس ہوجاتے ہیں ﴿۳۶﴾ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ

بیشک اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے روزی جس کیلئے چاہے اور تنگ کردیتا ہے (جس کیلئے چاہے) بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۳۷﴾

وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾

پس دیدو قرابتدار کو اس کا حق اور مسکین کو اور مسافر کو یہ بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جو چاہتے ہیں اللہ کی رضا اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے ﴿۳۸﴾

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ

اور جو تم دیتے ہو سود کے طور پر تاکہ بڑھے وہ لوگوں کے مالوں میں پس وہ نہیں بڑھتا اللہ کے نزدیک اور جو دیتے ہو تم زکوٰۃ ارادہ کرتے ہو اس کیساتھ

زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰۗئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ

اللہ کی رضا کا پس یہی لوگ ہیں جو اپنے اجر کو دوگنا کرنے والے ہیں ﴿۳۹﴾ اللہ کی ذات وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر وہ تمہیں روزی دیتا ہے

ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ

پھر وہ موت طاری کرتا ہے پھر وہ تمکو زندہ کریگا کیا ہے تمہارے شریکوں میں سے کوئی جو ان کاموں میں سے کوئی کام کرتا ہو؟ پاک ہے اسکی ذات اور بلند ہے

وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع

ان چیزوں سے جنکو یہ اس کیساتھ شریک بناتے ہیں ﴿۴۰﴾

﴿۲۸﴾ ضَرَبَ لَكُمْ ... الخ ربط آیات:... پہلے دو رکوعوں میں قیامت کا اثبات اور اس کے اثبات کے دلائل تھے اس رکوع میں توحید کا اثبات اور شرک کا رد ہے۔

خلاصہ رکوع ❹ ... اثبات توحید کے لئے شرک کی تردید میں خصوصی مثال، اصول غلبہ (جن کی تعداد آٹھ ہے ان اصولوں کے پابند رہیں گے تو غلبہ تمہیں حاصل ہوگا)۔ پہلا اصول :فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ۔ دوسرا اصول :انابۃ الی اللہ، مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ۔ تیسرا اصول :وَاتَّقُوْهُ۔ چوتھا اصول:اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ۔ پانچواں اصول :وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ :چھٹا اصول :فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ۔ ساتواں اصول :وَالْمِسْكِيْنَ۔ آٹھواں اصول :وَابْنَ السَّبِيْلِ۔ شفقت خداوندی، سبب گمراہی، تقطیع الطمع سے تسلی خاتم الانبیاء، فرائض خاتم الانبیاء سے اصول غلبہ کی تفصیل، تارکین حق، تارکین حق کی غایت جہل، کیفیت اضطرار، کیفیت بعد از عنایت، تہدید کفار، تردید مشرکین، مشرکین کی غیر مستقل مزاجی، مشرکین کی بے انصافی، حصر التصرف فی

ذات باری تعالیٰ، مستفیدین من الآیات، مقصد سود، مقصد زکوٰۃ یا نفلی صدقہ۔ ماخذ آیات ۲۸: تا ۴۰ +

اثبات توحید کے لئے شرک کی تردید میں خصوصی مثال:... اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی قباحت کو سمجھانے کیلئے ایک مثال بیان فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ تمہارے زرخرید غلام تمہارے مال و دولت میں برابر کے حصے دار بن جائیں ظاہر ہے کہ کوئی شخص اپنی جائیداد میں اپنے غلام کی شراکت کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہوگا، صرف مال میں شراکت تک بات محدود نہیں بلکہ تم ان غلاموں سے بھی اسی طرح خوف کھاتے ہو جس طرح تم آزاد ایک دوسرے سے ڈرتے ہو، آزاد لوگوں کا تو آپس میں مال اور جائیداد کا جھگڑا بھی ہوسکتا ہے مگر غلام تو بیچارے مملوک ہیں، ان سے ڈرنے کی تو کوئی وجہ نہیں ہوسکتی، وہ تو ہر حالت میں اطاعت گزار ہوتے ہیں، وہ تمہاری حقیقی مملوک نہیں بلکہ مجازی مملوک ہیں، جب تم ان غلاموں کو کسی صورت میں بھی اپنے برابر تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں تو پھر اس خداوند تعالیٰ کے ساتھ کیسے شریک ٹھہراتے ہو جو ہر چیز کا مالک ہے، یہ کتنی بے انصافی کی بات ہے۔

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ... الخ شفقت خداوندی:... جس طرح ہم نے یہ دلیل شرک کے بطلان کی کافی شافی بیان فرمائی ہے اسی طرح ہم سمجھداروں کے لئے دلائل صاف صاف بیان کرتے رہتے ہیں۔

﴿۲۹﴾ سبب گمراہی:... بلکہ یہ بے انصاف بے سمجھے محض اپنی خواہشوں پر چلتے ہیں کوئی صحیح دلیل ان کے پاس نہیں ہوتی۔

فَمَنْ يَّهْدِيْ... الخ تقطیع الطمع سے تسلی خاتم الانبیاء:... پھر کون ہدایت دے سکتا ہے جسے اللہ نے گمراہ کردیا ہے، پھر سزا کے وقت کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ ﴿۳۰﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ... الخ فرائض خاتم الانبیاء ﷺ سے تفصیل اصول غلبہ۔ ① جو لوگ گمراہی سے کسی طرح نکلنے کو تیار نہیں شرک کی دلدل میں پڑے ہوئے ہیں، آپ ان سے منہ موڑ کر ایک خداوند تعالیٰ کے بنے رہو اور اس کے سچے دین کو پوری توجہ اور یکجہتی سے تھامے رہو۔ "فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ... الخ "فطر" سے مراد وہ صلاحیت اور استعداد ہے جس کی بناء پر انسان نیکی یا بدی کو اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں نیکی قبول کرنے کی صلاحیت رکھ دی ہے، حدیث شریف میں ہے "كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ" ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہر بچے میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ انسان میں یہ استعداد نہ رکھتا تو اسے ایمان لانے کی دعوت ہی نہ دی جاتی کیونکہ "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا"۔ (البقرہ۔۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے استعداد سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا گویا اس فطری عمل میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی مگر بعد میں لوگ خود اس صلاحیت کو خراب کردیتے ہیں۔ فرض کرو اگر فرعون یا ابوجہل کی اصل فطرت میں یہ استعداد و صلاحیت نہ ہوتی تو ان کو قبول حق کا مکلف بنانا صحیح نہ ہوتا جیسے اینٹ پتھر یا جانوروں کو شریعت کا مکلف نہیں بنایا، فطرت انسانی کی اسی یکسانیت کا اثر ہے کہ دین کے بہت سے حصوں میں کسی نہ کسی رنگ کو تقریباً تمام انسان مانتے ہیں اگرچہ ان پر صحیح قائم نہیں۔

شیعہ کا نقطہ نظر

امام باقر اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں "ھی الولایۃ"۔ (اصول کافی ص ۱۹ ج: ۱ طبع طہران)

کہ اس آیت سے مراد ولایت اور امامت کا مسئلہ ہے یعنی اس آیت میں ولایت اور امامت کو ماننے کا حکم دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس آیت میں امامت وخلافت کا اشارہ تک بھی نہیں ہے، کیونکہ سورۃ کے شروع میں گذر چکا ہے علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ بالاتفاق یہ سورۃ مکی ہے اور مکہ میں خلافت و امامت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (مسئلہ امامت کی تفصیل سورۃ بقرہ آیت: ۸۱ میں دیکھیں)

﴿۳۱﴾ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ: اصول غلبہ۔ ②... تم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرکے فطرت الٰہیہ کا اتباع کرو۔

وَاتَّقُوْهُ: اصول غلبہ۔ ③... اور اس سے ڈرو۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ: اصول غلبہ۔ ④... اور نماز کی پابندی کرو۔

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ :اصول غلبہ۔ ⑤... اور شرک کرنے والوں میں سے مت بنو۔اس آیت وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ :سے حضرت امام احمد رحمہ اللہ استدلال کرتے ہیں کہ قصداً نماز چھوڑنے والا کافر ہوجاتا ہے جبکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کافر نہیں ہوتا، حضرت امام احمد رحمہ اللہ کی طرف سے یہ آیت دلیل میں پیش کرنا تقریب تام نہیں اس لئے کہ یہاں حرف واؤ ہے "وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ :نماز قائم کرو"وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" اور مشرکین میں سے نہ ہو، یہ اس کی دلیل نہیں بنتی بلکہ یہ جملہ معطوفہ ہے تو یہاں دو حکم ہیں، ایک نماز قائم کرو دوسرا شرک نہ کرنا تو یہ انکا استدلال درست نہیں۔ ④... دوسری انکی دلیل حدیث ہے "من ترك الصلوٰة متعمداً فقد كفر" اس سے بھی استدلال درست نہیں کیونکہ یہ خبر واحد ہے اور تکفیر کیلئے قطعی دلیل کی ضرورت ہے یا نص ہو یا خبر متواتر یا اجماع امت ہو۔ البتہ اس حدیث کو انکار کے ساتھ مقید کیا جاسکتا ہے۔

﴿۳۲﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا... الخ تارکین حق:... جب کسی اصول دین میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو ایک نیا فرقہ جنم لیتا ہے۔ اصولی طور پر اختلافات دو قسم پر ہیں اور ان دونوں قسموں کے اختلاف کی اطلاع امام الانبیاء علیہ السلام نے دی ہے۔ ❶ اجتہادی مسائل میں اختلاف یہ صحابہ کرام و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے درمیان رونما ہوا جیسے نماز عصر کے متعلق واقعہ بنی قریظہ مشہور ہے۔ ❷ نظریاتی اختلاف یہ اختلاف حق و باطل کے جانچنے کے لئے مقرر ہے چنانچہ امام الانبیاء علیہ السلام نے ارشاد فرمایا بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی مگر نجات پانے والا صرف ایک فرقہ ہوگا فرمایا "ما انا عليه واصحابي" یعنی جو لوگ اس راستہ پر قائم رہیں گے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں چنانچہ یہود و نصاریٰ اور اس امت کے اہل بدعت خوارج اور روافض اور قادیانی وغیرہ سے اختلافات اصولی عقائد و نظریات کا ہے۔ البتہ فروعات میں اجتہادی اختلافات مضر نہیں بلکہ باعث رحمت ہیں، مثلاً حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ان سب مسالک میں کوئی اصولی اختلاف نہیں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی علامت ہے، اصول دین کا اختلاف یہ ہے کہ توحید و رسالت یا قیامت کے متعلق اختلاف کیا گیا ہو جو ان پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ: تارکین حق کی غایت جہل :ان میں ہر گروہ اپنے عقیدہ میں خوش ہے اور سمجھتا ہے کہ میں حق پر ہوں، مثلاً اسماعیلی ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امام میں حلول کر گیا ہے، گویا امام کو الوہیت کے درجے میں پہنچا دیا ہے۔ رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ امام معصوم ہوتا ہے اور اس کا درجہ انبیاء کرام سے بڑھ کر ہے۔ (حیاۃ القلوب: ص:۱۰، ج۔۳)

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا نبی تھا یہ سب جہنمی فرقے ہیں۔ اور خوارج بالاتفاق احکام اخروی میں کافر ہیں۔ (فتاویٰ عزیزی۔ ص۔۲۱۰۔ اردو)

خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایمان کے منکر ہیں۔ (فتاویٰ عزیزی حوالہ بالا) اللہ تعالیٰ ایسے غلط نظریات سے حفاظت فرمائے۔ اور صحابہ کرام سے سچی محبت اور عقیدت نصیب فرمائے۔ نوٹ: ہم نے مذکورہ تمام فرق باطلہ کے عقائد معارف التبیان کے ضمیمہ میں لکھ دیئے ہیں وہاں ملاحظہ کریں۔

﴿۳۳﴾ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ : کیفیت اضطرار : پہلے تو انابت الی اللہ اور تقویٰ سے جی چراتے ہیں لیکن مصیبت کے وقت خواہ تنگ حالی کی ہو یا قحط ہو تو پھر اسی کے دروازے پر آتے ہیں۔ ثُمَّ اِذَا اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ... الخ کیفیت بعد از عنایت: پھر جب وہ اپنی طرف سے ان کو کس قدر رحمت کا مزا چکھا دیتا ہے تو ان میں ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو عبادت میں شریک قرار دینے لگتا ہے۔ ﴿۳۴﴾ تہدید کفار:... خداداد نعمتوں کی ناشکری کرتے ہو۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ: نتیجہ۔ یعنی آخرت میں تمام احوال کی حقیقت سامنے آجائے گی۔ ﴿۳۵﴾ تردید مشرکین:... کیا ہم نے ان پر کوئی سند یعنی کتاب نازل کی ہے اور وہ ان کو خدا کے ساتھ شرک کرنے کو کہہ رہی ہے۔؟ (معالم التنزیل: ص:۱۶۱، ج۔۳)

﴿۳۶﴾ مشرکین کی غیر مستقل مزاجی : یہ آیت وَاِذَآ اَمَسَّ النَّاسَ کا تتمہ ہے یعنی جب ہم ان لوگوں کو کچھ عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں کہ غفلت میں پڑ کر پھر شرک کرنے لگتے ہیں۔ وَاِنْ تُصِبْهُمْ الخ مشرکین کی بے انصافی : اور اگر ان کی بداعمالی کی وجہ سے جو اپنے ہاتھوں سے پہلے کر چکے ہیں ان پر کوئی مصیبت آپڑے تو وہ لوگ ناامید ہوجاتے ہیں۔ ﴿۳۷﴾ حصر التصرف باری تعالیٰ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ : مستفیدین من الآیات : مؤمن ان باتوں سے نفع حاصل کرسکتے ہیں۔ ﴿۳۸﴾ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى... الخ ربط آیات : اوپر رزق کا ذکر تھا آگے رزق کو خرچ کرنے کے مواقع کا بیان ہے۔ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ: اصول غلبہ۔ ⑥... وَالْمِسْكِيْنَ: اصول غلبہ۔ ⑦... وَابْنَ السَّبِيْلِ: اصول غلبہ۔
⑧ مذکورہ اصولوں سے فلاح حاصل ہوگی۔ ذٰلِكَ خَيْرٌ... الخ نتائج طالبین آخرت۔

﴿۳۹﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ الخ ربط آیات:... ماقبل میں خرچ کرنے کا ذکر تھا خیرات صدقات وغیرہ آگے اس کے مدمقابل سود کا بیان ہے۔ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا... الخ مقصد سود:... اس سے مال تو ہاتھ میں آتا ہے مگر اس میں برکت نہیں ہوتی، اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد سود ہے کہ گویا بظاہر سود سے مال بڑھتا دکھائی دیتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مال گھٹتا ہے جیسے کسی آدمی کا بدن ورم سے پھول جائے وہ حقیقت میں بیماری یا پیغام موت ہے۔
وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ الخ مقصد زکوۃ یا نفلی صدقہ : زکوۃ سے بظاہر مال کم ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ بڑھتا ہے جیسے کسی مریض کا بدن اسہال سے گھٹتا ہوا دکھائی دیتا ہے مگر اس کا انجام کار صحت ہے، سود اور زکوۃ کا حال بھی انجام کے اعتبار سے ایسا ہی سمجھ لو۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم کسی کو تحفہ دیتے ہو یا ہدیہ اس خیال سے کہ وہ تمہیں اس سے زیادہ دے تو کہتے ہیں کہ یہ سود اس مطلوب کے لحاظ سے ہے کہ تم تحفہ دیتے ہو زیادہ حاصل کرنے کیلئے تو یہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھے گا، کیونکہ تمہارا مقصد اچھا نہیں اس لئے ثواب سے محروم رہوگے۔ حضرات مفسرین فرماتے ہیں اس آیت میں زکوۃ سے مراد صدقہ نافلہ ہے۔ کیونکہ سورۂ روم مکی ہے اور زکوۃ مدینہ میں فرض ہوئی ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زکوۃ فرض تو مکہ میں ہوئی ہے مگر اس کا نصاب مدینہ طیبہ میں مقرر ہوا ہے۔
﴿۴۰﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ الخ تذکیر بآلاء اللہ۔ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ : تنبیہ مشرکین۔ سُبْحٰنَهٗ : عظمت خداوندی۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا

پھیل گیا ہے فساد خشکی اور تری میں اسکی وجہ سے جو انسانوں کے ہاتھوں نے کمایا ہے تاکہ چکھائے (اللہ تعالیٰ) انکو بعض ان کاموں کا بدلہ جو انہوں نے کئے

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ

ہیں شاید کہ یہ لوگ واپس پلٹ جائیں ﴿۴۱﴾ (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیں کہ چلو زمین میں اور دیکھو کہ کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو اس سے پہلے تھے ان میں سے

كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا

اکثر شرک کرنے والے تھے ﴿۴۲﴾ پس قائم کریں آپ اپنے رخ کو دین قیم کیلئے قبل اسکے کہ آجائے وہ دن جسکو کوئی لوٹا نہیں سکتا اللہ کی طرف سے

مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا

اس دن وہ جدا جدا ہوجائیں گے ﴿۴۳﴾ جسنے کفر کیا پس اسی پر اسکے کفر کا وبال ہوگا اور جس نے اچھا عمل کیا پس یہ لوگ اپنے

فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا

نفسوں کیلئے ہی تمہید باندھ رہے ہیں ﴿۴۴﴾ تا کہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے اپنے فضل سے بیشک وہ نہیں

يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ

پسند کرتا کفر کرنیوالوں کو ﴿۴۵﴾ اور اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ چلاتا ہے ہواؤں کو جو خوشخبری لانے والی ہوتی ہیں اور تا کہ چکھائے تمہیں

الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا

اپنی رحمت سے اور تا کہ چلیں جہاز اسکے حکم سے اور تا کہ تلاش کرو تم اسکے فضل سے اور تا کہ تم شکر ادا کرو ﴿۴۶﴾ اور البتہ تحقیق ہمنے بھیجا ہے آپ سے پہلے رسولوں کو انکی قوموں کی

اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا

طرف پس آئے وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر پھر انتقام لیا ہمنے ان لوگوں سے جو گنہگار تھے اور ہم پر حق ہے

نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ

مدد کرنا ایمان والوں کی ﴿۴۷﴾ اللہ کی ذات وہ ہے جو چلاتا ہے ہواؤں کو، پھر وہ اٹھاتی ہیں بادلوں کو، پھر پھیلاتا ہے اسکو فضا میں جس طرح چاہے اور

يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

بناتا ہے اسکو تہ برتہ پس دیکھے گا تو بارش کو کہ نکلتی ہے اسکے درمیان سے پس جب پہنچاتا ہے وہ جسکو چاہے اپنے بندوں میں سے تو اچانک

مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ

وہ خوش ہو جاتے ہیں ﴿۴۸﴾ اور اگرچہ وہ تھے قبل اسکے کہ ان پر بارش اتاری جاتی، البتہ ناامید

قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ

ہونے والے ﴿۴۹﴾ پس دیکھو اللہ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف کہ کس طرح وہ زندہ کرتا ہے زمین کو اسکے مردہ ہونے کے بعد

لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا

بیشک وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ﴿۵۰﴾ اور اگر ہم بھیج دیں ہوا پس یہ دیکھیں اس (کھیت) کو زرد تو

مِنْ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾

البتہ ہو جائیں گے اس کے بعد ناشکر گزار ﴿۵۱﴾ پس بیشک آپ نہیں سنا سکتے مردوں کو اور نہیں سنا سکتے بہروں کو پکار جبکہ وہ پشت پھیر کر جا رہے ہوں ﴿۵۲﴾

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾

ع ۵ ۸

اور آپ نہیں ہدایت دے سکتے اندھوں کو ان کی گمراہی سے آپ نہیں سناتے مگر ان کو جو ایمان رکھتے ہیں آیتوں پر پس وہ فرمانبرداری کرنے والے ہیں ﴿۵۳﴾

﴿۴۱﴾ظَهَرَ الْفَسَادُ... الخ ربط آیات:... اوپر شرک کا رد تھا آگے اس شرک کے نتیجے میں فرماتے ہیں کہ ہم نے بہت سے لوگوں کو ہلاک کیا ان کے شرک کی وجہ سے۔

خلاصہ رکوع ❺... سبب فساد، تذکیر بایام اللہ سے مشرکین مکہ کو تنبیہ، حکمت مصائب، فریضہ خاتم الانبیاء، تنبیہ مشرکین، حکمت قیامت، دلائل قدرت باری تعالیٰ، تذکیر بایام اللہ سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء، تسلی خاتم الانبیاء مؤمنین سے نصرت کا وعدہ، توحید پر عقلی دلیل، اطلاع خداوندی، کیفیت اہل غفلت، تقطیع الطمع عن الکفار، سماع موتی، حصر الہدایت فی ذات باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات ۴۱: تا ۵۳+

سبب فساد: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خشکی میں فساد سمندر میں فساد جو بھی ہوتا ہے لوگوں کی بداعمالی کا نتیجہ ہے لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں ترمذی شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ "ای الناس اشد بلاءً لوگوں میں سب سے زیادہ تکلیف کس کو پہنچی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا سب سے زیادہ تکلیفیں انبیاء کو پیش آئی ہیں پھر ان لوگوں کو جو انکے قریب تھے الخ اب اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ تکلیفیں انبیاء کو آئی ہیں حالانکہ پیغمبر معصوم ہیں۔ تو یہ مصیبتیں ان کے گناہوں کا نتیجہ تو نہیں، اب ان پیغمبروں پر مشقتیں کیوں آئیں اس میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ان کے درجے بلند ہوں، اور دوسری یہ ہے کہ وہ تکلیف میں لوگوں کے لئے نمونہ بنیں، تو انبیاء کرام ﷺ کو جو تکلیفیں آئی ہیں وہ اس میں شامل نہیں البتہ جو ہماری تکلیفیں ہیں وہ "بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ" کی مد میں ہیں۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ: حکمت مصائب: تاکہ کفر اور اعمال خبیثہ سے رجوع کریں۔ (معالم: ص:۱۸۰ ج۔۳) اس آیت کی تعبیر ایک یوں بھی بیان کی جاسکتی ہے۔ مطلق حادثات کی علت صرف معاصی میں منحصر نہیں ہے بلکہ دیکھا جائے گا اس حادثہ سے پہلے معصیت ہے یا نہیں معصیت ہے تو یہ اس کی سزا ہے یہ ضابطہ عوام الناس کے لیے ہے اور اگر حادثہ سے پہلے معصیت نہیں ہے تو عوام الناس کے درجات کی بلندی کے لیے ہے اور نبی کو استثنا حاصل ہے کیونکہ اس سے گناہ صادر ہی نہیں ہوتا تو بہر حال اس کے حق میں ترقی درجات کے لیے ہے۔

مرزا قادیانی کا دنیا میں بگاڑ کے خاتمے کے لئے اجراء نبوت پر دعویٰ

اس آیت ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ: سے مرزا قادیانی کا اجراء نبوت پر دعویٰ، اسی طرح قرآن کریم کی متعدد دیگر آیات میں تحریف کرتا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جب دنیا میں بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ رسول بھیجتا ہے۔

جواب ❶ پہلی شریعتیں وقتی اور خاص خاص قوموں کیلئے تھیں۔ چنانچہ حالات کے موافق احکامات نازل ہوتے رہے مگر اسلام کامل واکمل ہے محمد ﷺ کی بعثت سے دین کمال کو پہنچ گیا قرآن نے ہدایت ورشد کے تمام پہلوؤں کو کمال بسط اور تمام تفصیلات کے ساتھ دنیا میں روشن کردیا اب کسی نئے نبی یا کسی نئی شریعت کی ضرورت نہیں ہے باقی رہا تبلیغ واصلاح کا کام تو یہ کام صالحین امت اور علماء دین کے سپرد ہے "وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"۔ (آل عمران۔۱۰۴) اور "العلماء ورثة الانبیاء"۔ (الحدیث) اس پر شاہد ہے۔

جواب ❶ خود مرزا نے بھی لکھا ہے کہ۔ اگر کوئی کہے کہ فساد اور بدعقیدگی اور بداعمالیوں میں یہ زمانہ بھی تو کم نہیں پھر اس میں کوئی نبی کیوں نہیں آیا؟ تو جواب یہ ہے کہ وہ زمانہ توحید اور راست روی سے بالکل خالی ہو گیا تھا اور اس زمانہ میں چالیس کروڑ "لا الہ الا اللہ" کہنے والے موجود ہیں اور اس زمانے کو بھی خدا تعالیٰ نے مجدد کے بھیجنے سے محروم نہیں رکھا"۔ (نور الحق۔ رخ ص۔۳۴۹۔ ج۔۹)

الحاصل: مرزا قادیانی کے زیر نظر یہی آیت ہے مگر پھر بھی مرزا قادیانی اسی آیت کے ماتحت نبوت کی عدم ضرورت کو بیان کررہا ہے اور ختم نبوت کا قائل ہے مرزائیہ قادیانی طائفہ اس سے نفی ختم نبوت کرنا چاہتا ہے مگر ان کا پیر مرشد ختم نبوت کا ثابت کررہا ہے قادیانی بتائیں کہ سچا کون اور جھوٹا کون؟ (قادیانی شبہات کے جوابات: ص ۱۲۲: تا: ۱۲۳ ج: اول)

﴿۴۲﴾ تذکیر بایام اللہ سے مشرکین مکہ کو تنبیہ۔ ﴿۴۳﴾ فَاَقِمۡ... الخ فریضہ خاتم الانبیاء : آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے کہ آپ اپنی ذات کو اس دین قیم کے تابع رکھیں ان کے فسادات کی پروانہ کریں "یَصَّدَّعُوۡنَ" حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ دین کا غلبہ ہو، سزا پانے والے الگ ہوں اور اللہ کے مقبول بندے الگ اس جملہ میں وبال اخروی کا ذکر ہے۔

﴿۴۴﴾ مَنۡ كَفَرَ فَعَلَيۡهِ كُفۡرُهٗ : تنبیہ مشرکین۔ ﴿۴۵﴾ لِيَجۡزِيَ... الخ حکمت قیامت : حضرات مفسرین فرماتے ہیں یہاں لام "یَصَّدَّعُوۡنَ" کے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ لوگ الگ الگ گروہ ہوں تا کہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ان کو جو ایمان لائے اور اعمال کئے اچھے۔ "مِنۡ فضله" میں اس طرف اشارہ ہے کہ سزا تو بغیر علت کے نہیں ہوتی، لیکن رحمت بغیر علت کے محض فضل سے ہوتی ہے۔ ﴿۴۶﴾ دلائل قدرت باری تعالیٰ:... حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس طرح بارش سے پہلے ہوائیں خوشخبری دینے والی آتی ہیں اسی طرح مؤمنین کی جزاء خیر سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارات آرہی ہیں۔

﴿۴۷﴾ تذکیر بایام اللہ سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء۔ وَكَانَ حَقًّا عَلَيۡنَا الخ تسلی خاتم الانبیاء ﷺ مؤمنین سے نصرت کا وعدہ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مؤمن کی مدد کرنا اللہ پاک نے اپنے فضل سے اپنے ذمہ لے لی ہے، اس پر سوال ہوتا ہے کہ پھر مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ میں شکست کیوں ہوتی ہے؟ جواب۔ اس میں مجاہدین کی کوئی لغزش ان کی شکست کا سبب بنتی ہے، جیسے غزوہ احد میں ہوا البتہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بغیر کسی استحقاق کے بھی نصرت وغلبہ عطا فرما دیتے ہیں، اس کی امید رکھنا اور اس سے دعا مانگنا ہر حال میں مفید ہی مفید ہے۔ (معارف القرآن۔ م۔ ش۔ د)

﴿۴۸﴾ توحید پر عقلی دلیل۔ ﴿۴۹﴾ اطلاع خداوندی۔ ﴿۵۰﴾ تنبیہ منکرین قیامت : حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح باران رحمت مردہ زمینوں کو زندہ کر دیتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت مؤمنین کے غم سے مرجھائے ہوئے دلوں کو تروتازہ بنادیگی اور وہی ذات جسمانی احیاء موتی بھی اسی طرح کرے گی۔ ﴿۵۱﴾ کیفیت اہل غفلت : شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے ناامیدی تھی بارش آئی زمین سرسبز ہوگئی خوشیاں منانے لگے، اب اس کے بعد ایک ہوا چلادی جس سے کھیتیاں خشک ہوکر زرد پڑ گئیں پھر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سب احسان فراموش کر کے ناشکری کرنے لگے غرض یہ ہے کہ ان کی شکر گزاری اور ناشکری محض دنیاوی اغراض کی خاطر ہے۔

﴿۵۲﴾ "فَاِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى الخ تقطیع الطمع عن الکفار۔ اس آیت کی تفسیر سورۃ نمل میں گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں البتہ ایک دلچسپ مخالفین کا سوال اور ہماری طرف سے حسین جواب بھی ذہن نشین کرلیں اور آیت کا مطلب بھی سو فیصد حل ہوجائے گا۔

نحوی ترکیب... "اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ" کا تعلق "صُمّ" سے ہے "الموتی" سے نہیں، ترجمہ یوں بنے گا کہ آپ بہروں کو نہیں سنا سکتے جب وہ پیٹھ پھیر کر چلے جائیں۔

جواب:... "فَاِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ"۔ کی پہلے آپ نحوی قانون کے مطابق ترکیب دیکھ لیں۔ "اِنَّ" حرف از حروف مشبہ بالفعل "ك" ضمیر "ان" کا اسم ہے "لَا تُسۡمِعُ" فعل نفی معلوم از باب افعال "اَنۡتَ" ضمیر درو مستتر اس کا فاعل ہے اور "الۡمَوۡتٰى" مفعول بہ اول ہے "لَا تُسۡمِعُ" فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اول سے ملکر معطوف علیہ واوٌ حرف عاطفہ "لَا تُسۡمِعُ" ثانی فعل بافاعل "الصُّمَّ" مفعول بہ اول "الدُّعَآءَ" میں تنازع فعلان ہے اول "لَا تُسۡمِعُ" چاہتا ہے کہ میرا مفعول بہ ثانی بنے و دوسرا "لَا تُسۡمِعُ" چاہتا ہے کہ میرا مفعول بہ ثانی بنے بہر فیصلہ بصریین یا کوفیین کے مذہب پر ہوگا ایک کا مفعول بہ حذف مان لیں گے اور ایک کو یہ دے دیں گے تو دوسرا "لَا تُسۡمِعُ" یہ اپنے فاعل اور مفعول بہ دونوں کے ساتھ ملکر معطوف ہوگا اور اول "لَا تُسۡمِعُ" معطوف علیہ اپنے حرف اور عطف اور معطوف سے ملکر خبر بنیں گی "اِنَّ" کی "اِنَّ" اپنے اسم اور خبر سے ملکر ذال بر جزاء مقدم اور "اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ" یہ شرط ہوگی تو پہلی کلام "فَاِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى" معطوف علیہ ہے اور دوسری "وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ" معطوف ہے تو معطوف حکم معطوف علیہ میں ہوتا ہے للہٰذا "اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ" کا تعلق دونوں سے ہوگا اور "لَا تُسۡمِعُ" کو الگ نہیں

کرسکتے اب معنی یہ بنے گا آپ نبی اکرم ﷺ بے شک نہ مردوں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ دے کر پھر جائیں۔

اس قید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مردے اور بہرے اگر پیٹھ نہ پھریں تو آپ ان کو سنا سکتے ہیں وہ بیٹھے رہیں یا لیٹے رہیں ان سب صورتوں میں آپ ان کو سنا سکتے ہیں صرف ایک صورت میں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چلیں جائیں پھر نہیں سنا سکتے اس آیت سے معلوم ہوا کہ اس وقت بھی سن تو سکتے ہیں لیکن وہ خود سننا نہیں چاہتے اس لئے پیٹھ دے کر بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں پس معلوم ہوا یہ آیت دراصل سماع موتی کی زبردست دلیل ہے۔ (ضرب المہند علی القول المسند: ص ۲۳۰ تا ۲۳۱)

سوال ۔۔۔ سورہ نمل میں گزر چکا ہے کہ کافروں کو جو مردوں کے ساتھ تشبیہ عدم نفع میں دی گئی ہے یہ تو سمجھ آ گئی ہے لیکن یہ تشبیہ صم (بہرے) میں تو نہیں پائی جاتی کیونکہ بہرہ تو وہ ہوتا ہے جو بالکل نہ سنے فلہٰذا مردوں اور بہروں میں وجہ تشبیہ ایک ہونی چاہئے اور وہ ہے عدم سماع مطلقاً۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں خدا تعالیٰ نے آگے "وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ" بھی فرمادیا ہے کیا یہاں بھی یہ کہو گے جو بہرا (اصم) ہو وہ خود سنتا تو ہے مگر ہم اسے سنا نہیں سکتے یہ تو بالبداہت غلط ہے۔ (ندائے حق: ص ۱۳۳: ج ۲)

جواب: ۔۔۔ مطلق عدم سماع وجہ تشبیہ نہیں بن سکتی کیونکہ کافر سنتے ہیں اس میں تو اتفاق ہے۔ اور آپ کے خیال کے مطابق مردے نہیں سنتے تو تشبیہ کیسے بن سکتی ہے حالانکہ تشبیہ کی تعریف ہے "تشریك الشئین فی الوصف" (دونوں چیزوں کو ایک وصف میں شریک کرنا) مثلاً شیر میں جرأت ہے بہادری ہے اور مماتی خان میں بھی جرأت و بہادری ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ مماتی خان شیر کی طرح ہے اور اگر مماتی خان میں بہادری و جرأت نہ ہو اور وہ اول درجہ کا بزدل اور بے غیرت ہو تو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مماتی خان شیر کی طرح ہے باقی رہی یہ بات کہ صم (بہروں) میں تو قوت سماعت بالکل مفقود ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصم کلی مشکک ہے۔ اور مشکک کا کلی مفہوم یہ کہ جس میں بہت سے افراد شریک ہوں، جیسے سیاہ اور سفید کلی مشکک ہے ان کے بے شمار افراد ہیں سب یکساں نہیں ہیں جیسے سیاہ اور سب سیاہ یکساں نہیں ہوتے اسی طرح سفید اور سب سفید ایک درجہ کے نہیں ہوتے، پس سفید اور سیاہ کلی مشکک ہیں اسی طرح "اصم" کو سمجھیں کہ اس میں کئی درجے ہیں مثلاً بہرا درمیان درجے کا بہرا اور آخری درجہ کا بہرا۔ چنانچہ کئی بہرے ایسے ہوتے ہیں کہ تھوڑے آواز سے بات نہیں سنتے لیکن جب آواز بلند کر کے بات کی جائے تو سن لیتے ہیں صحابہ کرام جب زور زور سے ذکر اللہ کرنے لگے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "انکم لا تدعون اصم ولا غائبا" (بخاری شریف وغیرہ) تم کسی بہرے اور غیر حاضر کو تو نہیں بلا رہے بلکہ تم تو اس کو بلا رہے ہو جو سمیع و بصیر ہے اس لئے زیادہ زور سے نہ پکارو، معلوم ہوا کہ بہرا بلند آواز کو سن لیتا ہے۔ تو یہاں بھی اصم سے مراد وہ بہرا ہے کہ بات کو تو سنتا ہے لیکن سمجھتا نہیں اسی طرح یہ کافر سنتے تو ہیں لیکن سمجھتے نہیں چنانچہ "كَاَنۡ لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا كَاَنَّ فِىۡۤ اُذُنَيۡهِ وَقۡرًا ۚ" (لقمان۔۷) گویا کہ اسکے دونوں کان بہرے ہیں۔ (ضرب المہند علی القول المسند: ص ۲۳۹ تا ۲۴۰)

مسئلہ سماع موتی

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے کہ ہیں اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ مردے نہیں سنتے، اس آیت میں موتی سے کفار مراد ہیں کہ ان کے دل مردہ ہو چکے ہیں، مگر کفار کو موتی کے ساتھ تشبیہ دینا جب ہی درست ہو سکتا ہے کہ جب مردے نہ سنتے ہوں لیکن احادیث صحیحہ میں مردوں کا سننا اور قبر پر حاضر ہونے والے کے سلام کو سننا ثابت ہے، سو جاننا چاہئے کہ یہ آیت احادیث کے معارض نہیں اس لئے کہ آیت میں سماع موتی کی نفی نہیں، بلکہ اسماع کی نفی کی گئی ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اے نبی یہ کفار بمنزلہ مردوں کے ہیں، اور عالم اسباب میں مردوں کو سنانا بشری قدرت سے باہر ہے باقی حق تعالیٰ اگر اپنی قدرت سے کسی مردہ کو سنانا چاہیں تو یہ ممکن ہے، جیسے "وَمَاۤ اَنۡتَ بِهٰدِى الۡعُمۡىِ" کے معنی یہ ہیں کہ ہدایت بمعنی توفیق، نبی کی قدرت اور اختیار میں

نہیں جیسا کہ دوسری جگہ آیا "اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ" نبی کا کام حق کا بتا دینا اور اس کا سنا دینا ہے باقی حق کا دل میں اتار دینا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اسی طرح آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے نبی یہ کافر دل کے مردہ ہیں انکو حق بات سنانا آپ کی قدرت میں نہیں ہے، نیز احادیث میں زیارت قبور کی تاکید اور مردوں کو خطاب "السلام علیکم" سلام کرنے کا حکم آیا ہے۔

معلوم ہوا کہ مردے بحکم خداوندی سنتے ہیں، اور قبر پر حاضر ہونے والے کو اگر زندگی میں پہچانتے تھے تو مرنے کے بعد بھی پہچانتے ہیں۔ (معارف القرآن: ص:۱۱: ج۔۶)

تفسیر منیر میں علامہ زحیلیؒ لکھتے ہیں کہ۔ مردے سنتے بھی ہیں اور سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ اور اسی پر سلف کا اجماع ہے۔ (ص۔۱۱۲۔۱۱۳۔ ج۔۲۱)

اور بندہ ناچیز کا بھی یہی عقیدہ ہے جس پر سلف کا اجماع ہے۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فوائد عثمانیہ سورۃ الروم کے کے حاشیہ میں لکھتے ہیں اس آیت میں اسماع کی نفی سے مطلقاً سماع کی نفی نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم

﴿۵۳﴾ حصر الہدایت فی ذات باری تعالیٰ:۔۔۔ یعنی آپ اندھوں کو انکی گمراہی سے راہ پر نہیں لا سکتے آپ تو انکو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ مانتے بھی ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ

اللہ کی ذات وہ ہے جسنے تمہیں پیدا کیا ہے کمزوری سے پھر اس نے بنائی کمزوری کے بعد قوت پھر بنائی قوت کے بعد پھر کمزوری اور

بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

بڑھاپا، پیدا کرتا ہے جو چاہے اور وہ سب کچھ جاننے والا اور قدرت رکھنے والا ہے ﴿۵۴﴾ اور جس دن برپا ہو گی قیامت تو

يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۚ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ

قسم کھائیں گے مجرم کہ نہیں ٹھہرے وہ سوائے ایک گھڑی کے اسی طریقے سے وہ پھیرے جاتے تھے ﴿۵۵﴾ اور کہیں گے وہ لوگ جنکو

اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۖ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ

علم اور ایمان دیا گیا ہے البتہ تحقیق ٹھہرے ہو تم اللہ کی کتاب میں بعث کے دن تک پس یہ بعث کا دن ہے لیکن تم نہیں

كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

جانتے تھے ﴿۵۶﴾ پس اسدن نہیں فائدہ دے گا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا ان کا عذر پیش کرنا اور نہ انکو موقع دیا جائیگا کہ وہ راضی کر سکیں ﴿۵۷﴾

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ

اور البتہ تحقیق ہمنے بیان کی ہیں لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں اور اگر آپ لائیں انکے پاس کوئی نشانی تو کہیں گے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾

وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ نہیں ہو تم مگر باطل پرست ﴿۵۸﴾ اسی طرح اللہ تعالیٰ مہر کرتا ہے ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے ﴿۵۹﴾

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾

پس آپ صبر کریں، بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے اور نہ خفیف بنائیں آپکو وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے ﴿۶۰﴾

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ۔۔۔الخ ربط آیات:۔۔۔ اوپر تھا "اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰی" کہ مردوں کو زندہ کرنے والا اللہ ہے یہاں سے اثبات قیامت کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۶ ۔۔۔ تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل، خلقت بنی آدم کی تشریح، تذکیر بما بعد الموت، مؤمنون کا جواب، مشرکین کی عدم قبولیت معذرت، صداقت قرآن، عقاب خداوندی، فریضہ وتسلی خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات : ۵۴: تا ۶۰ +

توحید پر عقلی دلیل خلقت بنی آدم کی تشریح:۔۔۔ بچہ پیدائش کے وقت بہت کمزور ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ طاقت آنے لگتی ہے، جب جوانی کے شباب میں ہوتا ہے، اس وقت پوری قوت وطاقت میں ہوتا ہے پھر عمر ڈھلنے لگ جاتی ہے پھر قوت و طاقت میں کمزوری کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں جسکی آخری حد بڑھاپا ہے اس وقت تمام اعضاء ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور تمام اعضاء جواب دے دیتے ہیں یہ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے یہ اسکی توحید پر واضح دلیلیں ہیں حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں شاید اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ جس طرح تم کو کمزوری کے بعد طاقت دی مسلمانوں کو بھی کمزوری کے بعد قوت عطا کرے گا، اور جو دین بظاہر اس وقت کمزور نظر آتا ہے، کچھ دنوں بعد زور پکڑے گا اور اپنے شباب وعروج کو پہنچے گا، اس کے بعد ممکن ہے کہ مسلمانوں پر ایک دور کمزوری کا آئے اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اس بات میں کہ کمزوری کے دور کو قوت میں تبدیل کر دے اس سے کوئی بعید نہیں ہے البتہ اس کے اسباب مختلف ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم ﴿۵۵﴾ تذکیر بما بعد الموت:۔۔۔ قیامت کے دن مجرم لوگ کہیں گے ہم دنیا یا قبر میں ایک گھڑی ٹھہرے ہیں۔ ﴿۵۶﴾ مؤمنوں کا جواب:۔۔۔ ایماندار کہیں گے تقدیر الٰہی کے مطابق تم دنیا یا قبر میں پورا وقت صرف کر کے آئے ہو۔ (معالم التنزیل: ص: ۲۰۰ ج۔ ۳)

﴿۵۷﴾ مشرکین کی عدم قبولیت معذرت:۔۔۔ اور آج مجرموں کی کوئی معذرت نفع نہ دے گی کہ موقع فراہم کیا جائے جس میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لیں۔ ﴿۵۸﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ ۔۔۔الخ ربط آیات:۔۔۔ سورۃ کا آغاز ایک دلیل نبوت سے فرمایا، اس سورۃ کو پھر ایک دلیل نبوت پر ختم کرتے ہیں۔ صداقت قرآن:۔۔۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ قرآن عجیب وغریب اور حکمت اور دستور ہدایت سے لبریز ہے جب بھی اسکی خوبی پر نظر کرو تو تم پر واضح ہو جائے گا کہ یہ آسمانی کتاب ہے اور آپ کی نبوت پر واضح دلیل ہے مگر ان کفار نے اس پر باطل ہونے کا الزام لگایا کہ تم سب مل کر جھوٹ بنا لائے ہو، ایک نہیں بلکہ چند آیتیں بنا لیں اور دوسرے نے تصدیق کر دی، ایک نے جادو دکھلایا دوسرے نے تصدیق کر دی، ایک نے جادو دکھلایا دوسرا اس پر ایمان لانے کو تیار ہو گیا، اس طرح مل بھگت کر کے اپنا مذہب پھیلانا چاہتے ہو۔ ﴿۵۹﴾ عقاب خداوندی:۔۔۔ جو لوگ ضد وعناد پر اتر آتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان سے قبول حق کی استعداد ضائع کر دیتے ہیں ان کے دلوں پر مہر جباریت لگ جاتی ہے۔

﴿۶۰﴾ فریضہ وتسلی خاتم الانبیاء:۔۔۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ آپ کے ساتھ ہے کہ آپ ان کی ضد وعناد پر رنجیدہ خاطر نہ ہوں آخر میں یہ ناکام اور اہل حق کامیاب ہوں گے بلکہ آپ صبر وتحمل سے اپنے دعوت واصلاح کے کام میں لگے رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دشمن پر فتح دے گے۔ اور یہ بدیقین لوگ آپ کو برداشت نہیں کریں گے لہٰذا آپ ان کی حرکات کو برداشت کریں جیسی کیسی ہوں اور اللہ تعالیٰ کی مدد آپ کے ساتھ ہو گی۔ لَا یَسْتَخِفَّنَّكَ۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ یہ بے یقین لوگ آپ کو نادانی اور گمراہی کی پیروی پر آمادہ نہ کر پائیں۔

ختم شدہ سورۃ الروم بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ لقمٰن

نام اور کوائف :۔۔۔ اس سورۃ کا نام سورۃ لقمٰن ہے اس سورۃ کی آیت :۱۲: میں یہ لفظ موجود ہے اسی سے یہ نام ماخوذ ہے، اور یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے، ترتیب تلاوت میں ۳۱ ویں نمبر پر ہے، اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۵۷ نمبر پر ہے اور اس سورۃ میں ۴ رکوع :۳۴: آیات ہیں۔

ربط آیات۔ ❶ ۔۔۔ گزشتہ سورۃ کے آخر میں صدات قرآن کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ وَلَقَدۡ ضَرَبۡنَا لِلنَّاسِ فِیۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ الخ اس سورۃ کی ابتداء میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِيۡمِ۔

❷ ۔۔۔ گزشتہ سورۃ میں توحید کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ الخ اس سورہ میں بھی توحید کا ذکر ہے، جسکی لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو وصیت کی لوگوں کو چاہیئے کہ ان کی نصیحتوں کو حرز جان بنالیں کما قال تعالیٰ يٰبُنَیَّ لَا تُشۡرِكۡ بِاللّٰهِ الخ

❸ ۔۔۔ گزشتہ سورۃ کے آخر میں قیامت کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ فَيَوۡمَئِذٍ لَّا يَنۡفَعُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مَعۡذِرَتُهُمۡ "اس سورۃ کے آخر میں بھی قیامت کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ الخ کہ قیامت کا علم اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

❹ ۔۔۔ گزشتہ سورۃ کے شروع میں ان لوگوں کی مذمت تھی جو اللہ کے وعدہ پر یقین نہیں رکھتے بلکہ ظاہری اسباب پر یقین رکھتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ يَعۡلَمُوۡنَ ظَاهِرًا مِّنَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا الخ اور اس سورۃ کے شروع میں ان لوگوں کی تعریف ہے، جو اللہ کے وعدہ پر یقین رکھتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ۔ الَّذِيۡنَ يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ ۔۔۔الخ

موضوع سورۃ :۔۔۔ قرآن کریم سے صرف نیکی کرنے والے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

خلاصہ سورۃ :۔۔۔ صداقت قرآن جس میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ قرآن کی ہر بات حکمت کے عین موافق ہے، اہل ایمان اور کفار کے نتائج، مشرکین سے مناظرہ کرنے کا طریقہ، حضرت لقمان کی درد بھری نصائح، تذکیرات ثلاثہ، مشرکین کے اعتراضات اور ان کے جوابات، تسلیات خاتم الانبیاء، حق تعالیٰ شانہ کی معرفت حاصل کرنے کیلئے اس کی قدرت کی نشانیاں، سورۃ کے آخر میں قیامت کی باز پرس سے ڈرایا گیا ہے اور اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے۔ واللہ اعلم

سُوۡرَةُ لُقۡمٰنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۔ اٰيَاتُهَا ۳۴ وَرُكُوۡعَاتُهَا ۴

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓ ۝۱ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِيۡمِ ۝۲ هُدًى وَّرَحۡمَةً لِّلۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝۳ الَّذِيۡنَ يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ یہ آیات ہیں حکمت والی کتاب کی ﴿۲﴾ یہ ہدایت اور رحمت نیکی کرنے والوں کیلئے ﴿۳﴾ جو قائم رکھتے ہیں نماز کو اور

وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنۡ رَّبِّهِمۡ

ادا کرتے ہیں زکوٰۃ کو اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ﴿۴﴾ یہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے رب کی طرف سے اور

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ

یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے ﴿۵﴾ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو خریدتے ہیں کھیل کی باتوں کو تاکہ گمراہ کریں اللہ کے راستے سے

سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۶﴾ وَاِذَا تُتْلٰى

بغیر علم کے اور بناتے ہیں ان چیزوں کو ہنسی یہی لوگ ہیں جن کیلئے ذلت ناک عذاب ہے ﴿۶﴾ اور جب پڑھی جاتی ہیں اس پر

عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۷﴾

ہماری آیتیں تو پشت پھیرتا ہے تکبر کرتے ہوئے گویا اس نے ان کو سنا ہی نہیں گویا کہ اسکے کانوں میں بوجھ ہے پس ایسے شخص کو خوشخبری دے دیں دردناک عذاب کی ﴿۷﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾ لا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے ان کیلئے باغات ہیں نعمتوں کے ﴿۸﴾ ہمیشہ رہنے والے ہونگے ان میں، وعدہ ہو چکا ہے

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ

اللہ تعالیٰ کا سچا اور زبردست اور حکمت والا ہے ﴿۹﴾ پیدا کیا ہے اسنے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جنکو تم دیکھتے ہو اور ڈال دیئے ہیں اس نے زمین میں بوجھل پہاڑ تاکہ

اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَاۗبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ

وہ حرکت نہ کرے تمہارے ساتھ اور پھیلا دیئے ہیں اس نے زمین میں طرح طرح کے جانور اور اتارا ہے ہمنے آسمان کی جانب سے پانی پس اگائے ہیں ہمنے

كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۰﴾ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ

زمین میں ہر قسم کے عمدہ جوڑے ﴿۱۰﴾ یہ ہے اللہ کی پیدا کردہ چیز پس بتلاؤ مجھے کیا پیدا کیا ہے انہوں نے جو اسکے سوا ہیں

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾ ع

بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں ﴿۱۱﴾

خلاصہ رکوع ❶ ... صداقت قرآن کریم، مستفیدین من القرآن، اہل ایمان کے اوصاف حمیدہ کا بیان، نتیجہ دنیوی و اخروی، مشرکین کی خباثتیں، اور ان کے نتائج، منکرین قرآن کی کیفیت، مؤمنین کیلئے بشارت، تذکیر با لآاللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل، مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ۔ ماخذ آیات ۲ : تا ۱۱+

﴿۱﴾ صداقت قرآن۔ ﴿۲﴾ مستفیدین من القرآن۔ ﴿۳﴾ اہل ایمان کے اوصاف حمیدہ کا بیان۔ ❶ اقامت الصلوٰۃ۔ "وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ"۔ ❷ ادائیگی زکوٰۃ۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت میں زکوٰۃ کا حکم ہے حالانکہ یہ آیت مکی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اصل زکوٰۃ کا حکم مکہ معظمہ میں ہی ہجرت سے پہلے آچکا تھا اور یہ جو مشہور ہے کہ زکوٰۃ کا حکم ہجرت کے دوسرے سال میں نافذ ہوا اس سے مراد نصابوں کا تقرر اور مقدار واجب کی تفصیلات اور حکومت اسلامیہ کی طرف سے وصول یابی اور مصرف پر خرچ کرنے کا انتظام ہے، یہ ہجرت کے دوسرے سال ہوا۔ حافظ ابن کثیر نے یہی تحقیق سورۃ مزمل کی آیت

"وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ" کے تحت فرمائی ہے۔ (معارف القرآن۔ص۔۱۹۔ج۔۷)

﴿۵﴾ نتیجہ دنیوی اور اخروی۔ ﴿۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ الخ مشرکین کی خباثتیں۔شان نزول۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مشرکین میں سے ایک بڑا تاجر تھا، جوحیرہ وغیرہ سے قصص اور اخبار کی بیہودہ کتابیں خرید کرلایا کرتا تھا جس میں سرداران ایران اور رستم اور اسفندریار کی داستانیں ہوتی تھیں، مشرکین مکہ سے کہا کرتا تھا محمد ﷺ تمہیں قوم عاد وثمود وغیرہ کے واقعات سناتے ہیں میں تمہیں ان سے بہتر اسفندیار اور دوسرے شاہان فارس کے قصے سناتا ہوں اور کچھ گانے والی لونڈیاں بھی خرید لایا تھا جسکو اسلام کی طرف راغب دیکھتا، تو اس کو بلا کر شراب پلاتا اور گانا سنواتا اور کہتا یہ بہتر ہے یا وہ بہتر ہے؟ جس کی طرف محمد ﷺ بلاتے ہیں کہ نماز پڑھو اور روزہ رکھو اور اس کے ساتھ اپنی جان کھپاؤ یعنی جہاد وغیرہ کرو، مقصد اس کا یہ تھا کہ لوگ قرآن مجید چھوڑ کر یہ قصے سنیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (قرطبی۔ص۔۵۱۔ج۔۱۴)

اس آیت میں لہو الحدیث سے قصے کہانیاں اور گانے بجانے کا سامان مراد ہے جیسے باجا، اور بانسری، موسیقی اور ستار، اور سارنگی، اور مضحکہ خیز باتیں اور ناول اور افسانہ جات اور گانے بجانے والی لڑکیاں سب چیزیں لہو الحدیث کے عموم میں داخل ہیں، اور یہ سب چیزیں باجماع صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین وبالاتفاق ائمہ مجتہدین حرام ہیں۔ (معارف القرآن۔ص۔۱۷۴۔ج۔۶۔م،۱،کا)

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں جو لہو (شغل) دین اسلام سے پھر جانے یا پھیر دینے کا موجب ہو حرام بلکہ کفر ہے۔ (تفسیر عثمانی۔ص۔۵۳۸۔ج۔۲)

منکر حدیث حافظ اسلم جیراج پوری کی تحریف قرآن کی ناکام کوشش

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں اور بعض آدمی وہ ہیں جو حدیث کے مشغلہ کے خریدار ہوتے ہیں تا کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بلا علم (یقین) کے بھٹکا دیں اور اس کو مذاق بنائیں۔ (مقام حدیث۔ص۔۱۵۷۔اور۔ص ۱۸۳۔ج۔۱)

اس منکر حدیث نے اللہ تعالیٰ کی مظلوم کتاب کو تحریف کی کند چھری سے کس طرح ذبح کرنے کی ناکام کوشش کی ہے حالانکہ ان کے والد کٹر قسم کے اہل حدیث اور غیر مقلد تھے اور بھوپال کے اندر اپنے وقت میں حدیث کے مشغلہ کے بڑے خریدار بلکہ ٹھکید ار وہی صاحب تھے اسلم صاحب کی تفسیر کے مطابق ان کے والد اللہ کی راہ سے بھٹکانے اور دین خدا کی مذاق بنانے والوں میں پیش پیش تھے باقی کسر اسلم صاحب نے پوری کردی۔ پدر نتواں کرد پسر تمام کرد۔

﴿۷﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ...الخ کیفیت منکرین قرآن :۔۔۔ لغویات میں منہمک لوگوں کی حالت یہ ہے کہ بلکہ تمام غافل لوگوں کا حال یہی ہے کہ وہ آیات الٰہی سنتے وقت اندھے اور بہرے ہوجاتے ہیں، ان کا فائدہ تو اسی میں ہے کہ وہ کلام الٰہی کو سنیں اور اسمیں غور وفکر کریں اور اس کے مطابق عقیدہ اور عمل اپنائیں۔

مردوں سے مطلق سماع کی نفی نہیں بلکہ سماع نافع کی نفی ہے

یہاں یہ بات یاد رکھیں مردوں سے مطلقاً سماع کی نفی نہیں کی گئی بلکہ اس سماع کی نفی کی گئی ہے جو سماع مفید اور نافع ہوسکتا ہے اور نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ کفار اس دنیا میں جبکہ وہ بقید حیات ہیں ویسے تو سنتے ہیں اور ان کے کان، آنکھیں اور دل، سب کچھ موجود ہے مگر سماع قبول سے محروم ہیں، چنانچہ اس آیت سے واضح ہے کہ جب کفار ومشرکین پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ سنتے ہیں لیکن حق سے ضد اور عناد کی وجہ سے پیٹھ پھیر دیتے ہیں اور تکبر اور غرور کے نشے میں مست رہتے ہیں ایسا لگتا ہے گویا انہوں نے سنا ہی نہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے جیسا ان کے کانوں میں بوجھ ہیں اور کوئی بات ان کے کانوں تک پہنچتی نہیں کیونکہ جب سننے کا فائدہ اور نفع

ان کو قبول کرنے کا ہے مگر جب قبول نہ کیا تو کیا سنا؟ اور اس سننے کا کیا ثمرہ نکلا؟ بس یوں کہہ دیجئے گویا انہوں نے سنا ہی نہیں۔

﴿۸،۹﴾ بشارت مؤمنین :اہل ایمان کیلئے بشارت اور جزائے خیر کا ذکر فرمایا ہے۔ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقًّا الخ وعدہ خداوندی :یہ اللہ تعالیٰ نے سچا وعدہ فرمایا ہے۔ ﴿۱۰﴾ تذکیر بآلاء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل۔

﴿۱۱﴾ مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں عقائد

بندہ کا سب سے پہلا فرض :بندہ کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اپنے خالق کو پہچانے جس کا طریقہ یہ ہے کہ غور وفکر کرے کہ یہ کارخانہ خود بخود چل رہا ہے۔ یا پس پردہ کوئی دست قدرت اس کو چلا رہا ہے اور اپنے اندر غور کرے کہ کیا میں خود بخود پیدا ہوا ہوں یا کسی پیدا کرنے والے نے مجھے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اَمۡ خُلِقُوۡا مِنۡ غَيۡرِ شَيۡءٍ اَمۡ هُمُ الۡخٰلِقُوۡنَ۔ اور اس کے خواص اور آثار ہیں اور اسی طبیعت کا دوسرا نام نیچر ہے اور جو چیز اس عالم کی ہر چیز کو جداگانہ خاصیتوں اور خاص خاص افعال وصفات کے ساتھ مخصوص کر رہی ہے وہ یہی طبیعت اور فطرت اور نیچر ہے۔

عقیدہ اسلام :اسلام یہ بتاتا ہے کہ طبیعت اور اس کی خاصیت سب اللہ ہی کی مخلوق ہے اللہ ہی نے طبیعت کو پیدا کیا اور اسی نے اس میں یہ خاصیت رکھی، لہٰذا کوئی طبیعت بالذات مؤثر نہیں ہو سکتی سب اللہ کے ارادہ اور مشیت کے تابع ہے، جس طرح طبیعت کا وجود اللہ کے ارادہ ومشیت کے تابع ہے اسی طرح طبیعت کی خاصیت اور تاثیر بھی اللہ کے ارادہ ومشیت کے تابع ہے۔ کیا جس خدا نے ان طبائع مختلفہ کو اور ان کے خواص اور آثار کو پیدا کیا ہے تو کیا وہی خدا ان طبیعتوں کے خواص اور آثار کے بدلنے پر قادر نہیں رہا، خوب سمجھ لو کہ اس خالق کائنات کو اپنی کائنات کے وجود میں اور پھر ان کے خواص اور صفات میں تصرف اور تغیر اور تبدل کا بھی پورا اختیار ہے۔ ہر وجود کی باگ اس کے ہاتھ میں ہے۔

اشیائے عالم کے گوناگوں تغیرات اور زمان اور مکان کے بدلنے سے ان میں قسم قسم کے تبدلات اس بات کی دلیل ہیں کہ ان کا وجود اور ظہور کسی قدرت اور حکمت پر مبنی ہے خود اس شے کے ذرات بسیطہ کی غیر شعوری حرکت پر مبنی نہیں۔

دہریت اور نیچریت کا بطلان عقلی دلیل ہے :عقل اس بات کے ماننے پر آمادہ نہیں کہ کسی طرح کا شعور نہ رکھنے والی طبیعت اور قوت کو اس کارخانہ عالم میں بالاستقلال مدبر اور متصرف مان لیا جائے۔ موجودہ فلسفہ یہ کہتا ہے کہ سلسلہ نظام مادیات ایک طبعی خاصہ کے ماتحت چل رہا ہے، یعنی اشیاء میں ذاتی اور طبعی خواص ہیں جو ایک دوسرے پر اثر کرتے ہیں اور اس طبعی خاصہ کی بناء پر تاثیر (اثر ڈالنے) اور تاثر (اثر قبول کرنے) کا عمل جاری ہے، اس تاثیر اور تاثر کے لیے کسی بیرونی اور بالائی طاقت کے ماننے کی ضرورت نہیں، جیسا کہ اہل مذہب ایک قادر مطلق کے قائل ہیں اس کی ضرورت نہیں۔

دہری گروہ کا یہ نظریہ ہے جو ہم نے قارئین کرام کے سامنے پیش کر دیا ہے اس کو نہ عقل قبول کرتی ہے اور نہ فطرت انسانی اور نہ تعلیم آسمانی۔ قارئین کرام خود فیصلہ کر لیں کہ ایک مردہ اور اندھے اور بہرے مادہ کے سامنے جھکنا آسان ہے یا ایک قادر مطلق کے سامنے گردن ڈال دینا اور اس پر ایمان لے آنا آسان ہے۔

خالق کائنات کا ازلی اور ابدی ہونا :خالق عالم بذاتہ قدیم، ازلی اور ابدی ہے جس کے وجود کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ کوئی انتہا ہے اور اس کی ذات تک زوال اور فنا کی رسائی نہیں، خود اس کی ذات اس کے قدیم ہونے کو مقتضی ہے کسی دوسری ذات نے اس کو قدیم نہیں بنایا، اس کے سوا کسی کے لیے قدیم ہونا اور ازلی ہونا ثابت نہیں۔

"ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ" غرض یہ کہ وجود ذات باری تعالیٰ کے لیے غیر منفک ہے یعنی اس کی ذات سے وجود کا جدا ہونا ناممکن اور محال ہے اور اگر بالفرض خدا کے وجود کی کوئی ابتدا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک ایسا وقت تھا کہ خدا موجود نہ تھا اور پھر موجود ہو گیا، تو خدا کا حادث (پیدا ہونے والا) ہونا لازم آئے گا اور ہر حادث کے لیے کسی خالق اور محدث (پیدا کرنے والا) کا ہونا ضروری ہے پس معاذ اللہ! اگر خدا قدیم نہ ہو بلکہ حادث ہو تو اس کے لیے بھی ایک خالق اور محدث تلاش کرنا پڑیگا۔ اور جیسے خالق کائنات کا ازلی ہونا ضروری ہے ایسا ہی اس کا ابدی ہونا بھی ضروری ہے یعنی ایسا ہونا چاہیے کہ اس کے وجود کے لیے فنا اور زوال نہ ہو اور اس کے وجود کی کوئی حد اور نہایت نہ ہو اور اگر بالفرض خدا کے وجود کی انتہا مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آئندہ چل کر ایسا وقت آئے گا کہ خدا اس وقت موجود نہ ہوگا اور خدا کا فنا ہو جانا عقلاً بھی محال ہے معاذ اللہ اگر خدا پر بھی زوال آسکتا ہے تو پھر خالق اور مخلوق میں کیا فرق رہا۔

موجودات کی اقسام: موجودات کی چار اقسام ہیں: (۱) اول: وہ کہ جس کی نہ ابتدا ہے اور نہ انتہا ہے۔ وہ حق جل شانہ ہے۔

(۲) دوم: وہ موجود جس کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی ہے، یہ موجود عالم دنیا ہے کہ جس کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی ہے۔

(۳) سوئم: وہ موجود کہ جس کی ابتدا تو ہے مگر انتہا نہیں، یہ عالم آخرت ہے۔ (۴) چہارم: وہ موجود جس کا آخر تو ہے مگر اس کا کوئی اول نہیں، وہ اس عالم کا عدم ہے جو اس کے وجود آنے سے منقطع ہو گیا۔ اس کے عدم سابق کی کوئی ابتدا نہیں۔

(اتحاف شرح احیاء العلوم: جلد ۲، صفحہ ۹۴ للعلامۃ الزبیدی)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وحدانیت اور احدیت: صانع عالم جس کو ہم "اللہ" (جل جلالہ) کہتے ہیں وہ ایک ہے جو اپنی ذات، صفات اور افعال میں یگانہ ہے۔ فی الحقیقت کسی امر میں کوئی اس کا شریک نہیں نہ وجوب وجود میں اور نہ الوہیت میں اور خواص الوہیت میں اور نہ قدیم ہونے میں اور نہ ازلیت میں اور نہ استحقاق عبادت میں اور نہ تدبیر وتصرف میں، وہ اپنی ذات اور صفات میں فرد اور یگانہ ہے کوئی اس کا مثل اور شریک نہیں۔

نصاریٰ کے عقیدہ تثلیث کا ابطال: نصاریٰ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا حقیقت میں تین ہیں مگر ان کے پاس اس دعویٰ کے اثبات کے لیے نہ کوئی دلیل عقلی ہے اور نہ دلیل نقلی ہے، عقل کے نزدیک تین کا حقیقۃً ایک ہونا اور ایک کا تین ہونا ایسا ظاہر البطلان ہے جیسا کہ دن کا رات ہونا اور رات کا دن ہونا بدیہی البطلان ہے۔ نصاریٰ کے نزدیک اگر ایک اور تین کا حقیقۃً ایک ہو جانا ممکن ہے تو پھر ایک اور چار کا اور ایک اور پانچ کا ایک ہو جانا بھی حقیقۃً ممکن ہوا، حالانکہ یہ امر تمام عقلاء کے نزدیک محال ہے اس لیے کہ ہر عدد کی حقیقت دوسرے عدد کی حقیقت سے بالکل جدا اور دو مختلف حقیقتوں کا حقیقۃً ایک ہو جانا عقلاً محال ہے تو اسی طرح ایک اور تین کا حقیقتاً ایک ہو جانا بھی بلاشبہ محال ہوگا، ایک اور دو کے حقیقۃً ایک ہو جانے کے محال ہونے کے نصاریٰ بھی قائل ہیں اور اسی طرح چار، پانچ، سات کے حقیقۃً ایک ہونے کے باطل ہونے پر نصاریٰ بھی سارے جہاں کے ساتھ ہیں پھر معلوم نہیں کہ ایک اور تین کے حقیقۃً ایک ہونے کے نصاریٰ سارے جہان کے خلاف کیسے ہو گئے۔

اللہ جل جلالہ کا واجب الوجود ہونا: اللہ تعالیٰ خود بخود موجود ہے، اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں نیز اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے، یعنی اس کا موجود ہونا ضروری ہے اور اس کا عدم (نہ ہونا) محال یعنی ناممکن ہے، اور اس کے سوا کوئی چیز واجب الوجود نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ: "یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ"۔ (فاطر: ۱۵) ترجمہ: "اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو، اور اللہ بے نیاز ہے، ہر تعریف کا بذات خود مستحق ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ : اللہ تعالیٰ کے دو طرح کے نام ہیں :ایک ذاتی، دوسرے صفاتی۔ ذاتی نام ''اللہ'' ہے۔ صفاتی نام احادیث مبارکہ میں ننانوے بتلائے گئے ہیں جو کہ مشہور و معروف ہیں، یہ ننانوے نام اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ کی بنیاد اور اصل ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف یہی ننانوے نام ہیں ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے اور نام نہیں، بلکہ ان کے علاوہ اور بھی بے شمار نام ہیں جن میں سے بعض قرآن و حدیث میں ذکر کیے گئے ہیں، مثلاً ذوالفضل، ذی المعارج، ذی الطول، مَلِیک، اکرم، رفیع، شاکر، دائم، وتر، فاطر وغیرہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا''۔ (الاعراف :۱۸۰)

ترجمہ : ''اور اسمائے حسنیٰ (اچھے اچھے نام) اللہ کے ہیں۔ لہٰذا اس کو انہی ناموں سے پکارو''۔

اللہ تعالیٰ کا قادرِ مطلق ہونا : اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ قدرت بھی ثابت ہے کہ وہ ذات قادرِ مطلق ہے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے، عجز کا وہاں نام و نشان نہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے : ''قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ''۔ (الانعام :۶۵)

ترجمہ: کہو کہ : ''وہ اس بات پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے (نکال دے) یا تمہیں مختلف ٹولیوں میں بانٹ کر ایک دوسرے سے بھڑا دے، اور ایک دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھا دے۔'' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ''بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ''۔ (القیامۃ :۴) ترجمہ : ''کیوں نہیں؟ جبکہ ہمیں اس پر بھی قدرت ہے کہ اس کی انگلیوں کے پور پور کو ٹھیک ٹھیک بنا دیں''۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ ارادہ : اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ ارادہ بھی ثابت ہے، یعنی اپنے ارادہ و اختیار سے جو چاہتا ہے کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے وجود بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے معدوم کر دیتا ہے۔ اس نے ازل میں جو ارادہ کیا تھا، اسی کے مطابق ہو رہا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ اسی کے مطابق ہوتا رہے گا۔ وہ جس کا ارادہ کرتا ہے وہ ہو کے رہتا ہے، کوئی چیز بھی اس کے ارادہ و اختیار سے باہر نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : ''يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ''۔ (البقرۃ :۱۸۵) ترجمہ :اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے، اور تمہارے لیے مشکل پیدا کرنا نہیں چاہتا''۔

اللہ تعالیٰ کی دو صفات سمع اور بصر کا ذکر: یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک صفت سمیع بھی ہے۔ سمع کا معنی ہے سننا۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کی ہر بات سنتا ہے، ایک کی بات سننے سے، اسے دوسروں کی بات سننے میں رکاوٹ نہیں ہوتی، وہ بیک وقت انسانوں، فرشتوں، جنوں، جانوروں، پرندوں، پانی میں مچھلیوں، کیڑے مکوڑوں اور ان کے علاوہ دیگر تمام مخلوقاتِ عالم کی تمام باتوں کو سنتا اور سمجھتا ہے۔ انسانوں اور دوسری مخلوق کی مختلف زبانوں سے اسے کسی قسم کا کوئی اشتباہ نہیں ہوتا۔ اتنی زبردست قوتِ سماعت کے باوجود وہ کانوں سے پاک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : ''فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ''۔ (غافر :۵۶)

ترجمہ :لہٰذا تم اللہ کی پناہ مانگو۔ یقیناً وہی ہے جو ہر بات سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے : ''لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ''۔ (شوریٰ :۱۱) ترجمہ : کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے''۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ :عن أبي موسى الأشعري ـ رضي الله عنه ـ قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ـ ﷺ ـ فِي سَفَرٍ إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى وَادٍ هَلَّلْنَا وَ كَبَّرْنَا وَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ :يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ. فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا. إِنَّهُ مَعَكُمْ. إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ''۔ (صحیح بخاری: ج:۱،ص:۱۲)

ترجمہ : حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ :ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھے تو جب ہم کسی وادی میں داخل ہوئے تو ہم نے اس طرح :لاالٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر" کا ورد شروع کیا کہ ہماری آوازیں اونچی ہوگئیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! ٹھہرو اس لیے کہ تم ایسی ذات کو نہیں پکار رہے جو سننے سے عاجز ہو، اور نہ ہی اس کو جو موجود نہ ہو، یقیناً اللہ تمہارے ساتھ ہے، بیشک وہ سب کچھ سننے والا اور ہر ایک سے قریب ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی صفتِ بصر :اور اللہ تعالیٰ کے لیے دوسری صفتِ بصیر بھی ہے۔ بصر کا معنی ہے دیکھنا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے، کوئی چیز روشنی میں یا اندھیرے میں، نزدیک ہو یا دور، دن میں ہو یا رات میں، بڑی ہو یا چھوٹی، مخلوق کو نظر آئے یا نہ آئے، اللہ تعالیٰ سب کو ہر وقت یکساں طور پر دیکھتا ہے، کسی بھی وقت کوئی بھی چیز اس سے چھپ نہیں سکتی۔ بایں ہمہ وہ مخلوق جیسی آنکھوں سے اور آنکھوں کی ہر قسم کی شکل وصورت سے پاک ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :"إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا"۔ (الإسرا۔ ۳۰)

ترجمہ :یقین رکھو کہ وہ اپنے بندوں کے حالات سے اچھی طرح باخبر ہے، انہیں پوری طرح دیکھ رہا ہے۔

ارشادی باری تعالیٰ ہے :"لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ"۔(شوریٰ۔ ۱۱) ترجمہ : کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے"۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ :قَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ"۔(صحیح بخاری: ج:۱،ص:۱۲)

ترجمہ :عرض کیا اے اللہ کے رسول! احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اس لیے کہ اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا وہ تو تجھ کو دیکھ رہا ہے"

اللہ تعالیٰ کا خالق کائنات ہونا :اللہ تعالیٰ صفتِ خلق اور صفت تکوین کے ساتھ بھی موصوف ہے۔ خلق کا معنی پیدا کرنا اور تکوین کا معنی وجود میں لانا، یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو پیدا کرتے ہیں اور وجود میں لاتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :"إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ"۔ (یٰسین :۸۲) ترجمہ:"اس کا معاملہ تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرلے تو صرف اتنا کہتا ہے :"ہوجا" بس وہ ہوجاتی ہے"۔"جیسا کہ ارشاد ہے هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ"۔(فاطر :۳) ترجمہ :"کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟" "هُوَ اللهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (الحشر ۲۴) ترجمہ :"وہ اللہ وہی ہے جو پیدا کرنے والا ہے، وجود میں لانے والا ہے، صورت بنانے والا ہے"۔

اللہ تعالیٰ کا استویٰ علی العرش:اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے مگر اس کو اس کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے اور کیفیتِ استویٰ ہمیں معلوم نہیں، وہ عرش وغیر عرش کل عالم کا محافظ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :"اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (طٰهٰ۔ ۵

ترجمہ :"وہ بڑی رحمت والا عرش پر استوا فرمائے ہوئے ہے"۔

حضرت ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ :وقال الامام الاعظم رحمه الله تعالىٰ فى كتابه الوصية :نقر بان الله على العرش استوى من غير ان يكون له حاجة اليه واستقرار عليه، وهو الحافظ للعرش و غير العرش و نعم ما قال الامام مالك رحمه الله حيث سئل عن ذلك الاستواء فقال :الاستواء معلوم، والكيف مجهول، والسوال عنه بدعة، والايمان به واجب (شرح فقه أكبر۔ ۳۸)

ترجمہ :"اور امام اعظمؒ نے اپنی کتاب الوصیۃ میں لکھا ہے کہ :ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر استوا

فرمائے ہوئے ہے لیکن اس کو اس کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس پر ٹیک لگائے ہوئے ہے، اور وہ ذات عرش اور غیر عرش سب چیزوں کی محافظ ہے امام مالکؒ کا کیا خوب ارشاد ہے جو انہوں نے استوا کے متعلق سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "استوا معلوم ہے، اور اس کی کیفیت مجہول ہے، اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے، اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔"

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ

اور البتہ تحقیق دی ہم نے لقمان کو حکمت یہ کہ شکر ادا کرو اللہ تعالیٰ کیلئے اور جو شخص شکر ادا کرتا ہے پس بیشک وہ شکر ادا کرتا ہے اپنے نفس کے (بھلے) کیلئے اور

فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ

جو شخص ناشکری کرتا ہے پس بیشک اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور تعریفوں والا ہے ﴿۱۲﴾ اور (اس بات کو یاد کرو) جب کہا حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے اور وہ اسکو نصیحت کر رہے تھے

الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ

اے بیٹے! شرک کرنا اللہ کیساتھ بیشک شرک البتہ بہت بڑا ظلم ہے ﴿۱۳﴾ اور ہم نے تاکیدی حکم دیا ہے انسان کو اسکے والدین کے بارے میں اٹھایا ہے اسکو اسکی ماں نے ضعف پر ضعف

فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ

برداشت کرتے ہوئے اور اسکا دودھ چھڑانا دو سال میں ہوتا ہے (ہم نے اسکو حکم دیا) کہ شکر ادا کرو میرا اور اپنے ماں باپ کا میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے ﴿۱۴﴾ اور اگر وہ تجھے مجبور کریں

تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ

اس بات پر تم میرے ساتھ شریک کرو اس چیز کو جسکا تمہیں علم نہیں پس انکی بات نہ مانو اور رفاقت اختیار کرو انکے ساتھ دنیا میں دستور کے مطابق اور پیروی کرو اس کے راستے کی جو رجوع

مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ يٰبُنَيَّ اِنَّهَا اِنْ تَكُ

رکھتا ہے میری طرف، پھر تم سب کو لوٹ کر آنا ہے پھر بتا دونگا تمکو وہ کام جو تم کیا کرتے تھے ﴿۱۵﴾ اے بیٹے بیشک

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ

اگر ہو ایک رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی چیز پس ہو وہ کسی پتھر میں یا آسمان (کے کسی کنارے) پر یا زمین (کے کسی گوشے) میں لائیگا اسکو اللہ تعالیٰ، بیشک اللہ تعالیٰ لطیف ہے

بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ

اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے ﴿۱۶﴾ اے بیٹے قائم رکھو نماز کو اور حکم دو نیکی کا اور منع کرو برائی سے اور صبر کرو اس چیز پر جو تمہیں پہنچے

الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ

بیشک یہ بات پختہ امور میں سے ہے ﴿۱۷﴾ اور نہ پھیلاؤ اپنے گال لوگوں کے سامنے اور نہ چلو زمین میں اتراتے ہوئے

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ فِيْ

بیشک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا ہر اترانے والے اور بڑائی کا اظہار کرنے والے شخص کو ﴿۱۸﴾ اور میانہ روی اختیار کرو اپنی چال میں

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

النصف

مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ﴿١٩﴾

اور پست رکھو اپنی آواز کو بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے ﴿۱۹﴾

﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ ۔۔۔الخ ربط آیات: اوپر دلائل عقلیہ سے توحید خداوندی کا ذکر تھا اب یہاں سے دلائل نقلیہ سے توحید خداوندی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ ۔۔۔ حضرت لقمان کا کمال علمی، فریضہ لقمان، حضرت لقمان کی تبلیغ ونصائح، والدین کے حقوق، والدہ کی خدمات، شرک میں والدین کی اطاعت کی ممانعت، طریق کامیابی، تذکیر بما بعد الموت، مجازات اعمال، بقیہ نصائح، اصول کامیابی وغلبہ، تکبر کی ممانعت، کیفیت چال، مکروہ آواز کی ممانعت۔ ماخذ آیات ۱۲ : تا ۱۹ +

کمال علمی :۔۔۔ حضرت لقمان کے بارے میں جمہور علماء اور سلف صالحین کا متفقہ قول یہ ہے کہ وہ نیک صالح متقی حکیم اور دانا تھے، حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ وہ نبی تھے مگر وہ اپنے قول میں منفرد ہیں، اور ان کا نام لقمان بن ناعور بن ناحور بن تارخ ہے، سوڈان کے باشندے تھے ان کا پیشہ نجاری تھا، اور سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ درزی تھے، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ بکریاں چرایا کرتے تھے، وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے، اور حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ ان کے خالہ زاد بھائی تھے۔ (معالم التنزیل :ص: ۴۳۲ :ج۔۳)

حضرت ایوب علیہ السلام سے علم حاصل کیا ہے اور طویل عمر پائی ہے یہاں تک کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا اور داؤد علیہ السلام کی بعثت سے پہلے بنی اسرائیل کے قاضی اور مفتی تھے۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام مبعوث ہوئے تو فتویٰ دینا چھوڑ دیا اور فرمایا کہ نبی کا وجود کافی ہے۔ (مظہری: ص: ۲۵۲ :ج۔۷)

الْحِكْمَةَ : حکمت کی تفسیر میں بہت سے اقوال ہیں، ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ حکمت اس علم صحیح اور فہم صحیح کا نام ہے جس کے ساتھ عمل بھی ہو اس مجموعہ کا نام حکمت ہے ورنہ علم کتنا وسیع کیوں نہ ہو جب تک کہ عمل صحیح اس کے ساتھ نہ ہو تو وہ حکمت کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ أَنِ اشْكُرْ الخ فریضہ لقمان :۔۔۔ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے رہو جو شخص شکر کرے گا وہ اپنے ذاتی نفع کے لئے شکر کرتا ہے۔

فائدہ : ہمارے شیخ حاجی محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے جس کو جو کوئی نعمت عطاء فرمائی ہے اس کا شکر کرنا چاہئے اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ مزید انعامات سے نوازے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شکر کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ ﴿آمین﴾

﴿۱۳﴾ لَا بْنِهِ. حضرت لقمان کی تبلیغ ونصائح ۔۔۔ اے پیارے بیٹے! اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ بنانا شرک بڑا ظلم ہے حضرت لقمان کے بیٹے کا نام "انعم" یا "مشکم" یا "ماثان" تھا۔ (مظہری۔ص۔۲۵۵۔ج۔۷)

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حکیم کا پہلا کام شرک سے نفرت دلانا ہے اس لئے حضرت لقمان نے سب سے پہلے اپنے بیٹے کو شرک نہ کرنے کا حکم دیا ہے اس میں اختلاف ہے کہ آیا وہ مشرک تھا یا موحد اگر مشرک تھا تو ایمان لانے کے لئے کہا کہ بیٹے شرک نہ کرنا اگر وہ موحد تھا تو پھر مطلب یہ ہے کہ اس توحید پر قائم رہنا اور شرک سے نفرت دلانے کیلئے کہا يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ۔

ملحدین کا شرک کے مسئلہ پر اعتراض اور اس کا جواب

ملحدین نے یہاں ایک اعتراض کیا ہے کہ ایک آدمی شرک کرتا ہے کفر کرتا ہے جب تک بالغ نہیں تو غیر مکلف ہے بالغ ہونے کے بعد ایک لمحہ بھی شرک کیا اور مر گیا تو تم کہتے ہو کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہے گا، اس کے مدمقابل ایک شخص نے سو سال شرک کیا ہزار سال شرک کیا وہ بھی ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے گا تو یہ انصاف کے قانون کے خلاف ہے، اور عقل کے بھی خلاف

ہے۔اس کا جواب حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا، حضرت فرماتے ہیں تم نے بات کو سمجھا ہی نہیں وہ یہ ہے کہ شرک کے علاوہ باقی جتنے گناہ ہیں وہ محدود ہیں اور انکی سزا بھی محدود ہے، شرک کرنے والا اللہ تعالیٰ کی صفات جو کہ غیر محدود ہیں، ان میں غیروں کی شریک کرتا ہے مثلاً علم کی صفت میں قدرت میں سمع کی صفت میں بصر کی صفت میں تو اس لئے سزا بھی غیر متناہی اور غیر محدود ہے اور باقی جو گناہ ہیں وہ محدود ہیں اس لئے سزا بھی محدود ہے۔

گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ

گناہوں کی اقسام : گناہوں کی دو قسمیں ہیں: (۱) گناہِ کبیرہ۔ (۲) گناہِ صغیرہ۔

گناہ کبیرہ بڑے گناہوں کو اور گناہ صغیرہ چھوٹے گناہوں کو کہتے ہیں۔گناہ کبیرہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے اور گناہ صغیرہ نیک اعمال کی برکت سے توبہ کے بغیر بھی معاف ہوجاتے ہیں۔

کبیرہ گناہ : صغیرہ گناہ پر اصرار سے کبیرہ بنا دیتا ہے، اسی طرح جو گناہ بلا ندامت و بلا خوف باری تعالیٰ کیا جائے یا انسان اسے نڈر اور بے باک ہو کر کرے وہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے یا جن گناہوں کا مفسدہ اور خرابی کبائر منصوصہ کے مفسدہ کے برابر یا ان سے زیادہ ہو وہ بھی کبیرہ ہے۔جس گناہ پر قرآن وحدیث میں وعید آئی ہو یا لعنت کی گئی ہو یا جس گناہ پر حد شرعی مقرر ہو یا جس گناہ کے مرتکب کو قرآن وحدیث میں فاسق و فاجر قرار دیا ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔اسی طرح جو گناہ وسیلہ اور ذریعہ کی حیثیت نہ رکھتا ہو بلکہ خود بالذات مقصود ہو، وہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔

کبیرہ گناہ کی معافی کی شرط: گناہ کبیرہ کی معافی کے لیے توبہ ہے اور توبہ یہ ہے کہ جس گناہ سے توبہ کی ہے، اسے فوراً چھوڑ دے اور آئندہ اس گناہ کے نہ کرنے کا عزم کرے، اس گناہ پر ندامت و شرمندگی ہو، اس گناہ سے اللہ تعالیٰ یا بندے کا کوئی حق ضائع ہوا ہو تو اس حق کی تلافی کرے، نماز، روزہ وغیرہ چھوڑے ہوں، ان کی قضاء کرے، کسی کا ناحق مال دبایا یا کسی کو ستایا ہو تو اس کا مال واپس کرے یا اس سے معاف کروائے۔

کبیرہ گناہوں کی تعداد : گناہ کبیرہ کی کوئی متعین تعداد نہیں ہے، بعض احادیث میں تین، بعض میں سات، بعض میں دس، بعض میں پندرہ، بعض میں ستر تک بیان کیے گئے ہیں، چونکہ ہر چھوٹا عدد اپنے بڑے عدد کی نفی نہیں کرتا، اس لیے حصر کہیں بھی مقصود نہیں۔

ذیل میں گناہ کبیرہ ذکر کیے جاتے ہیں :(۱) شرک، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات میں کسی کو شریک کرنا۔(۲) کفر، ضروریات دین میں سے کسی امر ضروری کا انکار کرنا۔کفر و شرک کی حالت میں اگر موت آ گئی تو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا ہوگا اور آخرت میں اس کے لیے معافی کی کوئی صورت نہیں ہے۔(۳) تقدیر کا انکار۔(۴) ناحق کسی کو قتل کرنا۔(۵) زنا کرنا۔(۶) جادو کرنا۔(۷) جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑ دینا۔(۸) زکوٰۃ ادا نہ کرنا۔(۹) بلا عذر رمضان المبارک کے روزے نہ رکھنا۔(۱۰) بلا عذر رمضان المبارک کا روزہ توڑ دینا۔(۱۱) حج فرض ادا نہ کرنا۔(۱۲) خودکشی کرنا۔(۱۳) اولاد کو قتل کرنا (روح پڑ جانے کے بعد بچے کو ضائع کرانا بھی قتل اولاد میں داخل ہے) (۱۴) والدین کی نافرمانی کرنا۔جائز اور واجب امور میں والدین کی اطاعت فرض ہے، ناجائز اور حرام کاموں میں ان کی اطاعت جائز نہیں۔(۱۵) محارم واقارب سے قطع رحمی و قطع تعلق کرنا۔(۱۶) جھوٹ بولنا۔(۱۷) جھوٹی قسم کھانا۔

(۱۸) جھوٹی گواہی دینا۔(۱۹) فعل قوم لوط یعنی بدفعلی کرنا۔(۲۰) سود کھانا۔(۲۱) سودی معاملہ کرنا۔(۲۲) سود کھلانا۔

(۲۳) سود پر گواہ بننا۔(۲۴) ناحق یتیم کا مال کھانا۔(۲۵) میدان جنگ سے بھاگنا۔(۲۶) اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا، یعنی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا جو ان سے ثابت نہیں۔

(۲۷) ظلم کرنا۔(۲۸) کسی کو دھوکہ دینا۔(۲۹) تکبر کرنا۔(۳۰) کسی پاک دامن عورت پر تہمت لگانا۔(۳۱) مال غنیمت میں خیانت کرنا۔(۳۲) کسی کا مال اچک کر لے جانا۔(۳۳) حسد کرنا۔(۳۴) کینہ رکھنا۔(۳۵) دینی علوم دنیا کی خاطر پڑھنا، پڑھانا۔(۳۶) علم پر عمل نہ کرنا۔(۳۷) ضرورت کے موقع پر علم کو چھپانا۔(۳۸) جھوٹی حدیث بنانا یا معلوم ہونے کے باوجود جھوٹی حدیث نقل کرنا اور اس کا جھوٹی حدیث ہونا نہ بتانا۔(۳۹) وعدہ کی خلاف ورزی کرنا۔(۴۰) امانت میں خیانت کرنا۔(۴۱) معاہدہ کی پابندی نہ کرنا۔(۴۲) ظالم وفاسق لوگوں کو اچھا سمجھنا اور صلحاء سے بغض رکھنا۔

(۴۳) اولیاء اللہ کو ایذاء دینا یا ان سے دشمنی رکھنا۔(۴۴) کسی کو ناحق مقدمہ میں پھنسانا۔(۴۵) شراب پینا۔(۴۶) جوا کھیلنا۔(۴۷) حرام مال کمانا۔(۴۸) حرام مال کھانا یا کھلانا۔(۴۹) ڈاکہ ڈالنا۔(۵۰) جج کا جان بوجھ کر غلط فیصلہ کرنا۔(۵۱) لوگوں سے اسلحہ وغیرہ کے زور پر مال بٹورنا یا ناحق ٹیکس وصول کرنا۔(۵۲) مردوں کا عورتوں جیسی شکل وشباہت اختیار کرنا اور عورتوں کا مردوں جیسی شکل وشباہت اختیار کرنا۔(۵۳) دیوث یعنی بے غیرت ہونا۔(۵۴) پیشاب کے قطروں سے جسم یا کپڑوں کو نہ بچانا۔

۵۵) ریاء یعنی نیک اعمال میں دکھلاوا کرنا۔(۵۶) سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا۔(۵۷) مرد کا سونے کی انگوٹھی وغیرہ پہننا۔(۵۸) مرد کا خالص ریشم پہننا۔(۵۹) قرآن کریم تھوڑا یا زیادہ یاد کر کے بھلا دینا۔(۶۰) ستر نہ چھپانا۔(مرد کا ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے اور عورت کا پورا جسم ستر ہے سوائے ہتھیلیوں، چہرے اور پاؤں کے عورت کے لیے چہرے کا چھپانا ستر کے طور پر نہیں بلکہ حجاب اور پردے کے طور پر ضروری ہے)

(۶۱) عورت کا محرم یا خاوند کے بغیر سفر کرنا۔(۶۲) بلا عذر جمعہ کی بجائے ظہر پڑھنا۔(۶۳) عورت کا شوہر کی نافرمانی کرنا۔

۶۴) بلا عذر تصویر بنوانا۔(۶۵) عورت کا ایسا باریک لباس پہننا جس سے جسم کی رنگت معلوم ہو یا ایسا چست لباس پہننا جس سے جسم کی ہیئت معلوم ہوتی ہو۔(۶۶) مرد کا شلوار یا لنگی وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا۔(۶۷) احسان جتلانا۔(۶۸) لوگوں کے راز اور ان کی پوشیدہ باتوں پر مطلع ہونے کی کوشش کرنا۔(۶۹) چغل خوری کرنا۔(۷۰) کسی پر بہتان لگانا۔(۷۱) غیبت کرنا۔(۷۲) کاہن یا نجومی کی بات کی تصدیق کرنا۔(۷۳) پریشانی اور مصیبت کے وقت بے صبری کا مظاہرہ کرنا، نوحہ کرنا، ماتم کرنا، کپڑے پھاڑنا یا بددعا وغیرہ کرنا۔(۷۴) ہمسائے کا حق ادا نہ کرنا یا اس کو تکلیف دینا۔(۷۵) مسلمان کو ایذاء دینا۔(۷۶) اپنا نسب یا قوم تبدیل کرنا۔

۷۷) ناپ تول میں کمی کرنا۔(۷۸) اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہونا۔ یعنی اس کو عذاب اور اس کی تدبیروں سے بے خوف رہنا۔

۷۹) بلا عذر جماعت سے نماز نہ پڑھنا۔(۸۰) کسی وارث کو محروم کرنے یا کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے وصیت کرنا۔

۸۱) بہنوں کو وراثت میں سے حصہ نہ دینا۔(۸۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا سلف صالحین کو برا بھلا کہنا۔(۸۳) کمزور لوگوں پر دست درازی کرنا۔(۸۴) شرعی احکام پر تبصرہ کرنا یا انہیں خلاف مصلحت سمجھنا۔(۸۵) زمین سیراب کرنے کے لیے اپنے حصہ سے زائد پانی لینا۔(۸۶) مسلمان کی پردہ دری کرنا یا ان کے عیوب لوگوں پر ظاہر کرنا۔(۸۷) داڑھی مونڈنا یا ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا۔(۸۸) قبر پر چراغ جلانا۔(۸۹) صدقہ خیرات کر کے احسان جتلانا۔(۹۰) زمینی پیداوار کا عشر ادا نہ کرنا۔(۹۱) جس شخص کے پاس روزمرہ کی ضروریات کا انتظام ہو، اس کا سوال کرنا اور لوگوں سے مانگتے پھرنا۔(۹۲) عید الفطر، عید الاضحیٰ یا ایام تشریق میں روزہ رکھنا۔(۹۳) حالت احرام میں خشکی کے جانور کا شکار کرنا۔(۹۴) واجب ہونے کے باوجود قربانی نہ کرنا۔

۹۵) نشہ کرنا۔(۹۶) کسی اعتقادی یا عملی بدعت کا اختراع یا ارتکاب کرنا۔(۹۷) کسی چیز یا رقم کی ادائیگی کی مدت پوری ہونے پر قدرت کے باوجود ادائیگی نہ کرنا اور ٹال مٹول کرنا۔(۹۸) نابینا شخص کو قصداً غلط راستہ پر لگا دینا یا ناواقف شخص کو جان بوجھ کر غلط راستہ بتلانا۔

(۹۹) عام گزرگاہ یا رستہ پر قبضہ جمالینا کہ جس کی وجہ سے گزرنے والوں کو تکلیف ہوتی ہو۔(۱۰۰) امانت کے طور پر رکھوائی ہوئی چیز کو بلا اجازت مالک استعمال کرنا۔(۱۰۱) رہن رکھوائی ہوئی چیز کو استعمال کرنا۔(۱۰۲) گری پڑی چیز ذاتی استعمال میں لانے کی نیت سے اٹھانا۔(۱۰۳) تقاضا اور استطاعت کے باوجود نکاح نہ کرنا۔(۱۰۴) اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا۔(۱۰۵) کسی کو برے القاب سے پکارنا۔(۱۰۶) مسلمان کے ساتھ استہزاء یا اس کی ہتک عزت کرنا۔(۱۰۷) کسی کی منگنی پر منگنی کرنا۔(۱۰۸) کسی کے سودے پر سودا کرنا۔(۱۰۹) محرمہ نسبیہ، صہریہ یا رضاعیہ کے ساتھ نکاح کرنا۔

۱۱۰) تین طلاق دینے کے بعد بغیر حلالہ شرعیہ سابقہ منکوحہ کو بسانا۔(۱۱۱) ادا نہ کرنے کی نیت سے مہر مقرر کرنا۔(۱۱۲) اسراف یعنی فضول خرچی کرنا۔(۱۱۳) کسی کی دلی رضامندی کے بغیر اس کا مال وغیرہ استعمال کرنا۔(۱۱۴) ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں ان میں برابری نہ کرنا۔(۱۱۵) میاں بیوی کا ایک دوسرے کے حقوق واجبہ ادا نہ کرنا۔(۱۱۶) بلا عذر شرعی کسی مسلمان سے تین دن سے زائد قطع تعلق کرنا۔(۱۱۷) عورت کا بے پردہ ہو کر باہر نکلنا۔(۱۱۸) عورت کا بلا ضرورت شرعیہ خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرنا۔(۱۱۹) عورت کا عدت پوری ہونے کے بارے میں غلط بیانی کرنا۔

۱۲۰) عدت والی عورت کا بلا ضرورت شرعیہ گھر سے باہر نکلنا۔(۱۲۱) عدت وفات والی عورت کا عدت کی مدت تک بناؤ سنگھار وغیرہ سے اجتناب نہ کرنا۔(۱۲۲) زیر کفالت لوگوں، یعنی بیوی بچوں وغیرہ پر استطاعت کے باوجود خرچ نہ کرنا۔(۱۲۳) گناہ اور حرام کاموں میں معاونت کرنا۔(۱۲۴) کسی منصب سے اہل کو معزول کر کے نااہل کو مقرر کرنا۔(۱۲۵) کسی مسلمان کو کافر یا اللہ کا دشمن کہنا یا اس کے علاوہ کسی اور لفظ سے گالی دینا۔(۱۲۶) حدود شرعیہ میں کسی کی سفارش کرنا۔(۱۲۷) بالغ ہونے کے بعد ختنہ نہ کروانا۔

۱۲۸) فرض ہونے کے باوجود جہاد نہ کرنا۔(۱۲۹) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنا۔(۱۳۰) مسلمان کے سلام کا جواب نہ دینا۔(۱۳۱) طاعون والی جگہ سے بھاگنا۔(۱۳۲) مسلمانوں کا اجتماعی یا انفرادی راز افشاء کرنا۔(۱۳۳) منت پوری نہ کرنا۔

۱۳۴) رشوت لینا۔(۱۳۵) رشوت دینا، اگر حصول حق یا دفع ضرر رشوت دیئے بغیر ممکن نہ ہو تو مجبوراً رشوت دینا جائز ہے، رشوت لینا بہر صورت حرام ہے۔(۱۳۶) لوگوں کو راضی کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا۔(۱۳۷) سفارشی کا ہدیہ قبول کرنا۔

۱۳۸) بلا عذر شرعی گواہی کو چھپانا۔(۱۳۹) فساق کی مجلس میں بوقت ارتکاب فسق جانا اور وہاں بیٹھنا۔(۱۴۰) کسی کے خلاف ناحق دعویٰ کرنا۔(۱۴۱) گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا۔ مذکورہ سب گناہوں کی معافی توبہ سے اور بغیر توبہ کے ممکن ہے مگر شرک توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوگا۔

﴿۱۴﴾ وَوَصَّيْنَا ... الخ والدین کے حقوق :... حضرت لقمان نے سب سے پہلے جو بیٹے کو نصیحت فرمائی وہ اللہ تعالیٰ کے حق کے متعلق تھی شرم کے مارے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا ذکر نہیں فرمایا جس میں اپنی غرض کا احتمال تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کے وصایا میں بطور جملہ معترضہ والدین کی شکر گذاری کا ذکر فرمایا ہے تاکہ لقمان کی نصیحت پوری ہو جائے۔

(مظہری۔ص۔۲۵۵۔ج۔۷)

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے پانچ نمازیں قائم کیں اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور جس نے پانچ نمازوں کے بعد والدین کے لئے دعا کی اس نے والدین کا شکر ادا کیا۔(معالم التنزیل ص ۲۲۴، ج۔۳)

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ الخ والدہ کی خدمات :اللہ نے ماں کی خدمات اور احسانات کا ذکر فرمایا کہ حمل سے تمہارے وجود کی ابتداء

ہوئی، اور دودھ پلانے سے تمہاری تربیت ہوئی، اور تمہارے وجود کو بقا حاصل ہوئی، اور ان تین سال کے عرصہ میں ماں نے جو تمہاری خدمت گذاری کی مشقتیں اور درد دکھ اٹھائے وہ قابل بیان نہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے ساتھ والدین کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے (حقوق والدین کے لئے تفصیل سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۲۳ ،، ۲۴ میں دیکھیں، اور مسئلہ رضاعت کی تفصیل سورۃ بقرہ میں ملاحظہ فرمائیں)

﴿۱۵﴾ شرک میں والدین کی اطاعت کی ممانعت۔ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ : طریق کامیابی۔ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ الخ تذکیر بما بعد الموت۔ فَاُنَبِّئُكُمْ الخ مجازات اعمال۔ ﴿۱۶﴾ يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ الخ بقیہ نصائح : یہاں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کی بقیہ نصائح اور وصیتوں کا سلسلہ شروع فرمایا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ اے بیٹے! اگر رائی کے دانے سے بڑھ کر کوئی چھوٹی چیز ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ قیامت کے دن حساب وکتاب کے وقت اللہ تعالیٰ اس کو بھی حاضر کرے گا۔

﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ... الخ تکبر کی ممانعت :... اخلاق وعادات کے باب میں اس کی دو تفسیریں ہیں، ایک یہ ہے کہ "للناس" میں لام بمعنی عن کے ہے، اور "تُصَعِّرْ" کا معنی "لا تمل" معنی یہ ہے کہ نہ مائل کر اپنے رخسار کو لوگوں سے (جلالین) دوسری تفسیر یہ ہے کہ لام اپنے معنی میں ہے معنی یہ ہوگا نہ پھیلا اپنے رخساروں کو لوگوں کے لئے، آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب تو لوگوں سے ملاقات کرے تو ان کو حقیر سمجھ کر ان سے اپنا رخسار نہ موڑنا جیسا کہ متکبرین کا طریقہ ہے کہ وہ منہ اور گردن موڑ کر بات کرتے ہیں، ادب اور تواضع کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی طرف متوجہ ہو کر بات کرو" مختال" کا لفظ "وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا" کے مقابلہ میں ہے مطلب یہ ہے کہ زمین پر اکڑ کر مت چل اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے، اور "فخور" کا لفظ "وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ" کے مقابلہ میں ہے، مطلب یہ ہے کہ فخر سے لوگوں کو حقیر سمجھ کر اپنے رخساروں کو نہ موڑنا۔

مواعظ ونصائح

کسی کو ایذا نہ دیجیے: دوسروں کو ایذا اکثر وہی لوگ دیتے ہیں جو اپنے سامنے والے کو اپنے سے کمتر سمجھتے ہیں۔ طاقتور آدمی اپنے سے کمزور کو ایذا دے گا۔ یا تو اس کو اپنے ہاتھ سے دھکیلے گا یا اس کو لات مارے گا۔ مارے گا بھی اور حقیر بھی سمجھے گا۔ وہ اس کے آگے تو شیر بنا رہے گا لیکن کسی جنگ میں شریک ہوا تو وہاں لومڑی نظر آئے گا۔ اسی طرح مالدار آدمی غریب شخص پر زیادتی کرتا ہے، بھری مجلس میں اس کی بے عزتی کر دیتا ہے موقع بے موقع اس کی بات کاٹتا ہے۔ اور اگر کوئی بڑے منصب اور عہدہ پر فائز ہے تو اس کے کیا کہنے، وہ تو ان سب سے دو قدم آگے ہوتا ہے۔ یہی کیفیت اس شخص کی ہوتی ہے جو اپنے آپ کو کسی اعلیٰ خاندان سے سمجھتا ہے۔ درحقیقت ایسے ہی مغرور لوگ دوسروں کو اپنے خلاف بھڑکانے کا ذریعہ بنتے ہیں، پھر یہ دوسرے لوگ ان کی عزت وجاہ کے زوال کی تمنا کرتے ہیں اور ان کو مصیبت میں گرفتار دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ اگر چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو انجام کار یہی مغرور لوگ مفلس نظر آئیں گے۔

مفلس کس کو کہتے ہیں: آیئے ذرا اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان سنئے۔ ایک دن آپ اپنے صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا: "کیا تم جانتے ہو مفلس کس کو کہتے ہیں؟" صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: "ہم تو مفلس اس کو کہتے ہیں جس کے پاس روپیہ پیسہ اور مال ومتاع نہ ہو۔" آپ نے فرمایا: "میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز اپنی نمازیں، اپنے روزے اور اپنی زکوٰۃ لے کر آئے گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر جھوٹا بہتان لگایا ہوگا، کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا، کسی کو ناحق قتل کیا ہوگا اور کسی کو بے جا مارا پیٹا ہوگا۔ تو اس شخص کی نیکیاں لے کر ان مظلوم لوگوں کو دے دی جائیں گی، اور جب

ان لوگوں کا بدلہ دینے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔تو ان مظلوم لوگوں کی برائیاں اور گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔اور پھر اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔" (مسلم: ج:۱:ص۔۱۲۶ رقم الحدیث ۲۵۱۸)

یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو کسی بھی قسم کی ایذا دینے سے اجتناب فرماتے تھے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ کسی عورت کو اور نہ کسی خادم کو۔سوائے جہاد فی سبیل اللہ میں۔اور اگر کسی نے آپ کی کوئی چیز (ناجائز طور پر) لی تو آپ نے اس سے بھی انتقام نہیں لیا، سوائے ایسی صورت میں کہ کسی نے اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیز کی بے حرمتی یا خلاف ورزی کی تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس سے انتقام لیا۔" (صحیح مسلم۔ج۔۱۔ص۔۱۲۱۵ رقم الحدیث ۲۳۲۸)

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ان نعمتوں یعنی دولت و طاقت اور عز و جاہ کو لوگوں کو ایذا دینے میں استعمال کیا تو وہ لوگوں کے بغض و عداوت کا نشانہ بنتا ہے، اور اللہ تعالیٰ آخرت سے پہلے اس دنیا ہی میں اس کو کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے، اور اس طرح مظلوموں کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔

﴿۱۹﴾ وَاقۡصِدۡ الخ کیفیت چال۔اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ : مکروہ آواز کی ممانعت : حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حیوانات میں گدھے کی تخصیص اس لئے فرمائی گئی کہ ہر حیوان کی آواز اللہ کی تسبیح ہے مگر گدھے کی آواز شیطان کے دیکھنے کے سبب سے ہوئی ہے۔اس وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ جب گدھے کی آواز سنو تو "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" پڑھو اس لئے کہ گدھے نے شیطان کو دیکھا ہے اس لئے وہ چیخ رہا ہے۔(ابن کثیر :ص:۷۔۴۳۷ :ج۔۶)

گدھا جو شروع میں آواز نکالتا ہے اس کو "زَفِیۡر" اور جو آخر میں نکالتا ہے اس کو "شَهِیۡق" کہتے ہیں یہ دونوں آوازیں جہنمیوں کی ہیں۔

(تفسیر خازن۔ص۔۱۷۴۔ج۔۳۔مدارک۔ص۔۱۷۱۔۶۷۱۔ج۔۳)

اور بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ گدھے کا چیخنا اور چلانا گھاس اور پانی کے لئے ہوتا ہے یا شہوت جھاڑنے کیلئے ہوتا ہے، یا دوسرے گدھے سے لڑنے کیلئے ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ آواز بہیمیت اور سبعیت کے سبب سے پیدا ہوگی وہ سب آوازوں سے بدتر ہوگی۔ (معارف القرآن۔ص۔۱۸۲۔ج۔۶۔م۔ا،)

اَلَمۡ تَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ وَاَسۡبَغَ عَلَيۡكُمۡ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے مسخر کیا ہے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور پوری کی ہیں اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں اور لوگوں

بَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيۡرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قِيۡلَ

میں سے بعض وہ ہیں جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ کے بارے میں اور نہ سمجھ رکھیں نہ سوجھ اور نہ روشن کتاب ﴿۲۰﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے

لَهُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلۡ نَـتَّبِعُ مَا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوۡ كَانَ الشَّيۡطٰنُ يَدۡعُوۡهُمۡ

کہ پیروی کرو اس چیز کی جسکو اللہ نے اتارا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم پیروی کریں گے اس چیز کی جس پر پایا ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اگرچہ شیطان انکو بلاتا ہے

اِلٰى عَذَابِ السَّعِيۡرِ ﴿۲۱﴾ وَمَنۡ يُّسۡلِمۡ وَجۡهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى ؕ

دوزخ کے عذاب کی طرف ﴿۲۱﴾ اور جو شخص تابع کر دیگا اپنے چہرے کو اللہ کے اور وہ نیکی کرنے والا ہو پس بیشک اس نے پکڑ لیا ہے مضبوط کڑا اور اللہ تعالیٰ

وَإِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿٢٢﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهُ ۚ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا

ہی کی طرف ہے انجام سب کاموں کا ﴿۲۲﴾ اور جس شخص نے کفر کیا پس نہ غم میں ڈالے تجھ کو اسکا کفر ہماری طرف ہی ان کا لوٹ کر آنا ہے پس ہم انکو بتلادیں گے

إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٢٣﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٢٤﴾

جو کچھ وہ عمل کرتے تھے بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے سینوں کے رازوں کو ﴿۲۳﴾ ہم فائدہ پہنچائیں گے انکو تھوڑی مدت تک پھر ہم انکو مجبور کریں گے سخت عذاب کی طرف ﴿۲۴﴾

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ

اور اگر آپ ان لوگوں سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو تو البتہ ضرور کہیں گے یہ لوگ کہ اللہ نے، آپ کہہ دیجئے سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ

بلکہ اکثر ان میں سے علم نہیں رکھتے ﴿۲۵﴾ اللہ ہی کیلئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں بیشک اللہ ہی غنی اور تعریفوں والا ہے ﴿۲۶﴾ اور اگر ہو جائیں جو زمین میں درخت ہیں

مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ

قلمیں اور سمندر اسکی سیاہی (بن جائیں) اسکے بعد سات مزید سمندر اسکی مدد کریں تو نہیں ختم ہوں گے اللہ کے کلمات، بیشک اللہ تعالیٰ کمال قدرت

عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٧﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ ۗ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿٢٨﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ

کا مالک اور حکمتوں والا ہے ﴿۲۷﴾ نہیں ہے تمہارا پیدا کرنا اور نہ تمہارا دوبارہ اٹھانا مگر ایک نفس کی طرح بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے ﴿۲۸﴾ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ

اللّٰهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ

بیشک اللہ تعالیٰ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اس نے مسخر کیا ہے سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے مقررہ وقت تک

أَجَلٍ مُسَمًّى وَأَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ

اور بیشک اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کام کرتے ہو اسکی خبر رکھنے والا ہے ﴿۲۹﴾ یہ اس وجہ سے کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی برحق ہے اور جسکو یہ لوگ پکارتے ہیں

مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٣٠﴾

اس کے سوا، وہ باطل ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی سب بلند اور بڑائی والا ہے ﴿۳۰﴾

﴿۲۰﴾ اَلَمْ تَرَوْا الخ ربط آیات :... امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ ابتداء سورت میں توحید کا اثبات اور شرک کا رد تھا۔ اور دلائل توحید پھر حضرت لقمان کی وصایا کا ذکر کیا جسمیں سب سے اہم وصیت توحید تھی، اب ان آیات میں پھر توحید کا مضمون ذکر کرتے ہیں اور منکرین توحید پر تہدید فرماتے ہیں، امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت کی معرفت نبوت اور بعثت پر موقوف نہیں، انسان اگر ذرا غور کرے اور عقل سے کام لے تو اپنے خالق اور منعم کو پہچان سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر۔ص۔۵۷۶۔ج۔۲۲۔حاشیہ شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی۔ص۔۳۸۔ج۔۴)

خلاصہ رکوع۔ ۳ ... تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل، منکرین توحید کا جدال، ترغیب اتباع قرآن، جواب از منکرین قرآن، تردید منکرین قرآن، تعیین حق، تسلی خاتم الانبیاء، تذکیر بما بعد الموت، مجازات اعمال، مجرمین کیلئے مہلت، مشرکین سے طریق مناظرہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل، کمالات الٰہیہ کے غیر متناہی ہونے کا بیان، بعث بعد الموت، تصرف باری تعالیٰ سے توحید پر عقلی دلیل، تردید مشرکین۔ ماخذ آیات۔ ۲۰ تا ۳۰+

اَلَمْ تَرَوْا الخ توحید پر دلائل عقلی : "نعمہ" انسان نعمت کو دیکھ کر فقط نعمت میں مشغول نہ ہو جائے بلکہ منعم جس کی طرف سے یہ نعمت آئی ہے، اسکی معرفت اور اسکی اطاعت کی فکر کرے اور ہر وقت اپنے منعم سے ڈرتا رہے، کہیں ایسا وقت نہ آجائے کہ منعم میری نافرمانی سے ناراض ہو کر اپنی نعمتیں واپس نہ لے لے حکمت اور عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اپنے منعم اور محسن سے غافل نہ رہے۔

ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً : ظاہری نعمتوں سے وہ نعمتیں مراد ہیں جو حواس ظاہری سے محسوس ہوں، مثلاً کھانا اور پہننا وغیرہ اور باطنی نعمتوں سے وہ نعمتیں مراد ہیں جو عقل سے دریافت ہوں جیسے ایمان اور علم دین، اس طرح ظاہری اور باطنی اور آسمان اور زمین کی نعمتیں تم پر پوری کر دیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے نعمت ظاہرہ سے مراد قرآن اور اسلام ہے اور باطنہ سے مراد گناہوں کی ستاری ہے کہ اس پر جلدی انتقام نہیں لیتا۔ حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نعمت ظاہرہ سے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے اور باطنہ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔ (معالم التنزیل: ص: ۴۲۵، ج۔ ۳) بہر حال یہ ساری نعمتیں اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلیل ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ الخ منکرین توحید کا جدال : "بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ" "علم" سے مراد دلیل عقلی ہے اور "ھدیٰ" سے مراد دلیل کشفی اور الہامی ہے جو کسی ہادی نبی یا ولی کے ذریعہ سے بذریعہ وحی اور الہام معلوم ہوتی ہے، اور کتاب منیر سے مراد آسمانی کتاب ہے، جو کسی ہادی نبی یا ولی کے ذریعہ سے بذریعہ وحی اور الہام معلوم ہوتی ہے، اور کتاب منیر سے مراد آسمانی کتاب ہے، مطلب یہ ہے کہ ان منکرین توحید کے پاس نہ کوئی دلیل عقلی ہے نہ دلیل نقلی ہے محض آباء واجداد کی اندھی تقلید کی بناء پر شرک اور بت پرستی میں مبتلا ہیں پھر جب ان کے پاس کسی قسم کا علم نہیں تو اہل علم سے مجادلہ کیوں کرتے ہیں۔ یہ آیت نضر بن حارث، ابی بن خلف اور امیہ بن خلف اور ان جیسے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے صفات کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑا کرتے ہیں۔ (معالم التنزیل۔ ص۔ ۴۲۵۔ ج۔ ۳)

﴿۲۱﴾ ترغیب اتباع قرآن : اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔

قَالُوْا الخ جواب از منکرین قرآن : وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا تھا۔ اَوَلَوْ... الخ تردید منکرین قرآن : کیا اگر شیطان ان کے بڑوں کو عذاب دوزخ کی طرف بلاتا رہے، تب بھی یہ اس کی اتباع کریں گے؟

فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصول دین میں تقلید کی ممانعت ہے البتہ فروعی اجتہادی مسائل میں تقلید کی ممانعت نہیں ہے۔

﴿۲۲﴾ تعیین حق : ... بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ... الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا ہے اس نے مضبوط کڑے میں ہاتھ ڈالا ہے یہ مضبوط کڑا ہاتھ سے چھوٹ تو سکتا ہے مگر ٹوٹ نہیں سکتا۔ اسکی تشریح سورۃ بقرہ (آیت: ۲۵۶) میں گزر چکی ہے۔ ﴿۲۳﴾ وَمَنْ كَفَرَ... الخ تسلی خاتم الانبیاء... اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ... الخ تذکیر بما بعد الموت۔

﴿۲۴﴾ نُمَتِّعُهُمْ... الخ مجرمین کیلئے مہلت : ... یہ لوگ فانی دنیا میں چند دن اسکی نعمتوں سے نفع اٹھالیں پھر سخت عذاب کیلئے ہم انہیں مجبور کر لیں گے۔ ﴿۲۵﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ... الخ مشرکین سے طریق مناظرہ سے توحید پر عقلی دلائل: جب اللہ تعالیٰ کو زمین آسمان کا خالق مانتے ہو تو پھر اسکی اطاعت سے جی کیوں چراتے ہو؟

﴿۲۷﴾ مَا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ الخ کمالات الٰہیہ کے غیر متناہی ہونے کا بیان : کلمات الٰہی ختم نہیں ہوں گے اس غیر متناہی خزانہ میں سے انسان کو تو چند کلمات عطا ہوئے ہیں کہ انکی اطاعت کرے لیکن انسان ان پر بھی عمل کرنے سے قاصر ہے، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ کلمات اللہ سے وہ کلمات قدسیہ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کے ساتھ قائم ہیں اور وہ حصر اور شمار سے باہر ہیں اور قدیم اور غیر مخلوق ہیں۔ (معارف القرآن۔ص۔۱۹۲۔ج۔۶۔م،۱،کا)

﴿۲۸﴾ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ... الخ بعث بعد الموت۔... دوسری مرتبہ پیدا ہونے میں تمہیں کیوں تعجب ہے حالانکہ سارے انسانوں کو پیدا کرنا اور ایک جان کا پیدا کرنا سب برابر ہیں اسکی قدرت ازلیہ میں قلیل کثیر سب برابر ہیں۔

﴿۲۹﴾ تصرف باری تعالیٰ سے توحید پر عقلی دلیل۔ ﴿۳۰﴾ تردید مشرکین۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بیشک کشتیاں چلتی ہیں سمندروں میں اللہ کے فضل سے تا کہ وہ دکھائے تمہیں اپنی قدرت کی نشانیوں میں سے بیشک اسمیں

صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى

اور نشانیاں ہیں البتہ ہر صبر کرنے والے اور شکر ادا کرنیوالے کیلئے ﴿۳۱﴾ اور جب ڈھانپتی ہے انکو موج سائبان کی طرح تو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص اسی کے اطاعت گزار بن کر پھر جب

الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَا اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا

وہ انکو نجات دیتا ہے خشکی کیطرف پس بعض انمیں سے درمیانی چال پر ہوتے ہیں اور نہیں انکار کرتا ہماری آیتوں کے ساتھ مگر ہر وہ شخص جو عہد شکن اور ناشکر گزار ہوتا ہے ﴿۳۲﴾ اے لوگو ڈرو اپنے پروردگار سے

يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

اور ڈرو اس دن سے کہ نہیں کام آئیگا کوئی باپ اپنے بیٹے کیلئے اور نہ کوئی بیٹا کفایت کرنے والا ہوگا اپنے باپ کیلئے کچھ بھی بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے پس نہ دھوکے میں

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٭ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ

ڈالے تمہیں دنیا کی زندگی اور نہ دھوکے میں ڈالے تمکو اللہ کے ساتھ بڑا دھوکے باز ﴿۳۳﴾ بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے قیامت کا علم

وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ

اور اتارتا ہے وہ بارش اور جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ وہ کل کیا کمائے گا اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کس سرزمین میں وہ مریگا بیشک اللہ تعالیٰ ہی

نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾

(سب کچھ) جاننے والا اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے ﴿۳۴﴾

ع ۴ ۱۲

﴿۳۱﴾ اَلَمْ تَرَ... الخ ربط آیات :... اوپر قدرت خداوندی کے دلائل تھے یہاں سے اس کے صفات کا بیان ہے۔

خلاصہ رکوع ❹ : تذکیر بآلا اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل اعتراف توحید، انسانوں کے اقسام، فریضہ بنی آدم، اختصاص علم غیب بحق اللہ تعالیٰ۔ ماخذ آیات ۳۱ تا ۳۴+

توحید پر عقلی دلیل : کہ اس کی نعمتوں کا فیضان صرف خشکی میں نہیں بلکہ سمندروں میں بھی لگاتار جاری ہے، سمندروں کے سفر میں محنت ومشقت بھی ہے اور بہت سے فوائد اور منافع بھی ہیں، مؤمن کیلئے یہ سفر باعث صبر بھی ہے اور موجب شکر بھی ہے اور صبر اور شکر کے جمع ہوجانے سے ایمان کامل ہوجاتا ہے۔ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا غَشِيَهُمْ الخ اعتراف توحید۔ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ : انسانوں کے اقسام۔ ا۔ مقتصد : کے معنی متوسط اور معتدل کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جب طوفان سے نجات پاکر خشکی پہ آگئے تو جو حال خوف کے وقت تھا وہ تو کسی کا باقی نہ رہا البتہ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اگرچہ اس حالت پر نہ رہے مگر بالکل بھول بھی نہیں جاتے۔ ختار اور کفور میں فرق : ''ختار'' کے معنی غدار اور مکار کے ہیں جو عہد کر کے توڑ دیتا ہے اور ''کفور'' کے معنی جو جان بوجھ کر ناشکری کرتا ہے۔

﴿۳۳﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا ... الخ ربط آیات : ... گزشتہ آیات میں دلائل توحید خداوندی کا ذکر تھا یہاں سے بنی آدم کے فرائض میں سے اہم شعبہ تقویٰ کی وصیت پر سورۃ کو ختم کرتے ہیں۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اے لوگو قیامت کے دن کے آنے سے پہلے اپنا تعلق درست کرلو کیونکہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، تمہیں دنیا کی زندگی اور شیطان بہکا نہ دیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم غیب کلی کی نفی

﴿۳۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الخ اختصاص علم غیب بحق اللہ تعالیٰ۔ شان نزول : ایک اعرابی شخص جسکا نام وارث بن عمرو بن حارثہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا میری بیوی حاملہ ہے آپ بتائیں وہ کیا جنے گی؟ اور ہمارا علاقہ قحط زدہ ہے مجھے بتائیں بارش کب آئے گی؟ اور یہ مجھے معلوم ہے کہ میں کب پیدا ہوا تھا آپ مجھے بتائیں میں کب مروں گا؟ مجھے معلوم ہے آج میں نے کیا کرنا ہے آپ مجھے یہ بتائیں کل میں کیا کروں گا؟ اور آپ مجھے یہ بتائیں قیامت کب آئے گی؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (قرطبی وابن کثیر والتفسیر المنیر وغیرہ)

علامہ بغویؒ نے اس کا نام حارث بن عمر بن حارث بن محارب ذکر کیا ہے۔ (معالم التنزیل ص۔ ۴۲۷۔ ج۔ ۳۔ مظہری ص۔ ۲۶۴۔ ج۔ ۷)

وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ... الخ اور وہی بارش نازل کرتا ہے جہاں تک بارش کا تعلق ہے اسکی پیشینگوئی کسی حد تک دی جاتی ہے، آجکل محکمہ موسمیات والے بیرومیٹر کے ذریعے ہوا کا رخ اور دباؤ معلوم کرتے ہیں اور پھر اس سے بارش کے نزول کا علاقہ اور وقت متعین کرتے ہیں بعض اوقات یہ پیشینگوئی صحیح بھی ہوتی ہے، اور بعض مواقع پر غلط بھی ثابت ہوتی ہے، کیونکہ بارش کا علم بھی صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یہ پیشینگوئی زیادہ بارہ گھنٹے یا اس سے زیادہ عرصے کیلئے ہوتی ہے کیونکہ کوئی بھی عین نزول وقت نہیں بتا سکتا اور نہ ہی زمین کا وہ حصہ متعین کرسکتا ہے، جس پر بارش متوقع ہو اور نہ اسکی مقدار بتا سکتا ہے، اس کی تمام تفصیلات کا علم صرف اللہ کو ہے۔

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ... الخ وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے؟ جدید سائنسی دور میں بعض آلات کی مدد سے یا عورت کی بعض علامات سے کسی حد تک اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بچہ متوقع ہے یا بچی مگر اسکی پوری تفصیل کوئی ماہر ڈاکٹر بھی نہیں بتا سکتا، مثال کے طور پر پیدا ہونے والا بچہ کتنی عمر پائے گا کونسا ہنر سیکھے گا آسودہ زندگی گزارے گا یا تنگدستی میں مبتلا رہے گا، سعید ہوگا یا شقی جنتی دوزخی قطعی طور پر کوئی نہیں بتا سکتا، حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ تمام ارحام کا کلی علم اللہ کے بغیر کوئی نہیں جانتا کلیات میں سے بعض چیزیں وحی کے ذریعے سے معلوم ہوں تو قطعی ہیں، الہام کے ذریعہ سے معلوم ہو تو ظنی ہیں لیکن وہ صرف بعض ہیں، قطعی چیزوں کا علم اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تو اس آیت میں جن چیزوں کا ذکر ہے ان کا کلی علم اللہ کے پاس ہے باقی جزئیات اس کے خلاف نہیں ہیں۔

نکتہ : جب الف ولام جمع کے صیغہ پر داخل ہو تو جمعیت کا معنی نہیں رہتا تمام نحاۃ اس بات پر متفق ہیں کہ الف لام استغراق کا

فائدہ دیتا ہے۔ "ارحام" "رحم" کی جمع ہے۔ الف لام اس پر داخل ہے تو معنی یہ ہے کہ تمام ارحام کا جاننا صرف اللہ کا کام ہے جزئیات جو تم نے پیش کی ہیں وہ اس کے خلاف نہیں ہیں۔ وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا ۔۔۔ الخ آج کے ترقی یافتہ دور میں ہر شخص کے روزانہ، ہفتہ وار، ماہانہ اور سالانہ معمولات ہوتے ہیں اور کوئی شخص آسانی کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ آج تو اس نے اپنا کام ختم کرلیا کل پھر فلاں وقت پر کام شروع کردیگا، لہٰذا اس دور میں کل کی مصروفیت کا یقین بالکل معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر ہم روزمرہ یہ بھی مشاہدہ کرتے ہیں کہ انسان کو کتنے ہی واقعات معمول کے خلاف پیش آتے ہیں کسی شخص کا یقین ہوتا ہے کہ وہ کل اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوگا مگر کوئی راستہ میں حادثہ پیش آجاتا ہے، لہٰذا یقین کیساتھ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ وہ کل ضرور فلاں کام کرے گا اس بات کا کلی علم بھی اللہ کے پاس ہے۔ "وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ" کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی موت کس سرزمین پر آئے گی اس کا علم بھی اللہ کے پاس ہے۔

نکتہ: اس آیت میں اللہ پاک نے پانچ چیزوں کا ذکر کیا ہے، پہلی تین چیزیں نہایت عظیم تھیں یعنی قیامت اور نزول بارش اور "مَا فِی الۡاَرۡحَامِ" انکی نسبت اپنی طرف کی ہے اور آخری دو چیزیں بندہ کی صفات اور اقبال سے متعلق تھی یعنی کسب اور موت اس لئے ان دو چیزوں کی نسبت بندہ کی طرف فرمائی ہے۔ (صاوی حاشیہ جلالین: ص ۲۶۱: ج۔۳)

حضرات مفسرین لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے ان کے پاس ایک شخص بیٹھا تھا جس کی طرف ملک الموت نے گھور کر دیکھا وہ شخص ڈر گیا اور سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا مجھے یہاں سے دور کہیں ہندوستان کے خطے میں بھجوا دو، حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا اس نے وہیں پہنچا دیا، پھر آپ نے ملک الموت سے پوچھا کہ آپ اس شخص کو گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے تھے؟ تو اس نے بتایا کہ مجھے اللہ کا حکم تھا اس شخص کی روح ہندوستان کے فلاں جنگل میں قبض کرنی ہے وقت بالکل قریب تھا میں حیران تھا کہ یہ شخص اپنے تھوڑے وقت میں مقررہ جگہ پر کیسے پہنچے گا تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے، وہ شخص خود اپنی خواہش سے اپنی جائے موت پر پہنچ گیا۔

(ابوسعود۔ص۔۱۹۴۔ج۔۴۔التفسیر المنیر۔ص۔۱۷۹۔ج۔۲۱۔مدارک۔ص۔۲۸۶۔ج۔۳۔مظہری۔ص۔۲۶۵۔ج۔۷۔روح المعانی۔ص۔۱۵۱۔ج۔۲۱

حکایت:۔۔۔ شاہ منصور خلیفہ عباسی نے ملک الموت کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ میری عمر کتنی ہے؟ تو ملک الموت نے پانچ انگلیوں سے اشارہ کر دیا بادشاہ جب خواب سے بیدار ہوا تو معبرین سے پوچھا اسکی تعبیر کیا ہے؟ کسی نے پانچ برس اور کسی نے پانچ مہینہ اور کسی نے پانچ دن اس کی تعبیر دی حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اسکی تعبیر یہ دی کہ پانچ انگلیوں سے اشارہ اس آیت یعنی "اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ الخ کی طرف ہے جس میں ذکر ہے کہ پانچ چیزوں کا کلی علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔

(تفسیر مظہری: ص ۲۶۵: ج۔۷)

ختم شد سورۃ القمان۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ السجدۃ
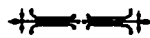
نام اور کوائف:... سورۃ سجدہ مکی ہے اس سورۃ کی آیت نمبر ۱۵: میں ''سجدا'' کا لفظ موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں: ۳۲: ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار ۷۵ نمبر پر ہے، اس سورۃ میں ۳ رکوع ۳۰ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ: میرے استاذ محترم شیخ الحدیث امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدرؒ اس سورۃ کی وجہ تسمیہ اپنی طرف سے یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس سورۃ میں ایک خاص سجدہ کا ذکر ہے، جس سجدہ کیلئے انسان نرم گرم بستر چھوڑ کر اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا ہے، باقی سورتوں میں اس خاص قسم کے سجدہ کا ذکر نہیں ہے، اس لئے اس سورۃ کا نام سورۃ سجدہ رکھنا دوسری سورتوں سے ممتاز ہے۔

ربط آیات۔ ❶... گزشتہ سورۃ کی ابتداء حقانیت قرآن سے فرمائی تھی ''کما لا یخفی'' اس سورۃ کی ابتداء بھی حقانیت قرآن سے فرمائی ہے۔ کما لا یخفی۔

❷... سورۃ لقمان میں آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ الخ اور اس سورۃ میں تدبیر عالم اور انتظام خلائق کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ الخ

❸ گزشتہ سورۃ توحید پر ختم ہوئی کہ صرف اللہ تعالیٰ علیم ہے اور وہی خبیر ہے اور وہی غیب کا جاننے والا ہے۔ کما قال تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ اس سورۃ میں بھی توحید اور حصر علم الغیب کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الخ

موضوع سورۃ:... دعوت الی الکتاب۔

خلاصہ سورۃ:... اس سورۃ میں توحید، آخرت، رسالت، کے متعلق لوگوں کے شبہات کو دور کر کے ان تینوں چیزوں پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے، سب سے پہلے قرآن کریم کی صداقت کا ذکر ہے، پھر تذکیر بآلاء اللہ سے توحید خداوندی کا اثبات ہے، پھر تذکیر بما بعد الموت ہے عالم آخرت کا نقشہ کھینچا گیا ہے، ایمان والوں کے نتائج کا بیان ہے، اثبات رسالت کے سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کا ذکر ہے۔

فضل السورۃ: آنحضرت ﷺ سونے سے پہلے "الٓمّٓ تنزیل" "السجدۃ" اور "تبٰرک الذی بیدہ الملک" پڑھ لیا کرتے تھے۔ (رواہ احمد والترمذی والدارمی وقال الترمذی ھذا حدیث صحیح وغیرھم عن جابر رضی اللہ عنہ: مظھری۔ ص۔ ۲۸۔ ج۔ ۷۔ والتفسیر المنیر۔ ص۔ ۱۸۲۔ ج۔ ۲۱)

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اتارنا کتاب کا نہیں شک اس میں رب العالمین کی طرف سے ہے ﴿۲﴾ کیا کہتے ہیں یہ لوگ کہ اس شخص نے اس کو گھڑ لیا ہے اپنی طرف سے

مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ

بلکہ یہ حق ہے تیرے پروردگار کی طرف سے تاکہ آپ ڈرائیں اس قوم کو کہ نہیں آیا انکے پاس کوئی ڈرانے والا اس سے پہلے تاکہ یہ لوگ ہدایت کے راستے پر آجائیں ﴿۳﴾ اللہ کی ذات وہ ہے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ

جس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دن کے وقفے میں پھر وہ قائم ہوا عرش پر نہیں ہے تمہارے لئے اسکے سوا

مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴﴾ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى

کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ﴿۴﴾ وہ تدبیر کرتا ہے معاملے کی آسمان کی بلندیوں سے زمین تک

الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ عٰلِمُ

پھر عروج کرتا ہے اسکی طرف ایک دن میں جس کی مقدار ہزار سال کے برابر ہوتی ہے جسے تم شمار کرتے ہو ﴿۵﴾ وہی ہے جاننے والا پوشیدہ بات اور کھلی بات کو

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ﴿۶﴾ الَّذِيْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ

کمال قدرت کا مالک اور نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿۶﴾ وہ جس نے اچھا کیا ہے ہر ایک چیز کو جسکو اسنے پیدا کیا ہے اور شروع کی ہے اس نے انسان

مِنْ طِيْنٍ ﴿۷﴾ ۚ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۸﴾ ۚ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ

کی پیدائش مٹی سے ﴿۷﴾ پھر بنایا ہے اسکی نسل کو ایک حقیر پانی کے نچوڑ سے ﴿۸﴾ پھر برابر کیا اس کو اور پھونکی اسمیں اپنی طرف سے روح اور بنائے اس نے

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾ وَقَالُوْۤا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ

تمہارے لئے کان آنکھیں اور دل بہت تھوڑا تم شکر ادا کرتے ہو ﴿۹﴾ اور کہا ان لوگوں نے کہ جسوقت ہم رل مل جائیں گے زمین میں کیا

ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ

ہم نئی پیدائش میں پیدا کئے جائیں گے؟ بلکہ یہ اپنے رب کی ملاقات سے کفر کرنے والے ہیں ﴿۱۰﴾ (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے وفات دیتا ہے تم کو موت کا فرشتہ

الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

جو مقرر کیا گیا ہے تمہارے ساتھ پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿۱۱﴾

ع ۱ / ۱۴

خلاصہ رکوع ❶ صداقت قرآن سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء، شکوہ منکرین قرآن، تردید منکرین قرآن، فریضہ خاتم الانبیاء، نتیجہ انذار، تذکیر بآلاء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل، عظمت خداوندی، نفی شفیع قہری، تصرف باری تعالیٰ، عظمت خداوندی، حصر علم الغیب، کیفیت خلقت انسان، کیفیت اعضاء، شکوہ منکرین قیامت، جواب شکوہ، تذکیر بما بعد الموت۔ ماخذ آیات ۱ تا ۱۱+

﴿۲﴾ صداقت قرآن سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء۔ ﴿۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ الخ شکوہ منکرین قرآن۔

بَلْ هُوَ الْحَقُّ الخ تردید منکرین قرآن۔ ﴿۳﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ الخ فریضہ خاتم الانبیاء : یہاں پر اشکال

پیدا ہوتا ہے کہ سورۃ فاطر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ“۔(آیت۔۲۴) اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں کوئی نہ کوئی ڈرانے والا بھیجا ہے، مگر یہاں فرمایا کہ کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ حضرات مفسرین اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس قوم سے مراد بنی اسماعیل ہیں، جن کے پاس زمانہ قریب میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا تھا، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے بعد ڈیڑھ ہزار برس تک عرب کی سرزمین پر کوئی نبی نہیں آیا تھا اس وجہ سے یہ لوگ واقعی نبی سے محروم تھے، اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے تو بہت سے انبیاء شام و فلسطین میں آتے رہے ہیں لیکن یہ مکہ کے لوگ وحی کے علم سے نابلد رہے۔

(کبیر۔ص۔۱۶۶۔ج۔۲۵۔قرطبی۔ص:۸۵۔ج۔۱۴)

﴿۴﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ...الخ توحید خداوندی پر عقلی دلائل۔ ثُمَّ اسْتَوٰى الخ عظمت خداوندی۔ مَا لَكُمْ الخ نفی شفیع قہری۔ ﴿۵﴾ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ الخ تصرف باری تعالیٰ۔ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ الخ شدت یوم القیامت : پھر ہر امر اسی کے حضور میں پہنچ جائے ایک ایسے دن جس کی مقدار تمہاری گنتی کے ایک ہزار برس کے برابر ہوگی۔ اس آیت میں ”یوم“ کا لفظ موجود ہے اس کی کئی تفسیریں ہیں۔(روح المعانی، معالم التنزیل، کبیر، خازن، تفسیر عثمانی اور موضح قرآن وغیرہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اس ”یوم“ سے مراد دنیا کا دن ہے۔

پہلی تفسیر:... یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ایک ہزار سال کے کام سپرد کرتا ہے، وہ ہزار سال اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دن ہے۔ دوسری تفسیر:... اللہ تعالیٰ جب کوئی کام کرتا ہے قادر مطلق ہونے کے باوجود مگر اسکی سنت یہ ہے کہ اس کام سے پہلے ہزار سال اس کام کے مبادی تیار ہوتے ہیں، وہ ہمارے حساب سے ہزار سال ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دن ہے۔

تیسری تفسیر:... اگر کوئی زمین سے آسمان تک چل کر جائے تو پانچ سو سال کی مسافت ہے یہ الگ بات ہے کہ فرشتہ ایک لمحہ میں جاسکتا ہے اور پانچ سو سال واپس آنے کی تو وہ ہمارے حساب سے پانچ سو سال آنے کے اور پانچ سو سال جانے کے تو ہزار سال ہوئے، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دن ہے۔ (معالم التنزیل۔ص۔۴۲۸۔ج۔۳)

چوتھی تفسیر:... شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک ہزار سال تک ایک طریقہ رہتا ہے، مثلاً اولوالعزم پیغمبر تشریف لائے انہوں نے کام کئے ان کا نام و اثر ہزار سال تک باقی رہا یا بڑے بڑے نامی گرامی بادشاہ دنیا میں آئے پھر ہزار سال کے بعد ان کے اثرات ختم ہوئے وہ ہزار برس اللہ کے ہاں ایک دن ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس ”یوم“ سے مراد قیامت کا دن ہے، جس دن تمام امور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے، اور وہ قیامت کا دن ایک ہزار سال کے برابر ہوگا لہٰذا تم اپنی سرکشی سے باز آجاؤ، اور اس دن کے آنے سے ڈرو۔ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ اس آیت میں ہے کہ وہ دن ایک ہزار سال کے برابر ہوگا اور دوسری آیت میں ہے ”فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، حضرات مفسرین نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں۔

پہلا جواب:... یہ ہے کہ قیامت کے دن کی مقدار دنیا کے اعتبار سے ایک ہزار سال ہوگی مگر سختی اور تکلیف میں پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی۔ دوسرا جواب:... قیامت کے دن کا طول لوگوں کے جرم کے اعتبار سے مختلف ہوگا کسی کے حق میں پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، اور کسی کے حق میں ایک ہزار سال کے برابر ہوگا، اور کسی کے حق میں دنیا کے دن کے برابر ہوگا، حدیث میں ہے کہ وہ دن مؤمن کیلئے فرض نماز کے وقت کے برابر ہوگا۔ جو کافر ہوگا اس کیلئے وہ دن ایک ہزار سال کا ہوگا، اور جو کافر گر ہو یعنی جس نے دوسروں کو کافر بنایا ہوگا اس کے لئے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا اس جواب کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ ایک آدمی ہے

صحت اس کی اچھی ہے، اور وہ رات کو سویا وہ گھنٹوں کی رات کو یوں محسوس کرے گا گویا کہ وہ ابھی سویا ہے اور ابھی جاگا ہے۔ اور ایک شخص وہ ہے کہ جس کو کبھی نیند آتی ہے اور کبھی جاگتا ہے اسکو رات قدرے لمبی معلوم ہوگی۔ اور ایک شخص وہ ہے جسکے ایک ایک رونگٹے میں درد ہے اس درد والے کو رات لمبی نظر آئے گی وہ کہے گا کہ میں نے رات کیا گذاری میں نے تو سال گذارہ ہے، رات اتنی ہی ہے مگر ایک کے حق میں بہت قلیل ہے دوسرے کے حق میں قدرے طویل اور تیسرے کے حق میں بہت ہی زیادہ طویل ہے۔ اور یہی حال ہے ایک ہزار سال اور پچاس سال کا۔

﴿۶﴾ حصر علم الغیب۔ ﴿۷﴾ اَلَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ الخ : حصر الخالقیت۔ وَبَدَاَ الخ کیفیت خلقت انسان۔

﴿۸﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ الخ کیفیت خلقت انسان : یعنی اولاد آدم کو ایک بے قدر پانی سے یعنی نطفہ سے جو فضلہ ہے غذا کا اس کے اختلاط سے پیدا کیا۔ ﴿۹﴾ کیفیت اعضاء۔ ﴿۱۰﴾ منکرین قیامت کا شکوہ : کیا جب مر کر خاک ہو جائیں گے کیا دوبارہ اسی شکل وصورت میں پیدا کئے جائیں گے۔ بَلْ هُمْ الخ یہ لوگ صرف دوسری زندگی ہی کا انکار نہیں کرتے بلکہ اپنے رب کے ملنے سے منکر ہیں یعنی آخرت میں ہونے والی ہر جزا و سزا کے منکر ہیں۔

﴿۱۱﴾ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ : جواب شکوہ:... جب ملک الموت موت دے گا تو تم اپنے رب کی طرف پھیرے جاؤ گے۔ یہاں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ "يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ" میں "توفی" کی نسبت ملک الموت کی طرف ہے اور سورۃ الزمر میں ہے "اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا" میں "توفی" کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، اور سورۃ الانعام میں پہلے گزر چکا ہے "تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا" تو اس میں بے شمار فرشتوں کی طرف "توفی" کی نسبت ہے تو یہ کیوں تفنن اختیار کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ کوئی تعارض نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت تو حقیقت پر مبنی ہے، اور ملک الموت کی طرف نسبت اس لئے ہے کہ وہ موت کے فرشتوں کا انچارج ہے اور "رسل" یعنی فرشتوں کی طرف "توفی" کی نسبت اس لئے ہے کہ وہ اس کے حکم سے جان نکالتے ہیں۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ : تذکیر بما بعد الموت : حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹا کر لائے جاؤ گے۔ جواب میں اصل مقصود تو یہی "تُرْجَعُوْنَ" ہے اور "يَتَوَفّٰىكُمْ" بیچ میں بڑھا دینا تخویف کے لئے ہے کہ موت بھی فرشتے کے ذریعے سے آئے گی جو جان نکلنے کے وقت تم کو مارے دھاڑے گا جیسا دوسری آیت میں ہے۔ "وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ الخ" پس مرجانے کا انجام صرف خاک ہی میں مل جانا نہ ہوگا، جیسا کہ تمہارا قول "ءَاِذَا ضَلَلْنَا الخ" سے معلوم ہوتا ہے۔ اور اس رجوع کے وقت جس پر "تُرْجَعُوْنَ" دال ہے۔

(بیان القرآن۔ص۔۳۰۔ج۔۹)

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ

اور اگر آپ دیکھیں (اس حالت کو) جب کہ مجرم لوگ اپنے سر نیچے کئے ہوئے ہونگے اپنے پروردگار کے سامنے اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار!

صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ

ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا پس لوٹا ہمیں تا کہ ہم اچھا عمل کر سکیں بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں ﴿۱۳﴾ اور اگر ہم چاہتے تو دیدیں ہر نفس کو اسکی ہدایت لیکن حق بات میری طرف سے یہ ہے کہ

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ

میں ضرور بھر دونگا جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے ﴿۱۴﴾ پس (انکو کہا جائیگا) چکھو اس وجہ سے کہ تم نے فراموش کر دیا تھا اس دن کی ملاقات کو

هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ

بیشک آج ہم نے تمہیں فراموش کردیا ہے اور چکھو ہمیشگی کا عذاب اسکے بدلے میں جو کچھ تم عمل کیا کرتے ﴿۱۴﴾ بیشک ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر

اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ ﴿١٥﴾ تَتَجَافٰى

وہ لوگ کہ جب انکو وہ یاد دلائی جاتی ہیں تو سجدہ ریز ہوجاتے ہیں اور تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے پروردگار کی تعریف کیساتھ اور وہ تکبر نہیں کرتے ﴿۱۵﴾ جدا رہتی ہیں انکی

جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿١٦﴾ فَلَا تَعْلَمُ

کروٹیں اپنے بستر سے پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو ڈرتے ہوئے اور امید کرتے ہوئے اور جو کچھ ہم نے انکو روزی دی ہے اسمیں سے خرچ کرتے رہتے ہیں ﴿۱۶﴾ پس نہیں جانتا کوئی نفس

نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٧﴾ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ

جو پوشیدہ رکھی گئی ہے ان کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک بدلہ اسکا جو کچھ وہ عمل کیا کرتے تھے ﴿۱۷﴾ بھلا وہ شخص جو ایمان پر ہو کیا اسکے برابر ہوگا جو

كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿١٨﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى

نافرمان ہو یہ برابر نہیں ہوسکتے ﴿۱۸﴾ بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کیے پس ان کیلئے بہشت میں رہنے کیلئے اور مہمانی اسکے بدلے میں

نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ

جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ﴿۱۹﴾ اور بہرحال وہ لوگ جنہوں نے نافرمانی کی انکا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے جب ارادہ کریں گے کہ اس سے

يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٠﴾

نکل جائیں تو الٹا دیئے جائیں گے اسکے اندر ہی اور ان سے کہا جائیگا چکھو دوزخ کا عذاب وہی جسکو تم جھٹلاتے تھے ﴿۲۰﴾

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَنْ

اور البتہ ہم ضرور چکھائیں گے انکو تھوڑا سا قریب کا عذاب بڑے عذاب سے پہلے تاکہ یہ لوٹ آئیں ﴿۲۱﴾ اور اس سے بڑھ کر

اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿٢٢﴾ ع

ظالم کون ہے جسکو یاد دلائی جائیں اس کے پروردگار کی آیتیں پھر وہ ان سے اعراض کرے بیشک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں ﴿۲۲﴾

﴿۱۲﴾ وَلَوْ تَرٰٓی... الخ ربط آیات:... اوپر منکرین قیامت کا ذکر تھا وہ کہتے تھے کہ ہم زمین میں رل مل جائیں گے تو پھر کیا نئی پیدائش میں بنائے جائیں گے، آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مخاطب وہ وقت دیکھنے کے قابل ہوگا جس وقت مجرم لوگ اپنے سر نیچے کئے ہوئے ہونگے۔

خلاصہ رکوع ❷ ... تذکیر بما بعد الموت سے کیفیت مجرمین، مجرمین کی درخواست، حصر الہدایت باری تعالیٰ، سرزنش، سبب عذاب، نتیجہ، اہل ایمان کے اوصاف، نتیجہ اہل ایمان، مجرمین کا نتیجہ، دنیوی عذاب، دنیوی عذاب کی علت، مشرکین کی بدبختی۔

ماخذ آیات ۱۲: تا ۲۲ +

وقف غفران

ع ۱۱ / ۱۵

تذکیر بمابعد الموت سے کیفیت مجرمین:... اللہ تعالیٰ نے منکرین قیامت کے دوبارہ زندگی کا کچھ حال بیان فرمایا یہ مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار بس ہماری آنکھیں اور کان کھل گئے اور معلوم ہوگیا کہ پیغمبروں نے جو کچھ کہا سب حق تھا۔

فَارْجِعْنَا الخ مجرمین کی درخواست: یہ لوگ ذلت اور ندامت سے درخواست کریں گے کہ ہمیں دنیا میں واپس پھیر دیا جائے، اب ہم نیک اعمال انجام دیں گے اچھے اعمال وعقائد اختیار کریں گے۔ سورۃ الشعراء میں مجرموں کا یہ حال بیان کیا ہے کہ "فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ"۔ (آیت۔۱۰۲) اسی طرح سورۃ الانعام میں ہے "وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ"۔ (آیت۔۲۸) اور اگر انکو دنیا میں لوٹا بھی دیا جائے تو یہ لوگ پھر وہی کام کریں گے جن سے انکو منع کیا گیا ہے، بے شک یہ جھوٹ بول رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں دوبارہ دنیا میں لوٹ آنے کا کوئی قانون نہیں لہٰذا اب انہیں اپنی کارکردگی کا بدلہ چکانا ہوگا۔

﴿۱۳﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا... الخ حصر الہدایت باری تعالیٰ:... اور اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو ہدایت کے راستے پر چلادیں مگر یہ تو زبردستی ہدایت پر چلانے والی بات ہوگی سورۃ الانعام میں ہے "وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى الخ"۔ (آیت ۳۵) اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کردیتا مگر ایسا کرنا اسکی حکمت کے خلاف ہے، اس کا قانون یہ ہے کہ "اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا"۔ (الدھر آیت۔۳) ہم نے انسان کی رہنمائی صراط مستقیم کی طرف کردی ہے، اب وہ چاہے کفر وشرک کرے یا ایمان اختیار کرے یہ معاملہ اسکی صوابدید پر ہے، اگر اللہ تعالیٰ انسان کو زبردستی ہدایت کے راستے پر ڈال دے تو انسان کی حیثیت ایک جامد پتھر سے زیادہ نہ ہوکہ جس طرف چاہا لڑھکا دیا، اللہ نے انسان کو قوائے ظاہری اور باطنہ دے کر فی الجملہ خود مختار بنادیا ہے کہ وہ خود اپنی مرضی سے جو چاہے راستہ اختیار کرے اب اسکی کامیابی اور ناکامی کا انحصار اسکی اپنی پسند یا ناپسند پر ہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رشیدیہ میں امکان کذب (یعنی خلاف واقعہ) کے سلسلے میں اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو ہدایت دے سکتے ہیں یعنی کافروں کو ہم مؤمن بنادیں گے حالانکہ اس کے علم میں ہے وہ کہہ چکے ہیں کہ "لَا يُؤْمِنُوْنَ" کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ تو یہاں "شِئْنَا" کہا کہ اگر ہم چاہیں تو ایسا کرسکتے ہیں، تو یہ آیت امکان کذب (یعنی خلاف واقعہ) پر دال ہے۔

﴿۱۴﴾ فَذُوْقُوْا الخ سرزنش۔ بِمَا نَسِيْتُمْ الخ سبب عذاب۔ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ الخ نتیجہ: آج ہم تمہیں اپنی رحمت سے محروم کردیں گے۔ اس کو بھلانے سے مجازاً تعبیر کیا گیا ہے۔ ﴿۱۵﴾ اِنَّمَا يُؤْمِنُ الخ اہل ایمان کے اوصاف: یہاں سے کتاب الٰہی پر ایمان لانے والوں کے اوصاف حمیدہ کا بیان ہے۔ ﴿۱۶﴾ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ الخ بستروں سے اٹھ کر ذکر ودعا میں مشغول ہوجاتے ہیں، جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد نماز تہجد اور نوافل ہیں، جو سوکر اٹھنے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ (هو قول الحسن ومجاهد ومالك والاوزاعي) اور روایات حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

﴿۱۷﴾ فَلَا تَعْلَمُ الخ نتیجہ اہل ایمان: علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "نَفْسٌ" نکرہ ہے اور "لا" کے نیچے داخل ہے، نکرہ جب تحت نفی داخل ہو تو عموم کا فائدہ دیتا ہے تو گویا یہاں نفوس کثیرہ مراد ہیں، یعنی کسی کو بھی ان نعمتوں کا پتہ نہیں خواہ ملک مقرب ہوں یا نبی مرسل ہوں۔ اس پر سوال ہوگا ہے کہ "نَفْسٌ" تو مؤنث ہے تو اس کے جواب میں صاحب کشاف کہتے ہیں کہ لفظ "نَفْسٌ" مؤنث ہے مگر بمعنی شخص کے ہے، اشخاص مذکر ہے تو معنی ہوگا کہ جو اشخاص اور افراد کیلئے مخفی ہوگا آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی۔

حدیث: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے ایسی نعمتیں تیار کررکھیں ہیں، جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں، اور نہ کسی کان نے سنی ہیں، اور نہ کسی دل میں کھٹکی ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی، فَلَا تَعْلَمُ الخ... (روح المعانی ص۔۱۷۸۔ج۔۲۱۔ معالم التنزیل ص۔۳۴۳۔ج۔۳۔ کشاف ص۔۵۱۲۔ج۔۳۔ ابن کثیر ص۔۶۲۷۔ج۔۶)

﴿۲۰﴾ أُعِيدُوا فِيهَا ... الخ مجرمین کا نتیجہ:... شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی آگ کے شعلے جہنمیوں کو دروازوں کی طرف پھینکیں گے اسوقت شاید نکلنے کا خیال کریں گے، فرشتے پھر ادھر ہی دھکیلیں گے کہ جاتے کہاں ہو جس چیز کو جھٹلاتے تھے ذرا اسکا مزہ چکھو۔ (تفسیر عثمانی)

﴿۲۱﴾ دنیوی عذاب: أَدْنَىٰ: بمعنی "اقرب" ہے۔ اور عذاب ادنی سے مراد دنیا کے مصائب و آفات اور امراض وغیرہ ہیں اور عذاب اکبر سے مراد آخرت کا عذاب ہے۔ (معارف القرآن۔ص۔۷۵۔ج۔۷۔م۔ش۔د۔)

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔ دنیوی عذاب کی علت۔ تاکہ یہ لوگ باز آئیں۔

﴿۲۲﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ... الخ مشرکین کی بدبختی:... إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ یہاں بظاہر مجرمین میں ہر قسم کے مجرم داخل ہیں اور بدلہ وانتقام بھی عام ہے، خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں یا دونوں میں۔ مگر بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تین گناہ ایسے ہیں کہ انکی سزا آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ملتی ہے۔ ایک حق کے خلاف جھنڈوں اور نعروں کیساتھ اعلاناً احکام الٰہی اور شعائر اسلام کا مذاق اڑانا۔ دوسرا والدین کی نافرمانی کرنا۔ تیسرا ظالم کی امداد کرنا۔ (رواہ ابن جریر عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ)

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ ۖ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۲۳﴾

اور البتہ تحقیق ہمنے دی موسیٰ علیہ السلام کو کتاب پس نہ ہوں آپ شک میں انکی ملاقات سے اور بنایا ہے ہمنے اس کتاب کو ہدایت بنی اسرائیل کیلئے ﴿۲۳﴾

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ﴿۲۴﴾ إِنَّ رَبَّكَ

اور بنائے ہیں ہمنے انمیں سے پیشوا جو راہنمائی کرتے تھے ہمارے حکم سے جبکہ انھوں نے صبر کیا اور تھے وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ﴿۲۴﴾ بیشک تیرا پروردگار ہی

هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۲۵﴾ أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا

فیصلہ کرے گا انکے درمیان قیامت کے دن ان باتوں میں جنمیں وہ اختلاف کرتے تھے ﴿۲۵﴾ کیا ان لوگوں کیلئے یہ بات واضح نہیں ہوئی کہ ان سے پہلے ہمنے کتنی ہی

مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ ۖ أَفَلَا يَسْمَعُونَ ﴿۲۶﴾

جماعتیں ہلاک کی ہیں جنکے ٹھکانوں میں سے چلتے ہیں بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں کیا یہ سنتے ہیں؟ ﴿۲۶﴾

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ ۖ

کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے کہ بیشک ہم چلاتے ہیں پانی کو خشک زمین کی طرف پس ہم نکالتے ہیں اسکے کھیتی کہ کھاتے ہیں اس سے

أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿۲۷﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۲۸﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ

انکے مویشی اور یہ خود بھی، کیا یہ دیکھتے نہیں؟ ﴿۲۷﴾ اور کہتے ہیں یہ لوگ کہ کب ہوگا یہ فیصلہ اگر تم سچے ہو؟ ﴿۲۸﴾ آپ کہہ دیجئے کہ فیصلے کے دن نہیں

الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿۲۹﴾ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ إِنَّهُمْ مُنْتَظِرُونَ ﴿۳۰﴾

فائدہ دیگا کفر کرنیوالوں کو انکا ایمان لانا اور نہ انکو مہلت دی جائے گی ﴿۲۹﴾ پس اے پیغمبر! آپ ان سے اعراض کریں، انتظار کریں، بیشک یہ انتظار کرنے والے ہیں ﴿۳۰﴾

﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا ... الخ ربط آیات:... اوپر منکرین کا ذکر تھا جو آیات الٰہی کو سن کر اعراض کرتے ہیں کہ ان سے بڑھ

کر کون ظالم ہوسکتا ہے؟ اب یہاں سے اللہ تعالیٰ نے نزول توراۃ کا ذکر فرمایا کر آنحضرت ﷺ کی رسالت اور آپکے پیروکاروں کو تسلی دی ہے۔

خلاصہ رکوع ۳ ... تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں دلیل نقلی سے توحید، خداوندی، تذکیر بما بعد الموت، تذکیر بایام اللہ سے مشرکین کی تخویف، داستان کے ذکر کرنے کی حکمت، تصرف باری تعالیٰ سے توحید پر عقلی دلیل، منکرین قیامت کا شکوہ، جواب شکوہ، آپ ﷺ کے لئے تسلی۔ ماخذ آیات ۲۳: تا ۳۰+

تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں دلیل نقلی سے توحید خداوندی:... اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اس میں بھی لکھا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی کارساز نہیں۔ فرمایا ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی ہے، جس سے بنی اسرائیل کو ہدایت ملی اور اس کے پیروکاروں میں بڑے بڑے دینی پیشوا اور امام گذرے ہیں، آپ کو بھی بلاشبہ عظیم الشان کتاب ملی ہے جس سے بہت زیادہ مخلوق کو ہدایت ملے گی، وہ بنی اسرائیل سے بھی بڑھ کر آپ کی امت میں امام اور سردار اٹھیں گے، باقی منکروں کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود کریں گے۔

حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال اہل حق

فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ الخ تسلی خاتم الانبیاء:... اس سے کون سی ملاقات مراد ہے جس کے متعلق عدم تردد کی تلقین کی گئی ہے، حضرات مفسرین نے اسکی مختلف توجیہات بیان کی ہیں (۱) قاضی بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "لِّقَآئِهٖ" میں "ہٖ" کی ضمیر کتاب کی طرف لوٹتی ہے، اور پورے جملے کا معنی یہ ہے کہ آپ کتاب کے ملنے سے متعلق شک میں نہ پڑیں یعنی جس طرح اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی تھی اسی طرح آپ کو بھی عظیم کتاب عطا فرمائی ہے۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو کتاب کی تعلیم و تبلیغ میں سخت محنت کرنا پڑی اسی طرح آپ کو بھی سخت محنت کرنا پڑے گی۔ (تفسیر بیضاوی۔ص۔۲۳۰۔ج۔۲) یاد رکھیں: اس تفسیر سے ہمارا دعویٰ سو فیصد ثابت ہے کیونکہ اس آیت میں موسیٰ کو تورات دیئے جانے کا ذکر ہے تورات نہ صرف روح کو ملی تھی اور نہ ہی جسم مثالی کو ملی تھی بلکہ روح اور جسم کے مجموعہ کو ملی تھی، وہ موسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت تھے۔ اور ہدایت کا راستہ جسم مثالی یا صرف روح نہیں دکھاتی بلکہ روح اور جسم کا مجموعہ معلوم ہوا یہ ملاقات جسمانی تھی۔

(۲) علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر "ہٖ" کی ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے، اور معنی یہ ہے کہ آپ موسیٰ علیہ السلام کی (قیامت کے دن) اللہ سے ملاقات کے متعلق کسی شک و تردد کا شکار نہ ہوں۔ (تفسیر مدارک۔ص۔۲۹۵۔ج۔۲)

مطلب یہ ہے کہ ایسا وقت آنے والا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے توراۃ کی تکذیب کرنے والوں کی شکایت کریں گے۔ جیسے سورۃ الفرقان میں ہے "وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا" (آیت۔۳۰) اللہ کا رسول کہے گا پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا یعنی اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ (۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو العالیہ اور جماعت سلف فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ موسیٰ علیہ السلام سے اپنی ملاقات کے متعلق کسی شک میں نہ پڑیں۔ (تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ ص۔۳۲۷۔ معالم التنزیل۔ص۔۴۳۳۔ج۔۳، اور تفسیر قرطبی بحر محیط وغیرہ)۔

اب اس ملاقات سے کونسی ملاقات مراد ہے تو اس بارے میں آنحضرت ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تین ملاقاتوں کا ذکر احادیث میں ملتا ہے ❶... واقعہ معراج والی حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرا گذر ایک سرخ ٹیلے کے پاس سے ہوا جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام مدفون ہیں تو میں نے دیکھا۔ "رَاَيْتُ مُوْسٰى قَائِمًا يُّصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ"۔

(مسلم۔ص۔۲۶۸۔ج۔۲۔نسائی۔ص۔۲۴۲۔ج۔۱۰۔مسند احمد۔ص۔۱۴۸۔ج۔۳)
کہ میں نے دیکھا موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس حدیث کو فتح الملہم ۔ص۔۳۲۶۔ج۔۱۔پر نقل کیا ہے، اور امام نسائیؒ اس حدیث کو سات سندوں کے ساتھ نسائی۔ص۔۲۴۳،۲۴۲ میں نقل کیا ہے اور امام احمد بن حنبلؒ نے دو سندیں ذکر کی ہیں ❶ مسند احمد۔ص۔۸۲۱۔ج۔❷ امسند احمد۔ص۔۱۴۸۔ج۔۱۔طبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔اور یہ بات یاد رکھیں کہ محدثین کے نزدیک ہر سند متصل حدیث گنی جاتی ہے۔علامہ سبکیؒ نے جزء حیات انبیاء میں اور علامہ سیوطیؒ نے انباء الاذکیاء میں اس حدیث سے حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر استدلال کیا ہے۔

❷ ۔۔۔ جب آپ بیت المقدس پہنچے تو وہاں تمام انبیاء کو موجود پایا جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تھے، تو آپ نے سب کو نماز پڑھائی۔ ❸ ۔۔۔ تیسری ملاقات چھٹے آسمان پر ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کیلئے پچاس نمازیں مقرر فرمائیں مگر جب موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ ان میں کم کرائیں کیونکہ آپ کی امت اتنی مشقت برداشت نہیں کر سکے گی۔الغرض یہ ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جسم اور روح کیساتھ تھی۔بعض کہتے ہیں کہ معراج کے موقعہ پر انبیاء کے روحوں سے یا تمثیل انبیاء سے ملاقات ہوئی تھی مگر اللہ نے واضح کر دیا کہ آپ شک میں نہ پڑیں بلکہ آپ نے بعینہٖ موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے جن کو توراۃ دی گئی، توراۃ نہ تو صرف روح کو ملی تھی اور نہ ہی جسم مثالی کو ملی تھی بلکہ روح اور جسم دونوں کے مجموعہ کو ملی تھی، اور یہ بات یاد رکھیں کہ جسم مثالی سے ملنے کو ملاقات نہیں کہتے بلکہ جسمانی ملاقات کو ہی ملاقات کہا جاتا ہے، البتہ بیت المقدس کی ملاقات کے بارے میں دو قول ہیں ❶ اجساد اصلی۔❷ مثالی۔مگر راجح قول یہ ہے کہ اجساد اصلی تھے اس پر دلیل کہ اس حدیث کے راوی ثابت البنانی ہیں انہوں نے جب اس حدیث کو حضرت انسؓ سے سنا تو دعا کی یا اللہ اگر کسی اور کو قبر میں نماز کی اجازت مل سکتی ہے تو مجھے بھی مل جائے۔ حمید الطویل کہتے ہیں کہ ہم نے جب انہیں قبر میں اتار کر اینٹیں برابر کر رہے تھے تو ایک اینٹ اچانک گر گئی دیکھا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے میں نے ساتھی کو کہا کیا تم نے نہیں دیکھا؟ انہوں نے کہا خاموش رہو۔پھر ہم اس کی بیٹی کے پاس گئے اس نے ان کی دعا کا تذکرہ فرمایا۔دیکھیں حلیۃ الاولیاء۔ص۔۲۱۹۔ج۔۲۔حضرت ثابت البنانی ۔۱۲۰ھ میں وفات پائی ہے کبار تابعین کا مبارک دور ہے، کسی نے اس واقعہ کا انکار نہیں کیا اس سے واضح ثابت ہوا کہ اس زمانہ کے لوگ انبیاء علیہم السلام۔کے اپنی قبروں میں نماز پڑھنے کے قائل تھے ورنہ کوئی ایک تو اعتراض کرتا۔

﴿۲۴﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ الخ متبعین موسیٰ علیہ السلام کے اوصاف۔ ❶ ائمہ امام کی جمع ہے اور یہ لفظ تین قسم کے لوگوں پر بولا جاتا ہے۔ ① اہل علم۔ ② فقہاء۔ ③ حکام وقت۔امام سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جس کے قول فعل اور اخلاق کی اقتداء کی جائے چنانچہ مذکورہ بالا تینوں طبقات کے لوگ اقتداء کے قابل ہوتے ہیں، ان کو امام اسوقت بنایا۔لَمَّا صَبَرُوْا الخ۔ ❷ جب انہوں نے صبر کیا۔وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ۔ ❸ اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے گویا صبر اور یقین امامت کیلئے بمنزلہ شرائط کے ہیں اگر مسلمان بھی دنیا کی راہنمائی کرنا چاہتے تو انہی اصولوں کو اپنانا پڑے گا۔اور اس کیلئے سب سے پہلے خود کو تبدیل کرنا ہوگا۔ورنہ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کی موجودگی میں تو اصلاح کی کوئی صورت ممکن نظر نہیں آتی۔

﴿۲۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ ۔۔۔الخ تذکیر بما بعد الموت۔﴿۲۶﴾ تذکیر بایام اللہ سے مشرکین کی تخویف :يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ الخ آج یہ لوگ عاد و ثمود کے کھنڈرات پر سے گزرتے ہیں کبھی یہ لوگ دولت مند اور صاحب اقتدار تھے انہیں دیکھ کر عبرت حاصل کریں جس پر شام وغیرہ کے سفر میں انکا گذر ہوتا ہے، اور کیا انکی ہلاکت کے واقعات نہیں سنے تعجب کی بات ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ الخ داستان کے ذکر کرنے کی حکمت : یہ واقعات اور خبر دیکھنے اور سننے کے باوجود انکو تنبیہ نہیں ہوتی، اور کامیابی کا راستہ نظر نہیں آتا۔ ﴿۲۷﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا... الخ تصرف باری سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل:... "اَلْجُرُزِ" "جرز" سے مراد خشک زمین جو نباتات سے خالی ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے ارض یمن مراد ہے، مگر اس سے کوئی زمین بھی مراد لی جاسکتی ہے۔

﴿۲۸﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْفَتْحُ الخ منکرین قیامت کا شکوہ : کہتے تھے قیامت کچھ بھی نہیں محض خالی دھمکیاں ہیں۔ اگر واقعی ہے تو کب آئے گی؟ ﴿۲۹﴾ جواب شکوہ : اللہ پاک نے فرمایا قیامت کا دن یقینی ہے، اس دن سے بچنے کی تیاری کرلو ورنہ اس دن نہ ایمان لانا کام آئے گا، اور نہ سزا میں ڈھیل ہوگی۔ ﴿۳۰﴾ تسلی خاتم الانبیاء : اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی آپ اپنا فرض دعوت وتبلیغ ادا کرنے کے بعد ان کا خیال چھوڑ دیں اور انکی تباہی کے منتظر رہیں، اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت ہر دو جگہ پر کامیابی عطا فرمائیں گے۔

فضیلت سورۃ سجدہ : اس سورۃ اور سورۃ الملک کی بہت فضیلت آئی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص بڑا گنہگار تھا مگر ان سورتوں کی تلاوت کیا کرتا تھا، جب اسکی گرفت ہوگئی تو یہ سورۃ اس پر پر پھیلا کر کھڑی ہوگئی اور اس شخص کے حق میں سفارش کی کہ پروردگار! یہ شخص میری تلاوت کیا کرتا تھا، آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔

(روح المعانی۔ص۔۱۵۶۔ج۔۲۱۔الاتقاق۔ص۔۴۷۳۔ج۔۲)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری سورتوں کے مقابلہ میں ان دو سورتوں کی فضیلت ساٹھ گنا زیادہ ہے۔

(روح المعانی۔ص۔۱۵۶۔ج۔۲۱۔الاتقان۔ص۔۴۷۳۔ج۔۲)

خاص طور پر عذاب قبر سے بچنے کیلئے ان دو سورتوں کی تلاوت مفید ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ سجدہ کو جمعہ کے دن فجر کی نماز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے، اور "ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ" کو بھی تلاوت فرماتے۔

(روح المعانی۔ص۔۱۵۶۔ج۔۲۱۔معالم التنزیل۔ص۔۴۳۴۔ج۔۳)

الحمدللہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سورۃ السجدہ کی تفسیر ختم ہوئی

اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبولیت سے نوازے میرے تمام اساتذہ کرام ومشائخ عظام اور والدین کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین
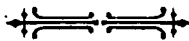
بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الاحزاب

نام اور کوائف :اس سورۃ کا نام سورۃ الاحزاب ہے جو اس سورۃ کی آیت نمبر ۲۰ میں موجود ہے۔ اور یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے۔ ترتیب تلاوت کے اعتبار سے ۳۳ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۹۰ نمبر پر ہے اس سورہ میں نو رکوع ۷۳ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:۔۔۔ "احزاب" "حزب" کی جمع ہے جس کے معنی جماعت اور گروہ کے ہیں۔ چونکہ ہر طرف سے مشرکین کی مختلف جماعتیں مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئی تھیں اس لئے اس غزوہ کو غزوۃ الاحزاب کہتے ہیں۔ اور اسی مناسبت سے یہی نام رکھا گیا ہے۔

ربط آیات:۔۔۔ یہ سورۃ گزشتہ سورۃ کا تتمہ ہے گزشتہ سورت کے آخر میں کافروں کی ایذاؤں پر صبر کا حکم دیا، اور فتح کا وعدہ فرمایا، کافروں اور منافقوں نے بطور طعن کہا۔ کما قال تعالیٰ یمتیٰ ھٰذَا الْفَتْحُ کہ وہ قیامت کا فیصلہ کب ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر جواب دیا "فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ" اب اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں غزوہ احزاب کا ذکر فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کی فتح اور نصرت کا ظہور اس طریقہ پر ہوا کہ اس میں اسباب ظاہری کا کوئی دخل نہیں تھا، اور جو کچھ اس غزوہ میں ظاہر ہوا وہ سب کچھ غیبی کرشمہ اور آپ کی نبوت ورسالت کی دلیل تھا۔

موضوع سورۃ:۔۔۔ آپ اپنے فرائض منصبی ادا کرنے میں کفار اور منافقین کی پروانہ کریں بلکہ اقارب بھی ادائے فرض میں حارج نہ ہونے پائیں۔

خلاصہ سورۃ:۔۔۔اس سورۃ میں انبیاء کے خصوصی عہد کا بیان، غزوہ احزاب کی تفصیلات، صادقین اور مخلصین کی مدح اور منافقین کی مذمت وشناعت اور منافقین کی مختلف ایذاؤں کا جواب اور آپ کو تسلی دی کہ آپ مخالفین کی ایذاؤں اور دھمکیوں کی پروانہ کریں اللہ پر بھروسہ رکھیں، غزوہ بنی قریضہ، ازواج مطہرات کی تنگی وعسرت، اور انکے فضائل، شرعی پردہ کا حکم، حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نکاح اور طلاق، مخالفین کے اعتراضات اور ان کے جوابات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور آپ پر درود وسلام پڑھنے کا حکم، اور بعض معاشرتی احکام، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا آپ کے ساتھ نکاح اور اس پر چہ میگوئیوں پر سخت تنبیہ، سورۃ کے آخر میں امانت الٰہی کا ذکر اور اسکی حفاظت کا حکم۔ واللہ اعلم

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ①

اے نبی! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہئے اور نہ کہا مانیں آپ کافروں اور منافقوں کا بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے ﴿۱﴾

وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ② وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ

اور پیروی کریں آپ اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے بیشک اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کام کرتے ہو اسکی خبر رکھنے والا ہے ﴿۲﴾ اور آپ بھروسہ

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۳﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ

رکھیں اللہ تعالیٰ پر اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کام بنانے والا ﴿۳﴾ نہیں ٹھہرائے اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کیلئے دو دل اسکے سینے میں اور نہیں بنایا اسنے تمہاری بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو

الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ

تمہاری مائیں، اور نہیں بنایا اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے بیٹے، یہ بات ہے تمہارے اپنے مونہوں سے اور اللہ تعالیٰ

وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ﴿۴﴾ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ

حق بات کہتا ہے اور وہ راہنمائی کرتا ہے راستے کی ﴿۴﴾ پکارو انکو انکے باپوں کی طرف نسبت کر کے، یہ بات زیادہ انصاف والی ہے اللہ کے نزدیک

لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ

پس اگر تم نہ جانتے ہو انکے باپوں کو پس وہ تمہارے بھائی ہیں دین میں اور تمہارے ساتھی ہیں اور نہیں تم پر گناہ اس چیز میں جو تم نے خطا کی

بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵﴾ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ

لیکن گناہ اس میں ہے جو تمہارے دلوں نے پختہ ارادہ سے کیا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۵﴾ اللہ کے نبی کو زیادہ تعلق ہے ایمان والوں کیساتھ

اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ

ان کی جانوں سے اور نبی کی بیویاں ان (مومنوں) کی مائیں ہیں اور قرابت دار بعض زیادہ تعلق رکھتے ہیں بعض کے ساتھ اللہ کی

اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰۗـئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ

کتاب میں ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں سے مگر یہ کہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوئی احسان کرنا چاہو، یہ بات کتاب

مَسْطُوْرًا ﴿۶﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى

میں لکھی ہوئی ہے ﴿۶﴾ اور (اس بات کو دھیان میں لاؤ) جبکہ ہم نے نبیوں سے انکا عہد لیا اور (خاص طور پر) آپ سے اور نوح علیہ السلام سے

وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۷﴾ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ

اور ابراہیم علیہ السلام سے اور موسیٰ علیہ السلام سے اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا ﴿۷﴾ تاکہ پوچھے اللہ تعالیٰ سچوں سے انکی سچائی کے بارے میں اور

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۸﴾

تیار کیا ہے اسنے کافروں کیلئے دردناک عذاب ﴿۸﴾

خلاصہ رکوع ❶ ... شرف خاتم الانبیاء، نصائح برائے خاتم الانبیاء۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ زمانہ جاہلیت کی تین غلط رسومات کی اصلاح۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ منہ بولے بیٹے کو بلانے کا طریقہ، شفقت خداوندی، خصوصیت خاتم الانبیاء، خصوصیت ازواج مطہرات، مستحقین

میراث، مؤمنین ومہاجرین سے حسن سلوک اور وصیت کا حکم، اولوالعزم انبیاء کا خصوصی میثاق، غرض وغایت میثاق، نتیجہ کفار۔

ماخذ آیات: ۱ تا ۸+

شان نزول:... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ولید بن مغیرہ اور شیبہ ابن ربیعہ وغیرہ کفار مکہ نے آنحضرت ﷺ کو دعوت حق سے باز رکھنے کیلئے مالی پیش کش کی نیز یہود مدینہ اور منافقین میں سے عبداللہ بن ابی، معتب بن قشیر اور جد بن قیس آپ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ آپ ہمارے معبودوں کا تذکرہ چھوڑ دیجئے بلکہ ان کے شفیع اور نافع ہونے کا اعتراف کیجئے ہم بھی تمہارے معبود کو کچھ نہیں کہیں گے یہ بات آپکو اور مسلمانوں کو ناگوار گزری اور لڑنے پر آمادہ ہو گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(روح المعانی۔ص۔۱۹۲۔ج۔۲۱)

﴿۱۔۲۔۳﴾ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ الخ شرف خاتم الانبیاء۔ آنحضرت ﷺ کا نام لینے کی بجائے بلکہ آپ کے منصبی لقب سے یاد فرمانا آپ کی تعظیم وتکریم کی طرف اشارہ ہے۔ اور جہاں آپ کا نام نامی صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے وہاں بھی وصف لقبی کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسے "مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ. مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ. وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ" (کمالین۔ص۔۱۰۸۔ج۔۵)

اتَّقِ اللهَ الخ نصائح برائے خاتم الانبیاء: ان نصائح پر عمل کرنے کے لئے فتح اور نصرت الٰہی کا وعدہ ہے۔ ❶ تقویٰ۔

"اتَّقِ" امر کا صیغہ ہے۔ جس طرح امر کسی فعل کے ایجاد کے لئے آتا ہے اسی طرح اس کے ابقاء کے لئے بھی آتا ہے۔ یعنی جیسے آپ پہلے سے تقویٰ پر ہیں۔ آئندہ بھی تقویٰ پر قائم رہیں اس سے آپ کے غیر متقی ہونے کا اشکال باقی نہیں رہا۔

(جلالین ص۔۳۵۱۔ج۔۲۔معالم التنزیل۔ص۔۴۳۵۔ج۔۳۔روح المعانی۔ص۔۱۹۲۔ج۔۲۱)

❷... کفار اور منافقین کا کہا مت مانیں۔ ❸... وحی الٰہی کا اتباع۔ ❹... توکل علی اللہ۔

﴿۴﴾ مَا جَعَلَ اللهُ لِرَجُلٍ الخ زمانہ جاہلیت کی تین غلط رسومات کی اصلاح کا بیان۔ پہلی رسم یہ ہے کہ ابومعمر جمیل بن اسد فہری اس کا مصداق ہے۔ جسے عرب دانشور ہونے کی وجہ سے "ذو القلبین" یعنی دو دل والا کہا کرتے تھے اور وہ یہ کہتا تھا کہ میرے دو دل ہیں۔ اور محمد ﷺ کا ایک دل ہے انکی ایک سمجھ ہے اور میری ڈبل سمجھ ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ کسی آدمی کے دو دل نہیں ہوتے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ منافقین آنحضرت ﷺ کو ذوالقلبین کہا کرتے تھے کہ "ان له قلباً معکم وقلباً مع اصحابه" کہ ایک دل ہمارے ساتھ اور ایک دل اپنے اصحاب کیساتھ ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا، مگر بدر کے دن جب مشرکین میں بھگدڑ پڑی تو جمیل اس طرح بھاگا کہ ایک جوتی ہاتھ میں ہے، ایک جوتی پاؤں میں ابوسفیان نے دیکھ کر پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے کہ ایک جوتی ہاتھ میں ہے اور ایک جوتی پاؤں میں ہے تو وہ کہنے لگا کہ میں تو یہی سمجھ رہا ہوں کہ دونوں جوتیاں پاؤں میں پہنے ہوا ہوں۔ اس دن لوگوں کو معلوم ہوا کہ اگر اس کے دو دل ہوتے تو اس طرح نہ بھولتا یہ آیت اس کے زعم باطل کی رد میں نازل ہوئی۔ (روح المعانی۔ص۔۱۹۴۔ج۔۲۱۔معالم التنزیل ص۔۴۳۶۔ج۔۳۔مظہری۔ص۔۲۸۲۔ج۔۷)

وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الخ دوسری غلط رسم: یہ تھی کہ اگر زمانہ جاہلیت میں کوئی اپنی بیوی کو ماں کہہ دیتا تو ہمیشہ کے لئے اس سے جدا ہوجاتی گویا وہ سگی ماں بن گئی۔ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ الخ تیسری غلط رسم: یہ تھی کہ اگر کسی کو منہ بولا بیٹا بنایا تو وہ سچ مچ بیٹا سمجھا جاتا اور سب احکام اس پر بیٹے کے جاری ہوتے تھے۔ تو اس آیت میں ان تینوں رسموں کی تردید بڑے شد ومد سے کی جارہی ہے کہ بیوی کو ماں کہہ دینے سے جاہلیت کے دستور پر اگر واقعی ماں بن جاتی ہے، تو کیا دو ماؤں سے انسان پیدا ہوتا ہے کہ ایک ماں وہ جو جنتی ہے اور ایک ماں وہ جو محض کہہ دینے سے ہوتی ہے؟ باقی بیوی کو ماں کہنے سے کفارہ ظہار لازم آئے گا اس کا حکم سورۃ مجادلہ میں آئے گا، اسی طرح اگر کسی نے کسی کو بیٹا بنالیا تو ایک باپ تو حقیقی پہلے سے موجود اور ایک باپ یہ ہوا تو کیا ماننا پڑے گا

کہ وہ دونوں باپوں سے پیدا ہوا ہے؟ جب ایسا نہیں تو پھر حقیقی ماں باپ اور حقیقی اولاد کے احکام ان پر کیسے جاری ہوسکتے ہیں؟

شانِ نزول:... زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اصل عربی قبیلہ نبی کلب سے تعلق رکھتے تھے اپنے ننھیال بنی مَعَن میں گئے ہوئے تھے کہ شام کے قیدیوں میں زبردستی پکڑ کر مکہ لائے گئے حکیم بن حزام نے خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو ہدیہ کردیا۔ جو آنحضرت ﷺ کی پہلی زوجہ محترمہ تھیں۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کردیا آپ نے انھیں آزاد کر کے متبنیٰ بنالیا چنانچہ زید بن محمد کہلانے لگے۔ بعد میں پتہ چلنے پر زید رضی اللہ عنہ کے والد اور چچا انکو لینے کیلئے حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے انہیں جانے کا اختیار دے دیا۔ لیکن انہوں نے آپ کی خدمت عالیہ میں رہنے کو ترجیح دی۔ اور والد کے ہمراہ جانے سے انکار کردیا۔ آپ نے انکی شادی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کرادی مگر ان میں ناچاقی رہی اور نبھاؤ نہ ہوسکا اور نوبت طلاق تک جا پہنچی اس کے بعد آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے خود عقد نکاح فرمالیا اس پر بڑی چہ میگوئیاں ہوئی۔ منافقین نے کہنا شروع کردیا کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی ہے۔ حالانکہ خود ہی سسر اور بہو کے نکاح کو منع کرتے ہیں۔ اسکی رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿۵﴾ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ الخ منہ بولے بیٹے کو بلانے کا طریقہ: ٹھیک انصاف کی بات یہ ہے کہ ہر شخص کی نسبت اس کی حقیقی باپ کی طرف کی جائے کسی نے منہ بولا بیٹا بنالیا تو واقعی باپ نہیں بن گیا یوں شفقت و محبت سے کوئی کسی کو مجازاً بیٹا یا باپ کہہ کر پکارے وہ دوسری بات ہے۔ الغرض نسبی تعلقات اور ان کے احکام میں اشتباہ و التباس واقع نہ ہونے پائے ابتدائے اسلام میں لوگ زید بن حارثہ کو زید بن محمد ﷺ کہہ کر پکارتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سب زید بن حارثہ کہنے لگے۔

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ... الخ شفقت خداوندی:... بھول کر یا نادانستہ اگر غلط کہہ دیا کہ فلاں کا بیٹا فلاں وہ معاف ہے بھول چوک کا گناہ کسی چیز میں نہیں ہاں ارادہ کیا ہے تو اس میں بھی اللہ چاہے تو بخش دے۔

﴿۶﴾ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ... الخ خصوصیت خاتم الانبیاء: نبی کو اہل ایمان کے ساتھ انکی جانوں سے بھی زیادہ تعلق اور لگاؤ ہے اولیٰ کا معنی قریب بھی ہوتا ہے۔ (روح المعانی: ص ۲۰۲: ج ۲۱)

مگر اس قرب سے حاضر ناظر ہرگز مراد نہیں جیسا کہ اہل بدعت نے اسکا غلط مفہوم لے کر اس آیت مبارکہ سے آنحضرت ﷺ کو حاضر ناظر ہونا ثابت کیا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم نے اس مشرکانہ عقیدے کی مختلف طریقوں سے تردید کی ہے۔ حاضر ناظر ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔ اور مخلوق میں سے کوئی بھی ہستی اس صفت میں شریک نہیں کیونکہ سورۃ البروج میں ہے۔ "وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ" (آیت۔ ۹) مطلب یہ ہے کہ علیم اور ہر جگہ حاضر و ناظر صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ (اس مسئلہ پر تفصیل سورۃ انعام اور سورۃ یونس میں دیکھیں)۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے فوائد عثمانیہ میں اور مولانا محمد نعیم صاحب تفسیر کمالین شرح جلالین میں اس مقام پر نہایت ہی عمدہ تقریر لکھی ہے۔ انہیں کے الفاظ میں فائدے کے لئے لکھ دیتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔ آفتاب نبوت سے نور ایمان کی جو کرنیں نکلتی ہیں۔ مؤمنین کا نور نور ایمانی اسی کی ایک شعاع ہے۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو ایک مسلمان کا ایمان وجود اپنی منبع اور مخزن سے وابستہ ہے۔ اور جس طرح آفتاب حسی طور پر اپنے نور سے بہ نسبت دھوپ کے نور کے زیادہ نزدیک ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کا وجود مسعود بہ نسبت ہمارے وجود کے زیادہ قریب ہے۔ یا جس طرح بیٹے کا حسی وجود باپ کے وجود کا پرتاؤ ہوتا ہے اور بیٹے کا وجود باپ کے جسم سے نکلتا ہے۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ باپ کا وجود بیٹے سے بہ نسبت خود بیٹے کے وجود کے اقرب ہے۔ اسی طرح کہنا چاہئے کہ نبی کا ایمان وجود اصل ہے۔ اور امت کا ایمانی وجود اس کا ظل ہے۔ اور اس سے نکلا ہوا ہے۔ نبی روحانی باپ اور امت روحانی اولاد ہے۔ پس نبی کا روحانی وجود امت کے اپنے وجود کے بھی نزدیک تر ہے۔ اور باپ کا تعلق طبعی

ساری دنیا سے بڑھ کر ہے۔ اور اسکی پدری شفقت بھی سب سے بڑھ کر ہے۔ اسی طرح ابوداؤد شریف کی حدیث میں ہے۔ آپ نے فرمایا "انما انا لکم بمنزلۃ الوالد" کہ میں تمہارے حق میں بمنزلہ باپ کے ہوں تو اس حدیث پاک کی رو سے آنحضرت ﷺ کی شفقت ومحبت بھی ساری دنیا سے بڑھ چڑھ کر ہونے کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ تعظیم واطاعت کی مستحق ہے۔ (کمالین۔ص۔۱۱۶۔ج۔۵)

وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ... الخ خصوصیت ازواج مطہرات۔ ازواج مطہرات کو امت کی مائین فرمانے سے مراد یہ ہے کہ ماؤں سے بڑھ کر انکی تعظیم فرض ہے۔ اور یہ حکم ادب واحترام اور حرمت نکاح کے اعتبار سے ہے پردہ اور میراث کے اعتبار سے نہیں۔ باقی امور میں وہ بالکل اجنبی عورتوں کی طرح ہیں۔ (روح المعانی۔ص۔۲۰۲۔ج۔۲۱۔کشاف۔ص۔۵۲۳۔ج۔۳۔مظہری۔ص۔۲۸۶۔ج۔۷)

نکتہ:... ازواج مطہرات کا امہات المومنین ہونا ظاہری جسم کے اعتبار سے نہیں بلکہ روحانی طور پر ہے۔ مگر ادب واحترام جسمانی ماں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ احکام ظاہری کے اعتبار سے مثلاً نظر اور خلوت کے لحاظ سے بمنزلہ اجنبیہ کے ہیں۔ اس لئے کہ اندیشہ ہے کہ ظاہر جسم اور محسوسات کے آثار میں مبتلا ہو کر کہیں اپنے دین اور دنیا کو خراب نہ کر بیٹھیں۔ اس لئے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ حکم تحریمی بالاجماع ہے۔ (ابن کثیر: ص۔۴۷۷،ج:۶ طبع بیروت)

اور یہ حکم ازواج مطہرات کی لڑکیوں اور بہنوں کی طرف متعدی نہیں ہوتا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیوں یعنی حضرت رقیہ ؓ اور حضرت ام کلثوم کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان ؓ سے ہوا ہے۔ اور حضرت فاطمہ ؓ کا حضرت علی ؓ سے ہوا ہے۔ (آگے آیت:۵۳: میں ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح نہ کرنے کی سات وجوہات کا ذکر آرہا ہے۔)

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ الخ مستحقین میراث: آنحضرت ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو مسلمان بھی اپنا گھر اور قبیلہ سب کچھ کو چھوڑ کر مدینہ میں آباد ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں مؤاخات (برادری) کا رشتہ قائم کر دیا اور یہ منہ بولے بھائی ایک دوسرے کے وارث قرار دیئے گئے۔ ایک عرصہ تک یہ دستور رہا کہ اس دینی اخوت کے دو بھائیوں مہاجرین وانصار میں سے اگر ایک کا انتقال ہو جاتا تو دوسرا بھائی اس کا وارث بن جاتا اور عصبات کو کچھ نہ ملتا بعد میں مہاجرین کی خویش واقارب بھی مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ آگئے تو اس وقت دینی اخوت کے ساتھ قرابت نسبی بھی مل گئی تو اس وقت یہ آیت وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ الخ نازل ہوئی کہ اب وراثت صرف "وَاُولُوا الْاَرْحَامِ" کو یعنی رشتہ داروں کو ملے گی جو مسلمان ہیں۔ اور منہ بولے بھائیوں کو وراثت نہیں ملے گی۔ (قرطبی۔ص۔۱۲۴۔ج۔۱۴)

اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى الخ مؤمنین اور مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک اور وصیت : مگر ان میں احسان اور وصیت چل سکے گی جسکی شریعت نے حد مقرر کی ہے۔ وہ تہائی مال تک ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ منصوص ہے۔ اب اسلامی اخوت میں وراثت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے البتہ صلہ رحمی اور سلوک اور احسان کا حکم اب بھی باقی ہے۔

﴿۷﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ الخ اولوالعزم انبیاء کا خصوصی میثاق : اس آیت میں عہد انبیاء سے مراد یا تو عطائے نبوت کے وقت کا عہد ہے یا عہد الست مراد ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر ؒ نے تفسیر ابن کثیر میں اشارہ فرمایا ہے اور اس آیت میں پانچ انبیاء کرام کے اسماء گرامی مذکور ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ اولوالعزم پیغمبر تھے اور اس آیت میں سب سے پہلے آپ ﷺ کا ذکر مبارک ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت اور عالم دنیا میں آپ ﷺ کا ظہور اگرچہ سب کے بعد ہوا ہے، مگر درجہ اور مرتبہ میں آپ صلی اللہ علیہ سب سے مقدم ہیں۔

﴿۸﴾ لِيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ الخ غرض وغایت میثاق : انبیاء کرام نے دعوت وتبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا جنہوں نے تصدیق کی اور انکی صداقت پر ایمان لائے انکے لئے نعمتوں کا وعدہ ہے۔ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ الخ نتیجہ کفار : اور جنہوں نے تکذیب کی اور ان

کا انکار کیا اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے قیامت کے دن صادقین کو صدق کی جزاء اور کاذبین کو کذب کی سزا مل جائیگی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا

اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی اس نعمت کو جو اس نے تم پر کی، جبکہ تم پر حملہ آور ہوئے تھے بہت سے لشکر، پس ہمنے بھیجی ان پر تند ہوا

وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٩﴾ إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ

اور ایسا لشکر جسکو تم نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کام کرتے ہو دیکھنے والا ہے ﴿۹﴾ جب چڑھ آئے وہ تم پر اوپر کی جانب سے اور نیچے کی جانب سے اور

مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ﴿١٠﴾ هُنَالِكَ

جس وقت آنکھیں پتھرا گئیں تھیں اور دل اچھل کر گلوں تک آ رہے تھے اور تم گمان کرتے تھے طرح طرح کے گمان ﴿۱۰﴾ اس وقت آزمائے گئے

ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ﴿١١﴾ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ

مومن اور وہ سخت متزلزل کئے گئے ﴿۱۱﴾ جب کہتے تھے منافق اور وہ لوگ جنکے دلوں میں بیماری ہے کہ نہیں وعدہ کیا ہم سے اللہ

مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢﴾ وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ

اور اسکے رسول نے مگر دھوکے کا ﴿۱۲﴾ اور (اس بات کو دھیان میں لاؤ) جب کہا ایک گروہ نے ان (منافقین) میں سے اے یثرب کے رہنے والو!

لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ

یہ تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے پس لوٹ جاؤ واپس اپنے گھروں کو اور اجازت طلب کرتا ہے ایک گروہ ان میں سے نبی ﷺ سے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں

وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۖ إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا

حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں ہیں نہیں چاہتے یہ مگر بھاگنا ﴿۱۳﴾ اور اگر شہر میں اسکے اطراف سے کوئی فوج داخل کردی جائے پھر ان لوگوں سے فتنے برپا کرنے کا

الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ

مطالبہ کیا جائے تو فوراً اسمیں شامل ہوجائیں گے اور نہ ٹھہریں گے اسکے بارے میں مگر بہت تھوڑا ﴿۱۴﴾ اور البتہ تحقیق انہوں نے معاہدہ کیا تھا اللہ سے اس سے

لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ﴿١٥﴾ قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ

پہلے کہ پشت نہیں پھیریں گے اور اللہ کے عہد کے متعلق سوال کیا جائیگا ﴿۱۵﴾ اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے، ہرگز نہیں فائدہ دیگا تمکو بھاگنا اگر تم بھاگنا چاہو گے

مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٦﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ

موت سے یا قتل کئے جانے سے اور اس وقت تم کو فائدہ نہیں دیا جائیگا مگر بہت تھوڑا ﴿۱۶﴾ آپ کہہ دیجئے کون ہے جو بچاتا ہے تمہیں اللہ سے اگر ارادہ کرے وہ

إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ

تمہارے ساتھ برائی کا یا ارادہ کرے وہ تمہارے ساتھ مہربانی کا اور نہ پائیں گے وہ اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی

وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿١٧﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ

اور نہ مدد گار ﴿۱۷﴾ تحقیق جانتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو روکتے ہیں تم میں سے اور ان کہنے والوں کو بھی جو اپنے بھائی بندوں

اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٨﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ

سے کہتے ہیں کہ ہماری طرف چلے آؤ اور وہ نہیں جاتے لڑائی میں مگر بہت تھوڑا ﴿۱۸﴾ وہ بخیل ہیں تمہارے اوپر جب آجائے خوف تو دیکھے گا انکو کہ

يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ

وہ تکتے ہیں آپکی طرف گھومتی ہیں انکی آنکھیں اس شخص کی طرح جس پر غشی طاری ہوتی ہے موت کی وجہ سے پس جب خوف چلا جاتا ہے تو پھر وہ

سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ

کاٹتے ہیں تمہیں تیز زبانوں، سے حریص ہیں وہ مال کے، یہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے پس اللہ نے انکے اعمال کو ضائع کر دیا ہے اور یہ بات اللہ پر

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٩﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ

آسان ہے ﴿۱۹﴾ گمان کرتے ہیں یہ فوجوں کے بارے میں کہ وہ نہیں واپس ہوئیں اور اگر آئیں کوئی اور فوجیں

الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا

تو یہ پسند کرتے ہیں کاش کہ یہ دیہات میں ہی ہوتے اور پوچھتے تمہاری خبروں کے بارے میں اور اگر یہ لوگ

فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٢٠﴾ ع

تمہارے درمیان ہوتے تو نہ لڑتے مگر بہت تھوڑا ﴿۲۰﴾

ع ۲ | ۱۲ | ۱۸

﴿۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ ربط آیات : اوپر "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى" میں اتباع نبوی کا حکم تھا جسکی اطاعت اطاعت الٰہی ہے۔ یہاں سے دو رکوعوں میں غزوہ احزاب کا ذکر ہے۔ جس میں اہل ایمان کے امتحان اور منافقین کی خباثات کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ ... فریضہ مؤمنین، کفار کی آمد، نصرت الٰہی، دشمن کی چڑھائی، کیفیت مؤمنین و منافقین، امتحان خداوندی آپکی بشارتوں پر شکوہ منافقین، بعض منافقین کی شورش، بعض منافقین کی دروغ گوئی، کیفیت منافقین برائے فساد، منافقین کی عہد شکنی، حصر التصرف، منافقین سے مسئلہ تقدیر پر طریق مناظرہ، تشنیع منافقین، منافقین کی بزدلی، منافقین کی بخیلی، اثر بزدلی، اثر بخل، اطلاع خداوندی، منافقین کی غایت بزدلی۔ ماخذ آیات ۹: تا ۲۰ +

غزوہ احزاب یا غزوہ خندق کا مختصر تعارف

غزوہ احزاب ۵ھ میں واقع ہوا ہے۔ اس سے پہلے کفار غزوہ بدر اور احد میں مسلمانوں سے شکست کھا چکے تھے مسلمانوں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی تھی اسلام تقویت پکڑ رہا تھا، اور یہی چیز کفار کیلئے روگ جان بنی ہوئی تھی، اور مسلمانوں پر کاری ضرب لگانے کیلئے مناسب موقع کی تلاش میں تھے، اس دوران بنونضیر کے بیس سردار مکہ میں قریش کے پاس حاضر ہوئے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف اپنی مدد کا یقین دلایا اس کے بعد بنونضیر کا وفد بنوغطفان کے پاس گیا اور قریش کی طرح انہیں بھی آمادہ جنگ کیا، پھر انہوں

نے عرب کے بعض دیگر قبائل کو بھی ساتھ ملا یا اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کیلئے تیار کرلیا قریش مکہ پہلے ہی کسی ایسے موقعہ کی تلاش میں تھے وہ فوراً جنگ پر آمادہ ہو گئے ابوسفیان کی قیادت میں یہ سارے قبائل مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور چند دن میں مدینہ کے قریب دس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ دوسرا قول پندرہ ہزار اور تیسرا قول بارہ ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ یہ اتنا بڑا لشکر تھا کہ مدینہ کی کل آبادی سے بھی زیادہ تھا۔ ادھر مدینہ میں مخبرین نے آنحضرت ﷺ کو اطلاع کردی آپ ﷺ نے دفاعی منصوبہ کے لئے صحابہ کرام ﷡ سے مشورہ شروع کیا تو غور و خوض کے بعد حضرت سلمان فارسی ؓ کی رائے کو منظور کیا گیا۔ وہ یہ تھی کہ مدینہ طیبہ کے گرد خندق کھود کر دشمن کو شہر میں داخلے سے روکا جائے اور اس منصوبہ پر فوراً عمل شروع ہو گیا آنحضرت ﷺ نے دس دس آدمیوں کو چالیس چالیس گز کا ٹکڑا کھودنے کا حکم دیا۔ (روح المعانی۔ص۔۲۰۸۔ج۔۲۱)

چنانچہ یہ خندق آنحضرت ﷺ کی معیت میں ساڑھے تین میل لمبی چھ دن میں مکمل کرلی گئی۔ تقریباً ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ رہا دشمن نے مدینہ کو ہر طرف سے گھیرا ہوا تھا۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے تھیں اور درمیان میں صرف خندقیں حائل تھیں باضابطہ لڑائی کی نوبت تو نہیں آئی البتہ دور سے تیراندازی ہوتی رہتی تھی اور کبھی قریب سے دو چار آدمیوں سے مقابلہ ہو جاتا تھا، مسلمان سخت ابتلاء میں تھے۔ بیس۔ ۲۰۔ پچیس۔ ۲۵۔ دن تک یہی کیفیت رہی اور بنی قریظہ جن کا آپ سے عہد و پیمان تھا، وہ بھی کنارکش ہو کر اپنے قلعہ میں محفوظ ہو گئے اور دروازے بند کر لئے۔ بالآخر حسب وعدہ اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد پہنچی اور رات کے وقت اللہ نے ایسی شدید آندھی چلائی کہ کافروں کے خیمے اکھڑ گئے اور ریت اور سنگریزے اڑ اڑ کر کافروں کے منہ پر لگنے لگے، اور ان کے تمام چولہے بجھ گئے، سواروں اور گھوڑوں کے پاؤں اکھڑ گئے، اور لشکر میں بھگدڑ مچ گئی، ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں، اٹھو اور چلو سردی اور تیز ہوا اور رات کے اندھیرے میں ٹھہرنا مشکل ہو گیا ہے، اور بدحواس ہو کر کہنے لگے، اللہ کی قسم محمد ﷺ نے تم پر جادو کردیا ہے۔

(روح المعانی۔ص۔۲۰۹۔ج۔۲۔کشاف۔ص۔۵۲۶۔ج۔۳۔مظہری۔ص۔۳۰۵۔ج۔۷)

ابوسفیان جسکے ہاتھ میں لشکر کی کمان تھی اس نے کوچ کرنے کا حکم دے دیا، جب صبح ہوئی تو مدینہ کا اطراف دشمن سے خالی ہو چکا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس غیبی مدد سے مسلمانوں کی پریشانی کو دور کردیا، اور جھوٹوں کو ذلیل و خوار کر کے بھگا دیا۔ (محصلہ معارف القرآن۔ہم،۱۷)

﴿۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الخ فریضہ مؤمنین۔ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ : کفار کی آمد : اس سے مراد کفار کے لشکر ہیں عیینہ، ابوسفیان اور غطفان اور بنی قریظہ کا۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا الخ نصرت الٰہی : "رِيْحًا" کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ آندھی صرف کافروں پر بھیجی گئی تھی اور مسلمانوں پر نہیں بھیجی گئی تھی۔ جیسا کہ حضرت حذیفہ ؓ کی روایت ہے۔ وَاِذَا الرِّيْحُ فِيْ عَسْكَرِهِمْ مَا تَجَاوَزَ عَسْكَرَهُمْ شِبْرًا الخ۔ (تفسیر ابن کثیر۔ص۔۴۸۰۔ج۔۶۔روح المعانی۔ص۔۲۰۹۔ج۔۲۱)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا "نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ"۔

(مظہری۔ص۔۲۸۸ج۔۷۔خازن۔ص۔۴۸۴۔ج۔۳۔مدارک۔ص۔۴۸۴۔ج۔۳)

اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو مغرب کی طرف سے گرم ہوا بھیج کر ہلاک کیا۔ اور میری مدد مشرق کی طرف سے چلنے والی ہوا کے ساتھ کی یہ ہوا نہایت ٹھنڈی تھی۔ جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے اور دوسرا انعام اللہ نے یہ فرمایا کہ اہل ایمان کی مدد کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ نے فرشتوں کے لشکروں کو۔ بھیجا فرشتوں نے جنگ بدر کی طرح کفار سے قتال نہیں کیا مگر ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، اور لشکروں کے اطراف و جوانب میں باآواز بلند اللہ اکبر کہتے تھے۔

(روح المعانی۔ص۔۲۰۹۔ج۔۲۱۔کشاف۔ص۔۵۲۶۔ج۔۳۔خازن۔ص۔۴۸۴۔ج۔۳۔مدارک۔ص۔۴۸۴۔ج۔۳)

﴿۱۰﴾ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ الخ دشمن کی چڑھائی : اوپر کی جانب سے مراد مدینہ کی مشرقی

جانب ہے، جو اونچی جگہ ہے۔ اور اسفل سے مراد مغربی حصہ جو نیچا ہے۔ دشمن دونوں طرف سے حملہ آور ہوئے تھے۔ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ: کیفیت مؤمنین ومنافقین :اور دل اچھل کر گلوں تک آ رہے تھے۔ اس موقع پر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا؟ آقا ہمیں کوئی ورد بتائیں جس کے پڑھنے سے سکون حاصل ہو تو آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھو "اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا"۔ (روح المعانی: ص:۱۰۲ج:۲۱ج: ابن کثیر: ص:۴۷۱ج۔۶)

ترجمہ: اے اللہ ہماری سرحدوں کی پردہ پوشی فرما اور ہمارے خوف کو امن میں تبدیل کر دے "وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا" تفاوت ظن اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اہل ایمان کا گمان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ لشکر اسلام کو ضرور فتح دے گا، اور منافقین کا گمان یہ تھا کہ اب اسلام اور مسلمان ختم ہوئے ایسے ہی شدید وقت میں اہل ایمان کا امتحان کیا گیا، تا کہ ثابت قدم اور متزلزل اور صادق اور منافق ایک دوسرے سے ممتاز ہو جائیں الحمدللہ مسلمان اس امتحان میں پورے اترے اور منافقوں کا نفاق ظاہر ہو گیا۔

﴿۱۱﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ الخ امتحان خداوندی :اس امتحان میں مسلمان پورے اترے۔

﴿۱۲﴾ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ الخ آپ کی بشارتوں پر منافقین کا شکوہ : آنحضرت ﷺ کے خندق کھودتے وقت کچھ بشارتیں سنائیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خندق کھودتے ایک سخت چٹان آ گئی ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا آپ نے ارشاد فرمایا ٹھہرو میں خود اترتا ہوں، اور بھوک کی وجہ سے پیٹ مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم نے بھی تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھی تھی آپ نے کدال دست مبارک میں پکڑی اور اس چٹان پر ماری تو چٹان کا ایک تو وہ ریگ دفعتاً ہو گئی۔ بخاری شریف مسند احمد اور نسائی میں اس قدر اضافہ ہے کہ آپ نے جب پہلی بار "بسم اللہ" پڑھ کر کدال ماری تو وہ چٹان ایک تہائی ٹوٹ گئی۔

(مسند احمد بن حنبل: ص:۱۰۱ سو ج۔۳)

آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر مجھ کو ملک شام کی کنجیاں عطا کی گئیں خدا کی قسم شام کے سرخ محلات کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے جب دوسری کدال ماری تو دوسرا تہائی ٹکڑا ٹوٹ کر گرا آپ نے فرمایا اللہ اکبر فارس کی کنجیاں مجھ کو عطا ہوئیں اللہ کی قسم مدائن کے قصر ابیض کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، تیسری بار آپ نے "بسم اللہ" کہہ کر کدال ماری تو بقیہ چٹان بھی ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر یمن کی کنجیاں مجھ کو عطا ہوئیں۔ اللہ کی قسم صنعاء کے دروازوں کو میں اپنی آنکھوں سے اس جگہ کھڑا دیکھ رہا ہوں۔ ایک روایت میں ہے پہلی بار کدال مارنے سے ایک بجلی چمکی جس سے شام کے محل روشن ہو گئے آپ نے اللہ اکبر کہا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی تکبیر کہی اور یہ ارشاد فرمایا کہ جبرائیل امین نے مجھ کو خبر دی ہے کہ میری امت ان شہروں کو فتح کرے گی۔ (فتح الباری۔ ص۔۳۰۴۔۳۰۵۔ج۔۷)

مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ الخ تو منافق لوگ کہنے لگے اللہ اور اس کے رسول نے محض دھوکہ ہی کا وعدہ دیا ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ بیان القرآن میں لکھتے ہیں معتب بن قشیر اور اس کے ہمراہیوں نے یہ قول اسوقت کہا تھا جب خندق کھودتے وقت کدال لگنے سے کئی بار آگ کا شرارہ نکلا آپ نے ہر بار ارشاد فرمایا کہ مجھ کو فارس اور روم اور شام کے محل اس کی روشنی میں نظر آئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی فتح کا وعدہ فرمایا ہے۔ جب احزاب کے اجتماع کے وقت پریشانی ہوئی تو یہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو حالت ہے اور اس پر فتح روم وفارس کی بشارتیں سنا رہے ہیں۔ یہ محض دھوکہ ہے۔ اور گویا وہ اسکو اللہ تعالیٰ کا وعدہ نہ سمجھتے تھے۔ نہ آپکو رسول جانتے تھے۔ پھر یہ کہنا "مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ" یا صرف حکایت کے درجہ میں ہے۔ اور یا بطور فرض استہزاء ہے۔

﴿۱۳﴾ بعض منافقین کی شورش "يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ" یہ قول اوس بن قیظی کا ہے۔ جس کے ساتھ اور منافق بھی شریک تھے کہ یہاں موت کے منہ جانا ہے۔ لہٰذا اپنے گھروں کو لوٹ چلو۔ وَيَسْتَاْذِنُ الخ بعض منافقین کی دروغ گوئی:

اور بعض منافق واپس اپنے گھروں کو جانے کے لئے آنحضرت ﷺ سے اجازت مانگنے لگے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں یعنی گھروں میں صرف عورتیں اور بچے رہ گئے، اور دیواریں قابل اطمینان نہیں، کبھی چور نہ آجائیں یہ قول ابوعرابہ اور بنی حارثہ کا تھا حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں محض بھاگنا ہی چاہتے ہیں۔ ﴿۱۴﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ الخ کیفیت منافقین برائے فساد :اوران منافقین کی حالت یہ ہے کہ اگر مدینہ میں اس کے سب اطراف سے ان پر جب یہ اپنے گھروں میں ہوں کوئی لشکر کفار کا آگھسے پھران منافقین سے فساد یعنی مسلمانوں سے لڑنے کی درخواست کیجائے۔ تو فوراً اس فساد کو منظور کرلیں گے، اور مسلمان کے خلاف جا پہنچے گئے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اصل میں انکو مسلمانوں سے عداوت اور کفار سے محبت ہے باقی گھروں کا تو محض بہانہ ہے۔

﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ الخ منافقین کی عہد شکنی :حضرت تھانوی ؒ بیان القرآن میں لکھتے ہیں اس عہد سے مراد یہ ہے کہ جب بدر میں بعض منافقین شرکت سے رہ گئے تھے، تو بعد میں کہنے لگے کہ افسوس ہم شریک نہ ہوئے ایسا کرتے ویسا کرتے جب وقت آیا ساری قلعی کھل گئی۔

﴿۱۶﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الخ حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ :"وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا" اس دنیا میں تو تھوڑا فائدہ پہنچائے جاؤ گے آخر فنا ہے اور ان کا گمان یہ ہے کہ ان کے قلعے اور محلات ان کے محافظ اور نگہبان ہیں۔ حالانکہ یہ حقیقت سے دور بات ہے۔

﴿۱۷﴾ منافقین سے مسئلہ تقدیر پر طریق مناظرہ :"اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا" اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرے یعنی وہ قادر مختار اگر تمہارے قتل کا یا شکست کا ارادہ کرے تو کوئی قلعہ یا محل اس کو روک سکتا ہے؟ نہیں روک سکتا۔

﴿۱۸﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ الخ تشنیع منافقین: اللہ تعالیٰ جنگ سے روکنے والے منافقوں کو خوب جانتا ہے۔ اس زمانے میں مخلص مسلمان اور منافق ملے جلے تھے اگر ایک بھائی پکا مسلمان ہے، تو دوسرا منافق ہے، تو ان حالات میں منافق اپنے بھائی بندوں کو جنگ میں شرکت سے روکنے کی کوشش کرتے تھے، اور جب کسی مسلمان کو تکلیف پہنچتی تو غلط پروپیگنڈا کرتے تھے کہ ہمارے ساتھ ہوتے یہ تکلیف نہ پہنچتی اور یہ منافق خود لڑائی میں نہیں جاتے تھے اکثر حیلے بہانے کرتے تھے تو اللہ نے ان کی یہ برائی بیان فرمائی ہے۔

﴿۱۹﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ الخ منافقین کی بخیلی :یہ منافق لوگ تم پر بڑے بخیل ہیں یعنی تمہارے اوپر مال خرچ کرنے میں انتہائی کنجوسی کا اظہار کرتے ہیں اور حیلے بہانے سے بچنا چاہتے ہیں۔ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ... الخ اثر بزدلی۔ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ الخ اثر بخل۔ اُولٰٓئِكَ الخ اطلاع خداوندی :اگر خطرہ پیدا ہوجائے تو انکی حالت قریب الموت والے کی سی ہوجاتی ہے۔ تو بعد میں اپنی بہادری جتلاتے ہیں۔ اور بڑھ چڑھ کر باتیں کرتے ہیں کہ ہماری پشت پناہی سے تم کو فتح حاصل ہوئی ہے لہٰذا مال غنیمت سے ہم کو بھی حصہ دو۔ فَاَحْبَطَ اللّٰهُ الخ نتیجہ کفار۔

﴿۲۰﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ الخ منافقین کی غایت بزدلی: ربط : گزشتہ آیات میں منافقین کی تیز زبانی کو بیان کیا۔ اب آئندہ آیات میں مزید انکی غایت بزدلی کو بیان کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان منافقوں کی بزدلی کا حال یہ ہے کہ کفار کی فوجیں ناکام ہو کر واپس جا چکی ہیں۔ مگر یہ دہشت کے مارے ابھی بھی گمان کیئے ہوئے ہیں کہ وہ فوجیں واپس نہیں گئیں، اور اگر بالفرض کافروں کی یہ فوجیں دوبارہ چڑھ آئیں تو یہ منافق خوف سے مارے آرزو کریں گے کہ کاش ہم مدینہ میں نہ رہتے۔ بلکہ جنگل میں بدوی زندگی گزارتے اور وہاں بیٹھے بیٹھے تمہاری خبریں پوچھتے رہتے کہ لڑائی میں مسلمانوں کا کیا حال ہے اور یہ منافق مدینہ میں رہیں تو دشمن کا مقابلہ نہیں کریں گے مگر بہت کم جس سے یہ کہہ سکیں کہ ہم نے بھی شرکت کی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَ

البتہ تحقیق تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ایک اچھا نمونہ ہے اس شخص کیلئے جو امید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے اور قیامت کے دن کی اور اس نے

ذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾ وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَ

ذکر کیا اللہ کا کثرت سے ﴿۲۱﴾ اور جب دیکھا ایمان والوں نے لشکروں کو تو کہنے لگے کہ یہ وہ ہے کہ وعدہ کیا تھا ہم سے اللہ اور اسکے رسول نے اور سچ فرمایا ہے

صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا

اللہ اور اسکے رسول نے اور نہ زیادہ کیا اس بات نے ان کیلئے مگر ایمان اور اطاعت کو ﴿۲۲﴾ مومنوں میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنہوں نے سچ کر دکھلایا اس چیز کو جس پر انہوں

مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾

اللہ سے عہد کیا تھا پس بعض انمیں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنا عہد پورا کیا ہے اور بعض انمیں سے وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں اور نہیں تبدیل کی انہوں نے کسی قسم کی تبدیلی ﴿۲۳﴾

لِّيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِن شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ

تا کہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ سچوں کو انکی سچائی کا اور سزا دے اللہ تعالیٰ منافقوں کو اگر چاہے یا توبہ قبول کرلے انکی بیشک اللہ تعالیٰ بہت

إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٤﴾ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا ۚ وَكَفَى

بخشش کرنے والا مہربان ہے ﴿۲۴﴾ اور لوٹا دیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا انکے غصے کیساتھ نہ پایا انہوں نے کسی قسم کی بہتری کو اور

اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ﴿٢٥﴾ وَأَنزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُم مِّنْ أَهْلِ

کفایت کی اللہ نے ایمان والوں کیلئے لڑائی سے اور اللہ تعالیٰ قوت والا زبردست ہے ﴿۲۵﴾ اور اتارا ان لوگوں کو جنہوں نے مدد کی تھی کافروں کی اہل کتاب میں سے انکے

الْكِتَابِ مِن صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ﴿٢٦﴾

قلعوں سے اور ڈالدیا ان کے دلوں میں رعب، ایک گروہ کو تم قتل کرتے ہو اور ایک گروہ کو قیدی بناتے ہو ﴿۲۶﴾

وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَّمْ تَطَئُوهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ

اور وارث بنایا تمہیں انکی زمین اور گھروں اور مالوں کا، اور ایک اور زمین بھی کہ جسکو تم نے ابھی تک پامال نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ

شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿٢٧﴾

ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ﴿۲۷﴾

﴿۲۱﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ الخ ربط آیات: بقیہ داستان۔

خلاصہ رکوع ③ ... طرز عمل کے نمونہ ہونے کا بیان، مؤمنین کے ایمان کی کیفیت، اصحاب رسول کا ایفائے عہد وجذبہ ایمانی، مؤمنین کے اقسام، تسلی مؤمنین وکامیابی کا اعلان، حکمت غزوہ خندق، کفار کی ناکامی، قبیلہ بنو قریظہ کی سرکوبی، اہل ایمان کے

لئے مستقبل کی خوشخبری ۔ ماخذ آیات ۲۱: تا ۲۷+

طرز عمل کے نمونہ ہونے کا بیان : حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مؤمنوں کے لئے اس نازک موقعہ پر آنحضرت ﷺ کا طرز عمل نمونہ ہے کہ ذرہ بھر خوف وہراس طاری نہیں ہوا، اور استقامت سے اسلام کی حمایت فرمائی اس استقامت کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی امداد آئی ۔﴿۲۲﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ الخ مؤمنین کے ایمان کی کیفیت: کفار کے لشکر جرار کو دیکھ کر مؤمنوں کا یقین اور بڑھ گیا۔ فرمانبرداری اور جانثاری اور زیادہ ہوگئی کہ آج ہم نے اپنی آنکھوں سے نصرت الٰہی کا مشاہدہ کرلیا ہے۔

﴿۲۳﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ الخ اصحاب رسول کا ایفائے عہد وجذبہ ایمانی ۔ ربط :اوپر عام مؤمنون کے حال کا ذکر تھا۔ یہاں سے بعض خاص الخاص مؤمنوں کے حال اور جذبہ کا ذکر ہے۔۔ چنانچہ انس بن نضر رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء جو اتفاق سے غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے، تو انکو اس کا بہت افسوس ہوا کہ میں پہلے غزوہ میں لڑائی سے غائب رہا، اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے پھر کافروں سے جہاد کا موقعہ دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں اسکی راہ میں کیا کرتا ہوں جب غزوہ احد کا موقع آیا تو یہ اسمیں شریک ہوگئے اور مسلمانوں کو جب ظاہراً شکست ہوگئی تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ ایمان والوں نے جو کچھ بھی کیا میں اسکی معذرت پیش کرتا ہوں۔ اور مشرکین نے جو کچھ کیا میں اس سے برأت ظاہر کرتا ہوں یہ کہہ کر آگے بڑھے مشرکین کی طرف جارہے تھے۔ راستہ میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی اور ان سے کہا، میرے رب کی قسم مجھے احد کے پیچھے سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ اس کے بعد لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ان کی لاش ملی تو پہچان نہیں ہورہی تھی، چونکہ کفار نے ناک، کان کاٹ دیئے تھے، جس سے چہرہ بدل گیا تھا، اس لئے انگلیوں کی پوروں سے ان کی بہن نے پہچانا تھا، جب ان کے جسم کے زخم شمار کئے تو اسی سے کچھ زائد تیر، تلوار اور نیزوں کے تھے۔ (معالم التنزیل ۔ص ۔۴۴۸ ۔ج ۔۳)

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ : مؤمنین کے اقسام ❶ ۔۔۔ یعنی جنہوں نے جہاد میں شرکت کر کے شہادت کا رتبہ پالیا۔

❷ ۔۔۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ الخ اور دوسرے خواہش مند حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی یہ ہیں ۔ جن میں خصوصاً سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں ۔۔ جو حضرات ابھی تک زندہ ہیں اور شہادت کے منتظر ہیں وہ اپنے عہد پر قائم ہیں اور انہوں نے ذرا بھی اپنے ارادہ کو نہیں بدلا جیسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبید اللہ جو ابھی شہید نہیں ہوئے مگر شہادت کے مشتاق ہیں ۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبید اللہ جو غزوہ احد اور غزوہ احزاب میں شہید نہیں ہوئے مگر جنگ جمل کے موقع پر ۳۶ھ میں شہید ہوئے۔

﴿۲۴﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ الخ حکمت غزوہ خندق : یہاں سے اس غزوہ کی حکمت بیان کرتے ہیں کہ یہ غزوہ منجانب اللہ ابتلاء اور امتحان تھا جس سے مقصود اللہ تعالیٰ کو صادقین کی اخلاص کی جزاء اور منافقین کو ان کے جھوٹ کی سزا دے اور چاہے تو معاف فرمائے اور توبہ کی توفیق دے۔﴿۲۵﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ کفار کی ناکامی : کفار جو مدینہ طیبہ پر چڑھ کر آگئے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں ناکام ونامراد واپس لوٹا دیا جس فتح کی امید پر غصہ بھرے آئے ہوئے تھے۔ اس میں سے کچھ بھی نہ ملا۔

وَكَفَى اللّٰهُ الخ تسلی مؤمنین وکامیابی کا اعلان :اور مؤمنوں کی اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی کہ سخت تیز ٹھنڈی ہوا بھیج کر دشمن کو بھگا دیا اور اہل ایمان صحیح سالم مدینہ شہر میں داخل ہوگئے۔

﴿۲۶﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ الخ قبیلہ بنو قریظہ کی سرکوبی : قبیلہ بنو قریظہ مدینے کی مشرقی جانب چند میل کے

فاصلے پر آباد تھا۔ یہ لوگ معاشی لحاظ سے بڑے مضبوط تھے۔ پورے عرب میں انکی تجارت تھی۔ سودی کاروبار بھی کرتے تھے۔ ان کی اپنی بستیاں اور قلعے تھے۔ جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو آپ نے مختلف قبائل کے ساتھ عہد و پیمان کئے تھے۔ جن میں بنی قریظہ بھی شامل تھے۔ مگر جنگ احزاب کے موقع پر انہوں نے مسلمانوں کی مدد کرنے کی بجائے کافروں کی طرف داری کی اور اس طرح مسلمانوں کے ساتھ کئے گئے دفاعی معاہدہ کو عملی طور پر توڑ دیا۔ حملہ آور کافر ناکام واپس چلے گئے تو مسلمانوں کو اطمینان حاصل ہوا اور وہ ہتھیار اتار کر حالت جنگ سے نکلنا چاہتے تھے۔ حضرات مفسرین لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بھی اپنے زرہ اتارنے کا ارادہ کیا کہ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آنحضرت ﷺ سے کہا کہ آپ لوگ تو اپنے ہتھیار اتارنا چاہتے ہیں مگر اللہ کے فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے کہنے لگے خدا تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ ہتھیار اتارنے سے پہلے بنی قریظہ کی عہد شکنی کا فیصلہ بھی کر لیں چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کوئی شخص ہتھیار نہ اتارے بلکہ اسی حالت میں بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اگرچہ نماز ظہر کا وقت ہو چکا تھا۔ مگر آپ علیہ السلام نے فرمایا "لا یصلی الا فی بنی قریظه" سب لوگ بنی قریظہ پہنچ کر نماز ادا کریں۔ لوگ فوراً چل دیئے۔ اور بنی قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ جو پچیس دن تک رہا۔ یہ لوگ قلعہ میں بند ہو گئے۔ ان کے پاس راشن اور دیگر ساز و سامان بھی موجود تھا۔ لہذا وہ کچھ دن تک محصور رہے اور بالآخر ہتھیار ڈال دیئے کہنے لگے ہمارے معاملہ میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہوگا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کے حلیف تھے اگرچہ مخلص مسلمان تھے مگر ان لوگوں کا خیال تھا سعد رضی اللہ عنہ ہمارے معاملہ میں زیادہ سخت رویہ اختیار نہیں کریں گے۔

آنحضرت ﷺ نے بھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو قبول کر لینے کا اعلان کر دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان بدعہدوں کے تمام بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں بچوں کو لونڈیاں اور غلام بنا لیا جائے۔ اور ان کی زمینوں پر مسلمان قابض ہو جائیں۔ چنانچہ اسی فیصلے پر عمل درآمد کیا گیا۔ اور بنی قریظہ کے تمام بالغ مرد جن کی تعداد چھ سو، سات سو آٹھ سو اور نو سو کے درمیان تھی قتل کر دیئے گئے۔ (انوار البیان)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے سعد رضی اللہ عنہ تم نے یہ فیصلہ پہلی کتابوں کے مطابق کیا ہے۔ توراۃ میں یہ حکم موجود ہے غداری کرنے والوں کی سزا یہ ہے کہ ان کے تمام قابل جنگ مردوں کو قتل کر دیا جائے عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنا لیا جائے اور ان کی جائدادوں پر قبضہ کر لیا جائے۔ (دروس القرآن۔ ص۔ ۲۴۱، ۲۴۲۔ ج۔ ۱۵۔ مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ)

﴿۲۷﴾ وَاَوۡرَثَکُمۡ اَرۡضَهُمۡ... الخ اہل ایمان کے لئے مستقبل کی خوشخبری.... حضرت مقاتل رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس سرزمین سے خیبر کی زمین مراد ہے حضرت حسن رحمہ اللہ کا قول ہے اس سے فارس اور روم کی سرزمین مراد ہے حضرت حسن رحمہ اللہ کا قول ہے اس سے فارس اور روم کی سرزمین مراد ہے حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مکہ کی زمین مراد ہے اور حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد قیامت تک جتنی زمینیں فتح ہونگی وہی مراد ہیں۔ (کشاف۔ ۵۳۴۔ ص۔ ج۔ ۳۔ ابو سعود۔ ص۔ ۴۱۸۔ ج۔ ۴۔ روح المعانی۔ ص۔ ۲۳۹۔ ج۔ ۲۱۔ معالم التنزیل۔ ص۔ ۴۵۲۔ ج۔ ۳۔ خازن۔ ص۔ ۴۹۳۔ ج۔ ۴۔ مدارک۔ ص۔ ۴۹۳۔ ج۔ ۴۔ مظہری۔ ص۔ ۳۱۲۔ ج۔ ۷) تاہم خیبر کا اشارہ زیادہ قرین قیاس ہے۔

يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِكَ اِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتَهَا فَتَعَالَيۡنَ اُمَتِّعۡكُنَّ

اے پیغمبر! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیں کہ اگر تم چاہتی ہو دنیا کی زندگی اور اسکی زینت، پس آؤ پس تمہیں پہنچاؤں اور رخصت کردوں تمکو

وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ

اچھے طریقے سے رخصت کرنا ﴿۲۸﴾ اور اگر تم ارادہ کرتی ہو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول اور آخرت کے گھر کا، پس بیشک اللہ نے تیار

لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ

کیا ہے تم میں سے نیکی والوں کے لئے بڑا اجر ﴿۲۹﴾ اے پیغمبر کی بیویو! جو تم میں سے کھلی بے حیائی کی بات کرے گی تو اسے

يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

دگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ بات اللہ پر آسان ہے ﴿۳۰﴾

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا

اور جو اطاعت کرے گی تم سے اللہ اور اسکے رسول کی اور نیک عمل کرے گی تو ہم اسکو اسکا دوہرا بدلہ دیں گے اور تیار کی ہے جنے

لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ

اس کیلئے عزت کی روزی ﴿۳۱﴾ اے نبی کی بیویو! نہیں ہو تم عام عورتوں کی طرح اگر تم ڈرتی رہو پس نہ دب کر بات کرو

بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ

پس لالچ کرے گا وہ شخص جس کے دل میں بیماری ہے اور کہو بات دستور کے مطابق ﴿۳۲﴾ اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ

اور نہ کھلے طریقے پر باہر پھرو جیسا کہ عورتیں پہلی جاہلیت کے زمانے میں کھلی پھرتی تھیں اور قائم رکھو نماز کو اور دیتی رہو زکوٰۃ

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

اور اطاعت کرو اللہ اور اسکے رسول کی بیشک ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ تاکہ دور کردے تمسے گندی باتوں کو اے اہل بیت اور پاک

تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

کردے تمکو پاک کرنا ﴿۳۳﴾ اور یاد کرو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتیں اور حکمت بیشک اللہ تعالیٰ بہت باریک بین اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے ﴿۳۴﴾

﴿۲۸﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ الخ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں آنحضرت ﷺ کو منافقوں کیطرف سے ایذا پہنچی تھی اس کا ذکر (آیت۔۱۲) میں گذر چکا ہے یہاں سے ازواج مطہرات کی طرف سے ایک غیر اختیاری طور پر آنحضرت ﷺ کو تکلیف پہنچی تھی اس کا ذکر ہے جو اس سورۃ کے اعظم مقاصد میں سے ہے۔

خلاصہ رکوع:۴... شرف خاتم الانبیاء، طلب دنیا کا نتیجہ، طلب آخرت کا نتیجہ، تنبیہات ازواج مطہرات، اطاعت کا نتیجہ، خصوصیات ازواج مطہرات، طریق تکلم۔۱۔۲۔ اور امر مشترک فرائض ازواج مطہرات ومؤمنات (حجاب شرعی یعنی پردہ شرعی کا پہلا درجہ) فضائل اہل بیت۔ ماخذ آیات ۲۸ تا ۳۴ +

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ الخ شرف خاتم الانبیاء :اے نبی آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے الخ

فائدہ:۔۔۔ ازواج مطہرات کے اسماء۔ ❶۔۔۔ حضرت عائشہ ؓ۔ ❷۔۔۔ حضرت حفصہ ؓ۔ ❸۔۔۔ ام حبیبہ ؓ بنت ابی سفیان۔ ❹۔۔۔ ام سلمہ ؓ ھند بنت ابی امیہ۔ ❺۔۔۔ سودہ ؓ بنت زمعہ عامریہ۔ ❻۔۔۔ زینب ؓ بنت جحش اسدیہ۔ ❼۔۔۔ میمونہ ؓ بنت الحارث الہلالیہ۔ ❽۔۔۔ صفیہ ؓ بنت حی بن اخطب خیبریہ۔ ❾۔۔۔ جویریہ ؓ بنت الحارث خزاعیہ، حضرت خدیجہ ؓ کی وفات کے بعد یہ ازواج تھیں۔

ازواج مطہرات کا مطالبہ: غزوہ بنی قریظہ و بنی نضیر کے بعد جب ازواج مطہرات نے دیکھا کہ لوگ خوشحالی کی زندگی گزار رہے ہیں تو ہم بھی عیش کی زندگی گذاریں۔ اس سلسلے میں ازواج مطہرات نے مشورہ کیا اور حضرت ام سلمہ ؓ کو نمائندہ مقرر کیا کہ وہ اس معاملے میں آنحضرت ﷺ سے بات کریں، کیونکہ وہ بڑی شائستہ اور سمجھدار خاتون تھیں، انہوں نے دیگر ازواج کی موجودگی میں مناسب موقعہ پر آنحضرت ﷺ کی خدمت عالیہ میں عرض داشت پیش کی یہ مطالبہ کوئی ناجائز نہ تھا کیونکہ بیوی ضروریات زندگی کا جائز مطالبہ خاوند سے کرنے کا حق رکھتی ہے مگر آنحضرت ﷺ نے اس قناعت کے خلاف سمجھا اور اپنی بیویوں سے ناراض ہو گئے، اور ایک مہینہ گھر نہ آنے کی قسم اٹھالی، اور مسجد نبوی کے قریب ایک بالاخانہ میں تشریف فرما ہو گئے۔ اور یہ بات مشہور ہوگئی کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے، ان حالات میں ازواج مطہرات کا پریشان ہونا تو فطری امر تھا، مگر تمام مسلمانوں کو بھی سخت تشویش لاحق ہوگئی سب سے زیادہ پریشانی حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر ؓ کو تھی کیونکہ ان دونوں کی بیٹیاں آنحضرت ﷺ کے نکاح میں تھیں، کوئی شخص اس معاملہ میں مداخلت کی جرأت نہیں کرتا تھا بالآخر حضرت عمر ؓ نے جرأت کر کے اس جمود کو توڑنے کی کوشش کی، اور آنحضرت ﷺ سے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی، آنحضرت ﷺ نے اجازت دے دی۔ حضرت عمر ؓ نے حاضر ہو کر کھڑے کھڑے عرض کیا کہ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اس پر انہوں نے اللہ اکبر کہا اور آپ کے پاس بیٹھنے کی اجازت چاہی ان کا مقصد یہ تھا کہ کوئی دل لگی کی بات کر کے آنحضرت ﷺ کو خوش کیا جائے۔

چنانچہ اجازت ملنے پر حضرت عمر ؓ آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھ گئے اور بات شروع کر دی کہ ہم مکہ میں تو اپنی عورتوں پر غالب تھے، اور کوئی ہمارے سامنے چوں چرا نہیں کرتی تھیں، مگر مدینہ میں آ کر ہماری عورتوں نے بھی یہودی عورتوں کی دیکھا دیکھی انہی کا رنگ ڈھنگ اختیار کر لیا ہے، ایک دفعہ خود میری بیوی نے مجھ سے زائد خرچہ کا مطالبہ کیا تو مجھے بڑا غصہ آیا اور میں نے اس کی گردن پر مکے مارنے شروع کر دیئے، یہ سن کر آنحضرت ﷺ مسکرا دیئے اور اس طرح کچھ دیر تک گفتگو ہوتی رہی ادھر مسجد نبوی میں مسلمان بڑے پریشان بیٹھے تھے کہ پتہ نہیں آنحضرت ﷺ نے کیا فیصلہ کیا ہے کہیں واقعی اپنی بیویوں کو طلاق تو نہیں دیدی، اتنے میں حضرت عمر ؓ نے واپس آ کر مسلمانوں کو تسلی دی اور بتایا کہ حضور اکرم ﷺ نے طلاق نہیں دی اسی طرح انتیس دن گزر گئے، آپ بالاخانہ سے نیچے اترے تو اس وقت یہ آیت تخییر نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلے حضرت عائشہ ؓ سے دریافت فرمایا اور یہ آیتیں پڑھ کر سنائی، انہوں نے بلا کسی تردد اور تامل کے اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کیا۔ جس سے آپ ﷺ کا ملال جاتا رہا اور چہرہ پر بشاشت آگئی اس کے بعد باقی ازواج نے بھی ایسا ہی کیا اور سب سے دنیا کی رغبت کا تصور ہی دل سے نکال دیا۔

(معالم التنزیل۔ص۔ ۴۵۳۔ج۔۳)

اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۔۔۔ الخ نتیجہ طلب دنیا۔۔۔ تو آؤ کچھ فائدہ دوں تم کو یعنی جو مطلقہ کو جوڑا دیا جاتا ہے، اختیار طلاق کی دو صورتیں ایک یہ ہے کہ طلاق کا اختیار عورت کے سپرد کر دیا جائے اگر وہ چاہے تو خود اپنے نفس کو طلاق دے کر آزاد ہو جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ طلاق شوہر ہی کے ہاتھ میں رہے اگر چاہے تو وہ مرد طلاق دیدے۔

مسئلہ:۔۔۔ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب زوجین کی طبیعتوں میں مناسبت نہ ہو تو مستحب یہ ہے کہ بیوی کو اختیار دیا جائے کہ شوہر کی موجودہ حالت پر قناعت کر کے ساتھ رہنا چاہے تو رہے ورنہ سنت کے مطابق طلاق دے کر کپڑے کا جوڑا دے کر عزت کے ساتھ رخصت کر دیا جائے۔ اس آیت سے صرف استحباب کا معاملہ ثابت ہوتا ہے۔
(معارف القرآن۔ج۔۷۔ص۔۱۲۸۔م،ش،د)

﴿۲۹﴾وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الخ طلب آخرت کا نتیجہ۔﴿۳۰﴾بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ الخ تنبیہات ازواج مطہرات : "حسنات الابرار سیئات المقربین" کے لحاظ سے سخت لب ولہجہ ازواج کی عظمت شان کو ظاہر کرتا ہے اور یہ خطاب ایسا ہی ہے جیسے آنحضرت ﷺ سے خطاب ہے "لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ" ظاہر ہے کہ نہ آپ سے شرک کا امکان ہے اور نہ ازواج مطہرات سے متعارف فاحشہ کا صدور ہوا ہے۔ لہٰذا اس آیت سے فاحشہ سے مراد عام گناہ یا آنحضرت ﷺ کی ایذا اور تکلیف ہے اور اس جگہ "فاحشہ" کے ساتھ جو لفظ "مبینہ" آیا ہے یہ اس پر شاہد ہے کیونکہ بے حیائی اور بدکاری کہیں بھی "مبینہ" نہیں ہوتی وہ تو پردوں میں چھپ کر کی جاتی ہے۔ ائمہ تفسیر میں سے مقاتل بن سلیمان رحمہ اللہ نے اس آیت سے "فاحشہ" کا مفہوم آنحضرت ﷺ کی نافرمانی یا آپ سے کوئی ایسا مطالبہ قرار دیا ہے، جس کا پورا کرنا آپ کیلئے شاق ہو۔ (رواہ البیہقی فی السنن)

يُضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ۔۔۔ الخ امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ نے احکام القرآن میں فرمایا کہ جس سبب سے حق تعالیٰ نے ازواج مطہرات کے عمل صالح کا ثواب دگنا اور ان کی معصیت کا عذاب بھی دگنا قرار دیا ہے کہ وہ علوم نبوت اور وحی الٰہی کی خاص مورد ہیں یہی سبب علماء دین میں بھی موجود ہے، اس لئے جو عالم اپنے علم پر عامل بھی ہے اس کو بھی اس عمل کا ثواب دوسروں سے زیادہ ملے گا اور اگر وہ کوئی گناہ کرے گا تو عذاب بھی دوسروں سے زیادہ ہوگا۔ (بحوالہ معارف القرآن۔م،ش،د)

﴿۳۱﴾وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ الخ اطاعت کا نتیجہ :ربط : اوپر ذکر تھا کہ صرف "فاحشہ مبینہ" پر دوہرا عذاب مرتب ہوگا یہاں سے فرمایا دوہرے اجر وثواب کیلئے مکمل اطاعت شرط ہے۔

﴿۳۲﴾يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ الخ خصوصیات ازواج مطہرات :ربط : گزشتہ آیات میں تھا جب ازواج مطہرات نے اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ نے ان کا درجہ عام عورتوں سے بڑھا دیا کہ ان کے ایک عمل کو دو کے قائم مقام کر دیا تو یہاں سے ان کو دوسرا خطاب ہے ان کے اصلاح عمل اور آنحضرت ﷺ کی صحبت وزوجیت کی وجہ سے چند ہدایات دی گئی ہیں اگرچہ یہ خصوصی خطاب ازواج مطہرات کو ہے، مگر ان ہدایات کی تمام مسلمان عورتیں مامور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ازواج مطہرات تمہارا درجہ دوسری عورتوں کا سا نہیں ہے۔

فَلَا تَخْضَعْنَ الخ طریق تکلم ❶ اگر کوئی حجاب کے اندر سے بھی بات پوچھے تو ذرا درشتی سے بات کرو تا کہ کسی کے دل میں وسوسہ شیطانی نہ آنے پائے۔ **وَقُلْنَ۔۔۔ الخ** ❷ جس میں خشکی اور روکھا پن ہو یہ عفت کی حفاظت کے لئے ضروری ہے یہ بداخلاقی اور ایذا میں داخل نہیں۔ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی غیر مرد سے بات اس طرح کرو جیسے ماں کہے بیٹے کو۔ (موضح القرآن) اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بیویوں کو ادب سکھایا ہے۔

مظہری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک شخص کسی مرد وعورت کی طرف سے گذرا جو باہم نرم نرم باتیں کر رہے تھے اس شخص نے اس مرد کے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ اس کا سر پھٹ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ بدلہ نہ دلوایا (یعنی ضرب کا بلا قصاص قرار دیا)۔ (تفسیر مظہری)

شوہر کے سوا دیگر مردوں سے بات چیت میں نرم انداز کی ممانعت

ایک حکم یہ ہے کہ: "فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا"۔

ترجمہ: کہ تم نرم بات نہ کرو (غیر مرد سے) کہ کوئی دل کا روگی اور بیمار طمع کرے (تمہاری ذات میں) اور کہو معقول بات۔"

روح المعانی میں ہے کہ: "فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ" کے معنی ہیں: "تم کسی کو نرم اور مترنم آواز میں جواب نہ دو جیسا کہ وہ عورتیں کرتی ہیں جو لوگوں کو اپنی طرف لبھانے والی اور مائل کرنے والی ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ غیر مردوں سے بات چیت کی اگر ضرورت پیش آجائے تو ان سے مترنم اور باریک و دلکش لہجہ میں بات نہ کریں۔ علماء نے فرمایا کہ یہ حکم خواتین کے لیے شوہر کے علاوہ دیگر تمام مردوں کے متعلق ہے خواہ وہ محارم ابدی ہوں۔ چنانچہ بعض امہات المؤمنین رضی اللہ عنھن کے بارے میں منقول ہے کہ وہ جب کسی اجنبی سے گفتگو کرتی تھیں تو اپنی آواز کو بدلنے کے لیے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا کرتیں تھیں تا کہ نرم اور دھیمی آواز نہ سنی جائے۔ شوہر کے سوا دیگر مردوں سے گفتگو میں سخت اور خشونت والے لہجہ میں خواتین کا گفتگو کرنا ہر زمانہ میں خواہ جاہلیت کا دور ہو یا اسلام کا، عورتوں کے اچھے خصائل میں شمار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ان کی ماں کے بارے میں بخل اور بزدلی بھی ان کے خصائل میں شمار کی گئی ہے۔"

(روح المعانی ملخصا: ص ۲۵۳ جلد ۲۲)

آیت میں قول معروف کی جو تاکید کی گئی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ معقول بات کریں (غیر ضروری بات نہ کریں) اور ایسی بات کریں جو دل لبھانے والی نہ ہو۔ غرض اس میں عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اجنبیوں سے گفتگو میں مترنم اور دلکش لب ولہجہ اختیار نہ کریں خواہ اس کا مقصد دل لبھانا یا دوسروں کے دلوں کو مائل کرنا نہ ہو۔ کیونکہ جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کو جن کے پاک دامن اس قسم کی حرکت کے وہم سے بھی پاک ہیں، نرم انداز میں گفتگو سے منع کیا ہے تو دوسری خواتین کے لیے بطریق اولیٰ یہ حکم ہے۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اگرچہ خاتون کے دل میں کوئی ایسا غلط جذبہ نہیں لیکن ان کا نرم انداز میں تکلم، بعض اوقات مخاطب کے دل میں طمع اور غلط جذبہ پیدا کرنے کا سبب ہو سکتا ہے تو وہ کہیں معصیت میں مبتلا نہ ہو جائے۔

سدِّ ذرائع کا اصول: تو اس نہی اور ممانعت کو سدِ ذرائع اور معصیت کے سبب بننے والے اُمور بھی معصیت ہوتے ہیں کے اصول پر محمول کیا جائے گا۔ سدِ ذرائع کا اصول فقہاء کرامؒ کے ہاں ایک بڑا اصول ہے جس پر بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہیں۔

کیا عورت کی آواز بھی حکمِ ستر میں داخل ہے؟ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کے لیے اجنبی مردوں سے ضرورت کے وقت گفتگو کرنا جائز ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آیت میں خضوع بالقول یعنی نرم انداز تکلم سے منع کیا گیا ہے۔

نیز آخر آیت میں "وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا" کے الفاظ بھی خواتین کے اجنبی مردوں سے تکلم کے جواز پر دلالت کر رہے ہیں لیکن کھردرے لہجہ کے ساتھ۔ لہٰذا یہ جائز ہے کہ اس آیت سے اس اَمر پر استدلال کیا جائے کہ عورت کی آواز عورت (حکمِ ستر) میں داخل نہیں ہے۔ چنانچہ فقہاء کرامؒ کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔ البتہ جو فقہاء عورت کی آواز کو بھی عورت میں شامل کہتے ہیں وہ کہہ سکتے ہیں کہ آیت میں جس تکلم کا جواز ہے وہ ضرورت کے وقت سے مشروط ہے، اور مواقع ضرورت تو ہر حکم میں مستثنیٰ ہوتے ہیں۔

عورت کا چہرہ اور ہتھیلیاں بھی اسی ضرورت ہی کی وجہ سے حکمِ ستر سے مستثنیٰ ہیں: "وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ"۔ (سورۃ الاحزاب: آیت ۳۳)

اس میں کسی عضو کا استثناء نہیں ہے۔ اسی طرح عورت کے لیے گواہی دینے کی ضرورت کے پیشِ نظر ہاتھ کا ظاہر کرنا مباح ہے، معالج اور ڈاکٹر کے سامنے بھی مرض والے عضو کا اظہار مباح ہے۔

لہٰذا یوں کہا جائے کہ اگرچہ عورت کی آواز بھی ستر میں شامل ہے لیکن اجنبی مردوں سے گفتگو کی اجازت ضرورت کے وقت میں دفع حرج کے لیے ہے، نیز عورت کی آواز کے ستر میں شامل ہونے پر اس بات سے استدلال ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو زمین پر زور سے پاؤں مار کر چلنے سے منع فرمایا ہے اور مردوں کو عورتوں کے پازیب اور گھنگروؤں کی آواز سننے سے منع فرمایا ہے تو خود ان کی آواز کا کیا حکم ہوگا؟ واللہ اعلم

﴿۳۳﴾ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ الخ امر مشترک فرائض ازواج مطہرات ومؤمنات :(حجاب شرعی یعنی پردہ شرعی کا پہلا درجہ) اللہ تعالیٰ نے امہات المؤمنین کو یہ حکم دیا ہے کہ اطمینان سے گھر میں بیٹھی رہو۔ زمانہ جاہلیت کی طرح باہر مت پھرو اور یاد الٰہی میں مصروف رہو۔ گھروں میں رہنا ہی عورتوں کی اصل وضع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں میں تقسیم کار کردیا۔ مرد کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ سخت مشقت کر کے کمائی کرے اور عورتوں کا کام یہ ہے کہ وہ امور خانہ داری کو انجام دیں بچوں کی پرورش کریں وغیرہ، حجاب شرعی کے درجات کی تفصیل اس سورۃ کی (آیت۔ ۵۳) کے ذیل میں دیکھیں۔ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ الخ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تبرج جاہلیت اولیٰ یہ ہے کہ عورتیں مردوں کے ساتھ باہر پھریں، اور حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت کا محض سر پر دوپٹہ ڈال لینا کہ جس سے گلے کا ہار کانوں کے بندے بالیاں وغیرہ نمایاں ہوتی رہیں 'تبرج' میں داخل ہے۔ (درمنثور)

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ الخ فضائل اہل بیت۔ یہ آیت آیت تطہیر ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کے لئے خطاب کر کے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے گندگی کو دور کرنے کا اور پاک کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ گندگی سے فسق اور گناہ کے کام مراد ہیں، اور بعض حضرات نے فرمایا اس سے اخلاق رزیلہ بخل، طمع، حسد وغیرہ مراد ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ پہلے قول میں ہی سب چیزیں داخل ہوجاتی ہیں۔

روافض کا استدلال :روافض کہتے ہیں کہ اہل بیت سے رسول اللہ ﷺ کے اہل قرابت یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ ہمیں تو ان حضرات سے بھی محبت ہے اور ہمارے نزدیک یہ حضرات بھی آنحضرت ﷺ کے اہل بیت ہیں۔ البتہ قرآن کریم کے سیاق وسباق سے یہ بالکل واضح ہے کہ یہاں اہل بیت سے حضرات ازواج مطہرات ہی مراد ہیں۔ اور ان کا انکار کرنا زبردستی آنکھیں بند کرنے اور اندھا بننے کے مترادف ہے، لغت میں اہل بیت کے معنی اہل خانہ کے ہیں، جو مستقل طور پر گھر میں رہتے ہوں جس میں ازواج حقیقی طور پر داخل ہیں) اور اولاد تبعاً داخل ہیں۔ تو آنحضرت ﷺ کے گھر میں سوائے آپ کی ازواج کے کوئی نہیں رہتا تھا۔ جس سے واضح معلوم ہوا کہ یہاں اہل بیت سے مراد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں۔

نیز رافضی یہ بھی کہتے ہیں کہ اس آیت میں ضمیر جمع مذکر "عَنْكُمُ" اور "يُطَهِّرَكُمْ" لائی گئی ہے۔ اگر ازواج مطہرات مراد ہوتیں تو "عنکن" اور "یطھرکن" ہوتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں غور کریں پیچھے مؤنث کے صیغے ہیں یہاں مذکر کی ضمیریں لائی گئی ہیں۔ اہل بیت کے لفظ کے مذکر ہونے کی وجہ سے چونکہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آگے مذکر کی ضمیریں ہیں ازواج بھی شامل ہیں جیسا کہ قرآن میں عورت کے لئے جمع مذکر کی ضمیر سے خطاب ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین سے واپس ہونے کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ قصص میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے "قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوْا إِنِّيْ آنَسْتُ نَارًا" (آیت۔ ۲۹) اس میں "امْكُثُوْا" صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اور خطاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی کو ہے اور سورۃ ھود میں ہے کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "أَتَعْجَبِيْنَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ" (آیت۔ ۷۳) تو اس میں صرف ایک عورت کو لفظ "عَلَيْكُمْ" کے ساتھ خطاب فرمایا ہے جو جمع مذکر

کی ضمیر ہے، کبھی کبھی مذکر کے صیغہ سے بھی خطاب کیا جاتا ہے اور یہ بھی بالتصریح معلوم ہوا کہ اولاً بیوی اہل بیت میں شامل ہے۔
پھر ازواج مطہرات کے پاکیزہ ہونے کا ذکر سورۃ نور میں بھی فرمایا ہے "وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ" (آیت۔۲۶) اس میں ازواج مطہرات کے طیبات ہونے کا ذکر ہے۔ رافضیوں نے صرف "عَنْکُمْ" اور "یُطَهِّرَکُمْ" کی ضمیر جمع مذکر کو دیکھا اور انہیں یہ نظر نہ آیا کہ اس کے بعد پھر جمع مؤنث کا صیغہ "وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی" آرہا ہے اور یہ جملہ ماقبل پر معطوف ہے، اور جو حضرات اس کے مخاطب ہیں وہی اس سے پہلی آیت میں بھی مخاطب ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "مَنْ شَاءَ بَاهَلْتُهُ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ شَانِ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" جو شخص چاہے میں اس سے مباہلہ کرسکتا ہوں کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی شان کے بارے میں نازل ہوئی ہے، حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ بازار میں پکار پکار کر یہ فرماتے تھے کہ یہ آیت "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (ابن کثیر ص۔۴۹۸۔ ج۔۶)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ باقی رہی یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چادر میں لے کر ان کو اہل بیت کہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ان کو اہل بیت میں شامل فرما۔ ہم اہل سنت قرآن پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور حدیث پر بھی۔ البتہ قرآن کی آیت کا مصداق ازواج مطہرات ہیں اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

روافض کے نزدیک حضرت علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ عنہم معصوم ہونے کی وجہ سے خلافت کے مستحق تھے

روافض یہ بھی کہتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم معصوم تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء بھی تھے دوسرا کوئی خلیفہ نہیں ہوسکتا اور انہی حضرات اربعہ کا اور ان کے بعد (ان کی نسل کے) دوسرے اماموں کا بھی اجماع معتبر ہے۔ اور شیعہ روافض یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مراد سے منفک نہیں ہوتا (یعنی اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرتا اس کا پورا ہونا لازم ہے) اور حسب صراحت آیت میں اللہ تعالیٰ اہل بیت کو طاہر بنانا چاہتا تھا اس لئے اہل بیت کا معصوم ہونا ضروری ہے، گنہگار پاک نہیں ہوتا اور عصمت امامت (یعنی خلافت) کی شرط ہے اور چونکہ ابوبکر وعمر وعثمان (رضی اللہ عنہم) بالاجماع معصوم نہ تھے، اس لئے خلافت کا استحقاق صرف اہل بیت کو تھا۔ (دیکھیں اصول کافی وغیرہ)

جواب: ❶ اس آیت کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد ازواج مطہرات ہیں۔

جواب: ❷ یہ آیت عصمت پر دلالت نہیں کرتی (ارادہ تطہیر کا معنی عطاء عصمت نہیں) اس کا ثبوت آیت وضو سے ہے اور پوری امت کو خطاب کر کے فرمایا ہے "مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَکُمْ" الخ۔ (مائدہ۔۶) اللہ تعالیٰ تم پر کوئی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ تم کو پاک کرنا چاہتا ہے، تو کیا ساری امت اسلامیہ کو اس آیت کی روشنی میں معصوم قرار دیا جاسکتا ہے؟ اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ آیت کا تقاضا تو اللہ کا تعالیٰ کا گناہوں سے پاک کرنے کا ہے اور آیت وضو کا مطلب غلاظت بدنیہ سے پاک کرنا ہے ان دونوں آیات میں ایک قسم کی تطہیر تو نہیں ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ شبہ بے اصل ہے اور اس طرح کہ

دونوں آیات میں ارادہ تطہیر مشروط ہے آیت وضو میں مشروط بالوضو ہے اور آیت تطہیر میں مشروط بالتقویٰ ہے یعنی اگر وضو کرو گے تو نجاست بدنیہ سے پاک ہو جاؤ گے اور اسی طرح اے اہل بیت تم تقویٰ اختیار کرو گے تو تم گناہوں سے پاک ہو جاؤ گے یہی وجہ ہے کہ جس طرح طہارت بدنی حاصل کرنے کے لیے اللہ نے پانی کے استعمال کا طریقہ بتا دیا ہے اسی طرح گناہوں سے طہارت حاصل کرنے اور باطن کو پاک رکھنے کے لیے اس نے تقویٰ کا طریقہ بتایا۔

جواب:۔ ❸ امامت (یعنی خلافت ارضی) کے لیے عصمت شرط نہیں معصوم کی موجودگی میں غیر معصوم خلیفہ ہو سکتا ہے دیکھو حضرت شموئیل اور حضرت داؤد علیہما السلام کے موجود ہونے کے باوجود طالوت کو خلیفہ بادشاہ بنا دیا گیا تھا چنانچہ سورۃ بقرہ میں آیا ہے "وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا"۔ (بقرہ۔ ۲۴۷)۔ (تفسیر مظہری)

جواب:۔ ❹ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے یہ دیا ہے کہ اگر اس آیت میں مضمون عصمت کا بیان کرنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا "ان اللہ اذھب عنکم الرجس" یعنی اللہ تعالیٰ نے تم سے ناپاکی دور کر دی ہے "اھل البیت فطھر کم تطھیرا" یہ ایسی کھلی ہوئی بات ہے کہ غبی لوگ بھی اس کو سمجھ سکتے ہیں چہ جائے کہ عقلاء۔
(تفصیل کے لیے دیکھیں تحفہ اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ)

ازواجِ مطہرات کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو دنیا بھر کی تمام عورتوں سے افضل قرار دیا اور انہیں ہر قسم کی ظاہری و باطنی گندگی سے پاک قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

پاکدامن وطیبات: اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہراتؓ کو طیبات یعنی پاکیزہ عورتیں قرار دیا اور ان پر الزام تراشی کرنے والوں کو دنیا و آخرت میں لعنت اور عذاب عظیم کا مستحق قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۲۳) يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۲۴) يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ (۲۵) الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ"۔ (النور۔ ۲۳۔ ۲۶)

ترجمہ: یاد رکھو کہ جو لوگ بھولی بھالی پاکدامن مسلمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں۔ ان پر دنیا اور آخرت میں پھٹکار پڑ چکی ہے، اور ان کو اس دن زبردست عذاب ہوگا۔ جس دن خود ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کے خلاف اس کرتوت کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے رہے ہیں۔ اس دن اللہ ان کو وہ بدلہ پورا پورا دیدے گا جس کے وہ مستحق ہیں، اور ان کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ ہی حق ہے، اور وہی ساری بات بات کھول دینے والا ہے۔ گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہیں، اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہیں، اور پاکباز عورتیں پاکباز مردوں کے لائق ہیں اور پاکباز مرد پاکباز عورتوں کے لائق ہیں۔
یہ (پاکباز مرد اور عورتیں) ان باتوں سے بالکل مبرا ہیں جو یہ لوگ بنا رہے ہیں، ان (پاکبازوں) کے حصے میں تو مغفرت اور باعزت رزق ہے۔

اہل بیت سے محبت کا حکم: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اہل بیت سے محبت کا حکم دیا، ارشاد فرمایا کہ تم مجھ سے محبت کی بناء پر میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

چنانچہ حدیث پاک میں کہ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ أَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا يَغْذُوكُمْ مِنْ نِعَمِهِ وَأَحِبُّونِي بِحُبِّ اللّٰہِ وَأَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي بِحُبِّي"۔ (جامع ترمذی۔ ج۔ ۲۔ ص۔ ۶۹۹)

ترجمہ :ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اس لیے کہ اس نے تم کو نعمتیں عطا فرمائیں اور مجھ سے محبت رکھو اللہ کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت سے محبت رکھو میری محبت کی وجہ سے۔

اہل بیت کی مثال: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی مثل قرار دیا کہ جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پر سوار ہو گیا اس نے نجات پائی اور جو کشتی نوح علیہ السلام پر سوار نہ ہوا، وہ ہلاک ہو گیا۔ اسی طرح جس نے اہل بیت سے محبت کی اس نے نجات پائی اور جس نے اہل بیت سے بغض رکھا وہ گمراہ ہوا۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ يَقُولُ : "مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي مَثَلُ سَفِينَةِ نُوحٍ، مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ"۔ (مستدرک حاکم۔ ج۔ ۲۔ ص۔ ۳۴۳)

ترجمہ :ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے کہ جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔

دو وزنی چیزیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم اور اہل بیت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ تم میں دو بھاری بھرکم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، پہلی کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہنا، پھر فرمایا (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں کہ تم میرے اہل بیت کے حقوق کا خیال رکھنا۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ يَزِيدُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ انْطَلَقْتُ أَنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَبْرَةَ وَعُمَرُ بْنُ مُسْلِمٍ إِلَى زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ فَلَمَّا جَلَسْنَا إِلَيْهِ.... ثُمَّ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ يَوْمًا فِينَا خَطِيبًا .... ثُمَّ قَالَ "أَمَّا بَعْدُ أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰہِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللّٰہِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ" فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللّٰہِ وَرَغَّبَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ "وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللّٰہَ فِي أَهْلِ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللّٰہَ فِي أَهْلِ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللّٰہَ فِي أَهْلِ بَيْتِي"۔ (صحیح مسلم ج۲ ص۲۷۹)

ترجمہ: یزید بن حیان فرماتے ہیں کہ میں اور حصین بن سبرۃ اور عمر بن مسلم زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، جب ہم بیٹھ گئے تو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان وعظ کے لیے کھڑے ہوئے اور حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا اے لوگو! میں ایک انسان ہوں قریب ہے کہ اللہ کا قاصد (موت کا فرشتہ) آجائے اور میں اس کے ساتھ چلا جاؤں۔ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ان میں سے پہلی (چیز) کتاب اللہ (قرآن پاک) ہے جس میں ہدایت اور نور ہے پس تم اس کو لے لو اور مضبوطی سے اسے تھام لو، پھر فرمایا (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں، "میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں" میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہو۔

شرط ایمان :حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اہل بیت سے محبت نہ کرے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ دَخَلَ الْعَبَّاسُ عَلَى رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ مُغْضَبًا فَقَالَ لَهُ مَا يُغْضِبُكَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰہِ! مَا لَنَا وَلِقُرَيْشٍ إِذَا تَلَاقَوْا بَيْنَهُمْ تَلَاقَوْا بِوُجُوهٍ مُبْشَرَةٍ وَإِذَا لَقُونَا لَقُونَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ۔ فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ حَتَّى احْمَرَّ وَجْهُهُ وَحَتَّى اسْتَدَرَّ عِرْقٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَكَانَ إِذَا غَضِبَ اسْتَدَرَّ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ

قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ أَوْ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْإِيمَانُ حَتَّى يُحِبَّكُمْ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُولِهِ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ آذَى الْعَبَّاسَ فَقَدْ آذَانِي إِنَّمَا عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ "۔ (مسند احمد)

ترجمہ: عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے پاس غصہ کی حالت میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! کس چیز نے تمہیں غصہ دلایا؟ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارا اور قریش کا کیا معاملہ ہے کہ جب یہ لوگ آپس میں ملتے ہیں تو خندہ پیشانی سے ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو خندہ پیشانی سے نہیں ملتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آ گیا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور یہاں تک کہ آپ کی آنکھوں کے درمیان کی رگ مبارک پھڑکنے لگی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں ہوتے تھے تو وہ رگ پھڑکتی تھی، جب غصہ ختم ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ کسی آدمی کے دل میں ایمان اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کے لیے محبت نہ کرے۔ پھر فرمایا اے لوگو! جس نے عباس کو تکلیف دی تو بے شک اس نے مجھے تکلیف دی، آدمی کا چچا اس کے والد کی مثل ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی فضیلت: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا، جس نے میرے چچا (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، کیونکہ آدمی کا چچا اس کے والد کے برابر ہوتا ہے، مزید فرمایا عباس رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ آذَى عَمِّي فَقَدْ آذَانِي، فَإِنَّمَا عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ" (جامع ترمذی۔ ج۔۲۔ص۔۶۹۲) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے لوگو! جس نے میرے چچا کو تکلیف دی پس اس نے مجھے تکلیف دی اس لیے کہ آدمی کا چچا باپ کی طرح ہے۔ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اَلْعَبَّاسُ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ"۔ (جامع ترمذی۔ج۔۲۔ص۔۶۹۲) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عباس مجھ سے ہے اور میں عباس سے ہوں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنتی عورتوں کی سردار قرار دیا اور فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ: عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: "إِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي يُؤْذِينِي مَا آذَاهَا"۔ (صحیح البخاری۔ج۔۱۔ص۔۵۳۲)

ترجمہ: مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اسے غصہ دلایا، اس نے مجھے غصہ دلایا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی فضیلت: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا، میرا یہ بیٹا سردار ہوگا، اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائیں گے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ: عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ: إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُصْلِحَ اللهُ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنْ أُمَّتِي"۔ (ابوداود۔ج۔۱۔ص۔۷۰۶۔رقم الحدیث ۴۶۶۲)

ترجمہ۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذریعے میری امت کے دو گروہوں میں صلح کروائیں گے۔

خاندان نبوت کی فضیلت: حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق ارشاد فرمایا، جو ان سے جنگ کرے گا، میری اس سے جنگ ہوگی اور جو ان سے صلح رکھے گا، میری اس سے صلح ہوگی۔

حدیث سے دلیل: عَنْ زَيْدِبْنِ أَرْقَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِعَلِيٍّ وَلِفَاطِمَةَ وَحَسَنٍ، وَحُسَيْنٍ: أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ، وَسِلْمٌ مَنْ سَالَمْتُمْ"۔ (جامع ترمذی۔ ج۔ ۲۔ ص۔ ۲۰۶)

ترجمہ۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ میں اس سے لڑوں گا جس سے تم لڑو گے اور میں مصالحت رکھوں گا اس سے جس سے تم مصالحت رکھو گے۔

اہل السنت کی نشانی: اہل السنۃ کی نشانی یہ ہے کہ وہ صحابہ واہلِ بیت دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔

مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اہلِ بیتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے حق میں چشم و چراغ ہیں، ہمارے نزدیک اعتقادِ اصحاب اور حبِ اہل بیت دونوں کے لیے بمنزلہ دو پر کے ہیں، دونوں ہی سے کام چلے ہے، جیسے ایک پر سے طائر یعنی پرندہ بلند پرواز نصف پرواز تو کیا ایک بالشت بھی نہیں اڑ سکتا ایسے ہی ایمان بھی ان دو پروں کے سہارے کے موجب فوزِ مقصود (جس طرح "أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ" یا "فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا" وغیرہ میں اشارہ ہے) نہیں ہوسکتا بلکہ ایسا ایمان ہی ایمان ہے جس کا آیت لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا میں بیان ہے، ہاں اگر قدم بہ قدم حضرات شیعہ ہوتے تو جیسے انہوں نے موافق مثل مشہور غیروں کی بدشگنی کے لیے اپنی ناک کاٹ لی، سینوں کی ضد میں اصحاب کرام کو برا کہہ کے اپنے ایمان کا ضیاع کیا، کیا ہم بھی شیعوں کی ضد میں نعوذ باللہ اہل بیت رسول اللہ علیہ وسلم کو برا کہہ کے مثل خوارج ونواصب اپنے ایمان کو خراب کرتے، لیکن ہم کو تو پابندی عقل ونقل سے ناچاری ہے شیعہ تو نہیں کہ مثلِ شتر بے مہار پراگندا رفتار جائیں۔ راہ کی بات تو یہ ہے کہ ہم کو دونوں فریق بمنزلہ دو آنکھوں کے ہیں، کس کو پھوڑیں؟ جس کو پھوڑیں اپنا ہی نقصان ہے۔ (ہدیۃ الشیعہ)

مشاجراتِ صحابہ

اختلافات کی نوعیت: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو اختلافات اور نزاعات پیش آئے جیسے جنگِ جمل اور صفین، ان کو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہیے۔ اور ہوا وہوس اور حبِ جاہ وریاست اور طلب رفعت ومنزلت سے ان کو دور سمجھنا چاہیے، کیونکہ صحبت خیر البشر کی وجہ سے ان کا تزکیہ ہو چکا تھا اور ان کے نفوس خصائل رذیلہ، حرص اور کینہ سے پاک ہو چکے تھے اور اگر ان میں صلح تھی تو حق کے لیے تھی اور اگر کوئی جھگڑا تھا تو وہ بھی حق کے لیے تھا، ہر گروہ نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام ہزاراں ہزار جنید وشبلی سے کہیں بلند ہے، خدا تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور ان کے لیے جنت کا وعدہ فرمایا جس کا آیاتِ قرآنیہ میں بار بار اعلان فرمایا، مگر باوجود اس قرب اور ولایت کے صحابہ کرام انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح معصوم نہ تھے فرشتے نہ تھے، بشر تھے۔ بمقتضائے بشریت ان میں کچھ اختلافات پیش آئے لیکن ان کا یہ اختلاف اور نزاع حق کے لیے تھا، ہر گروہ نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کیا پس جو ان میں مُصِیب (جس کا اجتہاد درست ہو) ہے اس کا دوہرا اجر ہے، اور جو مخطی (جس سے خطا اجتہادی ہوئی ہو) ہے اس کو ایک درجہ کا اجر ہے۔ پس مُصِیب کی طرح مخطی بھی ماجور ہے، فرق درجات کا ہے اور اگر بالفرض مخطی ماجور بھی نہ ہو تو معذور تو بلاشبہ ہے اور بلاشبہ طعن وملامت سے دور ہے، ملامت کی ذرہ برابر گنجائش نہیں چہ جائیکہ ان کو کفر اور فسق کی طرف منسوب کیا جائے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ ہمارے بھائی ہیں، ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی ہے، یہ نہ کافر ہیں نہ فاسق ہیں۔ کیونکہ یہ نزاع ان کے نزدیک ایک تاویل پر مبنی تھا، جو کفر اور فسق سے منع کرتی ہے، البتہ اس قدر کہا جاسکتا ہے کہ حق حضرت علیؓ کی جانب تھا اور ان کے مخاطب خطا پر تھے، خطا اجتہادی تھی اور خطا اجتہادی پر طعن وملامت جائز نہیں۔

صحابہؓ کی عدالت وثقاہت: صحابہ کرام سب کے سب عدول اور ثقات ہیں اور سب کی روایتیں مقبول ہیں اور حضرت علیؓ کے موافقوں اور مخالفوں کی روایات، صدق اور وثوق میں سب برابر ہیں۔ اس لڑائی جھگڑے کے باعث کسی پر جرح نہیں ہوگی، لہٰذا

سب کو دوست جاننا چاہیے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ" یعنی جس نے صحابہ کو دوست رکھا اس نے میری محبت کے باعث ان کو دوست رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے گویا میرے بغض کے باعث ان سے بغض رکھا۔ مطلب یہ کہ میرے اصحاب سے محبت رکھنا مجھ سے محبت رکھنا ہے اور ان سے بغض رکھنا ہے۔ ان بزرگواروں کی تعظیم وتوقیر میں حضرت سید البشر کی تعظیم وتوقیر ہے اور ان کے بے قدری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے قدری ہے۔ (دیکھو مکتوب ۶۷ از دفتر دو ومکتوب ۱۷ از دفتر سوم از مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ)

غرض یہ کہ حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت کے حقوق کو مدِ نظر رکھ کر تمام اصحاب سے محبت کرنا اور ان کی نیکی سے یاد کرنا فرض ہے۔ ہم سب سے محبت کے لیے مامور ہیں اور ان سے بغض رکھنے والے سے دور بھاگتے ہیں، کیونکہ صحابہ کرام سے بغض اور نفرت کا اثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے، لیکن محق کو محق کہتے ہیں اور مخطی کو مخطی کہتے ہیں، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر تھے، اس سے زیادہ کہنا فضول ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

(مکتوب ۲۶۶ از دفتر اول از مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ)

اہل السنت والجماعۃ کا مسلک: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیر اور بھلائی کے ساتھ ذکر کریں اور جس طرح خدائے تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف و توصیف کی ہے اسی طرح ان کی تعریف وتوصیف کریں اور جو نزاع کہ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مابین واقع ہوا اس کی بنیاد اجتہاد پر تھی۔ امامت اور خلافت کے استحقاق میں کوئی نزاع اور اختلاف نہ تھا، اصل وجہ یہ تھی حضرت علیؓ نے یہ گمان کیا کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو ان کے سپرد کر دیا جائے تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ خلافت کا معاملہ بالکل ہی درہم برہم ہو جائے گا۔ بایں لحاظ کہ ان کے قبائل بہت ہیں اور وہ لشکر میں ملے جلے ہیں اس لیے ان کے سپرد کرنے میں حضرت علیؓ نے تاخیر کو سمجھا اور اچھا جانا اور حضرت معاویہؓ نے یہ سمجھا کہ باوجود اتنے بڑے قصور کے ان کے بارہ میں تاخیر خلاف مصلحت ہے اس تاخیر سے ان کو اور جرأت ہوگی اور پہلے سے زیادہ یہ لوگ کشت وخون پر آمادہ ہو جائیں گے گویا کہ اس طرح کی تاخیر ان لوگوں کو خلفاء اور احکام کے مقابلہ پر ابھارنے کے مترادف ہوگی۔

یہ دونوں حضرات مجتہد تھے اور اجتہاد کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں، ایک قول تو یہ ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مصیب یعنی صواب کو پہنچنے والا ایک ہی ہوتا ہے اور اہل علم میں سے یہ کسی کا قول نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خطا پر تھے۔ (احیاء العلوم۔ ۲ / ۲۲۳)

جنگ جمل اور جنگِ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے اور ان کے مخالفین خطا پر تھے مگر وہ خطا اجتہادی تھی، اس پر طعن وتشنیع اور لب کشائی ناجائز ہے بلکہ سکوت واجب ہے۔ حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ اختلاف کیا تو ان کا مقصد محض اصلاح تھی اور سب اہل ایمان اور اہل جنت ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کے ایمان کی خبر دی ہے اور یہ سب حضرات بیعۃ الرضوان میں شریک تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہے یعنی حضرات صحابہ کرامؓ گناہوں کا بوجھ لیکر آخرت کی طرف نہیں جائیں گے بلکہ دنیا میں ہی ان کا تزکیہ ہو چکا ہے۔ فرمایا۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔

خلاصہ کلام یہ کہ تمام صحابہ سے بلا تفریق کے اور تمام اہل بیت سے محبت رکھنا اور دل وجان سے ان کی عظمت اور ادب واحترام کو ملحوظ رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے جیسا کہ قرآن وحدیث اس حکم سے بھرا ہوا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ تاریخی کتابوں کو دیکھ کر جن کی

کوئی سند نہیں، صحابہ سے بدگمان نہ ہوں اور بدگمان ہو کر اپنا ایمان خراب نہ کریں، قرآن وحدیث میں جو آ گیا وہ حق ہے اور تاریخی کتابوں میں جو ہے وہ ظنی بھی نہیں بلکہ افواہ کا درجہ ہے، اور بے سند افواہوں سے احکام خداوندی میں شک کرنا گمراہی اور بے عقلی ہے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ

بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں اور اطاعت کرنیوالے مرد اور اطاعت کرنیوالی عورتیں اور سچے مرد اور

وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ

سچی عورتیں اور صبر کرنیوالے مرد اور صبر کرنیوالی عورتیں اور عاجزی کرنیوالے مرد اور عاجزی کرنیوالی عورتیں اور صدقہ کرنیوالے مرد اور صدقہ کرنیوالی عورتیں اور روزہ رکھنے

وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ

والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور حفاظت کرنیوالے مرد اپنے ناموس کی اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور یاد کرنے والے مرد اللہ کو کثرت سے اور

كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٣٥﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا

یاد کرنے والی عورتیں اللہ نے تیار کی ہے ان کیلئے بخشش اور بہت بڑا اجر ﴿۳۵﴾ اور نہیں ہے کسی مومن مرد اور نہ کسی مومنہ عورت

مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن

کا کام کہ جب فیصلہ کردے اللہ اور اسکا رسول کسی معاملے کا تو ان کو کوئی اختیار باقی رہ جائے انکے معاملے میں اور جو شخص نافرمانی کریگا

يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ

اللہ اور اسکے رسول کی پس بے شک وہ گمراہ ہوا صریح گمراہی ﴿۳۶﴾ اور جب آپ کہہ رہے تھے اس شخص سے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے

وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ

اور آپ نے بھی اس پر احسان کیا ہے روک رکھو اپنے پاس اپنی بیوی کو اور ڈرتے رہو اللہ سے اور آپ چھپاتے تھے اپنے جی میں وہ بات کہ اللہ تعالیٰ

وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَاهُ ۖ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ

اسکو ظاہر کرنیوالا ہے اور ڈرتے تھے آپ لوگوں سے حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں پس جب پورا کردیا زید نے اس عورت سے

لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ

اپنی غرض کو تو ہم نے نکاح کرادیا اس عورت کا آپکے ساتھ تا کہ نہ ہو ایمان والوں پر کوئی حرج انکے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کیساتھ نکاح کرنے میں جبکہ وہ انسے اپنی غرض

أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ﴿٣٧﴾ مَّا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ سُنَّةَ اللَّهِ فِي

پوری کرلیں اور اللہ کا حکم ہو کر رہے گا ﴿۳۷﴾ نہیں ہے اللہ کے نبی پر کوئی حرج اس چیز میں جو اللہ نے اسکے لئے مقرر فرمائی ہے یہ دستور ہے اللہ کا ان لوگوں میں

الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۞ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ

جو اس سے پہلے گزرے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم مقرر کیا ہوا ہوتا ہے ﴿۳۸﴾ وہ لوگ جو پہنچاتے ہیں اللہ کے پیغامات اور ڈرتے ہیں

وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۞ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ

اسی سے اور نہیں ڈرتے کسی سے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کفایت کرنے والا ﴿۳۹﴾ نہیں ہیں محمد باپ کسی ایک کے تمہارے مردوں میں سے

رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۞

لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور انبیاء کو ختم کرنیوالے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے ﴿۴۰﴾

﴿۳۵﴾ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ الخ ربط آیات: اوپر خاص ازواج مطہرات کیلئے بشارت کا ذکر تھا اب عام بشارت کا ذکر ہے کہ جو مسلمان عورت احکام الٰہی کی پابندی کرے گی حق تعالیٰ شانہ نے اس کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

خلاصہ رکوع ۵ ... اہل ایمان کے اوصاف مشترکہ اور اس کے ثمرات، فیصلہ خداوندی، آنحضرت ﷺ کا حضرت زید رضی اللہ عنہ کو وصیت، آنحضرت ﷺ کا نکاح اور نکاح کی حکمت، ازالہ شبہ، انبیاء کے فرائض مشترکہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ کی داستان کا تتمہ اور زمانہ جاہلیت کی رسم کا جواب، ابوت کی نفی و ختم نبوت خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات ۳۵ تا ۴۰ +

اہل ایمان کے اوصاف مشترکہ اور اسکے ثمرات :شان نزول: حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب گزشتہ آیتیں ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئیں تو عورتوں کی ایک جماعت نے آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ہمارے لئے تو کچھ نازل نہیں ہوا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تسلی کے لئے۔ قرآن کریم میں اکثر و بیشتر خطاب مردوں کو ہے۔ اور عورتیں احکام میں مردوں کے تابع ہیں مگر اس آیت میں عورتوں کی دلجوئی کیلئے مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی خطاب میں صراحۃً شامل کیا گیا ہے۔

نکتہ:... ساری دنیا اس بات پر متفق ہے کہ عورتیں جسمانی قوت عقل و فہم فراست اور اعضاء ظاہری کی ساخت میں مردوں کی بنسبت کمزور ہیں اس لئے حق تعالیٰ شانہ نے اس کو محکوم اور ناقص بنایا ہے لھٰذا وہ حاکم اور قوی کے ساتھ کس طرح مساوی ہو سکتی ہے؟ بلکہ عورت کی یہ محکومیت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نعمت غیر مترقبہ ہے، کہ ان کو مردوں کے تابع کر دیا ہے، بے وقوف اور کم عقل کے لئے اس میں مصلحت ہے کہ وہ کسی کے ساتھ تابع ہو کر رہے، اگر کسی بیوقوف کو حاکم بنا دیا گیا تو اس کا انجام واضح ہے کہ وہ خود بھی ہلاک ہوگا اور دوسروں کو بھی تباہ و برباد کرے گا۔ اگر چھوٹے بچے ماں باپ کے تابع نہ ہوں تو یقیناً وہ ہلاک ہونگے۔ اسی وجہ سے حدیث میں ہے "لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ"۔ (مشکوٰۃ ص۔ ۲۷۰۔ ج۔ ۲) کہ عورت کو بغیر ولی کے نکاح نہیں کرنا چاہئے۔

اسلام اور ایمان میں فرق :بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لے آئے ایک اعرابی کی شکل میں آپ ﷺ اس کو نہیں پہچانتے تھے، اس نے آپ ﷺ سے چند سوالات کئے ایک سوال یہ تھا کہ "مَا الْاِيْمَانُ" ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ الخ دوسرا سوال کیا مَا الْاِسْلَامُ" اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی شہادت دے کہ "اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا" کہ تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آنحضرت ﷺ کی رسالت کی گواہی دے نماز پڑھے زکوۃ ادا کرے رمضان کے روزے رکھے اور اگر توفیق ہو تو بیت اللہ کا حج کرے۔ تیسرا سوال یہ کیا کہ

"مَاالْاِحْسَانُ" احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ"۔ چوتھا سوال یہ کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا "مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ الخ" (رواہ مسلم۔ ج۔۱ ص۔۵۲ برقم الحدیث ۹) اس حدیث کے پیش نظر محدثین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ نے عقائد کو ایمان سے تعبیر کیا ہے۔ اور اعمال کو یعنی نماز روزے حج وغیرہ کو اسلام سے تعبیر کیا ہے، آپ حضرات جانتے ہیں جب کوئی شخص یہ اعمال سرانجام دیتا ہے تو دوسرے دیکھ کر کہتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان ہے۔ الغرض اس حدیث کی رو سے مسلمان وہ ہیں جو نماز روزے وغیرہ کی پابندی کرتے ہیں۔ اور مؤمن وہ ہیں جو عقائد کے لحاظ سے بڑے صاف ستھرے ہیں۔

اس آیت میں مؤمنین ومومنات کی بہت سی صفات بیان کی گئی ہیں اور سب سے اخیر میں ان کے ذکر اللہ کی صفت سے متصف ہونے کو ذکر کیا ہے۔ ذکر اللہ کو سب سے آخر میں اس کے عموم وشرف کی بناء پر لایا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ (کذا فی الروح المعانی۔ ۲۷۵ جلد ۲۲)

ذکر اللہ سب سے اہم اور آسان ترین عبادت ہے: حضرتؒ فرماتے ہیں: "یہاں ایک عجیب نکتہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نماز، روزہ، صدقات، حج وغیرہ بہت سی عبادات کا حکم فرمایا ہے لیکن کسی عبادت میں وصفِ کثرت کا ذکر نہیں فرمایا۔ یعنی یہ نہیں فرمایا کہ بہت زیادہ نمازیں پڑھو، بہت زیادہ روزے رکھو وغیرہ لیکن ذکر کے متعلق فرمایا: وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ"۔ (سورۃ الانفال: آیت ۴۵)

اور فرمایا "وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا"۔ (سورۃ الجمعۃ۔ آیت ۱۰)

اسی طرح فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا " (آیت۔ ۴۱ احزاب)۔ غرض عبادات میں سے سوائے ذکر کے کسی کی کثرت کا حکم نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام عبادات میں "ذکر" ہی وہ عبادت ہے جو سب سے زیادہ آسان، سب سے زیادہ جامع عبادت ہے۔ آسان اتنی کہ اس کی کثرت انسان کو اس کے مشاغل اور کسب وروزگار میں مخل نہیں ہوتی اس کا دوام مشکل نہیں کیونکہ ذکر جس زبان سے ہوسکتا ہے اسی طرح قلب سے بھی ہوسکتا ہے۔ نہ اس کے لیے وضو یا غسل شرط ہے نہ زمان ومکان کی تخصیص ہے نہ کسی مخصوص ہیئت کی۔ بلکہ قیاماً، قعوداً اور پہلو کے بل لیٹے ہر حال میں ادائیگی ذکر ہوسکتی ہے۔

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام اوقات واحیان میں اللہ رب العزت کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ خصوصاً اگر "ذکر مطلق" طاعت" مراد ہو جیسا کہ امام جزریؒ نے "حصن حصین" میں فرمایا ہے اور دیگر علماء کے اقوال بھی ذکر کہلائے جاسکیں گے اگرچہ یہ ظاہری صورت وہیئت کے اعتبار سے عادات ومعمولات کی قبیل سے ہوں۔ مثلاً۔ کھانا پینا، سونا جماع وغیرہ۔ اس لیے کہ مباحات صالحہ کی وجہ سے عبادات بن جاتی ہیں۔ لہٰذا اگر ان عادات وضروریات کے ساتھ نیت صالحہ ہوجائے تو یہ یقیناً عبادات بن گی۔ چنانچہ نصوص صحیحہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔ غرض جب بندہ کے تمام افعال طاعات بن گئے اور طاعات ذکر ہیں تو یہ ممکن ہو کہ بندہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہوسکے۔ واللہ اعلم۔

﴿۳۶﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ الخ فیصلہ خداوندی: ربط: اوپر مؤمنین اور مؤمنات کے اوصاف اور ثمرات کا ذکر تھا۔ اب یہاں سے انحراف اطاعت پر تنبیہ اور اس کے ثمرہ کا ذکر ہے۔ شان نزول: حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارادہ کیا کہ ان کا نکاح زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کر دیں۔ (حضرت زید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ پہلے ہوچکا ہے) مگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اس پر راضی نہ ہوئے ان کا

مقصد یہ تھا کہ زید رضی اللہ عنہ نسبی اور خاندانی حیثیت سے کم ہیں اور زینب رضی اللہ عنہا خاندانی حیثیت سے بلند ہیں۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی کو انکار کی گنجائش باقی نہ رہی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔یہ آیت کریمہ شان نزول کے لحاظ سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے نکاح کے ضمن میں نازل ہوئی،مگر اس کا اطلاق اللہ اور رسول کے ہر قسم کے احکام پر ہوتا ہے۔اور کسی بھی فیصلے کی خلاف ورزی کا کسی مؤمن کو اختیار نہیں اور جو ایسا کرے گا وہ گمراہی میں جا پڑے گا یا اس کے ثمرہ کا ذکر ہے۔

اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا امر وجوب پر محمول ہوتا ہے:امام جصاصؒ فرماتے ہیں کہ :"اس آیت میں اس بات پر دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر وجوب کے لیے ہوتے ہیں کیونکہ اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر ترک کرنے کے اختیار کی نفی فرمائی گئی ہے۔"

اگر امر اللہ اور رسول وجوب کے لیے نہ ہوتا تو بندہ کو ترک اور فعل کے مابین اختیار ہوتا۔جب کہ آیت شریفہ نے تخییر کی نفی فرمائی۔اسی آیت کے سیاق میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد :"وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" کے الفاظ اس کے مؤید ہیں یعنی اللہ ورسول کے حکم کا تارک عاصی ہے۔گویا اس بات سے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کا وجوب کے لیے ہونا دو وجہوں سے ثابت ہوتا ہے (۱) ایک تو یہ کہ اس میں بندوں کے اختیار کی نفی کی گئی ہے۔(۲) دوسرے یہ کہ تارکِ امر، اللہ ورسول کا نافرمان ہے۔ (احکام القرآن۔ابوبکر جصاص ۳/۴۷۱)۔

﴿۳۷﴾ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ... الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زید رضی اللہ عنہ کو وصیت:... اللہ تعالیٰ کا انعام یہ ہے کہ دشمنوں سے ان کی جان کی حفاظت کی غلامی کی حالت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی نیک خاتون کی خدمت میں پہنچا دیا۔اور اسلام کی لازوال دولت سے نوازا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ عاطفت میں عزت بخشی،اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ احسان فرمایا کہ اس کی پرورش کی،اور اس کو آزاد کیا،اور متبنیٰ بنالیا،اور اپنی پھوپھی زاد سے نکاح کر دیا۔اور ہر طریقے سے آپ کا خیال رکھا"اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ الخ" اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو طلاق دینے کا ارادہ نہ کرو شاید یہ تندمزاجی نفرت آئندہ موافقت میں تبدیل ہو جائے"وَاتَّقِ اللّٰهَ" اللہ سے ڈرو اور طلاق دینے میں جلدی کسی طرح مناسب نہیں۔یہ مشورہ حسن معاشرت کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بالکل درست تھا۔وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے پہلے سے بتا دیا گیا تھا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دیں گے اور ان کی طلاق کے بعد زینب رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں آئیں گی۔الغرض جو چیز آپ اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھے وہ یہی نکاح کی پیشینگوئی تھی۔جمہور مفسرین نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے۔(معارف القرآن م۔ش۔د)

زَوَّجْنٰكَهَا : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح :"زَوَّجْنٰكَهَا" سے ظاہر فرما دیا اور جس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ آپ اس واقعہ کا اعلان بھی کر دیں۔کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بات کا حکم دیں اور آپ اس حکم کی تعمیل نہ کریں۔تاریخ نکاح:حافظ ابن سید الناس فرماتے ہیں کہ زینب رضی اللہ عنہا ۴ھ میں آپ کی زوجیت میں آئی اور بعض کہتے ۵ھ میں آپ سے نکاح ہوا اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر ۳۵ سال تھی۔(ابن سید الناس عیون الاثر۔ص۔۳۰۴۔ج۔۲) مہر چار صد درہم مقرر ہوا۔ (سیرۃ النبی۔ص۔۳۲۲۔ج۔۴)

لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ... الخ حکمت نکاح : وہ ہے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کی اجازت تا کہ اس کو کوئی غیر شرعی حکم نہ سمجھے۔

فائدہ:... "تَخْشَى النَّاسَ" کے معنی یہ ہیں کہ آپ اس پیشینگوئی کے اظہار سے شرماتے تھے یا منافقین کی زبان طعن کی

درازی سے ڈرتے تھے۔ اور آپ کا یہ خوف طبعی تھا۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ "تُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ" سے زینب رضی اللہ عنہا کی محبت کا دل میں چھپانا مراد ہے یہ بالکل غلط ہے۔ دیکھیں حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی پھوپھی زاد بہن ہے بچپن سے آپ کے سامنے آتی تھیں اور بارہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا اور ابھی تک پردہ کا حکم بھی نازل نہیں ہوا تھا اور اگر آپ کو ان کا حسن و جمال پسند تھا تو خاندان پر زور دے کر حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کیوں کراتے خود کیوں نہ کر لیتے اور ان سے نکاح کرنے میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی، اور بعض کتابوں میں جو اس قسم کی روایات موجود ہیں، وہ سب موضوع اور من گھڑت ہیں۔ واللہ اعلم

ایک اشکال اور اس کا جواب

اشکال:... یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام کا حال یہ بیان ہوا ہے کہ وہ صرف اللہ ہی سے ڈرنا جانتے ہیں کسی اور سے ڈرنا ہی نہیں جانتے۔ اس آیت میں ہے کہ "تَخْشَى النَّاسَ" یعنی آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں یہ کس طرح درست ہے؟

جواب:... اس کا یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں انبیاء کرام کا غیر اللہ سے نہ ڈرنا تبلیغ رسالت کے معاملے میں بیان ہوا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف طعنہ زنی کا ایک ایسے کام میں پیش آیا جو بظاہر دنیوی کام تھا۔ تبلیغ و رسالت سے اس کا تعلق نہ تھا، پھر جب آیات مذکورہ سے آپ پر یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ نکاح بھی عملی تبلیغ و رسالت کا جزء ہے، تو اس کے بعد آپ کو بھی کسی کا خوف طعن و تشنیع مانع عمل نہیں ہوا، اگرچہ بہت سے کفار نے اعتراضات کئے اور آج تک کرتے رہتے ہیں۔

﴿۳۸﴾ **مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ**... الخ ازالہ شبہ: اگر کوئی شبہ کرے کہ یہ رسم نبی سے کیوں متوائی گئی تو اس کا جواب تذکیر بایام اللہ سے دیا کہ نبی پر کیا عیب ہے اور کیا تنگی اور مخالفت ہے فرمایا "سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ" یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا یہ نکاح صرف آپ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ آپ سے پہلے انبیاء کرام میں بھی نکاح کا سلسلہ جاری رہا ہے اور وہ ان کے ہاتھ سے رسوم جاہلیت کو تڑواتا ہے اور اسی پر انکو مامور کیا ہے اور بمصالح دینیہ بہت سی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی جن میں حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام زیادہ مشہور ہیں۔ چنانچہ حضرت داؤد کے نکاح میں سو اور سلیمان علیہ السلام کے نکاح میں تین سو بیویاں تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تعداد ازواج کی اجازت شان نبوت و رسالت کے منافی نہیں ہے۔

نکتہ۔ ❶... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بارے میں کسی مخلوق سے مشورہ نہیں لیا بلکہ اللہ تعالیٰ سے مشورہ چاہا جو اہل ایمان کا اصل ولی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی ولایت خاصہ سے آسمان پر فرشتوں کی موجودگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کرا دیا۔ اور زمین پر اعلان کرنے کے لئے چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے "فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا" پس جب زید رضی اللہ عنہ زینب رضی اللہ عنہا سے اپنی حاجت پوری کر چکے اور ان کو طلاق دے دی اور عدت بھی گزر گئی۔ تو اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح تم سے کر دیا۔ آیت کے نازل ہونے سے تمام مدینہ میں اس کا اعلان ہوگیا۔ اور پیغام کے ذریعہ ایجاب و قبول پہلے ہی ہو چکا تھا اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور بغیر اجازت مکان میں داخل ہوئے۔ اور نکاح آسمانی اور حکم قرآنی خود بلاواسطہ ان کو پڑھ کر سنایا۔ (رواہ مسلم واحمد والنسائی فتح الباری۔ ص۔ ۴۰۰۔ ج۔ ۸۔ کتاب التفسیر۔ ج۔ ۲۱۔ و زرقانی۔ ۲۴۵)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دوسری ازواج پر امتیاز

علامہ بغوی نے بحوالہ شعبی بیان کیا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتی تھی مجھے آپ کے سلسلہ میں دوسری بیویوں پر تین چیزوں سے امتیاز حاصل ہے وہ امتیاز کسی بیوی کو حاصل نہیں۔ ❶ میرا اور آپ کا دادا ایک تھا۔ ❷ میرا

نکاح آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا۔ ❸ میرے نکاح کے سفیر حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔(معالم التنزیل)
نکتہ۔ ❷ ... امام ابوالقاسم سہیلی رحمۃ اللہ نے یہاں ایک نکتہ ذکر فرمایا ہے۔جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کا نام صراحۃً ذکر کیا اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حتی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام صراحت کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کو پہلے زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا۔اس نسبت پر انہیں فخر تھا جب اللہ تعالیٰ نے "اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ" کا حکم نازل فرمایا کہ اب باپ کی نسبت سے پکارو، تو اس وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ کو کس قدر صدمہ ہوا ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے اس صدمہ کو دور کرنے کے لئے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام قرآن کریم میں ذکر کر کے ان کو عزت و کرامت بخشی جو آپ کے سوا کسی کو نہیں بخشی پھر حسب وعدہ حدیث: ہر حرف پر دس نیکیاں نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ان کا نام جب قرآن میں پڑھا جائے تو صرف ان کا نام لینے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔(محصلہ معارف القرآن۔م،۱۷۱) ﴿۳۹﴾ اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ..الخ انبیاء کے فرائض مشترکہ۔۱۔۲۔۳۔

عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت

﴿۴۰﴾ مَا كَانَ الخ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی داستان کا تتمہ اور زمانہ جاہلیت کی رسم بد کا جواب اور ابوت کی نفی و ختم نبوت خاتم الانبیاء: اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جو اپنی رسم جاہلیت کے مطابق زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے بطور تاکید اور مبالغہ کے ارشاد فرمایا "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں "رجل" کا اطلاق بالغ مرد پر ہوتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ آپ کسی بالغ مرد کے باپ نہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نرینہ میں سے کوئی بچہ بھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا۔بلکہ وہ بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔بچوں میں سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے قاسم پیدا ہوئے جو دو سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔پھر عبداللہ جن کا لقب طیب اور طاہر تھا۔وہ بھی بچپن میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔تیسرے بیٹے ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ابراہیم تھے جنہوں نے سولہ ماہ عمر پائی۔غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالغ مردوں کے باپ ہونے کی نفی فرمائی ہے۔جہاں تک زید رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے وہ تو بالغ ہوئے اور ان کی شادی بھی ہوئی مگر وہ حقیقی بیٹے تو نہیں تھے اس لئے تو ان کی مطلقہ سے آپ کا نکاح بھی جائز تھا مگر منافقین یہود و نصاریٰ اور کفار نے خوامخواہ شور مچایا۔
"وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ" میں حرف "لکن" عربی زبان میں اس کام کے لئے آتا ہے کہ پچھلے کلام میں جو کوئی شبہ ہو سکتا تھا اس کو دور کیا جائے۔یہاں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بیان کیا گیا کہ آپ اس امت کے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں تو اس پر شبہ ہو سکتا تھا کہ ہر نبی اور رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔اس لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کے سب ہی مردوں اور عورتوں کے باپ ہیں۔آپ سے ابوت کی نفی گویا نبوت کی نفی ہے؟
تو اس کا جواب دیا "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ" کے لفظ سے دیا کہ حقیقی اور نسبی باپ ہونا اور چیز ہے اور بحیثیت نبوت کے امت کا روحانی باپ ہونا اور چیز ہے۔تو یہاں نسبی باپ ہونے کی نفی ہے نہ کہ روحانی باپ ہونے کی۔
وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ: اس جملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص شان اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے فائق ہونا بیان فرمایا ہے لفظ "خاتم" میں دو قرآتیں ہیں۔امام حسن رحمۃ اللہ علیہ اور عاصم رحمۃ اللہ علیہ کی قرأت "خاتَم" بفتح تاء ہے۔اور دوسرے ائمہ قرأت "خاتِم" بکسر تاء پڑھتے ہیں۔حاصل دونوں کا ایک ہی ہے۔یعنی انبیاء کو ختم کرنے والے" کیونکہ خاتم خواہ بکسر التاء ہو یا بفتح التاء" دونوں کا معنی آخر کے بھی آتے ہیں۔اور مہر کے معنی میں بھی یہ دونوں استعمال ہوتے ہیں۔اور نتیجہ دوسرے معنی کا بھی وہی آخر کے معنی ہوتے ہیں کیونکہ مہر کسی چیز پر بند کرنے کے لئے آخر ہی میں کی جاتی ہے۔لفظ خاتم بالکسر والفتح دونوں کے دونوں معنی لغت عربی کی تمام

کتابوں میں مذکور ہیں۔ قاموس، صحاح، لسان العرب تاج العروس وغیرہ۔ (بحوالہ معارف القرآن م۔ش۔د)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مبرد رحمہ اللہ کہتا ہے کہ ''خاتم'' باب مفاعلہ سے ماضی کا صیغہ ہے معنی یہ ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اس نے نبیوں کو ختم کر دیا تو وہ مہر کا معنی نہیں لیتے بلکہ ''خاتم'' باب مفاعلہ سے لیتے ہیں۔ (روح المعانی ص۔۲۹۰۔ج۔۲۱)

یہاں قرآن کریم کی فصاحت دیکھیں ''خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ'' کہا ہے ''خاتم الرسل'' نہیں کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک نبی اور رسول میں ایک فرق ہے وہ یہ کہ نبی اس کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی اصلاح کے لئے مخاطب فرمائیں۔ اور اپنی وحی سے مشرف فرمائیں خواہ اس کو کوئی مستقل کتاب عطا کریں یا نہ کریں، بلکہ پہلی شریعت کے تابع لوگوں کی رہنمائی پر مامور ہو۔ جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب و شریعت کے تابع ہدایت کرنے پر مامور تھے، اور لفظ رسول خاص اس نبی کے لئے بولا جاتا ہے جس کو مستقل کتاب و شریعت دی گئی ہو، اسی طرح لفظ نبی کے مفہوم میں بہ نسبت لفظ رسول کے عموم زیادہ ہے۔ تو آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ آپ انبیاء کے ختم کرنے والے، اور سب سے آخر میں آئے ہیں خواہ وہ صاحب شریعت نبی ہوں یا صرف پہلے نبی کے تابع ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی جتنی قسمیں اللہ کے نزدیک ہو سکتی ہیں وہ سب آپ پر ختم ہو گئیں آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔

ختم نبوت کا مفہوم: ختم کا یہ مطلب نہیں کہ نبوت ختم ہو گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہمیشہ کے لیے باقی اور جاری و ساری ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی، ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ اب نبوت کا ملنا ختم ہے اور خاتم الانبیاء کے بعد اب کسی شخص کو نبوت نہیں ملے گی۔ اس عہد ختم نبوت کی ابتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم تاجدار مدینہ کی بعثت سے ہوئی تھی، اور اس عہد کا دوسرا کنارہ قیامت سے متصل ہے اس دوران کسی اور نبی کی بعثت نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر نبوت کا ملنا ختم ہو چکا ہے۔ (عقیدۃ الامت فی معنیٰ ختم النبوت ص ۹۱)

''خاتم النبیین'' کا لفظ بڑھانے میں کیا حکمت ہے؟ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں بندوں کا علم کوئی حقیقت نہیں رکھتا ''وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا'' لیکن اللہ تعالیٰ اپنے علم سے بندوں کو عطاء فرماتا ہے۔ لہٰذا اس سوال کے جواب میں جان لیجئے کہ لفظ ''خاتم النبیین'' کے لانے میں چند حکمتیں ہیں: (۱) ایک یہ کہ اس میں اُن لوگوں پر زبردست رد ہے جو نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مقطوع النسل (یعنی روحانی اور نسلی ابترا) ہونے کا طعنہ دیتے تھے۔ اس لفظ میں یہ ثابت کیا گیا کہ حضور علیہ السلام خاتم النبیین ہیں، اور آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا نہ کوئی اُمت ہوگی آپ کی امت کے بعد بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ساری مخلوق کے لیے ہے قیامت تک جتنے بھی انسان آئیں گے سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہوں گے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ بڑی اُمت اور زیادہ متبعین والے ہوں گے۔

چنانچہ حضرت ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سنو اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ تم (امت محمدیہ) میں سے قیامت کے روز جنت کی طرف (اتنی بڑی تعداد میں) بھیجے جائیں گے جیسے سیاہ رات، تم پوری زمین کو گھیرے ہوئے ہوگے اور فرشتے کہیں گے: ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سارے آنے والے تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ آنے والوں کے مجموعہ سے کیوں زیادہ ہیں۔

(رواہ الطبرانی۔ کنز العمال، جلد۔۶)

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ''خاتم النبیین'' ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت و اتباع تمام انبیاء سے زیادہ ہوں گے جب کہ آپ یہ بات جان چکے ہیں کہ ہر نبی اپنی امت کے لیے باپ ہوتا ہے اور امتی اس کے لیے اولاد و بیٹے کی

حیثیت رکھتے ہیں۔اس سے ظاہر ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اولاد والے ہیں تو آپ ہرگز "ابتر" نہیں۔ بلکہ ابتر تو کیا ہوتے لفظ "خاتم النبیین" نے بتلادیا کہ آپ سب سے زیادہ اولاد والے ہیں۔

(۲) دوسری حکمت لفظ خاتم النبیین لانے میں یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل شفقت کو بیان کرنا مقصود تھا۔ کیونکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں تو آپ اپنی اُمت پر سب سے زیادہ مشفق و مہربان بھی ہیں۔ اور اُمت کے منافع و مضار بیان کرنے میں، ان کی بڑائی و برائی واضح کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی آگے نہیں۔ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پچھلے تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اپنی اُمت کے لیے حددرجہ مشفق اور ان کی اصلاح و تربیت میں نہایت کوشش وسعی بلیغ فرمانے والے تھے۔ لیکن انہیں بہرحال درجہ کا "غنیٰ" حاصل تھا کہ ان کے بعد آنے والا نبی ان کے کام اور محنت کا متکفل ہوگا، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں ایسا نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ آنے والا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی فکر، محنت اور شفقت تمام انبیاء سے زیادہ تھی۔ گویا اس پہلے شبہ کو زیادہ تاکید سے ساتھ رد کیا گیا ہے۔

(۳) لفظ "خاتم النبیین" کے اضافہ کی تیسری حکمت یہ ہے کہ اس میں اقوام عالم اور اُمت محمدیہ کے ہر ہر فرد کو واشگاف الفاظ میں بیدار کیا جارہا ہے کہ دیکھو! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی، آخری ہادی اور آخری پیغمبر ہیں، نجات و فلاح کی راہ بتلانے والے رسول ہیں۔ اہل زمین کے لیے اللہ تعالیٰ کی حجتوں میں سے آخری حجت ہیں۔

اگر وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کریں اور جو نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نازل کیا گیا (قرآن) اس کی تقلید کریں تو نجات پاجائیں گے، ورنہ اللہ تعالیٰ کی حجت ان پر تمام ہوجائے گی۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نہ ان سے کلام کرے گا نہ انہیں کسی راہ کی رہنمائی دے گا سوائے راہِ جہنم کے۔

لٰہذا ان کی تکذیب سے باز آجاؤ اور ان کی تصدیق و اطاعت میں جلدی کرو اور ان کے پاؤں دھوؤ۔ اس آیت کی مندرجہ بالا سبب نزول اور تفصیل سے آپ نے یہ جان لیا کہ نبوت کا دروازہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا، خواہ وہ نبوت نئی شریعت کے ساتھ ہو جو سابقہ شریعت کے لیے ناسخ ہو یا بغیر شریعت جدیدہ کے اور خواہ وہ کسی بھی قسم کی نبوت و رسالت ہو (اگر نبوت و رسالت کی بالفرض والمحال کوئی قسم ہو جیسا کہ مرزائی ہفوات یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہیں) اس لیے کہ اس آیت کے اطلاق نے ہر طرح کی نبوت کے اختتام کا حکم سنادیا ہے۔

بلکہ اسلوب کلام میں تغیر لاکر اس کو مزید مؤکد کیا گیا۔ حالانکہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ" کے مقتضائے حال تو یہ تھا کہ "خاتم المرسلین" لایا جاتا، لیکن "وخاتم النبیین" لائے۔ جو پکار پکار کر رسالت اور نبوت دونوں کے اختتام کا اعلان کررہا ہے۔

اس لیے کہ نبی عام ہے جو اس پیغمبر کو بھی شامل ہے جو شریعت جدیدہ اور کتاب جدید لے کر مبعوث ہو اور اس کو بھی جو ایسا نہ ہو۔ جبکہ لفظ رسول پہلی قسم کو خاص ہے۔ لیکن دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے معنیٰ میں مجازاً بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ یہی جمہور اہل السنۃ کا قول ہے۔ چنانچہ قاضی عیاض نے شفاء میں اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔

مرزائیوں کا اعتراض

تم کسی شیخ الحدیث کو خاتم المحدثین کہتے ہو اور مفسر قرآن کو خاتم المفسرین کہتے ہو اور تمہارے نزدیک اس سے بھی کوئی زیادہ ماہر نظر آئے تو اس کو بھی خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین کہہ دیتے ہو تو اسی طرح حضور ﷺ بھی خاتم النبیین ہیں تو آپ کے بعد بھی کوئی نبی آسکتا ہے؟

جوابُ: ❶ ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کو انسانوں کے کلام پر قیاس کرنا یہ قیاس مع الفارق ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم علم محیط ہے اور جبکہ انسانوں کا علم محدود ہے تو اگر نبوت کے سلسلے کو جاری مانا جائے تو کلام اللہ میں کذب اور جھوٹ لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔ ❷ ۔۔۔ انسان جب کسی شیخ الحدیث کو خاتم المحدثین اور مفسر قرآن کو خاتم المفسرین کہتے ہیں تو یہ محض مبالغہ کے طور پر کہتے ہیں باقی اس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین کہا یہ حقیقت ہے اس میں کوئی مبالغہ آمیزی نہیں ہے۔ ❸ ۔۔۔ حافظ ابن کثیر ؒ فرماتے ہیں یہ آیت نص صریح ہے اس عقیدہ کے لئے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو ظلی اور بروزی بھی کوئی نبی نہیں آسکتا تو جب نبی نہیں آسکتا تو یہ وہ عقیدہ ہے جس پر احادیث متواترہ شاہد ہیں جو صحابہ کرام ؓ کی ایک بڑی جماعت کی روایت سے ہم تک پہنچی ہیں۔ (ابن کثیر۔ص۔۸۱۳۔ج۔۶۔طبع بیروت)

نصیب شاہ سلفی کا علماء دیوبند کے عقیدہ ختم نبوت پر اعتراض اور اس کا جواب :ہم کہتے ہیں کہ علماء دیوبند کی کتابیں اس عقیدے کے خلاف ہیں مولانا گنگوہی نے شامی کے حوالے سے مسئلہ بیان کیا تو محمد یحییٰ صاحب نے فرمایا کہ اس میں نہیں ہے تو شامی لائی گئی تو حضرت نے نابینا ہونے کے باوجود شامی کے دو حصہ ایک طرف اور ایک دوسری طرف کر کے فرمایا کہ بائیں طرف کے صفحہ پر نیچے دیکھو دیکھا گیا تو وہی مسئلہ سب حیران ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری زبان سے جھوٹ نہیں نکالے گا۔

(ارواح ثلاثہ صفحہ ۲۸۶، حکایت نمبر ۳۰۸)

دوسرا واقعہ ملاحظہ ہو آپ نے کئی مرتبہ بحیثیت تبلیغ یہ الفاظ فیض ترجمان سے فرمائے سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے میری اتباع پر۔

(تذکرۃ الرشید صفحہ ۱۸ جلد ۲، ادارہ اسلامیات لاہور)

قاسم نانوتوی دیوبندی فرماتے ہیں : بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہیں آئے گا۔ (تحذیر الناس صفحہ ۳۷ دار الاشاعت کراچی)

اب قادیانی کے الفاظ پڑھ کر موازنہ کر لو اور اس وجہ سے وہ شخص یعنی حضرت محمد ﷺ کا فرزند جلیل (مرزا غلام احمد قادیانی) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ساتویں آسمان پہنچ جائے تو کوئی جاہل ہی یہ کہے گا کہ اس سے خاتم النبیین کے اندر رخنہ (خلل) پڑ گیا۔ نہ پہلے والوں کے نتیجے میں رخنہ پڑا اور نہ بعد میں آنے والے امتی اور ظلی نبی کے آنے پر خلل واقع ہوسکتا ہے۔

(مقام ختم نبوت از حضرت امام جماعت احمدیہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ صفحہ نمبر ۸) موازنہ کیجئے ص ۱۱، ۱۲)

الجواب: فریق مخالف کو تعصب وعناد نے علماء دیوبند پر الزام تراشی پر مجبور کیا ہے اسی لیے انہوں نے اس اعتراض میں علماء دیوبند پر الزام تراشی کے لیے قلم اٹھایا ہے۔

احمد رضا خان بریلوی کی تقلید :فریق مخالف نے اپنے اس مختصر سے رسالہ میں جس طرح امانت ودیانت کا خون کیا ہے وہ واقعی قابل دید ہے جس طرح احمد رضا خان بریلوی نے علماء دیوبند کی عبارتوں میں تغیر وتبدل کر کے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا اسی طرح انہوں نے بھی انہی کی تقلید کر کے علماء دیوبند پر یہ الزام لگایا ہے۔

کشف وکرامات سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا :علماء دیوبند کا عقیدہ ہے کہ عقائد کے معاملہ میں کشف وکرامات حجت نہیں فریق مخالف نے حضرت گنگوہی کی کرامت کو ذکر کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ علماء دیوبند ختم نبوت کے منکر ہیں۔

حالانکہ یہ احناف اور علماء دیوبند پر کھلم کھلا بہتان عظیم ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ فریق مخالف کو چاہیے کہ علماء دیوبند پر تہمت لگانے سے پہلے اپنے مذہب کی کتابیں پڑھیں تا کہ انہیں عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں ان کے اکابرین کی رائے معلوم ہو جائے۔

مولوی عبدالجبار اپنے استاد مولوی عبدالوہاب دہلوی کے بارے میں لکھتے ہیں: مولوی صاحب کے جنون امامت نے رفتہ رفتہ یہاں تک ترقی کی کہ وہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ حق گو اور ذی علم سمجھنے لگے اور امامت وقت یعنی خلیفہ کا دعویٰ کر بیٹھے اور اپنی نسبت یہاں تک کہا کہ جو امام وقت کی بیعت کیے بغیر مرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ اور امام وقت کی اجازت کے بغیر زکوٰہ دے گا اس کی زکوٰۃ قبول نہ ہوگی اور ایسے ہی امام وقت کی اجازت کے بغیر طلاق نکاح بھی درست نہیں اور جو اس وقت مدعی نبوت ہوگا وہ واجب القتل ہے کیونکہ میں امام وقت ہوں۔ (مقاصد الامامۃ ومناقب الخلافۃ صفحہ نمبر ۲)

اسی کتاب (مقاصد الامامۃ) کے صفحہ نمبر ۱۴ پر لکھا ہے کہ جو حالت نبی کی ہوتی ہے وہی امام کی ہوتی ہے۔ گویا کہ نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ (العیاذ باللہ)

غیر مقلدین کی مسائل میں مولوی عبدالوہاب کی اندھی تقلید: مولوی عبدالجبار صاحب کنڈیلوی لکھتے ہیں کہ: چنانچہ رفتہ رفتہ جماعت اہلحدیث کنڈیلہ میں یہ خیالات پیدا ہونے لگے اور مولوی صاحب کے دعووں کی تصدیق کرنے لگے اور غیر مبایعین کو جاہلیت کی موت مارنے لگے اور اس امامت نے ایک طرح تقلید وضلالت کی شکل اختیار کر لی اور مولوی صاحب کے اجتہادی مسائل کو یہ لوگ بے چوں و چرا جو خلاف قرآن وحدیث تھے تسلیم کرنے لگے مثلاً مرغ کی قربانی، اور دہلی کے بازار سے گوشت خرید کر بانٹ دینے کا نام قربانی رکھنا وغیرہ، وغیرہ۔ (مقاصد الامامۃ صفحہ ۳)

غیر مقلدین کے نزدیک امام اور نبی میں تفریق ٹھیک نہیں ہے: شاگرد: مولوی صاحب میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ نبی اور امام میں فرق ہے۔ مولوی عبدالوہاب: امام جو ہوتا ہے وہ نبی کا نائب ہوتا ہے اور جو فرق بتلایا گیا کہ نبی کافروں میں ہوتا ہے یہ ٹھیک نہیں کیونکہ ہمارے نبی ﷺ ہی کو دیکھو کہ وہ مسلمانوں میں آئے مکہ کے لوگ مسلمان تھے۔ دیکھو تفسیر جامع البیان تحت آیت "ربنا وابعث فیھم الخ"۔ لہٰذا اس کا نائب بھی مسلمان ہوگا۔ (مقاصد الامامۃ صفحہ نمبر ۱۵)

مولوی عبدالوہاب کے نزدیک اہلحدیث نام کے مسلمان ہیں: شاگرد: مولوی صاحب آپ لوگوں کو کیوں مغالطہ دیتے ہیں کہ مکہ کے کفار مسلمان تھے ایک ادنیٰ شخص بھی جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کفار مکہ میں مبعوث ہوئے۔ مولوی عبدالوہاب: میں بھی مانتا ہوں کہ وہ کافر مشرک تھے مگر وہ نام کے تو مسلمان کہلاتے تھے تو جیسے رسول اللہ ﷺ نام کے مسلمانوں میں آئے ایسے ہی میں بھی (یعنی اہلحدیث) نام کے مسلمان ہیں۔ (مقاصد الامامۃ صفحہ ۱۵، ۱۶)

جب تک مسلمان امام کو نہ مانے اس کا اسلام معتبر نہیں: شاگرد: مولوی صاحب آپ نے پہلے تو کفار مکہ کو مسلمان کہا اور آپ کا فرمانا کہ میں بھی ایسے لوگوں میں آیا ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے آپ سے بیعت کی ہے وہ پہلے مثل قبر پرستوں کے تھے (یعنی اہلحدیث پہلے مثل قبر پرستوں کے تھے۔) عبدالوہاب: جب تک مسلمان امام کو نہیں مانتا اس کا اسلام معتبر نہیں۔
(مقاصد الامامۃ صفحہ ۱۵، ۱۶)

ہو سکتا ہے کہ فریق مخالف کا ایمان اس سے تازہ نہ ہو اس لیے مزید دیکھیے: غیر مقلدین کے ہاں نجات کے لیے محمد ﷺ کا قائل ہونا ضروری نہیں: اہل حدیث کے امتیازی مسائل میں ہے کہ اگر کوئی لا الٰہ الا اللہ پڑھے اور محمد رسول اللہ کا قائل نہ ہو تو وہ امیدوار نجات ہے۔ (اہلحدیث کے امتیازی مسائل صفحہ نمبر ۷۰)

نواب صدیق حسن کا عقیدہ انکارِ ختم نبوت: نواب صدیق حسن خان لکھتا ہے: "لاوحی بعد موتی" بے اصل ہے ہاں "لا نبی بعدی" آیا ہے جس کے معنی نزدیک اس علم کے یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ لے کر نہیں آئے گا۔
(اقتراب الساعۃ۔ صفحہ ۱۶۳)

اگر نواب صاحب کی اس بات پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ: یہ کہنا کہ حضور ﷺ کے بعد وحی کا دروازہ بند ہونا بے اصل ہے بلکہ وحی کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور حضور ﷺ کے بعد ایسی نبوت کے دروازے بند نہیں جو شرع غیر ناسخ کے ساتھ آئے۔

نواب صاحب کا قادیانیت اور رافضیت کو تقویت پہنچانا: (۱) نواب صاحب کے اس فرمان سے قادیانیت اور رافضیت کو تقویت ملی ہے کیونکہ وہ بھی شرع ناسخ کے حامل نبوت کے قائل نہیں بلکہ ظلی اور بروزی نبوت کے قائل ہیں اور غیر تشریعی نبوت کے دعویدار ہیں۔ (۲) نواب صاحب کے اس فرمان سے رافضیت کو تقویت ملتی ہے کیونکہ روافض نظریہ امامت کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد نبوت ختم ہو چکی ہے لیکن ائمہ کرام پر وحی نازل ہوتی ہے اور اس نزول وحی کی بنا پر ائمہ انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں۔

مرزائی الہام کی ابتداء غیر مقلدین کی طرف سے ہوئی: عبداللہ غزنوی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے دادا محمد شریف کی قبر کے پاس جو اس دیار میں مرجع اور مقبول انام ہے گیا تو القاء ہوا "لا الہ غیرك" (یعنی تیرے سوا کوئی معبود نہیں) لیکن اُس وقت میں نے غلطی کی اور میں نے خیال کیا کہ یہ درود مجھ کو وظیفہ کرنے کے لیے سکھایا گیا ہے اب میں جان گیا کہ وہ اللہ کی طرف سے الہام تھا کہ میرے سوا (یعنی عبداللہ غزنوی کے سوا) دوسروں کی طرف رجوع کرنا عبادت اور استعانت شرک ہے۔
(سوانح عمری عبداللہ غزنوی صفحہ ۳ مولفہ مولوی عبدالجبار غزنوی)

فما هو جوابكم فهو جوابنا

مولانا محمد قاسم نانوتوی پر انکارِ ختم نبوت کا بہتان اور اس کا جواب: نصیب شاہ سلفی نے اپنے اس رسالے میں علماء دیوبند کی جتنی بھی عبارتیں پیش کی ہیں ان میں سے اکثر عبارتیں احمد رضا خان بریلوی اور ان کی جماعت کی کتابوں سے چوری کی ہیں جس کا جواب ہمارے اکابر نے بار ہا دیا ہے۔ تفصیلات کے لیے ہمارے استاذِ محترم مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کی کتاب "عبارات اکابر" وغیرہ کتب کا مطالعہ کریں۔ یہاں صرف اور صرف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر لگائے گئے بہتان "انکارِ ختم نبوت" کا جواب مختصر حاضر خدمت ہے۔

نصیب شاہ سلفی کی تحذیر الناس کی عبارت سمجھنے میں غلط فہمی: نصیب شاہ کو مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "تحذیر الناس" کی عبارت سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ اسی غلط فہمی کی وجہ سے یا ضد و عناد کی وجہ سے نصیب شاہ غیر مقلد نے مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر انکارِ ختم کا الزام لگایا ہے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کی مختصر وضاحت ملاحظہ فرمائیں:

تحذیر الناس کی عبارت کی وضاحت: تحذیر الناس کی عبارت یہ ہے "بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی ﷺ میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ صفحہ ۸۵)

عبارت کی وضاحت قرآنی آیت و حدیث کی روشنی میں: اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے لو کان فیهما الهة

الا اللہ لفسدتا (پارہ ۱۷، سورۃ الانبیاء آیت ۔ ۲۲) ترجمہ :اگر ہوتے دونوں (یعنی زمین وآسمان) میں اور معبود سوائے اللہ کے تو دونوں خراب ہوجاتے ۔حضور نبی کریم ﷺ نے بھی اللہ رب العزت کی طرح نہ ہونے والی بات کو فرض کر کے بیان فرمایا ہے ۔آپ ﷺ نے فرمایا: "لو کان بعدی نبی لکان عمر" (ترمذی ج۲ ص۔۲۰۹) ترجمہ :یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔

قرآن وحدیث سے ثابت ہوگیا کہ نہ ہونے والی بات کو فرض کر کے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں فریق مخالف اور احمد رضا بریلوی وغیرہ نے یا تو نا سمجھی کی وجہ سے مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ختم نبوت کا منکر کہا ہے یا پھر تعصب وعناد کی وجہ سے مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر انکار ختم نبوت کا الزام لگایا ہے۔

تحذیر الناس پر اعتراضات کے جوابات بریلوی علماء کی کتب سے: قرآن وحدیث کی طرف سے جواب دینے کے بعد اب دیکھنا یہ ہے کہ بریلویوں کے علماء کی تحذیر الناس کی اس عبارت کے بارے میں کیا رائے ہے؟

(۱) جناب خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ :میں نے تحذیر الناس کو دیکھا میں محمد قاسم کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے۔ خاتم النبیین کے معنی بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا کا دماغ پہنچا ہے وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی ۔قضیہ فرضیہ کو قضیہ واقعیہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا ہے۔ (ڈھول کی آواز ص۔ ۱۳)

(۲) پیر محمد کرم شاہ صاحب نے بھی اپنا فیصلہ احمد رضا خان کے خلاف دیا ہے ۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ :میں یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے کیونکہ اقتباس بطور عبارت النص اور اشارت النص اس امر پر بلاشبہ دلالت کرتے ہیں کہ مولانا نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ ختم نبوت زمانی کی ضروریات دین سے یقین کرتے تھے اور اس کے دلائل کو قطعی اور متواتر سمجھتے تھے انہوں نے اس بات کو صراحت سے ذکر کیا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت زمانی کا منکر ہے وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (تحذیر الناس میری نظر میں، صفحہ نمبر ۵)

حضرت نانوتوی کے نزدیک منکر ختم نبوت کافر ہے :احمد رضا خان بریلوی اور ان کی تقلید میں نصیب شاہ سلفی نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر تہمت لگائی کہ مولانا نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ ختم نبوت کے منکر تھے حالانکہ مولانا نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے بعد کسی اور نبی کے ہونے میں صرف تامل کرنے والے کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔

چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ :اپنا دین وایمان ہے کہ بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اسے کافر سمجھتا ہوں۔ (جوابات محذورات، صفحہ نمبر ۵)

اہل بدعت کا اذان اور دیگر اوقات میں اسم محمد ﷺ پر انگوٹھے چومنے پر استدلال اور اس کا جواب

اہل بدعت اصولی طور پر دو روایتیں پیش کرتے ہیں۔ ایک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے جب مؤذن کا یہ قول سنا کہ "اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ" تو اس وقت انہوں نے "قَبَّلَ بَاطِنَ الْاَنْمِلَتَیْنِ السَّبَّابَتَیْنِ وَمَسَحَ عَیْنَیْہِ فَقَالَ ﷺ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِیْلِیْ فَقَدْ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ"۔

ترجمہ:۔۔۔ اپنے کلمے کی انگلیوں کے باطنی حصوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا پس حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص میرے اس پیارے کی طرح کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ یہ روایت مسند فردوس دیلمی رحمہ اللہ کے حوالہ سے تذکرہ

الموضاعات۔ص۔۳۶۔اور۔الموضوعات کبیر۔ص۔۷۵۔میں نقل کی گئی ہے اور مفتی احمد یار خان صاحب نے مقاصد حسنہ کے حوالہ سے جاء الحق۔ص۔۳۸۷۔میں نقل کی ہے اور ترجمہ بھی مفتی صاحب ہی کا ہے اور یہ روایت مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس حنفیت۔ص۔۶۰۳۔میں نقل کی ہے۔

جواب:۔۔۔ علامہ محمد طاہر حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "ولا یصح" تذکرۃ الموضوعات۔ص۔۳۶۔کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے جب سرے سے یہ روایت صحیح ہی نہیں تو اس پر عمل کرنے کی کیسے گنجائش؟ اور خود مفتی احمد یار خان صاحب نے امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ سے "ولم یصح" نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے یہ حدیث پایۂ صحت تک نہ پہنچی۔ (جاء الحق۔ص۔۳۷۸)

مولوی محمد عمر صاحب کا یہ کمال ہے کہ انہوں تذکرۃ الموضوعات اور الموضوعات کبیر سے حوالے تو نقل کئے ہیں لیکن "لا یصح" کا جملہ شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں تف ہے اس علمی خیانت اور بد دیانتی پر۔

مفتی احمد یار خان صاحب کی چالاکی:۔۔۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ صحیح نہ ہونے سے ضعیف ہونا لازم نہیں کیونکہ صحیح کے بعد درجہ حسن باقی ہے لہٰذا اگر یہ حدیث حسن ہو تب بھی کافی ہے۔ (جاء الحق۔ص۔۳۸۲)

مگر مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ کوئی محدث جب مطلق "لا یصح" کہتا ہے تو اس کا مطلب اس کے بغیر اور کچھ نہیں ہوتا کہ یہ روایت ضعیف ہے اگر حدیث حسن ہوتی ہے تو اس کی تصریح کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے یا "لَيْسَ بِصَحِيحٍ بَلْ حَسَنٌ" وغیرہ سے اس کو تعبیر کرتے ہیں مطلق "لا یصح" سے حسن سمجھنا قلت فہم کا نتیجہ ہے۔

ایک وہم اور اس کا ازالہ: حضرت ملا علی القاری فرماتے ہیں کہ جب اس حدیث کا رفع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک صحیح ہو گیا تو عمل کے لئے یہی کافی ہے کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت لازم ہے۔
(موضوعات کبیر۔ص۔۷۵)

اور یہی دلیل مفتی احمد یار خان صاحب نے (جاء الحق۔ص۔۳۸۲) میں اور مولوی محمد عمر صاحب نے (مقیاس حنفیت۔ص۔۶۰۲) میں پیش کی ہے لیکن یہ حضرت ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ کا وہم ہے اس لئے کہ اگر واقعی یہ روایت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تک موقوف بھی صحیح ہوتی تب بھی حجت تھی مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جو روایت منقول ہے وہ مرفوع ہے اور اس کی سند سرے سے صحیح ہی نہیں ہے نہ یہ کہ مرفوع صحیح نہیں پھر یہ کہنا کہ مرفوع صحیح نہیں موقوف صحیح ہے اور عمل کے لئے کافی ہے کیسے صحیح ہوا؟ باقی جن حضرات نے یہ کہا ہے کہ "لا یصح رفعه" یا "لا یصح فی المرفوع" تو وہ ابن صالح رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بعض شیوخ کی موقوف روایت کے پیش نظر ہے۔ وہ اگر بالفرض صحیح بھی ہوں تب بھی موقوف ہونے کی وجہ سے حجت نہیں ہیں خصوصاً جبکہ ابن صالح رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ صحابی بھی نہیں ہیں۔ ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ کا وہم کوئی نئی چیز نہیں امام عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا ہے "وَمَنْ ذَا سَلِمَ مِنَ الْوَهْمِ" (لسان المیزان۔ص۔۱۷۔ج۔۱) وہم سے کون بچ سکتا ہے؟ "إِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ"۔

ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تحقیق:۔۔۔ مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ اگر یہ مان بھی لیا جاوے کہ یہ حدیث ضعیف ہے پھر بھی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔ (جاء الحق۔ص۔۳۸۳)

جواب:۔۔۔ یہ بھی مفتی صاحب کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے یہ کہہ دینا کہ فضائل اعمال میں ہر قسم کی حدیث غیر مشروط طور پر حجت ہوتی ہے قطعاً غلط ہے۔ امام قاضی ابن العربی المالکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۴۳ھ) وغیرہ تو ضعیف حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔ "لَا يُعْمَلُ بِهِ مُطْلَقًا" (القول البدیع۔ص۔۱۹۵) مطلقاً اس پر عمل صحیح نہیں ہے۔ اور جو عمل کرتے ہیں وہ شرطیں لگاتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۰۲ھ) لکھتے ہیں "اَلْعَمَلُ بِالْحَدِيثِ الضَّعِيفِ مُقَيَّدٌ بِشُرُوطٍ"۔

(احکام الاحکام۔ص۔۱۷۱۔ج۔۲) ضعیف حدیث پر عمل کرنا چند شرطوں سے مقید ہے وہ شرطیں کیا ہیں؟
چنانچہ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سن۹۰۲ھ) اپنے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے تین شرائط لکھتے ہیں کہ "اِنَّ شَرَائِطَ الْعَمَلِ بِالضَّعِیْفِ ثَلَاثَةٌ. اَلْاَوَّلُ : متفق علیه اَنْ یَّکُوْنَ الضَّعِیْفُ غَیْرَ شَدِیْدٍ فَیَخْرُجُ مَنِ انْفَرَدَ مِنَ الْکَذَّابِیْنَ وَالْمُتَّهَمِیْنَ بِالْکِذْبِ وَمَنْ فَحُشَ غَلَطُهٗ. اَلثَّانِیْ اَنْ یَّکُوْنَ مُنْدَرِجاً تَحْتَ اَصْلٍ عَامٍّ فَیَخْرُجُ مَا یُخْتَرَعُ بِحَیْثُ لَا یَکُوْنَ لَهٗ اَصْلٌ اَصْلاً. اَلثَّالِثُ اَنْ یَّعْتَقِدَ عِنْدَ الْعَمَلِ بِهٖ ثُبُوْتَهٗ لِئَلَّا یُنْسَبَ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَالَمْ یَقُلْهُ"۔ (القول البدیع۔ص۔۴۹۷)

ترجمہ:۔۔۔ ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تین شرطیں ہیں اول جو تمام حضرات محدثین میں متفق علیہ ہے کہ حدیث زیادہ ضعیف نہ ہو لہٰذا جس حدیث میں کوئی کذاب یا متہم بالکذب یا ایسا راوی منفرد ہو جو زیادہ غلطی کا شکار ہوا ہو تو اس کی ضعیف حدیث معمول بہ نہ ہوگی۔ دوم یہ کہ وہ عام قاعدہ کے تحت درج ہو اس سے وہ خارج ہوگئی جس کی کوئی اصل نہ ہو اور محض اختراع کی گئی ہو۔ سوم عمل کرتے وقت یہ اعتقاد نہ کرلیا جائے کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تاکہ آپ کی طرف ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو آپ نے نہیں فرمائی۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر سابقہ شرطوں کے ساتھ فضائل اعمال میں عمل کرنا جائز اور مستحب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ موضوع نہ ہو اگر روایت موضوع ہوگی تو ہرگز قابل عمل نہ ہوگی۔ چنانچہ حافظ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ "وَاِنْ کَانَ ضَعِیْفاً لَا یَدْخُلُ فِیْ حَیِّزِ الْمَوْضُوْعِ فَاِنْ اَحْدَثَ شِعَاراً فِی الدِّیْنِ مُنِعَ مِنْهُ وَاِنْ لَّمْ یُحْدِثْ فَهُوَ مَحَلُّ نَظَرٍ"۔
(احکام الاحکام۔ج۔۱۔ص۔۵۱)

ترجمہ: یعنی اگر ضعیف حدیث ہو بشرطیکہ وہ موضوع نہ تو اس پر عمل جائز ہے لیکن اگر اس سے دین کے اندر کوئی شعار قائم اور پیدا ہوتا ہو تو اس سے بھی منع کیا جائے گا ورنہ اس پر غور کیا جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا ضعیف حدیث اس وقت قابل عمل ہوگی جبکہ موضوع اور جعلی نہ ہو اور ساتھ ہی وہ دین کا شعار اور علامت نہ ٹھہرائی گئی ہو اگر دین کی علامت یا شعار کا خطرہ ہو تو اس سے بھی منع کیا جائے گا تو ایسی صورت میں ضعیف روایتیں کیسے حجت ہوسکتی ہیں؟ اور علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں : "یَجُوْزُ وَیُسْتَحَبُّ الْعَمَلُ فِی الْفَضَائِلِ وَالتَّرْغِیْبِ وَالتَّرْهِیْبِ بِالْحَدِیْثِ الضَّعِیْفِ مَالَمْ یَکُنْ مَوْضُوْعاً"۔ (القول البدیع۔ص۔۴۹۶)

ترجمہ:۔۔۔ کہ جائز اور مستحب ہے کہ فضائل اعمال ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ وہ موضوع اور جعلی نہ ہو۔ نیز لکھتے ہیں : "وَاَمَّا الْمَوْضُوْعُ فَلَا یَجُوْزُ الْعَمَلُ بِهٖ بِحَالٍ"۔ (ص۔۴۹۸)

ترجمہ:۔۔۔ بہرحال موضوع حدیث تو اس پر کسی حالت میں عمل جائز نہیں ہے۔

حاصل یہ ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث قابل عمل نہیں ہے بلکہ اس کے لئے حضرات محدثین کے نزدیک چند شرطیں ہیں اور جو حدیث موضوع اور جعلی ہو اس پر کسی حالت میں بھی عمل جائز نہیں نہ فضائل اعمال میں اور نہ ترغیب وترہیب وغیرہ میں انگلیاں چومنے کی تمام حدیثیں صرف ضعیف ہی نہیں ہیں بلکہ موضوع اور جعلی ہیں۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں : "اَلْاَحَادِیْثُ الَّتِیْ رُوِیَتْ فِیْ تَقْبِیْلِ الْاَنَامِلِ وَجَعْلِهَا عَلَی الْعَیْنَیْنِ عِنْدَ سِمَاعِ اسْمِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْمُؤَذِّنِ فِیْ کَلِمَةِ الشَّهَادَةِ کُلُّهَا مَوْضُوْعَاتٌ" انتہیٰ (تیسیر المقال سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ عماد الدین۔ص۔۱۲۳۔طبع ۱۹۷۸ء)

ترجمہ: وہ حدیثیں جن میں مؤذن سے کلمہ شہادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سننے کے وقت انگلیاں چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کا ذکر آیا ہے وہ سب کی سب موضوع اور جعلی ہیں۔ اسی مضمون کی روایت حضرت خضر علیہ السلام سے بھی منقول ہے مگر اس کے الفاظ یہ ہیں۔ "ثُمَّ یُقَبِّلُ اِبْهَامَیْهِ"۔ (الحدیث)

ترجمہ:۔۔۔ پھر اپنے دونوں انگوٹھے چومے۔ پہلی روایت میں انگوٹھوں کا ذکر نہیں بلکہ شہادت کی انگلیوں (اور ایک روایت میں ابہام اور سباحۃ) کا ذکر تھا اور وہ مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کے باب یا سرخی کے مطابق نہ تھی مگر یہ روایت مطابق ہے یہ روایت (موضوعات کبیر۔ص۔۷۵۔ اور تذکرۃ الموضوعات۔ص۔۳۶) وغیرہ میں ہے۔

اور مفتی احمد یار خان صاحب نے مقاصد حسنہ کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ (جاء الحق۔ص۔۳۷۸)

اور مولوی محمد عمر صاحب نے (طحطاوی۔ص۔۱۲۲) کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ (مقیاس۔ص۔۱۰۶)

لیکن علامہ محمد طاہر اور ملا علی القاری لکھتے ہیں۔ "بِسَنَدٍ فِيهِ مَجَاهِيلُ مَعَ انْقِطَاعِهِ الخ" (تذکرۃ۔ص۔۳۶۔موضوعات۔ص۷۵)

ترجمہ:۔۔۔ کہ اس کی سند میں کئی مجہول راوی ہیں اور سند بھی منقطع ہے۔ تو اس ضعیف روایت سے دین کیسے اخذ کیا جا سکتا ہے؟ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر لکھتے ہیں۔ "فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ قَوْمٌ مَجْهُولُونَ وَلَمْ يُكَلِّفْنَا اللّٰهُ تَعَالٰى أَنْ نَأْخُذَ دِينَنَا عَمَّنْ لَا نَعْرِفُهُ"۔ (کتاب القراۃ۔ص۔۱۲۷)

ترجمہ: کہ اس سند میں کئی راوی مجہول ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس کا مکلف نہیں ٹھہرایا کہ ہم اپنا دین مجہول راویوں سے اخذ کریں۔

انگوٹھے چومنے کا ایک اور وزنی ثبوت

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں صدر الافاضل مولائی مرشدی استاذی مولانا الحاج سید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مراد آبادی دام ظلہم فرماتے ہیں کہ ولایت سے انجیل کا ایک بہت پرانا نسخہ برآمد ہوا جس کا نام انجیل برنباس آج کل وہ عام طور پر شائع ہے اور ہر زبان میں اس کے ترجمے کئے گئے ہیں اس کے اکثر احکام اسلامی احکام سے ملتے جلتے ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے روح القدس (نور مصطفوی) کے دیکھنے کی تمنا کی تو وہ نور ان کے انگوٹھوں کے ناخنوں میں چمکایا گیا انہوں نے فرط محبت سے ان ناخنوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ (جاء الحق۔ص۔۳۷۹و۳۸۰)

مولوی محمد عمر صاحب نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور انجیل برنباس کا صفحہ بھی دیا ہے۔ (انجیل برنباس۔ص۔۶۰) اور عبارت بھی نقل کی ہے جو اغلب ہے کہ انجیل برنباس کی ہی عبارت ہوگی اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ پس حضرت آدم علیہ السلام نے بمنت یہ کہا کہ اے پروردگار یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر عطا فرما تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اس کے دونوں انگوٹھوں پر عطا کی (پھر آگے ہے) تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پدری محبت کے ساتھ بوسہ دیا اور اپنی دونوں آنکھوں سے ملایا۔ (مقیاس حنفیت۔ ص۔۴۰۶)

جواب۔۔۔ غیر مسلموں کی بات کو اپنی تائید میں پیش کرنا کوئی گناہ نہیں مگر سوال یہ ہے کہ اصل چیز کسی معقول طریقہ سے اسلام سے بھی تو ثابت ہو جب انگوٹھے چومنے کی سب حدیثیں ہی موضوع اور جعلی ہیں تو پھر اصل کیا؟ اور اس کی تائید کیا؟ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سابق زمانہ میں عیسائیوں کی اقتدا کرتے ہوئے کسی نے اسی انجیل برنباس کو پیش نظر رکھ کر یہ جعلی حدیثیں بنا ڈالیں اور یار لوگوں نے ان کو پلے باندھ لیا ہے باقی حقیقت کے ساتھ اس کا رتی بھر بھی کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ (آمین) (محصلہ راہ سنت)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿٤١﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٤٢﴾ هُوَ الَّذِيْ

اے ایمان والو یاد کرو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنا ﴿۴۱﴾ اور تسبیح بیان کرو اسکی صبح اور پچھلے پہر ﴿۴۲﴾ وہ وہی ذات ہے جو رحمت نازل کرتا ہے

يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿٤٣﴾

تم پر اور اسکے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں تاکہ وہ نکالے تمکو اندھیروں سے روشنی کی طرف اور وہ ایمان والوں کیساتھ بہت مہربان ہے ﴿۴۳﴾

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلٰمٌ ۚ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ

دعا انکی جسدن کہ وہ اس سے ملیں گے سلام ہے اور تیار کیا ہے اس نے ان کیلئے عزت کا ثواب ﴿۴۴﴾ اے نبی! بیشک ہمنے بھیجا ہے آپکو

شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ

شاہد بنا کر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ﴿۴۵﴾ اور بلانے والا اللہ کی طرف اسکے حکم سے اور روشن چراغ ﴿۴۶﴾ اور آپ خوشخبری دیں ایمان والوں کو

بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ

کہ بیشک ان کیلئے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے ﴿۴۷﴾ اور آپ نہ بات مانیں کفر کرنے والوں کی اور منافقوں کی اور چھوڑ دیں

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ

آپ انکی طرف سے ایذا رسانی اور بھروسہ کریں اللہ کی ذات پر اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کام بنانے والا ﴿۴۸﴾ اے ایمان والو جب تم نکاح کرو مؤمن عورتوں کیساتھ پھر تم

ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ

انکو طلاق دے دو قبل اسکے کہ تم انکو ہاتھ لگاؤ پس نہیں ہے تمہارے لئے ان پر کوئی عدت جسکو تم ان عورتوں سے پورا کراؤ پس

فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ

فائدہ پہنچاؤ انکو اور رخصت کرو انکو رخصت کرنا اچھے طریقے سے ﴿۴۹﴾ اے پیغمبر! بیشک ہمنے حلال قرار دی ہیں آپ کیلئے آپ کی بیویاں

اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ

جنکے مہر آپ نے ادا کردیئے ہیں اور وہ جو آپکی ملکیت میں ہیں جو اللہ نے آپ پر لوٹائی ہیں اور آپکی چچازاد، پھوپھی زاد اور

خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ

ماموں زاد اور خالہ زاد بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ ایماندار عورت بھی جو اپنے آپکو نبی کیلئے ہبہ کردے اگر نبی اس سے نکاح

اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۤ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا

کرنا چاہے یہ آپ کیلئے خاص ہے دیگر مومنوں کے علاوہ تحقیق ہم جانتے ہیں جو ہمنے مقرر کیا ہے

عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

ایمان والوں پر انکی بیویوں کے بارے میں اور انکی لونڈیوں کے بارے میں تاکہ تم پر کوئی حرج نہ ہو اور اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾ تُرْجِيْ مَنْ تَشَاۗءُ مِنْهُنَّ وَتُـــْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ

اور نہایت ہی مہربان ہے ﴿۵۰﴾ آپ پیچھے ہٹا دیں اپنی بیویوں میں سے جسکو چاہیں اور جگہ دیں اپنے پاس جسکو چاہیں اور جس کو آپ تلاش کریں

مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ

ان میں سے جنکو آپ نے الگ کردیا ہے تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے یہ بات زیادہ قریب ہے کہ ٹھنڈی ہوں انکی آنکھیں اور وہ غم نہ کھائیں اور وہ راضی ہوں

بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِىْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾

اس چیز پر جو آپ انکو دیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور بردبار ہے ﴿۵۱﴾

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ

نہیں حلال آپ کیلئے (اے پیغمبر!) عورتیں اسکے بعد اور نہ یہ کہ آپ تبدیل کریں انکے بدلے میں دوسری بیویاں اگرچہ انکا حسن

حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾

آپکو زیادہ اچھا لگے مگر وہ کہ مالک ہو آپکا دایاں ہاتھ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے ﴿۵۲﴾

﴿۴۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا... الخ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں آنحضرت ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت کا ذکر تھا۔ اب مؤمنین کے فرائض کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۶... فرائض مؤمنین، اوقات ذکر، نتیجہ ذکر الٰہی، ثمرہ دنیوی، ثمرہ اخروی، شرف خاتم الانبیاء وجامع صفات خمسہ، مستحقین بشارت، فرائض خاتم الانبیاء، خصوصی خطاب مؤمنین، غیر مدخولہ کی عدم عدت کا بیان، خصوصیات خاتم الانبیاء، واحکامات سبعہ۔ ماخذ آیات۔ ۴۱ تا ۵۲+

﴿۴۱،۴۲﴾ فرائض مؤمنین:ا:... اے مسلمانو! اللہ کو بکثرت یاد کیا کرو، ہمارے شیخ الحاج محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ذکر کثیر کی کیفیت اس وقت حاصل ہوگی جب ایک ایک رونگٹے بال اور چمڑی سے اللہ اللہ کی آواز آئے گی اور یہ کیفیت اللہ والوں کی صحبت سے میسر آتی ہے جب شیخ کامل ہو اور مرید سچا طالب ہو تو یہ نعمت بآسانی مل سکتی ہے حق تعالیٰ شانہ ہم سب مسلمانوں کو اپنی اصلاح اور کامل شیخ کی صحبت عطا فرمائے جنکی توجہ سے زندگی کا کایا پلٹ جائے۔

اوقات ذکر:... صبح وشام، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ذکر کثیر کہتے ہیں انسان کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کو نہ بھولے۔ اور یہی حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ (روح المعانی۔ص۔۳۰۰۔ج۔۲۱)

ذکر اللہ کی نہ کوئی حد معین، نہ وقت، اور نہ کوئی اس سے معذور ہے

اس آیت شریفہ میں دو احکام بیان کیے گئے ہیں :اس آیت سے پہلا مسئلہ یہ مستنبط ہوتا ہے کہ ذکر اللہ کی کوئی حد متعین نہیں ہے، نہ کوئی وقت۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس آیت کے متعلق ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے کوئی عبادت ایسی مقرر نہیں فرمائی جس کی کوئی متعین حد وانتہا بیان نہ کی ہو، اور اس عبادت سے اہل عذر کو معذور قرار دیا ہو سوائے ذکر کے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نہ اس کی کوئی حد وانتہا مقرر فرمائی ہے اور نہ کسی کو اس کے ترک سے مستثنیٰ یا معذور قرار دیا ہے۔ اِلّا یہ کہ مغلوب علی الترک ہو۔''

چنانچہ ایک اور جگہ ارشاد ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ۔ (سورۃ النساء۔ ۱۰۳)

یعنی کھڑے، بیٹھے اور لیٹے، رات، دن، خشکی میں سمندر میں، سفر میں حضر میں، غناء میں فقر میں، مرض میں صحت میں، خفیہ اور

اعلانیہ ہر حال میں اللہ کا ذکر کرو۔ اور یہاں ارشاد ہے وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔
صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کرو۔ جب تم یہ کیا کرو گے تو اللہ اور اس کے فرشتے تم پر رحمت و دعاء رحمت کریں گے۔
مسند احمدؒ میں حضرت ابوالدرداءؓ کی حدیث نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں تمہارے تمام اعمال میں سب سے بہتر عمل نہ بتلاؤں، جو تمہارے مالک (اللہ) کی نظر میں سب سے زیادہ پاکیزہ، تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا اور تمہارے لیے سونے چاندی کی بخشش سے زیادہ بہتر اور تمہارے لیے اس سے بھی بہتر ہے کہ تم دشمن کا سامنا کرو اور ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں؟'' صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کیا عمل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزوجل کا ذکر''۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)
ذکر اللہ کی ترغیب و فضائل پر بہت کثرت سے آیات و احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں بھی ذکر اللہ کی کثرت پر ترغیب دی گئی ہے۔ دن رات کے مختلف اوقات و اعمال کے اعتبار سے مختلف حضرات نے اذکار مرتب کیے ہیں۔ ان میں بہترین کتاب شیخ محی الدین نوویؒ کی کتاب الاذکار ہے (کذا فی ابن کثیر ملخصا) اور بندہ ناچیز نے بھی معارف الصالحین کے نام سے پاکیزہ مجموعہ جمع کیا ہے جو طبع ہو چکا ہے۔
ذکر کا اکثر اوقات و احوال میں غالب ہونا: دوسرا مسئلہ اس آیت سے متعلق یہ ہے کہ ارشاد ہے: ''وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا'' اس سے مراد دن کا اول و آخر حصہ ہے۔ ان اوقات کی تخصیص کا مقصد یہ نہیں کہ تسبیح و ذکر بقیہ تمام اوقات میں نہیں ہو گا صرف ان دو وقتوں کے ساتھ خاص ہے۔ بلکہ ان وقتوں کا ذکر ان کی دیگر اوقات پر فضیلت کے اعتبار سے ہے۔ اس لیے کہ ان وقتوں میں رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے تمام اذکار میں تسبیح۔ حالانکہ صرف تسبیح پڑھنا ہی ذکر نہیں بلکہ دیگر تمام اذکار کے ساتھ سبحان اللہ بھی ایک ذکر ہے، لیکن اس کے سب سے عمدہ ہونے کی بناء پر اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے۔
حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ''آیت میں تسبیح سے مراد نماز ہے'' یعنی جز کا اطلاق کل پر کیا گیا ہے۔ صبح کی تسبیح نماز فجر اور شام کی تسبیح نماز عشاء ہے۔ قتادہؒ سے بھی ایسا ہی منقول ہے، لیکن وہ شام سے نماز عصر مراد لیتے ہیں۔ یہ زیادہ اظہر ہے۔
(کذا فی الروح ملخصا ص ۳۰۱ جلد ۲۲)
ابوبکر بن جصاصؒ فرماتے ہیں کہ قتادہؒ نے فرمایا بکرۃً واصیلاً سے مراد صلوٰۃ الضحیٰ (چاشت کی نماز ہے) اور صلوٰۃ العصر ہے۔ (۳/۳۷۳) حضرت قتادہؒ کے اس قول کی بناء پر چاشت کی نماز کی فضیلت و مسنون ہونا ظاہر ہوتا ہے۔
﴿۴۳﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ... الخ **نتیجہ ذکر الٰہی:** اس آیت میں لفظ ''صلوٰۃ'' اللہ تعالیٰ کے لئے بھی مستعمل ہے اور فرشتوں کے لئے بھی مگر مصداق الگ الگ ہے اللہ کی صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ رحمت نازل فرماتے ہیں اور فرشتے خود تو کسی کام پر قادر نہیں ان کی صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے نزول رحمت کی دعا مانگتے ہیں۔ لِيُخْرِجَكُمْ... الخ **ثمرہ دنیوی:**... تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے آئے علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں یعنی معاصی کے اندھیروں سے طاعت کے نور کی طرف۔ طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جہالت سے معرفت الٰہی کی طرف کیونکہ جہالت ظلمت کے مشابہ ہے اور معرفت نور کے مشابہ ہے۔ اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں گمراہی سے ہدایت کی طرف۔ اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کفر سے ایمان کی طرف۔ واللہ اعلم
(روح المعانی۔ ص۔ ۳۰۲۔ ج۔ ۲۱)
حضرت تھانوی رحمہ اللہ واقعہ معراج میں لکھتے ہیں کہ: شفاء الصدور میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ میرے پاس جبرائیل آئے اور میرے رب کی طرف چلنے میں ہم سفر رہے یہاں تک کہ ایک مقام تک پہنچے پھر ٹھہر گئے میں نے کہا کیا جبرائیل ایسے مقام میں کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑتا ہے انہوں نے کہا کہ اگر میں اس مقام سے بڑھوں تو نور سے جل جاؤں انتہ
شیخ سعدی رحمۃ اللہ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے بدو گفت سالار بیت الحرام۔ کہ اے حامل وحی برتر خرام۔ چوں در دوستی مخلصم یافتی۔ عنانم ز صحبت چرا تافتی۔ بگفتا فراتر مجالم نماند۔ بماندم کہ نیروی بالم نماند۔ اگر یک سر موی برتر پرم۔ فروغ تجلی بسوزد پرم۔
ترجمہ:۔۔۔ بیت اللہ کے سالار نے اس سے کہا۔ کہ اے وحی کے حامل ذرا آگے چلو، آپ نے جب دوستی میں مجھے مخلص پایا، تو میری رفاقت سے باگ کیوں پھیر لی ہے، اس نے کہا کہ اس سے آگے میری مجال نہیں، میں تھک گیا ہوں کہ میرے بازوؤں میں طاقت نہیں رہی، اگر ایک بار برابر بھی اوپر اڑوں، تو تجلی کی فراوانی میرے پر جلا دے۔
اور اُسی حدیث مذکور میں یہ بھی ہے کہ پھر مجھکو نور میں پیوست کر دیا گیا اور ستر ہزار حجاب مجھکو طے کرائے گئے کہ ان میں ایک حجاب دوسرے حجاب کے مشابہ نہ تھا اور مجھ سے تمام انسانوں اور فرشتوں کی آہٹ منقطع ہوگئی اس وقت مجھکو وحشت ہوئی تو اس وقت مجھکو ایک پکارنے والے نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لہجہ میں پکارا کہ ٹھہر جائیے آپ کا رب صلوٰۃ میں مشغول ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ مجھکو ان دو امر سے تعجب ہوا ایک تو یہ کہ کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے آگے بڑھ آئے اور دوسرے یہ کہ میرا رب صلوٰۃ سے بے نیاز ہے ارشاد ہوا کہ اے محمد یہ آیت پڑھو "هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا" سو میری صلوٰۃ سے مراد رحمت ہے آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز کا قصہ یہ ہے کہ ہم نے ایک فرشتہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صورت کا پیدا کیا جو آپ کو ان کے لہجہ میں پکارے تا کہ آپ کی وحشت دور ہو اور آپ کو ایسی ہیبت لاحق نہ ہو جو آپ کے فہم و مقصود سے مانع ہو۔ (بحوالہ نشر الطیب۔ ص۔ ۶۰ تا ۶۱)
غیر انبیاء پر صلوٰۃ و سلام کا حکم۔ جہاں تک انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دیگر بزرگان سلف پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا تعلق ہے تو صاحب روح المعانی اس کے متعلق فرماتے ہیں: "غیر انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کے لیے صلوٰۃ کا جہاں تک معاملہ ہے علماء کے اقوال اس بارے میں مختلف ہیں۔ بعض نے علی الاطلاق جائز قرار دیا ہے۔" عام اہل علم کے نزدیک یہ جائز ہے، جواز پر استدلال باری تعالیٰ کے ارشاد: "هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلَائِكَتُه" سے کیا گیا ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ارشاد فرمایا: "اللھم صلی علیٰ اٰل ابی اوفی"۔ نیز حضور علیہ السلام دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا تھا: "اللھم اجعل صلوٰتك و رحمتك علیٰ اٰل سعد بن عبادة"۔ اسی طرح مسلم شریف کی ایک روایت ہے کہ "ان الملائكة تقول لروح المؤمن صلی الله علیك و علیٰ جسدك"۔
جبکہ بعض علماء کا قول ہے کہ: "غیر نبی پر صلوٰۃ کا اطلاق مطلقاً ناجائز ہے۔ اور بعض کے نزدیک مستقلاً تو جائز نہیں البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کے ساتھ تبعاً وضمناً غیر نبی پر بھی صلوٰۃ کی دعا کی جاسکتی ہے جیسا کہ نصوص میں وارد ہے۔ مثلاً آل اور اصحاب پر۔
امام قرطبیؒ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ تنویر الابصار میں ہے کہ: "ولا یصلی علیٰ غیر الانبیاء والملائكة إلا بطرق التبع" اس قول کے اعتبار سے غیر انبیاء کے لیے صلوٰۃ کا استعمال مکروہ تحریمی ہونے، یا مکروہ تنزیہی ہونے، یا خلاف اولیٰ ہونے کا احتمال رکھتا ہے۔ امام احمدؒ سے استقلالاً صلوٰۃ علیٰ غیر الانبیاء کی کراہت منقول ہے۔ شوافع کا مذہب یہ ہے کہ ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ : ”محققین کا مذہب وہ ہے اور میرا میلان بھی اسی جانب ہے جو امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ نے فرمایا ہے اور بہت سے فقہاء و متکلمین نے اسی کو اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ ”صلوٰۃ وسلام کے صیغوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ خاص رکھنا ایسے ہی واجب ہے جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ذکر کے ساتھ تقدیس وتنزیہہ کے کلمات خاص کرنا واجب ہے اور غیر انبیاء کے لیے مغفرت اور رضا کی دعا کرنی چاہیے۔ جیسے خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے : رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (سورۃ التوبۃ۔ آیت۔ ۱۰۰) اور فرمایا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (سورۃ الحشر۔ آیت ۱۰)

غیر نبی پر صلوٰۃ والسلام کے موجد روافض ہیں: مزید برآں یہ کہ غیر نبی پر صلوٰۃ وسلام کا معاملہ ایسا ہے جو قرونِ اولیٰ میں رائج نہ تھا بلکہ یہ عمل سب سے پہلے روافض نے اپنے بعض ائمہ کے متعلق شروع کیا اور اہل بدعت کی مشابہت کی ممانعت ہے۔ لہٰذا ان کی مخالفت کرنا واجب ہے۔ اس بات میں کوئی خفاء نہیں کہ اہل بدعت کی مشابہت ممنوع اور مکروہ ہونا ایک ثابت شدہ اصول ہے لیکن مطلقاً نہیں، بلکہ جہاں مشابہت مذموم ہو یا مشابہت کا قصد کیا جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سندِ صحیح کے ساتھ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا : لا تنبغی الصلوٰۃ من أحدٍ علی احد الا علی النبی ﷺ ولکن یدعی للمسلمین و المسلمات بالاستغفار اس سے بھی غیر نبی پر صلوٰۃ کی کراہت یا حرمت کا احتمال ثابت ہوتا ہے۔

غرض جو حضرات اس ممانعت کے قائل ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ لفظ ”صلوٰۃ“ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے شعار اور ان کی تعلیم وتوقیر کے کلمہ کے طور پر مخصوص ہو گیا ہے۔ لہٰذا کسی دوسرے کے لیے بالاستقلال اس کا اطلاق درست نہیں اگرچہ (لغوی معنیٰ کے اعتبار سے) صحیح ہے۔ جیسے حضور علیہ السلام کے لیے محمد عزوجل“ کے الفاظ بولے جاتے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس عزیز بھی ہے اور جلیل بھی۔ لیکن چونکہ ان کلمات یعنی عزوجل کے ساتھ ثناء وتعظیم صرف حق تعالیٰ شانہٗ کے لیے شعار بن چکی ہے، لہٰذا کوئی اور اس میں شریک نہیں کیا جاسکتا۔

جہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی روایات کا تعلق ہے جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کے لیے صلوٰۃ کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو اس کا جواب یہ کہ یہ لفظ اللہ ورسول کا حق ہیں اور یہ ان کا توحق ہے کہ وہ ان کلمات کے ساتھ جسے چاہیں نوازیں، لیکن دوسرے کو بغیر اجازت ایسا کرنے کی اجازت نہیں۔ اور اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ کو دوسروں کے لیے استعمال کرنے کی اجازت ثابت نہیں۔ اسی بناء پر امام ابن عساکرؒ نے فرمایا ہے کہ : ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار مطلقاً حاصل ہے کہ دوسروں کے لیے صلوٰۃ استعمال فرمائیں کیونکہ یہ آپ ہی کا حق اور منصب ہے۔ لہٰذا اس میں تصرّف کا اختیار بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ جیسے چاہیں اس میں تصرف فرمائیں۔ بخلاف اُمت کے کہ اس کو اس بارے میں کوئی اختیار نہیں کہ کسی اور کے لیے وہ لفظ استعمال کریں جو آپ علیہ السلام کا حق ہے۔“

اور جو حکم صلوٰۃ کا ہے وہی سلام کا بھی ہے۔ چنانچہ ابن فارس اللغوی نے صراحت کی ہے کہ فرضیت میں دونوں (صلوٰۃ و سلام) برابر ہیں کیونکہ آیت میں دونوں ہی کا حکم لیا گیا ہے اور امر وجوب ہی کے لیے ہوتا ہے حقیقت کے اعتبار سے الا یہ کہ معنیٰ حقیقی سے انحراف کی کوئی دلیل موجود ہو۔

انبیاء کے علاوہ غائب افراد کے لیے ”سلام“ کا حکم: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ دوسرے غائب افراد کے لیے لفظ سلام استعمال کرنے کے متعلق شرح الجوہرۃ للقانی میں امام جوینیؒ سے منقول ہے کہ ”سلام بھی صلوٰۃ کے معنیٰ میں ہے لہٰذا

غائب کے حق میں استعمال کرنا درست نہیں، نہ ہی انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسروں کے لیے انفراداً سلام استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ''علی علیه السلام'' کہنا جائز نہیں بلکہ ''علی رضی الله عنه'' کہا جائے۔ اور یہ حکم مردہ زندہ سب کے حق میں یکساں ہے۔ ہاں! اگر کوئی شخص موجود اور حاضر ہو تو اس کے لیے ''السلام'' یا ''السلام علیك'' یا ''السلام علیکم'' کہنا ثابت اور جائز ہے اور یہ حکم اجماعی ہے'' (انتہیٰ)

اس حکم کو اجماعی کہنا تو محل نظر ہے کیونکہ دوسرے بعض حضرات نے صلوٰۃ وسلام میں فرق کرتے ہوئے کہا ہے کہ صلوٰۃ تو غیر نبی کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا لیکن سلام ہر مومن کے حق میں مشروع ہے، لیکن یہ درست نہیں، کیونکہ محققین کے نزدیک جو سلام مومنین کے حق میں مشروع ہے وہ سلام ہے جو تحیۃً اور ملاقات وزیارات کے وقت کیا جاتا ہے، یا مُردوں پر زیارتِ قبور کے وقت کیا جاتا ہے اور یہ سلام جواب کا متقاضی نہیں ہوتا ہے، اور ہماری بحث اس سلام میں ہے جو دعاء اور تعظیماً کیا جاتا ہے اور یہ سلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ لہٰذا غیر نبی پر ایسا سلام انفراداً و مستقلاً جائز نہیں۔ ہاں اگر نبی کے ساتھ تبعاً ہو تو جائز ہے۔ امام سبکیؒ نے شفاء السقام میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (کذا فی روح المعانی۔ ص ۵۵ ۳ جلد ۲۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رحمت کی دعا کا حکم۔ روح المعانی میں ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں دعائے رحمت کے جواز میں اختلاف ہے۔ ابن عبد البرؒ کے نزدیک جائز نہیں۔ لیکن یہ قول رد ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں دعائے رحمت کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ تشہد کی حدیث میں ''السلام علیك أیها النبي ورحمة الله وبر کاته'' کے الفاظ ہیں۔ انہی احادیث میں سے ایک وہ حدیث ہے جس میں ایک دیہاتی کا قول ہے: ''اللهم ارحمني و محمداً'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس قول کی تقریر اسی طرح خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی ہے کہ: ''اللهم إنی أسألك الرحمة من عندك. اللهم أرجو رحمتك، یا حي یا قیوم برحمتك أستغیث'' یہ سب بھی آپ علیہ السلام کے حق میں دعائے رحمت کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔

ہاں! یہ کہا جا سکتا ہے کہ جواز اس وقت ہے جب کہ رحمت کی دعا کے ساتھ صلوٰۃ یا سلام کے الفاظ ملائے جائیں، ورنہ صرف دعائے رحمت جائز نہیں۔ علماء کی ایک جماعت جن میں سیوطیؒ بھی ہیں کا یہی قول ہے بلکہ قاضی عیاضؒ نے تو ''اِلا کمال'' میں جمہور کا یہ قول نقل کیا ہے۔ امام تفسیر قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ: یہی قول صحیح ہے۔

اور امام غزالیؒ نے صرف دعائے رحمت (بغیر صلوٰۃ وسلام کے) کو ناجائز کہا ہے اور فرمایا ہے: ''ولا یجوز ترحم علی النبي صلی الله علیه وسلم ویدل علیه قوله تعالیٰ: لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً'' رہی یہ بات کہ لفظ ''صلوٰۃ'' کے معنیٰ بھی رحمت ہی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ انبیاء کرام علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے ان کی تعلیم و توقیر کی بناء پر، پھر ان کے حق میں یہ محض رحمت کے معنیٰ میں نہیں، بلکہ یہ خاص معنیٰ میں جس کی تفصیل سابق میں گزر چکی ہے۔ (روح المعانی۔ ص۔ ۵۷ ۳ جلد ۲۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں مغفرت یا عفو کی دعا کا حکم: طحطاوی نے در مختار کے حواشی میں فرمایا ہے کہ ''وینبغي ان لا یجوز غفر الله تعالیٰ له'' ''أو سامحه'' یعنی آپ علیہ السلام کے لیے یہ الفاظ: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، یا انہیں معاف فرمائے، جائز نہیں۔ کیونکہ اس سے آپ علیہ السلام کی طرف نقص کی نسبت کا وہم ہوتا ہے۔ اور صاحب روح المعانی بھی اسی طرف میلان ہے اگرچہ مغفرت کی دعا سے گناہگار ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ بعض اوقات دعائے مغفرت زیادتی اور

بلندئ درجات کے لیے بھی ہوتی ہے۔ جیسے کہ خود آپ علیہ السلام روزانہ سو مرتبہ استغفار فرماتے تھے۔(روح المعانی۔ ۲۲/۳۵۸)

ہدیہ درود وسلام اس اُمت کی خاصیت ہے: رسول اکرم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے درود وسلام پڑھنے کا اُمت کو حکم دیا جانا، اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے خواص میں سے ہے۔ اس سے قبل کسی اُمت کو اپنے نبی پر صلوٰۃ وسلام کا حکم نہیں دیا گیا۔

دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھنا چاہیے: ہماری جانب سے دیگر انبیاء علیہم السلام پر صلوٰۃ وسلام کا حکم یہ ہے کہ یہ بلا کراہت جائز ہے۔ سندِ صحیح کے ساتھ حدیث شریف میں ہے کہ "اذا صلّیتم علی المرسلین فصلّوا علی معھم فانی رسولٌ من المرسلین" اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: "اذا سلّمتم علیّ فسلّموا علی المرسلین"

نیز بیہقیؒ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صلّوا علیٰ انبیاء اللہ و رسلہ فان اللہ تعالیٰ بعثھم کما بعثنی" اس حدیث کی سند اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس طرح کے امور میں ضعیف حدیث سے بھی استدلال جائز ہے جیسا کہ واضح ہے۔

کیا صرف درود یا صرف سلام پر اکتفا کرنا جائز ہے؟ ایک سوال یہ ہے کہ کیا صرف درود شریف پر اکتفا کرنا جائز ہے؟ اس طور پر کہ سلام کے الفاظ نہ ہوں یا اس کے برعکس کہ صرف سلام ہو درود نہ ہو؟

امام نوویؒ نے مذکورہ آیت (صلّوا علیه و سلّموا تسلیما) سے ان دونوں میں سے صرف ایک پر اکتفا کرنا مکروہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ آیت میں دونوں کا اکٹھے حکم دیا گیا ہے۔ بعض دیگر علماء نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔ علامہ ابن حجر الہیثمی نے فرمایا ہے کہ: "لیکن حق یہ ہے کہ کراہت سے خلافِ اولیٰ مراد ہے، کیونکہ کراہت کا کوئی مقتضیٰ نہیں پایا جاتا"۔

حمویؒ نے ہمارے علماء (احناف) سے منیۃ المفتی میں نقل کیا ہے کہ: "صلوٰۃ یا سلام کو علیحدہ علیحدہ پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں۔ پھر علامہ میرک سے نقل کیا ہے کہ" یہ اختلاف ہمارے نبی پر علیحدہ علیحدہ درود وسلام کے بارے میں ہے۔ لیکن جہاں تک دوسرے انبیاء علیہم السلام کا تعلق ہے تو ان پر علیحدہ علیحدہ پڑھنے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، بلکہ سب کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔ اور جو کوئی اس کا دعویٰ کرے تو اسے چاہیے کہ اس بارے میں کوئی صریح نقلی دلیل لائے، لیکن ایسی کسی دلیل کی کوئی راہ نہیں پائے گا۔

بعض علماء نے صراحت کی ہے کہ کراہت کے قائلین کے نزدیک یہ کراہت الگ الگ پڑھنے میں ہے الگ الگ لکھنے میں نہیں۔

اور حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس آیت سے صلوٰۃ وسلام کے الگ الگ پڑھنے کی کراہت پر استدلال کرنا غایت درجہ ضعیف ہے کیونکہ آیت سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے یہ صلوٰۃ وسلام دونوں مامور بہ ہیں لیکن دونوں ایک ہی زمانہ میں بایں طور کہ ایک کو دوسرے پر عطف کرتے ہوئے پڑھا جائے، اس پر آیت میں کوئی دلیل نہیں لہٰذا اگر کسی نے صبح کو حضور علیہ السلام پر درود پڑھا اور شام میں سلام تو اس نے حکم کی تعمیل کی کیونکہ یہ ایسا ہے جیسے باری تعالیٰ کا ارشاد: "وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ" ہاں! اکثر سلف نے دونوں کو جمع کر کے ہی اختیار کیا ہے لہٰذا اس سے عدول کرنا مستحسن نہیں۔

کیا حضور علیہ السلام پر خود بھی درود پڑھنا واجب ہے؟ ایک مسئلہ یہ ہے کہ جس طرح حضور علیہ السلام پر اپنی رسالت کی گواہی لازم تھی اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی ذات پر درود وسلام پڑھنا بھی واجب ہے؟ علما کے اقوال مختلف ہیں بعض نے وجوب کا قول کیا ہے اور بعض جلیل القدر شوافع نے اس کی صراحت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز میں درود پڑھنا واجب

ہے۔اور یہ بھی منقول ہے کہ نماز کے علاوہ حضور علیہ السلام اپنے آپ پر سلام بھیجتے تھے۔جیسا کہ اونٹنی کے گم ہونے کے واقعہ اور زینب ؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے شوہر ابوالعاص کے فدیے میں دیئے گئے ہار کی واپسی کے واقعہ پر منقول ہے۔اس میں آپ نے اپنے آپ پر صلوٰۃ وسلام کا ذکر فرمایا ہے۔اور یہ احتمال کہ دونوں حدیثوں میں وہ صلوٰۃ وسلام راوی کی طرف سے ہو،بعید ہے۔جبکہ بعض علماء نے حکم يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کے خطاب میں آپ علیہ السلام کے داخل ہونے کے بارے میں توقف فرمایا ہے کیونکہ قرائن سے ظاہر ہے کہ یہ حکم اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں شامل نہیں۔اور دلیل یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت کا حکم اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے،البتہ اہل اصول کا اصح قول یہ ہے کہ آپ علیہ السلام بھی اس حکم میں علی الاطلاق داخل ہیں۔

کیا صلوٰۃ وسلام کے ماثور ومنقول صیغوں پر اکتفا کرنا ضروری ہے؟ایک مسئلہ یہ ہے کہ کیا درود وسلام کے جو صیغے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ومنقول ہیں انہی پر اکتفا کرنا ضروری ہے یا ہر شخص کے لیے اس بات کی گنجائش ہے کہ وہ جن کلمات یا عنوان کے ساتھ چاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ سکتا ہے؟

بخاری ومسلم میں حضرت براء بن عازب ؓ کی ایک حدیث کتاب الدعوات میں منقول ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اذکار درود وغیرہ میں ماثور ومنقول الفاظ پر ہی اکتفا کرنا لازم ہے۔وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت براء بن عازب ؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم اپنے بستر پر آؤ تو وضو کرو جیسے نماز کے لیے وضو کرتے ہو پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ کر یہ کلمات کہو :اللهم اسلمت وجهي اليك و فوّضت امري اليك و ألجأت ظهري اليك رغبة و رهبةً اليك لا ملجاء ولا منجاء منك الا اليك امنت بكتابك الّذي انزلت و بنبيك الذي ارسلت۔

اگر تم کو (اس رات میں) موت آ گئی تو تم فطرت (اسلام) پر مرو گے اور ان کلمات کو اپنا سب سے آخری کلام بناؤ۔

میں نے عرض کیا : کیا آپ میرے لیے ''وبرسولك الذي ارسلت'' کے الفاظ کی اجازت دیتے ہیں (بنبيك کی جگہ)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں ''بنبيك الذي ارسلت'' (اللفظ للبخاری)

حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں : ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ''نبی'' کے لفظ کے بجائے ''رسول'' کے لفظ کہنے سے منع کرنے کی حکمت میں زیادہ بہتر بات یہی ہے کہ اذکار کے الفاظ توقیفی ہوتے ہیں اور ان کلمات کے اپنے کچھ خواص واسرار ہوتے ہیں۔عقل ورائے کا اس میں دخل نہیں لہٰذا جو الفاظ وارد ہوئے ہیں انہی کی حفاظت واجب ہے۔امام مازری ؒ کی یہی رائے ہے وہ فرماتے ہیں :اذکار میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں انہی حروف کے ساتھ منحصر رہیں گے۔بعض اوقات جزاء انہی حروف کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔ممکن ہے کہ وہ کلمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ وحی بتلائے گئے ہو لہٰذا انہی حروف کے ساتھ ان کی ادائیگی متعین ہے۔علامہ عینی ؒ اور امام نووی ؒ سے بھی ایسا ہی منقول ہے اور نووی ؒ نے اسی قول کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں : ''وهٰذا القول حسن''۔

(مسلم۔ج۔۲۔ص۔۳۴۶)

مفتی محمد شفیع ؒ فرماتے ہیں کہ خود حضرت براء ؓ کا عمل بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ انہوں نے مذکورہ کلمات کو انہی الفاظ وحروف کے ساتھ یاد کرنے کا اہتمام فرمایا تھا جیسا کہ بعض روایات میں ان کا یہ قول مروی ہے کہ : ''فرددتها۔ أي رددت تلك الكلمات لأحفظهن''۔(بخاری۔ج۔ا۔ص۔۴۰ رقم الحدیث ۲۴۷)

اگر ماثور و منقول الفاظ میں کوئی امتیازی خصوصیت اور فضیلت نہ ہوتی تو ان کے یاد کرنے اور دہرانے کے اہتمام کی ضرورت نہ تھی اسی طرح صحابہ کرامؓ آیت مذکورہ 'صلّوا علیہ' کے نزول پر صلوٰۃ کی کیفیت دریافت کرنا بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے کہ وارد شدہ الفاظ ہی اصل ہیں اور تمام اذکار اور درود وسلام میں مناسب اور بہتری یہی ہے کہ جو کلمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں انہی کا اہتمام کرنا چاہیے۔

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں :وفی السوال والجواب المذکورین فی الحدیث دلالۃ علیٰ أن الأذکار والا دعیۃ یراعی فیھا اللفظ ما أسکن. فان الصحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین بعد ما علموا صیغۃ السلام لم یقیسوا علیہ صیغ الصلوٰۃ من أنفسھم بل طلبوا منہ ﷺ تلقین صیغۃ الصلوٰۃ (انتھی ص۔ ۳۵۲ جلد ۲۲) اس سے بھی مذکورہ تفصیل کی تائید ہوتی ہے۔

آگے روح المعانی میں بعض صحابۂ کرامؓ اور تابعینؒ عظام سے درود وسلام کے صیغے توقیفی اور منصوص پر اکتفا لازم نہ ہونے کے اقوال بھی نقل کیے گئے ہیں جن میں ابن مسعودؓ کی ایک روایت (جسے مصنف عبدالرزاق مسند عبد بن حمید ابن ماجہ اور ابن مردویہ نے نقل کیا ہے) ذکر کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو تو بہت اچھا درود پڑھو کیونکہ ممکن ہے وہ درود آپ علیہ السلام پر پیش کیا جائے۔ لوگوں نے عرض کیا: ہمیں سکھا دیجئے۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا: یہ کلمات کہا کرو:

اللھم اجعل صلوٰتک ورحمتک و برکاتک علیٰ سیّد المرسلین و امام المتقین و خاتم النبیین محمد عبدک و رسولک امام الخیر و قائد الخیر و رسول الرحمۃ۔ اللھم ابعثہ مقامًا محمودًا یَغبطہٗ بہ الأوّلون والأخرون اللھم صلّ علیٰ محمد و علیٰ آل محمدٍ کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ آل ابراھیم انک حمیدٌ مجید۔ (روح المعانی۔ج۔ ۲۲۔ص۔ ۳۵۳)

مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں: اس سے بھی عدم توقیف پر استدلال نہیں ہو سکتا بلکہ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اس میں عدم توقیف کے بجائے توقیف کی دلیل ہے کیونکہ ابن مسعودؓ نے لوگوں کو اپنی طرف درود وسلام کے صیغے ایجاد کرنے سے منع فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پر مشتمل درود شریف خود ہی سکھا دیا تاکہ خود جو چاہیں اپنی طرف سے ایجاد نہ کریں۔ جب ابن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کو اپنے تلامذہ و اصحاب جو خود بھی کم از کم تابعین ضرور تھے، ان پر اطمینان نہ تھا تو اس دور کے عجمیوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جنہیں عربی زبان و بیان کی ہوا بھی نہیں لگی اور نہ انہیں صلوٰۃ کی نزاکت کا احساس ہے، ان کو کیسے اس امر کی اجازت دی جا سکتی ہے کہ وہ از خود صلوٰۃ والسلام کے صیغے ایجاد کرلیں؟

ہاں! توقیف سے یہ مراد بہر حال نہیں ہے کہ یہ واجب و لازم ہے اور اگر غیر منصوص و غیر منقول صیغوں سے درود شریف پڑھا جائے تو گناہ ہوگا۔ ایسا نہیں ہے، بلکہ توقیف سے مراد یہ کہ افضل اور بہتر یہ ہے کہ منقول صیغوں پر ہی اکتفا کیا جائے۔ کیونکہ انہی میں ثواب بھی زیادہ ہے اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں زیادہ محبوب و پسندیدہ بھی یہی منصوص ہی ہیں، اگرچہ غیر منقول صیغوں سے بھی درود وسلام پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ ان میں صلوٰۃ و رحمت کی دعا اللہ تعالیٰ سے کی جائے۔

ضروری تنبیہ: بعض صوفیاء کرام و مشائخ سے جو بہت سے غیر ماثور صیغے منقول ہیں، مثلاً دلائل الخیرات وغیرہ کے، اور اپنے مریدین کو ان کی تلقین کرنا ثابت ہے وہ کثرت ثواب کے لیے نہیں ہے بلکہ دوسرے مقاصد کے پیش نظر ہے۔ مثلاً سالکین کی تقویت نشاط یا قلب میں رقت و گداز پیدا کرنے کی خاطر ہے۔ راہ سلوک کے مبتدی حضرات کے لیے اس طرح کے غیر ماثور وظائف و درود

کی اجازت ہے کہ اگر تقاضائے حال کے مطابق مذکورہ بالا جائز مقاصد کے لیے ایسے غیر ماثور صیغے اختیار کیے جائیں تو ان کی بھی اجازت ہے اگرچہ ثواب فضیلت کے اعتبار سے ماثور و منقول صیغے ہی زیادہ بہتر ہیں اور یہی حکم تمام اذکار و اوراد اور دعاؤں کا ہے۔

﴿۴۴﴾ تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ. ثمرہ اخروی۔ یہ اصل صلوٰۃ کی تفسیر ہے۔ امام راغب رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں اس سے مراد قیامت کا دن ہے جب مؤمن بندے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملیں گے تو ان کا اعزازی خطاب سلام سے کیا جائے گا "یعنی السلام علیکم" کہا جائے گا۔ اور بعض ائمہ تفسیر کہتے ہیں کہ مرنے کے وقت اور قیامت کے دن اٹھنے کے وقت یا جنت میں داخل ہونے کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا خیر مقدم سلام سے ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ملک الموت جب کسی مؤمن کی روح قبض کرنے کے لئے آتا ہے تو پہلے اسے سلام کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سلام پہنچاتا ہے۔ (روح المعانی ص۔۳۰۳۔ ج۔۲۱)

﴿۴۵﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ الخ شرف خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم وجامع صفات خمسہ:۔۔۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ جامع صفات کا ذکر فرماتے ہیں۔ شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ اور سراج منیر۔ ان پانچ صفات کو ذکر کرنے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرنے کا طریقہ بتایا ہے کہ جس طرح میں ان سے خطاب کروں اسی طرح تم بھی خطاب کیا کرو۔ میں نے سارے قرآن میں کہیں بھی آپ کا نام لے کر خطاب نہیں کیا۔ تمام انبیاء علیہم السلام کو خطاب نام لے کر لیا گیا ہے چنانچہ حضرت آدم کو خطاب نام لے کر کیا گیا۔ "یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ"۔ (بقرہ۔۳۵)

حضرت نوح علیہ السلام نے جب بیٹے کو غرق ہوتے ہوئے دیکھا تو دعا کی، حق تعالیٰ شانہ نے نام لے کر فرمایا "یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ"۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا نام لے کر فرمایا: "یٰیَحْیٰی خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ"۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے لٹایا تو حق تعالیٰ شانہ نے قربانی قبول کرتے ہوئے نام لے کر ارشاد فرمایا "وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر نام لے کر فرمایا: "وَمَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰی قَالَ هِیَ عَصَایَ"۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خطاب فرمایا نام لے کر "اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ" غرضیکہ تمام انبیاء علیہم السلام کو حق تعالیٰ شانہ نے نام لے کر پکارا ہے۔ مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب باری آئی تو طرز خطاب ہی بدل دیا۔ نام لے کر خطاب کرنے کی بجائے کہیں "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ" اور کہیں فرمایا "یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ" اور کہیں "یٰسٓ" کے پیارے خطاب سے نوازا۔ مگر بدعت کے شیدائی کو بات سمجھ نہیں آتی کہ وہ نام لے لے کر پکارتا ہے اور اپنے عشق کا اظہار کرتا ہے حقیقت میں بے ادبی کا اظہار کر رہا ہوتا ہے مگر عقل پر جنون کا غلبہ اور بدعت کی نحوست کے پردہ حائل ہونے کی وجہ سے وہ سمجھتا ہے کہ شاید نام لے کر پکارنے سے عشق رسول کا اظہار ہوتا ہے ایسے لوگوں کے لئے قرآن مجید کا فیصلہ سماعت فرمالیں فرمایا "اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ"۔ (حجرات۔۴) یعنی بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں اکثر ان میں سے عقل نہیں رکھتے اس میں ادب کی طرف اشارہ کر دیا کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف نہ لائیں تو باہر سے پکارنا ممنوع ہے اور ادب کے خلاف ہے اور اس ساری بحث کا مقصد بھی یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر خطاب نہیں کرنا چاہئے۔ پہلی صفت "شَاهِدًا" ہے اس کا معنی سمجھنے کی کوشش کریں ورنہ اہل بدعت معاملہ صاف نہیں ہونے دیتے بلکہ امت مسلمہ کو دھوکہ دیتے ہیں یاد رکھیں قرآن کریم میں تین مقام پر شہید کا لفظ مثلاً سورۃ بقرہ کے دوسرے پارے کی دوسری آیت میں اور سورۃ نساء کی آیت ۴۱ میں اور سورہ حج کی آخری آیت

میں اور یہاں اور سورۃ مزمل ایت ۱۵ میں "شاہد" کا لفظ ہے اس کی تفسیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح بخاری ص ۶۴۵ ج ۱ اور ترمذی ص ۱۶۰ ج ۲ وغیرہ میں منقول ہے جس میں سورۃ بقرہ دوسرے پارے کی دوسری آیت میں تحریر کر چکا ہوں آپ دیکھ لیں جس سے آپ کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ قیامت کے دن ہر امت سے ایک گواہ (یعنی اس امت کا پیغمبر) آئے گا آیت کا مفہوم ہے کہ ہم آپ کو آپ کی امت پر گواہ بنائیں گے اور آپ کی امت تمام پہلی امتوں پر شہادت اور گواہی دے گی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود "شاہد اور شہید" کا معنی بہ سند صحیح ثابت ہو چکا ہے تو اب اس کے مقابلہ میں اگر کسی مفسر نے اپنی ذاتی رائے اور نظریہ کچھ اور پیش کیا ہو تو وہ مردود ہے۔ اب شاہد کا کیا معنی ہے امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں فرماتے ہیں کہ شاہد کا معنی "معلماً" یعنی ہم نے آپ کو معلم بنا کر بھیجا، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں معنی کرتے ہیں "شاهدا لله بالوحدانية" ہم نے آپ کو اللہ کی وحدانیت کا گواہ بنا کر بھیجا۔ (ابن کثیر۔ص۔۸۲۱۔ج۔۲)

حافظ ابن کثیر کا یہ فرمانا بالکل صحیح اور درست ہے چنانچہ سورۃ ال عمران آیت ۱۸ میں ہے۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ اس کے بغیر کوئی الہ نہیں اور فرشتوں نے بھی اہل علم نے بھی گواہی دی۔ اور قرآن کریم آیت فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (مائدہ ۸۳) اس لیے آپ ہمیں شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ دیجئے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس کا مطلب مستدرک ص ۳۱۳ ج ۲ میں بیان کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں لکھ جنہوں نے آپ کی اور دیگر انبیاء کے لیے یہ گواہی دی ہے کہ واقعی حضرات انبیاء کرام نے اللہ کے احکام لوگوں تک پہنچائے ہیں یہ معنی قطعاً نہیں ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ لکھ دے جو حاضر و ناظر ہیں یہی حق ہے۔

اہل بدعت کا اعتراض : وہ کہتے ہیں کہ جو گواہ ہوتا ہے اس کا موقعہ پر موجود ہونا ضروری ہے۔ لہذا ثابت ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا قرآن و حدیث اور فقہائے حنفیہ سے کہیں ثابت نہیں ہے۔ ایک جگہ پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے لفظ حاضر و ناظر کا اطلاق نہیں کیا، اگر کیا ہو تو لائے۔ چشم ماروشن دل ماشاد "هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ ان كنتم صادقين" مگر قیامت برپا ہو سکتی ہے۔

چاند ستارے سورج اپنے جگہ سے ہٹ سکتے ہیں۔ جو خدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے "شاهدا" کا لفظ بول سکتا ہے وہ حاضر و ناظر کا لفظ بھی قرآن مجید میں لا سکتا ہے۔ بقول ان کے اگر گواہ کے لئے موقعہ پر موجود ہونا ضروری ہے۔ تو جب یہ التحیات کے آخر میں "اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" پڑھتے ہیں تو یہ بتا سکتے ہیں کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعوی فرمایا تھا تو یہ لوگ وہاں موجود تھے اگر یہ لوگ وہاں موجود نہیں تھے۔ تو یہ گواہی کس طرح دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک تو گواہ کے لئے موقعہ پر موجود ہونا ضروری ہے۔

جنت و دوزخ، سدرۃ المنتہی، آسمان دنیا کے علاوہ دوسرے آسمانوں کی گواہی دیتے وقت بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ اور دوزخ کا ملاحظہ تو خیر کیا ہی ہوگا؟ سدرۃ المنتہی کا مشاہدہ کیا ہے۔ اگر انہوں نے دیکھا ہے تو بتائیں اگر دیکھا نہیں تو ان کی موجودگی کی گواہی کیوں دیتے ہیں یہ مفروضہ ان کا اپنا قائم کردہ ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ قرآن کریم میں ایسے گواہوں کا تذکرہ موجود ہے جو موقع پر موجود نہ تھے مگر انکی گواہی قبول کی گئی ہے چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں موجود ہے جب انہوں نے زلیخا سے دامن چھڑایا اور دروازے کی طرف دوڑتے تو اللہ تعالیٰ نے دروازے کو کھول دیا۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو عزیز مصر دروازے پر کھڑا تھا زلیخا نے فوراً کہا۔ "قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ

اَلِیْمٌ قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ وَاِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ"۔ (یوسف۔۶۵ تا ۶۷)

ترجمہ: زلیخا بولی اور کچھ سزا نہیں ایسے شخص کی جو چاہے تیرے گھر کی برائی مگر یہی کہ قید میں ڈالا جائے یا دردناک عذاب یوسف بولا کہ اسی نے خواہش کی مجھ سے کہ نہ تھامیں اپنے جی کو اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے اگر کرتا اس کا پھٹا آگے سے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹا ہے اور اگر کرتا ہے اس کا پھٹا پیچھے سے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ سچا ہے۔ ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ جس بچہ نے حضرت یوسف کی صداقت کی گواہی دی وہ موقعہ پر موجود نہیں تھا۔ جس سے واضح طور پر یہ بات سمجھ میں آئی کہ گواہ کے لئے موقعہ پر موجود ہونا ضروری نہیں۔ ورنہ دین کے سینکڑوں مسائل سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ دوسری صفت "مُبَشِّرًا" یعنی آپ ﷺ ایمانداروں کو جنت کی بشارت دینے کیلئے تشریف لائے ہیں۔ تیسری صفت "نَذِیْرًا" یعنی آپ ﷺ ڈرانے والے ہیں گویا کہ آپ اپنی امت کو جہاں بشارات خداوندی اور عنایات ربانی کی خوشخبری سناتے ہیں وہیں پر آپ امت کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور احتساب سے ڈرانے والے بھی ہیں۔

چوتھی صفت:۔۔۔ "دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ" یعنی ہم نے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والا بنا کر بھیجا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کا تعارف کرانے کے لئے مبعوث فرمایا جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا وہ "رضی اللہ" کے لقب سے ملقب ہوئے پھر یہ کام آپ کی امت کے ذمہ ہے اس لئے اس امت کو "خیر الامم" کے خوبصورت لقب سے قرآن کریم میں یاد کیا گیا ہے۔

پانچویں صفت:۔۔۔ "سِرَاجًا مُّنِیْرًا" یعنی ہم نے آپ کو روشن چراغ بھی بنا کر بھیجا ہے اس سے مراد ہدایت کا روشن چراغ ہے آپ کا قلب اطہر مرکز ہدایت اور آپ کی ذات مبارکہ سراج منیر ہے حضرات مفسرین نے سراج منیر کے تین معانی بیان کئے ہیں:

❶۔۔۔ اس کا پہلا معنی روشن چراغ کے ہے۔ حضرات مفسرین فرماتے ہیں روشن چراغ سے تشبیہ دینا اس میں خاص حکمت ہے وہ یہ کہ سورج کی روشنی صرف دن کے وقت ہوتی ہے، اور رات کو غائب ہو جاتی ہے، جبکہ چراغ کو دن رات کے کسی حصہ میں روشن کر لو وہ ہو جائے گا، چونکہ آنحضرت ﷺ سے ہدایت کی روشنی کی ضرورت ہر وقت اور ہر آن ہے اس لئے روشن چراغ سے تشبیہ دی ہے۔ ❷۔۔۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سورج ایک ہے اور اس سے دوسرا سورج نہیں نکلتا، اس کے برخلاف چراغ سے چراغ جلایا جاتا ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ جیسے روشن چراغ سے روشنی لے کر کتنے چراغ دنیا میں پھیل گئے، اور اسی طرح پوری دنیا کفر و شرک کے اندھیروں سے نکل کر نور ہدایت کی روشنی میں آ گئی۔ ❸۔۔۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی مرضی کے مطابق جب چاہے چراغ سے روشنی حاصل کر سکتا ہے، اور حسب ضرورت اس سے مستفید ہو سکتا ہے، اس کے برخلاف سورج کی روشنی اضطراری ہے کوئی انسان چاہے یا نہ چاہے وہ اپنے وقت پر پہنچتی ہے، اور انسان کو اس پر کوئی اختیار حاصل نہیں۔ چونکہ آنحضرت ﷺ کے علم و عرفان اور تعلیمات سے شب و روز استفادہ ہو سکتا ہے، اس لئے بھی آپ کو روشن چراغ کے ساتھ مناسبت ہے۔ (تفسیر سراج المنیر۔ص۔۶۵۵۔ج۔۳)

اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ سراج منیر کا معنی ہے سورج، جس کی آب و تاب سب سے زیادہ ہے کہ آپ دنیا میں آفتاب ہدایت ہیں۔ یہ معنی بھی درست ہے۔ قرآن کریم میں سورج کو بھی سراج منیر کہا گیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سراج منیر کے معنی یہ ہیں۔ کہ اے پیغمبر تمہارا معاملہ تمہاری لائی ہوئی شریعت کے بارے میں ایسا نمایاں اور واضح ہے یعنی تم اپنے

امر میں ایسے روشن اور کھلے ہوئے ہو جیسے سورج اپنی چمک میں نمایاں ہوتا ہے کہ معاند کے سوا کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو سورج کے ساتھ تشبیہ دے کر آپ ﷺ کی نبوت کا عمومی فیض بیان کیا گیا ہے، جس طرح آسمانوں کے سورج کے بعد کسی روشنی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی طرح اس آفتاب نبوت کے بعد کسی پیغمبر کی ضرورت باقی نہیں رہتی اسی طرح آپ کی ختم نبوت کا مسئلہ بھی بیان فرمادیا گیا۔

نکتہ ❶ ۔۔۔ جس طرح سورج طلوع ہونے سے قبل رات کی تاریکی ہوتی ہے، آسمان پر تارے جگمگاتے ہیں اور چاند اپنی پوری تابانیوں سے کائنات کو منور کرتا ہے جوں جوں صبح صادق نمودار ہوتی ہے، اور سورج طلوع ہونے کا وقت قریب ہوتا ہے ستارے اور چاند اپنی روشنی سمیت غائب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آفتاب نبوت کے طلوع ہونے کا وقت جوں جوں قریب ہوتا چلا گیا، تمام انبیاء ﷩ اپنے اپنے وقت پر شمع نبوت چراغ لے کر تشریف لے گئے آفتاب رسالت جیسا ہی فاران کی چوٹیوں سے نمودار ہوا اعلان کر دیا گیا "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا"۔

نکتہ ❷ ۔۔۔ جس طرح سورج کی آمد سے قبل صبح صادق ہوتی ہے، اور وہ آفتاب کی آمد کا اعلان کرتی ہے، اسی طرح سرکار دو عالم ﷺ کی نبوت کے اعلان کے لئے صبح صادق کا کام حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجام دیا، اور ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ "وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ"۔ اور جب کہا عیسیٰ ابن مریم نے اے بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف تصدیق کنندہ ہوں سامنے کی توراۃ کا اور بشارت دہندہ ہوں اس رسول کا جو میرے بعد آئیں گے۔ نام ان کا احمد ہے جس طرح حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم الانبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسد عنصری اللہ تعالیٰ آسمانوں پر لے گیا۔ اسی طرح سرکار دو عالم ﷺ کو معراج بجسد عنصری کرایا گیا۔ مگر فرق یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان تک لے گیا مگر نبی اکرم ﷺ کو سدرہ سے بھی آگے تک لے جایا گیا جہاں نوریوں کے سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھی رسائی حاصل نہیں ہو سکی۔

نکتہ ❸ ۔۔۔ جس طرح سورج طلوع ہونے سے پہلے آسمانوں پر صبح صادق نمودار ہوتی ہے۔ اسی طرح روحانی آفتاب کے طلوع ہونے سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطور صبح صادق تشریف لائے، اور جس طرح سورج غروب ہونے کے بعد آسمانوں پر شفق نمودار ہوتی ہے، اسی طرح قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطور شفق نمودار ہوں گے۔ جو اس بات کی دلیل ہوگی کہ نظام کائنات ختم ہونے کو ہے کیونکہ سورج اپنا کام کر چکا ہے۔ واللہ اعلم

﴿۴۷﴾ مستحقین بشارت: "فَضْلًا" سے مراد دنیا میں ایمان کی دولت اور آخرت میں دخول جنت ہے۔

﴿۴۸﴾ وَلَا تُطِعِ الخ فرائض خاتم الانبیاء ﷺ ❶۔❷۔❸۔❹۔ یہاں مضاف محذوف ہے "ا ی و د ع جزاءھم" یعنی چھوڑ ان کی اذیت کا بدلہ ان کافروں اور منافقوں کی طعن و تشنیع کی طرف التفات نہ کیجئے آپ کا اللہ کارساز ہے۔

﴿۴۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا الخ خصوصی خطاب مؤمنین: اب یہاں سے نکاح و طلاق کے کچھ مسائل بیان فرمائیں ہیں۔ اِذَا نَكَحْتُمُ ۔۔۔ الخ غیر مدخولہ کی عدم عدت کا بیان: اس آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جو شخص بغیر صحبت کے عورت کو طلاق دے اگر اس کا مہر مقرر تھا۔ تو آدھا اور اگر مقرر نہیں تھا تو کچھ فائدہ دے مثلاً ایک جوڑا کپڑوں کا اور اگر عورت اسی وقت چاہے تو بغیر عدت کے نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر خلوت ہوئی ہو مگر صحبت نہیں ہوئی تو مکمل مہر دینا ہو گا اور عدت بھی ضروری ہے۔ حضرت شاہ

عبدالقادر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس مسئلہ کو درمیان میں ذکر کرنے کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا جس وقت اس کے قریب گئے تو اس نے کہا میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں آنحضرت ﷺ نے اس کو جواب دیا میں نے تجھے بڑے رب کی پناہ دی اس پر حکم فرمایا ہوا اور مسلمان کو بھی یہی حکم فرمایا ہے کہ صرف پیغمبر کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اس خطاب میں سب مسلمان داخل ہیں۔

(۵۰) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ الخ خصوصیت خاتم الانبیاء۔ یہاں سے نکاح وطلاق وغیرہ کے متعلق سات احکامات کا ذکر کیا ہے جن میں آنحضرت ﷺ کی خصوصیات کا ذکر ہے۔ پہلا حکم۔ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْۤ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ" عام مسلمانوں کے لئے چار سے زائد عورتوں کا بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حلال نہیں ہے۔ اس میں آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ بیک وقت چار سے زیادہ عورتوں کا نکاح میں رکھنا آپ کے لئے حلال ہے۔ مسلمانوں کو ترغیب یہ ہے آپ کی اتباع میں مہر ادا کرنے میں بلاضرورت تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ دوسرا حکم۔ وَمَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ" اس آیت میں لفظ "اَفَاءَ" "فِیْءٌ" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں وہ مال جو کفار سے بغیر جنگ کے یا بطور مصالحت کے حاصل ہوجائے اور کبھی مطلق مال غنیمت کو بھی لفظ فئی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس میں آنحضرت ﷺ کی خصوصیت یہ ہے کہ جس طرح آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات میں سے کسی کا نکاح کسی سے حلال نہیں اسی طرح جو کنیز آپ کے لئے حلال کی گئی وہ آپ کے بعد کسی کے لئے حلال نہیں ہوگی۔ تیسرا حکم۔ بَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ الخ اس آیت میں "عم" اور "خال" کو مفرد اور "عمات" اور "خالات" کو جمع لانے کی توجیہات علماء نے بہت لکھی ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ نے روح المعانی میں ابوحیان کی اس توجیہ کو اختیار کیا جو سب سے آسان ہے کہ محاورہ عرب کا اسی طرح ہے اشعار عرب اس پر شاہد ہیں کہ "عم" کی جمع استعمال نہیں کرتے مفرد ہی استعمال ہوتا ہے۔ آیت کا مطلب "یہ ہے کہ آپ کیلئے چچا اور پھوپھی کی لڑکیاں اور ماموں، خالہ کی لڑکیاں حلال کردی گئیں وغیرہ۔ اور ان سے نکاح کا حلال ہونا تو آپ کے ساتھ خاص نہیں۔ سب مسلمانوں کا یہی حکم ہے لیکن ان میں یہ قید لگائی ہے کہ جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو، اور جنہوں نے ہجرت نہیں کی ان کے ساتھ آپ کا نکاح جائز نہیں۔ جیسے آپ کے چچا ابوطالب کی بیٹی ام ہانی نے فرمایا کہ مجھ سے آپ کا نکاح اس لئے حلال نہیں تھا کہ میں نے مکہ سے ہجرت نہیں کی تھی۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جنہوں نے ہجرت کی ہے تو انہوں نے دین سیکھا ہوگا اور جنہوں نے ہجرت نہیں کی انہوں نے دین نہیں سیکھا ہوگا۔ (قرطبی۔ص۔۸۲۔ج۔۱۴۔البحر المحیط۔ص۔۲۳۹۔ج۔۷۔روح المعانی۔ص۔۳۱۵۔ج۔۲۲)

چوتھا حکم وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً مؤمنہ کی قید سے اس طرف اشارہ ہے کہ اگرچہ عام مسلمانوں کے لئے یہود ونصاری کی عورتوں یعنی کتابیات سے نکاح بنص قرآن حلال ہے مگر آنحضرت ﷺ کے لئے مؤمنہ عورت کا ہونا شرط ہے کتابیات سے آپ کا نکاح جائز نہیں ہوسکتا۔ پانچواں حکم اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ الخ اس میں آنحضرت ﷺ کی خصوصیت بالکل واضح ہے کیونکہ عام لوگوں کے لئے نکاح کی شرط لازم ہے۔ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ الخ حق مہر کی تاکید : ان پانچوں احکام کی خصوصیت آنحضرت ﷺ کے ساتھ بیان فرمانے کے بعد عام مسلمانوں کا حکم اجمالاً ذکر فرمایا ہے مثلاً عام مسلمانوں کا بغیر مہر نکاح تو ہوجائے گا مگر مہر مثل دینا واجب ہوگا اور کتابیات سے ان کا نکاح ہوسکتا ہے۔ آخر میں فرمایا لِكَیْلَا یَكُوْنَ عَلَیْكَ حَرَجٌ : ازالہ غم : یعنی نکاح کے معاملے میں آپ کے لئے یہ خصوصی احکام اس لئے ہیں کہ آپ کو تنگی نہ ہو جن مصالح اور حکمتوں کے پیش نظر

آپ کے لئے یہ شرطیں لگائی ہیں ان میں غور کریں، تو وہ بھی آپ کی روحانی پریشانی اور تنگ دلی کو دور کرنے ہی کے لئے ہیں۔

﴿۵۱﴾ تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ : چھٹا حکم : "تُرْجِیْ" "اِرْجَاء" سے مشتق ہے۔ جس کے معنی مؤخر کرنے کے ہیں۔ اور "تئوی" "ایواء" سے مشتق ہے جس کے معنی قریب کرنے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو اختیار ہے کہ ازواج مطہرات میں سے جس کو چاہیں مؤخر کردیں۔ جس کو چاہیں اپنے قریب کریں۔ یہ آپ کے لئے مخصوص حکم ہے۔ عام امت کے لوگوں کے لئے جب متعدد بیویاں ہوں تو سب میں برابری ضروری ہے۔ مگر پیغمبر کیلئے یہ حکم نہیں ہے۔ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ" اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کو یہ اختیار دیا گیا ہے۔ کہ جس بی بی سے اجتناب کا ارادہ کرلیا پھر اگر چاہیں تو اس کو پھر قریب کرسکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو اجازت کے باوجود اپنے عمل میں ہمیشہ برابری کرنے کا التزام ہی فرمایا کرتے تھے۔

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَلَا یَحْزَنَّ وَیَرْضَیْنَ الخ حکمت ما سبق : آنحضرت ﷺ سے ازواج مطہرات میں برابری کی فرضیت کا اٹھادینا اور آپ کو ہر طرف کا اختیار دیدینا اس میں حکمت یہ ہے کہ سب ازواج مطہرات کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ اور وہ اپنے حصہ پر راضی رہیں۔ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اختیار دینے سے ازواج مطہرات کی آنکھیں ٹھنڈی کیسے رہیں گی بلکہ یہ رنج کا سبب ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ رنج وغم کا سبب تب ہے جب اس کا حق مارا جارہا ہو ازواج میں برابری کرنا آپ پر واجب نہیں بلکہ آپ مختار ہیں تو اب جس بی بی کو جتنا حصہ بھی آپ کی توجہ اور محبت کا ملے گا وہ اس کو ایک احسان وتبرع سمجھ کر خوش ہوگی۔

﴿۵۲﴾ لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ... الخ ساتواں حکم : یعنی اس کے بعد آپ کے لئے دوسری عورتوں سے نکاح حلال نہیں۔ اور یہ بھی حلال نہیں کہ موجودہ ازواج میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ دوسری بدلیں یہ تفسیر جمہور صحابہ وتابعین کے قول کے مطابق ہے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہ ممانعت بعد میں منسوخ ہوگئی۔ (رواہ احمد والترمذی والنسائی) یعنی بعد میں آپ کو نکاح کی اجازت مل گئی تھی اور تغیر وتبدل کی بھی اجازت مل گئی تھی مگر واقعہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے بعد نہ کسی عورت سے نکاح کیا اور نہ ان میں سے کسی کو طلاق دے کر اس جگہ دوسری بیوی کی مگر ظاہر آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم محکم ہے منسوخ نہیں ہوا اور صحابہ وتابعین کی ایک جماعت سے اسی طرح منقول ہے اور اسی کو امام ابن جریر طبری نے اختیار کیا۔ (تفسیر البحر المحیط ابی حیان۔ ص۔ ۲۴۴۔ ج۔ ۷۔ بحوالہ معارف القرآن۔ م۔ ا۔ کا۔)

تعدد ازاوج پر اہل یورپ کا اعتراض

آنحضرت ﷺ نے بہت ساری عورتوں سے نکاح کیوں کیا؟ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ عرب کے مختلف خاندان تھے آپ ﷺ نے ان مختلف خاندانوں میں شادی کی تا کہ ان کے درمیان دشمنی ختم ہو اسلام کے لئے رکاوٹ پیدا نہ ہو آپ کا یہ منصوبہ کامیاب ہوا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ قیامت تک تمام انسانوں جنوں مردوں عورتوں کیلئے نبی ہیں عورتوں کے بہت مسائل ایسے ہیں جنہیں مرد کھل کر بیان نہیں کرسکتا اور عورتوں کھل کر پوچھ بھی نہیں سکتیں ایسے مسائل کی اشاعت ازواج مطہرات کے ذریعہ سے ہوئی تو تعدد ازواج عیاشی کے لئے نہ تھی بلکہ اسلام کی طرف لوگوں میں کشش ہو اور عورتوں میں کھل کر اسلام کی تعلیم کی اشاعت ہو۔

اہل تشیع کا ازواج مطہرات کے متعلق نظریہ

❶ ... غلام حسین نجفی شیعہ لکھتا ہے بی بی عائشہ کوئی امریکن یا یورپین لیڈی تو نہیں تھی کہ بہت دور رہتی تھی اور اس کے رشتہ کی

خاطر اس کا فوٹو دکھانا پڑا حضور پاک ﷺ اور عائشہ دونوں مکہ میں رہتے تھے۔ ❷... مکہ کی زلیخا بی بی عائشہ میں کیا رکھا تھا کہ حضور پاک ﷺ نے اپنی ہم عمر بیویوں کے ہوتے ہوئے یا دوسری جوان عورتوں کے ملنے کے باوجود چھ سالہ ننھی اماں جی سے اپنے پچاس برس کے سن میں شادی رچائی۔ (حقیقت فقہ حنفیہ درجواب حقیقت فقہ جعفریہ۔ص۔۶۴)

❸... غلام حسین نجفی اپنی دوسری کتاب میں لکھتا ہے صحابہ کرام میں ایسے بے حیا لوگ تھے کہ وہ نبی ﷺ کی بوڑھی بیویوں کو چھوڑ کو آں جناب کی محبوبہ اور جوان بیوی سے غسل جنابت کا طریقہ سیکھتے تھے اور اگر اس شریعت کی ٹھیکہ دار بیوی سے کوئی نبی کریم ﷺ کے جماع کرنے کا طریقہ پوچھ لیتا تو پھر کیا وہ لیٹ جاتی اور نقشہ دکھا کر علمی دنیا میں اپنا نام روشن کرتی۔ (تحفہ حنفیہ درجواب تحفہ جعفریہ۔ص۔۲۷۰)

یہ حوالہ جات اہل اسلام کو اہل کفر سے خبردار کرنے کیلئے اور مسلمانوں کی ایمانی غیرت کو بیدار کرنے کے لئے لکھے ہیں ورنہ قلم لکھنے کی اجازت نہیں دیتا ایسا غلیظ قلم دنیا کے کسی غلیظ ترین انسان کیلئے بھی کوئی استعمال نہیں کرے گا۔ حالانکہ قرآن کریم میں ازواج مطہرات کے لئے واضح حکم موجود ہے۔ "وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ" (احزاب۔۶) اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں مطلب یہ ہے کہ امام الانبیاء ﷺ کی ازواج مطہرات مؤمنوں کی روحانی مائیں ہیں اہل تشیع اپنے آپ کو مؤمن کہلاتے ہیں جبکہ قرآن مجید ازواج مطہرات کو مؤمنوں کی مائیں کہتا ہے اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

❶... اہل تشیع مؤمن نہیں کیونکہ مؤمن وہ ہوتا ہے جو اپنی ماں کی قدر کرتا ہے۔ ❷... جو اپنی ماں کی برایاں بیان کرے وہ حلالی نہیں بلکہ حرامی ہے اور اہل تشیع کے حرامی ہونے میں تو کوئی شک وشبہ نہیں کیونکہ یہ متعہ کی نسل ہے، اور ان کا دعویٰ کہ ہم قرآن کریم کو مانتے ہیں یہ خالصتاً مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں حالانکہ جو شخص قرآن کریم پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسی بات قلم کی نوک پر تو کجا اپنی زبان پر لانے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتا۔ آنحضرت ﷺ نے سیدہ کائنات محسنہ کائنات صدیقہ صدیق کی بیٹی کے متعلق ارشاد فرمایا، چنانچہ صحیحین میں حدیث پاک موجود ہے: "وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا عَائِشُ هٰذَا جِبْرَائِيْلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَتْ وَهُوَ يَرٰى مَا لَا اَرٰى" متفق علیہ۔ (بخاری ومسلم ومشکوٰۃ باب مناقب ازواج النبی ﷺ)۔

اور حضرت ابو سلمہ رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے (ایک روز مجھ سے) فرمایا عائشہ یہ جبرائیل (یہاں میرے سامنے) ہیں تم کو سلام کہتے ہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے (اس سلام کے جواب میں) کہا علیہ السلام ورحمۃ اللہ (اور جبرائیل پر بھی اللہ کی سلامتی اور رحمت نازل ہو) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ ان (جبرائیل) کو دیکھ رہے تھے اور میں ان کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ ایک دوسری حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ فَاِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَاْتِنِيْ وَاَنَا فِيْ ثَوْبِ امْرَاَةٍ اِلَّا عَائِشَةَ"۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) کہ تم مجھ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں تکلیف نہ پہنچاؤ (تم شاید نہیں جانتی کہ) اس وقت میرے پاس وحی نہیں آتی جب میں کسی بیوی کے لحاف یا چادر میں ہوں سوائے عائشہ کے۔ (تفصیل مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے) اس حدیث میں ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اللہ کے حضور اس بات سے توبہ کرتی ہوں کہ آپ کو تکلیف پہنچاؤ۔ اس حدیث پاک سے واضح معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق معمولی سے مسئلہ کی وجہ سے فرما رہے ہیں کہ مجھے اس بات سے تکلیف ہو رہی ہے جس کی وجہ سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے توبہ کی۔ جب ازواج مطہرات کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کچھ کہنے کی اجازت نہیں تو ان بدبختوں کو زبان درازی کی کہاں سے اجازت ملی ہے؟ احادیث نبویہ کے ترجمہ اور مفہوم کو بگاڑ

کر پیش کرنا دیانت داری اور انصاف کے خلاف ہے۔ ہمارا دنیائے کائنات کے شیعوں کو چیلنج ہے اگر کسی کو ان کے حوالہ جات پر شک یا الزام ہونے کا دعویٰ ہو تو ہمارے خلاف سپریم کورٹ پاکستان میں رٹ دائر کریں اگر یہ حوالہ جات غلط ثابت ہوئے تو ہم اہل حق کی جماعت اہل سنت والجماعت ہر سزا کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ

اے ایمان والو مت داخل ہو نبی کے گھروں میں مگر یہ کہ تمکو اجازت دی جائے کھانے کی اس حال میں کہ اسکے پکنے کا انتظار کرنے والے نہ ہو

غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ

لیکن جب تمکو بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ اور جب تم کھا چکو تو پھر چلے جاؤ اور نہ آپس میں بات چیت کیلئے جی لگا کر

لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ۚ

بیٹھنے والے ہو بیشک یہ چیز تکلیف دیتی ہے اللہ کے نبی کو پس وہ حیا کرتا تم سے اور اللہ تعالیٰ نہیں حیا کرتا حق بات کو ظاہر کرنے سے اور

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ

جب تم پیغمبر کی بیویوں سے کوئی سامان طلب کرو پس مانگو ان سے پردے کے پیچھے سے یہ زیادہ پاکیزہ ہے

وَقُلُوبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا ۚ

تمہارے دلوں کیلئے اور انکے دلوں کیلئے اور نہیں لائق تمہارے کہ تم ایذاء پہنچاؤ اللہ کے رسول کو اور نہ یہ کہ تم نکاح کرو اسکی بیویوں سے اسکے بعد کبھی بھی

إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ﴿٥٣﴾ إِنْ تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ

بیشک تمہاری یہ بات اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے ﴿۵۳﴾ اگر تم ظاہر کرو گے کسی چیز کو یا چھپاؤ گے تو بیشک اللہ تعالیٰ

شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٥٤﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ

ہر چیز کو جاننے والا ہے ﴿۵۴﴾ نہیں ہے ان (پیغمبر کی بیویوں) میں کوئی حرج اسکے باپوں کے سامنے اور نہ بیٹوں کے سامنے اور نہ بھائیوں کے سامنے اور نہ بھائیوں کے بیٹوں کے

إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ ۗ وَاتَّقِينَ اللَّهَ ۚ

سامنے اور نہ بہنوں کے بیٹوں کے سامنے اور نہ اپنی مسلمان عورتوں کے سامنے اور نہ انکے سامنے کہ مالک ہیں انکے داہنے ہاتھ (یعنی لونڈی غلام) اور ڈرتی رہو

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٥٥﴾ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ

اللہ تعالیٰ سے، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے (یعنی ہر چیز اسکے سامنے ہے) ﴿۵۵﴾ بیشک اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

اے ایمان والو تم بھی رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو پوری اطاعت کیساتھ ﴿۵۶﴾ بیشک وہ لوگ جو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اسکے رسول کو

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ

اللہ نے ان پر لعنت بھیجی ہے دنیا اور آخرت میں اور تیار کر رکھا ہے ان کیلئے ذلت ناک عذاب ﴿۵۷﴾ اور وہ لوگ جو ایذا پہنچاتے ہیں

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾

مؤمن مردو اور مؤمن عورتوں کو بغیر انکے کسی گناہ کے پس تحقیق اٹھایا ہے انھوں نے بہتان اور صریح گناہ ﴿۵۸﴾

﴿۵۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ الخ ربط آیات :اوپر خصائص نبوی کو بیان فرمایا آگے ایک خفیف اور معمولی ایذا نبوی کا ذکر فرماتے ہیں، جو بعض حضرات سے بغیر کسی ارادہ کے سرزد ہوئی، جو آنحضرت ﷺ کے لئے باعث ایذا بنی۔

خلاصہ رکوع ۵ خصوصی خطاب برائے آداب معاشرہ، ازواج مطہرات سے طریق سوال، تنبیہ مؤمنین، ازواج مطہرات سے نکاح کی ممانعت، حصر علم الکلی فی ذات باری تعالیٰ، محارم سے عدم حجاب کا بیان، فضیلت خاتم الانبیاء، فرائض مؤمنین، بے ادبی کا نتیجہ، ایذاء مؤمنین کی حرمت کا بیان۔ ماخذ آیات ۵۳: تا ۵۸ +

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا... الخ خصوصی خطاب برائے آداب معاشرہ: شان نزول : آنحضرت ﷺ نے جب حضرت زینب ؓ سے نکاح کیا تو آپ ﷺ نے اس پر دعوت ولیمہ کا خصوصی اہتمام فرمایا جس میں گوشت روٹی پکوائی اور تقریباً تین سو آدمیوں کو مدعو کیا، اکثر حضرات تو کھانا کر چلے گئے، مگر کچھ حضرات کھانا کھانے کے بعد دل لگی کی باتوں میں مشغول ہو گئے جو آنحضرت ﷺ پر بہت شاق گذرا مگر آپ ﷺ نے شرم کے مارے کچھ نہ کہا آپ ﷺ کئی بار اٹھے تاکہ لوگ بھی اٹھ جائیں۔ چنانچہ بہت سے حضرات اٹھ گئے۔ مگر تین اشخاص پھر بھی آپ کے اشارے کو نہ سمجھ سکے باتوں میں مصروف رہے، پھر آپ نے حضرت انس ؓ کو بھیجا کہ جا کر دیکھو کیا وہ ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں یا چلے گئے ہیں، کافی دیر کے بعد جب حضرت انس ؓ نے آپ کو اطلاع دی کہ وہ چلے گئے ہیں اور حضرت زینب ؓ اسی حجرہ میں پشت پھیر کر دیوار کی طرف رخ کر کے ایک طرف بیٹھی رہی اس وقت یہ آیات "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا" تک نازل ہوئیں۔

(بخاری ص ۷۰۴ ج ۲ اور مسلم ص ۴۶۱ ج ۱۔ ابن کثیر۔ ص۔ ۸۳۱۔ ج۔ ۶۔ روح المعانی۔ ص۔ ۳۳۳۔ ج۔ ۲۲۔ مظہری۔ ۳۶۷۔ ج۔ ۷)

ان آیات کو آیات حجاب کہتے ہیں۔ جس میں عورتوں پر پردہ فرض ہونے کا حکم نازل ہوا اور مسلمانوں کو آداب طعام اور حقوق معاشرہ بتلائے گئے۔ پہلا ادب: "لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ" کہ نبی کے مکانات میں بغیر اجازت داخل نہ ہوں۔ دوسرا ادب: "غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ" جب داخل ہونے کی اجازت بلکہ کھانے کی دعوت بھی ہو تو وقت سے پہلے آکر کھانے تیار ہونے کے انتظار میں نہ بیٹھ جاؤ بلکہ وقت پر جب بلایا جائے اس وقت مکان میں داخل ہوں۔ تیسرا ادب: فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ" کہ کھانا کھانے کے بعد اپنے کاموں میں منتشر ہو جاؤ دعوت دینے والے کے گھر میں باہم باتیں کرنے کیلئے جم کر نہ بیٹھو۔ یہاں یہ مسئلہ بھی یاد رکھیں : کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ صحابہ کرام ؓ ابھی گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں آپ نے یہ خیال کیوں کیا کہ شائد چلے گئے ہوں گے پھر حضرت انس ؓ کو تحقیق حال کے لیے آپ نے کیوں بھیجا؟ اور اگر حضرات صحابہ کرام ؓ کو بھی علم غیب ہوتا تو وہ دیدہ دانستہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں تکلیف پہنچاتے بلکہ ان کو تو پہلے ہی چلے جانا چاہیے تھا۔

مسئلہ: یہ سارے آداب اس وقت ہیں جب صاحب خانہ حرج محسوس کرے۔

مسئلہ: دعوت ولیمہ سنت ہے مگر اپنی حیثیت اور گنجائش کے مطابق ہونا چاہئے اگر کسی شخص کے پاس ولیمہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے، تو بے شک نہ کرے یہ کوئی لازمی سنت نہیں، کہ قرض بھی اس کے لئے لینا پڑے اسلام میں تکلف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ الخ ازواج مطہرات سے طریق سوال: اس میں حکم اگرچہ خاص ازواج مطہرات کیلئے ہے مگر یہ حکم ساری امت کی عورتوں کے لئے بھی عام ہے کہ اگر کوئی غیر مرد عورتوں سے کوئی استعمال کی چیز برتن، کپڑا وغیرہ لینا ضروری ہو تو سامنے آ کر نہ لیں۔ بلکہ پردہ کے پیچھے سے مانگیں اور فرمایا کہ یہ پردہ کا حکم مردوں اور عورتوں دونوں کے دلوں کو نفسانی وساوس سے پاک رکھنے کے لئے دیا گیا ہے۔

حجاب شرعی کے درجات

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے:

پردہ کا پہلا درجہ: جو شریعت میں اصل مطلوب ہے وہ پردہ اشخاص ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں رہیں۔

پردہ کا دوسرا درجہ: قرآن وسنت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سر سے پاؤں تک برقع یا لمبی چادر میں پورے بدن کو چھپا کر نکلیں۔ راستہ دیکھنے کے لئے چادر میں سے صرف ایک آنکھوں کو کھولیں۔ یا برقع میں جو جالی آنکھوں کے سامنے استعمال کی جاتی ہے۔ وہ لگالیں ضرورت کے مواقع میں، یہ دوسرا درجہ پہلے درجہ کی طرف سب علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

پردہ کا تیسرا درجہ:... یہ ہے کہ جو بعض روایات سے سمجھا جاتا ہے جس میں صحابہ وتابعین اور فقہاء امت کی مختلف روایات ہیں وہ یہ ہیں کہ عورتیں جب بضرورت گھروں سے باہر نکلیں تو وہ اپنا چہرہ اور ہتھیلیاں بھی لوگوں کے سامنے کھول کر جا سکتی ہیں بشرطیکہ سارا بدن مستور ہو، اور اسی تیسرا درجہ پردہ شرعی میں فقہاء کا اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک سارا بدن مستور ہو مگر چہرہ اور ہتھیلیاں کھلی ہوں سورۃ نور میں ہے۔ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ (آیت ۳۱) جن حضرات نے "إِلَّا مَا ظَهَرَ" کی تفسیر چہرے اور ہتھیلیوں سے کی ہے تو ان کے نزدیک چہرہ اور ہتھیلیاں پردہ سے مستثنیٰ ہوگئیں۔ اس لئے ان کو کھلا رکھنا جائز ہو گیا ہے۔ (کما روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما) اور جن حضرات نے "مَا ظَهَرَ" سے برقع جلباب وغیرہ مراد لی ہے وہ اس کو ناجائز کہتے ہیں۔ (کما روی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ) جنہوں نے جائز کہا ہے ان کے نزدیک بھی یہ شرط ہے کہ فتنہ کا خطرہ نہ ہو۔ مگر چونکہ عورت کی زینت کا سارا مرکز اس کا چہرہ ہے اس لئے اس کو کھولنے میں فتنہ کا خطرہ نہ ہونا شاذ ونادر ہے اس لئے انجام کار عام حالات میں ان کے نزدیک بھی چہرہ وغیرہ کھولنا جائز نہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی مطلقاً اجازت نہیں دی خواہ فتنہ کا خوف ہو یا نہ ہو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتنہ کا خوف نہ ہونا شرط قرار دیا ہے مگر یہ شرط عادۃ مفقود ہے۔ اس لئے فقہاء حنفیہ نے بھی غیر محرموں کے سامنے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت نہیں دیتے۔ (محصلہ معارف القرآن)

وَمَا كَانَ لَكُمْ... الخ تنبیہ مؤمنین: یہاں سے حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قول وفعل سے ایذا دینا حرام ہے۔ **وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا... الخ ازواج مطہرات سے نکاح کی ممانعت:...** آپ کی ازواج مطہرات سے آپ کی وفات کے بعد کسی کا نکاح حلال نہیں اس میں بہت سی وجوہات ہیں جو حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں۔ ❶... ازواج مطہرات بنص قرآن امہات المؤمنین ہیں ❷... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں آپ کی وفات کا درجہ ایسا ہے جیسا کہ کوئی زندہ شوہر گھر سے غائب ہو جائے اس لئے آپ کی میراث تقسیم نہیں ہوئی۔ اس بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا وہ حال نہیں جو عام شوہروں

کی وفات پر ان کی ازواج کا حال ہوتا ہے۔ (معارف القرآن۔م۔ش۔د)

۳... آنحضرت ﷺ کی فضیلت اور بزرگی ظاہر کرنے کے لئے یہ رعایت خاص ہے کہ آپ ﷺ کے بعد آپ کی ازواج کا دوسروں سے نکاح کرنا حرام ہوا ہے۔ ۴... آپ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سے نکاح کی اجازت ہوجاتی تو ہر شخص کو آپ کی جانشینی کے دعوے کی گنجائش مل جاتی اور خطرہ تھا کہ وہ شخص اس کے ذریعہ لوگوں کو اپنی خلافت کی طرف بلاتا۔ ۵... حسد کا دروازہ کھل جاتا ہر شخص یہ چاہتا کہ میں زوجہ رسول سے نکاح کروتا کہ خاص مجھے عزت اور امتیاز حاصل ہو اس لئے ازواج مطہرات سے نکاح قطعی طور پر حرام قرار دیا ہے۔ ۶... ازواج مطہرات کے کا جو عالی مرتبہ زوجیت رسول ہونے کا تھا وہ ختم ہوجاتا۔ ۷... ازواج مطہرات کا دوسروں کے نکاح میں جانے سے امت دین کے علوم سے محروم ہوجاتی جو ازواج مطہرات کے ذریعہ سے پہنچے تھے۔ اور وہ روایات لوگوں کی نظروں میں مشکوک ہوجاتی ممکن ہے کہ لوگ یہ خیال کرتے کہ یہ عورت اپنے جدید شوہر کے خیال سے ان باتوں کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کر رہی ہے۔

۱) **بغیر دعوت کے کسی ولیمہ وغیرہ میں جانا ناجائز ہے:** پہلا حکم یہ ہے کہ کسی ولیمہ یا دعوت وغیرہ میں میزبان کی اجازت یا دعوت کے بغیر جانا ناجائز ہے اور بالاجماع حرام ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ:

''جس کو دعوت دی گئی اور اس نے (بلا عذر) قبول نہ کی تو اس نے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ اور جو کوئی کسی دعوت میں بغیر دعوت کے داخل ہوا اور وہ غارتگری کرنے والا بن کر باہر نکلا''۔

(رواہ الشیخان وابوداؤد والترمذی۔ کذا فی مجمع الفوائد، جلد ۱ ص، ۲۲۰)

۲) **کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا جائز نہیں:** کسی گھر میں بلا اجازت داخل ہونے کی حرمت بھی اس آیت سے ظاہر ہوتی ہے۔

۳) **کھانے کے وقتِ مقررہ سے بہت زیادہ قبل دعوت میں جانا جائز نہیں:** تیسرا حکم یہ ظاہر ہوا کہ کھانے کے وقت سے پہلے دعوت میں جانا ناجائز ہے، بشرطیکہ اس سے میزبان کو تکلیف ہو۔

۴) **کھانے کے بعد زیادہ دیر تک بیٹھنا ناجائز ہے:** چوتھا حکم یہ ہے کہ کھانے سے فراغت کے بعد زیادہ دیر تک بیٹھنا مکروہ اور ناجائز ہے۔ اس میں بھی یہ شرط ہے کہ اگر اس سے صاحب خانہ اور میزبان کو تکلیف ہو یا اس کی ایذاء کا باعث ہو۔ نیز اسی حکم میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی مدعو شخص محض اپنی شان جتلانے اور اپنا انتظار کرانے کے لیے دعوت کے مقررہ وقت سے تاخیر سے آئے جس سے میزبان اور دیگر شرکاء دعوت کو تکلیف ہو، یہ بھی ناجائز ہے۔

۵) **خواتین پر حجاب اور پردہ واجب ہے:** عورتوں پر مردوں کے سامنے ظاہر ہونا جائز نہیں اور حجاب کرنا واجب ہے۔ اور عورتوں کی جو ضروریات متعلق ہوں، مثلاً: سامان وغیرہ طلب کرنا ہو یا اس جیسے دیگر امور تو وہ پردہ کے پیچھے سے طلب کیے جائیں اور آیت میں ذکر کردہ تمام احکام میں سب سے زیادہ اہم مقصود اسی حکم کا بیان کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو ''آیت حجاب'' کا نام دیا گیا ہے۔

حجاب اور اس کے نزول کی تاریخ: پوری اُمت کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حجاب کے متعلق سب سے پہلا حکم، ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے حضور علیہ السلام کے نکاح کے بعد ولیمہ کے موقع پر آیا تھا۔ البتہ اس کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ''اس کے نزول کا وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی صبح ہوا تھا جس کا نکاح خود اللہ جل شانہٗ نے حضور علیہ السلام سے فرمادیا تھا۔''

قتادہ اور واقدی وغیرہ کے قول کے مطابق یہ ذی القعدہ ۵ھ کا واقعہ ہے۔ جبکہ ابوعبیدہ معمر بن المثنٰی وغیرہ کی رائے ہے کہ ۳

ھ میں ہوا۔ واللہ اعلم شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں بہجۃ المحافل للعامری کے حوالہ سے ۵ ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ ''اس میں حجاب کا حکم نازل ہوا''۔ (نیل الاوطار، جلد ۶، ص ۱۱۲)

رُوح المعانی میں ہے کہ ''ابن سعدؒ کی طبقات میں حضرت انسؓ کی روایت کے مطابق حکم حجاب ۵ ھ میں نازل ہوا، جب کہ صالح بن کیسان کی روایت ہے کہ ۵ ھ کے ذی القعدہ میں ہوا''۔ (روح المعانی، جلد ۷، ص ۸۹)

حافظ ابن حجر العسقلانیؒ ''الاصابۃ'' میں فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (زینب رضی اللہ عنہا) سے ۳ ھ میں نکاح فرمایا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ۵ ھ میں کیا اور انہی کے سبب سے آیت حجاب نازل ہوئی۔'' حافظ ابن عبدالبرؒ ''الاستیعاب'' میں فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ نے (زینب رضی اللہ عنہا) سے ۵ ھ میں نکاح فرمایا''۔ یہ قتادہؒ کا قول ہے۔

سیرت حلبیہ میں غزوۂ نجران کے سلسلہ میں ہے کہ : ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن یعنی اُمیہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے اسی سال یعنی ۳ ھ میں نکاح فرمایا''۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ۴ ھ میں کیا جب کہ اور ایک قول ۵ ھ کا ہے۔

غرض اقوال مختلف ہونے کے باوجود راجح قول یہی ہے کہ نکاح زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ہجرت کے پانچویں برس ہوا ہے اور حجاب کا حکم بھی اسی واقعہ میں ۵ ھ میں ہی نازل ہوا۔

حجابِ شرعی کی حد اور حکم حجاب سے مستثنیٰ حصہ کا بیان: حجاب کے باب میں حجابِ شرعی کی حدود کا تعین۔ سب سے زیادہ اہم ہے۔ لہٰذا اس کی تحقیق ضروری ہے۔ چنانچہ اس بارے میں کتاب اللہ کی آیات اور روایاتِ حدیث کا اوّلاً ذکر کیا جائے گا۔ لیکن اس سے قبل ضروری ہے کہ چند امور بطور مقدمہ جان لیے جائیں۔

سترعورت اور حجاب کے درمیان فرق: حجاب کی حدود کے بارے میں جتنے شبہات پیدا ہوتے ہیں یا غلط فہمی ہوتی ہے اس کی بڑی وجہ دو مختلف امور میں فرق نہ کرنا ہوتا ہے۔ ان دو امور میں سے ایک ستر عورت ہے اور دوسرا حجاب ہے۔

دونوں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اس اختلاف کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ستر عورت ان فرائض میں سے ہے جس کی فرضیت پر تمام شریعتیں بالاجماع متفق ہیں۔ ہر شریعت اور ہر نبی کی تعلیمات میں ستر عورت فرض رہا ہے بلکہ اس کی مشروعیت اور ضرورت حضرت آدم علیہ السلام کے دنیا میں نزول سے بھی پہلے ثابت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

وَطَفِقَا يَخۡصِفَانِ عَلَيۡهِمَا مِن وَرَقِ الۡجَنَّةِ۔ (سورۃ الاعراف : آیت ۲۲)

یعنی (دانۂ گندم کھاتے ہی دونوں کے ستر بے لباس ہو گئے تو) دونوں اپنے اوپر جنت کے (درختوں کے) پتے جوڑنے لگے (ستر عورت کے لیے) اس سے معلوم ہوا کہ جب حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے جسموں سے جنت کے لباس اتر گئے تب بھی انہیں ستر کھولے رہنے کی اجازت نہ تھی وجہ ظاہر ہے کہ ستر کا چھپانا ان افعال میں سے ہے جو انسانی جبلت و فطرت کا خاصہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ساری انسانیت ستر عورت کا اہتمام کرتی ہے خواہ عرب ہوں یا عجم، مومن ہوں کہ کافر، البتہ اس کی تفاصیل میں اختلاف رہا ہے۔

بدائع الصنائع للکاسانیؒ میں شرائط الصلوٰۃ کے تحت مذکور ہے کہ : ''ستر عورت بلا شبہ فرض ہے عقلاً بھی اور شرعاً بھی'' (۱/۱۱۷)

اسی وجہ سے ستر عورت اسلام میں اول دن سے لازمی اور شرعی حکم کے طور پر فرض ہے بلکہ اس کی ضرورت و تاکید حضور علیہ السلام کی بعثت سے بھی قبل سے ثابت تھی جیسا کہ حدیث سے واضح ہے جو امام بخاری نے باب کراھیۃ التعری فی الصلوٰۃ وغیرھا کے تحت نقل کی ہے۔ دیکھیں۔

﴿۵۴﴾ اِنۡ تُبۡدُوۡا شَيۡئًا الخ حصر علم الکلی باری تعالیٰ ، اور اگر بعض ازواج نبی سے نکاح کر لینے کا لفظ زبان پر لا دیا

اس بات کو دل میں چھپاؤ یعنی زبان پر نہ لاؤ سب باتوں کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے آپ ﷺ کی وفات کے بعد ان سے نکاح کا تصور اور خیال بھی گناہ عظیم ہے۔

﴿۵۵﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ الخ محارم سے عدم حجاب کا بیان : "وَلَا نِسَآئِهِنَّ" سے مسلمان عورتیں مراد ہیں۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ کافر عورتوں سے پردہ چاہیئے۔ (معارف القرآن م۔ا۔ک۔)

وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ : بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس سے لونڈی اور غلام دونوں مراد ہیں لیکن غلام قبل از بلوغ مراد ہے بعد از بلوغ مراد نہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ صرف کنیز مراد ہے۔ حضرات مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں "وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ" ان آیات کو آیات حجاب کہتے ہیں جیسا کہ پہلے گذرا ہے اس آیت کا نزول "وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ" کے نزول سے مقدم ہے کیونکہ اس آیت کا نزول حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں ہوا اور "وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ" کا نزول آیت تخییر کے ذیل میں ہوا ہے جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بہت بعد ہوا اس لئے کہ تخییرات میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ اور ظاہر ہے کہ نان نفقہ کا مطالبہ نکاح کے بعد ہی ہوتا ہے اس آیت حجاب کے نزول سے پردہ فرض ہوا اور بعد میں "وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ" کے نزول سے اس کی تاکید ہوگئی۔ (ماخوذ از بیان القرآن)

﴿۵۶﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ... الخ فضیلت خاتم الانبیاء۔ ربط آیات:... گذشتہ آیات میں آنحضرت ﷺ کی جلالت شان اور ازواج مطہرات کے ادب واحترام کو بیان کیا اب یہاں سے آنحضرت ﷺ کی جلالت شان ظاہر کرنے کے لئے صلوۃ وسلام کا حکم ہے۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ہجرت کے دوسرے سال آپ ﷺ پر صلوۃ پڑھنے کا حکم نازل ہوا۔ (القول البدیع: ص۔۹۹)

اس آیت کے متعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فضائل درود شریف میں لکھا ہے میں اس کا خلاصہ لکھ دیتا ہوں حضرت فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے قرآن مجید میں بہت سے احکام بیان فرمائے ہیں۔ مثلاً نماز، روزہ، حج وغیرہ اور بہت سے انبیاء علیہم السلام کی توصیفیں اور تعریفیں فرمائی ہیں اور ان کا بہت اعزاز واکرام بھی فرمایا ہے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو فرشتوں کو حکم دیا ان کو سجدہ کرو، مگر کسی حکم یا کسی اعزاز میں یہ نہیں فرمایا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں تم بھی کرو۔ یہ اعزاز صرف آنحضرت ﷺ ہی کے لئے خاص ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے "صلوۃ" کی سب سے پہلے اپنی طرف نسبت کی ہے اس کے بعد فرشتوں کی طرف پھر اہل ایمان کو حکم دیا۔

فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ الخ فرائض مؤمنین : اے ایمان والو تم بھی درود بھیجو، اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ اس عمل میں اللہ اور اس کے فرشتے بھی شامل ہیں "يُصَلُّوْنَ" مضارع کا صیغہ ہے جو نہایت تاکید اور دوام واستمرار پر دلالت کرتا ہے یعنی یہ قطعی چیز ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے ہمیشہ رحمت بھیجتے ہیں آنحضرت ﷺ پر۔ (القول البدیع: ص۔۸۵)

صاحب روح البیان لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مقام محمود تک پہنچایا ہے اور وہ مقام شفاعت ہے اور فرشتوں کے درود کا مطلب یہ ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے ترقی درجات کے لئے دعا کرتے ہیں، اور آنحضرت ﷺ کی امت کے لئے استغفار کرتے ہیں، اور اہل ایمان کے درود کا مطلب یہ ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کا اتباع اور آپ ﷺ کے ساتھ محبت اور آپ ﷺ کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو جو اعزاز عطا فرمایا ہے، وہ حضرت آدم علیہ السلام کے فرشتوں کے سجدہ سے بڑھ کر ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کے اعزاز میں خود شامل نہیں ہیں، بخلاف حضرت محمد ﷺ کے درود کے خود اللہ تعالیٰ اس اعزاز واکرام میں شامل ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ آیت شریف میں

آنحضرت ﷺ کے لئے نبی کا لفظ ذکر فرمایا ہے "محمد" کا لفظ نہیں فرمایا جیسا کہ دیگر انبیاء کو ان کے اسماء سے پکارا ہے، اس میں آنحضرت کی غایت عظمت اور غایت شرافت کی وجہ سے لفظ نبی کا ذکر فرمایا ہے چنانچہ ایک مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام کے ساتھ آپ ﷺ کو نبی کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ "اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ" میں ہے اور جہاں کہیں آپ کا نام ذکر کیا گیا ہے وہاں کوئی نہ کوئی خصوصی مصلحت ہے اس آیت شریف میں صلوۃ کا لفظ مشترک ہے جو کئی معانی میں مستعمل ہوتا ہے علماء کرام نے لکھا ہے جو معنی اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور مؤمنوں کے حال کے مناسب ہوگا وہی مراد ہوگا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالعالیہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے درود کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تعریف کرنا ہے فرشتوں کے سامنے اور فرشتوں کا درود ان کا دعا کرنا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "يُصَلُّوْنَ" کی تفسیر "یبرکون" نقل کی گئی ہے یعنی برکت کی دعا کرتے ہیں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابوالعالیہ کا قول میرے نزدیک زیادہ اولیٰ ہے کہ اللہ کی صلوۃ سے مراد اللہ کا تعریف کرنا ہے آنحضرت ﷺ کی اور ملائکہ کی صلوۃ سے مراد اللہ تعالیٰ سے طلب زیادتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہے جو ہم التحیات میں پڑھتے ہیں یعنی "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه" اور آپ ہمیں درود شریف کا طریقہ بتا دیجئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ الخ" کہ تمہارا درود بھیجنا یہی ہے کہ تم اللہ ہی سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش ابدالآباد تک نبی ﷺ پر رحمت نازل فرماتا رہے۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول بدیع میں لکھا ہے اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں درود کا پڑھنے کا حکم دیا ہے اور ہم یوں کہا کریں "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ الخ" اس میں تو خود اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ آپ آنحضرت ﷺ پر رحمت نازل کریں؟

جواب: ❶ ... یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات تمام عیوب سے پاک ہے، اور ہم سراپا عیوب ونقائص ہیں، اس لئے جس شخص میں بہت عیب ہوں وہ ایسی ذات کی کیا ثنا کرے جو پاک ہے، اس لئے ہم اللہ ہی سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی شایان شان کے مطابق آنحضرت ﷺ پر صلوۃ بھیجے تاکہ رب طاہر کی طرف سے نبی طاہر پر صلوۃ ہو۔

جواب: ❷ ... یہ ہو سکتا ہے امت کی طرف سے جو صلوۃ وسلام پڑھا جاتا ہے وہ آنحضرت ﷺ کے احسان کا بدلہ نہیں بلکہ ایک فقیرانہ ہدیہ ہے جو شاہ رسالت کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی جاتی ہے۔

(کتاب الاذکار لابن علان۔ ص۔ ۳۱۵۔ ج۔ ۳)

جواب: ❸ ... یہ دیا جا سکتا ہے کہ درود پڑھنے میں محسن کے احسان کے بدلے دینے کا حکم ہے ہم چونکہ آنحضرت ﷺ کے احسانات کا بدلہ دینے سے عاجز تھے اس لئے حق تعالیٰ شانہ ہمارا عجز دیکھ کر ہم کو اس کے احسان کا بدلہ چکانے کا طریقہ بتایا کہ حق تعالیٰ سے درخواست کی جائے تاکہ وہ اپنی شان کے مطابق احسان کا بدلہ چکائے اور تدارک فرمائے۔

یہاں ایک اشکال ہوتا ہے جس کو امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں پھر ہمارے درود کی کیا ضرورت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں درود پڑھنے کا حکم آنحضرت ﷺ کی اظہار عظمت کے لئے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کا بندوں کو حکم دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو اپنا ذکر کرانے کی بالکل ضرورت نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مجھ سے بعض لوگوں نے اشکال کیا کہ آیت شریفہ میں صلوۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے مگر سلام کی نسبت نہیں کی گئی اس کی کیا وجہ ہے؟ تو میں نے جواب دیا ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ سلام کے دو معنی آتے ہیں ایک دعا دوسرا انقیاد واتباع اہل ایمان کے حق میں دونوں معنی صحیح ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے حق میں یہ دونوں معنی صحیح نہیں ہو سکتے، اس لئے سلام کی نسبت اللہ تعالیٰ اور

فرشتوں کی طرف نہیں کی گئی۔

درود وسلام کا حکم : زندگی بھر میں ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے اور جس مجلس میں آنحضرت ﷺ کا ذکر ہو وہاں ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے اور اس سے زیادہ مستحب ہے۔ یارب صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبك خیر الخلق کلھم۔

درود شریف پڑھنا افضل ترین نیکی ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھنا مستحب اور افضل ترین نیکی ہے، لیکن افضل درود وہی ہے جس کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، گو غیر منقول درود کا پڑھنا بھی برکت سے خالی نہیں ہے بشرطیکہ اس کا مضمون صحیح ہو جیسا کہ اس آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا " ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی ان پر درود سلام بھیجا کرو۔

سب سے افضل درود: سب سے افضل درود، درود ابراہیمی ہے، جسے نماز میں پڑھا جاتا ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے: عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ ؓ فَقُلْنَا يَارَسُولَ اللهِ كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ اللهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكُمْ. قَالَ :قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ. اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ. (صحیح بخاری: ج۲:ص۷۰۸)

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ ؓ سے مروی ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول آپ پر اور اہل بیت پر کیسے درود بھیجیں، اس لیے کہ سلام کرنے کا طریقہ تو اللہ تعالیٰ نے سکھا دیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس طرح کہا کرو :اللھم صل علی محمد الخ

نصیب شاہ سلفی کا اعتراض کہ دیوبندیوں کا جنازہ میں درود نقلی ہے: نوٹ :دیوبندیوں نے جنازے میں جو درود عوام کو سکھایا ہے وہ نقلی بناوٹی ہے۔ لہٰذا افضل کو اختیار کرنے کا دعویٰ بے بنیاد ہے۔

جواب فریق مخالف کی کذب بیانی :فریق مخالف نے اسی اعتراض میں کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے لکھا ہے کہ علماء دیوبند بناوٹی درود کے قائل ہیں جب کہ ہمارے اس عقیدے میں اس قسم کے درود کا کوئی نام ونشان تک نہیں۔ جواب کی تفصیل سے پہلے دو باتیں یاد رکھیں۔

(۱) غیر مقلدین کے نزدیک ادعیہ ماثورہ میں زیادتی جائز ہے :چنانچہ مولوی عبدالجبار غزنوی لکھتے ہیں کہ میرے فہم میں یہ سب تشددات (یعنی بے جا سختی) ہے، الفاظ ماثورہ (جو حدیث میں آئے) پر اگر کچھ الفاظ حسنہ زیادہ ہو جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے تلبیہ رسول میں لبیك وسعدیك والخیر بیدیك لبیك والامر بغاء الیك والعمل کے الفاظ زیادہ کر لیے۔

اسی طرح بہت سے مواضع میں ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء اسلام الفاظ ماثورہ پر درود شریف اور دعوات (دعاؤں) میں بعض الفاظ زیادہ کرتے ہیں اور یہ تعامل بلا نکیر جاری رہا۔ نماز میں بھی اگر ادعیہ ماثورہ (حدیث کی دعاؤں) پر زائد دعا پڑھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ خود حضور ﷺ نے فرمایا کہ تیس ۳۰ سے کچھ زائد فرشتے اس کے لکھنے کو آتے تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ الفاظ ماثورہ پر زیادت جائز ہے کیونکہ یہ دعا اس (صحابی رضی اللہ عنہ) نے اپنی طرف سے زیادہ کی تھی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی تحسین فرمائی ہے اس کے نظائر بکثرت ہیں۔

اگر کل کا استیعاب کیا جاوے تو ایک مستقل کتاب بنے گی۔ غرضیکہ اس قسم کی زیادت بدعت نہیں بلکہ فمن تطوع خیرا

فھو خیر لہ یعنی جو خوشی سے زیادہ نیکی کرے وہ اس کے لیے بہتری میں داخل ہے فقط (۱) عبدالجبار عفی عنہ (۲) سید محمد نذیر حسین (۳) عبدالرحمن مبارکپوری (۴) شمس الحق عظیم آبادی۔ (فتاویٰ نذیریہ۔ ج ۳ ص ۳۰۲، عون المعبود ج ۴ ص ۲۰۹ ج ۵ ص ۱۷۷)

(۲) علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: اگر کہا جائے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تلبیہ میں زیادت کس طرح کی؟ یہ تو احداث فی الدین ہوا حالانکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما میں بہت اتباع سنت تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما شاید یہ سمجھے کہ تلبیہ کلمات ماثورہ پر مقصور نہیں بلکہ اس جنس کے جو کلمات ہوں ان کے ساتھ تلبیہ جائز ہے جیسا کہ اکثر ادعیہ واذکار کا یہی حال ہے گو اقتصار کلمات ماثورہ پر افضل ہے۔ (مؤطا امام مالک مترجم ص ۲۶۶)

غیر مقلدین کے عبدالجبار غزنوی اور علامہ وحید الزمان نے فیصلہ کر دیا کہ درود اور دعا ماثورہ میں الفاظ کی زیادتی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک بلا نکیر جاری ہے۔ اب فریق مخالف کو سوچنا چاہیے کہ جن باتوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج چودہ سو سال بعد تک کسی نے انکار نہیں کیا اس بات کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کے درمیان کیوں فتنہ و فساد پھیلا رہے ہو۔ کیا یہی دین کی خدمت ہے۔ اب جواب سماعت فرمائیں۔

احناف کے نزدیک نماز جنازہ میں درودِ ابراہیمی پڑھنا افضل و بہتر ہے۔ جو عام نمازوں میں پڑھا جاتا ہے۔ اگرچہ دوسرے درود کے الفاظ بھی احادیث سے ثابت ہیں۔ علماء دیوبند کی کتابوں کے چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "بہشتی گوہر" جو کہ ابتدائی درجات کے طلباء کو پڑھائی جاتی ہے اس کتاب میں نمازِ جنازہ کا مسنون طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد سبحٰنک اللّٰھم اخیر تک پڑھیں اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود پڑھا جائے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ (بہشتی گوہر ص ۸۸)

(۲) تبلیغی جماعت کے مولانا عبدالرحمٰن خان میواتی نے عام مسلمانوں کے لیے "کتاب نماز" کے عنوان سے ایک کتاب مرتب فرمائی ہے اس میں نماز جنازہ کا طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھو (کتاب نماز ص ۴۱)

اس پوری کتاب میں صرف ایک درود ابراہیمی ص ۳۰ پر ہے اس کے علاوہ کوئی درود نہیں اور درود سے درود ابراہیمی مراد ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور ترین کتاب مختصر القدوری کے حاشیہ میں ہے: ثم یکبر تکبیرۃ و یصلي علی النبی ﷺ لان الثناء علی اللہ تعالیٰ یلیہ الصلوۃ علی النبی ﷺ کما فی الخطب و التشھد فیقول اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاھِیمَ إِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ. اللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرٰھِیمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرٰھِیمَ إِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ۔

(مختصر القدوری ص ۲۷ حاشیہ ۱۱ ناشر ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل، کراچی)

اللباب فی شرح الکتاب میں ہے: ثم (یکبر تکبیرۃ) ثانیۃ (ویصلی علی النبی ﷺ) کما فی التشھد (اللباب ۱ ص ۱۳۱) مذکورہ حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ نماز جنازہ میں احناف کے نزدیک درود ابراہیمی ہی بہتر و افضل ہے اور یہی درود ہم بچوں اور عوام الناس کو سکھلاتے ہیں۔ فریق مخالف نے جس درود کا حوالہ دیا ہے (یعنی لکھی وغیرہ) اس درود کا افضل و بہتر ہونا فقہ حنفی کی کسی معتبر کتاب سے ثابت نہیں۔ دیدہ باید۔

حنبلی مسلک میں نماز جنازہ میں درودِ ابراہیمی کے علاوہ دیگر درود بھی پڑھنے جائز ہیں: چنانچہ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ: دوسری تکبیر کے بعد تشہد والا درود شریف پڑھے اگر اس کے علاوہ کوئی اور درود شریف پڑھا پھر بھی کوئی حرج نہیں

کیونکہ مطلق درود شریف پڑھنا مقصود ہے۔(المغنی ۲ ص ۴۸۷ :)

فریق مخالف سے ایک سوال :فریق مخالف سے گزارش ہے کہ کوئی ایک صریح حدیث ایسی دکھائیں جس میں نماز جنازہ میں درود ابراہیمی پڑھنے کا ثبوت ہو۔ اگر تم کسی حدیث سے ثابت نہیں کر سکتے تو پھر تم کون ہو نماز جنازہ کے لیے درود ابراہیمی کو مقرر کرنے والے؟ اگر چہ نماز جنازہ میں درود ابراہیمی ہی افضل ہے لیکن حدیث شریف میں اس کی کوئی تخصیص نہیں۔ جیسا کہ ابن ماجہ اور مسند احمد کی روایت ہے :عن جابر رضی اللہ عنہ قال ما اباح لنا رسول اللہ ﷺ ولا ابوبکر ولا عمر فی شیء ما اباحوا فی الصلوٰۃ علی المیت یعنی لم یوقت ۔(ابن ماجہ ص ۱۰۹ مسند احمد ج ۳ ص ۔ ۳۵۷)

ترجمہ :حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ ،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ میں کوئی چیز مقرر نہیں فرمائی۔

تشحیز اذہان کے لیے غیر مقلدین کے چند مسائل اور بھی ملاحظہ فرمائیں انشاء اللہ فائدہ سے خالی نہیں

غیر مقلدین کے نزدیک پیغمبر کی رائے حجت نہیں :اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کی اتباع کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے :یایھا الذین امنوا اطیعو اللہ واطیعو الرسول و اولی الامر منکم (سورۃ النساء :۵۹)

اس آیت شریفہ میں ہمیں اللہ، اس کے رسول اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے جب کہ غیر مقلدین پیغمبر کی رائے کو حجت نہیں مانتے چنانچہ ملاحظہ فرمائیں :غیر مقلدین کے خطیب الہند مولوی محمد جونا گڑھی لکھتے ہیں :تعجب ہے جس دین میں نبی کی رائے حجت نہ ہو اس دین والے آج تک امتی کی رائے کو دلیل اور حجت سمجھنے لگے۔(طریق محمدی ص ۔۴۰)

یعنی ان کے نزدیک پیغمبر کی رائے حجت اور دلیل نہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

غیر مقلدین کی حضور ﷺ کی شان میں گستاخی :مشہور غیر مقلد عالم عنایت اللہ اثری نے اکتوبر ۱۹۵۹ء میں تفسیر العنبس عن تفسیر سورۃ العبس شائع کرائی تو سورۃ العبس میں عابس کے لفظ کے متعلق لکھا کہ عابس رسول اللہ ﷺ ہر گز نہیں عابس سے مراد کوئی کافر ہے جس پر اللہ نے حق کی ظاہر فرمائی۔(العطر البلیغ ۔۷۸)

غیر مقلدین کے نزدیک عیسیٰ بن باپ پیدا نہیں ہوئے :چنانچہ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ :دوسرے (رسالہ) میں ہے کہ عیسیٰ کے بے پدری پیدائش پر پوری بحث وتمحیص اور دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ موصوف عیسیٰ کا باپ تھا اور وہ معلوم النسب اور شریف النسب تھے بے پدری کا خیال خطرناک خیال ہے۔(العطر البلیغ ص ۱۷۵)

جواب :یہ عقیدہ قرآن کریم کے خلاف ہے چونکہ ان مثل عیسی عنداللہ کمثل آدم خلقه من تراب (العمران آیت نمبر :۵۹)

یہی اثری صاحب عیون زم زم میں لکھتے ہیں :کہ مسجد نبوی میں عیسائیوں سے مناظرہ کے دوران جوابی تقریر میں رسول کریم ﷺ نے حضرت عیسیٰ کا باپ تسلیم فرمایا بلکہ عیسائیت کے خلاف اسے بطور دلیل پیش فرمایا ہے۔(عیون زم زم ص ۔۲۱)

عیسیٰ اپنے باپ یوسف سے مشابہ تھا اور وہ (عیسیٰ) اس (یوسف) کا بیٹا ہے۔(عیون زم زم ص ۔ ۲۲)

غیر مقلدین کا حضرت یونس علیہ السلام کی نبوت سے انکار :یہی اثری صاحب لکھتے ہیں :الحاصل یہ کہ امام صاحب (ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ) کا فتویٰ تو ٹھیک ہے کہ مسلمانوں کی تکفیر جائز نہیں کہ یہ خوارج اور معتزلہ کا طریقہ ہے اور یہ استدلال ٹھیک نہیں کہ یونس علیہ السلام نبی ہیں۔(عیون زمزم ص ۔۱۶۱)

یعنی غیر مقلدین کے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ یونس علیہ السلام (نعوذ باللہ) اللہ کے نبی نہیں جب کہ قرآن کریم ان آیات

اور سنت سے قطعی طور پر ان کا نبی ہونا ثابت ہے۔ قرآن کریم میں آپ جگہ جگہ مشاہدہ کریں گے۔

غیر مقلدین کا اپنی نماز کے بناوٹی ہونے کا اقرار : غیر مقلدین کے اکابر نے خود اپنی نماز کے بناوٹی ہونے کا اقرار کیا ہے چند حوالے ملاحظہ فرمائیں : مشہور و معروف اہلحدیث عالم عبد الجبار سلفی لکھتے ہیں : آپ حضرات نے اس ثابت شدہ درجہ فضیلت والے عمل (یعنی دعا بعد المکتوبہ) کے خلاف اشتہار بازی شروع کر رکھی ہے لیکن آپ نے کبھی غور کیا کہ درج ذیل امور میں آپ کے پاس کتنی صحیح الاسناد اور ٹھوس احادیث ہیں :

(۱) قنوت وتر میں ہاتھ اٹھانا : قنوت وتر میں آپ حضرات بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں اور ہم بھی سمجھتے ہیں کہ اس میں توسیع ہے اور حرمین شریفین میں اسی پر عمل بھی ہے لیکن کیا یہ عمل رسول اکرم ﷺ سے صحیح یا حسن یا ضعیف حدیث سے ثابت ہے؟۔

(۲) قنوت وتر میں آپ حضرات بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ لیتے ہیں اور ہم بھی سمجھتے ہیں کہ یہ عمل جائز ہے لیکن حضرت ابو مالک سعد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں کیا وہ فجر میں قنوت کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا میں نے ان سب کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں ان میں سے کوئی بھی قنوت نہیں کرتا تھا پھر کہا اے بیٹے یہ بدعت ہے۔ نسائی۔

ہم اسے بدعت نہیں کہتے بلکہ ضرورت کے مواقع پر جائز سمجھتے ہیں کیا اسی طرح کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے نماز کے بعد دعا کو بدعت یا حرام کہنا ثابت ہے؟ (فرض نمازوں کے بعد دعائے اجتماعی کے فضائل و دلائل ص۔ ۳۵)

غیر مقلدین کے محقق زمانہ حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں : قنوت نازلہ پر قیاس کرتے ہوئے قنوت وتر میں بھی ہاتھ اٹھانا جائز ہے اس بارے میں بعض ضعیف احادیث بھی مروی ہیں لیکن ہاتھ نہ اٹھانا راجح ہے۔ واللہ اعلم

وتر یا قنوت نازلہ میں صراحت کے ساتھ منہ پر ہاتھ پھیرنا ثابت نہیں مگر مطلق میں جائز ہے۔ (ہدیۃ المسلمین ص۔ ۷۱)

قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیے: حکیم بن عتیبہ، حماد بن ابی سلیمان، ابو اسحاق السبیعی (تابعین) سے ثابت ہے کہ نماز میں جب دعائے قنوت پڑھنے کا ارادہ کرتے تو قرآت سے فارغ ہونے کے بعد تکبیر کہتے پھر قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۳۰۷ ; ص ۶۹۵ وسندہ صحیح بحوالہ : ہدیۃ المسلمین نماز کے مسائل مع مکمل نماز نبوی ﷺ ص ۷۱ تالیف زبیر علی زئی)

ان مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ غیر مقلدین نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین کو بدل کر اپنے لیے نیا دین اختیار کیا۔ وہ تمام حالات جن کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا سا بھی تعلق ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے۔ خواہ آپ کی ولادت مبارکہ کا ذکر ہو یا کسی اور حالت کا تذکرہ ہو۔ (خلاصہ عقائد علماء دیوبند ص۔ ۲۳۱)

نصیب شاہ سلفی کا اعتراض : آپ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو باعث ثواب ہے مگر شرط یہ ہے کہ :(۱) وہ قرآن و حدیث، آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو۔ (۲) بیان کرنے والا بدعتی و مشرک نہ ہو جس سے وہ بدعت و شرک ثابت کر رہا ہو۔

(۳) تاریخ پیدائش یا وفات کی تخصیص نہ ہو جیسا کہ جشن ولادت، جلوس عید میلاد النبی ﷺ وغیرہ ورنہ پھر شرک یا بدعت ہو گا کیونکہ اس عمل کی مثال آپ ﷺ کی زندگی میں یا آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت نہیں ہے اور اس قسم کے عمل کا بدعت ہونے پر امت متفق ہے۔

واما اهل السنة و الجماعة فيقولون فى كل فعل و قول لم يثبت عن الصحابة رضى الله عنهم فهو بدعة (ابن کثیر سورۃ احقاف آیت نمبر ۱۴) ۔ (موازنہ کیجئے ص ۱۵۔ ۱۶)

جواب : جشن عید میلاد النبی ﷺ کے بارے سورۃ یونس میں تفصیلاً تذکرہ آچکا ہے تاہم نصیب شاہ سلفی کے اعتراض کا جواب

حاضر خدمت ہے چونکہ نصیب شاہ سلفی عوام الناس کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ علماء دیوبند مروجہ عید میلاد النبی ﷺ کے قائل ہیں حالانکہ علماء دیوبند کے نزدیک مروجہ عید میلاد النبی بدعت ہے۔ فقیہ العصر، قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال: محفل میلاد شریف وقیام میلاد شریف ولوبان سلگانے، فرش وچوکی بچھانے وتاریخ متعین کرنا وغیرہ بہ ہیئت مشہورہ ومروجہ اس زمانے میں آیا اس طریقے سے محفل میلاد جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس دلیل سے؟ دلیل ادلہ اربعہ سے ہو، بینوا توجروا۔"

جواب: یہ محفل چونکہ زمانہ فخر عالم ﷺ اور زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور زمانہ تابعین وتبع تابعین اور زمانہ مجتہدین علیہ الرحمۃ میں نہیں ہوئی اس کا ایجاد بعد چھ سو سال کے ایک بادشاہ نے کیا۔ اس کو اکثر اہل تاریخ فاسق لکھتے ہیں لہٰذا یہ مجلس بدعت ضلالہ ہے اس کے عدم جواز میں صاحب مدخل وغیرہ علماء پہلے لکھ چکے ہیں اور اب بھی بہت رسائل وفتاویٰ طبع ہو چکے ہیں زیادہ دلیل کی حاجت نہیں عدم جواز کے واسطے یہ دلیل کافی ہے کہ کسی نے قرونِ خیر میں اس کو نہیں کیا، زیادہ مفاسد اس کے دیکھنے ہوں تو مطولات فتاویٰ کو دیکھ لیں، واللہ اعلم۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۔ ۶۴)

• غیر مقلدین کے نزدیک اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم حجت نہیں: شاہ صاحب نے تیسری شرط یہ لکھی ہے کہ جس عمل کی مثال آپ ﷺ کی زندگی میں یا آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت نہیں تو اس کے بدعت ہونے پر امت متفق ہے۔ یہ شاہ صاحب کی اور ان کی جماعت کا صرف زبانی جمع خرچ ہے کیونکہ ان کے نزدیک اقوال وافعال صحابہ رضی اللہ عنہم حجت نہیں ہے۔ بطور نمونہ چند حوالے ملاحظہ فرمائیں: پس جو قرآن وحدیث میں ہے دین اور جو ان دونوں میں نہیں وہ دین کی بات نہیں دین کی باتیں وحی خدا یعنی قرآن وحدیث میں کامل ومکمل موجود ہیں۔ (طریق محمدی ص۔ ۴۲)

دوسری جگہ لکھتے ہیں: قرآنِ پاک خدا تعالیٰ کی وحی قرآن وحدیث کے ماننے اور اس کے سوا کسی اور کی نہ ماننے کی کھلے الفاظ میں منادی کرتا ہے۔ (طریق محمدی ص ۶۰:)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی: محمد جونا گڑھی ایک اور مقام پر گستاخی کرتے ہوئے لکھتا ہے: بس آؤ سنو! بہت صاف صاف موٹے موٹے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ان میں غلطی کی۔ اور ہمارا اور آپ کا اتفاق ہے کہ فی الواقع ان مسائل کے دلائل سے حضرت عمر فاروق ؓ بے خبر تھے۔ (طریق محمدی ص۔ ۵۴)

بڑے تعجب کی بات ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی ؓ تو موٹے موٹے مسائل میں غلطی کرتے ہیں (نعوذ باللہ) اور مسائل کے دلائل سے بے خبر تھے لیکن غیر مقلدین غلطیوں سے پاک ہیں اور تمام مسائل کے دلائل ان کو معلوم ہیں۔

غیر مقلدین کے نزدیک صحیح کردار والا صحابی بھی حجت نہیں: نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل سے دلیل پکڑنا درست نہیں کیونکہ صحابی ؓ کا کردار اگرچہ صحیح طور پر ثابت ہو پھر بھی حجت کے لائق نہیں ہوتا۔ (بدور الاہلۃ ص۔ ۲۸)

یہی نواب صاحب عورت کے برہنہ بدن نماز کے جواز کو ثابت کرنے کے جوش میں حضرت ام سلمہ ؓ کے ایک اثر کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "قول اوست پس حجت میرزد" یہ اس کا قول ہے جو حجت کے لائق نہیں۔ (بدور الاہلہ ص۔ ۳۹)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: "موافقات صحابہ حجت نہیں"۔ (بدور الاہلۃ ص۔ ۱۲۹)

غیر مقلدین کے نزدیک خنزیر یا کتا پھولا پھٹا ہوا پڑا ہے لیکن پانی کا رنگ یا ذائقہ تبدیل نہیں ہوتو وہ پاک ہے اس کے خلاف حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ایک فتویٰ کو رد کرتے ہوئے میاں نذیر حسین فرماتے ہیں:

''اگر اس فتویٰ کو سند کے اعتبار سے صحیح تسلیم کرلیا جائے تو پھر بھی اس کو دلیل بنانا صحیح نہیں کیونکہ صحابی رضی اللہ عنہ کا قول حجت نہیں ہوتا۔'' (فتاویٰ نذیریہ ج ا ص۔ ۴۰)

غیر مقلدین کے مناظر اسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک مجلس میں تین طلاق والے فیصلے کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں : پھر آپ اور ہم اسے کیوں مانیں ہم فاروقی تو نہیں محمدی ہیں ہم نے اللہ کا کلمہ تو نہیں پڑھا آنحضرت محمد ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ)

شاہ صاحب کا یہی عقیدہ ہے کہ دین صرف دو چیزوں کا نام ہے۔ قرآن وحدیث، باقی دین نہیں چنانچہ شاہ صاحب نے امین اللہ پشاوری کی کتاب ''تقلید کی حقیقت'' کے مقدمہ میں لکھا ہے : اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دین دو ہی چیزوں کا نام ہے قرآن عزیز اور سنت نبوی ﷺ اور اسی کا مظاہرہ اہل اسلام اپنی زندگی میں کرتے ہیں۔ مثلاً دنیا میں آتے ہی اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی اتباع کی خبر اذان کی صورت میں پکاری جاتی ہے اور زندگی کے آخری لمحات میں بھی کلمہ شہادت کا تکرار کیا جاتا ہے۔ لقنوا اماتاکم لا الہ الا اللہ دو ہی شہادتیں پڑھی جاتی ہیں معلوم ہوا کہ جو اقرار مسلمان پر لازم تھا وہ اس موقع پر دہرایا گیا۔

دوسری مثال خیر القرون میں بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو کامل دین سمجھتے ہیں۔ (تقلید کی حقیقت ص۔ ۷)

شاہ صاحب اور ان کے اکابرین کی تصریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ غیر مقلدین کے نزدیک دین صرف قرآن وحدیث کا نام ہے۔ صحابہ کرامؓ کے اقوال وافعال ان کے یہاں حجت نہیں یہ حضرات شیعوں کی طرح عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مانتے ہیں۔

﴿۵۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ الخ بے ادبی کا نتیجہ : مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اوپر مسلمانوں کو حکم تھا کہ آنحضرت ﷺ کی ایذاء کا سبب نہ بنیں بلکہ آپ کی انتہائی تعظیم وتکریم کریں۔ جس کی ایک صورت صلوۃ وسلام بھیجنا ہے اب بتلایا کہ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دینے والے دنیا وآخرت میں ملعون ومطرود اور سخت رسوا کن عذاب میں مبتلا ہونگے۔ اللہ تعالیٰ کو ستانے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے پیغمبروں کو ستائیں یا اس کی جناب میں نالائق باتیں کہیں ایسے لوگوں کے لئے ذلت ناک عذاب تیار ہے۔

آنحضرت ﷺ پر کسی اعتبار سے طعن کرنا آدمی کو مرتد بنا دیتا ہے

آنحضرت ﷺ کی شخصیت، دین، نسب، یا حضور ﷺ کی کسی صفت پر طعن کرنا اور صراحتاً یا کنایۃً یا بطور تعریض آپ پر نقطہ چینی کرنا اور عیب لگانا کفر ہے، ایسے شخص پر دونوں جہان میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، دنیوی سزا اس کو توبہ کرنے سے بھی نہیں بچا سکتی۔ علامہ ابن ہمامؒ نے لکھا ہے جو شخص آنحضرت ﷺ سے دل میں نفرت کرتا ہے تو وہ شخص مرتد ہو جائے گا، برا کہنا تو بدرجہ اولیٰ مرتد بنا دیتا ہے، اگر اس کے بعد توبہ بھی کرلے تو قتل کی سزا ساقط نہیں ہوسکتی۔

فقہاء نے لکھا ہے یہ قول علماء کوفہ یعنی امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہؒ، صاحبینؒ، امام مالکؒ وغیرہ کا ہے، ایک روایت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فتویٰ منقول ہے، یہ سزا بہر حال دی جائے گی خواہ وہ اپنے قصور کا اقرار کرلے اور تائب ہو کر آئے یا منکر جرم ہو اور شہادت سے ثبوت ہو جائے دوسرے موجبات کفر کا اگر انکار کردے خواہ شہادت کا ثبوت موجود ہو تو انکار معتبر ہوگا، علماء نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر نشہ کی حالت میں بھی اگر رسول اللہ ﷺ کو برا کہنے کے جرم کا ارتکاب کیا ہو تب بھی اس کو معاف نہیں کیا جائے گا، ضرور اس کو قتل کیا جائے گا، ہاں نشہ کی حالت کے لیے یہ شرط ضرور ہے کہ خود اس نے اپنے اختیار سے بغیر جبر واکراہ کے ممنوع طریقہ سے نشہ آور چیز کھائی پی ہو اگر ارتکاب منشی اپنے اختیار سے نہ کیا ہو تو ایسا مدہوش پاگل کے حکم

میں ہے اس کو سزا نہیں دی جائے گی۔ (تفسیر مظہری)

﴿۵۸﴾ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ... الخ ایذا مومنین کی حرمت کا بیان۔

مسلمانوں کی ایذاء رسانی پر مبنی امور کی اشاعت قابل تعزیر جرم ہے: امام ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں: ان آیات میں اس امر پر دلیل ہے کہ اہل ایمان کو ایذاء پہنچانا، اور ایسی چیزوں کو پھیلانا جو مسلمانوں کے غم وایذاء کا باعث ہوں، قابل تعزیر جرم ہے اور ایسا کرنے والا شخص اگر باز نہ آئے اور انہی مذموم حرکتوں پر اصرار کرے تو تعزیری سزاؤں، جلاوطنی وغیرہ سزاؤں کا مستحق ہے۔ (ج ۳ ص۔ ۴۷۵)

منافقین میں سے ایک گروہ اور کچھ دوسرے ایسے لوگ جنہیں دین کی کوئی بصیرت حاصل نہیں۔ جن کے قلوب میں ایمان ویقین کی کمزوری کا مرض ہے۔ کفار و مشرکین کے اجتماع میں جھوٹی باتیں پھیلاتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف باہمی تعاون و یکجہتی کا معاملہ کرتے ہیں، کفار کی بڑائی کا مسلمانوں سے تذکرہ کچھ اس انداز سے کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو ان سے مرعوب وخوفزدہ کر دیا جائے، ایسے بدطینت افراد کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں فرمایا ہے اور بتلایا ہے کہ ایسے خبث باطن رکھنے والے افراد جلاوطنی اور قتل کی سزا کے مستحق ہیں اگر وہ اپنے اس مذموم کردار سے باز نہ آئے تو ذلیل ورسوا کر کے جلاوطن یا قتل کر دیا جائے اور فرمایا کہ یہی سنت اللہ ہے اور اہل ایمان کے لیے یہی طریقہ مامور بہ ہے اور اس کی اتباع لازم ہے اور آگے ہے "وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا" کا مطلب واللہ اعلم یہ ہے کہ کسی طاقت کو اللہ تعالیٰ کے طریقہ اور تعامل میں رخنہ اندازی اور اسے بدلنے کی اجازت وقدرت نہیں۔

شرعی وجوہ کی بناء پر کسی کو ایک جگہ چھوڑنے کا حکم ہو تو بقدر ضرورت مہلت دی جائے گی روح المعانی میں ہے کہ اس آیت سے اشارۃً ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی کو کسی شرعی وجہ کی بناء پر کوئی مقام یا ٹھکانہ نہ چھوڑنے کا حکم دیا جائے اور وہ کسی دوسرے کی ملک ہو تو اسے وہاں سے منتقل ہونے کے لیے اتنی مہلت ضرور دی جائے گی جس میں وہ اپنے سامان، مال ومتاع اور اہل وعیال کو منتقل کر سکے۔ (کمافی الانتصاف)

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

اے نبی! آپ کہہ دیجئے اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مومنوں کی عورتوں سے کہ وہ نیچے لٹکالیا کریں اپنی چادریں، یہ زیادہ قریب ہے کہ

جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾

وہ پہچانی جائیں اور انکو تکلیف نہ دی جائے اور اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا از حد مہربان ہے ﴿۵۹﴾

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ

اگر باز نہیں آئیں گے منافق لوگ اور وہ جنکے دلوں میں روگ ہے اور جھوٹی خبریں اڑانے والے مدینہ میں تو ہم آپکو ابھاریں گے انکے خلاف

بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَاۤ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا

پھر وہ نہ رہیں گے آپکے پڑوس (مدینہ میں) مگر بہت کم ﴿۶۰﴾ وہ پھٹکارے ہوئے ہونگے جہاں بھی پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے

وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ

اور انکو برے طریقے سے جان سے مارا جائیگا ﴿۶۱﴾ یہ اللہ کا دستور ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزرے ہیں اور نہ پاؤ گے تم اللہ کے

تَبۡدِيۡلًا ﴿۶۲﴾ يَسۡـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ‌ؕ قُلۡ اِنَّمَا عِلۡمُهَا عِنۡدَ اللّٰهِ‌ؕ وَمَا يُدۡرِيۡكَ لَعَلَّ

دستور میں تبدیلی ﴿۶۲﴾ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں آپ کہہ دیجئے بیشک اسکا علم اللہ کے پاس ہے اور آپ کو کیا معلوم کہ شاید قیامت

السَّاعَةَ تَكُوۡنُ قَرِيۡبًا ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الۡكٰفِرِيۡنَ وَاَعَدَّ لَهُمۡ سَعِيۡرًا ۙ﴿۶۴﴾ خٰلِدِيۡنَ

قریب ہی ہو ﴿۶۳﴾ بیشک اللہ تعالیٰ نے پھٹکار کی ہے کافروں پر اور تیار کی ہے ان کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ ﴿۶۴﴾ ہمیشہ رہنے والے ہونگے

فِيۡهَاۤ اَبَدًا‌ ۚ لَا يَجِدُوۡنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا‌ ﴿۶۵﴾ يَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوۡهُهُمۡ فِى النَّارِ يَقُوۡلُوۡنَ

اسمیں نہ پائیں گے کوئی حمایتی اور نہ مددگار ﴿۶۵﴾ جسدن کہ پلٹے جائیں گے انکے چہرے دوزخ کی آگ میں تو کہیں گے

يٰلَيۡتَنَاۤ اَطَعۡنَا اللّٰهَ وَاَطَعۡنَا الرَّسُوۡلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا

اے افسوس ہمارے لئے کہ ہمنے اطاعت کی ہوتی اللہ کی اور اطاعت کی ہوتی رسول کی ﴿۶۶﴾ اور وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! بیشک ہمنے اطاعت کی اپنے

فَاَضَلُّوۡنَا السَّبِيۡلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمۡ ضِعۡفَيۡنِ مِنَ الۡعَذَابِ وَالۡعَنۡهُمۡ لَعۡنًا كَبِيۡرًا ﴿۶۸﴾

سرداروں کی اور اپنے بڑوں کی تو انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا سیدھے راستے سے ﴿۶۷﴾ اے ہمارے پروردگار انکو دگنا عذاب دے اور ان پر لعنت کر بہت بڑی لعنت ﴿۶۸﴾

﴿۵۹﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں ایذاء رسول اور ایذاء مومنین پر وعید کا ذکر تھا اب آگے یہود اور منافقین کی ایذاؤں کا ذکر کر کے ان کے سد باب کی ہدایات دی ہے۔

خلاصہ رکوع ۱ رفعت شان خاتم الانبیاء، فرائض خاتم الانبیاء برائے التزام حجاب، طریق حجاب، شرعی پردہ کا دوسرا درجہ، نتیجہ حجاب، تنبیہ یہود و منافقین، نتیجہ، دستور خداوندی، منکرین قیامت کا شکوہ، جواب شکوہ، نتیجہ کفار، کفار کی رسوائی، اسباب گمراہی، تابعین کا مطالبہ۔ ماخذ آیات ۵۹: تا ۶۸ +

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ : رفعت شان خاتم الانبیاء۔ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِكَ الخ فرائض خاتم الانبیاء برائے التزام حجاب۔

يُدۡنِيۡنَ عَلَيۡهِنَّ : طریق حجاب۔ شرعی پردہ کا دوسرا درجہ۔ ذٰلِكَ اَدۡنٰٓى : نتیجہ حجاب : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت کے پیش نظر اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنے سروں چہروں کو بڑی چادروں سے ڈھانپ لیں البتہ ایک آنکھ کھولنا جس سے راستہ نظر آئے، اس طرح سر اور چہرہ اور بدن کا چھپانا تا کہ پہچان کی جائے کہ یہ پردہ نشین عورتیں ہیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ موضح القرآن میں فرماتے ہیں تا کہ پہچان پڑیں کہ لونڈی نہیں بی بی ہے۔ یعنی یہ آزاد عورتیں ہیں لونڈیاں نہیں چونکہ لونڈیوں کا پردہ نہیں ہوتا۔ شریر لوگ راہ چلتی عورتوں کو چھیڑتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کا سد باب فرمایا کہ وہ عورتیں گھر سے نکلتے وقت اپنی چادریں اپنے اوپر ڈال دیں، اور اپنا منہ اور بدن اور ہاتھ کی ہتھیلیاں چھپالیں، تا کہ لوگ اس وضع اور ہیئت کو دیکھ کر پہچان لیں کہ یہ شریف زادیاں اور غیرت اور حیا والی عورتیں ہیں، اور یہ بھی جان لیں کہ یہ باندیاں نہیں کیونکہ ان سے خدمت لینی ہوتی ہے اس لئے ان کا پردہ نہیں ہوتا۔ مگر اس زمانے کے شہوت پرست پردہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور اہل ایمان کو اس فتنہ سے بچائے۔ (آمین)

اہل تشیع کا بنات النبی ﷺ کے متعلق غلط نظریہ اور اس کی تردید

اس آیت سے شیعہ حضرات کے غلط نظریہ کی تردید ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی صرف ایک بیٹی تھی یعنی حضرت فاطمہ ؓ یہاں لفظ "بَنٰتِكَ" جمع کا صیغہ ہے جس کا مطلب واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ کی متعدد بیٹیاں تھیں۔ ہم اختصار کے پیش نظر سب سے پہلے مقبول دہلوی کا ترجمہ نقل کرتے ہیں ❶ ... چنانچہ وہ لکھتے ہیں اے نبی (ﷺ) تم اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان عورتوں سے یہ کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں سے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔ (ترجمہ مقبول: ص: ۵۱۰ طبع افتخار بکڈپو رجسٹرڈ کرشن نگر لاہور)

❷ ... مولوی فرمان علی اپنے ترجمہ قرآن: ص: ۵۸۹ اسی آیت کے تحت "بَنٰتِكَ" کا ترجمہ اپنی لڑکیوں سے کرتے ہیں۔ خود شیعہ مفسرین کے تراجم سے واضح ظاہر ہے کہ امام الانبیاء ﷺ کی بیٹیاں ایک سے زائد تھیں جو کہ لفظ جمع بیٹیوں۔ لڑکیوں سے واضح ہو رہا ہے اور ان بیٹیوں کے نام یہ ہیں، حضرت زینب ؓ، حضرت رقیہ ؓ، حضرت ام کلثوم ؓ اور حضرت فاطمۃ الزہرہ ؓ جیسا کہ کتب شیعہ میں معتبر اسناد کے ساتھ یہی اسماء مروی ہیں۔ ❸ ... یعقوب کلینی شیعہ اَبْوَابُ التَّارِيْخِ بَابُ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَوَفَاتِهٖ: میں لکھتے ہیں وَتَزَوَّجَ خَدِيْجَةَ وَهُوَ ابْنُ بِضْعٍ وَّ عِشْرِيْنَ سَنَةً فَوُلِدَلَهٗ مِنْهَا قَبْلَ مَبْعَثِهٖ (ﷺ) اَلْقَاسِمُ وَرُقَيَّةُ وَزَيْنَبُ وَاُمُّ كُلْثُوْمٍ، وَوُلِدَلَهٗ بَعْدَ الْمَبْعَثِ اَلطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَفَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ۔ (اصول کافی: ص: ۴۳۹ ج ۱)

یعنی آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ کے ساتھ نکاح کیا اس وقت آپ کی عمر بیس سال سے زیادہ تھی پھر خدیجہ ؓ سے آنجناب کی اولاد بعثت سے پہلے یہ پیدا ہوئی قاسم، رقیہ، زینب، اور ام کلثوم، اور بعثت کے بعد آپ کی اولاد طیب، طاہر اور فاطمہ ؓ پیدا ہوئیں۔ اور اس کتاب کو اہل تشیع کے نزدیک امام غائب کی تصدیق حاصل ہے اور تمام اہل تشیع علماء و مجتہدین اس کتاب کی توثیق کرتے ہیں اور اسکی روایات کو درست تسلیم کرتے ہیں اس کے مصنف کا نام محمد بن یعقوب کلینی رازی ہے۔

❹ ... الصافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ جزء سوم حصہ دوم: ص: ۱۴۷ باب مولد النبی ووفاتہ: تصنیف خلیل قزوینی۔

❺ ... کتاب الخصال للشیخ الصدوق: ص: ۷۵ باب السبعۃ اور قرب الاسناد سے شیعہ مجتہدین نے اپنی اپنی تصانیف میں اس روایت کو بطور تائید نقل کیا ہے مثلاً ملا باقر مجلسی نے (حیوۃ القلوب: ص: ۸۷ ج ۲) میں شیخ عباس القمی نے (منتہی الآمال: ص: ۱۰۸ ج ۱) فصل ہشتم میں۔ اب شیعہ خود فیصلہ کریں کہ ان کے اکابر سچے تھے یا یہ موجودہ منکرین؟

﴿۶۰﴾ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الخ تنبیہ یہود و منافقین: "فِي الْمَدِيْنَةِ" اس سے مراد یہود ہیں جو اکثر و بیشتر جھوٹی خبریں اسلام کے خلاف اڑایا کرتے تھے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد منافقین ہوں۔ (روح المعانی: ص: ۶۲ ج ۲۲)

اگر یہی لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کر دینگے پھر ان کو مدینہ سے نکلنا پڑے گا۔ چنانچہ یہودی نکالے گئے ممکن ہے کہ منافقین دھمکی سن کر اپنا رویہ بدل دیں۔

﴿۶۱﴾ مَلْعُوْنِيْنَ الخ نتیجہ: اگر یہ لوگ باز نہ آئیں تو پھر یہ حکم تعزیری طور پر جاری کر دیا جائے گا کیونکہ یہ لوگ معاشرے میں فحاشی بے حیائی اور بد اخلاقی پھیلانے کے مرتکب ہوئے ہیں، وہ کسی ہمدردی کے لائق نہیں انہیں سخت ترین سزا ملنی چاہئے۔

﴿۶۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ الخ دستور خداوندی: انبیاء ؑ کے مخالفین کے لئے ہمیشہ سے یہی دستور خداوندی چلا آرہا ہے تورات میں بھی یہی قانون ہے کہ فسادی بدمعاش قسم کے لوگوں کو اپنے سے باہر کر دیتا کہ عزت و ناموس کی حفاظت ہو، بلکہ یہ حکومت وقت پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کے مذہب اخلاق عزت کاروبار کی حفاظت کرے ان پر عمل درآمد کرنا حکومت وقت کے فرائض میں شامل ہے۔

﴿۶۳﴾ يَسْئَلُكَ النَّاسُ الخ منکرین قیامت کا شکوہ: جب عذاب الٰہی اور آخرت کی دھمکی ان کو دی گئی تو یہ لوگ پوچھتے ہیں

قیامت کب آئے گی۔ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ :جواب شکوہ : کہ اس کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا۔ یہاں ایک اشکال ہے وہ یہ ہے کہ "السَّاعَةَ" مونث ہے اور "قَرِيبًا" کا لفظ مذکر ہے تو بعض حضرات یہ جواب دیتے ہیں کہ "فَعِيلٌ" کے وزن پر مذکر و مونث دونوں آسکتے ہیں۔ جیسے "رَجُلٌ جَرِيحٌ، اِمْرَاَةٌ جَرِيحٌ" بعض کہتے ہیں کہ "قریبا" یہ صفت ہے اس کا موصوف محذوف ہے "لَعَلَّ السَّاعَةَ تكون شَيْئًا قریبا شیئا" : موصوف اور "قریبا" صفت ہے۔

﴿۶۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ الخ نتیجہ کفار۔ ﴿۶۶﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ الخ کفار کی رسوائی: جس دن جہنم میں داخلہ ہوگا تو کفار حسرت کریں گے۔ يَقُولُونَ الخ کفار کی تمنا : کاش ہم نے اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانا ہوتا۔ ﴿۶۷﴾ اسباب گمراہی۔ ﴿۶۸﴾ تابعین کا مطالبہ :مطلب یہ ہے۔ منافقین اور کفار بارگاہ الٰہی میں قیامت کے دن یہ مطالبہ کریں گے۔ جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا ہے انہیں دگنا عذاب دے۔ جواب مطالبہ کا ذکر سورۃ الاعرف میں موجود ہے۔ کما قال تعالی قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ"۔ (آیت۔ ۳۸)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ

اے ایمان والو نہ ہو تم ان لوگوں کی طرح جنہوں نے ستایا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے انکو بری قرار دیا اس چیز سے جو انہوں نے کہی تھی اور موسیٰ علیہ السلام

عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾ يُّصْلِحْ

اللہ کے نزدیک بڑی عزت والے تھے ﴿۶۹﴾ اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور کہو بات سیدھی ﴿۷۰﴾ وہ درست کردیگا

لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾

تمہارے لئے تمہارے اعمال اور بخشش دیگا تمہارے لئے تمہارے گناہ اور جو شخص اطاعت کریگا اللہ اور اسکے رسول کی، پس بیشک وہ کامیاب ہو گیا بڑی کامیابی سے ﴿۷۱﴾

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ

بیشک ہمنے پیش کی امانت آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر پس انکار کیا انہوں نے کہ اٹھائیں اسکو اور اس سے ڈر گئے

مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ

اور اٹھا لیا اس کو انسان نے بیشک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے ﴿۷۲﴾ تاکہ سزا دے اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ

اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو اور اللہ تعالیٰ رجوع فرمائے (مہربانی کیساتھ) مومن مردوں اور مومن عورتوں پر

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾

اور اللہ تعالیٰ بہت بخشش کرنیوالا اور نہایت مہربان ہے ﴿۷۳﴾

﴿۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الخ ربط آیات: اوپر تھا "وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ"۔ (آیت۔ ۵۳) تمہیں کوئی حق نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاؤ اسی مد میں آگے فرماتے ہیں۔ اے ایمان والوں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ

جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچائی مگر اللہ نے وجاہت و مقبولیت کی وجہ سے سب کا ابطال فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام کا بے خطا اور بے داغ ہونا ثابت کر دیا۔

خلاصہ رکوع ۹: اہل ایمان سے خطاب، اصول کامیابی۔ ۱۔ ۲۔ نتیجہ متبعین رسول، انسان کے مکلف ہونے کا بیان، نتیجہ منافقین، نتیجہ مؤمنین۔ ماخذ آیات ۶۹: تا ۷۳+

اہل ایمان سے خصوصی خطاب: اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف دی الخ اس آیت کی تفسیر میں مختلف روایات ہیں۔ ❶ ... صحیحین کی روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حیاء کی وجہ سے چھپ کر غسل کرتے تھے، اس زمانے کے لوگوں کا دستور تھا کہ برہنہ غسل کرتے تھے ایک دوسرے کے سامنے بے باکی سے تو لوگوں نے کہا موسیٰ علیہ السلام کے بدن پر کچھ عیب ہے۔ برص کا داغ یا خصیہ پھولا ہوا ہے ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے نہانے لگے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے وہ پتھر کپڑے اٹھا کر بھاگ گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام عصا لے کر اس کے پیچھے دوڑے جہاں سب لوگ جمع تھے عین اس مقام پر پتھر کھڑا ہو گیا۔ سب نے موسیٰ علیہ السلام کو برہنہ دیکھ کر معلوم کر لیا کہ بے عیب ہیں۔ (مظہری: ص: ۳۸۶ ج۔ ۷)

❷ ... ابو العالیہ کہتے ہیں قارون نے ایک عورت کو کچھ دے کر لوگوں کے مجمع میں کہلا دیا کہ موسیٰ علیہ السلام اس کے ساتھ مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آخر کار قارون کو زمین میں دھنسا دیا اور اس عورت کی زبان سے اس تہمت کی تردید کرائی۔ (مظہری: ۳۸۶ ج۔ ۷)

❸ ... مستدرک حاکم کے حوالے سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ: ہارون علیہ السلام کو فلاں مقام پر جان نکالنی ہے وہاں لے جاؤ تو وہاں پر ایک چارپائی پڑی تھی ہارون علیہ السلام لیٹ گئے تو موت کا فرشتہ بھی پہنچ گیا ان کی روح قبض کر لی بنی اسرائیل نے مشہور کر دیا کہ ہارون علیہ السلام ہمارے حق میں نرم تھے، اور یہ سخت ہیں انہوں نے اس کو قتل کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے وہاں سے فرشتوں کے ذریعے ان کی میت کو وہاں پہنچایا لوگوں نے دیکھ بھال کر کے کہا کہ ان کو طبعی موت ہوئی ہے موسیٰ علیہ السلام قصور وار نہیں تو اللہ تعالیٰ نے بری قرار دیا۔ (روح المعانی: ص ۳۶۸، ۳۶۹ ج ۲۲)

فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ الخ موسیٰ علیہ السلام کی برأت۔ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ الخ فضیلت موسیٰ علیہ السلام۔

فائدہ: ... پتھر کی یہ حرکت خرق عادت تھی اس واقعہ میں ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انبیاء علیہم السلام کو جسمانی و روحانی عیوب سے پاک ثابت کرنے کا کسی قدر اہتمام ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں انکی طرف سے تنفر اور استخفاف کے جذبات پیدا ہو کر قبول حق میں رکاوٹ نہ ہو۔ (تفسیر عثمانی)

﴿۷۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ اہل ایمان کے لئے اصول کامیابی۔ ❶ ... قَوْلًا سَدِيْدًا۔ ❷ اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ کلمہ "لا الہ الا اللہ" مراد ہے۔ (روح المعانی۔ ص۔ ۳۷۰۔ ج۔ ۲۲)

﴿۷۱﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ الخ نتیجہ۔ ❶ ... اللہ تعالیٰ سے ڈر کر درست بات کہنے والوں کو بہترین اور مقبول اعمال کی توفیق ملتی ہے۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ الخ۔ ❷ ... اور تقصیرات معاف کی جاتی ہیں اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت میں کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے جس نے یہ راستہ اختیار کیا وہ شخص مراد کو پہنچ گیا۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ الخ نتیجہ متبعین رسول۔

﴿۷۲﴾ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ الخ انسان کے مکلف ہونے کا بیان: اس امانت سے کیا مراد ہے۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میرے نزدیک امانت ایمان و ہدایت کا ایک تخم ہے جو بنی آدم کے قلوب میں بکھیرا گیا ہے۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: اس امانت سے مراد احکام شریعت ہیں اور ان کی بجا آوری کو بمنزلہ امانت کے کہا ہے۔

فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا الخ زمین و آسمان و جبال کی معذرت: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس امانت کو آسمان و زمین

کے سامنے کر دیا، اوران کو دکھا دیا، اوران میں شعور اور ادراک بھی پیدا کر دیا، اور ماننے اور نہ ماننے کا اختیار بھی دیدیا۔ اگر تم ان احکام کی پابندی کرو گے تو اجر و ثواب کے مستحق بنو گے ورنہ سزا کے مستحق بنو گے تو آسمان و زمین نے انکار کر دیا، آپ نے جو ہمارے ذمہ کام لگائے ہیں ہم تیری تسخیر پر راضی ہیں۔ مگر تیرے اوامر و نواہی کی اٹھانے کی ہمت نہیں رکھتے۔ امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آسمان و زمین کا یہ انکار ابلیس کے انکار کی طرح نہ تھا بلکہ یہ انکار اپنے آپ کو حقیر سمجھتے ہوئے کیا تھا جیسا کہ "وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا" کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اپنی اس کمزوری کے اظہار سے مقصود نیاز مندانہ عذر تھا۔ (تفسیر کبیر: ج:۲۵: ص۔۱۸۷)

انسان نے بھاری امانت کو قبول کیا کہ اپنے طبعی ذاتی مادہ سے شرمایا کہ اپنے رب کی امانت کو کیسے واپس کروں؟ بصد شوق و رغبت قبول کیا بلکہ "هل من مزيد" کا نعرہ لگایا۔ نہ اپنی کمزوری پر نظر کی اور نہ کسی اندرونی اور بیرونی دشمنی کا خطرہ محسوس کیا۔ زید بن اسلم رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب انسان نے اللہ کی اس امانت کو قبول کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تیری اعانت کرنے والا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر: ج:۶: ص۔۸۶۱)

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: آسمان و زمین نے اور پہاڑوں نے اس امانت کے ثقل پر نظر کی اس لئے انکار کیا۔ مگر انسان نے اس امانت کے پیش کرنے والے پر نظر کی کہ وہ میرا پروردگار ہے غیرت کے مارے میں نے قبول کرلیا اس امانت کو باقی میرا رب میرے ظلم اور جہالت کو بخوبی جانتا ہے وہ اپنی رحمت سے معاف فرمادے گا۔ (تفسیر کبیر: ج:۲۵: ص ۱۸۸)

اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا: اس کی تفسیر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے جو فرمائی ہے وہ آسان ہے اور ہمارے استاذ محترم امام اہلسنت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر کو بھی پسند ہے۔ میں اسکا خلاصہ لکھ دیتا ہوں۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ظالم اس کو کہتے ہیں جس میں عدل کرنے کا وصف ہو عدل کرنے کی استعداد ہو پھر مرضی سے ظلم کرے۔ ''جھول'' اس کو کہتے ہیں۔ علم حاصل کرنے کی استعداد ہو اور وہ اس استعداد کو ضائع کرے جہالت اختیار کرے چونکہ انسان کے اندر عدالت کا وصف بھی تھا استعداد بھی تھی نہ کرے گا تو ظلوم بنے گا انسان میں علم حاصل کرنے کی صفت بھی ہے نہ کرے گا تو جاہل بنے گا۔ اس میں چونکہ اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر یہ استعداد رکھی اور پہاڑوں میں فطری طور پر یہ استعداد نہ تھی۔ تفسیر البحر المحیط میں حمل کا معنی خان کے ہیں اور انسان سے مراد کافر۔ منافق اور عاصی ہے۔ (البحر المحیط: ج:۷: ص۔۲۵)

آیت کا مطلب یہ ہے، بے شک ہم نے پیش کی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر، پس انہوں نے انکار کیا یعنی خیانت کی مراد انسان کافر ہے۔ اس نے خیانت کی۔

﴿۴﴾ لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الخ نتیجہ منافقین و مشرکین: اس ذمہ داری کو کھو دینے کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب اور سزا دے گا۔ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ: نتیجہ مؤمنین: اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں پر شفقت آمیز توجہ فرمائے گا اس لئے کہ انہوں نے امانت الٰہی کا حق ادا کیا۔ و کان اللہ غفورا رحیما: اور اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

تمت سورۃ الاحزاب بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ سبا
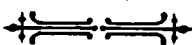
نام اور کوائف۔۔۔اس سورۃ کا نام سبا ہے اس سورۃ کی آیت نمبر ۱۵ میں آمدہ لفظ سے ماخوذ ہے۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۳۴ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول میں ۔۵۸ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۔۶۔رکوع۔ ۵۴۔آیات ہیں۔اور یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

وجہ تسمیہ:۔۔۔ چونکہ سبا ایک شخص، قبیلے، شہر اور ملک کا نام تھا جس کا ذکر اس سورہ مبارکہ کے دوسرے رکوع میں آیا ہے اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ سبا رکھا۔اس سورۃ سے پہلے سورہ نور سے لے کر سورۃ سجدہ تک ساری سورتیں مکی تھیں اس سے پچھلی سورۃ الاحزاب مدنی تھی اور یہ سورۃ پھر مکی ہے۔آگے پھر تین سورتیں متواتر مدنی ہیں اور اس کے بعد مکی اور مدنی مخلوط سورتیں آئیں گی۔

ربط آیات:۔۔۔ گزشتہ سورۃ الاحزاب کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے امانت کی حفاظت کا قانون نازل فرمایا، اور اس میں سرفہرست توحید خداوندی کا ذکر تھا کہ جو شخص اس امانت کا حق ادا نہیں کرے گا وہ منافق ہوگا یا مشرک اور سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔ کما قال تعالیٰ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ اس سورۃ میں بھی ''اعظم الامانۃ'' یعنی سب سے بڑی امانت انسان کے پاس توحید خداوندی ہے، اسی کا ذکر ہے۔اس کے بعد قیامت کا ذکر ہے پھر آپ ﷺ کی رسالت کا ذکر ہے کیونکہ یہ امانت کے بنیادی ستون ہیں۔ کما لا یخفی

موضوع سورۃ:۔۔۔ تصفیہ مسئلہ مجازات۔

سورۃ سبا سے آخر تک مرکزی مضمون:۔۔۔ اس سورۃ سبا سے آخر تک اس میں احوال قیامت کا اکثر ذکر ہے۔

خلاصہ سورۃ:۔۔۔ مکی سورتوں میں اسلام کی بنیادی عقائد یعنی توحید باری تعالیٰ، رسالت، وقوع قیامت اور صداقت قرآن کا زیادہ تر ذکر آتا ہے۔عبد منیب مناسبت سے حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کا ذکر جو اعلیٰ درجہ کے منیب تھے پھر اسی کی ترغیب وترھیب بعض غیر منیبین یعنی کفار سبا کا ذکر، منیبین اور غیر منیبین کا تفاوت آنحضرت ﷺ کے لیے تسلیات کا مضمون اس کے علاوہ انسانوں کے اخلاق کی اصلاح اور ان کی تہذیب کی شائستگی پر زور دیا گیا ہے۔توحید باری تعالیٰ کے ساتھ شرک کی تردید، منکرین قیامت کو مدلل جواب دیا گیا ہے اور توحید کے عقلی دلائل پیش کئے گئے ہیں۔رسولوں کی بعثت اور ان کے منکرین کا ذکر سابقہ سورتوں کی طرح شکر گزاری کو بطور نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ شفاعت کا مسئلہ بھی بیان ہوا ہے چونکہ مشرک لوگ جبری شفاعت کے قائل تھے جس کی اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی۔

سُورَةُ سَبَإٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعٌ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَسِتَّةُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ۭ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں کہ اسی کیلئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور اسی کی تعریف ہے آخرت میں اور وہ حکمتوں والا

وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ

اور سب چیزوں کی خبر رکھنے والا ہے ﴿۱﴾ وہ جانتا ہے جو چیز داخل ہوتی ہے زمین میں اور جو خارج ہوتی ہے

السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ﴿٢﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا

اور جو اسکی طرف چڑھتی ہے اور وہ نہایت رحم کرنیوالا اور بخشش کرنے والا ہے ﴿۲﴾ اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا کہ نہیں آئے گی

السَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَيْبِ ۖ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي

ہمارے پاس قیامت، آپ کہدیجئے کیوں نہیں؟ اور میرے رب کی قسم البتہ ضرور آئے گی وہ تمہارے پاس وہ جاننے والا ہے غیب کا نہیں

السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٣﴾

غائب اس سے ایک ذرہ برابر بھی کوئی چیز نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز اور نہ بڑی چیز مگر وہ ایک کھلی کتاب میں درج ہے ﴿۳﴾

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾ وَالَّذِينَ

تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے یہی لوگ جنکے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے ﴿۴﴾ اور وہ لوگ

سَعَوْ فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِنْ رِجْزٍ أَلِيمٌ ﴿٥﴾ وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ

جنہوں نے کوشش کی ہماری آیتوں میں عاجز کرنے کیلئے یہی لوگ ہیں جنکے لئے دردناک عذاب ہے ﴿۵﴾ اور دیکھتے ہیں وہ لوگ جنکو علم دیا گیا ہے

الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقَّ وَيَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ﴿٦﴾ وَقَالَ

وہ چیز جو اتاری گئی ہے آپکی طرف آپکے پروردگار کی جانب سے، وہ برحق ہے اور وہ راہنمائی کرتی ہے عزیز اور حمید خدا تعالیٰ کے راستے کی طرف ﴿۶﴾ اور کہا ان

الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي

لوگوں نے جنہوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا، کیا ہم بتلائیں تمہیں ایسا شخص جو تمہیں خبردار کرتا ہے کہ جب تم پارہ پارہ کردیئے جاؤ گے پورے طریقے سے پارہ پارہ

خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿٧﴾ أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ ۗ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

کیا جانا بیشک تم نئی مخلوق میں ہوگے ﴿۷﴾ اس نے افتراء باندھا ہے اللہ پر جھوٹ یا اسکو جنون ہے (فرمایا یہ بات نہیں) بلکہ وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے

بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ﴿٨﴾ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

آخرت پر وہ عذاب میں ہونگے اور گمراہی میں دور پڑے ہوئے ہیں ﴿۸﴾ کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ انکے پیچھے ہے آسمان

مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنْ نَشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِنَ

اور زمین میں اگر ہم چاہیں تو دھنسا دیں ان کو زمین میں یا ہم گرا دیں ان پر کوئی ٹکڑا آسمان سے بیشک اسمیں البتہ نشانی ہے

السَّمَاءِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ﴿٩﴾

ہر اس بندے کیلئے جو رجوع رکھتا ہے خدا تعالیٰ کی طرف ﴿۹﴾

خلاصہ رکوع ❶ ... دعویٰ سورۃ استحقاق الحمد والثناء للہ تعالیٰ، حصر المالکیت سے دعویٰ پر دلیل عقلی، وسعت علم باری تعالیٰ، منکرین قیامت کا شکوہ اور جواب شکوہ حصر علم الغیب باری تعالیٰ، نتیجہ مستفیدین من القرآن، نتیجہ محرومین عن القرآن، صداقت قرآن پر دلیل نقلی، منکرین قیامت کا شکوہ، جواب شکوہ، اجمالی اور الزامی اور جواب شکوہ تفصیلی۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۹ +

﴿۱﴾ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الخ دعویٰ استحقاق الحمد والثناء للہ تعالیٰ: تمام تر حمد وثنا اسی اللہ کے لائق ہے۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ الخ حصر المالکیت سے دعوے پر دلیل عقلی: جس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، بس وہی بہر حال دنیا میں بھی آخرت میں بھی حمد وثنا کا مستحق ہے۔ ﴿۲﴾ وسعت علم باری تعالیٰ: شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ تفسیر عثمانی میں لکھتے ہیں: آسمان اور زمین کی کوئی چھوٹی بڑی چیز اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں جو چیزیں زمین کے اندر چلی جاتی ہیں مثلاً جانور کیڑے مکوڑے نباتات کا بیج، بارش کا پانی، مردہ کی لاش اور جو اس کے اندر سے نکلتی ہیں مثلاً کھیتی، سبزہ، معدنیات وغیرہ اور جو آسمان کی طرف سے اترتی ہیں۔ مثلاً بارش، وحی، تقدیر، فرشتے وغیرہ اور جو اوپر چڑھتی ہیں۔ مثلاً روح، دعا، عمل اور ملائکہ وغیرہ ان سب انواع وجزئیات پر اللہ تعالیٰ کا علم محیط ہے۔

﴿۳﴾ ربط آیات: اوپر تحمید اور توحید کا ذکر تھا اب آئندہ آیت میں منکرین کی بیہودہ بات کا ذکر کر کے اس کا رد فرماتے ہیں اور بیہودگی پر تہدید فرماتے ہیں۔ (شیخ زادہ۔ ص۔ ۹۰۷۔ ج۔ ۴) وَقَالَ الَّذِيۡنَ الخ منکرین قیامت کا شکوہ۔ قُلۡ بَلٰی الخ جواب شکوہ: آپ فرما دیجئے کہ ہاں میرے رب کی قسم قیامت ضرور آئے گی۔ عٰلِمِ الۡغَيۡبِ الخ حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ: ''فِيۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ'' حضرت عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کھلی کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے جس میں ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق مثبت ہے۔

﴿۴﴾ لِّيَجۡزِيَ الَّذِيۡنَ الخ نتیجہ مستفیدین من القرآن: قیامت اس لئے قائم ہوگی تاکہ مستفیدین من القرآن یعنی حق کی تائید کرنے والوں کو مغفرت اور رزق عطا ہو۔

﴿۵﴾ وَالَّذِيۡنَ سَعَوۡ الخ نتیجہ محرومین عن القرآن: اور وہ لوگ جنہوں نے کوشش کی ہماری آیتوں میں عاجز کرنے کے لئے یعنی ہماری آیتوں کے ابطال اور لوگوں کو قولاً وفعلاً ان سے روکنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں کہ انہیں نیچا دکھا دیں قرآن کریم کے پروگرام کو ناکام بنانے کی کوشش کرتے ہیں گویا کہ ایسے لوگ العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ کو عاجز اور ہرانا چاہتے ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ ''رجز'' بعض حضرات اس کا معنی کرتے ہیں برا عذاب اور بعض رجز کا معنی شدید کرتے ہیں حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے بلا کی مار۔ ﴿۶﴾ وَيَرَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ الخ صداقت قرآن پر نقلی دلیل: جن لوگوں کو علم دیا گیا صحابہ کرام یا علماء اہل کتاب مثلاً عبداللہ بن سلام وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ قرآن مجید اللہ کی طرف سے برحق ہے۔

نحوی ترکیب: ''وَيَرَى الَّذِيۡنَ'' ترکیب میں کیا ہے ایک ترکیب تو یہ ہے کہ اس کا عطف ''لِيَجۡزِيَ'' پر ہے اور یہ منصوب ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا تاکہ دیکھ لیں وہ لوگ جن کو علم دیا گیا کہ جو چیز تیرے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے وہ برحق ہے۔ دوسری ترکیب کہ اس کو جملہ مستانفہ بناتے ہیں تو یہ مرفوع ہوگا معنی یہ ہوگا اور دیکھتے ہیں وہ لوگ جن کو علم دیا گیا کہ جو چیز تیرے رب کی طرف سے اتاری گئی ہے وہ برحق ہے۔

﴿۷، ۸﴾ وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا الخ منکرین قیامت کا شکوہ: کفار قریش آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے تھے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جب ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو دوبارہ جنم دیے جائیں گے یا اسے جنون ہے۔

بَلِ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ الخ منکرین قیامت کے شکوہ کا اجمالی اور الزامی جواب: فرمایا کہ ہمارا نبی نہ تو مفتری ہے نہ

ہی مجنون بلکہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہی لوگ عذاب اور دور دراز کی گمراہی میں مبتلا ہیں اور منہاج مستقیم سے بہت دور ہیں۔

﴿۹﴾ **اَفَلَمْ یَرَوْا : منکرین قیامت کے شکوہ کا تفصیلی جواب : کیا وہ لوگ ہماری قدرت کے قائل نہیں ہوئے۔** جبکہ سارا عالم آسمان وزمین میں محصور ہے کسی کی مجال نہیں باہر نکلنے کی۔ اگر ہم چاہیں تو قارون کی طرح ان کو زمین میں دھنسا دیں یا اگر چاہیں تو قوم لوط کی طرح ان پر آسمان سے پتھر گرا دیں یہ منکرین قیامت جس کے قبضہ قدرت میں ہیں پھر اس کی قدرت کے منکر بنے ہوئے ہیں۔ الغرض اس آیت میں وعید بھی ہے اور دوبارہ زندہ ہونے کی دلیل بھی ہے بس اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا آسمان اور زمین پیدا کیا اسکو دوبارہ (انسان) کو پیدا کرنے میں کیا دشواری ہوسکتی ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿۱۰﴾

اور البتہ تحقیق دی ہم نے داؤد علیہ السلام کو اپنی طرف سے بڑی فضیلت اور ہم نے حکم دیا اے پہاڑو! اسکے ساتھ اپنی آواز کو اور پرندوں کو بھی ہم نے مسخر کردیا اسکے لئے اور ہم نے نرم کردیا اس کیلئے لوہے کو ﴿۱۰﴾

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾

اور ہم نے کہا کہ بناؤ کامل درجے کی زرہیں اور اندازہ ٹھہراؤ کڑیاں جوڑنے میں اور عمل کرو نیک بیشک میں جو کچھ تم کرتے ہو اسکو دیکھنے والا ہوں ﴿۱۱﴾

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ

اور سلیمان علیہ السلام کیلئے ہم نے مسخر کردیا ہوا کو اسکا پہلا پہر ایک ماہ کی مسافت طے کرتا اور پچھلا پہر بھی ایک ماہ کی اور بہا دیا ہم نے اس کیلئے تانبے کا چشمہ

الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ

اور وہ جنات میں سے تھے جو محنت کرتے تھے اسکے سامنے اسکے رب کے حکم سے اور جو کوئی ان میں سے بھی سرکشی اختیار کرتا تھا ہمارے حکم کے سامنے، ہم چکھاتے تھے

السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ

اسکو آگ کا عذاب ﴿۱۲﴾ وہ جنات کام کرتے تھے اسکے لئے جو وہ چاہتا تھا یعنی قلعے جیسے حوض نما پیالے اور جمی ہوئی دیگیں ارشاد ہوا کام کرو

رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ

اے آل داؤد! شکر گزاری کیلئے اور بہت تھوڑے ہیں میرے بندوں میں سے شکر ادا کرنے والے ﴿۱۳﴾ پس جب ہم نے فیصلہ کرلیا اس سلیمان علیہ السلام کے بارے میں

مَا دَلَّهُمْ عَلٰي مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَاۗبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ

موت کا تو نہیں بتلایا ان لوگوں کو آپ کی موت کا حال مگر زمین کے ایک کیڑے نے جو کھا رہا تھا آپ کی لاٹھی کو پس جب وہ گر پڑے

اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ

تو معلوم کرلیا جنات نے کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو نہ ٹھہرتے وہ ذلت ناک تکلیف میں ﴿۱۴﴾ البتہ تحقیق قوم سبا کیلئے

فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ڛ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا

انکی بستی میں نشانی تھی دو باغات دائیں اور بائیں جانب کھاؤ اپنے پروردگار کی عطا کردہ روزی میں سے اور اسکا شکر ادا کرو

لَهٗ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿١٥﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ

یہ شہر ہے پاکیزہ اور پروردگار ہے بخشش کرنے والا ﴿۱۵﴾ پس اعراض کیا ان لوگوں نے پھر چھوڑ دیا ہمنے ان پر نالہ زور دار سیلاب کا اور ہمنے تبدیل کر دیئے

بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿١٦﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ

ان کیلئے دو باغوں کے بدلے وہ ایسے باغ جنکا پھل کسیلا تھا اور کچھ جھاؤ کے درخت اور کچھ تھوڑے سے بیر ﴿۱۶﴾ یہ ہمنے بدلہ دیا

بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿١٧﴾ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا

انکو اس وجہ سے کہ انہوں نے کفران نعمت کیا اور ہم نہیں ایسا بدلہ دیتے مگر ناشکر گزاروں کو ﴿۱۷﴾ اور بنائی تھیں ہمنے ان (سباوالوں) کے درمیان اور برکت والی

قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ۭ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿١٨﴾ فَقَالُوْا رَبَّنَا

بستیوں (شام وفلسطین) کے درمیان نمایاں بستیاں اور ٹھہرائی تھی ہمنے انکے درمیان موزوں مسافت (حکم تھا) چلو ان میں راتوں کو اور دن کو پر امن ﴿۱۸﴾ پس کہا انہوں نے

بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ

اے ہمارے پروردگار دوری ڈالدے ہمارے سفروں میں اور زیادتی کی انہوں نے اپنی جانوں پر پس بنادیا ہمنے انکو قصے کہانیاں اور ہمنے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿١٩﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ

انکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، بیشک اسمیں نشانیاں ہیں ہر صابر اور شاکر شخص کیلئے ﴿۱۹﴾ اور البتہ تحقیق سچ کر دکھایا ان پر ابلیس نے اپنے گمان کو پس انہوں نے اسکا اتباع کیا

فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ

سوائے مومنوں کے ایک چھوٹے سے گروہ کے ﴿۲۰﴾ اور نہیں تھا اس (ابلیس) کا ان پر کوئی غلبہ مگر تا کہ ہم ممتاز کر دیں اسکو جو ایمان رکھتا ہے

مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ۭ وَرَبُّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿٢١﴾

آخرت پر اس شخص سے جو اس سے شک میں پڑا ہوا ہے اور تیرا پروردگار ہر چیز کی نگہبانی کرنے والا ہے ﴿۲۱﴾

﴿۱۰﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ... الخ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں آسمان وزمین کی پیدائش کا ذکر کر کے فرمایا "اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ" یعنی آسمان وزمین کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے ہر عبد منیب کیلئے، اب یہاں سے دو عبد منیب بندوں یعنی داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷... داستان داؤد، حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے معجزات، حضرت داؤد کے لئے حکم زرہ بنانے کا: حضرت سلیمان کے معجزات، اتباع جنات و کارنامے، عدم اتباع کا نتیجہ، جنات کی مصنوعات آل داؤد کو شکر کا حکم، حصر التصرف باری، حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات، جنات سے علم غیب کی نفی اور ان کا اقرار، داستان قوم سبا میں نشانیاں، نتیجہ، ناشکری، سبب گرفت، بابرکت بستیاں، اہل سبا کا احمقانہ شکوہ اور ان کا عبرت ناک حال، ظن صداقت ابلیس، مؤمنین کی حفاظت، امتحان خداوندی۔ ماخذ آیات ۱۰ تا ۲۱+

داستان داؤد علیہ السلام "فَضْلًا" فضل کے لفظی معنی زیادتی کے ہیں مراد خاص صفات ہیں جو دوسروں سے ان کو زائد عطا کئے گئے

تھے مثلاً نبوت ورسالت کے ساتھ کتاب اور پوری دنیا کی سلطنت وحکومت حسن صوت اور لوہے کا نرم ہونا۔(معالم التنزیل۔ص۔۴۷۴۔ ج۔۳)

❶ یٰجِبَالُ الخ معجزات داؤد علیہ السلام ... جب آپ اللہ کے ذکر یا زبور کی تلاوت میں مشغول ہوتے تو پرندے ہوا میں اڑتے ہوئے سننے کے لئے جمع ہو جاتے تھے۔ "یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ" "اَوِّبِیْ" تاویب سے مشتق ہے جس کے معنی دہرانے اور لوٹانے کے آتے ہیں۔(ابن کثیر۔ص۔۸۶۹۔ج۔۶)

مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو حکم دیا تھا کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کا ذکر وتسبیح کریں تو یہ بھی وہی کلمات پڑھ کر لوٹائیں۔اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے "اوبی" کی تفسیر "سبّحی" سے فرمائی ہے۔(ابن کثیر۔۸۶۹۔ج۔۶۔معالم التنزیل۔ص۔۴۷۴۔ج۔۳)

❷ وَالطَّيْرَ ... یہ لفظ نحوی ترکیب میں "سَخَّرْنَا" فعل محذوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔
(التفسیر المنیر۔ص۔۱۴۷۔ج۔۲۲)

معنی یہ ہے کہ ہم نے پرندوں کو حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے مسخر کر دیا تھا۔ ❸ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ... اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ کے لوہے کو ان کے لئے موم کی طرح نرم بنا دیا تھا کہ اس سے کوئی چیز بنانے میں نہ ان کو آگ کی ضرورت پڑتی اور نہ کسی ہتھوڑے یا دوسرے آلات کی تاکہ آپ لوہے کی زرہ آسانی سے بنا سکیں۔ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ : حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے تجویز زرہ :لوہا کارآمد دھات ہے اس سے حضرت ادریس علیہ السلام نے سوئی تیار کی جس سے آپ نے کپڑے سینے کا آغاز کیا۔لفظ "قدر" تقدیر سے مشتق ہے جس کے معنی ایک اندازے پر بنانے کے ہیں "سرد" کے لفظی معنی بننے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ زرہ کے بنانے میں اس کی کڑیاں کو متوازن اور متناسب بنائیں کوئی چھوٹی کوئی بڑی نہ ہو، تاکہ وہ مضبوط بھی بنے اور دیکھنے میں اچھی معلوم ہو یہی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔(ابن کثیر۔ص۔۸۷۰۔ج۔۶)

اور تفسیر درمنثور۔ص۔۲۲۶۔ج۔۵۔میں ہے حضرت داؤد کی تیار کردہ زرہ اتنی عمدہ ہوتی تھی کہ چھ چھ ہزار درہم قیمت پاتی آپ اس میں سے چار ہزار درہم صدقہ کر دیتے اور دو ہزار درہم گھر میں استعمال کرتے۔(ابن کثیر۔ص۔۸۷۰۔ج۔۶)

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ... الخ فرائض داؤد علیہ السلام ومتبعین۔

معجزہ اور استدراج میں فرق : معجزہ نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے من جانب اللہ، اور کرامت اللہ کے نیک بندوں کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے من جانب اللہ۔اور استدراج خرق عادت کسی کافر مشرک یا نافرمان کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو وہ استدراج ہے ایسے شخص کو مہلت دی جاتی ہے۔پھر جب مہلت پوری ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی گرفت آجاتی ہے، قرب قیامت کے واقعات میں دجال کا ذکر بھی آتا ہے۔پرویز اور سرسید قسم کے گمراہ لوگوں نے معجزات کا انکار کیا ہے مثلاً، طیور کے متعلق کہ اس سے مراد جنگلی آدمی ہیں نہ کہ پرندے۔پرویز نے اللہ کا معنی قانون کیا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو صنعت زرہ سکھانے کی حکمت : تفسیر ابن کثیر میں امام حدیث حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنی خلافت وسلطنت کے زمانہ میں بھیس بدل کر بازاروں وغیرہ میں جاتے اور لوگوں سے پوچھتے داؤد علیہ السلام کیسا آدمی ہے؟ کیونکہ آپ کی حکومت میں عدل وانصاف کا نظام اچھا تھا لوگ آرام کی زندگی گذار رہے تھے۔کسی کو شکایت نہ تھی جس سے آپ پوچھتے وہی مدح وثناء کرتا۔اور عدل وانصاف پر اظہار تشکر کرتا۔اللہ تعالیٰ نے ایک دن ان کے امتحان کے لئے ایک فرشتہ بشکل انسانی بھیج دیا۔حضرت داؤد علیہ السلام نے ان سے حسب عادت پوچھا؟ تو انہوں نے جواب دیا آدمی تو بہت اچھے ہیں لیکن بیت المال سے تنخواہ لیتے ہیں۔حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے تقویٰ کے خلاف سمجھا، اور اللہ تعالیٰ کے حضور الحاح وزاری سے دست بدعا ہوئے، اللہ تعالیٰ نے دعا کو قبول فرمایا اور ان کو زرہ سازی کی صنعت سکھا دی۔ (ابن کثیر۔ص۔۸۷۰۔ج۔۶)

مسئلہ:... خلیفہ وقت بقدر ضرورت امور سلطنت کی مصروفیت کی وجہ سے بیت المال سے تنخواہ لے سکتا ہے۔اسی طرح جوعلماء قاضی جو تعلیم و تبلیغ کی خدمت مفت انجام دیتے ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے مگر کوئی دوسری صورت گزارہ کی ہو جو دینی خدمت میں خلل انداز بھی نہ ہو تو وہ بہتر ہے۔

﴿۱۲﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ الخ حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزات ❶ حضرت داؤد علیہ السلام کے فضائل و معجزات کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے فضائل و معجزات بیان کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کردیا تھا، اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر کردیا تھا۔حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹوں میں سے حضرت سلیمان علیہ السلام سب سے چھوٹے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر وہ صلاحیت اور استعداد رکھی تھی جو دوسروں میں نہیں تھی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔"وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ"۔ (النمل۔۱۶)

تسخیر ہوا کا معجزہ ملنے کی وجہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ معجزہ اس عمل کے صلہ میں ملا تھا کہ ایک دن اپنے گھوڑوں کے معائنہ میں مشغول تھے عصر کی نماز کا وقت فوت ہو گیا اور عصر کی نماز قضاء ہو گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان گھوڑوں کو ذبح کر کے قربان کردیا کہ یہ غفلت کا سبب بنے ہیں، ان کی شریعت میں گائے بیل کی طرح گھوڑے کی قربانی بھی جائز تھی، اور وہ گھوڑے ان کی ملکیت میں تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بہتر سواری عطا فرمادی۔(قرطبی۔ص۔۲۳۸۔ج۔۱۴)

غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ :"غدو" کے معنی صبح کو چلنے اور "رواح" کے معنی شام کو چلنے کے ہیں، مطلب آیت کا یہ ہوا کہ صبح سے دوپہر تک یہ تخت سلیمانی ہوا کے کاندھوں پر ایک ماہ کی مسافت طے کرلیتا تھا، اور پھر شام سے رات تک ایک ماہ کی اسی طرح دو ماہ کی مسافت ایک دن اور رات میں کرتا تھا، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام صبح کو بیت المقدس سے روانہ ہوتے تو دوپہر کو اصطخر میں جا کر قیام فرماتے، اور دوپہر کا کھانا کھاتے پھر یہاں سے بعد نماز ظہر واپس چلتے تو کابل میں جا کر رات ہوتی۔(ابن کثیر۔ص۔۸۷۱۔ج۔۶۔معالم التنزیل۔ص۔۴۷۵۔ج۔۳)

وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ:۔ ❷... اللہ تعالیٰ نے تانبے کے چشمہ کو پانی کی طرح بہنے والا بنادیا تھا، اور گرم بھی نہ تھا تا کہ آسانی سے برتن اور دوسری ضروریات بناسکیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا! یہ چشمہ اتنی دور تک جاری ہوا جس کی مسافت تین دن تین رات میں طے ہو سکے، اور یہ ارض یمن میں تھا۔مجاہد فرماتے ہیں صنعاء یمن سے شروع ہوا تین دن تین رات کی مسافت تک پانی کے چشمہ کی طرح جاری رہا۔ (قرطبی۔ص۔۲۳۹۔ج۔۱۴)

مِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ : معجزہ۔ ❸... اتباع جنات و کارنامے: یہ جملہ بھی "سخرنا" محذوف کے متعلق ہے۔معنی یہ ہے کہ مسخر کردیا ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لئے جنات میں ایسے لوگوں کو جو ان کے سامنے ان کے کام انجام دیں اپنے رب کے حکم کے موافق۔"بَيْنَ يَدَيْهِ" کے الفاظ سے مقصود جنات کی تسخیر اس طرح کی نہیں جس طرح چاند سورج وغیرہ کو انسان کے لئے مسخر کرنے کا ارشاد قرآن مجید میں آیا ہے بلکہ یہ تسخیر ایسی تھی کہ جنات نوکروں چاکروں کی طرح ان کے سامنے خدمات میں لگے رہتے تھے۔

تسخیر جنات کا مسئلہ:... اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسخر ہوں تو کوئی سوال نہیں اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنات مسخر تھے اور یہ تسخیر من جانب اللہ تھی جو ان کی کرامت تھی، اس میں کسی وظیفہ کا دخل نہیں تھا، باقی جو تسخیر عملیات کے ذریعہ کی جاتی ہے اگر کلمات کفریہ یا اعمال کفریہ ہوں تو کفر، اور صرف معصیت پر مشتمل ہوں تو گناہ کبیرہ ہے۔اور اگر یہ عمل تسخیر اسماء الٰہیہ یا آیات قرآنیہ کے ذریعہ ہو اس میں نجاست وغیرہ کا استعمال بھی نہ ہو تو وہ اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ مقصود جنات کے ایذا سے بچنا ہو یا دوسرے

مسلمانوں کو بچانا ہو تو جائز ہے اور اگر کسب مال کا پیشہ بنایا گیا ہو تو ناجائز ہے کیونکہ اس میں "استرقاق حر" یعنی آزاد کو اپنا غلام بنانا اور بلاحق شرعی اس سے مدد لینا حرام ہے۔ (محصلہ معارف القرآن م،ش،د)

وَمَنْ یَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ الخ :عدم اتباع کا نتیجہ :اکثر مفسرین نے اس سے آخرت کا عذاب جہنم مراد لیا ہے۔اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے دُنیا کا عذاب مراد ہے کہ ایک فرشتہ مقرر تھا جب حکم کی کوتاہی کرتے تو ان کو آگ کا کوڑا مارنے اور کام کرنے پر مجبور کرتا۔ (قرطبی۔ص۔۲۳۹۔ج۔۱۴۔معالم التنزیل۔ص۔۴۷۵۔ج۔۳)

سؤال:...جنات تو آگ سے پیدا ہوئے کیا ان پر آگ اثر کرے گی؟ جواب: جس طرح انسان کو مٹی سے بنایا گیا اگر اس کو مٹی کے ڈھیلے سے مارا جائے تو اس کو تکلیف ہوتی ہے، اسی طرح جنات کا عنصر غالب آگ ہے مگر تیز آگ سے وہ بھی جل جاتے ہیں۔

﴿۱۳﴾ جنات کی مصنوعات :یعنی بڑے بڑے محل، عبادت خانے اور قلعے تعمیر کرتے اور مجسم تصویریں بناتے جو ان کی شریعت میں ممنوع نہیں تھیں۔مگر شریعت محمدیہ نے منع کر دیا ہے۔اور تانبے کے بڑے بڑے لگن بناتے جیسے حوض یا تالاب اور دیگیں تیار کرتے جو اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتیں تھیں ایک ہی جگہ رکھی رہتیں۔(تفسیر عثمانی)

اعتراض :بعض لوگ کہتے ہیں کہ فوٹو تصویر سے خارج ہے وہ تو سایہ اور عکس ہے جیسے آئینہ اور پانی وغیرہ میں آجاتا ہے لہذا فوٹو کی تصویر جائز ہے۔جواب۔ظل اور عکس اس وقت تک ہے جب تک وہ کسی ذریعہ سے قائم اور پائیدار نہ بنالیا جائیں، جیسے آئینہ یا پانی میں ان کا عکس جس وقت پانی کے سامنے سے آپ ہٹ جائیں گے ختم ہو جائے گا، اگر آئینہ کے اوپر مسالہ وغیرہ لگا دیا جائے تو پائیدار بن جائے گا یہی تصویر ہے جس کی حرمت و ممانعت احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ (معارف القرآن م،ش،د)

جدید طریقہ تصویر سازی کا حکم

مختصر تعارف:دور جدید میں ڈیجیٹل سسٹم کے نام سے ایک نیا نظام متعارف ہوا ہے یہ نظام اپنی فنی تکنیک میں سابقہ تصویری نظام سے قدرے مختلف ہے کیونکہ پہلے نظام میں پہلے کیمرے کے ذریعے سے منظر کا عکس لیکر ریل پر محفوظ کیا جاتا تھا اور پھر اسے کیمیائی عمل سے گذارا جاتا اور پھر کسی پردے یا کاغذ وغیرہ پر تصویر کو حاصل کیا جاتا تھا جبکہ اس نئے نظام میں کسی منظر کی روشنیوں کو ہندسوں کی صورت میں محفوظ کرلیا جاتا ہے اور پھر اس محفوظ شدہ معلومات کی مدد سے نئی روشنیاں پیدا کر کے اصل جیسا منظر پیدا کیا جاتا ہے۔

قدیم اور جدید نظام کا فرق:... کوئی بھی کیمرہ ہو خواہ ڈیجیٹل ہو یا نان ڈیجیٹل ہو تصویر کشی کرتے وقت پہلے مرحلے میں شبیہ حاصل کی جاتی ہے جب کہ دوسرے مرحلے میں محفوظ کی جاتی ہے اور تیسرے مرحلے میں اسکرین یا پردے پر ظاہر کی جاتی ہے گویا حصول شبیہ، حفظ شبیہ اور اظہار شبیہ ان تین مراحل سے گزر کر تصویر حاصل ہوتی ہے۔

ڈیجیٹل کیمرہ یا روایتی کیمرہ شبیہ حاصل ہونے کا بنیادی سائنسی اصول آج بھی وہی ہے جو اولین کیمرے کی ایجاد کے وقت تھا اس میں سرمو فرق نہیں آیا۔البتہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ طریقہ حفاظت میں یہ تبدیلی آئی ہے کہ پرانے طریقہ تصویر سازی میں عکس لیکر اس فیتے پر نقش کر کے محفوظ کیا جاتا تھا جب کہ ڈیجیٹل سسٹم میں کیمرے میں داخل ہونے والی روشنیوں کا علم "اعداد" کی صورت میں محفوظ کرلیا جاتا ہے اور پھر جس طرح کی روشنیوں کو بصورت اعداد محفوظ کرلیا گیا ہو اسی طرح کی نئی روشنیاں پیدا کی جاتی ہیں یہ روشنیاں جب اسکرین پر جمع ہوتی ہیں تو ان کے اجتماع سے اسکرین پر تصویر نظر آتی ہے۔اب تک جو کچھ بیان ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈیجیٹل تکنیک کے ذریعے پہلے ہندسوں کی صورت میں ڈیٹا (معلومات) محفوظ کی جاتی ہیں اور پھر ان معلومات کی مدد سے اصل کے مشابہ شکل وجود میں لائی جاتی ہے۔

حکم:... ہماری تحقیق کے مطابق ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کے تحت بنائے گئے مناظر کو تصاویر کہا جائے گا جس کی وجوہات درج

ذیل ہیں۔ ❶ شریعت کا منشاء "جاندار کی شبہ محفوظ کرنے سے روکنا" ہے۔ یہی مناط اور علت ہے کیونکہ طویل انسانی تاریخ بتلاتی ہے کہ یہی چیز فتنہ کا باعث بنتی ہے ڈیجیٹل سسٹم میں شبیہ کو محفوظ کرنے کی قباحت پائی جاتی ہے۔

❷ تصویر سازی کی روح "اصل کی نقل وحکایت اور اصل جیسا منظر" پیش کرنا ہے انسانی تاریخ میں اس مقصد کے حصول کیلئے مختلف طریقے استعمال کئے گئے، ان طریقوں میں سے ڈیجیٹل سسٹم اب تک کی سب سے ترقی یافتہ اور اعلیٰ شکل ہے گویا نظام نے ترقی کی ہے، آلات کی شکلیں بدلیں ہیں، طریقہ کار مختلف ہوا ہے، لیکن بنیادی حقیقت اور مرکزی نقطہ اب بھی وہی ہے کہ "اصل کی مانند منظر پیش کیا جائے"۔

❸ نئے اور پرانے نظام میں فرق صرف طریقہ حفاظت کا ہے تصویر سازی کی روح اور حقیقت دونوں میں مشترک ہے جب پرانے نظام کے تحت بنائے گئے مناظر کو اکابر نے تصویر قرار دیا تو جدید نظام کے تحت بنائے گئے مناظر کو بھی تصویر کہا جائے گا کیونکہ جب حقیقت میں دونوں مشترک ہیں تو حکم میں بھی دونوں کو مشترک ہونا چاہئے۔

❹ ڈیجیٹل مناظر کے سامنے پس پشت بھی تصویر سازی کے جذبات اور محرکات ہیں اور نتائج ومقاصد کے حصول میں بھی ڈیجیٹل نظام پرانے طریقہ کار کے برابر ہے بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے اس لئے دونوں نظاموں کے تحت بنائے گئے مناظر کو تصویر کہا جائے گا۔

❺ عرف دلیل شرعی ہے کیونکہ اجماع عملی کی ایک قسم ہے عام لوگ اپنی بول چال میں کمپیوٹر، ٹی وی اور موبائل پر ظاہر ہونے والی شکلوں کو تصویر کہتے اور سمجھتے ہیں شریعت نے "عرف متفاہم" کو حجت قرار دیا ہے اس لئے عام عرف کو دیکھتے ہوئے یہ مناظر تصویر کہلائیں گے یہ ایک بدیہی حقیقت ہے اور اس کا انکار بداہت کا انکار ہے۔

❻ عرف کی رجوع کی ضرورت اس بناء پر ہے کہ جاندار کی تصویر حرام تو ہے مگر تصویر ہے کیا؟ شریعت نے تصویر کی کوئی نپی تلی تعریف نہیں کی ہے۔ ایسے امور جن کی شریعت نے تحدید وتعیین نہ کی ہو ان میں عرف کو دیکھا جاتا ہے اور عرف میں ٹی وی مانیٹر وغیرہ پر ظاہر ہونے والی شبیہ کو تصویر ہی کہا جاتا ہے عوام وخواص دونوں ہی اسے تصویر سمجھتے ہیں۔

❼ کتب لغت کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ تصویر کی حقیقت "اصل کے مشابہ ہیئت اور شبیہ" بنانا ہے تصویر کی یہ حقیقت جدید ڈیجیٹل سسٹم میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے کہ تصویر پر حقیقت کا اور نقل پر اصل کا گمان ہوتا ہے۔ اس دلیل کا حاصل یہ ہے کہ: لغت کی رو سے تصویر کہنے میں تأمل ہو تو حرج نہیں ہمارا استدلال پھر بھی قائم رہتا ہے پہلے گزر چکا ہے کہ عرف میں ٹی وی مانیٹر اور موبائل پر ظاہر ہونے والی شکلوں کو تصویر سمجھا جاتا ہے اور جب لغت اور عرف میں ٹکراؤ ہو تو پلہ عرف کا بھاری رہتا ہے عرف کو لغت پر فوقیت حاصل ہے، اصول فقہ کے علماء نے تو یہ بھی صراحت کی ہے کہ: قیاس کے ذریعے تو لغت کا اثبات جائز نہیں مگر عرف کے ذریعے جائز ہے اسلئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ از روئے لغت بھی ڈیجیٹل طریقے کے مطابق بنایا گیا منظر تصویر ہے۔

❽ امریکہ میں ایک شخص پر اس بنا پر فرد جرم عائد کی گئی کہ اس نے بچوں کی کچھ فحش ڈیجیٹل تصاویر محفوظ کر رکھی تھیں اور کچھ کو بذریعہ کمپیوٹر نشر کر دیا تھا، ملزم نے اعلیٰ عدالت میں اپیل کی اور یہ عذر پیش کیا کہ ایسی تصاویر قانون کی رو سے ممنوع "تصاویر" نہیں، لیکن عدالت اپیل نے اسکا یہ موقف مسترد کیا اور اپنے فیصلہ میں کمپیوٹر تصاویر کو تصاویر ہی قرار دیا۔

❾ اسکرین پر جو صورت نمودار ہوتی ہے وہ یا تو عکس ہے یا تصویر ہے۔ لیکن عکس نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ:

﴿الف﴾ عکس صاحب عکس کے تابع ہوتا ہے جبکہ ڈیجیٹل تصویر ایک مرتبہ بننے کے بعد اصل کے تابع نہیں رہتی یہی وجہ ہے کہ جو لوگ مر کھپ گئے ہیں ان کی تصویریں دیکھنا آج بھی ممکن ہے جبکہ عکس صاحب عکس کے ہٹتے ہی غائب ہو جاتا ہے۔

﴿ب﴾ عکس کی حقیقت یہ ہے کہ "کسی چیز پر جو روشنی پڑتی ہے وہی روشنی اپنی حالت کو برقرار رکھتے ہوئے ہماری آنکھوں تک پہنچتی ہے جبکہ ڈیجیٹل سسٹم کے تحت تصویر سازی کرتے وقت روشنیوں کو برقی لہروں میں بدل دیا جاتا ہے یہ لہریں رموز کی

صورت میں پوشیدہ رہتی ہیں اور جب منظر کے اظہار کا وقت آتا ہے تو انہی رموز کی مدد سے کم وبیش قوت کی نئی برقی لہریں پیدا کی جاتی ہیں اور اصل منظر کے مشابہ منظر وجود میں لایا جاتا ہے۔ اس تجزیے سے واضح ہوا کہ ڈیجیٹل سسٹم کے تحت جو روشنی ہماری آنکھوں تک پہنچتی ہے وہ روشنی اصل منظر پر پڑ کر منعکس ہونے والی روشنی نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ روشنی اپنی حالت پر برقرار رہتی ہے اس لئے ڈیجیٹل سسٹم کے تحت بنائے گئے مناظر میں اور عکس میں فنی وجوہ سے فرق ہے ایسے مناظر کو عکس کہنا درست نہیں۔

﴿ج﴾ جس طرح کی تصویر سازی جس زمانہ میں رائج تھی فقہاء نے اسی کے مطابق تصویر کی تعریف کی ہے فقہاء کی تعریفات کا قدر مشترک یہ ہے کہ "اصل منظر جیسی شبیہ بنانا تا کہ اصل کا تصور ہو جائے" لہٰذا اس مقصد کا حاصل کرنے کیلئے جو بھی طریقہ کار اختیار کیا جائے گا یا جو بھی آلات استعمال کئے جائیں گے اس سے حکم شرعی میں فرق نہیں پڑے گا کیونکہ آلات اور ذرائع غیر مقصود ہوتے ہیں۔

⑮ کمپیوٹر پہلے پہل صرف حساب وکتاب کیلئے ڈیزائن کیا گیا تھا خود کمپیوٹر کا مطلب بھی حساب کتاب یا گننا وشمار کرنا ہے یہی وجہ ہے کہ کافی عرصہ تک کمپیوٹر کا ماحول تحریری رہا یعنی ہم کمپیوٹر پر صرف اعداد وحروف ہی دیکھ سکتے تھے مگر جب سے "ونڈوز" پروگرام آئے ہیں کمپیوٹر آواز اور تصویر کی رنگ برنگی دنیا میں پہنچ گیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کمپیوٹر پر تحریر ہو یا تصویر دونوں روشنی کے چھوٹے چھوٹے نکات کا مجموعہ ہیں اور دونوں کی پائیداری اور نہ پائیداری یکساں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ کمپیوٹر اور موبائل پر لکھی جانے والی تحریر تو تحریر ہے مگر ٹی وی اور موبائل پر بنائے جانے والی تصویر، تصویر نہیں!

ایک شخص اپنی بیوی کو بذریعہ ﴿ایس ایم ایس یا ای میل﴾ طلاق بھیجتا ہے تو کوئی بھی فقیہ اس کی تحریر کو پانی یا ہوا پر لکھی جانے والی تحریر قرار دے کر غیر مؤثر نہیں کہتا۔ اس مقام پر یہ نقطہ بھی خوب واضح ہو گیا کہ جس طرح پرانے زمانے میں کتابت کیلئے کاغذ، لکڑی، چمڑا، اور ہڈی وغیرہ ٹھوس اشیاء استعمال ہوتی تھیں اور آج کمپیوٹر اور موبائل پر بھی تحریر لکھی جاتی ہے اس طرح زمانہ قدیم میں کاغذ، دیوار یا کپڑے وغیرہ ٹھوس اشیاء پر تصویر بنائی جاتی تھی اور آج ڈیجیٹل اور ٹیکنالوجی کے تحت ٹی وی اور موبائل پر بھی بنائی جاتی ہے۔

(ماہنامہ بینات۔ ص۔ ۹۴ تا ۹۷۔ اشاعت رمضان، شوال۔ ۱۴۲۹ھ اکتوبر ۲۰۰۸ء)

خلاصہ بحث:۔۔۔ جہاں تک ذی روح کی تصویر کے متعلق اور ناجائز ہونے کا تعلق ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

محل بحث "ڈیجیٹل کیمرہ" کے ذریعے ذی روح کی تصویر کا منظر جو محفوظ کیا جاتا ہے یہ تصویر سازی کے زمرے میں داخل ہے یا نہیں؟ حق بات ہے کہ یہ تصویر کے زمرے میں داخل ہے اور اس شبیہ اور منظر پر تصویر کے احکام جاری ہوں گے جو حضرات تصویر کے زمرے میں داخل نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ آج کے اس مادی دور میں الیکٹرونک میڈیا کا استعمال تبلیغ دین اور دفاع دین کیلئے ضروری ہے مگر اس کی ضرورت اس وقت ہے جبکہ تبلیغ دین کے اور ذرائع بند ہو گئے ہوں جبکہ دین اسلام کو آگے پہنچانے اور پھیلانے کا عام فہم اور اہم ذریعہ تبلیغ وتعلیم ہے جس کا آج ساری دنیا میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ اور دوسرا ذریعہ تصنیف وتالیف کا موجود ہے جیسا کہ دنیا میں چودہ سو سال سے ان دونوں ذرائع سے عوام الناس مستفید ہو رہی ہے اسلام کی اشاعت تصویر کی محتاج نہیں نہ ہی اسلام کا مزاج ہے اسلام کا مزاج "يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ" ہے۔ البتہ بنی اسرائیل کا مزاج ضرور تھا اس لئے انہوں نے کہا وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً الخ۔ (بقرہ۔ ۵۵) الحمد للہ آج اسلام ان دونوں ذرائع سے ایسے مقامات تک بھی پہنچ چکا ہے جن مقامات میں ابھی تک بجلی اور اسکے آلات تک کی رسائی نہیں اور دعوت وتبلیغ کے ذریعے تو لاکھوں انسانوں کو ہدایت ملی ہے اور مل رہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ ٹی وی جیسے فحاشی وعریانی کے آلہ سے اسلام کی اشاعت کرنا ایسے ہی ہے جیسے شراب آلود گلاس یا سیوریج لائن کے مستعمل شدہ پائپ کے ذریعہ صاف شفاف دودھ کو سپلائی کرنے کا دعویٰ ہو، ٹی وی اور دیگر آلات تصویری منکرات کا محور ومرکز ہیں ان

کے ذریعے سے اسلام کی اشاعت کیسے ممکن ہے؟ اللہ تعالیٰ اس امت خیر کو خیر کے ذریعے اسلام کی اشاعت کی توفیق دے۔ (آمین)

اس تفصیلی بحث کے بعد صرف چار احادیث نبویہ پیش خدمت ہیں جن کی روشنی میں واضح معلوم ہوتا ہے کہ جاندار کی تصویر اور مورت بنانے والا ایک سخت فعل حرام کا مرتکب ہے اور اس تصویر رکھنے اور بنانے والے پر کتنی وعید ہے۔ یہ چاروں احادیث مشکوٰۃ شریف باب التصاویر میں موجود ہیں۔

تصویر بنانے اور رکھنے کا مسئلہ

❶ عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِکَةُ بَیْتاً فِیْهِ کَلْبٌ وَلَا تَصَاوِیْرُ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو اور نہ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں جس میں کتا ہو۔

آنحضرت ﷺ تصویر دار چیزوں کو ضائع کر دیتے تھے

❷ "وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمْ یَکُنْ یَتْرُكُ فِیْ بَیْتِهٖ شَیْئاً فِیْهِ تَصَالِیْبُ اِلَّا نَقَضَهٗ"۔ (رواہ البخاری، ج۱۔ ص۔۸۹۳ رقم الحدیث)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ایسی کوئی چیز نہ چھوڑتے تھے جس پر تصویر ہو اور آپ ﷺ مگر اس کو توڑ نہ ڈالتے ہوں۔

تصویر بنانے والوں کو آخرت میں عذاب بھگتنا پڑے گا

❸ "وَعَنْهَا اَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِیْهَا تَصَاوِیْرُ فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَامَ عَلَی الْبَابِ فَلَمْ یَدْخُلْ فَعَرَفَتْ فِیْ وَجْهِهِ الْکَرَاهِیَةَ قَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ وَاِلٰی رَسُوْلِهٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَابَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ قَالَتْ قُلْتُ اشْتَرَیْتُهَالَكَ لِتَقْعُدَ عَلَیْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ یُعَذَّبُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَیُقَالُ لَهُمْ اَحْیُوْا مَاخَلَقْتُمْ وَقَالَ اِنَّ الْبَیْتَ الَّذِیْ فِیْهِ الصُّوْرَةُ لَاتَدْخُلُهُ الْمَلٰئِکَةُ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے (ایک مرتبہ) ایسا تکیہ خرید لیا جس پر تصویریں تھیں چنانچہ رسول کریم ﷺ نے (حضرت عائشہ کے حجرے میں داخل ہوتے وقت) جب اس تکیہ کو دیکھا تو دروازے پر رک گئے اور حجرے میں داخل نہیں ہوئے حضرت عائشہ (اس تصویر دار تکیہ کی وجہ سے) آپ ﷺ کے چہرے مبارک پر ناگواری کے اثرات کو بھانپ گئیں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نافرمانی چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول کی رضا کی طرف متوجہ ہوتی ہوں میں نے ایسا کونسا گناہ کیا (کہ آپ میرے حجرے میں داخل نہیں ہو رہے ہیں؟) رسول کریم ﷺ نے فرمایا "یہ تکیہ کیسا ہے اور تم اس کو کہاں سے لائی ہو؟"

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے جواب دیا "میں نے اس تکیہ کو آپ ﷺ کیلئے خریدا ہے کہ آپ ﷺ (جس وقت چاہیں) اس کا سہارا لے کر بیٹھیں اور (جس وقت چاہیں) اس کو (سوتے وقت) سر کے نیچے رکھیں" رسول کریم ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا کہ (یاد رکھو) تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تصویریں تم نے بنائی ہیں ان میں جان ڈالو اور ان کو زندہ کرو" نیز آپ ﷺ نے فرمایا" جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے (اسی طرح انبیاء و اولیاء رضی اللہ عنہم کیلئے بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ تصویر والے گھر میں داخل ہوں)۔

تصویر بنانے والے کے بارے میں وعید

❹ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهِئُوْنَ بِخَلْقِ اللهِ۔ (متفق علیہ)

اور حضرت عائشہ رسول کریم ﷺ سے نقل کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی مشابہت اختیار کرتے ہیں“۔ ان احادیث میں مطلق تصویر کی حرمت کو بیان کیا گیا ہے اور ہمارے اکابر نے اس پر بہت کچھ لکھا ہے جو اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی نے اپنی مشہور کتاب (رد المحتار ص ۶۴۷ ج ۱) میں امام نووی کے حوالہ سے جاندار کی تصویر کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے۔

حضرات صحابہ کرام ﷢ سے لے کر آج تک سب اہل علم اس پر متفق ہیں البتہ برصغیر میں چودھویں صدی کے آخیر عشرہ میں صرف مولانا سید سلیمان ندوی ؒ نے یہ عندیہ ظاہر کیا کہ عکس تصویر جائز ہے اور غیر عکس تصویر اگر پوجا پاٹ کے لئے نہ ہو، وہ بھی جائز ہے مگر حضرت ندوی ؒ آخیر عمر میں ”رجوع و اعتراف“ کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا جو ماہنامہ معارف اعظم گڑھ محرم ۱۳۶۲ھ کے شمارہ میں شائع ہوا۔ اس میں بہت سے نظریات میں سے ایک فوٹو کا بھی تھا۔ نیز ایسے دور میں مولانا ابو الکلام آزاد ؒ جو عملی طور اپنا مشہور اخبار ”الہلال“ باتصویر شائع کرتے تھے جب وہ رانچی جیل میں تھے ان کے ایک عقیدتمند نے انکی سوانح شائع کرنے کے لیے ان کی تصویر منگوائی انہوں نے انکار کر دیا کہ میں اس غلطی سے تائب ہو چکا ہوں، میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہیے، نہ کہ ازسرنوان کی تشہیر کرنا۔ (دیکھیں تصویر کے شرعی احکام ص ۴) الغرض پوری امت مسلمہ کے علماء حق تصویر کی حرمت پر متفق ہیں ماسوا چند مصری نام کے علماء کے ان کا فتویٰ صریح نصوص اور اجماع امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے بلاشبہ باطل و مردود ہے۔

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا : متبعین داؤد علیہ السلام کا فریضہ: یعنی ان عظیم الشان انعامات و احسانات کا شکر ادا کرتے رہو محض زبان سے نہیں بلکہ عمل سے وہ کام کرو جس سے اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری ٹپکتی ہو، کہتے ہیں داؤد علیہ السلام نے تمام گھر والوں پر اوقات تقسیم کر دیئے تھے دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی وقت ایسا نہ تھا جب ان کے گھر کوئی نہ کوئی شخص عبادت الٰہی میں مشغول نہ رہتا ہو۔ (تفسیر عثمانی۔ص۔۵۵۷)

ایک موقع پر حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا پروردگار میں تیری نعمتوں کا کس طرح شکریہ ادا کروں کیونکہ جب میں تیری کسی نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں تو یہ بھی تیری توفیق کے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔ اور یہ مجھ پر ایک مزید نعمت ہے اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر فرمایا کہ اے داؤد جب تم سمجھ گئے کہ ساری نعمتیں میری طرف سے ہی ہیں تو تم نے شکر کا حق ادا کر دیا۔

﴿۱۴﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا الخ حصر التصرف باری تعالیٰ سے سلیمان علیہ السلام کی وفات تعمیر بیت المقدس۔ مَا دَلَّهُمْ الخ اطلاع خداوندی۔ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الخ جنات سے علم غیب کی نفی اور ان کا اقرار۔ تفصیل داستان: بیت المقدس کی تعمیر کا آغاز تو حضرت داؤد علیہ السلام نے کیا تھا مگر وہ آخری وقت میں بقیہ کام حضرت سلیمان علیہ السلام کے سپرد کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گئے، پھر انہوں نے اپنی خلافت کے چوتھے سال میں جنات سے کام شروع کروایا۔ (مدارک۔ص۔۳۲۱۔ج۔۳)

ابھی سال بھر کا کام باقی تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا آخری وقت آگیا۔ آپ کا معمول تھا باوجود حکومتی مصروفیت کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے وقت نکال کر تنہائی میں کئی کئی ماہ کا توشہ لے کر عبادت خانہ میں اللہ اللہ کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنی اسی عادت کو بیت المقدس کی تکمیل کے لئے بطور بنیاد استعمال کیا۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ تفسیر عثمانی کے حاشیہ پر تحریر کرتے ہیں کہ جب سلیمان علیہ السلام کی وفات کا وقت آپہنچا تو آپ نے تعمیر کے باقی ماندہ کام کا نقشہ بنا کر جنوں کو دے دیا اور خود شیشے کے کمرہ میں بند ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو گئے، جنات دیکھ رہے تھے کہ آپ عبادت میں مصروف ہیں اور وہ اپنا کام

کرتے رہے، مگر حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی لاٹھی کے سہارے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر عبادت کر رہے ہیں اس حالت میں روح پرواز کر گئی، لیکن جنات کو اندر آنے کی اجازت نہ تھی سلیمان علیہ السلام اسی حالت میں اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ یاد رہے انبیاء کرام کا یہ خاصا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو وفات سے قبل اطلاع دیتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں کہ آپ کا کیا ارادہ ہے اس کے بعد جب ان کی طرف سے ہاں ہو جاتی ہے تو روح قبض کر لی جاتی ہے اور جب تعمیر بیت المقدس کا کام پورا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے گھن کے کیڑے کو جس کو فارسی میں "دیوک" اور اردو میں "دیمک" کہا جاتا ہے اور قرآن کریم نے اس کو "دابۃ الارض" کے نام سے موسوم کیا ہے عصائے سلیمانی پر مسلط کر دیا دیمک نے لکڑی کو اندر سے کھا کر کمزور کر دیا سہارا ختم ہوا تو سلیمان علیہ السلام گر گئے اس وقت جنات کو ان کی موت کی خبر ہوئی، جنات کو اللہ تعالیٰ نے دور دراز کی مسافت چند لمحات میں قطع کر لینے کی قوت عطا فرمائی ہے، وہ بہت سے ایسے حالات و واقعات سے واقف ہوتے تھے جن کو انسان نہیں جانتے، جب وہ انسانوں کو ان واقعات کی خبر دیتے تو انسان یہ سمجھتے تھے کہ یہ غیب کی خبر ہے اور جنات کو علم غیب حاصل ہے خود جنات کو بھی علم غیب کا دعویٰ ہو تو بعید نہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت سے اس کی بھی حقیقت کھل گئی کہ خود جنات کو بھی پتہ چل گیا اور انسانوں کو بھی کہ جنات عالم الغیب نہیں ہیں ورنہ یہ جنات سال بھر کی محنت مشقت نہ اٹھاتے۔ (معارف القرآن)

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء تاریخ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر کل ترپن سال کی ہوئی اور ان کی سلطنت و حکومت چالیس سال رہی تیرہ سال کی عمر میں سلطنت کا کام سنبھال لیا تھا اور بیت المقدس کی تعمیر اپنی سلطنت کے چوتھے سال میں شروع کی تھی۔ (معالم التنزیل۔ص۔۴۷۷۔ج۔۳۔مظہری۔ص۔۱۸۔ج۔۸۔قرطبی۔ص۔۲۴۹۔ج۔۱۴)

حیات انبیاء علیہم السلام پر اہل حق کا استدلال

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اس آیت سے بھی بطریق دلالت النص حیات الانبیاء کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ جب کیڑوں نے مضبوط اور سخت ترین عصا سلیمانی کو کھالیا تو جسم عنصری کا کھانا اس سے کہیں سہل اور آسان تھا مگر اس کے باوجود جسم کا لگا رہنا بلکہ محفوظ ہونا حیات کی صریح دلیل ہے اسی طرح اس آیت میں ذکر شدہ (خرور سلیمان) سے بھی حضرات انبیاء کی حیات مبارکہ پر استدلال کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت سلیمان کے جسد اطہر کے زمین پر آجانے کو "خر" کے لفظ سے تعبیر فرمایا مگر اس کو "سقط" سے تعبیر نہیں فرمایا کیونکہ "خر" کا لفظ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں جہاں کہیں بھی مذکور ہے وہ انسان کے جھک جانے اور گر جانے کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

﴿الف﴾... "وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا" (یوسف۔۱۰۰) ترجمہ، سجدہ میں گر پڑے اور رجوع ہوئے۔

﴿ب﴾... "فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا"۔ (اعراف۔۱۴۳) ترجمہ: پس ان کے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی تجلی نے ان کے پرخچے اڑا دیئے اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے۔ لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسد اطہر کے سلامت زمین پر آنے سے حیات بعد الوفات کا جو بھی انکار کرتا ہے وہ قرآن کے معارف اور علوم سے ناواقف ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل۔ص۔۴۶۸،۴۶۹۔ج۔۱۰)

﴿۱۵﴾ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ الخ داستان قوم سبا میں نشانیاں: ربط آیات: شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں یہاں تک بعض منیب اور شکر گزار بندوں کا ذکر تھا آگے ایک معرض و ناسپاس قوم یعنی قوم سبا کا ذکر ہے جو عیش پرستی اور خوشحالی کے بعد کفر و ناشکری کی سزا میں تباہ کی گئی، یہ قوم یمن کی بڑی دولتمند اور ذی اقتدار قوم تھی جو صدیوں تک بڑے جاہ و جلال سے ملک پر حکومت کرتی رہی، ان ہی میں ایک وہ ملکہ سبا تھی جس کو بلقیس کہتے ہیں جس کو تخت سمیت حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہونا

پڑا تھا، سورۃ نمل میں گزر چکا ہے۔شاید یہاں سلیمان علیہ السلام کے بعد سبا کا ذکر اس مناسبت سے ہو۔اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر اپنے رزق کے دروازے کھول دیئے تھے، ایک عرصہ تک یہ قوم اللہ تعالیٰ کی توحید اور احکام خداوندی کو بجالاتی رہی، پھر عیش وعشرت کی وجہ سے غفلت بلکہ انکار تک پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تنبیہ کے لئے تیرہ نبی اس قوم کو سمجھانے کے لئے بھیجے مگر یہ لوگ اپنی غفلت سے بے ہوشی سے باز نہ آئے تو ان پر سیلاب کا عذاب بھیجا گیا جس نے ان کے شہر اور باغات سب کو ویران کر دیا۔ (ابن کثیر۔ص۔۸۷۹۔ج۔۲)

سیل عرم اور سد مآرب : کتب لغت میں عرم کے معنی سد یعنی بند کے ہیں جو پانی روکنے کے لئے بنایا جاتا ہے جو آج کل ڈیم کے نام سے معروف ہے یہی معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ (قرطبی۔ص۔۲۵۲۔ج۔۱۴)

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ارض القرآن کے حوالے سے لکھتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے، ''سبا'' کی عمارات میں ایک چیز بند آب ہے جس کو عرب حجاز ''سد'' اور عرب یمن اس کو ''عرم'' کہتے ہیں۔عرب میں کوئی دائمی دریا نہیں، پانی پہاڑوں سے بہہ کر ریگستانوں میں خشک اور ضائع ہو جاتا تھا اور زراعت کے مصرف میں نہیں آتا تھا۔سبا مختلف مناسب جگہوں پر پہاڑوں اور وادیوں کے درمیان بڑے بڑے بند باندھ دیتے تھے۔پانی رک جاتا اور بقدر ضرورت زراعت کے کام لاتے۔حکومت سبا نے سینکڑوں بند بنائے ان میں سے سب سے زیادہ مشہور ''سد مآرب'' ہے جو ان کے دار الحکومت ''مآرب'' میں تھا شہر ''مآرب'' کے جنوب میں دائیں بائیں دو پہاڑ ہیں جن کا نام ''ابلق'' ہے سبا نے ان پہاڑوں کے درمیان ''سد مآرب'' کی تعمیر کی تھی یہ تقریباً ایک سو پچاس فٹ لمبی اور پچاس فٹ چوڑی ایک دیوار ہے جس کا اکثر حصہ اب افتادہ ہے اور ایک ثلث دیوار اب بھی باقی ہے۔''سد'' کے دائیں بائیں مشرق ومغرب میں دو بڑے بڑے دروازے تھے جن سے پانی تقسیم ہو کر زمینوں کو سیراب کرتا تھا اس پانی کی وجہ سے تین سو میل مربع میں سینکڑوں کوس تک زمین آباد ہو گئی جس میں مختلف قسم کے میوے اور خوشبودار درخت تھے۔قرآن کریم نے ''جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ'' کہہ کر ان باغوں کی طرف اشارہ کر دیا۔سبا عرب میں سرسبز اور آباد حصہ میں رہتے، جہاں اچھے اچھے درخت، دارچینی اور چھوارے کے نہایت گنجان جنگل ہیں، جو اشخاص زمین سے دور ساحل سے گزرتے جب ساحل کی طرف سے ہوا چلتی تو وہ اس خوشبو سے محظوظ ہوتے جو ''بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ'' کے مصداق تھے۔اللہ تعالیٰ نے اشارہ کر دیا کہ اپنی طرف سے شکر گزار بنو اگر بمقتضاء بشریت کوتاہی ہو جائے تو چھوٹی چھوٹی لغزشوں کو معاف کر دوں گا۔

﴿۱۶﴾ فَاَعْرَضُوْا الخ نتیجہ ناشکری : مگر ان لوگوں نے جب نہ شکری کا اظہار کیا، اللہ تعالیٰ نے ان پر پانی کا عذاب بھیجا پانی کا بند ٹوٹا تمام باغات اور زمین غرقاب ہو گئے، ائمہ سلف قتادہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے بیان کے مطابق ان باغوں میں ایک عورت اپنے سر پر خالی ٹوکری لے کر چلتی تو درختوں سے ٹوٹ کر گرنے والے پھلوں سے وہ خود بخود بھر جاتی تھی ان کو ہاتھ نہ لگانا پڑتا تھا۔پھر ان اعلیٰ درجہ کے نفیس میووں کی جگہ نکمے درخت بدمزہ پھل والے درختوں کے سوا کچھ نہ رہا تھا، یہ واقعہ حضرت مسیح اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی عہد کا ہے۔محققین آثار قدیمہ کو ابرہۃ الاشرم کے زمانہ کا ایک بہت بڑا کتبہ سد عرم کی بقیہ دیوار ملا ہے اسمیں بھی اس بند کے ٹوٹنے کا ذکر ہے مگر یہ غالباً اس واقعہ کے بعد ہوا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔واللہ اعلم

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب اللہ نے چاہا عذاب بھیجا تو چوہے پیدا ہوئے انہوں نے اس بند کی جڑیں کرید ڈالی جس کی وجہ سے یہ ٹوٹ گیا زمین ناکارہ ہو گئی لوگ وطن چھوڑ کر ادھر ادھر چلے گئے جو باقی رہے۔انہیں ان باغوں کے بدلے یہ نکمی کسیلی چیزیں ملیں۔واللہ اعلم (تفسیر عثمانی)

﴿۱۷﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ الخ سبب گرفت۔﴿۱۸﴾ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ الخ بابرکت بستیاں : اس آیت میں اہل سبا پر

اللہ تعالیٰ کی ایک اور نعمت کا اور اہل سبا کی ناشکری و نادانی کا ذکر ہے کہ انہوں نے خود اس نعمت کو بدل کر شدت کی دعا اور تمنا کی۔ "اَلْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا" سے مراد بظاہر ملک شام و فلسطین کی بستیاں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی برکات سے نوازا ہے۔ یہ سرسبز و شاداب علاقہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کا مرکز رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خطہ میں بہت سے نبیوں کو مبعوث فرمایا۔ جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی اولاد شامل ہے اور وہیں ان کی قبریں بھی ہیں۔ مذکورہ نمایاں بستیاں یمن سے لے کر شام و فلسطین تک آباد تھیں۔ اس زمانہ میں سڑکیں وغیرہ تو نہیں تھیں تجارتی اور دوسرے قافلے خچروں یا اونٹوں پر سفر کرتے تھے۔ سواری کے لئے گھوڑے بھی استعمال ہوتے تھے۔ تاہم بار برداری کے لئے زیادہ اونٹوں کو استعمال کیا جاتا تھا۔ یمن سے شام تک چالیس دن کی مسافت تھی عام طور پر ریگستانی علاقوں میں آبادی بہت کم ہوتی ہے مگر اس علاقہ میں موزوں مسافت پر جگہ جگہ بستیاں آباد تھی جن کی وجہ سے مسافروں کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی مسافروں کو خوراک اور دیگر ضروریات زندگی آرام سے میسر آجاتی تھیں راستہ پر امن تھا۔

﴿۱۹﴾ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا الخ اہل سبا کا احمقانہ شکوہ اور انکا عبرت ناک حال: دن اور رات کو بھولا کر احمقانہ شکایت کی کہ ہمارے سفروں کو بھی اتنا طویل کر دیا جائے کہ ہم بھی مصائب کا مزہ چکھیں اللہ تعالیٰ نے سیلاب کا عذاب بھیجا اہل سبا کے چھ خاندان یمن اور چار شام و فلسطین میں جا کر آباد ہوئے۔ اور یہ مصروف ترین شاہراہ بھی بند ہوگئی اور قوم سبا کا نام و نشان مٹ گیا، صرف ان کا نام تاریخ تک محدود ہو کر رہ گیا اور ان کا شیرازہ بکھر گیا۔

﴿۲۰﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ الخ ظن صداقت ابلیس: شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت کہا تھا، تو نے آدم کو مجھ پر برتری عطا کی ہے۔ "لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗ" (بنی اسرائیل۔ ۶۲) میں اس کی اولاد کو ضرور گمراہ کروں گا، چنانچہ ابلیس نے اہل سبا کو گمراہ کر کے ناشکری پر مائل کیا جو ان کی تباہی کا سبب بنا اور اس نے اپنا گمان سچا کر دکھایا۔ اِلَّا فَرِيْقًا الخ مؤمنین کی حفاظت۔

﴿۲۱﴾ اِلَّا لِنَعْلَمَ... الخ امتحان خداوندی:... اگرچہ "نَعْلَمَ" کا معنی جاننا ہے مگر اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کو ازل سے لے کر ابد تک جانتا ہے لہذا یہاں پر جاننے کا مطلب ظاہر کرنا ممتاز کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا مقصد اہل ایمان اور منکرین کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا ہے تا کہ دونوں گروہوں کو الگ الگ کر دے، ہر ایک کا جزائے عمل اس کی کارگذاری کے مطابق واقع ہو۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ

آپ کہہ دیجئے اے پیغمبر پکارو تم انکو جنکو تم گمان کرتے ہو (معبود) اللہ کے سوا، نہیں مالک وہ مقدار ایک ذرے کے آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہیں

وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنْفَعُ

ان کیلئے ان دونوں میں کسی قسم کی کوئی شراکت اور نہیں ہے اس اللہ کیلئے ان میں سے کوئی مددگار ﴿۲۲﴾ اور نہیں کام دیگی سفارش اس اللہ کے پاس مگر اس کیلئے

الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا

جسکے لئے وہ اجازت دے یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے ان فرشتوں کے دلوں سے تو کہتے ہیں کیا فرمایا تمہارے پروردگار نے؟ وہ کہتے ہیں کہ اس نے حق بات

الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ

فرمائی ہے اور وہ بلند ہے بڑائی والا ہے ﴿۲۳﴾ اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کون ہے جو تم کو روزی پہنچاتا ہے آسمانوں سے اور زمین سے آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہے

اَوۡ اِيَّاكُمۡ لَعَلٰى هُدًى اَوۡ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۲۴﴾ قُلۡ لَّا تُسۡـئَلُوۡنَ عَمَّاۤ اَجۡرَمۡنَا وَلَا نُسۡـئَلُ

جو روزی پہنچاتا ہے اور بیشک ہم یا تو البتہ ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ﴿۲۴﴾ آپ کہہ دیجئے اور تم سے نہیں پوچھا جائیگا ان گناہوں کے بارے میں جو ہم نے کئے ہیں

عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۵﴾ قُلۡ يَجۡمَعُ بَيۡنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفۡتَحُ بَيۡنَنَا بِالۡحَقِّ ؕ وَهُوَ الۡفَتَّاحُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۲۶﴾

اور ہمسے نہیں پوچھا جائیگا ان کاموں کے بارے میں جو تم کرتے ہو ﴿۲۵﴾ آپ کہہ دیجئے جمع کریگا ہم سب کو ہمارا پروردگار پھر فیصلہ کریگا ہمارے درمیان حق کیساتھ اور وہ فیصلہ کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ﴿۲۶﴾

قُلۡ اَرُوۡنِىَ الَّذِيۡنَ اَلۡحَقۡتُمۡ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلۡ هُوَ اللّٰهُ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۲۷﴾ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ

آپ کہہ دیجئے مجھے بتلاؤ وہ جنکو تم نے ملایا ہے اسکے ساتھ شریک بنا کر خبردار بلکہ وہ اللہ ہی ہے جو کمال قدرت کا مالک اور حکمتوں والا ہے ﴿۲۷﴾ اور نہیں بھیجا ہمنے

اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى

آپکو مگر تمام لوگوں کیلئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرسنانیوالا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۲۸﴾ اور کہتے ہیں یہ لوگ کہ کب پورا ہوگا

هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۲۹﴾ قُلۡ لَّـكُمۡ مِّيۡعَادُ يَوۡمٍ لَّا تَسۡتَاۡخِرُوۡنَ عَنۡهُ سَاعَةً

یہ وعدہ اگر تم سچے ہو ﴿۲۹﴾ آپ کہہ دیجئے تمہارے لئے وعدہ ہے ایک دن کا نہیں پیچھے ہٹو گے تم اس سے ایک

وَّلَا تَسۡتَقۡدِمُوۡنَ ﴿۳۰﴾

گھڑی بھر بھی اور نہ اس سے آگے ہوگے ﴿۳۰﴾

ع ۹ | ۲ | النصف

﴿۲۲﴾ قُلِ ادۡعُوا الَّذِيۡنَ زَعَمۡتُمۡ الخ ربط آیات:... شروع سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل عقلیہ اور نقلیہ کا ذکر تھا، درمیان میں منیبین کا ذکر کیا، پھر اہل سبا کی خوشحالی اور ناشکری کا ذکر کیا، اب ان آیات میں مشرکین کی توبیخ اور جہالت ونادانی کو بیان کرتے ہیں کہ جن کو تم اللہ کے سوا مشکل وقت میں پکارتے ہو یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کام نہیں دے سکتا۔

خلاصہ رکوع ❸ ... فرائض خاتم الانبیاء، سے عجز ماسوا اللہ، مجازین شفاعت، فرشتوں کا باہمی مکالمہ، طریق مناظرہ سے مشرکین سے توحید خداوندی کا اقرار، حکیمانہ طریق تبلیغ۔ ا۔ ۲۔ ۳۔ تذکیر بما بعد الموت، ثمرہ دلائل مذکورہ، عمومی بعثت رسالت خاتم الانبیاء وفرائض خاتم الانبیاء، منکرین قیامت کا شکوہ، جواب شکوہ۔ ماخذ آیات ۲۲: تا ۳۰+

قُلِ ادۡعُوا الَّذِيۡنَ الخ فرائض خاتم الانبیاء سے عجز ماسوا اللہ۔

﴿۲۳﴾ مجازین شفاعت۔ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ الخ فرشتوں کا باہمی مکالمہ: بعض علماء کرام یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جس حکم کا ذکر ہے وہ آخرت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دنیا کے ساتھ بھی متعلق ہے، جیسا کہ احادیث کثیرہ سے سمجھا جاتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے مقصود اللہ تعالیٰ کے مقام عظمت ورفعت کا بیان کرنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو کوئی حکم دیتا ہے اور ان سے کلام کرتا ہے تو فرشتے اللہ کا کلام سن کر ہیبت کے مارے تھر تھرا اٹھتے ہیں اور ان پر ایک غشی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے پھر جب وہ گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو بعض بعض سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ حاملان عرش اور ملاء اعلیٰ کے فرشتے سے نیچے والے فرشتوں کو خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے وہ برحق ہے اور ''حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِهِمۡ'' کی ضمیر فرشتوں کی طرف راجع ہے اور فزع: سے اس خوف اور ہیبت کا دور ہونا مراد ہے جو فرشتوں کو کلام اور حکم خداوندی کے سننے کے وقت لاحق ہوتی ہے۔

(حاشیہ صاوی علی تفسیر جلالین۔ ص۔ ۲۹۹۔ ج۔ ۳)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں میرے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ یہ آیت آخرت سے متعلق ہے کیونکہ آیت کا سیاق وسباق اس کے زیادہ مناسب ہے اور یہ سیاق وسباق مشرکین کے اس قول کی تکذیب وتردید ہے جو یہ کہتے تھے۔ "وَيَقُولُونَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ" اور اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا "لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ الخ"

خلاصہ کلام:... اس آیت میں اصل مقصود آخرت کا واقعہ بیان کرنا ہے۔ مگر اپنے ظاہری الفاظ اور ظاہری مدلول کے اعتبار سے دنیا وآخرت دونوں کو شامل ہے لہٰذا اسمیں دونوں معنی کی گنجائش ہے۔

﴿۲۴﴾قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ الخ طریق مناظرہ سے مشرکین سے توحید خداوندی کا اقرار۔ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ الخ حکیمانہ طریق تبلیغ۔۱۔﴿۲۵﴾قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ الخ طریق تبلیغ۔۲۔﴿۲۶﴾قُلْ يَجْمَعُ الخ طریق تبلیغ۔۳۔ تذکیر بما بعد الموت۔﴿۲۷﴾قُلْ اَرُوْنِيَ الخ ثمرہ دلائل مذکورہ۔﴿۲۸﴾وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ الخ عمومی بعثت رسالت خاتم الانبیاء وفرائض خاتم الانبیاء ربط آیات :اوپر کی آیات میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور رزاقیت کا ذکر تھا۔ اب آگے آپ ﷺ کی رسالت عمومی اور منکرین قیامت کا رد ہے۔ (شیخ زادہ۔ص۔۹۳۔ج۔۴)

نیز گزشتہ آیات میں رزق حسن کا ذکر تھا اور ان آیات میں رزق معنوی کا ذکر ہے اس لئے کہ جو ہدایت آپ کے ذریعہ سے لوگوں تک پہنچی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا رزق معنوی ہے اور ان کی روحانی اور ابدی حیات کا سامان ہے گذشتہ کتابوں میں تحریف کی گئی مگر قرآن مجید ابدی حیات کا سامان ہے۔ قیامت تک اسی شان کے ساتھ محفوظ رہے گا۔ (معارف القرآن حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ)

نحوی ترکیب :- "كَآفَّةً" یہ ترکیب میں کیا ہے تو اکثر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ حال ہے اور "للناس" ذوالحال معنی یہ ہے کہ ہم نے بھیجا تجھے مگر اس حال میں کہ سب لوگوں کے لئے، یعنی آپ کی عمومی بعثت کا ذکر ہے۔ اس پر اشکال ہوتا ہے "كَآفَّةً لِّلنَّاسِ" میں كَآفَّةً حال ہے اور "لِّلنَّاسِ" ذوالحال ہے جبکہ قاعدہ یہ ہے کہ حال ذوالحال پر مقدم نہیں ہوسکتا جبکہ یہاں حال ذوالحال پر مقدم ہے۔

جواب:... علامہ رضی نے شرح کافیہ۔ص۔۶۷۔ج۔۲۔ پر تشریح کی ہے اگر ذوالحال مجرور بالاضافت ہو تو حال ذوالحال پر بالاتفاق مقدم نہیں ہوسکتا ہاں اگر ذوالحال مجرور باحرف جر ہو تو ابن کسان اور ابی علی کے نزدیک ذوالحال پر حال مقدم ہوسکتا ہے جیسا کہ اس آیت میں "كَآفَّةً لِّلنَّاسِ" پر مقدم ہے لہٰذا اس پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا جبکہ دوسرے حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ حال ہے کاف ضمیر سے اور "كَآفَّةً" میں تا مبالغہ کے لئے ہے، تانیث کی نہیں، معنی یہ کرتے ہیں کہ ہم نے نہیں بھیجا تجھے "الا کافہ ای کافاً" مگر اس حال میں کہ تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو یعنی سب لوگوں کو اپنی نبوت میں جمع کرنے والا ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق عقائد

افضل الانبیاء :انبیاء کرام علیہم السلام میں باہمی مراتب کا فرق ہے۔ بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے۔ سب سے افضل حضرت محمد ﷺ ہیں، اور آپ ﷺ تمام پیغمبروں کے سردار ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۔ (البقرہ۔ ۲۵۳)

ترجمہ: "یہ پیغمبر جو ہم نے بھیجے ہیں، ان کو ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت عطا کی ہے۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا، اور ان میں سے بعض کو بدرجہا بلندی عطا کی۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ

أَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَ أَوَّلُ شَافِعٍ وَ أَوَّلُ مُشَفَّعٍ (صحیح مسلم ۔ ج۔۲۔ص۔۵۹)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میری قبر کھولی جائے گی اور سب سے پہلے میں سفارش کروں گا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول کی جائے گی۔ دوسری حدیث پاک میں ہے کہ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهُ تَحْتَ لِوَائِيْ وَلَا فَخْرَ'' ۔ الخ

(مسند احمد)

ترجمہ: ''اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار میں ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے، اور سب سے پہلے میری قبر سے مٹی ہٹائی جائے گی اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ اور اس دن تمام انبیاء آدم ہو یا اس کے سوا کوئی دوسرا پیغمبر وہ میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور مجھے کوئی فخر نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کی شانِ بعثت: حضرت محمد ﷺ کی بعثت اور آپ ﷺ کی نبوت و رسالت تمام عالم کے لیے ہے، اور آپ تمام جہانوں کے لیے نبی ہیں۔ جس طرح آپ امت کے نبی ہیں، اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے بھی نبی ہیں۔

چنانچہ یہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ'' ۔ ترجمہ: ''اور اے پیغمبر ہم نے تمہیں سارے ہی انسانوں کے لیے ایسا رسول بنا کر بھیجا ہے جو خوشخبری بھی سنائے، اور خبردار بھی کرے۔

نبوت کی تقسیم: حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق نبوت کی دو قسمیں ہیں: (۱) نبوتِ ذاتی۔

(۲) نبوتِ عرضی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تو ذاتی ہے اور آپ کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوت عرضی ہے، دلیل اس کی قرآن پاک کی یہ آیت ہے: ''وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ'' ۔ (آل عمران ۔ ۸۱)

ترجمہ: ''اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں گا، پھر جب تمہارے پاس ایسا رسول آجائے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم ضرور ان پر ایمان لے آنا اور ضرور اس کی مدد کرنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کرلیا اور میری دی ہوئی ذمہ داری اٹھاتے ہو؟ اس پر، انبیاء نے عرض کیا کہ ہم نے اقرار کرلیا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا پھر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

• اس آیت مبارکہ میں تمام انبیاء علیہم السلام کو آنحضرت ﷺ کی اتباع اور آپ پر ایمان لانے کا حکم فرمایا گیا چنانچہ آنحضرت ﷺ کو امامت اور پیشوا ہونے کا رتبہ عطا فرمایا گیا ہے اور باقی انبیاء علیہم السلام کی حیثیت آپ کے تابع اور مقتدی کی ہے اور مقتدا کا اپنے مقتدی سے اعلیٰ اور افضل ہونا مسلم ہے، معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی نبوت ذاتی اور باقی انبیاء علیہم السلام کی نبوت عرضی ہے۔ اگر تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو ذاتی مان لیا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ سب کا رتبہ برابر ہو جائے حالانکہ یہ بات عقلاً و نقلاً محال ہے۔ (ملخص از آبِ حیات)

نبی کریم ﷺ کی شانِ علم: حضرت محمد ﷺ کو تمام مخلوقات اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ علوم عطا فرمائے

گئے، آپ کو اولین و آخرین کے وہ علوم عطا فرمائے گئے جو کسی اور کو نہیں دیئے گئے لیکن عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔
چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ“۔ (الانعام۔ ۵۹)
ترجمہ: ”اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
چنانچہ حدیث پاک میں ہے: ”عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "هَلْ تَدْرُوْنَ مَنْ اَجْوَدُ جُوْدًا؟" قَالُوا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ: "اَللّٰهُ اَجْوَدُ، ثُمَّ اَنَا اَجْوَدُ بَنِیْ آدَمَ، وَاَجْوَدُهُمْ مَنْ بَعْدِیْ رَجُلٌ عَلِمَ عِلْمًا فَنَشَرَهٗ يَاْتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَمِيْرًا وَحْدَهٗ" اَوْقَالَ: "اُمَّةً وَحْدَهٗ" (شعب الایمان)
ترجمہ: ”حضرت انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ سب سے بڑا سخی کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول یہ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سب سے بڑا سخی ہے۔ پھر میں تمام انسانوں سے زیادہ سخی ہوں۔ اور پھر لوگوں میں سے زیادہ سخی وہ آدمی ہے جس نے علم سیکھا پھر اس کو آگے پھیلایا، وہ قیامت کے دن ایک جماعت کا سردار بن کر آئے گا۔
حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خداوند علیم تو عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اور بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ہے، پھر اس کے ساتھ ”لَا يَضِلُّ وَلَا يَنْسٰى“ خود اپنی شان میں فرماتا ہے جس کے یہ معنیٰ ہوئے کہ نا بہکے، نا بھولے، اس صورت میں غلطی ہو تو کیونکر ہو اور جناب سرورِ کائنات علیہ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات ہر چند بشر تھے پر خیر البشر، خدا کی منظورِ نظر تھے خداوند کریم نے اپنے سب کمالوں سے حصہ کامل ان کو عنایت فرمایا تھا، من جملہ کمالاتِ علم جو اول درجہ کا کمال ہے اپنے ہی علم میں سے ان کو مرحمت کیا چنانچہ "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (۳) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى" (النجم۔ ۳۔۴) اس دعویٰ کے دلیل کامل ہے اس صورت میں آپ کا علم خدا ہی کا علم ہوا اور آپ کا کہا وہ خدا کا کہا نکلا۔ (فیوضِ قاسمی۔ ۴۳)
نبوت کا دار و مدار عقلِ کامل اور اخلاق حمیدہ پر ہے، رہے معجزات وہ خود نبوت پر موقوف ہیں نبوت ان پر موقوف نہیں۔ یعنی یہ نہیں کہ جس میں معجزات نظر آئیں اس کو نبوت عطا کریں ورنہ خیر بلکہ جس میں نبوت ہوتی ہے اس کو معجزات عطا کرتے ہیں تا کہ عوام کو بھی اس کی نبوت کا یقین ہو جائے اور نبی کے حق میں اس کے معجزے بمنزلہ سند و دستاویز ہو جائیں اس لیے اہل عقل کے نزدیک اول عقلِ کامل اور اخلاقِ حمیدہ ہی کا تجسس چاہیے۔
حضرت محمد ﷺ عقل و اخلاق میں سب انبیاء سے افضل و اعلیٰ ہیں: مگر عقل اور اخلاص میں دیکھا تو حضرت محمد ﷺ کو سب سے افضل و اعلیٰ پایا (غور کریں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے کس قدر صراحت اور دلیری کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے سب سے اعلیٰ و افضل ہونے کا دعویٰ کر دیا اور وہ بھی غیر مسلموں کے ساتھ مباحثہ کے دوران۔ پھر کسی کو اعتراض کی جرأت بھی نہ ہوئی۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء
عقل و فہم میں افضلیت کی دلیل: عقل و فہم میں اولیت اور افضلیت کے لیے تو اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ آپ بذات خود امی جس میں (یعنی جس ماحول میں) پیدا ہوئے اور جہاں ہوش سنبھالا بلکہ ساری عمر گزری، علوم سے یک لخت خالی، نہ علوم دینی کا پتا نہ علوم دنیاوی کا نشان، نہ کوئی کتاب آسمانی، نہ کتاب زمینی، بباعثِ جہل کیا کیا کچھ خرابیاں معاشرے میں نہ تھیں؟
اب کوئی صاحب فرمائیں کہ ایسا شخص امی ایسے ملک میں اول سے آخر تک عمر گزاریں جہاں علوم کا نام و نشان نہ ہو، پھر اس پر ایسا دین اور ایسا آئین، ایسی کتاب لاجواب اور ایسی ہدایاتِ بینات جس پر ملک عرب کے جاہلوں کو علوم الٰہیات یعنی علوم ذات و

صفاتِ خداوندی میں جو تمام علوم سے مشکل ہے اور علم عبادات اور علم اخلاق اور علم سیاسیات اور علم معاملات اور علم معاش و معاد میں، رشک ارسطو و افلاطون بنا دیا جس کے باعث تہذیب عرب، رشک شائستگی حکمائے عالم ہوگی، چنانچہ ان کی کمال علمی پر آج اہل اسلام کی کتب مطولہ جو خارج از تعداد ہیں شاہد ہیں، ایسے علوم کوئی بتلائے تو سہی کس قوم اور کس فریق میں ہیں جس کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ دونوں کا یہ حال ہے ان کے استادِ اول اور معلم اوّل یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا (عقل و دانائی اور فہم و فراست میں) کیا حال ہوگا؟

اخلاق میں افضلیت کی دلیل :اور اخلاق کی یہ کیفیت کہ آپ کسی کے بادشاہ نہ تھے، شہزادے نہ تھے، امیرزادے نہ تھے، نہ تجارت کا سامان تھا، نہ کھیتی کے بڑے اسباب تھے، نہ ہی میراث میں کوئی چیز ہاتھ آئی، نہ بذاتِ خود کوئی دولت کمائی، ایسے افلاس میں عرب کے گردن کشوں، جفا کشوں، برابر کے بھائیوں کو ایسا مسخر کر لیا کہ جہاں آپ کا پسینہ گرے وہاں اپنا خون بہانے کو تیار ہیں۔

پھر یہ بھی نہیں کہ ایک دو روز کا ولولہ تھا کہ آیا نکل گیا بلکہ ساری عمر اسی کیفیت سے گزار دی۔ یہاں تک کہ گھر چھوڑا، باہر چھوڑا، زن و فرزند چھوڑے، مال و دولت چھوڑا، آپ کی محبت میں سب پر خاک ڈال کر اپنوں سے آمادہ جنگ و پیکار ہوئے، کسی کو آپ مارا، کسی کے ہاتھ سے آپ مارے گئے، یہ تسخیر اخلاق نہ تھی تو کیا تھی؟ یہ زورِ شمشیر کس تنخواہ سے آپ نے حاصل کیا، ایسے اخلاق کوئی بتلائے تو سہی حضرت آدم علیہ السلام میں تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام میں تھے، یا حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تھے۔

حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی دلیل: جب عقل و اخلاق کی کیفیت تھی اور اس پر زُہد کی یہ حالت کہ جو آیا وہی لٹایا، نہ کھایا نہ پہنا، نہ کوئی مکان بنایا، تو پھر کونسا عاقل یہ کہہ دے گا کہ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام وغیرہم تو نبی ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ نبی نہ ہوں ان کی نبوت میں کسی کو تامل ہو کہ نہ ہو پر محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں اہل عقل و انصاف کو تامّل کی گنجائش نہیں۔

(مباحثہ شاہجہان پور)

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ و مقام اور ان کی رسالت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں :چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی بعثت کی بشارت دی اس لیے ان کا تذکرہ خیر بیان کیا جا رہا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی اور اس کے رسول ہیں، ان کو اللہ کا بیٹا سمجھنا شرکیہ عقیدہ ہے۔ قرآن کریم میں جا بجا اس باطل عقیدے کی تردید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :"وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ (الصف۔ ۶)

ترجمہ:"اور وہ وقت یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا کہ :اے بنو اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کا پیغمبر بن کر آیا ہوں۔"

دوسرے مقام پر اشادِ باری تعالیٰ ہے:"وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ (التوبة۔ ۳۰) ترجمہ:"اور نصرانی یہ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں، یہ سب ان کے منہ کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔"

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (المائدہ۔ ۱۷) ترجمہ:"یقیناً وہ لوگ کافر ہو گئے ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے :حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے بغیر باپ کے پیدا فرمایا اور انہیں سولی پر نہیں چڑھایا گیا بلکہ زندہ ہی آسمانوں پر اٹھا لیا۔ قیامت کے قریب وہ آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے، چالیس یا پینتالیس برس زمین پر رہیں گے پھر ان کا انتقال ہوگا، حضور اکرم ﷺ کے روضہ مبارک میں دفن ہوں گے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ"۔ (آل عمران۔ ۵۹)

ترجمہ: "اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم جیسی ہے، اللہ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر ان سے کہا "ہوجاؤ" بس وہ ہو گئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "قَالَتْ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِیًّا (۲۰) قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا"۔ (مریم۔ ۲۰۔۲۱)

ترجمہ: "مریم نے کہا کہ: میرے لڑکا کیسے ہوجائے گا، جب کہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے، اور نہ میں کوئی بدکار عورت ہوں؟ فرشتے نے کہا: ایسے ہی ہوجائے گا، تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ: یہ میرے لیے ایک معمولی بات ہے اور ہم یہ کام اس لیے کریں گے تا کہ اس لڑکے کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بنائیں، اور اپنی طرف سے رحمت کا مظاہرہ کریں، اور یہ بات پوری طرح طے ہو چکی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا (۱۵۷) بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا"۔ (النساء۔ ۱۵۷۔۱۵۸)

ترجمہ: "اور یہ کہا کہ: ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا تھا، حالانکہ نہ انہوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کیا تھا، نہ انہیں سولی دے پائے تھے، بلکہ انہیں اشتباہ ہو گیا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے، وہ اس سلسلے میں شک کا شکار ہیں، انہیں گمان کے پیچھے چلنے کے سوا اس بات کا کوئی علم حاصل نہیں، اور یہ بالکل یقینی بات ہے کہ وہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل نہیں کر پائے بلکہ اللہ نے انہیں اپنے پاس اٹھا لیا تھا، اور اللہ بڑا صاحب اقتدار اور بڑا حکمت والا ہے۔"

چنانچہ حدیث پاک میں ہے: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ "وَاللّٰهِ لَیَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْیَمَ حَكَمًا عَادِلًا فَلَیَكْسِرَنَّ الصَّلِیْبَ وَلَیَقْتُلَنَّ الْخِنْزِیْرَ وَلَیَضَعَنَّ الْجِزْیَةَ وَلَتُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا یُسْعٰی عَلَیْهَا وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ وَلَیَدْعُوَنَّ اِلَى الْمَالِ فَلَا یَقْبَلُهٗ اَحَدٌ"۔ (صحیح مسلم۔ ۱۔ ۹۴)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی مریم علیہ السلام کے بیٹے اتریں گے (آسمان سے) اور وہ حاکم ہوں گے، عدل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، سور کو مار ڈالیں گے اور ذمیوں سے جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور چھوڑ دیں گے جوان اونٹنیوں کو چھوڑ دیا جائے گا پھر ان سے سواری اور بار برداری کا کام نہیں لیا جائے گا اور یقیناً لوگوں کے دلوں سے کینہ، بغض، اور حسد جاتا رہے گا اور یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو مال و دولت سے نوازنے کے لیے بلائیں گے لیکن کوئی بھی مال و دولت لینے والا نہ ہوگا۔"

﴿۲۹﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ الخ منکرین قیامت کا شکوہ۔ ﴿۳۰﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّیْعَادُ الخ جواب شکوہ۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر اختیار کیا کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اس قرآن پر اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے پہلے آئی ہیں اور اے مخاطب اگر تو دیکھے

اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨ الْقَوْلَ ۚ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ

جبکہ ظالم لوگ کھڑے کیے جائیں گے اپنے پروردگار کے سامنے اور لوٹائیں گے بعض ان میں سے بعض کی طرف بات کو کہیں گے

اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ

وہ لوگ جو کمزور خیال کئے جاتے تھے ان لوگوں سے جنہوں نے تکبر کیا اگر نہ ہوتے تم تو البتہ ہم ہوتے ایمانداروں میں ﴿۳۱﴾ کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے تکبر کیا ان لوگوں سے

اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣٢﴾

جو کمزور خیال کئے جاتے ہیں کیا ہم نے تمہیں روکا تھا ہدایت سے بعد اسکے کہ وہ تمہارے پاس آچکی تھی بلکہ تم خود مجرم تھے ﴿۳۲﴾

وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ

اور کہیں گے وہ لوگ جو کمزور خیال کئے جاتے ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے تکبر کیا ایسا نہیں ہے بلکہ رات دن کے فریب میں تم ہی ہمیں گمراہ کرتے تھے جبکہ تم حکم دیتے تھے

نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ

ہمیں کہ ہم کفر کریں اللہ کیساتھ اور بنائیں ہم اسکے لئے شریک ایک پوشیدہ رکھیں گے ندامت کو جب دیکھیں گے عذاب کو سامنے اور ڈالدیں گے ہم طوق ان لوگوں کی گردنوں میں

فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ

جنہوں نے کفر اختیار کیا نہیں بدلہ دیئے جائیں گے وہ مگر اسکا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ﴿۳۳﴾ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرسنانیوالا

نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٤﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ

مگر کہا وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے کہ بیشک ہم اس چیز کیساتھ کفر کرنے والے ہیں جو تمہارے ساتھ بھیجی گئی ہے ﴿۳۴﴾ اور کہا انہوں نے کہ ہم زیادہ ہیں مال اور اولاد میں

وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿٣٥﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

اور نہیں ہم سزا دیئے جانے والے ﴿۳۵﴾ آپ کہہ دیجئے بیشک میرا پروردگار کشادہ کرتا ہے روزی جس کیلئے چاہے اور تنگ کرتا ہے جس کیلئے چاہے

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾ ع

لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے ﴿۳۶﴾

﴿۳۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ الخ ربط آیات: اوپر حضور ﷺ کی بعثت عامہ کا ذکر تھا پھر اللہ تعالیٰ نے منکرین قیامت کے شبہ کا جواب دیا کہ جس طرح تمہاری انفرادی زندگی کا ایک دن مقرر ہے اسی طرح مجموعہ عالم کا بھی ایک دن مقرر ہے جس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہوگی۔

خلاصہ رکوع ❹ ... منکرین قرآن کا شکوہ، قابل دید کیفیت منکرین قرآن، تابعین اور متبوعین کا باہمی تفصیلی مکالمہ، نتیجہ، تسلی خاتم الانبیاء فی ضمن داستان انبیاء، اسباب گمراہی وشکوہ وجواب شکوہ اجمالی۔ ماخذ آیات ۳۱: تا ۳۶ +

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ منکرین قرآن کا شکوہ: منکرین نے کہا کہ ہم اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی اس سے پہلی کتابوں پر ایمان لائیں گے۔ وَلَوْ تَرٰٓى الخ قابل دید کیفیت منکرین قرآن: اس وقت یہ ساری لمبی چوڑی باتیں ختم ہو جائیں گی، چنانچہ آپ انکے اس ہولناک وقت کی حالت دیکھیں گے جب ہر ظالم اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہوگا، اسمیں خطاب آپ ﷺ یا تمام مخاطبین کو ہے۔ (مظہری۔ص۔۳۱۔ج۔۸)

یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ الخ تابعین ومتبوعین کا باہمی تفصیلی مکالمہ: یعنی ایک دوسرے کے اوپر بات پلٹ رہے ہوں گے جیسے کام بگڑ جانے کے وقت عام طور پر عادت ہوتی ہے۔ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ الخ تابعین کا مکالمہ: چنانچہ دنیا میں جو لوگ دبے ہوئے تھے وہ کہہ رہے ہوں گے اگر تم نہ ہوتے ہم اسلام قبول کر لیتے۔

﴿۳۲﴾ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا الخ متبوعین کا جواب مکالمہ: کہیں گے تم غلط کہہ رہے ہو تم خود ہی قصوروار ہو، اپنے جرم کا خود اعتراف کیوں نہیں کرتے ہم نے تم پر کوئی زبردستی نہیں کی تھی۔

﴿۳۳﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا الخ تابعین کا جواب مکالمہ: تابعین متکبرین کو کہیں گے اگر تم نے زور زبردستی نہ بھی کی ہو پھر بھی تمہاری ان ریشہ دوانیوں اور پر فریب تدبیروں نے تو روکا جو تم دن رات کرتے رہتے تھے، کہ ہم کسی طرح اسلام قبول نہ کر لیں، سلسلۂ گفتگو کرتے ہوئے یہ دونوں فریق عذاب الٰہی کو دیکھیں گے تو چپکے چپکے نادم و پشیمان ہوں گے اور ایک دوسرے سے اس پشیمانی کو چھپائیں گے۔ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ الخ نتیجہ: دونوں فریقین کو دوزخ کے عذاب میں ڈال دیا جائے گا۔

﴿۳۴﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ الخ تسلی خاتم الانبیاء فی ضمن داستان انبیاء: اس آیت میں حضور ﷺ کے لئے تسلی کا مضمون ہے کہ اگر آپ کی قوم کے خوشحال اور مالدار قسم کے لوگ آپ کی مخالفت کرتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، ہر نبی کے ساتھ خوشحال لوگوں نے ایسا ہی سلوک کیا آپ گھبرائیں نہیں اور اپنا کام جاری رکھیں۔ نبیوں کا مقابلہ کرنے والے بدبخت اکثر صاحب ثروت لوگ ہی ہوا کرتے ہیں انہیں اپنی دولت پر ناز ہوتا ہے، اس لئے وہ کسی غریب اور نادار کو اپنے پاس بٹھانا بھی پسند نہیں کرتے۔ ''کما ورد فی حدیث ھرقل'' اس آیت کے شان نزول میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیر ابن کثیر۔ ص۔ ۸۹۱۔ ج۔ ۲۔ پر ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ بعثت میں دو تاجر آپس میں شراکت دار تھے جبکہ ایک شریک اپنے گھر میں تھا دوسرا تاجر سفر پر تھا اس نے وہیں یہ خبر سنی کہ مکے کے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اس نے اپنے شراکت دار کو لکھا، میں نے سنا ہے کہ مکے کے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، تو آپ اس کے احوال معلوم کر کے جوابی خط لکھیں، اس نے لکھا اس نبی کے پیروکار غریب غرباء ہی ہیں، کسی بڑے آدمی نے ایمان قبول نہیں کیا، یہ شخص فوراً اپنا کاروبار چھوڑ کر آپ ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور دریافت کیا آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا رسول ہوں مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے میں توحید اور ایمان ویقین کی دعوت دیتا ہوں، برائیوں سے خبردار کرتا ہوں، وہ شخص اسی مجلس میں مشرف با اسلام ہو گیا کہنے لگا کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا تو نے مجھے کس طرح پہچانا؟ اس نے عرض کیا کہ آپ کو ماننے والے غریب لوگ ہیں، دولت مند اعراض کر رہے ہیں اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿۳۵﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ الخ اسباب گمراہی وشکوہ: ہم مال میں بھی تم سے زیادہ ہیں اور اولاد میں بھی تم سے زیادہ ہیں اور ہمیں کبھی عذاب نہیں ہوگا، شاید مسلمانوں سے کہا کرتے یا پیغمبروں سے۔ ﴿۳۶﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ الخ جواب شکوہ اجمالی: مال کی تقسیم حکمت پر مبنی ہے اس پر نتیجہ نکالنا غلط ہے۔ واللہ اعلم

وَمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

اور نہیں ہیں تمہارے مال اور نہ تمہاری اولادیں کہ تمکو قرب دلائیں ہمارا مگر وہ شخص کہ جو ایمان لایا اور جس نے اچھا عمل کیا، پس یہی لوگ ہیں جنکے لئے دگنا اجر ہوگا

فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ

اسوجہ سے جو انہوں نے کیا اور وہ بالاخانوں میں امن سے رہنے والے ہوں گے ﴿۳۷﴾ اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں

فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِکَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ

ہماری آیتوں میں انکو کمزور کرنے کیلئے یہ لوگ عذاب میں پکڑ کر حاضر کئے جائیں گے ﴿۳۸﴾ آپ کہہ دیجئے بیشک میرا پروردگار کرتا ہے

لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ ۚ وَھُوَ

روزی جسکے لئے چاہے اپنے بندوں میں سے اور تنگ کردیتا ہے جس کیلئے چاہے اور جو تم خرچ کرتے ہو پس وہ اسکا بدلہ دیتا ہے

خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾ وَیَوْمَ یَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اَھٰٓؤُلَآءِ اِیَّاکُمْ کَانُوْا

اور وہ بہتر روزی دینے والا ہے ﴿۳۹﴾ اور جس دن وہ اللہ تعالیٰ اکٹھا کریگا ان سب کو پھر فرمائے گا فرشتوں سے، کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے ﴿۴۰﴾

یَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَکَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِھِمْ ۚ بَلْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَکْثَرُھُمْ

وہ کہیں گے پاک ہے تیری ذات تو ہی ہمارا کار ساز ہے ان کے سوا بلکہ یہ لوگ جنوں کی عبادت کرتے تھے انمیں سے اکثر

بِھِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَالْیَوْمَ لَا یَمْلِکُ بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ

ان پر اعتقاد رکھتے تھے ﴿۴۱﴾ پس آج کے دن نہیں مالک ہوگا تم میں سے بعض بعض کیلئے کسی نفع اور نقصان کا اور ہم کہیں گے ان لوگوں سے جنہوں نے ظلم کیا

ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِیْ کُنْتُمْ بِھَا تُکَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ

چکھو آگ کا عذاب جس کو تم جھٹلاتے تھے ﴿۴۲﴾ اور جب ان پر پڑھی جاتی ہیں ہماری واضح آیتیں تو کہتے ہیں نہیں ہے یہ مگر

قَالُوْا مَا ھٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیْدُ اَنْ یَّصُدَّکُمْ عَمَّا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُکُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا ھٰذَآ

ایک شخص جو ارادہ کرتا ہے کہ روک دے تمکو ان چیزوں سے جنکی تمہارے آباؤ اجداد عبادت کرتے تھے اور کہا انہوں نے کہ نہیں ہے یہ مگر جھوٹ افتراء کیا ہوا اور

اِلَّآ اِفْکٌ مُّفْتَرًی ؕ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمْ ۙ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۴۳﴾

کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا حق کے ساتھ جب کہ وہ انکے پاس آیا نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو ﴿۴۳﴾

وَمَآ اٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ کُتُبٍ یَّدْرُسُوْنَھَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمْ قَبْلَکَ مِنْ نَّذِیْرٍ ﴿۴۴﴾ ؕ وَکَذَّبَ

اور نہیں دیں ہمنے انکو کوئی کتابیں جنکو یہ پڑھتے ہوں اور نہیں بھیجا ہمنے انکی طرف تجھ سے پہلے کوئی ڈرسنانیوالا ﴿۴۴﴾ اور جھٹلایا ان

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَیْنٰھُمْ فَکَذَّبُوْا رُسُلِیْ ۫ فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ ﴿۴۵﴾

لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرے ہیں اور نہیں پہنچے یہ لوگ اسکے عشر عشیر کو بھی جو ہمنے انکو دیا پس جھٹلایا انہوں نے میرے رسولوں کو پس کسطرح ہوئی میری گرفت ﴿۴۵﴾

﴿۴۰﴾ ربط آیات: اوپر کفار نے یہ کہا تھا کہ "نَحْنُ اَکْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا" اس کا اجمالی جواب "قُلْ اِنَّ رَبِّیْ" سے تھا اب اس رکوع میں اس کا تفصیلی جواب دیتے ہیں۔

خلاصہ رکوع ۵ ... تفصیلی جواب شکوہ، نتیجہ مؤمنین، نتیجہ مجرمین، کیفیت تقسیم رزق، ترغیب انفاق، تذکیر بما بعد الموت، اللہ

تعالیٰ کا فرشتوں سے مکالمہ، جواب مکالمہ از ملائکہ، شدت یوم قیامت، مشرکین کی شورش، منکرین قرآن کا شکوہ، جواب شکوہ، تذکیر بایام اللہ سے تخویف۔ ماخذ آیات ۔ ۳۷ تا ۵۴+

﴿۳۷﴾ وَمَآ اَمۡوَالُكُمۡ الخ تفصیلی جواب شکوہ : یہ تمہارا مال اور اولاد ہمارے قریب ہونے کا سبب نہیں بلکہ ہمارے قریب ہونے کا سبب ایمان ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ الخ نتیجہ مؤمنین : "فِى الۡغُرُفٰتِ" غرفات غرفہ کی جمع ہے مکان کا وہ حصہ جو دوسرے حصوں سے ممتاز اور اعلیٰ سمجھا جائے اس کو غرفہ کہتے ہیں۔ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيۡنَ يَسۡعَوۡنَ الخ نتیجہ مجرمین : یہ لوگ گرفتار کر کے عذاب میں لائے جائیں گے۔ ﴿۳۹﴾ مِنۡ عِبَادِهٖ وَيَقۡدِرُ لَهٗ: کیفیت تقسیم رزق : یہاں بظاہر یہی مضمون آیت نمبر ۳۶ میں مکرر آیا ہے مگر ایک فرق ہے اس جگہ "لِمَنۡ يَّشَآءُ" کے بعد "مِنۡ عِبَادِهٖ" اور "يَقۡدِرُ" کے بعد "لَهٗ" کا اضافہ ہے۔ "مِنۡ عِبَادِهٖ" لفظ سے یہ سمجھ آتا ہے کہ یہ حکم مخصوص بندوں مؤمنوں کے لئے ہے کہ ایمان والے صرف مال کی محبت میں نہ لگ جائیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حقوق و مواقع میں خرچ کرنے سے تنگ ہونے لگیں۔ اور اس آیت میں اور پہلی آیت میں یہی فرق ہے۔ اس کا خطاب کفار و مشرکین کو تھا جو دنیا کے مال و اولاد پر فخر کرتے اور ان کو اپنی دنیا کی فلاح بتاتے تھے۔ اور بعض حضرات نے ان دونوں آیتوں میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ پہلی آیت میں تو مختلف انسانوں میں تقسیم رزق کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مصالح عالم کے پیش نظر کسی کو مال زیادہ کسی کو کم دیتے ہیں۔ اور اس آیت میں ایک ہی شخص کے مختلف احوال کا ذکر ہے کہ کبھی مال میں وسعت عطا کرتا ہے اور کبھی تنگی، لفظ "لَهٗ" جو "يَقۡدِرُ" کے بعد آیا ہے اس سے بھی یہی اشارہ نکلتا ہے کہ پہلی آیت مختلف افراد کے متعلق ہے اور یہ آیت ایک ہی فرد کے مختلف احوال کے متعلق ہے۔ (معارف القرآن)

وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ فَهُوَ يُخۡلِفُهٗ : انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب : اس آیت کے لفظی معنی یہ ہیں کہ تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے اس کا بدلہ دیتے ہیں کبھی دنیا میں اور کبھی آخرت میں اور کبھی دونوں میں، کائنات عالم کی تمام چیزوں میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے جیسے زمین سے کنواں کھود کر پانی نکالا جاتا ہے اس کا جتنا پانی نکال کر خرچ کرتے ہیں اس کی جگہ دوسرا پانی قدرت کی طرف سے جمع ہو جاتا ہے، ایسے ہی اللہ پاک خرچ کرنے والے کو دیتے ہیں۔ واللہ اعلم

﴿۴۰﴾ وَيَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا الخ تذکیر بما بعد الموت : اور وہ دن قابل ذکر ہے جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو میدان قیامت میں جمع کرے گا۔ ثُمَّ يَقُوۡلُ الخ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے مکالمہ : اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے یہ سوال مشرکین کو لاجواب کرنے کے لئے کیا ہے جو ملائکہ اور غیر ملائکہ کو اس خیال سے پوجتے ہیں کہ یہ راضی ہو کر ہماری شفاعت کریں گے جیسے قرآن کریم میں ایک مقام پر اسی طرح کا سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کیا گیا ہے "ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ" مطلب سوال کا یہ ہے کہ کیا تمہاری رضا سے تمہاری عبادت کیا کرتے تھے۔ پہلے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کا شریک ہونے سے بالاتر اور پاک ہونا ظاہر کریں گے کہ آپ شرک سے پاک ہیں یہ جواب سے پہلے اس لئے عرض کریں گے جو ان کی طرف شرک کی نسبت کی گئی ہے۔ اس سے وہ گھبرا کر پہلے یہ جملے عرض کریں گے اس کے بعد اس سوال کا جواب دیں گے جو اگلی آیت میں آ رہا ہے۔

﴿۴۱﴾ قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ الخ جواب مکالمہ از ملائکہ : کہ نہ ہم نے ان سے کہا نہ ہم ان کے فعل پر راضی ہیں جبکہ ہم تو صرف آپ کے مطیع ہیں فی الواقع یہ ہماری عبادت نہ کرتے تھے بلکہ یہ لوگ شیاطین کو پوجا کرتے تھے۔

﴿۴۲﴾ فَالۡيَوۡمَ لَا يَمۡلِكُ الخ شدت یوم قیامت : عابد و معبود کی لاچاری ہوگی۔ وَنَقُوۡلُ الخ نتیجہ : کہا جائے گا جہنم کا عذاب چکھو۔ ﴿۴۳﴾ وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ الخ منکرین رسالت کی شورش۔ وَقَالُوۡا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفۡكٌ الخ منکرین قرآن کا

شکوہ : کہتے ہیں کہ قرآن کچھ نہیں محض ایک جھوٹ ہے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ معاندین کا شکوہ :امر نبوت ہو، یا اسلام ہو، یا قرآن جب یہ امر حق ان کے سامنے پیش ہوا تو اس کو جادو کہتے۔

﴿۴۴﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ الخ جواب شکوہ :اور نہ تم ہم نے ان اہل عرب کو آسمانی کتابیں دی تھیں جنکو یہ پڑھتے پڑھاتے ہوں اور نہ آپ سے پہلے کوئی ان کے پاس ڈرانے والا آیا، چونکہ مختلف علاقوں میں انبیاء تو آئے مگر اہل عرب میں سوائے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے کوئی نہیں آیا تا آنکہ آنحضرت آخر الزمان تشریف لائے، تو انکو چاہیئے تھا کہ انکی قدر کرتے مگر انہوں نے اپنی بدقسمتی سے ناشکری کا اظہار کیا۔ ﴿۴۵﴾ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ الخ تذکیر بایام اللہ سے تخویف دنیوی :لفظ "مِعْشَارَ" بعض نے دسواں حصہ اور بعض نے "عشر العشر" یعنی سوواں حصہ اور بعض نے "عشر العشير" یعنی ہزارواں حصہ کو کہا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اس لفظ میں یہ نسبت عشر کے مبالغہ ہے، معنی آیت کے یہ ہیں کہ دنیا کی ثروت و دولت وحکومت اور عمر طویل اور صحت وقوت وغیرہ جو پہلی امتوں کو دی گئی تھی اہل مکہ کو اس کا دسواں بلکہ ہزارواں حصہ بھی حاصل نہیں ہوا اس لئے ان کو چاہیئے کہ پہلی اقوام کے حالات اور انجام بد سے عبرت حاصل کریں کہ وہ لوگ رسولوں کی تکذیب کر کے اللہ کے عذاب سے ان کی قوت وشجاعت اور مال ودولت اور محفوظ قلعے کچھ کام نہ آسکے تو یہ کسی باغ کی مولی ہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۚ مَا بِصَاحِبِكُمْ

آپ کہہ دیجئے اے پیغمبر بیشک میں تمکو نصیحت کرتا ہوں ایک بات کی کہ تم کھڑے ہو جاؤ اللہ کیلئے دو دو اور ایک ایک، پھر تم غور وفکر کرو تمہارے صاحب میں

مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ

کوئی جنون نہیں ہے نہیں، ہے وہ مگر تمہیں ڈر سنانیوالا اللہ کے شدید عذاب سے پہلے ﴿۴۶﴾ آپ کہہ دیجئے اگر میں تم سے سوال کروں

اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ

کسی بدلے کا پس ہو تمہارے لئے ہی ہے نہیں ہے میرا بدلہ مگر اللہ کے ذمے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے ﴿۴۷﴾ آپ کہہ دیجئے بیشک میرا پروردگار پھینکتا ہے

يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَاۗءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾

حق کو یعنی نازل کرتا ہے اوپر سے وہ جاننے والا ہے پوشیدہ باتوں کا ﴿۴۸﴾ آپ کہہ دیجئے حق آگیا ہے اور نہیں ظاہر کرتا باطل کسی چیز کو اور نہیں وہ لوٹاتا ﴿۴۹﴾

قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰي نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ

آپ کہہ دیجئے اگر میں بہک جاؤں پس بیشک میں بہکوں گا اپنے نفس کیلئے اور اگر میں ہدایت پاؤں پس اسوجہ سے جو وحی کی ہے میری طرف میرے پروردگار نے

اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾

بیشک وہ سب کچھ سننے والا قریب ہے ﴿۵۰﴾ اور اگر تو دیکھے جب یہ لوگ گھبرائیں گے پس بھاگ نہیں سکیں گے اور پکڑے جائیں گے قریب جگہ سے ﴿۵۱﴾

وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ

اور کہیں گے ایمان لائے ہم اس پر اور کہاں ہوگا ان کیلئے پالینا دور جگہ سے ﴿۵۲﴾ اور تحقیق کفر کیا انہوں نے اس کے ساتھ

قَبْلُ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ

اس سے پہلے اور پھینکتے ہیں وہ ایسے ہی بغیر دیکھے دور جگہ سے ﴿۵۳﴾ اور رکاوٹ ڈالدی جائیگی انکے درمیان اور اس چیز کے درمیان جسکو وہ چاہتے ہیں

كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾

جیسا کہ کیا گیا ہے ان جیسے لوگوں کیساتھ اس سے پہلے بیشک تھے وہ ترددانگیز شک میں پڑے ہوئے ﴿۵۴﴾

﴿۴۶﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ... الخ ربط آیات:... اوپر ذکر تھا کہ یہ آنحضرت ﷺ کے متعلق کہتے تھے "مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ" یہ ایک شخص ہے "اِفْكٌ مُّفْتَرًى" یہ شخص افترا کرتا ہے ہم نہیں مانتے آگے فرمایا آپ ان کو کہہ دیں میں تمہیں ایک طریقہ کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم کھڑے ہو جاؤ ایک ایک اور دو دو پھر خوب غور فکر کرو۔ الخ

خلاصہ رکوع ❻... طریق تبلیغ۔ ❶ سے غور و فکر کی دعوت، طریق تبلیغ۔ ❷ سے ذاتی مفاد کی نفی، طریق تبلیغ۔ ❸ سے حق و باطل کی کشمکش، طریق تبلیغ۔ ❹ حق و باطل کے عدم اثرات، طریق تبلیغ۔ ❺ سلوک الرسول بالمعاندین، تذکیر بما بعد الموت سے کفار کی تخویف، کفار کا آخرت میں اظہار ایمان، کفار کی سبب رسوائی، کفار کی ابدی بدنصیبی۔ ماخذ آیات۔ ۴۶ تا ۵۴+

طریق تبلیغ ❶ : غور و فکر کی دعوت:... اس کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ ہے کہ خلوت و تنہائی میں خود غور و فکر کرنا، دوسرا اپنے احباب و اکابر سے مشورہ اور باہم بحث و تمحیص کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچنا ان دونوں طریقوں کو یا ان میں سے جو پسند ہو اس کو اختیار کرو۔ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا :اس جملہ کا عطف "اَنْ تَقُوْمُوْا" پر ہے جس میں قیامت کے مقصد کو واضح کیا گیا ہے کہ سب خیالات سے خالی ہو کر اس کام کے لئے تیار ہو جاؤ محمد ﷺ کی دعوت میں غور فکر کروا کیلئے ہو یا دوسروں سے مشورہ کر کے تم خالی الذہن ہو کر اس میں غور و فکر کرو کہ ان دونوں باتوں میں کونسی بات واقع میں ہے۔ تم اس نتیجے پر پہنچو گے کہ "مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ" اس میں لفظ "صاحبکم" سے اس طرف اشارہ ہے کہ کوئی اجنبی مسافر باہر سے آجائے جس کے حالات معلوم نہ ہو اس کی کوئی بات پوری قوم کے خلاف سنیں تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ دیوانہ ہے لیکن محمد ﷺ تمہارے شہر کے باشندہ ہیں جس کے تمام احوال سے تم باخبر ہو جب پہلی صورت کا نہ ہونا واضح ہو گیا تو دوسری صورت متعین ہو گی جس کا ذکر آیت میں اس طرح بیان فرمایا۔ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ ... الخ

﴿۴۷﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ الخ طریق تبلیغ۔ ❷ ذاتی مفاد کی نفی۔

مواعظ ونصائح

خامیوں سے پہلے خوبیاں بیان کریں: جب کسی کی اصلاح مقصود ہو تو اس سے گفتگو کا یہ انداز اختیار کرنا کتنا اچھا ہے۔ یعنی پہلے اس میں جو خوبیاں ہیں وہ بیان کردی جائیں، پھر جو خامی ہے اس کا ذکر کردیا جائے، تاکہ اس کے ساتھ انصاف ہو سکے۔

لہٰذا یہ اصول بنا لیجئے کہ جب بھی کسی پر تنقید کرنی ہو تو پہلے اس کی قابل تعریف باتیں بیان کردی جائیں تاکہ مخاطب کو احساس رہے کہ آپ کو اس کی شخصیت کے عمدہ اور روشن پہلوؤں کا بھی علم ہے۔ اس کے بعد جب آپ اس کی کوئی غلطی یا کوتاہی بتائیں گے تو اس کو یقین ہوگا کہ وہ آپ کی نظر سے گرا نہیں ہے یا اس کی خوبیوں کو بھولے نہیں ہیں۔ نہ یہ تاثر ہوگا کہ آپ صرف اس کی غلطیاں ہی بتاتے رہتے ہیں۔ اس کو آپ کے رویہ اور طرز گفتگو سے یہ احساس ہونا چاہیے کہ آپ اس کی خوبیوں کے سمندر میں سے ایک آدھ خامی نکال کر بتا رہے ہیں۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ سے آپ کے اصحابؓ بڑی محبت کرتے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ کا ان کے ساتھ برتاؤ کا طریقہ بڑا پیارا تھا۔ ایک مرتبہ آپ ان کے درمیان کھڑے تھے۔ آپ نے آسمان کی طرف نگاہ بھر کر دیکھا جیسے کوئی بات سوچ رہے ہوں یا کسی متوقع چیز کا انتظار کر رہے ہیں پھر فرمایا ؛(ایک وقت ایسا آئے گا جب) لوگ قرآن اور اس کی تعلیم و تدریس سے اعراض کرنے لگیں گے اور شریعت کے علوم سے بھی ان میں نہ اس کی خواہش باقی رہے گی اور نہ وہ اس کو سمجھ سکیں گے۔ پھر یہ اُن سے چھین لیا جائے گا یعنی اس کا علم اٹھالیا جائے گا۔"

یہ سن کر ایک جلیل القدر صحابی حضرت زیاد بن لبید انصاریؓ کھڑے ہوئے اور بڑے جرأتمندانہ انداز میں کہنے لگے : "یارسول اللہ! یہ ہم سے کیسے چھین لیا جائے گا؟ جب کہ ہم قرآن مجید پڑھتے رہتے ہیں! خدا کی قسم ہم اس کو اس طرح پڑھتے بھی رہیں گے اور اپنی عورتوں اور بچوں کو پڑھاتے بھی رہیں گے۔" رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا تو ایک جوشیلا نوجوان نظر آیا جو غیرتِ دینی کی جوش میں بول رہا تھا لہٰذا آپ نے سوچا کہ یہ بات اس کی سمجھ کے مطابق ذہن نشین کرائی جائے۔

آپ نے فرمایا : "زیاد! تیرا بھلا ہو، میں تو تجھے مدینہ کے فقہاء میں شمار کرتا تھا"۔ (یہ زیاد کی بڑی تعریف تھی کہ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں کے سامنے ان کو فقہائے مدینہ میں شامل کر رہے ہیں یہ دراصل ان کی خوبیوں کا اعتراف اور ان کی شخصیت کا روشن پہلو تھا جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا)۔ پھر آپ نے فرمایا : یہ تورات اور انجیل اب بھی یہود و نصاریٰ کے پاس موجود ہے۔ اس سے ان کو کیا فائدہ ہو رہا ہے (اس حدیث کو ترمذی اور حاکم نے راویت کیا ہے، اور یہ صحیح ہے)۔

آپ کے اس فرمانے کا مطلب یہ تھا کہ قرآن کے حروف موجود ہونے سے مقصد حاصل نہیں ہوتا، جب تک کہ اس کو پڑھا نہ جائے، اور اس کے معانی اور مفہوم کو نہ سمجھا جائے اور اس کے احکام پر عمل نہ کیا جائے۔ تو یہ تھا آپ کا پسندیدہ طرزِ عمل اور طریقۂ افہام و تفہیم۔ ایک اور دن کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ عرب کے بعض قبائل کا دورہ کر رہے تھے تا کہ ان کو اسلام کی دعوت دیں ایسے موقعوں پر بھی آپ ان کو قبول اسلام کی ترغیب دینے کے لیے بڑا اچھا اسلوب اختیار فرماتے تھے۔

اس دوران آپ کا گزر ایک قبیلہ سے ہوا، اس قبیلہ کا نام تھا : بنو عبداللہ۔ آپ نے ان کو اللہ واحد کی طرف بلایا۔ ان سے فرمانے لگے :اے بنی عبداللہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے جدِ اعلیٰ کا نام بڑا اچھا عطا کیا۔ (یعنی تم بنی عبدالعزیٰ یا بنی عبداللات نہیں کہلائے)۔ خوش قسمتی سے تم بنو عبداللہ ہو اور تمہارے نام میں کوئی شرک والی بات شامل نہیں ہوئی۔ لہٰذا بہتر ہے کہ اسلام میں داخل ہو جائے۔"

آپ کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ آپ لوگوں کو براہ راست خطوط بھیجتے تھے ان خطوط میں ان کی خوبیاں بیان فرماتے، ان سے محبت اور خیر خواہی کا اظہار فرماتے جب یہ خطوط ان لوگوں کو ملتے تو ان خطوط کا اثر براہ راست دعوت دینے سے بھی زیادہ ہوتا۔

خالد بن ولید کا ایمان: خالد بن ولید بڑے بہادر سپہ سالار تھے۔ یوں کہنا چاہیے کہ ہزاروں میں ایک تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو بہت آرزو تھی کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں مسلمانوں کے خلاف جو جنگ بھی چھیڑی جاتی وہ اس میں گھس پڑتے۔ بلکہ جنگ اُحد میں مسلمانوں کو جو ہزیمت اُٹھانی پڑی اس کا بڑا سبب یہی تھے۔ ایک روز نبی ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا : "اگر وہ ہمارے پاس آئے گا تو ہم اس کی عزت کریں گے اور دوسروں سے بڑا درجہ دیں گے۔" آپ کے اس فرمان کا اُن پر کیا اثر ہوا؟ یہ سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس واقعہ کو ہم شروع سے بیان کرتے ہیں۔ حضرت خالد کا سخت قسم کے کفار میں شمار ہوتا تھا اور آپ اُن کے جرنیلوں میں سے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کا کوئی موقع نہیں چھوڑا۔ وہ ہر وقت آپ کی گھات میں رہتے تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے حدیبیہ تک آئے تو خالد مشرکین کا ایک لشکر لے کر نکلے۔ ان کا

نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب سے عسفان کے مقام پر سامنا ہوا۔ خالد ان کے قریب ہی ٹھہرے اور رسول اللہ ﷺ کو اپنے تیر یا تلوار کا نشانہ بنانے کا موقع تلاش کرنے لگے۔ وہ مستقل تاک میں اور گھات میں لگے رہے اتنے میں رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو ظہر کی نماز پڑھانے لگے تو خالد کے ساتھیوں نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن موقع نہ مل سکا رسول اللہ ﷺ کو ان کا علم ہو گیا تھا۔ لہٰذا آپ نے عصر کی نماز صلاۃ الخوف کے طور پر پڑھائی۔

یعنی اپنے اصحاب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک گروہ تو آپ کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور دوسرا گروہ ان کی حفاظت کے لیے پہرہ دیتا تھا اس سے خالد اور ان کے ساتھیوں کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ خالد نے دل میں کہا کہ ”یہ شخص تو ہم سے بالکل محفوظ لگتا ہے۔“ یعنی کوئی ایسی ہستی ہے جو ان کی حفاظت کر رہی ہے اور حملوں کو روک رہی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گئے آپ دائیں راستہ سے نکلے تاکہ خالد اور ان کے لشکر سے سامنا نہ ہو۔ وہاں سے چل کر آپ حدیبیہ پہنچے، جہاں قریش سے معاہدہ ہوا کہ اگلے سال عمرہ کریں گے۔ پھر آپ مدینہ واپس تشریف لے گئے۔

اس موقع پر حضرت خالد نے محسوس کیا کہ اب قریش کی عظمت عرب میں روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔

انہوں نے دل میں سوچا کہ اب یہاں کیا باقی رہ گیا ہے؟ میں کہاں جاؤں؟ کیا نجاشی کے پاس حبشہ جاؤں؟ لیکن وہ تو محمد کا متبع ہو گیا ہے اور وہاں ان کے ساتھی امن و امان سے رہ رہے ہیں۔ تو پھر شاہ روم ہرقل کے پاس چلا جاؤں؟ نہیں وہاں گیا تو اپنا دین چھوڑ کر نصرانی یا یہودی بننا پڑے گا۔ پھر فارس جا کر بس جاؤں؟

خالد اسی طرح اپنی ادھیڑ بن میں لگے رہے اور دن اور مہینے گزرتے گئے آخر پورا ایک سال گزر گیا اور مسلمانوں کے عمرہ کے لیے آنے کا وقت آپہنچا (جیسا کہ معاہدہ میں طے پایا تھا)۔

رسول اللہ ﷺ عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے آئے۔ خالد کو گوارا نہ ہوا کہ وہ مسلمانوں کو یہاں احرام کی حالت میں دیکھیں، لہٰذا وہ مکہ سے باہر نکل گئے۔ اور وہاں سے چار دن غائب رہے۔ نبی ﷺ نے اتنے ہی دن مکہ میں گزارے۔ عمرہ ادا کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی گلیوں اور گھروں کو دیکھا اور پرانی یادیں تازہ کیں۔

اس وقت آپ کو خالد بن ولید یاد آئے۔ آپ نے ولید بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا۔ یہ خالد کے بھائی تھے اور مسلمان ہو گئے تھے اور اب عمرہ ادا کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ آئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ خالد کو ایک خط لکھ کر بھیجیں جس میں ان کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیں۔ آپ نے ولید بن ولید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: خالد کہاں ہے؟

ولید آپ کے اس سوال پر چونک پڑے پھر کہنے لگے کہ ”یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ اس کو (آپ کی خدمت میں) لے آئے گا۔“ آپ نے فرمایا: اس جیسا (دانشور) اور اسلام سے ناآشنا ہو!! اگر وہ اپنی جوانمردی اور جنگی جوش وجذبہ کا مظاہرہ مسلمانوں کے ساتھ کرے تو اس کے لیے بہتر ہوگا۔ پھر فرمایا: اگر وہ ہمارے پاس آیا تو ہم اس کی عزت و تکریم کریں گے اور اس کو دوسروں پر مقدم سمجھیں گے۔“ حضرت ولید رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور خالد کو مکہ میں تلاش کرنے لگے مگر وہ نہیں ملے۔ پھر جب مسلمان واپس مدینہ جانے کے لیے تیار ہو گئے تو حضرت ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کے لیے ایک خط لکھا:

”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“: امابعد۔ میرے نزدیک تمہارا اسلام کو ناقابل اعتناء سمجھنا نہایت تعجب خیز ہے۔ حالانکہ تمہارا فہم و شعور بے مثال ہے۔ ایسا آدمی اسلام جیسے اعلیٰ دین سے بے بہرہ ہو (کیسی حیران کن بات ہے!) رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے تمہارے متعلق دریافت کیا تھا کہ خالد کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کو اللہ تعالیٰ (آپ کی خدمت میں) لے

آئے گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا :" اس جیسا (دانشور) اور اسلام سے نا آشنا ہو؟ اگر وہ اپنی جوانمردی اور جنگی جوش وجذبہ کا مظاہرہ مسلمانوں کے ہمراہ کرے تو اس کے لیے بہتر ہوگا۔ اگر وہ ہمارے پاس آیا تو ہم اس کی عزت وتکریم کریں گے اور اس کو دوسروں پر مقدم سمجھیں گے۔" تو میرے بھائی! جو اچھے مواقع تمہارے ہاتھ سے نکل چکے ہیں اب ان کا تدارک کرلو"۔

حضرت خالد کہتے ہیں کہ جب مجھے ان کا یہ خط ملا تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے تیار ہو گیا۔ اور میرے دل میں اسلام کی رغبت اور کشش بڑھ گئی۔ میرے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے دریافت کرنے سے مجھے بہت خوشی ہوئی اسی روز میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک تنگ وتاریک اور قحط زدہ علاقہ میں ہوں اور پھر ایک سرسبز اور وسیع وعریض علاقہ میں آ گیا ہوں۔" میں نے سوچا کہ یہ سچا خواب ہے۔"

جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانگی کا ارادہ کیا تو میں نے سوچا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کس کو ساتھ لے چلوں؟ اس مقصد کے لیے میں پہلے صفوان بن امیہ سے ملا۔ اور اس سے کہا کہ اے ابو وہب! کیا تم دیکھ رہے ہو ہم کس حال میں ہیں؟ ہم داڑھوں کی طرح ہیں جو ایک دوسرے کو پیس رہی ہیں۔ محمد عرب وعجم پر غالب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ تو اگر ہم محمد کے پاس چلے جائیں اور ان کی اتباع کریں تو ان کا شرف ووقار ہمارا شرف ووقار ہوگا!

لیکن اس نے یہ بات ماننے سے سختی سے انکار کر دیا اور کہا کہ "اگر میں اکیلا ہی رہ جاؤں تو بھی اس کی اتباع ہرگز نہیں کروں گا۔" میں پھر اسے چھوڑ کر چلا آیا، اور دل میں کہا کہ یہ شخص سچ کہتا ہے، کیونکہ اس کا بھائی اور والد دونوں جنگ بدر میں قتل ہو گئے تھے۔ پھر میں عکرمہ بن ابی جہل سے ملا اور اس سے بھی وہی باتیں کہیں جو صفوان بن امیہ سے کہی تھیں۔ اس نے بھی صفوان بن امیہ جیسا جواب مجھے دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے محمد کے پاس جانے کی بات راز میں رکھنا۔ اس نے کہا :"میں اس کا ذکر کسی سے نہیں کروں گا۔" پھر میں اپنے گھر آ گیا اور وہاں سے سواری لے کر سفر پر روانہ ہو گیا۔ راستہ میں عثمان بن طلحہ سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے سوچا کہ اس سے میری دوستی ہے، کیوں نہ میں اس سے اپنے ارادہ کا ذکر کروں پھر مجھے یاد آیا کہ ہماری مسلمانوں سے جنگ ہوئی تھی تو اس میں اس کے آباء قتل ہوئے تھے۔ یہ یاد آیا تو میں نے اس سے یہ بات کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ لیکن پھر سوچا کہ میں مدینہ ابھی جا ہی تو رہا ہوں، تو اس کو بتانے میں کیا حرج ہے۔

پھر میں نے اس کو قریش کی گرتی ہوئی حالت ساری بتا دی، اور کہا کہ اب ہماری حالت اس لومڑی جیسی ہے جو ایک سوراخ یا بل میں گھسی ہو، اگر اس پر پانی کا ایک ڈول ڈالا جائے تو فوراً باہر آ جائے۔ اس کے علاوہ میں نے اس سے وہ باتیں بھی کہیں جو پہلے ان ساتھیوں سے کہہ چکا تھا۔ یہ سن کر وہ فوراً راضی ہو گیا اور میرے ساتھ مدینہ روانہ ہونے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ "میں تو آج روانہ ہو رہا ہوں اور میں مدینہ کی طرف چلتا رہوں گا۔ کیونکہ میری یہ سواری سفر کے ساز وسامان سے لدی ہوئی ہے۔"

پھر ہم دونوں نے "یاجج" کے مقام پر ایک دوسرے کا انتظار کرنے کا وعدہ کر لیا کہ جو پہلے پہنچ جائے وہ دوسرے کا انتظار کرے۔ میں اپنے گھر سے رات کے آخری حصہ میں سحری کے وقت روانہ ہوا تاکہ قریش کو میری روانگی کا علم نہ ہو جائے۔ پھر فجر سے پہلے ہی ہم "یاجج" میں ایک دوسرے کو مل گئے۔ وہاں سے روانہ ہو کر "ھدہ" نامی مقام پر پہنچے۔ وہاں عمرو بن العاص ملے جو اپنے اونٹ پر سوار تھے۔ انہوں نے ہمیں خوش آمدید کہا اور پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ ہم نے کہا : تم بتاؤ کس ارادہ سے نکلے ہو؟ انہوں نے کہا : تم اپنا ارادہ بتاؤ کہ کیوں نکلے ہو؟

بالآخر ہم نے بتایا کہ اسلام میں داخل ہونے اور محمد ﷺ کی اتباع کرنے کے لیے۔ انہوں نے کہا : اسی مقصد میں بھی آیا

ہوں۔"

بالآخر ہم سب اکٹھے روانہ ہو کر مدینہ میں داخل ہوئے اور مقام "حرہ" میں اپنی سواریوں کو بٹھا دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے آنے کی خبر ہوئی تو آپ بہت خوش ہوئے۔ میں نے اپنا صاف ستھرا لباس پہنا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہوا تو راہ میں میرا بھائی ملا۔ اس نے کہا: "جلدی چلو۔ رسول اللہ ﷺ کو تمہاری آمد کی خبر مل گئی ہے۔ وہ خبر سن کر بہت خوش ہیں اور تم سب کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہم تیزی سے چل پڑے۔ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے چلا آرہا تھا۔ آپ نے مجھے دور سے دیکھا تو آپ مسکرانے لگے اور اس وقت تک مسکراتے رہے جب تک میں آپ کے سامنے آکر کھڑا نہیں ہوا۔ میں نے "یا نبی اللہ" کہہ کہ سلام کیا تو آپ نے بڑی خندہ پیشانی سے سلام کا جواب دیا۔

پھر میں نے کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ آپ نے فرمایا: "خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں ہدایت دی۔ مجھے تمہاری دانشمندی سے امید تھی کہ وہ تمہیں بھلائی اور ہدایت کی طرف لے آئے گی۔"

میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! میں جن جنگوں میں آپ کے مقابلہ میں حق کے خلاف لڑا ہوں دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف فرمادے۔" آپ نے فرمایا: "اسلام اپنے سے پہلے والے کفر اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔" میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! پھر بھی آپ میرے لیے دعا فرمائیے۔" پھر آپ نے دعا فرمائی: "یا اللہ! خالد بن ولید نے اسلام کے خلاف اور (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکنے کے لیے جو کام کیے تھے ان کو معاف فرمادے۔"

اس کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ دین اسلام کے سر برآوردہ لوگوں میں شمار ہونے لگے۔ (حضرت خالدؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جو بھی (جنگی) امور اور مسائل پیش آتے تھے ان سے نمٹنے میں رسول اللہ ﷺ میرے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے)۔

دیکھیے! حضرت خالدؓ کا اسلام لانا براہ راست خط کا نتیجہ تھا جو ان کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ملا تھا۔ سبحان! آپ کس قدر دانائی اور حکمت سے کام لیتے تھے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ لوگوں کو متاثر کرنے کے لیے اسی مہارت اور طرز عمل کا اتباع کریں۔

﴿۴۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ الخ طریق تبلیغ۔ ❸ حق و باطل کی کشمکش: یعنی اللہ اوپر سے حق نازل کرتا ہے آنحضرت ﷺ کے قلب اطہر پر پھر وہ کتاب کی صورت میں پوری بنی نوع انسان کے لئے وہ ایک مشورہ اور فوز و فلاح کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ لفظ "يَقْذِفُ" کے لغوی معنی پھینک مارنے کے ہیں۔ یہاں باطل کے مقابل میں حق کو پیش کرنا مراد ہے اور یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ جب اللہ تعالیٰ حق کو باطل پر ڈالتا ہے تو باطل دب جاتا ہے جیسے کوئی بھاری چیز کسی نازک چیز پر پھینک دی جائے۔ تو وہ چیز پاش پاش ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حق کے مقابلہ میں باطل پاش پاش ہو جاتا ہے۔

﴿۴۹﴾ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ: طریق تبلیغ۔ ❹ حق و باطل کے عدم اثرات: یعنی حق کے مقابلہ میں باطل ایسا پست و ناکارہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ کہ وہ کسی چیز کی ابتدا کرنے کے قابل نہیں رہتا نہ دوبارہ لوٹانے کے اور نہ باطل کی کوئی حیثیت ہے اور نہ اس کے اثرات۔ ﴿۵۰﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ الخ طریق تبلیغ۔ ❺ سلوک الرسول بالمعاندین۔

﴿۵۱﴾ وَلَوْ تَرٰى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ... الخ تذکیر بما بعد الموت سے کفار کی تخویف: یہ کفار یہاں ڈینگیں مارتے ہیں مگر وہ وقت عجیب قابل دید ہوگا جب یہ لوگ محشر کا ہولناک منظر دیکھ کر گھبرائیں گے۔ اور کہیں بھاگنے کا امکان بھی نہیں ہوگا اور یہ قریبی مقام سے پکڑ لیے جائیں گے دنیا میں تو جرم کر کے بھاگ جانے کا امکان بھی ہوتا ہے۔ مجرم روپوش ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں فیصلے کے وقت ان کے فرار کا کوئی منصوبہ کامیاب نہیں ہو سکے گا بلکہ فوراً گرفت میں آجائیں گے۔ اور اپنے انجام کو پہنچ

جائیں گے۔ (تفسیر عثمانی وغیرہ)

بعض حضرات نے اس کو نزع اور موت کا حال قرار دیا ہے کہ جب موت کے وقت آجائے گا اور ان پر گھبراہٹ طاری ہوگی تو فرشتوں کے ہاتھ سے چھوٹ نہ سکیں گے۔ اور وہیں اپنی جگہ سے روح قبض کر کے پکڑ لئے جائیں گے۔ (معارف القرآن)

﴿۵۲﴾ وَقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ : کفار کا آخرت میں اظہار ایمان : یعنی اس وقت ان کا دور سے ایمان کو پالینا کہاں ممکن ہوگا اس وقت کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوگی کہ وہاں سے ایمان کو اٹھا لائیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایمان مقبول اور نجات دینے والا وہ ہے جو موت سے پہلے اس دنیا میں حاصل ہو آخرت میں تو آنکھوں سے دیکھ کر سب کو یقین آجائے گا اس میں کیا کمال ہوا۔

﴿۵۳﴾ وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ: کفار کی سبب رسوائی : یعنی اس سے پہلے دنیا میں بے دیکھے دور جگہ سے اٹکل کے تیرے چلاتے تھے اور آنحضرت ﷺ کو ساحر، شاعر اور مجنوں بتلاتے تھے اور بعث وحشر ونشر کا انکار کرتے تھے اور شہوات کے نشہ میں چور تھے۔ اب آنکھیں کھلیں جب رسوائی کو دیکھ لیا تو ایمان کی سوجھی خوب سمجھ لو کہ اب ایمان کی جگہ سے بہت دور آگئے ہو ایمان تک ہاتھ پہنچنا محال ہے۔

﴿۵۴﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ الخ کفار کی ابدی بدنصیبی : کہ اب ان کی آرزو پوری نہ ہوگی ایمان حاصل کرنے کی جگہ دنیا تھی وہ دور ہو گئی۔ اور جب یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں اور خبروں کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اور پردے اٹھ جائیں گے۔ تو ایمان کی باتیں کرنے لگیں گے لہذا اب ان کے ایمان قبول کرنے کی خواہش پوری نہ ہو سکے گی۔ ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے گا جو ان سے پہلے ان کے ہم مشرب لوگوں کے ساتھ کیا گیا تھا یعنی ان کا بھی آخرت میں ایمان قبول نہیں ہوگا وجہ دونوں میں ظاہر ہے کہ دونوں کا عمل یکساں ہے یہ سب بڑے شک میں تھے جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا۔

ختم شد سورۃ سبا بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین
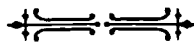
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ فاطر

نام اور کوائف:۔۔۔ اس سورۃ کا نام سورۃ فاطر ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت کے لفظ فاطر سے ماخوذ ہے نیز اس سورۃ کا دوسرا نام سورۃ ملائکہ بھی ہے چونکہ اس سورۃ میں ملائکہ کا ذکر ہے۔ترتیب تلاوت میں۔ ۳۵۔ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۴۳۔ نمبر پر ہے اور سورۃ الفرقان کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اسمیں۔ ۵۔ رکوع۔ ۴۵۔ آیات ہیں اور یہ سورۃ مکی ہے۔

ربط آیات:۔۔۔ گزشتہ سورۃ کے آخر میں تھا کہ قیامت کے دن کافر کہیں گے۔ کما قال تعالیٰ: اٰمَنَّا بِهٖ الخ ہم اس پر ایمان لائے لیکن اس وقت ان کا ایمان کچھ فائدہ نہ دے گا۔ تو ایمان کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔ توحید، رسالت اور قیامت تو اس سورۃ کی ابتداء میں پہلے توحید کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الخ پھر "وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ" سے رسالت کا ذکر ہے۔ آخر میں پھر قیامت کا ذکر ہے۔

موضوع سورۃ:۔۔۔ حضرت لاہوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں مجازات سے پہلے جس تنبیہ کی ضرورت ہے وہ بذریعہ ارسال رسل ہوگی تا کہ گرفت کے وقت یہ کہنے نہ پائیں کہ ہماری بغیر اطلاع گرفت کی گئی ہے۔

خلاصہ سورۃ:۔۔۔ اس سورۃ میں توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال کیا گیا ہے۔ اہل مکہ اور ان کے سرداروں کو دعوت الی التوحید دی گئی ہے۔ مشرکین مکہ کے رویہ پر ناصحانہ انداز میں ان پر تنبیہ اور ملامت بھی کی گئی ہے، سورۃ کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو بیان کیا گیا ہے کہ انسانوں کو زمین پر بسایا۔ اور ان کی ہدایت کے لئے رسول بھیجے۔ اور اپنے فرشتوں کے ذریعہ پیغام ہدایت بھیجا۔ اور اہل سعادت کے لئے انعامات کا ذکر کیا ہے اور اہل شقاوت کی مصیبتوں اور ذلتوں کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس لئے سعادت سے بڑھ کر کوئی رحمت اور نعمت نہیں، اور شقاوت سے بڑھ کر کوئی ذلت اور مصیبت نہیں۔ اسلئے دانا اور عاقل آدمی کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے انجام کی فکر کرے شیطان کے دھوکہ میں مت آئے۔ اور برے اعمال کو اچھا نہ سمجھے آخرت کی عزت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہے۔ اور آخرت کی فکر اور اس کی تیاری سعادت ہے، اور اس کا انکار وغفلت بدبختی ہے۔

سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو بنانیوالا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ٹھہرانے والا ہے فرشتوں کو پیغام لانے والے بازوؤں والے

وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِى الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ① مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ

دو دو، تین تین، چار چار اور زیادہ کرتا ہے تخلیق میں جو چاہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ﴿۱﴾ جو کچھ کھولدے اللہ تعالیٰ

لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ ۚ وَهُوَ

لوگوں کیلئے اپنی رحمت سے پس نہیں کوئی روکنے والا اسکو اور جسکو روک دے پس نہیں کوئی بھیجنے والا اس کے سوا اور وہی ہے کمال قدرت کا مالک

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ ۚ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ

اور حکمتوں والا ﴿۲﴾ اے لوگو! یاد کرو اللہ کی نعمت کو تمہارے اوپر کیا ہے کوئی خالق اللہ کے سوا جوتمکو روزی پہنچاتا ہو آسمان اور زمین کی طرف سے

يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٣﴾ وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ

نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر وہی پس تم کہاں پھیرے جاتے ہو ﴿۳﴾ اور اگر جھٹلادیں یہ لوگ آپکو پس

كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٤﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ

بیشک جھٹلائے گئے اللہ کے رسول آپ سے پہلے اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے تمام معاملات ﴿۴﴾ اے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴿٥﴾ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ

پس نہ دھوکہ دے تم کو دنیا کی زندگی اور نہ دھوکہ دے تمکو اللہ کے بارے میں بڑا دھوکے باز ﴿۵﴾ بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے پس اسکو

فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ۚ إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿٦﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ

دشمن ہی سمجھو تحقیق وہ بلاتا ہے اپنے گروہ کو تاکہ ہوجائیں وہ دوزخ والوں میں سے ﴿۶﴾ وہ لوگ جنہوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا

عَذَابٌ شَدِيدٌ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿٧﴾

ان کیلئے سخت عذاب ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے اچھے اعمال انجام دیئے ان کیلئے بخشش اور بڑا اجر ہے ﴿۷﴾

ع ۷ ۱۳

خلاصہ رکوع ❶ ... دعویٰ سورۃ، دلیل عقلی آفاقی بردعویٰ، تصرف باری تعالیٰ اور نمونہ، فریضہ بنی آدم، مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ، ثمرہ دلائل، تسلی خاتم الانبیاء، تردید منکرین قیامت، اسباب گمراہی۔ ۱۔ ۲۔ شیطان کی عداوت، اور دعوت، منکرین قیامت کا انجام اور اہل ایمان کے لئے بشارت۔ ماخذ آیات ۱: تا ۷ +

﴿۱﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ : دعویٰ سورۃ: استحقاق الحمد والثناء للہ تعالیٰ۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ الخ دلیل عقلی آفاقی بردعویٰ : "فَاطِرِ" اور "بدیع" کا قریب قریب ایک ہی مفہوم ہے۔ قرآن کریم میں کہیں فاطر کا لفظ آیا ہے۔ اور کہیں بدیع کا لفظ بھی استعمال ہے۔ جیسے "بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (بقرہ۔ ۱۱۷) فطور کا لغوی معنی مصباح اللغات میں ہے کسی چیز کو پھاڑنا یا اس میں شگاف ڈالنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس لفظ کے صحیح مفہوم کے متعلق تردد تھا لہٰذا میں اس کی کوشش میں تھا کہ کسی طرح اس لفظ کا صحیح صحیح مطلب سمجھ میں آجائے۔ اس زمانے میں دیہاتی عربی کو معیاری زبان سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے روسائے عرب اپنے بچوں کی ابتدائی پرورش دیہات میں کرنا پسند کرتے تھے۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دو عرب بدویوں کو آپس میں جھگڑا کرتے ہوئے پایا، ان کے درمیان کنوئیں کی ملکیت کا جھگڑا تھا ایک شخص دوسرے سے کہنے لگا کہ تم اس کنوئیں کی ملکیت کا دعویٰ کیسے کرتے ہیں۔ حالانکہ "انا افطر" اس کو تو میں نے کھودا تھا یعنی زمین میں شگاف ڈال کر میں نے ہی تو یہ

کنواں تیار کیا تھا اب تم میرے مقابلے میں کس طرح دعویدار بنتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدویوں کی اس گفتگو سے مجھے "فاطر" کا معنی سمجھ آ گیا کہ اس سے مراد کسی چیز کی ابتدا کرنا ہے جبکہ اس سے پہلے اس چیز کا وجود نہ ہو۔ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیغام اور احکام پہنچانے والا بنایا ہے۔ "اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ" یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پر والے باز و عطا فرمائے ہیں جن سے وہ اڑ سکتے ہیں۔ حکمت اس کی ظاہر ہے کہ وہ آسمان سے زمین تک مسافت بار بار طے کرتے ہیں یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ ان کو سرعت سیر قوت عطا کی جائے۔ اور وہ اڑنے کی صورت میں ہی ہوسکتی ہے۔ اور لفظ "مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ" ظاہر یہ ہے کہ "اَجْنِحَةٍ" کی صفت ہے کہ فرشتوں کے پر مختلف تعداد پر مشتمل ہیں۔ بعض کے صرف دو دو پر ہیں بعض کے تین تین بعض کے چار چار اور اس میں کوئی حصر نہیں جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے چھ سو پر ہونا ثابت ہوتے ہیں۔ بطور تمثیل کے چار تک ذکر کر دیا ہے۔ (قرطبی۔ص۔۲۸۰۔ج۔۱۴۔ابن کثیر۔ص۔۹۰۱۔ج۔۶)

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لفظ "مَثْنٰى وَثُلٰثَ" "رُسُلًا" کی صفت ہو۔ یعنی یہ فرشتہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغامات دنیا میں پہنچاتے ہیں کبھی دو آتے ہیں کبھی تین تین یا چار چار اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس صورت میں بھی چار کا عدد حصر کے لئے نہیں۔ محض تمثیل کے طور پر ہے۔ (بحر محیط۔ص۔۲۹۹۔ج۔۷)

يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ۔ تصرف باری تعالیٰ۔ یہ الفاظ توجہ طلب ہیں اس کا بظاہر معنی تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے پروں میں حسب منشاء اضافہ بھی کرتا ہے۔ تاہم مفسرین میں اس کے عمومی معنی بھی لیتے ہیں فرماتے ہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی تخلیق میں اضافہ بھی مراد ہوسکتا ہے مثلاً انسان کو اللہ تعالیٰ نے تمام اعضاء عطا فرمائے جو عام طور پر عمومی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ مگر بعض لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ اضافہ بھی فرما دیتا ہے۔ کسی کو حسن عطا کیا۔ اس کی آنکھوں، کانوں اور ناک کو موزوں انداز میں بنا دیا کہ وہ عام لوگوں سے زیادہ حسین نظر آتا ہے کسی کو حسن صوت دی کسی کو اضافی عقل و ذہانت عطا کر دی وغیرہ۔ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دال اور انعامات ہیں۔ (مثلاً کشاف۔ص۔۲۹۶۔ج۔۳۔خازن۔ص۔۲۹۷۔ج۔۵۔مظہری۔ص۔۴۱۔ج۔۸۔تفسیر بحر محیط۔ص۔۲۹۹۔ج۔۷)

﴿۲﴾ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ الخ تصرف باری تعالیٰ کا نمونہ: یہاں رحمت سے مراد عام رحمت ہے اس میں دنیوی اور اخروی سب نعمتیں داخل ہیں۔ جیسے ایمان عمل صالح اور نبوت ولایت وغیرہ اور دنیوی نعمتیں بھی جیسے رزق اور اسباب و آرام و راحت اور صحت و تندرستی اور مال و عزت وغیرہ۔ اس طرح دوسرا جملہ "وَمَا يُمْسِكْ" عام ہے۔ کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ روکتا ہے۔ اس کو کوئی کھول نہیں سکتا۔ اس میں دنیا کے مصائب و آلام بھی داخل ہیں، کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے مصائب کو روکنا چاہے تو کسی کی کیا مجال ہے کہ وہ اس کو تکلیف پہنچائے اور اس میں رحمت بھی داخل ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی کسی حکمت کے تحت کسی شخص کو رحمت سے محروم کرنا چاہے۔ کسی کی کیا مجال ہے کہ وہ اس کو رحمت دے سکے۔ (ابوحیان)

اور اس آیت میں عرب کے باطل خیالات کی تردید کی ہے چونکہ وہ بارش کو خاص خاص ستارون کی طرف منسوب کر کے کہا کرتے تھے اس میں یہ بارش فلاں ستارے کی وجہ سے ملی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بارش آیت فتح سے ملی ہے۔ مراد آیت فتح سے یہی مذکورہ آیت ہے جس کو وہ وقت بارش میں تلاوت کرتے تھے۔ (موطا امام مالک)

﴿۳﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ الخ فریضہ بنی آدم۔ هَلْ مِنْ خَالِقٍ: مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: ثمرہ دلائل۔ ﴿۴﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ الخ تسلی خاتم الانبیاء۔ ﴿۵﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ الخ تردید منکرین قیامت: یعنی اللہ تعالیٰ نے

جزا سزا کا وعدہ سچا فرمایا ہے۔

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا :اسباب گمراہی۔ ❶ دنیا کی زندگی تمہیں کہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ :سبب۔ ❷ غرور بفتح غین مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں بہت دھوکہ دینے والا اور مراد اس سے شیطان ہے کہ اس کا کام ہے لوگوں کو دھوکہ دینا۔اس دھوکہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو برے اعمال میں مبتلا کرتا ہے وہ سمجھتے رہے کہ ہم اللہ کے نزدیک مقبول ہیں ہمیں عذاب نہیں ہوگا حالانکہ ان کا مغالطہ ہے۔﴿۶﴾اِنَّ الشَّيْطٰنَ الخ شیطان کی عداوت۔اِنَّمَا يَدْعُوْا الخ شیطان کی دعوت۔﴿۷﴾منکرین قیامت کا انجام۔وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ اور اہل ایمان کے لئے بشارت۔

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ

بھلا وہ شخص جس کیلئے مزین کر دیا گیا ہے اسکا برا عمل پس وہ اسکو اچھا خیال کرتا ہے پس بیشک اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جسکو چاہے اور راہ دکھاتا ہے جسکو چاہے

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۸﴾ وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ

پس آپ نہ اتاریں اپنے نفس کو ان پر حسرت کرتا ہوا بیشک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ان باتوں کو جو کچھ یہ لوگ بناتے ہیں ﴿۸﴾ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جسنے چلایا

الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ

ہواؤں کو پس ابھارتی ہیں وہ بادلوں کو پس ہم چلاتے ہیں اسکو ایک خشک زمین کی طرف پس ہم زندہ کرتے ہیں اسکے ساتھ زمین کو اسکے مردہ ہو جانے کے بعد

كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ﴿۹﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ

اسی طرح دوبارہ جی اٹھنا ہوگا ﴿۹﴾ جو شخص ارادہ کرتا ہے عزت کا پس بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے ساری عزت اسکی طرف چڑھتا ہے پاک کلام اور نیک عمل

وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ

بلند کرتا ہے اسکو اور وہ لوگ جو کماتے ہیں برائیاں ان کیلئے شدید عذاب ہے اور انکا مکروفریب

هُوَ يَبُوْرُ ﴿۱۰﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ

وہی ہلاک ہوگا ﴿۱۰﴾ اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تمکو مٹی سے پھر نطفہ انسانی کو قطرہ آب سے پھر بنایا ہے تمہیں جوڑے اور نہیں اٹھاتی کوئی مادہ اور نہیں جنتی

اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ

(اسکو) مگر اسکے علم سے اور نہیں عمر دی جاتی کسی عمر والے کو اور نہیں گھٹائی جاتی اسکی عمر مگر وہ کتاب میں لکھی ہوئی ہے

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ

بے شک یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے ﴿۱۱﴾ اور نہیں برابر دو سمندر ایک میٹھا خوشگوار پیاس بجھانے والا اور دوسرا کھاری کڑوا اور ہر ایک سے کھاتے ہو

اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ

تم تازہ گوشت اور نکالتے ہو تم زیور جسکو تم پہنتے ہو اور دیکھے گا تو کشتیوں کو سمندر میں پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تلاش کرو تم اسکے فضل سے

فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢﴾ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ

اور تاکہ تم شکر ادا کرو ﴿۱۲﴾ وہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو

النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى ذَٰلِكُمُ اللَّهُ

رات میں اور اس نے مسخر کیا ہے سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے ایک مقررہ وقت تک

رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾ إِنْ تَدْعُوهُمْ

یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار، اسی کی بادشاہی ہے اور جنکو تم پکارتے ہو اسکے سوا نہیں مالک وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی کسی چیز کے ﴿۱۳﴾ اگر تم انکو پکارو

لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ

تو نہیں سنتے تمہاری پکار کو اور اگر سن لیں تو وہ تمہارا کام نہیں کر سکتے اور قیامت والے دن وہ انکار کریں گے تمہارے شرک سے اور کوئی نہیں بتلائیگا

وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴿١٤﴾

تجھکو مثل اس ذات کے جو ہر چیز کی خبر رکھنے والی ہے ﴿۱۴﴾

﴿۸﴾ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ... الخ ربط آیات: اوپر دو طبقوں کے نتائج کا ذکر تھا ایک تھے "اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا" دوسرے "اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" آگے بھی ان دونوں طبقوں کے تقابل کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ نتائج فریقین کا تفاوت، نتیجہ معاندین، تسلی خاتم الانبیاء، تصرف باری سے بعث بعد الموت کا اثبات، عظمت خداوندی، طریق حصول عزت، نتیجہ مجرمین، دلیل عقلی انفسی، موحد اور مشرک کا فرق بذریعہ مثال، ثمرہ دلائل، عجز ما سوا اللہ۔

ماخذ آیات۔ ۸ تا ۱۴ +

نتائج فریقین کا تفاوت : یعنی شیطان نے جس کی نگاہ میں برے کام کو بھلا کر دکھایا کیا وہ شخص اسکے برابر ہو سکتا ہے جو خدا کے فضل سے اچھے برے کی تمیز رکھتا ہو نیکی کو نیکی اور بدی کو بدی سمجھتا ہو جب دونوں برابر نہیں ہو سکتے تو انجام دونوں کا یکساں کیسے ہو سکتا ہے؟ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ: نتیجہ معاندین : ہدایت اور گمراہی دونوں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ مگر اس نے اس کے ضمن میں کچھ قوانین مقرر کئے ہیں جو شخص تعصب ضد اور عناد کی بناء پر توحید کا انکار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ پکڑ کر ہدایت کی طرف نہیں لاتا بلکہ فرمایا "نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا"۔ (النساء۔۱۱۵) جہاں وہ جانا چاہتا ہے ہم اس کی طرف پھیر دیتے ہیں بالآخر وہ جہنم میں پہنچ جاتا ہے۔ اور ہم اس کو توفیق دے دیتے ہیں جو حق کی تلاش میں کوشش کرتا ہے ہم اسے ہدایت کا راستہ دکھا دیتے ہیں۔ "وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ"۔ (الرعد۔۲۷) یعنی جس میں ہدایت کی طلب ہوتی ہے۔ اس کو راہ مستقیم حاصل ہوتا ہے۔

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ الخ تسلی خاتم الانبیاء : کہ آپ ان معاندین کے غم میں اپنے آپ کو کیوں گھلاتے ہیں اس حسرت میں کہ یہ بدبخت اپنے فائدہ کی بات کیوں قبول نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ان کے سب کرتوتوں سے باخبر ہے وہ خود ہی اس کے جواب دہ ہوں گے۔

﴿۹﴾ وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ الخ تصرف باری تعالیٰ سے بعث بعد الموت کا اثبات : ان گمراہوں کو چونکہ دوبارہ زندہ ہو کر حساب

و کتاب دینے کا یقین نہیں ہے اس لئے ہدایت کی پرواہ نہیں کرتے انہیں یہ مثال پیش کر کے دوبارہ زندگی کا پتہ دے دو۔ حدیث میں بعث بعد الموت کی کیفیت بیان ہوئی ہے جب اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنا چاہے گا تو عرش کے نیچے ایک خاص قسم کی بارش ہوگی جونہی بارش کا پانی زمین پر پڑے گا مردے زندہ ہونے شروع ہو جائیں گے۔ پھر ایک نیا نظام قائم ہوگا۔ لہذا آخرت پر یقین ہونا چاہئے۔ اور اس کی تیاری کرنی چاہئے۔ ﴿۱۰﴾ مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ الۡعِزَّۃَ : عظمت خداوندی : اگر عزت چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہی ملے گی۔ اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ: طریق حصول عزت : پاکیزہ کلمات میں ذکر اللہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور تلاوت قرآن مجید اور تسبیح و تہلیل اور تحمید و تمجید داخل ہیں۔ اور اچھے اعمال کیا ہیں؟ اس میں سب سے پہلے فرائض آتے ہیں یعنی نماز، روزہ، زکوۃ اور حج پھر واجبات، سنن اور مستحبات، جہاد قربانی صدقات وغیرہ سب اچھے اعمال ہیں "یَرۡفَعُہٗ" کی "ہٗ" ضمیر کے بارے میں دو قول ہیں۔ ❶ کلمہ کی طرف لوٹتی ہے یعنی نیک عمل کلمہ طیبہ کو بلندی پر لے جاتا ہے۔ (ابن کثیر۔ص۔۹۰۶۔ج۔۶)

❷ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ "ہٗ" ضمیر عمل صالح کی طرف لوٹتی ہے اور معنی یہ بنتا ہے کہ کلمہ طیبہ نیک عمل کو مزید بلندی تک پہنچاتا ہے۔ (مظہری۔ص۔۴۷۔ج۔۸)

وَالَّذِیۡنَ یَمۡکُرُوۡنَ الخ نتیجہ مجرمین : جیسے قریش نے "دار الندوہ" میں بیٹھ کر آنحضرت ﷺ کو قید کرنے یا قتل کرنے یا وطن سے نکالنے کے لئے مشورہ کر رہے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ "جنگ بدر" کے موقع پر خود ہی وطن سے نکل کر مسلمانوں کے ہاتھوں قلیب بدر میں ہمیشہ کے لئے قید ہو گئے۔

﴿۱۱﴾ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمۡ الخ دلیل عقلی انفسی : "وَمَا یُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنۡقَصُ مِنۡ عُمُرِہٖۤ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ" اس آیت کا مفہوم جمہور مفسرین کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو عمر طویل عطا فرماتے ہیں وہ پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح جس کی عمر کم رکھی جاتی ہے وہ بھی سب لوح محفوظ میں پہلے ہی درج ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں عمر کے طول اور نقص کا ذکر فرد واحد کے متعلق نہیں بلکہ تمام انسانوں کے متعلق ہے کہ کسی کو لمبی عمر دی جاتی ہے اور کسی کو کم۔ (ابن کثیر۔ص۔۹۰۷۔ج۔۶۔ از ابن عباس رضی اللہ عنہ)

تمام تفاسیر میں اس کو جمہور کا قول قرار دیا ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ عمر کی کمی زیادتی کو ایک ہی شخص کے متعلق کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کی عمر جو اللہ نے لکھ دی وہ یقینی ہے۔ اور جو دن گزرتا ہے اس مقررہ مدت عمر میں سے ایک دن کی کمی کر دیتا ہے۔ دو دن گزرتے ہیں تو دو دن کم ہو جاتے ہیں اسی طرح ہر دن بلکہ ہر سانس اس کی عمر کو کم کرتا رہتا ہے۔ (روح المعانی۔ص۔۴۷۹۔ج۔۲۲)

سوال ایک حدیث کا مفہوم ہے جو شخص چاہے کہ اس کے رزق اور عمر میں وسعت اور زیادتی ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے، بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صلہ رحمی سے عمر بڑھ جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن ابی حاتم نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عمر تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک ہی مقرر اور مقدار ہے جب مدت پوری ہو جاتی ہے تو کسی شخص کو ذرا بھی مہلت نہیں دی جاتی، اور زیادہ عمر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اولاد صالح عطا فرما دیتا ہے، وہ اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اس کو قبر میں اس کا فائدہ پہنچتا رہتا ہے اسی طرح گویا کہ اس کی عمر بڑھ گئی یہ دونوں روایات ابن کثیر نے نقل کی ہیں خلاصہ یہ ہے کہ جن احادیث میں بعض اعمال کے متعلق یہ آیا ہے کہ ان سے عمر بڑھ جاتی ہے۔ اس سے مراد عمر کی برکت کا بڑھ جانا ہے۔ (معارف القرآن)

﴿۱۲﴾ وَمَا یَسۡتَوِی الۡبَحۡرٰنِ الخ موحد اور مشرک کا فرق بذریعہ مثال۔

وَمِنۡ کُلٍّ تَاۡکُلُوۡنَ الخ دریاؤں کے فوائد "تَلۡبَسُوۡنَہَا" میں صیغہ مذکر کا استعمال کرنے سے اس طرف اشارہ ہو گیا ہے کہ موتیوں کا استعمال مردوں کے لئے بھی جائز ہے۔ (روح المعانی۔ص۔۴۸۲۔ج۔۲۲)

بخلاف سونے چاندی کے ان کا بطور زیور استعمال کرنا مردوں کے لئے جائز نہیں۔

﴿۱۳﴾ يُولِجُ الَّيْلَ الخ قدرت باری تعالیٰ کے نمونہ۔ ذٰلِكُمُ اللهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ... الخ ثمرہ دلائل۔ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ... الخ ماسوا اللہ سے مالکیت کی نفی۔ ﴿۱۴﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ... الخ عجز ماسوا اللہ یعنی یہ بت یا بعض انبیاء یا فرشتے جن کو تم خدا سمجھ کر پرستش کرتے ہو اگر ان کو مصیبت کے وقت پکارو گے تو پہلے یہ تمہاری بات سن ہی نہ سکیں گے کیونکہ بتوں میں سننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، انبیاء اور فرشتوں میں اگرچہ صلاحیت ہے مگر وہ ہر جگہ موجود نہیں اور نہ ہر ایک کے کلام کو سنتے ہیں اگر بالفرض والحال سن بھی لیں تو انکو تمہاری درخواست پوری کرنے پر قدرت حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کرسکتے۔ حضرت قاضی بیضاوی رحمہ اللہ وهم عن دعاء هم غفلون کی تفسیر میں لکھتے ہیں لانها اما جمادات واما عباد مسخرون و مشتغلون باحوالهم (بیضاوی ص ۴۴۳) اس لیے کہ وہ یا تو جمادات (بت) ہیں یا تابع فرمان بندے ہیں جو اپنے احوال میں مصروف و مشغول ہیں اور یہی بات علامہ آلوسیؒ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں۔

منکرین سماع موتی کا عدم سماع موتی پر استدلال اور اس کا جواب: منکرین سماع موتی کا کہنا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ مردے نہیں سنتے۔ الجواب: حضرت استاذ محترم رحمہ اللہ تعالیٰ سماع موتی میں لکھتے ہیں کہ اس آیت سے اس سماع موتی کی نفی نہیں ہوتی جس کے جمہور قائل ہیں، کہ نزدیک سے سماع ہے نہ کہ دور سے تمام اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ عادۃً وہ دور سے نہیں سنتے خرق عادت کا معاملہ ہی الگ ہے... آدمی قریب ہو اور اپنی کسی مصروفیت اور فکر میں منہمک ہو تب بھی بات نہیں سنتا، قریب سے بھی بات سننے کے لیے توجہ اور التفات کی ضرورت ہوتی ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک فکر میں ڈوبے ہوئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے اور انہیں سلام کیا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سن سکے، حتیٰ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس بے التفاتی کی شکایت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے معذرت کی اور فرمایا کہ: "والله ما شعرت انك مررت ولا سلمت"۔ (مشکوٰۃ ص ۵۶۱ ج ۲)

ترجمہ: بخدا میں نہیں جانتا کہ تو میرے پاس سے گزرا اور نہ تو نے سلام کیا۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ دیکھئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سلام کی خبر نہ ہوئی جس کا جواب دینا واجب تھا، اکثر فرح یا غضب کے غلبہ سے ایسا ہوجاتا ہے الخ (بوادر النوادر ص ۷۰۴) الغرض اس آیت کریمہ سے سماع عند القبور کی اس قسم کی نفی کرنا جس کے قائل سماع موتی کے قائل ہیں ثابت نہیں ہے۔ (سماع موتی ص ۲۶۴، ۲۶۵) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ مسئلہ سماع موتی کا اس آیت سے نہ اثبات ثابت ہوتا ہے اور نہ نفی۔ (معارف القرآن۔ ص۔ ۳۲۹۔ ج۔ ۷)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ

اے لوگو! تم محتاج ہو اللہ کی طرف اور اللہ تعالیٰ ہی غنی اور تعریفوں والا ہے ﴿۱۵﴾ اگر وہ چاہے تو تم کو لیجائے اور نئی مخلوق

جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ

لے آئے ﴿۱۶﴾ اور نہیں یہ بات اللہ پر کوئی مشکل ﴿۱۷﴾ اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ اور اگر کوئی بوجھل اپنا بوجھ اٹھانے کی طرف کسی کو کوئی بلائے گا

اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۗ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ

تو نہیں اٹھائی جائے گی اس سے کوئی چیز اگرچہ وہ قرابتداری کیوں نہ ہو بیشک آپ ڈر سناتے ہیں ان لوگوں کو جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے بغیر دیکھے اور قائم کی انہوں نے نماز

بِالْغَیْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ ؕ وَمَنْ تَزَکّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَکّٰی لِنَفْسِهٖ ؕ وَاِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۱۸﴾

اور جو شخص تزکیہ حاصل کریگا پس بیشک وہ تزکیہ حاصل کریگا اپنے نفس کیلئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے ﴿۱۸﴾

وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾

اور نہیں برابر اندھا اور بینا ﴿۱۹﴾ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی ﴿۲۰﴾ نہ سایہ اور نہ دھوپ ﴿۲۱﴾

وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ

اور نہیں برابر زندہ اور مردہ بیشک اللہ تعالیٰ سناتا ہے جسکو چاہے اور آپ نہیں سنانیوالے انکو جو قبروں میں پڑے

فِی الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ

ہوئے ہیں ﴿۲۲﴾ نہیں ہیں آپ مگر ڈر سنانیوالے ﴿۲۳﴾ بیشک ہمنے بھیجا ہے آپکو حق کیساتھ دینیوالا اور ڈر

اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ ﴿۲۴﴾ وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ فَقَدْ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

سنانیوالا اور نہیں گزری کوئی امت مگر یہ کہ ہوا ہے ان میں ڈر سنانیوالا ﴿۲۴﴾ اور اگر یہ لوگ آپکو جھٹلائیں پس بیشک جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے

بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْکِتٰبِ الْمُنِیْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ ﴿۲۶﴾ ع ۳/۱۵

گزرے آئے ہیں ان کے پاس انکے رسول کھلی نشانیاں صحیفے اور روشن کتاب لیکر ﴿۲۵﴾ پھر پکڑا میں نے انکو جنہوں نے کفر کیا پس کس طرح ہوئی میری گرفت ﴿۲۶﴾

﴿۱۵﴾ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ ... الخ ربط آیات :... اوپر گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں اس لئے پکارتے ہیں تاکہ کام آئیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلے تو سنتے نہیں اگر سن بھی لیں تو تمہارے کچھ کام نہیں آسکتے۔ فرمایا اب سن لو تم سب محتاج ہو پیغمبر بھی محتاج ہیں پیر بھی محتاج ہیں امام بھی محتاج ہیں فرشتے بھی محتاج ہیں سب کے سب محتاج ہیں۔

خلاصہ رکوع ۳ ... توحید خداوندی پر عقلی دلیل، نمونہ استغنائیت، تذکیر بما بعد الموت سے مشرکین کیلئے تخویف اخروی اور محاسبہ اعمال، فریضہ خاتم الانبیاء، مستفیدین من القرآن کے اوصاف، مؤمن اور کافر کی تمثیلات، اثبات رسالت خاتم الانبیاء، تسلی خاتم الانبیاء، منکرین کا نتیجہ۔ ماخذ آیات۔ ۱۵ تا ۲۶ +

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ : توحید خداوندی پر عقلی دلیل۔ ﴿۱۶﴾ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْکُمْ الخ نمونہ استغنائیت۔

﴿۱۸﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی الخ تذکیر بما بعد الموت سے مشرکین کیلئے تخویف اخروی اور محاسبہ اعمال : روایات میں آتا ہے کہ ہر خاوند اور بیوی اپنے اپنے بوجھ کی فکر میں ہونگے۔ خاوند اپنی بیوی سے کہے گا کہ دیکھ میں نے دنیا میں تیرے ساتھ کتنا اچھا سلوک کیا تمہاری تمام فرمائشیں پوری کیں، اور تمہیں کسی چیز کی کمی نہیں آنے دی، آپ اپنی نیکیوں میں سے ایک نیکی مجھے دیدو وہ کہے گی، کہ میں خود اس معاملہ میں فکر مند ہوں تجھے کیسے دے دوں؟ پتہ نہیں میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے، اس طرح ماں اپنے بیٹے سے کہے گی بیٹا میرا پیٹ تیرے لئے ظرف تھا جس میں تجھے نو ماہ تک اٹھائے پھری، پھر میری چھاتی تیرے لئے مشکیزہ بنی ہوئی تھی تم جب چاہتے تھے سیراب ہوتے تھے۔ میری گود تیرے لئے بطور گہوارہ تھی جس میں تم آرام کرتے تھے، اب

میری مدد کرو اور ایک نیکی مجھے دے دو، بیٹا ماں کے تمام احسانات کو تسلیم کرے گا مگر کہے گا کہ میں تو نیکیوں کے معاملہ میں خود پریشان ہوں نا معلوم میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے لہٰذا میں خود مجبور ہوں غرضیکہ قریبی سے قریبی رشتہ دار بھی ایک دوسرے کے لئے اجنبی بن جائیں گے۔ قرآن مجید نے اس صورت حال کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔ "يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ الخ"۔ (سورۃ عبس)

إِنَّمَا تُنْذِرُ :فریضہ خاتم الانبیاء۔ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ :مستفیدین من القرآن کے اوصاف۔ وَإِلَى اللهِ الْمَصِيرُ : تذکیر بما بعد الموت۔

﴿۱۹، ۲۰، ۲۱﴾ مؤمن اور کافر کی تمثیلات۔ ﴿۲۲﴾ تفاوت فریقین :إِنَّ اللهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ" اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کے شروع میں کفار کی مثال مردوں سے اور مؤمنین کی زندوں سے دی گئی اسی مناسبت سے یہاں "مَنْ فِي الْقُبُورِ" سے مراد کفار ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے ان زندہ کافروں کو بھی نہیں سنا سکتے۔ اس آیت نے خود یہ بات واضح کر دی کہ یہاں سنانے سے مراد وہ سنانا ہے جو مفید اور مؤثر اور نافع ہو۔ ورنہ مطلق سنانا تو کفار کو ہمیشہ ہوتا رہا۔ اور مشاہدہ میں بھی آتا رہا کہ ان کو تبلیغ کرتے اور وہ سنتے تھے اس لئے مراد اس آیت کی یہ ہے کہ آپ مردوں کو کلام حق سنا کر راہ حق پر نہیں لا سکتے۔ کیونکہ وہ دنیا کے دار العمل سے آخرت کے دار الجزاء میں منتقل ہو چکے ہیں۔ وہاں اگر وہ ایمان کا اقرار بھی کر لیں تو معتبر نہیں اسی طرح کفار کا حال ہے اس سے ثابت ہوا کہ مردوں کو سنانے کی جو نفی اس آیت میں کی گئی ہے اس سے مراد خاص اسماع نافع ہے جس کی وجہ سے سننے والا باطل کو چھوڑ کر حق پر آ جائے اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ مسئلہ سماع موتی سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔

حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب فرماتے ہیں "وما يستوى الاحياء المؤمنون ولا الاموات الكفار إِنَّ اللهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ يهدى من يشاء وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ اى الكفار"۔ (انوار التبیان۔ص۔۴۴۵)

ترجمہ: زندہ (مؤمن) اور مردے (کفار) برابر نہیں بے شک اللہ تعالیٰ سناتے ہیں (ہدایت دیتے ہیں) جسے چاہیں اور آپ جو قبروں میں ہیں انہیں سنانے والے نہیں ہیں (کفار کو)۔ اس میں صاف طور پر حضرت قاضی صاحب "الْأَحْيَاءُ" سے مراد مؤمنین اور مردوں سے کفار اور "يسمع" سے مراد ہدایت اور "مَنْ فِي الْقُبُورِ" سے کفار مراد لے رہے ہیں۔ گویا کہ اس آیت کا سماع موتی یا عدم سماع موتی سے کوئی تعلق ہی نہیں اور یہ آیت "إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ"۔ (بے شک آپ جس سے محبت رکھیں ہدایت نہیں دے سکتے اور لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے) کی طرح ہے۔ (بحوالہ ضرب المہند علی القول السند۔ص۔۲۸۳)

علامہ بغوی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر لکھی ہے قارئین کی خدمت میں انہیں کے الفاظ میں درج ہیں ان شاء اللہ دماغ روشن ہوگا۔ "وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ" يعنى المؤمنين والكفار وقيل العلماء والجهال "إِنَّ اللهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ" حتى يتعظ ويجيب "وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ" يعنى الكفار شبههم بالاموات فى القبور حين (معالم التنزیل۔ص۔۴۹۱۔ج۔۳)

اس مقام پر مزید تسلی کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں ان شاء اللہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کو بصیرت حاصل ہوگی: مولانا حسین علی کی تفسیر بلغۃ الحیران۔ص۔۲۷۹۔ تفسیر حقانی۔ ابن کثیر۔ قرطبی۔ جواہر القرآن۔ص۔۹۷۳۔ج۔۳۔ ابن جریر

طبری۔ حافظ ابن قیم کی کتاب الروح۔ جلالین محلی۔ علامہ داؤد بن سلیمان الحنفی البغدادی کی المنحۃ الوھبیہ۔ المختصر الفتاوی۔ تفسیر در منثور۔ مظہری۔ نواب صدیق حسن غیر مقلد کی تفسیر ترجمان القرآن وغیرہ۔ الغرض حضرات مفسرین کرام ؒ کی کوئی تفسیر بھی لے لیں، قدر مشترک سب اس پر متفق ہیں اس مضمون کی تمام آیات سے عدم سماع موتی ہرگز نہیں ہے جس کے درپے مؤلف شفاء الصدور د ندائے حق اور ان کے حواری ہیں اور اس پر بضد ہیں۔ نفس سماع موتی فی الجملہ ثابت ہے صحیح احادیث اور جمہور امت کا بیان اسکی واضح دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تعصب اور غلو فی الدین سے بچائے اور اپنے اکابر کے دامن کے ساتھ وابستہ رکھے۔ (آمین)

﴿۲۳﴾ فریضہ خاتم الانبیاء۔ ﴿۲۴﴾ اثبات رسالت خاتم الانبیاء۔ ﴿۲۵﴾ تسلی خاتم الانبیاء۔ ﴿۲۶﴾ منکرین کا نتیجہ۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ۚ وَمِنَ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے آسمان کی طرف سے پانی پھر نکالے ہمنے اسکے ساتھ پھل مختلف رنگوں کے اور پہاڑوں میں سے

الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿٢٧﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ

بعض گھاٹیاں سفید ہیں اور بعض سرخ انکے مختلف رنگ ہیں اور کچھ انتہائی درجے کی سیاہ ہیں ﴿۲۷﴾ اور لوگوں کیڑوں مکوڑوں اور مویشیوں میں سے

وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ ۗ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۗ إِنَّ اللَّهَ

جنکے مختلف رنگ ہیں اسی طرح بیشک ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اسکے بندوں میں سے علم والے لوگ

عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿٢٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ

بیشک اللہ تعالیٰ غالب اور بخشش کرنیوالا ہے ﴿۲۸﴾ تحقیق وہ لوگ جو پڑھتے ہیں اللہ کی کتاب اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور خرچ کرتے ہیں اسمیں سے جو ہمنے انکو

سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ

روزی دی ہے پوشیدہ اور ظاہر، وہ امید رکھتے ہیں اسی تجارت کی جو کبھی تباہ نہیں ہوگی ﴿۲۹﴾ تا کہ وہ بدلہ دے انکو انکا پورا پورا اور زیادہ دے گا انکو اپنے فضل سے

إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٠﴾ وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ

بیشک وہ بہت بخشش کرنیوالا اور قدردان ہے ﴿۳۰﴾ اور وہ جو ہمنے وحی نازل کی ہے آپکی طرف کتاب سے یہ برحق ہے تصدیق کرنیوالی ہے جو اس سے پہلے کتابیں ہیں

إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿٣١﴾ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۖ

بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کیساتھ البتہ خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ہے ﴿۳۱﴾ پھر ہمنے وارث بنایا کتاب کا ان لوگوں کو جنہیں ہمنے منتخب کیا ہے اپنے بندوں میں سے پس بعض انمیں

فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ

زیادتی کرنیوالے ہیں اپنی جان پر اور انمیں سے بعض میانہ رو ہیں اور بعض انمیں سے سبقت کرنیوالے ہیں بھلائیوں کیساتھ اللہ کے حکم سے

الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿٣٢﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَ

یہ بڑی فضیلت کی بات ہے ﴿۳۲﴾ باغات رہنے کے داخل ہونگے انمیں پہنائے جائیں گے انکو کنگن سونے کے اور ہار موتیوں کے اور لباس

لُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٣٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۖ إِنَّ رَبَّنَا

ان کا ریشم کا ہوگا ﴿۳۳﴾ اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جسنے دور کر دیا ہم سے غم بیشک ہمارا پروردگار بہت بخشش کرنیوالا

لَغَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٤﴾ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا

اور قدر دان ہے ﴿۳۴﴾ وہ جسنے اتارا ہمیں ٹھہرنے کی جگہ میں اپنے فضل سے نہیں پہنچتی اسمیں ہمکو کوئی مشقت اور نہیں پہنچتی اسمیں ہمکو

فِيهَا لُغُوبٌ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ

کوئی تھکاوٹ ﴿۳۵﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا ان کیلئے جہنم کی آگ ہے نہ فیصلہ کیا جائیگا ان پر کہ وہ مرجائیں اور نہ تخفیف کی جائیگی ان سے اس

عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ﴿٣٦﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا

دوزخ کے عذاب سے اسطرح ہم بدلہ دیتے ہیں ہر ناشکر گزار کو ﴿۳۶﴾ اور وہ چلائیں گے اسکے اندر اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار ! نکال دے ہمکو

نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ

کہ ہم عمل کریں اچھا سوائے اسکے جو ہم پہلے عمل کیا کرتے تھے اللہ فرمائیگا کیا ہمنے تمہیں عمر نہیں دی تھی کہ نصیحت پکڑے اسکے اندر جو نصیحت پکڑنا

وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ﴿٣٧﴾

چاہتا ہے اور آیا تمہارے پاس ڈرسنانیوالا اب چکھو پس نہیں ہے ظالموں کیلئے کوئی مددگار ﴿۳۷﴾

﴿۲۷﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ الخ ربط آیات :اوپر سے توحید کا مضمون چلا آرہا ہے اب ان آیات میں منکرین توحید کی تہدید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قدرت کے آثار کو دیکھ کر سمجھ لو کہ توحید باری تعالیٰ برحق ہے اور شرک باطل ہے اور مخلوقات میں جو اختلاف اور تفاوت ہے وہ سب اس کی قدرت اور مشیت کے کرشمے ہیں کہ ایک ہی پانی سے مختلف قسم کی چیزیں پیدا کرتا ہے۔

(معارف القرآن حضرت کاندھلوی ﷫)

خلاصہ رکوع ❹ ... توحید خداوندی پر عقلی دلیل، حکمت انزال ماء، قدرت باری تعالیٰ کے نمونہ۔۱۔۲۔فضائل علماء، اوصاف مؤمنین۔۱۔۲۔۳۔۴۔۵۔صداقت قرآن، مستفیدین من القرآن کے مختلف طبقات، التزام شکر خصوصیات جنت۔ ۱۔۲۔۳۔منکرین کا نتیجہ، منکرین کی درخواست، جواب درخواست۔ماخذ آیات۔۲۷ تا ۳۷+

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ الخ توحید پر عقلی دلیل۔فَاَخْرَجْنَا الخ حکمت انزال ماء۔وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ الخ قدرت باری تعالیٰ کے نمونہ۔ ❶ "جُدَدٌ" بمعنی راہیں اور گھاٹیاں اس کا واحد "جدۃ" ہے "غَرَابِيبُ" کالے سیاہ ہیں۔اس کا واحد "غربیب" ہے اور اس کے معنی کوے کی طرف بہت زیادہ سیاہ کے ہیں۔(مفردات القرآن۔ص۔۱۵۷۔ج۔۲)

﴿۲۸﴾ قدرت باری کا نمونہ۔ ❷ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ الخ فضائل علماء :علامہ قرطبی ﷫ فرماتے ہیں بندوں کے مختلف احوال ہیں خشیت الٰہی میں کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور کوئی نہیں ڈرتا۔ (تفسیر قرطبی۔ص۔۲۹۹۔ج۔۱۴)

جن میں علم اور سمجھ کی کمی ہوتی ہے ان میں خوف خدا کا بھی فقدان ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے وہی لوگ ہیں جو اللہ

تعالیٰ کی عظمت وجلال کو پیش نظر رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی توحید اور صفات کو سمجھتے ہیں۔ اور آخرت کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم کثرت روایات کا نام نہیں بلکہ علم ایک نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ بندہ کے قلب پر ڈال دیتا ہے، امام مالک رحمہ اللہ کی نور سے مراد نور فہم اور نور معرفت ہے، معلوم ہوا عالم وہ ہے جو عاقل ہو بغیر عقل اور فہم کے محض الفاظ قرآنی اور الفاظ نبوی کو یاد کر لینے کا نام علم نہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت شان اور جلالت قدر کو جانتا ہو، اور اس سے ڈرتا ہو اور اس کے احکام پر چلتا ہو، باقی جو شخص رسمی طور پر عالم اور فاضل کہلاتا ہو مگر خوف خدا نہیں رکھتا وہ عالم کہلانے کا مستحق نہیں، آیت میں خشیت سے خوف تعظیم مراد ہے۔ یعنی دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا خوف اس قدر غالب ہو کہ ہر وقت اس بات سے ڈرتا ہو کہ حقوق ربوبیت میں کوئی تقصیر نہ ہو جائے اور کوئی بات خلاف ادب نہ سرزد ہو جائے۔ اور حدود و فرائض سے قدم باہر نہ ہو جائے۔ "اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا" میں حصر کی وجہ یہ ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور انبیاء سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں پس جس عالم میں خوف خداوندی نہ ہو وہ انبیاء کا وارث نہیں۔ اور آیت میں علماء سے وہی علماء مراد ہیں جو علم وعمل دونوں میں انبیاء کے وارث ہوں محض رسمی عالم مراد نہیں۔

(معارف القرآن حضرت کاندھلوی)

پرویز نے عالم کا معنی سیاستدان کیا ہے اور وہ کوئی بھی ہو سکتا ہے بھلے وہ کافر ملحد ہو یہ معنی غلط ہیں اسی طرح "حور عین" کا معنی پاکیزہ فکر کیا ہے اور "ابل" کا معنی اونٹ کے بجائے بادل کیا ہے۔

﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ الخ اوصاف مؤمنین:۔ ❶۔❷۔❸۔❹۔❺۔ ربط آیات: گزشتہ آیات میں علماء کی فضیلت کا ذکر تھا اب ان آیات میں علماء کے علاوہ ان مؤمن بندوں کے اوصاف کا ذکر ہے جو قرآن سے مستفیدین ہوتے ہیں اور کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ ﴿۳۰﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ الخ نتیجہ۔ ﴿۳۱﴾ صداقت قرآن۔

﴿۳۲﴾ مستفیدین من القرآن کے مختلف طبقات: اولاً تو آنحضرت ﷺ پر کتاب کو نازل فرمایا پھر اس کتاب کو ان لوگوں کے ہاتھ تک پہنچایا جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا جہان میں ایمان کے اعتبار سے پسند فرمایا پھر ان ایمان والوں کی تین قسمیں ہیں۔ ❶... بعض ظالم ہیں۔ ❷... بعض درمیانے ہیں منزل مقصود سب کی آخرت ہے۔ ❸... بعض نہایت پسندیدہ اور سابق بالخیر ہیں۔ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ: سے مراد وہ لوگ ہیں جو فرائض اور واجبات کے تارک ہیں گناہ کرتے رہتے ہیں اور توبہ بھی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ الخ (الزمر۔ ۵۳) "وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ" جو نہ پورے اطاعت گذار اور نہ بالکل گناہوں میں غرق اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا الخ (التوبہ۔ ۱۰۲) "وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ" جو میزان اطاعت میں سب سے آگے نکل گئے یہ اللہ تعالیٰ کے کامل بندے ہیں جو جنت میں بلا حساب و کتاب داخل ہونگے۔ (معارف القرآن حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ)

﴿۳۳﴾ يَدْخُلُوْنَهَا: تفسیر قرطبی میں ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ابو درداء رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے کہ "يَدْخُلُوْنَهَا" کی ضمیر انہی اقسام ثلاثہ کی طرف راجع ہے۔ یعنی ظالم، مقتصد اور سابق بالخیرات کی طرف یہ تینوں گروہ بالآخر جنت میں داخل ہونگے۔ (قرطبی۔ ص۔ ۳۰۱۔ ج۔ ۱۴)

﴿۳۴﴾ التزام شکر۔ ﴿۳۵﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا... الخ خصوصیت جنت۔ ❶... لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ۔ ❷... وَلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ❸... "نَصَبٌ" کے معنی مشکل کام کرتے وقت جو مشقت انسان کو ہوتی ہے اور "لُغُوْبٌ" کہتے ہیں

تھکاوٹ کو وہ کام کرنے کے بعد جب انسان فارغ ہوتا ہے محسوس ہوتی ہے جنت میں تو کوئی کام نہیں۔ اس آیت میں جنت کی چند خصوصیات کا بیان ہے جیسا کہ ابھی اوپر گزرا ہے۔ اول یہ ہے کہ وہ دار المقامہ ہے اس کے ختم ہونے یا وہاں سے نکل جانے کا کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ وہاں کسی کو کوئی غم پیش نہیں آئے گا۔ تیسرا یہ ہے کہ وہاں کسی کو کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوگی۔ جیسے دنیا میں تھکاوٹ کی وجہ سے آرام کی ضرورت محسوس کرتا ہے جنت اس سے پاک ہے۔ ﴿۳۶﴾ منکرین کا نتیجہ۔ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا : منکرین کی درخواست۔ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ ... الخ جواب درخواست:... یعنی جب دوزخی جہنم میں یہ فریاد کریں گے کہ اے اللہ ہمیں عذاب سے نکال دیں۔ ہم نیک عمل کریں گے اور پچھلی بداعمالیوں کو چھوڑ دیں گے۔ تو اس وقت یہ جواب دیا جائے گا کہ کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر مہلت نہیں دی تھی جس میں غور وفکر کرنے والا غور وفکر کرکے صحیح راستہ پر آجاتا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا : جس عمر پر اللہ تعالیٰ نے گناہ گار بندوں کو عار دلائی ہے وہ ساٹھ سال ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ساٹھ سال اور دوسری میں چالیس سال مروی ہے۔ (قرطبی۔ص۔۳۰۷۔ج۔۱۴) یہ وہ عمر ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت تام ہو جاتی پھر انسان کو کسی قسم کے عذر کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی مذکورہ تمام اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ انسان اس عمر میں غور وفکر کر کے حق وباطل میں تمیز کرسکتا ہے۔ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ❶ نذیر سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ قول اکثر مفسرین کے نزدیک ہے۔ ❷ قرآن۔ ❸ عقل۔ ❹ بڑھاپے کے سفید بال مراد ہیں یہ موت کا پیغام ہے۔ (قرطبی۔ص۔۳۰۷۔ج۔۱۴)

یہ سب تفسیریں اپنی جگہ درست ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کو بالغ ہونے کے بعد جتنے حالات پیش آتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نذیر اور انسان کو خبر دار کرنے کے لئے ہیں۔

جہنم کے عذابات۔ جہنم میں مختلف قسم کا عذاب ہوگا، جو عذاب قرآن کریم یا حدیث متواتر سے ثابت ہے اس پر ایمان لانا فرض ہے مثلاً جہنم میں آگ کا عذاب ہوگا، آگ کا لباس ہوگا، جہنمیوں کے سروں پر کھولتا ہوا گرم پانی ڈالا جائے گا، جس سے ان کے پیٹ اور کھالیں جھلس جائیں گی۔ وہ سخت عذاب کی وجہ سے جہنم سے نکلنا چاہیں گے، مگر نہیں نکل سکیں گے، مرنا چاہیں گے، مر بھی نہیں سکیں گے، پینے کے لیے پیپ اور سینڈھ ہوگی، جہنمی جسے گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا، مگر پی نہیں سکے گا، ہر طرف موت کا سامان ہوگا، مگر موت نہیں آئے گی۔ گلے میں طوق پہنا کر زنجیروں میں جکڑا جائے گا، کھانے کے لیے زخموں کا دھودن ہوگا، جہنمیوں کے چہروں کو آگ میں الٹا پلٹا جائے گا، جہنم میں کافر و منافق سب جمع ہوں گے، جہنمیوں کے مال و متاع کو جہنم کی آگ میں پگھلا کر ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا، جہنم میں گرمی کا عذاب الگ ہوگا اور سردی کا عذاب الگ ہوگا، جنوں اور انسانوں سے جہنم کو بھرا جائے گا، جہنم ایک برا اور بدترین ٹھکانہ ہوگا، جہنمیوں کو جہنم میں ذلیل وخوار کر کے داخل کیا جائے گا، جہنم کے دروازے بند ہوں گے، جہنمیوں کے آنے پر ہی کھولے جائیں گے، جیسے جیل کا دروازہ قیدیوں کے آنے پر کھلتا ہے، جہنم کے سات دروازے ہیں، جہنم کی آگ جب کبھی ہلکی ہوگی اسے اور بھڑکا دیا جائے گا، جہنمی جہنم میں نہ تو زندہ جیسا ہوگا اور نہ ہی مردوں جیسا، جہنم میں مشرکوں کے ساتھ ان کے معبودان باطلہ کو بھی ڈالا جائے گا، کافر لوگ جہنم کی آگ کے لیے بطور ایندھن بھی ہوں گے، منافقین جہنم کے نچلے درجے میں ہوں گے، جہنم میں عذاب کی وجہ سے کافروں کی خوب چیخ وپکار ہوگی، جہنمیوں کے جسم پر گندھک کا لباس ہوگا، جہنمیوں کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا اور ان کے لیے ہلاکت ہی ہلاکت ہوگی، جہنمیوں کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور نیچے بھی آگ کے سائبان ہوں گے۔ ایسا کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا جس سے ہونٹ جھلس جائیں گے اور آنتیں کٹ جائیں گی، جہنم کی

آگ اس قدر شدید ہوگی کہ دل پر براہ راست اثر کرے گی۔

جہنم کے یہ عذاب قرآن کریم میں مختلف مقامات پر بیان کیے گئے ہیں، ان پر اور ان کے کے علاوہ دیگر ان عذابوں پر ایمان لانا یقین کرنا فرض ہے، جو بطریق تواتر ثابت ہیں، ان میں سے کسی ایک عذاب کے انکار سے یا اس میں شک کرنے سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ اس آیت میں موجود ہے: "وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ" ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کرلیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہوگی، ان پر موت طاری نہیں کی جائے گی کہ وہ مر جائیں، اور نہ ہی ان سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا، ہر کفر کرنے والے کو ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں۔

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ (١٩) ۚ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ (٢٠) ۭ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ (٢١) كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۤ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ (الحج۔ ١٩)

ترجمہ: یہ دو گروہ کہ جھگڑا کیا انہوں نے اپنے رب کے بارے میں، پس کافروں کے لیے آگ کے کپڑوں سے لباس بنایا جائے گا، ان کے سروں کے اوپر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا، جس سے ان کے پیٹ کے اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گے، اور ان کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے، جب کبھی اس آگ سے تنگ آ کر نکلنا چاہیں گے تو انہیں پھر اسی میں لوٹا دیا جائے گا کہ چکھو آگ کا عذاب۔ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا (١٣) ۭ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا (الفرقان۔ ١٣۔١٤)

ترجمہ۔ اور جب ڈال دیئے جائیں گے وہ جہنم کی ایک تنگ جگہ میں اچھی طرح باندھ کر تو پکاریں گے وہاں موت کو، آج ایک موت کو مت پکارو کئی موتوں کو پکارو۔ مِّنْ وَّرَاۗىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّاۗءٍ صَدِيْدٍ (١٦) ۙ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ (ابراهیم۔ ١٦۔١٧)

ترجمہ: اس کے آگے جہنم ہے اور اسے پیپ کے پانی سے پلایا جائے گا، وہ اسے گھونٹ گھونٹ کر پیئے گا اور اسے ایسا محسوس ہوگا کہ وہ اسے حلق سے اتار نہیں سکے گا اور اس کے پاس ہر طرف سے موت آئے گی لیکن وہ مرے گا نہیں اور اس کے آگے ایک اور سخت عذاب ہے۔ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَمَنْ شَاۗءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاۗءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَاۗءَتْ مُرْتَفَقًا (الکهف۔ ٢٩) ترجمہ: اور کہہ دیجئے: حق تمہارے پروردگار کی جانب سے ہے، لہٰذا جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کرے، بیشک ظالموں کے لیے ہم نے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ان کو گھیرے میں لے لیں گی، اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو ایسے پانی سے پلایا جائے گا جو تلچھٹ کی طرح ہوگا چہروں کو بھون ڈالے گا، کتنا برا پینا ہے اور کیسا برا ٹھکانہ ہے۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ (٣٠) ۙ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ (٣١) ۙ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ (٣٢) ۭ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ (٣٣) ۙ وَلَا يَحُضُّ عَلٰي طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (٣٤) ۭ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ (٣٥) ۙ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ (٣٦) ۙ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ (الحاقة۔ ٣٠۔٣٧)

ترجمہ۔ ان کو پکڑ لو اور جکڑ دو پھر جہنم میں ڈال دو، پھر اسے ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ کے برابر ہو، بیشک یہ اللہ

بزرگ و برتر پر ایمان نہیں لاتا تھا اور مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا، پس اس دن وہاں اس کا کوئی مددگار نہیں ہوگا، اور نہ کھانا ہوگا مگر غسلین سے جس کو صرف خطا کار ہی کھاتے ہیں۔

يَّوۡمَ يُحۡمٰى عَلَيۡهَا فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوٰى بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوۡبُهُمۡ وَظُهُوۡرُهُمۡ‌ؕ هٰذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ فَذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَكۡنِزُوۡنَ (التوبة ۔ ۳۵) ترجمہ۔اس دن خزانے کو گرم کیا جائے گا جہنم کی آگ میں اور اس کے ساتھ ان کے چہروں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا، یہ ہے وہ جس کو تم اپنے لیے جمع کرتے تھے اب چکھو اس کو جو تم جمع کرتے تھے۔حق تعالیٰ شانہ ہم سب کی بھی جہنم سے حفاظت فرمائے۔(آمین)

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيۡبِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِىۡ جَعَلَكُمۡ

بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزیں آسمانوں اور زمین کی بیشک وہ خوب جانتا ہے سینوں کے راز ﴿۳۸﴾ وہی ذات ہے جسنے بنایا تمکو

خَلٰٓئِفَ فِى الۡاَرۡضِ‌ؕ فَمَنۡ كَفَرَ فَعَلَيۡهِ كُفۡرُهٗ‌ؕ وَلَا يَزِيۡدُ الۡكٰفِرِيۡنَ كُفۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ

خلیفہ زمین میں پس جسنے کفر اختیار کیا پس اسی پر اسکے کفر کا وبال پڑا اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کیلئے انکا کفر انکے پروردگار کے پاس مگر ناراضگی اور نہیں

اِلَّا مَقۡتًا‌ ۚ وَلَا يَزِيۡدُ الۡكٰفِرِيۡنَ كُفۡرُهُمۡ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ

زیادہ کرتا کفر کرنے والوں کیلئے انکا کفر مگر نقصان ﴿۳۹﴾ اے پیغمبر آپ کہدیجئے بتلاؤ تمہارے وہ شریک جنکو تم اللہ کے سوا

مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ‌ؕ اَرُوۡنِىۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ اَمۡ لَهُمۡ شِرۡكٌ فِى السَّمٰوٰتِ‌ۚ اَمۡ اٰتَيۡنٰهُمۡ

پکارتے ہو مجھے دکھلاؤ انھوں نے کیا پیدا کیا ہے زمین میں یا انکے لئے کوئی شراکت ہے آسمانوں میں یا ہمنے انکو کوئی کتاب دی ہے

كِتٰبًا فَهُمۡ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنۡهُ‌ۚ بَلۡ اِنۡ يَّعِدُ الظّٰلِمُوۡنَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا اِلَّا غُرُوۡرًا ﴿۴۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ

اور وہ کھلی دلیل پر ہیں اس سے نہیں بلکہ نہیں وعدہ کرتے ظالم لوگ بعض بعض کیساتھ مگر فریب کا ﴿۴۰﴾ بیشک اللہ تعالیٰ روکتا ہے

يُمۡسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا ۚ وَلَئِنۡ زَالَتَاۤ اِنۡ اَمۡسَكَهُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ؕ

آسمانوں کو اور زمین کو اس بات سے کہ وہ ٹل جائیں اور اگر وہ ٹل جائیں تو نہیں روک سکتا ان دونوں کو کوئی بھی اسکے سوا، بیشک وہ بردبار

اِنَّهٗ كَانَ حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا ﴿۴۱﴾ وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ لَئِنۡ جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ لَّيَكُوۡنُنَّ

اور بخشش کرنے والا ہے ﴿۴۱﴾ اور قسمیں اٹھائیں ان لوگوں نے اللہ کے نام کی پختہ قسمیں کہ اگر آئیگا انکے پاس کوئی ڈرسنانیوالا

اَهۡدٰى مِنۡ اِحۡدَى الۡاُمَمِ‌ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ مَّا زَادَهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرَا ۙ﴿۴۲﴾ اِسۡتِكۡبَارًا فِى الۡاَرۡضِ

توالبتہ ہونگے وہ کسی بھی دوسری امت سے زیادہ راہ پانیوالے پس جب آیا انکے پاس ڈرسنانیوالا تو نہ زیادہ کیا ان کیلئے مگر بدکنا ﴿۴۲﴾ تکبر کرتے ہوئے زمین میں

وَمَكۡرَ السَّيِّئِ‌ؕ وَلَا يَحِيۡقُ الۡمَكۡرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهۡلِهٖ‌ؕ فَهَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا سُنَّتَ الۡاَوَّلِيۡنَ‌ۚ

اور بری تدبیر اور نہیں گھیرتی بری تدبیر مگر انہی لوگوں کو جو تدبیر کنندہ ہوتے ہیں پس نہیں انتظار کرتے یہ لوگ مگر پہلے لوگوں کے

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ

دستور کا پس ہرگز نہ پائیگا تو اللہ کے دستور میں تبدیلی اور ہرگز نہ پائیگا اللہ کے دستور میں ٹل جانا ﴿۴۳﴾ کیا نہیں چلے یہ لوگ زمین میں پس

فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ

دیکھ لیں کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرے ہیں اور تھے وہ ان سے زیادہ قوت والے اور اللہ تعالیٰ

لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ

ایسا نہیں ہے کہ اسکو کوئی چیز عاجز کردے آسمانوں میں اور زمین میں بیشک وہ سب کچھ جاننے والا اور قدرت رکھتا ہے ﴿۴۴﴾ اور اگر مؤاخذہ کرے

النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ

اللہ تعالیٰ لوگوں سے اسکے بدلے جوانہوں نے کمایا تو نہ چھوڑے زمین کی پشت پر کوئی چلنے پھرنے والا جاندار لیکن وہ مہلت دیتا ہے انکو ایک مقررہ وقت تک پس جب آجائیگا

اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾

انکے پاس انکا مقررہ وقت پس بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کیساتھ خوب دیکھنے والا ہے ﴿۴۵﴾

﴿۳۸﴾ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ... الخ ربط آیات:... اوپر دو طبقوں کا ذکر تھا ایک مؤمن اور ایک کافر ان کا نتیجہ جنت اور ان کا نتیجہ دوزخ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ان کے عمل کو بھی جانتا ہوں۔

خلاصہ رکوع ⑤ حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ، توحید پر دلیل عقلی آفاقی۔ ا۔ منکرین کا انجام، مشرکین سے طریق مناظرہ، مشرکین سے دلیل نقلی کا مطالبہ، مختار کل ہونے کا بیان وعقلی دلیل۔ ۲۔ مشرکین کا معاہدہ، کفار کا تکبر اور مکر و فریب، دستور خداوندی، تذکیر بایام اللہ سے مقام عبرت، مجرمین کے لئے مہلت اور حکمت مہلت۔ ماخذ آیات۔ ۳۸ تا ۴۵+

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ الخ حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ۔ ﴿۳۹﴾ هُوَ الَّذِىْ الخ توحید پر دلیل عقلی آفاقی ①... خلائف خلیفہ کی جمع ہے جس کے معنی نائب اور قائم مقام کے ہیں مراد اس سے کہ ہم یک بعد دیگر انسانوں کو ایک دوسرے کی زمین و مکان کا مالک بناتے ہیں ایک جاتا ہے دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے لئے بڑی عبرت کا سامان ہے۔ اور یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا خطاب امت محمدیہ کو ہو کہ ہم نے سابقہ قوموں کے بعد آپ لوگوں کو خلیفہ کی حیثیت سے مالک و متصرف بنایا ہے لہذا تمہارا فرض ہے سابقہ لوگوں کے حالات سے سبق حاصل کر کے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات غفلت میں ضائع مت کرو۔ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ: منکرین کا انجام۔ ﴿۴۰﴾ مشرکین سے طریق مناظرہ۔ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ الخ مشرکین سے دلیل نقلی کا مطالبہ۔ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ الخ مختار کل ہونے کا بیان و عقلی دلیل ②... یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے جو اتنے بڑے بڑے کرات عظام کو اپنے مرکز سے ہٹنے اور اپنے مقام و نظام سے ادھر ادھر سرکنے نہیں دیتا اور اگر بالفرض یہ چیزیں اپنی جگہ سے ٹل جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی طاقت ہے کہ ان کو قابو میں رکھ سکے چنانچہ قیامت میں جب یہ سارا نظام اللہ تعالیٰ درہم برہم کرے گا تو کوئی قوت اس کو روک نہیں سکے گی۔

(تفسیر عثمانی ص۔ ۵۷۶)

﴿۴۲﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ الخ مشرکین کا معاہدہ۔ ربط آیات : گزشتہ آیات میں یہ بتلایا کہ یہ مشرکین کفر وشرک کی وجہ سے بھی قہر الٰہی کے مستحق ہیں لیکن اللہ کے حلم سے بچے ہوئے ہیں۔ اب آگے اللہ تعالیٰ مشرکین کی بد عہدی اور ان کے مکر وفریب بیان کرتے ہیں کہ یہ مشرکین عرب آپ کی بعثت سے پہلے پختہ قسمیں کھایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آتا تو ہم ہدایت اختیار کرتے پہلے امتوں سے بڑھ کر ہوتے یعنی یہود ونصاریٰ کی طرح تکذیب نہ کرتے بلکہ ان سے بہتر ہوتے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ایک کتاب ہدایت بھی ساتھ لے کر آیا تو یہ لوگ اس کی دشمنی پر کمربستہ ہوگئے۔ (معالم التنزیل ص۔ ۴۹۶۔ ج۔ ۳)

﴿۴۳﴾ کفار کا تکبر اور مکر وفریب : "وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ الخ۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص دوسروں کا برا چاہتا ہے۔ وہ خود بھی برائی کا شکار ہو جاتا ہے اس پر شبہ ہوتا ہے کہ جس کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اس کو نقصان تو پہنچ ہی جاتا ہے؟

جواب: ❶ ... اس کو جو نقصان یا تکلیف پہنچتی ہے وہ دنیا کا نقصان ہے اور برائی پہنچانے والے کو آخرت کا نقصان ہے جو سخت عذاب ہے دنیوی نقصان کے مقابلہ میں نہ ہونے کے برابر ہے۔

جواب: ❷ ... اس کا وبال اس پر دنیا میں بھی آتا ہے جیسا کہ غزوہ خندق کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور اہل ایمان کو بنی قریظہ پر چڑھائی کا حکم دیا کہ ان لوگوں نے دفاعی عہد شکنی کی تھی پھر ان لوگوں نے خود حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا فیصل مقرر کیا اور انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ ان کے بالغ تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو غلام اور لونڈی بنا دیا جائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فیصلہ کو پسند کیا۔

خلاصہ کلام : اس فیصلہ پر عمل درآمد ہوا۔ اس سے واضح معلوم ہوا کہ بسا اوقات سزا دنیا میں مل جاتی ہے۔ لیکن یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے لیکن آخرت کی سزا تو یقینی ہے۔

، فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا الخ دستور خداوندی : خلاصہ یہ ہے کہ کسی کو مجال نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دستور کو اور قانون عذاب کو کافروں اور مکاروں سے پھیر کر دوسروں کی طرف لے جائے اور غیر پر رکھ دے بلکہ وہ عذاب جن کے لئے مقرر ہو چکا ہے وہی اس کا مستحق ہے نہ کہ غیر، تبدیل سے مراد عذاب کو رحمت سے بدل دینے کے ہیں اور "تحول" سے عذاب کو مجرمین سے غیر مجرمین کی طرف منتقل کر دینے کے ہیں۔

﴿۴۴﴾ تذکیر بایام اللہ : سے مجرمین کے لئے مقام عبرت۔ ﴿۴۵﴾ مجرمین کے لئے مہلت۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کی شامت اعمال کے باعث فوری گرفت کرلے تو زمین پر کوئی جاندار نہ رہنے پائے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک مدت تک مہلت دے رکھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام حیوانات انسان ہی کے لئے پیدا کئے گئے تھے جب انسان زمین پر نہیں رہیں گے تو اب ان کے باقی رکھنے کا کیا فائدہ؟ وَلٰكِنْ الخ حکمت مہلت : سورۃ کے ختم پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا بلکہ جب مقررہ میعاد آجائے گی تو اپنے علم کے حساب سے سزا دے گا۔

ختم شد سورۃ فاطر بحمد اللہ تعالیٰ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین
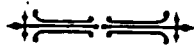
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ یٰسین

نام اور کوائف:۔۔۔ اور سورہ کا نام سورہ یٰسین ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے اسی سے یہ نام ماخوذ ہے ترتیب تلاوت میں۔ ۳۶۔ ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۴۱۔ ویں نمبر پر ہے اس میں پانچ رکوع۔ ۸۳۔ آیات ہیں۔ اس سورۃ کا نام جیسے سورۃ یٰسین مشہور ہے۔ اس طرح ایک حدیث میں اس کا نام "عظیمہ" بھی ہے اور تورات میں "معمہ" آیا ہے یعنی اپنے پڑھنے والوں کے لئے دنیا و آخرت کی خیرات و برکات عام کرنے والی، اور اس کے پڑھنے والوں کا نام شریف آیا ہے اور بعض روایات میں اس کا نام "مدافعہ" بھی آیا ہے۔ یعنی اپنے پڑھنے والے سے بلاؤں کو دفع کرنے والی اور بعض احادیث میں اس کا نام "قاضیہ" بھی مذکور ہے یعنی حاجات کو پورا کرنے والی۔ (روح المعانی۔ ص۔ ۵۲۳۔ ج۔ ۲۲)

یہ سورۃ مکی دور کے وسطی زمانہ میں سورۃ جن کے بعد نازل ہوئی۔

ربط آیات ❶ ۔۔۔ گزشتہ سورۃ کے آخر میں کفار کی قسم کا یہ قول نقل فرمایا۔ کما قال تعالیٰ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ الخ اب اس سورۃ میں قسم کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت کو بیان کیا۔ کما قال تعالیٰ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ" اور "لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ" سے یہ بتایا کہ کفار جس انذار کے انتظار میں تھے تو حسب ضرورت ان کے انذار کے لئے یہ نبی آ گیا اب چاہئے حسب وعدہ اس پر ایمان لائیں۔

❷ ۔۔۔ گزشتہ سورۃ میں زیادہ تر توحید اور رسالت کا مضمون تھا اور آخر سورۃ میں منکرین نبوت کی تہدید تھی۔ کما قال تعالیٰ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ۔۔۔ الخ اب اس سورۃ کو اثبات رسالت اور متکبرین کی تہدید سے شروع فرماتے ہیں اور حسب سابق آپ کو تسلی دیتے ہیں۔ کما لا یخفی۔

موضوع سورۃ:۔۔۔ اصول ثلاثہ یعنی دلائل عقلی و نقلی کے ساتھ توحید خداوندی اور رسالت اور بعث بعد الموت کا اثبات۔

خلاصہ سورۃ:۔۔۔ آنحضرت ﷺ کی رسالت کا اثبات، توحید باری تعالیٰ کا اثبات، قدرت خداوندی پر دلائل قیامت کا نقشہ، اہل ایمان کے لئے انعام و اکرام، منکرین کے لئے سزا، قرآن کی اہمیت، بعث بعد الموت کا اثبات وغیرہ۔ واللہ اعلم

فضائل سورۃ:۔۔۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس مرنے والے کے پاس سورۃ یٰسین پڑھی جائے تو اس کی موت آسان ہو جاتی ہے۔ رواہ دیلمی و ابن حبان۔ (مظہری۔ ص۔ ۱۰۴۔ ج۔ ۸)

یحییٰ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو سورۃ یٰسین پڑھ لے وہ شام تک خوشی اور آرام سے رہے گا۔ اور جو شام کو پڑھ لے تو صبح تک خوشی میں رہے گا اور فرمایا کہ مجھے یہ بات ایسے شخص نے بتلائی ہے جس نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ اخرجہ ابن الفریس۔ (مظہری۔ ص۔ ۱۰۴۔ ج۔ ۸)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "يٰسٓ قَلْبُ الْقُرْاٰنِ" یعنی سورۃ یٰسین قرآن کریم کا دل ہے اور اس حدیث کے بعض الفاظ میں ہے کہ جو شخص سورۃ یٰسین کو خالص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے لئے پڑھتا ہے اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اس کو اپنے مردوں پر پڑھا کرو۔

(رواہ احمد و ابوداؤد و النسائی و ابن حبان و الحاکم وغیرہم کذا فی الروح المعانی۔ ص۔ ۵۲۲۔ ج۔ ۲۲۔ مظہری۔ ص۔ ۱۰۳۔ ج۔ ۸)

سُوْرَۃُ یٰسٓ مَکِّیَّۃٌ وَّہِیَ ثَلٰثٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰیَۃً وَّخَمْسُ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

یٰسٓ ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ﴿۲﴾ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳﴾ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴﴾

یٰسٓ ﴿۱﴾ قسم ہے حکمت والے قرآن کی ﴿۲﴾ بیشک آپ اللہ کے رسولوں میں سے ہیں ﴿۳﴾ سیدھے راستے پر ہیں ﴿۴﴾ قرآن اتارا ہوا ہے کمال قدرت

تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ﴿۵﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُہُمْ فَہُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾ لَقَدْ

رکھنے والے اور نہایت مہربان خدا کی طرف سے ﴿۵﴾ تا کہ آپ ڈرائیں قوم کو کہ نہیں ڈرائے گئے انکے آباؤ اجداد پس وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ﴿۶﴾ البتہ تحقیق ثابت ہوگئی ہے

حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَکْثَرِہِمْ فَہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِہِمْ اَغْلٰلًا

یہ بات انکی اکثریت پر پس وہ نہیں ایمان لائیں گے ﴿۷﴾ بیشک ہم نے کردیئے ہیں انکی گردنوں میں طوق پس وہ ٹھوڑیوں تک

فَہِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَہُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْہِمْ سَدًّا وَّمِنْ

اٹھے ہوئے ہیں پس انکے سر اوپر کو اٹھ رہے ہیں ﴿۸﴾ اور بنائی ہے ہم نے انکے سامنے رکاوٹ اور انکے پیچھے بھی رکاوٹ پس ہم نے انکو ڈھانپ دیا ہے

خَلْفِہِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰہُمْ فَہُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَسَوَآءٌ عَلَیْہِمْ ءَاَنْذَرْتَہُمْ

اوپر سے پس وہ نہیں دیکھتے ﴿۹﴾ اور برابر ہے ان پر کہ آپ انکو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان قبول

اَمْ لَمْ تُنْذِرْہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ

نہیں کریں گے ﴿۱۰﴾ بیشک آپ اسکو ڈر سناتے ہیں جو پیروی کرتا ہے نصیحت کی اور ڈرتا ہے رحمان سے بغیر دیکھے

فَبَشِّرْہُ بِمَغْفِرَۃٍ وَّاَجْرٍ کَرِیْمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَہُمْ

پس آپ خوشخبری دیدیں اسکو بخشش اور عزت والے اجر کی ﴿۱۱﴾ بیشک ہم زندہ کرتے ہیں مردوں کو اور لکھتے ہیں وہ جو آگے بھیجا اور انکے نشانات بھی اور ہر چیز کو ہم نے شمار کر رکھا ہے

وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۲﴾

ایک کھلی کتاب میں ﴿۱۲﴾

خلاصہ رکوع ❶ ۔۔۔ فضیلت قرآن، اثبات رسالت خاتم الانبیاء، نزول قرآن، حکمت نزول قرآن، تقدیر الٰہی سے تسلی خاتم الانبیاء، بعد عن الدین کی مثال ا۔۲۔ خلاصہ تمثیلات ماسبق، مستفیدین من الانذار نتیجہ۔ا۔۲۔ تذکیر بما بعد الموت۔ ماخذ آیات۔۲ تا ۱۲+

﴿۱﴾ یٰسٓ :اس کے متعلق مشہور تو یہی ہے کہ یہ حروف مقطعات میں سے ہے کہ اس کی مراد اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اور اس کے خزانہ غیب کا ایک سر مکتوم ہے جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے نزدیک۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ رحمہ اللہ اور ضحاک رحمہ اللہ اور حسن بصری رحمہ اللہ اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے منقول ہے "یٰسٓ" کے معنی "یا انسان" کے ہیں اس لئے کہ آپ سید البشر اور

منزل غفران ۔ ع ۱ ۱۸

سیدالانس والجان ہیں لفظ "یٰس" "یا انسان" کا مخفف ہے، اور "انسان" سے کامل انسان مراد ہے۔ جس کا مصداق حضرت محمد ﷺ ہیں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا نام ان دو عظیم الشان حرفوں سے رکھا یعنی "یا" اور "سین" سے اس میں بڑے راز ہیں۔
(روح المعانی۔ص۔۵۲۵۔ج۔۲۲)

علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کسی کا نام "یٰس" رکھنا جائز نہیں کیونکہ یہ اسماء الٰہیہ میں سے ہے اور اس کا صحیح معنی معلوم نہیں اس لئے ممکن ہے کہ کوئی ایسا معنی ہو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہو جیسے خالق رازق وغیرہ۔ البتہ اس لفظ کا رسم الخط "یاسین" کے ساتھ لکھا جائے تو پھر جائز ہے کیونکہ سورۃ صافات آیت۔ ۱۳۰ میں "سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ" ہے۔ (ابن عربی) آیت مذکورہ کی مشہور قرأت "اِلْيَاسِيْنَ" ہے مگر بعض قرأتوں میں "اٰلِ یاسین" بھی آیا ہے۔

وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ۔ (قسم) فضیلت قرآن: قسم ہے حکمت والے قرآن کی۔ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ: (جواب قسم) اثبات رسالت خاتم الانبیاء: (بیشک آپ اللہ کے رسولوں میں سے ہیں) اس قسم سے ایک تو کفار کا رد مقصود ہے جو قسم کھا کر آپ کی رسالت کا انکار کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جواب میں قسم کھا کر آپ کی نبوت و رسالت کو بیان کیا کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ قسم دراصل جواب قسم کی دلیل ہے دلائل نبوت اور براہین رسالت میں سب سے بڑی دلیل آپ کی نبوت پر قرآن کریم ہے جس طرح تورات و انجیل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی دلیل تھی۔ بلکہ ان سے قرآن کریم آپ کی نبوت و رسالت پر بڑھ کر دلیل ہے۔ اس کے بعد کا جملہ "عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" یہ پہلے جملہ کی تاکید ہے اس لئے جو رسول ہوگا وہ راہ راست پر ہوگا اور یہ آپ کی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت و رسالت کو قسم کھا کر بیان کیا، باقی کسی نبی کی رسالت و نبوت کو قسم کھا کر بیان نہیں کیا۔ ﴿۵﴾ نزول قرآن۔ ﴿۶﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا الخ حکمت نزول قرآن: اس میں یہ بتلایا کہ نبی کا کام انذار ہے نہ کہ اجبار یعنی نبی فقط ڈرانے کے لئے ہے باقی ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ (معارف القرآن۔ حضرت کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

﴿۷﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ الخ تقدیر الٰہی سے تسلی خاتم الانبیاء۔ ﴿۸﴾ اِنَّا جَعَلْنَا الخ بعد عن الدین کی مثال۔ ❶ "فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ" ان کے سر اوپر کو اٹھ رہے ہیں یہ طوق کسی چیز کا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد تکبر کا طوق ہے جحود کا انکار کا وہ طوق اتنا ہے کہ نیچے راستہ تب نظر آئے گا کہ سر نیچے جھکائے۔ ﴿۹﴾ بعد عن الدین کی مثال۔ ❷ یہ بھی ان کے کفر و عناد اور مخالفانہ جد و جہد کی تصویر و تمثیل ہے۔ مذکورہ لوگ ہدایت کے قابل نہیں۔ اس پر بظاہر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ خود ہی کسی انسان کے گلے میں طوق ڈال دیا ہے تو پھر اس سے صراط مستقیم پر چلنے کی امید کس طرح کی جاسکتی ہے اور اسکو مکلف کیوں ٹھہرایا جاسکتا ہے؟۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ابتداء ہی میں کسی شخص کے راستے میں مذکورہ رکاوٹیں کھڑی نہیں کر دیتا بلکہ پہلے ہدایت کے جملہ اسباب مہیا کر کے اور ہدایت اور گمراہی کے اصول واضح کر کے اسے اختیار دیتا ہے کہ وہ ہدایت اور گمراہی میں سے جو راستہ چاہے اختیار کرے ہدایت کے اسباب میں سے سب سے بڑی چیز عقل ہے عقل بہت بڑی رحمت ہے جس کے ذریعے انسان غور و فکر کر کے اچھائی اور برائی میں امتیاز کرسکتا ہے گویا ہدایت کے سامان مہیا کرنے کے بعد فرمایا۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔ (الکہف۔۲۹۔ دروس القرآن)

﴿۱۰﴾ تسلی خاتم الانبیاء خلاصہ ماسبق تمثیلات۔ اس آیت کی تفسیر سورۃ بقرہ آیت۔ ۶ میں دیکھیں۔

﴿۱۱﴾ مستفیدین من الانذار۔ فَبَشِّرْهُ الخ نتیجہ۔ ❶ ۔۔۔ وَاَجْرٍ ۔۔۔ الخ نتیجہ۔ ❷ ۔

﴿۱۲﴾ تذکیر بمابعد الموت:۔۔۔ "وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا" سے مراد وہ کام جو اپنے ہاتھ سے کیا ہو اور "اٰثَارَهُمْ" سے مراد وہ اثر جو اس کام کے سبب سے پیدا ہوا اور موت کے بعد بھی باقی رہا مثلاً مدرسہ مسجد بنوادی یا اچھا طریقہ جاری کیا۔ خلاصہ کلام: اچھے اعمال ہوں یا برے سب تحریر و ضبط میں آتے رہتے ہیں۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ

اور بیان کریں آپ انکے سامنے مثال بستی والوں کی جب کہ آئے ان کے پاس بھیجے ہوئے ﴿۱۳﴾ جبکہ ہمنے بھیجا انکی طرف دو کو پھر ان دونوں کو انہوں نے جھٹلایا

اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا

پھر ہمنے قوت دی ایک تیسرے کے ساتھ تو انہوں نے کہا بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے ہوئے ہیں ﴿۱۴﴾ کہا ان لوگوں نے نہیں ہو تم مگر انسان ہمارے جیسے

بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ

اور نہیں اتارا خدائے رحمان نے کسی چیز کو نہیں ہو تم مگر جھوٹ بولتے ﴿۱۵﴾ کہا انہوں نے کہ ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ بیشک

اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ

ہم تمہاری طرف البتہ بھیجے ہوئے ہیں ﴿۱۶﴾ اور نہیں ہے ہمارے ذمے مگر کھول کر پیغام پہنچا دینا ﴿۱۷﴾ اور کہنے لگے بیشک ہم تمہاری وجہ سے شگون لیتے ہیں اگر تم باز نہیں آؤ

تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ

گے تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے اور پہنچے گا تمکو ہماری طرف سے دردناک عذاب ﴿۱۸﴾ کہا انہوں نے تمہارا شگون تمہارے ساتھ ہی ہے

ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ

اس وجہ سے کہ تمکو نصیحت کی گئی ہے بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو ﴿۱۹﴾ اور آیا شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا کہنے لگا

يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

اے میری قوم کے لوگو پیروی کرو بھیجے ہوؤں کی ﴿۲۰﴾ تابعداری کرو انکی جو نہیں مانگتے تم سے بدلہ اور وہ ہدایت کے راستہ پر ہیں ﴿۲۱﴾

وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ

اور کیا ہے مجھے کہ میں نہ عبادت کروں اس ذات کی جسنے مجھے پیدا کیا ہے اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے ﴿۲۲﴾ کیا بناؤں میں اللہ کے سوا دوسروں کو معبود؟

الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾

اگر خدائے رحمان چاہے نقصان پہنچانا تو انکی سفارش مجھے کچھ کام نہیں آسکتی اور نہ وہ چھڑا سکتے ہیں ﴿۲۳﴾ اس وقت تو میں البتہ گمراہی میں ہو جاؤں گا ﴿۲۴﴾

إِنِّيٓ ءَامَنتُ بِرَبِّكُمْ فَٱسْمَعُونِ ﴿٢٥﴾ قِيلَ ٱدْخُلِ ٱلْجَنَّةَ ۖ قَالَ يَٰلَيْتَ قَوْمِى يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾

تحقیق میں ایمان لایا ہوں تمہارے پروردگار پر پس سنو ﴿۲۵﴾ کہا گیا اس شخص سے کہ داخل ہو جاؤ جنت میں اسنے کہا کاش میری قوم کے لوگ جانتے ﴿۲۶﴾

بِمَا غَفَرَ لِى رَبِّى وَجَعَلَنِى مِنَ ٱلْمُكْرَمِينَ ﴿٢٧﴾ ۞ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِۦ مِنۢ بَعْدِهِۦ مِن

اس چیز کو کہ بخشا ہے مجھے میرے پروردگار نے اور بنایا ہے مجھے عزت والوں میں سے ﴿۲۷﴾ اور نہیں اتارا ہم نے اسکی قوم پر اسکے بعد کوئی لشکر آسمان سے

جُندٍ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ ﴿٢٨﴾ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَٰحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَٰمِدُونَ ﴿٢٩﴾

اور نہ ہی تھے ہم اتارنے والے ﴿۲۸﴾ اور نہیں تھی مگر ایک چیخ پس اچانک وہ سب بجھنے والے ہو گئے ﴿۲۹﴾

يَٰحَسْرَةً عَلَى ٱلْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٣٠﴾ أَلَمْ يَرَوْا۟

افسوس ہے بندوں پر، نہیں آتا ان کے پاس کوئی رسول مگر وہ اسکے ساتھ ٹھٹا کرتے ہیں ﴿۳۰﴾ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ ہم نے

كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ ٱلْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٣١﴾ وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا

ان سے پہلے کتنی جماعتیں ہلاک کر دی تھیں، بیشک وہ انکی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے ﴿۳۱﴾ اور نہیں ہے کوئی مگر تمام کے تمام ہمارے

مُحْضَرُونَ ﴿٣٢﴾

پاس حاضر کئے جائیں گے ﴿۳۲﴾

﴿۱۳﴾ وَٱضْرِبْ لَهُم... الخ ربط آیات : اوپر منکرین نبوت و رسالت کا ذکر تھا اب ان کو متنبہ کرنے کے لئے قرآن کریم نے بطور تمثیل کے پہلے زمانے کا ایک قصہ بیان کیا ہے جو ایک بستی میں پیش آیا تھا۔ (معارف القرآن)

خلاصہ رکوع ❷ ... داستان اصحاب انطاکیہ سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء، تشریح مرسلین، تکذیب مرسلین، تائید خداوندی، مرسلین کا تبلیغ و پیغام، شکوہ اصحاب انطاکیہ، جواب شکوہ از مرسلین، فریضہ مرسلین، اصحاب انطاکیہ کا بے ادبی کا اظہار، اصحاب انطاکیہ کی دھمکی، جواب مرسلین، آمد مرد موحد، مرد موحد کی تبلیغ و پیغام، خصوصیت مرسلین، مرد موحد کی طریق تبلیغ کا حصہ اول، حصہ دوم، نتیجہ شرک، مرد موحد کا مسلک، مرد موحد کیلئے بشارت، مرد موحد کی تمنا، سبب مغفرت، مخالفین مرسلین سے انتقام، کیفیت انتقام، مکذبین کی مذمت، تذکیر بایام اللہ سے تخویف مشرکین، تذکیر بمابعد الموت سے تخویف اخروی۔ ماخذ آیات۔ ۱۳ تا ۳۲+

داستان اصحاب انطاکیہ سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء۔۔ چونکہ اس واقعہ کی اطلاع آپ نے وحی الٰہی کے ذریعہ سے دی جو آپ کی نبوت و رسالت پر واضح دلیل ہے۔ جمہور مفسرین فرماتے ہیں اس "قریہ" سے مراد انطاکیہ کی بستی ہے۔ (قرطبی۔ص۔۱۷۔ج۔۱۵)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ آیات قرآن کا مضمون سمجھنے کے لئے اس بستی کی تعیین ضروری نہیں اور قرآن کریم نے اس کو مبہم رکھا ہے۔ تو ضرورت ہی کیا ہے کہ اس کی تعیین پر اتنا زور لگایا جائے۔ سلف صالحین کا یہ ارشاد ہے کہ "أَبْهِمُوا مَا أَبْهَمَهُ اللہ" یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا ہے تم بھی اسے مبہم رہنے دو اس کا مقتضیٰ بھی یہی ہے۔ ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کعب احبار اور وہب بن منبہ رحمہ اللہ کی روایت نقل کی ہے کہ یہ تینوں بزرگ جن کا اس قریہ میں بھیجنے کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ ان کے نام اس روایت میں صادق، صدوق اور شلوم مذکور ہیں اور ایک روایت میں پہلے کا شمون دوسرے کا نام

یوحنا اور تیسرے کا نام بولس آیا ہے۔ (ابن کثیر۔ص۔۹۳۶۔ج۔۶)
اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے کہ یہاں لفظ "مُرْسَلُوْنَ" اپنے اصطلاحی معنی میں نہیں بلکہ قاصد کے معنی میں ہے۔ اور یہ تین بزرگ جو اس قریہ کی طرف بھیجے گئے خود پیغمبر نہیں تھے۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوارین میں سے تھے۔ انہی کے حکم سے یہ اس قریہ کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے۔ (ابن کثیر۔ص۔۹۳۶۔ج۔۶)
اور چونکہ ان کے بھیجنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسولؑ تھے ان کا بھیجنا بھی بالواسطہ اللہ تعالیٰ ہی کا بھیجنا تھا اس لئے آیت میں ان کے ارسال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ مفسرین میں سے ابن کثیر رحمہ اللہ نے پہلے قول کو اور قرطبی وغیرہ نے دوسرے کو اختیار کیا ہے اور ظاہر قرآن سے بھی یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ حضرات اللہ کے نبی اور پیغمبر تھے۔ واللہ اعلم
﴿۱۴﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ... الخ تشریح مرسلین۔ فَكَذَّبُوْهُمَا : تکذیب مرسلین۔ فَعَزَّزْنَا... الخ تائید خداوندی۔ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ الخ مرسلین کی تبلیغ و پیغام۔ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ الخ شکوہ اصحاب انطا کیہ۔ فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نمائندے پیغمبر تھے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کیونکہ منکرین نے ان کے بشر ہونے کی وجہ سے انکار کیا کیونکہ قرآن کریم میں آگے سورۃ "صٓ" اور سورۃ "قمر" میں موجود ہے کہ ہمیشہ کفار نے انبیاء علیہم السلام کے بشر ہونے کی وجہ سے ان کے نبی ہونے کا انکار کیا ہے اگر وہ صرف نبی کے نمائندے ہوتے تو وہ ان کو بشر نہ کہتے یہ اس بات پر واضح قرینہ ہے کہ وہ مرسلون نبی ہی تھے۔ واللہ اعلم
﴿۱۶﴾ قَالُوْا رَبُّنَا الخ جواب شکوہ از مرسلین۔ ﴿۱۷﴾ فریضہ مرسلین۔ ﴿۱۸﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ الخ اصحاب انطا کیہ کا بے ادبی کا اظہار:... "تطیر" کا معنی پرندے کو اڑا کر اس سے سگون لینا ہے ان بستی والوں نے کہا ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں تم جب سے ہماری بستی میں آئے ہو بارش رک گئی ہے۔ اور قحط پیدا ہو گیا ہے اور تم نے گھر گھر میں اختلاف ڈال دیئے ہیں اور لڑائی بھڑائی شروع ہو گئی ہے۔ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا الخ اصحاب انطا کیہ کی دھمکی : کہ تم ایسے منحوس آئے ہو اگر تم اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو تمہیں سنگسار کر دیا جائے گا۔ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ : جواب مرسلین : کہنے لگے تمہارا سگون تمہارے اعمال بد کی وجہ سے ہے بلکہ تمہارے کفر و شرک کا نتیجہ ہے اس کے بعد لوگوں نے مرسلین پر بڑی سختی کی۔
فَائِدَہ :... شگون لینا مشرکین عرب میں بھی دستور عام تھا جب کسی کام کے ارادے سے نکلتے تو کسی پرندے کو اڑاتے اگر وہ دائیں طرف کو اڑتا تو جان لیتے کہ ان کا یہ سفر مبارک ہے، اور جس کام کے لئے جا رہے ہیں وہ ہو جائے گا بر خلاف اس کے کہ اگر پرندہ اڑ کر بائیں طرف کو جاتا تو سمجھتے کہ حالات ان کے حق میں نہیں۔ لہٰذا وہ اس کام کا ارادہ ترک کر دیتے۔
﴿۲۰﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى : آمد مرد موحد: جس وقت ان رسولوں پر شہر کے لوگوں نے یلغار کی تو یہ شخص دوڑ کر آیا تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کا نام حبیب تھا پیشہ کے اعتبار سے نجار تھا یعنی لکڑی کا کام کرتا تھا قرطبی میں ہے کہ اس شخص کو جزام کی بیماری لاحق تھی، اور اس کا مکان شہر کے سب سے آخری دروازے پر تھا ستر سال سے معبودان باطلہ سے اپنی تندرستی کی دعا کرتا تھا۔ یہ رسول انطا کیہ میں اتفاقاً اسی دروازے سے داخل ہوئے انہوں نے اس کو بت پرستی سے باز آنے کی دعوت دی، اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ کیا اس جزامی آدمی نے ان سے ان کے دعویٰ میں سچے ہونے کی دلیل پوچھی؟ تو انہوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں آپ تندرست ہو جائیں گے اس پر اس نے کہا ستر سال مجھے بیت چکے ہیں اپنے معبودوں سے دعا مانگتے ہوئے کچھ فائدہ نہیں ہوا، تمہارا رب ایک دن میں میری حالت کیسے بدل دے گا؟ انہوں نے کہا ہمارا رب ہر چیز پر قادر ہے اور جن کو تم نے خدا بنایا ہے ان کی کوئی حقیقت نہیں اور وہ کسی کو نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے یہ شخص سن کر ایمان لایا اور ان کی دعا سے بیماری سے بالکل صحت یاب ہو گیا۔ اور ایمان اس حد تک اس کا پختہ ہو گیا کہ اس نے طے کیا دن بھر میں جو کچھ کماؤں گا اس کا آدھا حصہ اللہ کے راہ میں خرچ کروں گا۔ (قرطبی ص ۲۰، ۲۱ ج ۱۵)

قَالَ یٰقَوْمِ الخ مرد موحد کی تبلیغ و پیغام :اور اپنی قوم کو سمجھایا۔ ﴿۲۱﴾خصوصیت مرسلین :وہ بے لوث تبلیغ کرتے تھے۔ ﴿۲۲﴾ مرد موحد کی طریق تبلیغ کا حصہ اول۔ ﴿۲۳﴾حصہ دوم۔ ﴿۲۴﴾نتیجہ شرک۔ ﴿۲۵﴾مرد موحد کا مسلک :حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ لاتوں اور ٹھوکروں سے لوگوں نے اس کو شہید کر دیا۔ (تفسیر خازن۔ص۔٦۔ج۔۴۔قرطبی۔ص۔۲۱۔ج۔۱۵)

اور یہ دعائیہ کلمات کہتا جاتا تھا "اللّٰھمّ اھْدِ قَوْمِی" اے میرے پروردگار: میری قوم کو ہدایت عطا کر دے یہاں تک کہ انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ (قرطبی۔ص۔۲۱۔ج۔۱۵)

﴿۲۶﴾قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ الخ مرد موحد کے لئے بشارت۔ یہ خطاب کسی فرشتے کے ذریعہ ہوا ہے کہ جنت میں چلے جاؤ کہ جنت تمہارا مقام متعین ہو چکا ہے۔ جو اپنے وقت پر حشر و نشر کے بعد حاصل ہوگا۔ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کے اس لفظ سے جنت میں داخل ہو جاؤ اس کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اس شخص کو شہید کر دیا گیا کیونکہ دخول جنت کا مشاہدہ بعد موت ہی قبر میں بھی ہو سکتا ہے۔ (ص۔۲۲۔ج۔۱۵)

حدیث شریف میں ہے سوال و جواب کے بعد کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ اور اسے راحت محسوس ہونے لگتی ہے۔ اگر کفر و شرک کیا ہے تو عذاب محسوس کرتا ہے۔ بہر حال جنت سے مراد قبر و برزخ میں جنت کا احساس بھی ہو سکتا ہے۔

قَالَ يٰلَيْتَ الخ مرد موحد کی تمنا۔ ﴿۲۷﴾ سبب مغفرت :وہ توحید اور ایمان ہے ان اسباب سے اللہ نے مجھے معاف کر دیا ہے اور عزت بخشی ہے۔ اہل صلاح کی عادت ہوتی ہے کہ وہ غصہ کو پی جاتے ہیں اور دشمنوں پر بھی رحم کرتے ہیں، اسی عادت کے سبب حبیب نجار نے بھی اپنی قوم کو اپنی حالت سے واقف ہو جانے کی تمنا کی تاکہ اس اطلاع کے بعد وہ ایمان لے آئیں اور طاعت گزار ہو جائیں یا اپنی قوم کو واقف بنانے کی تمنا اس نے اس وجہ سے کی کہ وہ بتانا چاہتا تھا کہ میں حق پر تھا اور قوم والے بڑی غلطی پر تھے۔

﴿۲۸﴾وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ الخ مخالفین مرسلین سے انتقام :اس قوم پر آسمانی عذاب کا ذکر ہے جس نے رسولوں کی تکذیب کی اور حبیب نجار کو شہید کیا، فرمایا کہ اس قوم کو عذاب میں پکڑنے کے لئے ہمیں آسمان سے کوئی فرشتوں کا لشکر بھیجنا نہیں پڑا، اور نہ ایسا لشکر بھیجنا ہمارا دستور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک ہی فرشتہ بڑی بڑی بہادر قوموں کو تباہ کر دینے کے لئے کافی ہے۔ رہی یہ بات کہ خندق اور بدر کے دن جو فرشتوں کو بھیجا گیا تھا وہ محض بشارت دینے اور رسول کی عظمت کا اظہار کرنے اور مسلمانوں کے دلوں کو تسکین دینے کے لیے تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ" (آل عمران۔۱۲۶)

﴿۲۹﴾اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ: کیفیت انتقام :پس اچانک وہ بجھنے والے ہو گئے یعنی وہ ایک طرف صفحہ ہستی سے ملیامیٹ ہو گئے جس طرح دہکتے ہوئے کوئلے پر پانی ڈال دیا جائے تو وہ بجھ جاتا ہے۔ ابن کثیر میں ہے کہ اللہ نے ایک فرشتے کو بھیجا جس نے شہر کے دروازے پر ہاتھ رکھ کر ایسی چیخ ماری کہ سب اہل بستی کے دل پھٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گئے۔

(ابن کثیر۔ص۔۹۴۰۔ج۔٦)

﴿۳۰﴾ مکذبین کی مذمت۔ ﴿۳۱﴾تذکیر بایام اللہ سے تخویف مشرکین۔ ﴿۳۲﴾تذکیر بما بعد الموت سے تخویف اخروی۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيْهَا

ان لوگوں کیلئے ایک نشانی مردہ زمین ہے جسے ہم نے زندہ کر دیا اور نکالا اس سے اناج پس اس سے وہ کھاتے ہیں ﴿۳۳﴾ اور بنائے ہم نے اس میں

جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا

باغات کھجوروں اور انگوروں کے اور چلائے ہم نے اسمیں چشمے ﴿۳۴﴾ تاکہ یہ کھائیں اسکے پھل سے اور نہیں بنایا اسے انکے

عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ

ہاتھوں نے کیا یہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے؟ ﴿۳۵﴾ پاک ہے وہ ذات جس نے پیدا کئے جوڑے سب کے سب جنکو زمین اگاتی ہے اور خود انمیں سے

الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا

اور ان چیزوں میں سے جن کو یہ نہیں جانتے ﴿۳۶﴾ اور رات بھی ان کیلئے نشانی ہے ہم کھینچ لیتے ہیں اسکو دن سے پس اچانک

هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ ؕ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ

یہ اندھیرے میں ہو جاتے ہیں ﴿۳۷﴾ اور سورج چلتا ہے اپنے مستقر کے لئے یہ ہے اندازہ ٹھہرایا ہوا زبردست اور علم والے پروردگار کا ﴿۳۸﴾ اور چاند کو ہم نے مقدر مقرر کیا ہے

مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ

اسکو مختلف منزلوں میں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے ﴿۳۹﴾ نہ تو سورج چاند کو پا سکتا ہے

وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي

اور نہ رات سبقت کرنے والی ہے دن سے اور یہ سب اپنے اپنے مدار کے اندر تیر رہے ہیں ﴿۴۰﴾ اور ایک نشانی ان کیلئے یہ ہے کہ بیشک ہم نے اٹھایا انکی نسل کو

الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ

بھری ہوئی کشتی میں ﴿۴۱﴾ اور ہم نے پیدا کی ان کیلئے اس جیسی چیزیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں ﴿۴۲﴾ اور اگر ہم چاہیں تو انکو غرق کر دیں پس کوئی فریاد کو

وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ ۙ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ

پہنچنے والا نہ ہو اور نہ ہی یہ چھڑائے جائیں ﴿۴۳﴾ مگر مہربانی ہے ہماری طرف سے اور فائدہ اٹھانے کا سامان ایک وقت تک ﴿۴۴﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ

اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا

بچو اس چیز سے جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿۴۵﴾ اور نہیں آتی انکے پاس کوئی نشانی انکے رب کی نشانیوں میں سے مگر

كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اس سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں ﴿۴۶﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خرچ کرو اسمیں سے جو اللہ نے تمہیں روزی دی ہے تو کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾

ان لوگوں سے جو ایمان لائے، کیا ہم کھلائیں اسکو کہ اگر اللہ چاہتا تو اسے خود کھلاتا ہو تم مگر کھلی گمراہی میں ﴿۴۷﴾

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً

اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو ﴿۴۸﴾ نہیں انتظار کرتے یہ مگر ایک ہی چیخ کا جو پکڑ لے گی انکو اور یہ آپس میں

تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾

جھگڑ رہے ہوں گے ﴿۴۹﴾ پس نہ طاقت رکھیں گے یہ وصیت کرنیکی اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر آسکیں گے ﴿۵۰﴾

ع ۱۸ / ۲

﴿۳۳﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ... الخ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں سرکشوں کے حال کو بیان کیا جو توحید نبوت ورسالت اور قیامت کے منکر تھے یہاں سے تذکیر بآلاء اللہ کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے دلائل اور نمونے بیان کئے ہیں جن سے توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال اور قیامت کا اثبات ہوتا ہے۔

خلاصہ رکوع ۳ تذکیر بآلاء اللہ کے ضمن میں آیات ارضیہ سے قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ۔ ۱۔ عام آیات ارضیہ اور آیات انفسیہ سے قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ۔ ۲۔ بعض آیات آفاقیہ سماویہ اور بعض آثار سے قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ۔ ۳۔ نشانی۔ ۱۔ ۲۔ قبل الوقت ظہور کی ممانعت، آیات آفاقیہ ارضیہ رکوب سفر سے قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ۔ ۴۔ وعید، نفی شفیع قہری، شفقت خداوندی، امہال مجرمین، ترغیب، منکرین کا شکوہ، جواب شکوہ، منکرین کا شکوہ جواب شکوہ، نفی شفیع قہری۔ ماخذ آیات۔ ۳۳ تا ۵۰+

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الخ تذکیر بآلاء اللہ کے ضمن میں آیات ارضیہ سے قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ۔ ۱ مردہ بنجر زمین کا آباد کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ہے تمہیں اسی خدائے "وحدہ لا شریک لہ" کی طرف دعوت دی جاتی ہے جس نے زمین سے میوہ جات محض اپنی قدرت سے تیار کئے تاکہ انسان کھائیں اور اپنے مالک حقیقی کا شکریہ ادا کریں اور اس کی طرف متوجہ ہوں۔

استخراج مسئلہ: جو خدا مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے وہی خدا ایک مردہ قوم کو زندہ کردے یہ کیا مشکل ہے "وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ" کہ یہ چیزیں ہم نے پیدا کی ہیں۔ ان کے ہاتھوں نے پیدا نہیں کیں لہٰذا ان نعمتوں کا شکر لازم ہے۔

﴿۳۶﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ الخ عام آیات ارضیہ اور انفسیہ سے قدرت باری تعالیٰ نمونہ۔ ۲ اللہ تعالیٰ نے جوڑے بنائے خواہ تقابل کی حیثیت سے ہوں جیسے مرد عورت، نر، مادہ، کھٹا، میٹھا، سیاہ، سفید، دن، رات اندھیرا، اجالا۔ یا تماثل کی حیثیت سے ہوں جیسے ایک رنگ اور ایک مزے کے پھل اور ایک شکل وصورت کے دو جانور بہرحال مخلوقات میں کوئی مخلوق نہیں جس کا مقابل اور مماثل نہ ہو مگر ایک اللہ کی ذات ہے جو مقابل اور مماثل سے پاک ہے۔

﴿۳۷﴾ بعض آیات آفاقیہ سماویہ اور بعض آثار سے قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ۔ ۳ "نَسْلَخُ" کہتے ہیں جانور کی کھال اتارنے کو جس سے نیچے کا گوشت ظاہر ہو جائے اسی طرح سمجھو رات کی تاریکی پر دن کی چادر پڑی ہوئی ہے جس وقت یہ نور کی چادر اوپر سے اتار لی جاتی ہے لوگ اندھیرے میں پڑے رہ جاتے ہیں اس کے بعد پھر سورج اپنے مقرر رفتار سے معین وقت پر آکر سب جگہ اجالا کرتا ہے۔ رات دن کے آنے جانے پر قیاس کر کے سمجھ لو اسی طرح اللہ تعالیٰ عالم کو فنا کر کے دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔

(تفسیر عثمانی۔ص۔ ۵۷۴۔ دارالتصنیف کراچی)

﴿۳۸﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا الخ نشانی۔ ۱ ... "شمس" اگر مستقر سے مراد مستقر زمانی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ سورج اپنے مقرر وقت تک محو سفر ہے اور قیامت کو اپنے مستقر پر پہنچ کر ختم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ"۔ جب سورج بے نور کر دیا جائے گا۔ یہ اس وقت تک اپنی رفتار سے چلتا رہے گا۔ اور اگر "مستقر" سے مراد مستقر مکانی

ہو تو معنی یہ ہوگا کہ سورج اپنے مدار میں مقررہ رفتار سے سفر کررہا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سورج اپنی منزل کی طرف چلتا رہتا ہے۔ اور ہر رات عرش عظیم کے نیچے بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہوتا ہے، اور اپنی رفتار کو جاری رکھنے کی اجازت طلب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملتی ہے، اور وہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے، پھر ایک دن آئے گا کہ حسب معمول سورج اللہ تعالیٰ سے اپنے سفر کے تسلسل کی اجازت طلب کرے گا تو حکم ہوگا کہ اپنی حرکت کو روک دو چنانچہ سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہوگا، اور دوپہر کا وقت ہوجائے گا لوگوں میں دہشت پیدا ہوجائے گی وہ خوف کے مارے ایمان کا اقرار کریں گے اس وقت ایمان لانا قبول نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی کوئی نیکی قبول ہوگی۔ (ابن کثیر۔ص۔۵۷۱۔ج۔۳۔معالم التنزیل۔ص۔۲۰۳۔ج۔۳۔قرطبی۔ص۔۲۷۔ج۔۱۵)

بعض لوگ اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب سورج اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرتا ہے تو رک کر ہی ایسا کرتا ہوگا؟ جواب علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سورج کی سجدہ ریزی کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص خواب میں کئی ایک امور انجام دیتا ہے مگر جسم میں اس کے دل کی حرکت اور اس کے ساتھ زندگی کا تعلق برابر قائم رہتا ہے اور اس میں فرق نہیں آتا۔ اسی طرح سورج بھی اپنے کام میں خلل ڈالے بغیر اللہ تعالیٰ کو ہر رات سجدہ کرتا ہے۔ (روح المعانی۔ص۔۱۴۔ج۔۲۳)

اس کے علاوہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور بعض دیگر صاحب علم وحکمت حضرات فرماتے ہیں کہ سورج اپنے سفر کے دوران ہر ہر لمحہ سفر کے تسلسل کی اجازت طلب کرتا ہے بغیر اجازت ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھتا بس اس کی اجازت طلبی کا نام ہی سجدہ ہے۔ (دروس القرآن)

﴿۳۹﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ الخ نشانی۔ ❷ ... چاند: چاند ہمیشہ ایک طرح کا نہیں رہتا ہے بلکہ روزانہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اس کی اللہ تعالیٰ نے اٹھائیس منزلیں مقرر فرمائی ہیں، اور اس چاند سے قمری مہینوں کا وجود وابستہ ہے چاند سورج مہینہ کے آخر میں ملتے ہیں تو چاند چھپ جاتا ہے، جب آگے بڑھتا ہے تو نظر آتا ہے پھر منزل بہ منزل بڑھتا چلا جاتا ہے اور چودھویں کی رات کو پورا ہوکر بعد میں گھٹنا شروع ہوجاتا ہے۔ آخر میں اپنی پہلی حالت پر آپہنچتا ہے اور کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح پتلا اور بے رونق سا ہوجاتا ہے۔

﴿۴۰﴾ قبل الوقت ظہور کی ممانعت: نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے مطلب یہ ہے کہ ہر ایک وقت مقررہ پر ظاہر ہوتے ہیں۔

﴿۴۱﴾ آیات آفاقیہ ارضیہ رکوب سفر سے قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ ❸: اس آیت کی تفسیر میں تین نعمتوں کی طرف اشارہ ہے اول بھری ہوئی کشتی کو جو بمقتضائے ثقل مقتضی غرق ہے سطح آب پر رواں کرنا۔ دوسرے ان لوگوں کو اولاد عطا فرمانا۔ تیسرے رزق وسامان دینا جس سے خود گھر بیٹھے رہیں اور اولاد کو کارندہ بنا کر بھیجیں۔ (بیان القرآن۔ص۔۱۱۱۔ج۔۹)

﴿۴۲﴾ اور سفر خشکی کے لئے ہم نے ان کے لئے کشتی ہی جیسی ایسی چیزیں پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں مراد اس سے اونٹ وغیرہ ہیں۔ ﴿۴۳﴾ وعید۔ ﴿۴۴﴾ شفقت خداوندی۔ وَمَتَاعًا الخ امہال مجرمین۔

﴿۴۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ الخ ترہیب: یہاں ایک لفظی بحث ہے اور ایک معنوی۔ لفظی بحث یہ ہے کہ یہ جملہ شرط ہے اور اس کی جزاء محذوف ہے "اعرضوا" اس پر قرینہ اگلی آیت میں "معرضین" کا لفظ ہے۔ (معالم التنزیل۔ص۔۱۱۔ج۔۴۔قرطبی۔ص۔۳۱۱۔ج۔۱۵)

اور معنوی بحث یہ ہے کہ یہ "مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ" سے کیا مراد ہے تو ہمارے استاذ محترم شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ اس کی تین تفسیریں بیان کرتے ہیں: ایک تفسیر: یہ ہے کہ "ما بمعنی" "مَنْ" کے ہے مطلب یہ

ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ڈرو اس ذات سے جو تمہارے آگے بھی ہے اور تمہارے پیچھے بھی ہے۔ تو یہ اس سے اعراض کرتے ہیں۔ دوسری تفسیر: یہ ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے ڈرو جو تمہارے آگے یہ دنیا کی زندگی ہے "مَا خَلْفَكُمْ"۔ جو تمہارے بعد آخرت کی زندگی ہے تو "مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ" سے دنیا کی زندگی اور "مَا خَلْفَكُمْ" سے آخرت کی زندگی مراد ہے۔
(معالم التنزیل۔ص۔۱۱۔ج۔۴)

تیسری تفسیر: سورۃ سبا کے پہلے رکوع میں ہے "اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ" تو معنی یہ کرتے ہیں کہ ان کے آگے جو زمین ہے اور ان کے آگے آسمان ہے ڈرو کہ زمین میں رب تمہیں دھنسا نہ دے آگے آسمان کا ٹکڑا ہے کہ رب ان پر آسمان کے ٹکڑے نہ گرا دے پیچھے تمہارے زمین جو چل کے آئے ہو پیچھے تمہارے آسمان ہے اللہ چاہیں تو ان پر ٹکڑے برسائے تو یہ اعراض کرتے ہیں۔

﴿۴۷﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ الخ ترغیب۔ قَالَ الَّذِيْنَ الخ شکوہ کفار۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ: جواب شکوہ: اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کا مقولہ ہے کہ جب مسلمان کفار کو غریبوں فقیروں کی امداد کرنے اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کے لئے کہتے تو یہ لوگ بطور مذاق کے کہتے جب کہ تم کہتے ہو کہ ساری مخلوق کا رزاق اللہ تعالیٰ ہے جب اس نے ان کو نہیں دیا تو ہم کیوں دیں۔ جو تم ہمیں ترغیب دیتے یہ تمہاری گمراہی ہے۔ حالانکہ کفار خود اقرار کرتے ہیں جب ان سے پوچھا جائے "قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ... فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ"۔ اس آیت کریمہ سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ یہ کافر اللہ تعالیٰ کے رزاق ہونے کے قائل تھے، مگر مسلمانوں سے بطور استہزاء کے کہتے جب اللہ تعالیٰ خود رزاق ہے تو وہی غریبوں کو بھی دے گا۔ ہم کیوں دیں تو ان احمقوں نے اللہ تعالیٰ کے راہ میں خرچ کرنے کو اللہ تعالیٰ کی رزاقیت کے خلاف سمجھا حالانکہ رزاق مطلق کا قانون حکیمانہ یہ ہے کہ وہ بلا واسطہ کسی کو رزق نہیں دیتا بلکہ یہ سارا عالم عالم اسباب میں ہے۔ سارا عالم اسباب و وسائل کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اگرچہ وہ اس پر بھی یقیناً قادر ہے کہ سب کو خود ہی بلا واسطہ رزق پہنچا دے جیسا کہ حیوانات میں عموماً بلا واسطہ رزق ملتا ہے مگر انسانوں میں نظام معیشت اور باہمی تعاون و محبت کی روح پیدا کرنے کے لئے رزق پہنچانے میں بعض کو بعض کے لئے واسطہ بناتا ہے تاکہ خرچ کرنے والے کو ثواب ملے، اور جس کو دیا جائے وہ اس کا احسان مند ہو کیونکہ انسانوں کا باہمی تعاون و تناصر جس پر سارا نظام عالم قائم ہے یہ تب باقی رہ سکتا ہے جبکہ ہر ایک کو دوسرے کی حاجت ہو غریب کو مالدار کے پیسے کی حاجت اور مالدار کو غریب کی محنت کی ضرورت ہے۔ اس پر سوال ہوتا ہے کہ کفار کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم کس بناء پر ہے؟
جواب: یہ حکم کسی تشریعی حکم کی تعمیل پر نہیں بلکہ انسانی ہمدردی اور شرافت کے مروجہ اصول کی بناء پر تھا۔ (معارف القرآن، م، ش، د)
دوسری تفسیر: یہ مقولہ کفار کا ہے کفار مؤمنوں سے کہتے کہ تم ہم سے کیوں مانگتے ہوا گر تم نیک ہوتے رب کے پیارے ہوتے تو رب تمہیں خود نہ دیتا۔ (معالم التنزیل۔ص۔۱۱۔ج۔۴) تیسری تفسیر: یہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے جس سے کافروں کے شبہ اور وسوسہ کا رد ہے کہ تم کیسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو کسی کو یہ علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ فلانے کے حق میں کیا چاہتا ہے اپنے بخل اور خست کے لئے اور نیک کام نہ کرنے کے لئے خدا کی تقدیر اور مشیت کو بہانہ بنانا یہ صریح گمراہی ہے۔ (معارف القرآن۔ص۔۴۵۷۔ج۔۶۔م،۱،کا)

﴿۴۸﴾ منکرین قیامت کا شکوہ۔ ﴿۴۹﴾ جواب شکوہ۔ ﴿۵۰﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ... الخ نفی شفیع قہری۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ

اور پھونکا جائیگا صور میں پس اچانک وہ لوگ قبروں سے اٹھ کر اپنے پروردگار کی طرف دوڑیں گے ﴿۵۱﴾ کہیں گے افسوس ہمیں کس نے اٹھایا ہمیں ہماری خواب گاہوں سے

مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً

یہ وہ چیز ہے جو وعدہ کیا ہے خدائے رحمان نے اور سچ کہا ہے اسکے رسولوں نے ﴿۵۲﴾ نہیں ہے مگر ایک ہی چیخ اچانک وہ سب کے سب

فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا

ہمارے پاس حاضر کئے جائیں گے ﴿۵۳﴾ پس آج نہیں ظلم کیا جائے گا کسی نفس پر کچھ بھی اور نہیں بدلہ دیا جائے گا تم کو مگر وہ جو تم

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى

عمل کرتے تھے ﴿۵۴﴾ بیشک جنت والے لوگ آج کے دن مشغلے میں ہونگے اور آپس میں باتیں کر رہے ہونگے ﴿۵۵﴾ وہ اور انکی بیویاں سایوں میں

الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾

تختوں پر تکیے لگانے والے ہوں گے ﴿۵۶﴾ انکے لئے انمیں پھل ہونگے اور ان کیلئے ہر وہ چیز ہوگی جو وہ طلب کریں گے ﴿۵۷﴾ اور سلام ہوگا ایک بات رب رحیم کی طرف سے ﴿۵۸﴾

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ

اور (حکم ہوگا) الگ ہوجاؤ آج کے دن اے گنہگارو ﴿۵۹﴾ کیا میں نے تم کو نہیں کہہ رکھا تھا اے بنی آدم! کہ نہ عبادت کرنا شیطان کی، بیشک وہ تمہارا

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ

کھلا دشمن ہے ﴿۶۰﴾ اور یہ کہ تم صرف میری عبادت کرنا یہی سیدھی راہ ہے ﴿۶۱﴾ اور البتہ تحقیق گمراہ کیا تم میں سے بہت سی مخلوق کو

جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ

کیا تم اتنی بھی عقل نہیں رکھتے ﴿۶۲﴾ یہ ہے وہ جہنم جسکا تم سے وعدہ کیا گیا تھا ﴿۶۳﴾ داخل ہوجاؤ اسمیں آج کے دن

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا

اسکے بدلے میں جو تم کفر کیا کرتے تھے ﴿۶۴﴾ آج ہم مہر لگا دیں گے ان کے مونہوں پر اور کلام کریں گے ہمارے سامنے انکے ہاتھ اور گواہی دیں گے انکے پاؤں

كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ

جو کچھ وہ کماتے تھے ﴿۶۵﴾ اور اگر ہم چاہیں تو مٹا دیں انکی آنکھوں کو پس وہ دوڑیں گے راستے کی طرف پھر کہاں دیکھ سکیں گے؟ ﴿۶۶﴾ اور

لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾

اگر ہم چاہیں تو مسخ کر دیں انکی شکلوں کو انکے ٹھکانے پر ہی پس نہ طاقت رکھیں وہ چلنے کی اور نہ واپس لوٹ سکیں ﴿۶۷﴾

﴿۵۱﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ الخ ربط آیات: اوپر بھی قیامت کا ذکر تھا "صَيْحَةً وَّاحِدَةً" آگے بھی اسی "صَيْحَه" کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❹ ... مبادی قیامت، نتیجہ نفخہ ثانیہ، کفار کا شکوہ، برائے پریشانی اور جواب شکوہ، کیفیت نفخہ ثانیہ، عدل

وانصاف باری تعالیٰ، مجازات اعمال، اہل جنت کا حال، اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کا سلام، مجرمین کی سرزنش، طریق کامیابی، اصول کامیابی، شیطان کے کارنامے، نتیجہ شرک، سبب دخول جہنم، تنبیہ معاندین۔۱۔۲۔ماخذ آیات۔۵۱ تا ۶۷+

وَنُفِخَ الصُّوْرِ :مبادی قیامت :اور صور میں پھونکا جائے گا۔وقوع قیامت کا عمل صور پھونکنے سے ہوگا۔ترمذی شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ منہ میں سینگ کی شکل میں ایک بگل تھامے کھڑا ہے اور منتظر ہے کہ کب اللہ کا حکم ہو تو وہ اس صور میں پھونک مارے اس وقت سارے جاندار ہلاک ہوجائیں گے۔ (ترمذی۔ص۔۶۷)

قرآن کریم میں موجود ہے کہ صور دو دفعہ پھونکا جائے گا اور حدیث شریف میں ہے کہ دونوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا۔ (مسلم ص۔۴۰۶۔بخاری۔ص۔۷۳۵۔ج۔۲) علامہ بغوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ جب پہلی دفعہ صور پھونکا جائے گا تو ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ پھر چالیس سال کے بعد جب دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہونگے۔اور میدان حشر میں اپنے رب کے حضور پیش ہو جائیں گے۔اس جگہ دوسرے صور کا ذکر ہے۔ (معالم التنزیل۔ص۔۱۲۔ج۔۴)

فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ :نتیجہ نفخہ ثانیہ :"اَجْدَاث" یہ جدث کی جمع ہے اس کے معنی ہیں قبر۔قبروں کا ذکر اس لئے کیا کہ عرب میں جتنے لوگ بھی تھے وہ مردوں کو جلاتے نہیں تھے بلکہ قبر میں دفن کرتے تھے مشرکین، عیسائی، یہودی، صابی یہ سب لوگ مردوں کو دفن کرتے تھے۔مردوں کو جلانے کا سلسلہ ہندوستان میں ہندوؤں کا ایجاد کردہ ہے اس لئے یہاں یہ بتایا گیا کہ جن کو تم دفن کرتے ہو وہ قبروں سے نکلیں گے خواہ ان کو جلا دیا جائے یا پرندوں یا درندوں نے ان کو کھا لیا ہو۔

منکرین عذاب قبر کا استدلال اور اس کا جواب

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا :مشرکین کا شکوہ برائے پریشانی :یعنی قبروں سے اٹھ کر کہیں گے ہائے ہماری کم بختی ہمیں لیٹنے کی جگہ سے کس نے اٹھا دیا۔منکرین عذاب قبر نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ "مَرْقَدْ" کا مادہ ہے "رَقَدَ يَرْقُدُ" از باب نصر اس کا معنی سونا۔"مرقد" کے معنی سونے کی جگہ تو سونا تو وہ ہے جس میں تکلیف نہ ہو جس کو تکلیف ہو اس کو نیند کہاں آتی ہے تو وہ کیسے سوئے گا جس کو فرشتے ہتھوڑے ماریں پسلیاں آر پار ہوں تو اس لئے اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو سزا نہیں ہوگی؟۔تو اہل تفسیر نے اس کا ایک جواب :تو یہ دیا ہے کہ یہاں "مرقد" "تجرید" کے لئے ہے وہ یوں کہ "مرقد" کے معنی ہیں سونے کی جگہ اب اس سے سونے کا لفظ نکال دو تو مرقد کے معنی ہونگے جگہ تو ان کا اس آیت سے استدلال باطل ہوا۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ جس وقت قبروں سے اٹھائے جائیں گے دونوں نفخوں کے درمیان عذاب کو موقوف کر دیا جائے گا تو جس وقت اٹھیں گے اس وقت کے لحاظ سے وہ مرقد ہے نہ کہ پہلے کے اعتبار سے مرنے کے بعد بدستور عذاب ہوتا ہے۔

(معالم التنزیل۔ص۔۱۲۔ج۔۴)

تیسرا جواب: یہ ہے کہ برزخ کی سزا تو معمولی نوعیت کی ہوگی پھر جب دوبارہ اٹھ کر حشر کی تلخی کو دیکھیں گے تو وہ برزخ کی سزا کو بھول جائیں گے گویا انہیں کوئی سزا ملی ہی نہیں تھی لہذا وہ کہیں گے کہ ہمیں خواب گاہوں سے کس نے جگا دیا ہم تو آرام سے سوئے ہوئے تھے۔(معالم التنزیل۔ص۔۱۲۔ج۔۴۔مظہری۔ص۔۹۰۔ج۔۸) اور یہی جواب مولانا عبدالغنی جاجروی صاحب کی افادات شرح مشکوٰۃ کے (ص۔۴۴۹۔ج۔۱) پر موجود ہے کہ قیامت کا منظر ایسا ہولناک اور دہشت انگیز ہوگا کہ کفار قبروں کے عذاب کو بھول جائیں گے اور سمجھیں گے ہم اب تک سوئے رہے اس لئے جب قبروں سے اٹھیں گے تو ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ ہمیں نیند سے کس نے جگایا ہے یہ مطلب نہیں کہ قبر کے اندر عذاب نہیں ہوا۔اس سے واضح ثابت ہوا کہ اشاعت التوحید

کے امیر کے نزدیک بھی قبر میں حیات ہوتی ہے جس کی وجہ سے مردہ عذاب اور راحت محسوس کرتا رہتا ہی تب تو کہیں گے کہ ہمیں کس نے ہماری آرام گاہوں سے اٹھا دیا ہے۔

هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ الخ جواب شکوہ: فرشتے جواب میں کہیں گے یہ وہی قیامت کا دن ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ فرمایا تھا اور پیغمبروں نے بھی خبر دی تھی۔ ﴿۵۲﴾ کیفیت نفخہ ثانیہ۔

میدانِ محشر اور اس کی کیفیت: قیامت قائم ہونے کے چالیس سال بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا، پہلے صور پھونکنے سے تمام مخلوق تباہ و برباد ہو جائے گی، تمام فرشتے مرجائیں گے، حتیٰ کہ اسرافیل علیہ السلام پر بھی موت طاری کر دی جائے گی، اللہ تبارک و تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو دوبارہ زندہ کر کے صور پھونکنے کا حکم دیں گے۔ اس دوسرے صور کی آواز سے تمام مخلوق دوبارہ زندہ ہو جائے گی، یہ زمین کسی دوسری زمین سے تبدیل کر دی جائے گی، مردے قبروں سے نکل نکل کر میدانِ محشر میں جمع ہونا شروع ہو جائیں گے، بعض عمدہ قسم کی سواریوں پر سوار ہو کر میدانِ محشر میں پہنچیں گے، اور بعض چہروں کے بل گھسٹ گھسٹ کر میدانِ محشر میں جمع ہوں گے، تمام لوگ برہنہ حالت میں اللہ کے حضور پیش ہوں گے، ہر شخص تنہا اور اکیلا ہوگا، اولین اور آخرین تمام کو جمع کیا جائے گا، اور کوئی اس دن کی حاضری سے مستثنیٰ نہیں ہوگا، اور سب اللہ کے حضور صفوں میں کھڑے ہوں گے۔ قیامت کا وہ ایک دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ ہر گناہ گار اپنے گناہوں کی بقدر پسینہ میں شرابور ہوگا، لوگ اس میدان میں بھوکے پیاسے کھڑے ہوں گے، اس دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا، ہر کسی کو اپنی فکر دامن گیر ہوگی، لوگ انتہائی پریشانی کے عالم میں ہوں گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ انتہائی غضب اور غصے کی حالت میں ہوں گے، حساب و کتاب شروع نہیں ہو رہا ہوگا، میدانِ محشر کی گرمی، تپش اور بھوک پیاس برداشت سے باہر ہو جائے گی، انسان وہاں سے بھاگنا چاہے گا مگر کہیں بھاگ نہیں سکے گا۔ کچھ چہرے اس دن تروتازہ اور سفید ہوں گے، ان پر اللہ کی رحمت ہوگی اور کچھ چہرے اس دن مرجھائے ہوئے اور سیاہ رنگ کے ہوں گے ان پر اللہ کا غضب اور غصہ ہوگا۔ اس دن آپس کے سب تعلقات اور دوستیاں ختم ہو جائیں گی، البتہ نیک لوگوں کے تعلقات برقرار رہیں گے۔ وہ دن ایسا ہولناک ہوگا کہ بچوں کو بوڑھا بنا دے گا۔ اسی حالت میں لوگوں کو کھڑے ہوئے جب ایک عرصہ گزر جائے گا بالآخر سب اکھٹے ہو کر سفارش کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور شفاعت کی درخواست کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور حساب و کتاب شروع کروانے کی درخواست پیش کی جائے۔ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی طرف بھیج دیں گے، حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف بھیجیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے تم اس کام کے لیے موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے تم اس کام کے لیے حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں جاؤ (آج وہی یہ کام کریں گے) تمام خلقت جمع ہو کر حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگی اور شفاعت کی درخواست کرے گی، آپ اس درخواست کو قبول فرما کر اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہوں گے، اللہ تعالیٰ آپ کی سفارش کو قبول فرمائیں گے۔ آپ ﷺ کی اس سفارش کو شفاعتِ کبریٰ کہا جاتا ہے اور اس مقام و مرتبہ پر فائز ہونے کے مقام کو مقامِ محمود کہتے ہیں اور یہ مقام صرف آپ ﷺ کو عطا ہوا ہے، اس کے بعد لوگوں کا حساب و کتاب شروع ہوگا۔ چنانچہ یہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے: " وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ "

ترجمہ: اور صور پھونکا جائے گا تو یکا یک یہ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف تیزی سے روانہ ہو جائیں گے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ط ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرٰى

فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُونَ" ترجمہ:اور صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب بیہوش ہو جائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، پھر دوسری بار پھونکا جائے گا تو وہ سب پل بھر میں کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ "۔(المعارج :۴)

ترجمہ :ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔"يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ (۱۰) كَلَّا لَا وَزَرَ (۱۱) إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ (القیمة ۔ ۱۰ ۔۱۲) ترجمہ۔اس وقت انسان کہے گا کہ۔ کہاں ہے کوئی جگہ جہاں بھاگ کر جاؤں؟ نہیں نہیں پناہ کی کوئی جگہ نہیں ہوگی۔اس دن تو ہر ایک کو تمہارے پروردگار ہی کے سامنے جا کر ٹھہرنا پڑے گا۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ (الانعام ۔۹۴) ترجمہ:تم ہمارے پاس تن تنہا آ گئے ہو۔

وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا (الکهف ۔۴۸) ترجمہ:اور سب کو تمہارے رب کے سامنے صف باندھ کر پیش کیا جائے گا۔

حدیث پاک میں ہے کہ :(۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ "يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً "۔(صحیح مسلم ۔ج ۔۲۔ص۔ ۳۸۴)

ترجمہ :حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ : لوگوں کو قیامت کے دن ایسی حالت میں جمع کیا جائے گا کہ وہ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون ہوں گے۔

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ۔ قَالَ "إِنَّ الْعَرَقَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيَذْهَبُ فِي الْأَرْضِ سَبْعِينَ بَاعًا وَإِنَّهُ لَيَبْلُغُ إِلَىٰ أَفْوَاهِ النَّاسِ أَوْ إِلَىٰ آذَانِهِمْ "۔ (صحیح مسلم ۔ج ۔۲۔ص۔ ۳۸۴)

ترجمہ :حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا :بیشک پسینہ قیامت کے دن ستر ہاتھ زمین میں پہنچ جائے گا اور (زمین کے اوپر) لوگوں کے منہ یا کانوں تک پہنچ جائے گا۔

(۳) قَالَ رسول اللّٰهِ ﷺ تُحْشَرُونَ هَاهُنَا وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَىٰ نَحْوِ الشَّامِ مُشَاةً وَرُكْبَانًا وَعَلَىٰ وُجُوهِكُمْ تُعْرَضُونَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالَىٰ وَعَلَىٰ أَفْوَاهِكُمُ الْفِدَامُ (مسند احمد ۔ ۵ ۴)

ترجمہ :اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا : تم سب کو وہاں جمع کیا جائے گا (اور ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ فرمایا) پیدل اور سواریوں پر اور منہ کے بل، تمہیں اللہ کے سامنے کیا جائے گا اس حالت میں کہ تمہارے منہ پر چھینکے ہوں گے۔ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ (۳۴) وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ (۳۵) وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ (۳۶) لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ (۳۷) وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ (۳۸) ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ (۳۹) وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (عبس ۔ ۳۴ ۔ ۴۱)

ترجمہ:اس دن انسان اپنے بھائی سے بھی بھاگے گا اور اپنے ماں باپ سے بھی، اور اپنے بیوی بچوں سے بھی، ان میں سے ہر ایک کو اس دن اپنی ایسی فکر پڑی ہوگی کہ اسے دوسروں کا ہوش نہیں ہوگا۔اس روز کتنے چہرے تو چمکتے ہوں گے، ہنستے، خوشی مناتے ہوئے، اور کتنے چہرے اس دن ایسے ہوں گے کہ ان پر خاک پڑی ہوگی، سیاہی نے انہیں ڈھانپ رکھا ہوگا۔

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ (آل عمران ۔۱۰۶) ترجمہ:اس دن کچھ چہرے چمکتے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ (۸) أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ (النازعات ۔ ۸۔۹) ترجمہ:اس دن بہت سے دل لرز رہے ہوں گے، ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ

اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (الرحمٰن۔ ۳۳)

ترجمہ: اے انسانوں اور جنات کے گروہ! اگر تم میں یہ بل بوتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حدود سے پار نکل سکو، تو پار نکل جاؤ۔ تم زبردست طاقت کے بغیر پار نہیں ہو سکو گے۔ عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ"۔ (صحیح مسلم۔ ۱ ۳۳۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ایسے دن سایہ عطا فرمائے گا جس دن اللہ کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

تجلیِ حق تبارک وتعالیٰ: حساب وکتاب شروع ہونے سے پہلے آسمان سے بہت زیادہ فرشتے اتریں گے اور لوگوں کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کا عرش اتارا جائے گا، اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی تجلی ہوگی جس سے تمام مخلوق بیہوش ہو جائے گی۔ سب سے پہلے حضورِ اکرم ﷺ ہوش میں آئیں گے، آپ ﷺ دیکھیں گے کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کے پائے کو پکڑے کھڑے ہوں گے۔ یہ معلوم نہیں ہوگا کہ انہیں حضور ﷺ سے پہلے ہوش آ گیا ہوگا یا طور کی بیہوشی کے بدلے میں انہیں میدانِ محشر کی بیہوشی سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا۔ پھر ساری مخلوق ہوش میں آ جائے گی اور حساب وکتاب شروع ہو جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (الفجر ۔ ۲۲) ترجمہ: اور تمہارا پروردگار اور قطاریں باندھے ہوئے فرشتے آئیں گے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ط ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ"۔ (الزمر ۔ ۶۸)

ترجمہ: اور صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب بیہوش ہو جائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، پھر دوسری بار پھونکا جائے گا تو وہ سب پل بھر میں کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ :يُنْفَخُ فِي الصُّورِ ، فَيُصْعَقُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلا مَنْ شَاءَ اللهُ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرَى، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَإِذَا مُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ، فَلا أَدْرِي أَكَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللهُ، أَمْ رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلِي"۔ (شرح السنة)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بیشک صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب بیہوش ہو جائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے مجھے اٹھایا جائے گا تو موسیٰ علیہ السلام عرش کے پائے کو پکڑے ہوئے ہوں گے، پس میں نہیں جانتا کہ آیا وہ ان میں سے ہیں جن کو مستثنیٰ کیا گیا یا مجھ سے پہلے اٹھایا جائے گا۔

﴿۵۴﴾ عدل وانصاف باری تعالیٰ۔ وَلَا تُجْزَوْنَ... الخ مجازات اعمال۔ ﴿۵۵﴾ کیفیت اہل جنت۔ ﴿۵۶﴾ کیفیت ازواج مؤمنین۔ ﴿۵۸﴾ اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کا سلام۔ ﴿۵۹﴾ مجرمین کی سرزنش۔ ﴿۶۰﴾ طریق کامیابی۔ ﴿۶۱﴾ اصول کامیابی یعنی ابدی نجات کا راستہ۔ ﴿۶۲﴾ شیطان کے کارنامے۔ ﴿۶۳﴾ نتیجہ شرک۔ ﴿۶۴﴾ سبب دخول جہنم ﴿۶۵﴾ کیفیت حساب۔ ﴿۶۶﴾ تنبیہ معاندین۔ ❶ ﴿۶۷﴾ تنبیہ معاندین۔ ❷

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ط اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ

اور جسکو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں اسکو الٹا کر دیتے ہیں پیدائش میں کیا یہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے؟ ﴿۶۸﴾ اور نہیں سکھایا ہم نے اس پیغمبر کو شعر کہنا اور نہ ہی لائق ہے

لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿٦٩﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٠﴾

اس کیلئے نہیں ہے یہ مگر نصیحت اور قرآن کھول کر بیان کرنیوالا ﴿۶۹﴾ تا کہ ڈر سنائے اسکو جو جان رکھتا ہے اور ثابت ہو جائے بات کفر کرنے والوں پر ﴿۷۰﴾

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿٧١﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ

کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے کہ بیشک ہمنے پیدا کیا ہے ان کیلئے جو ہمارے ہاتھوں نے بنایا ہے مویشیوں کو اور وہ جن کے مالک ہیں ﴿۷۱﴾ اور ہمنے تابع کر دیا ہے ان کو ان کیلئے پھر ان میں

فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾

سے بعض وہ ہیں جن پر انکی سواری ہے اور بعض وہ ہیں جن سے وہ کھاتے ہیں ﴿۷۲﴾ اور ان کیلئے ان مویشیوں میں بہت سے فائدے ہیں اور پینے کے گھاٹ ہیں کیا یہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے ﴿۷۳﴾

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٧٤﴾ ۭ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ

اور بنا لئے ہیں انھوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود تا کہ وہ انکی مدد کریں ﴿۷۴﴾ وہ طاقت نہیں رکھتے انکی مدد کی اور یہ ان کیلئے لشکر ہو گا جو پکڑ کر حاضر

مُّحْضَرُوْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٦﴾ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ

کئے جائیں گے ﴿۷۵﴾ پس نہ غم میں ڈالے آپکو انکی بات بیشک ہم جانتے ہیں جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اور جسکو یہ ظاہر کرتے ہیں ﴿۷۶﴾ کیا نہیں دیکھتا انسان کہ بیشک ہمنے پیدا کیا ہے

اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ

اسکو ایک قطرہ آب سے پس اچانک وہ بڑا جھگڑنے والا ہے ﴿۷۷﴾ اور وہ بیان کرتا ہے ہمارے لئے مثالیں اور بھول جاتا ہے اپنی پیدائش کو کہتا ہے کون زندہ کریگا

مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ

ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی ﴿۷۸﴾ آپ کہہ دیجئے زندہ کریگا انکو وہ جسنے پیدا کیا ہے انکو پہلی مرتبہ اور وہ ہر پیدائش کو

خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ﴿٧٩﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿٨٠﴾

خوب جاننے والا ہے ﴿۷۹﴾ وہ جسنے بنائی ہے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پس اچانک تم اس سے سلگاتے ہو ﴿۸۰﴾

اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ڲ بَلٰى ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ

کیا نہیں ہے وہ ذات جس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو قادر ہے اس پر کہ پیدا کر دے ان جیسے کیوں نہیں وہ تو بہت بڑا پیدا کرنے والا

الْعَلِيْمُ ﴿٨١﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَـيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ

اور سب کچھ جاننے والا ہے ﴿۸۱﴾ بیشک اسکا حکم جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی چیز کے بارے میں تو کہتا ہے اسکو ہو جا پس وہ چیز ہو جاتی ہے ﴿۸۲﴾ پس پاک ہے وہ ذات جسکے دست

مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ ۧ

قدرت میں ہے حکومت ہر چیز کی اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ﴿۸۳﴾

﴿۶۸﴾ ربط آیات۔ ❶ ... گزشتہ آیات میں مشرکین کے لئے تنبیہات کا ذکر تھا اب بھی انہیں کا ذکر ہے۔

❷ ... گزشتہ آیات میں مبادی احوال قیامت کا ذکر تھا اب بعث بعد الموت کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❺ مسخ کی نظیر، ازالہ شبہ ونفی علم غیب کلی، فرائض خاتم الانبیاء تذکیر باٰلاء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل آفاقی، خبائث مشرکین، تردید مشرکین، تسلی خاتم الانبیاء، انسان کی کیفیت تخلیق، شکوہ منکرین قیامت، تشریح شکوہ، جواب شکوہ۔ ا۔ ۲۔ ۳۔ خلاصہ جوابات تنزیہہ الرحمٰن عن الشرکاء۔ ماخذ آیات۔ ۶۸ تا ۸۳+

مسخ کی نظیر:... جس میں طمس اور مسخ کی نظیر کو بیان فرمایا ہے کہ آنکھیں چھین لینا اور صورت کو بگاڑ دینا یا آپاہج بنا دینا یہ سب کچھ اسی کے اختیار وقدرت میں ہے گویا کہ بچپن میں جیسا کمزور ناتواں اور دوسروں کے سہارے کا محتاج تھا بڑھاپے میں پھر اسی حالت میں پلٹا دیا جاتا ہے۔ ﴿۶۹﴾ ازالہ شبہ، ونفی علم غیب کلی :شبہ کہ آپ نعوذ باللہ شاعر ہیں تو اس کا جواب دیا کہ ہم نے آپ کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ ہی آپ کی شان کے لائق ہے۔ اور یہ آیت نفی علم غیب کلی پر صراحتاً دال ہے کیونکہ اگر آپ علم غیب جانتے تو شعر بھی کہتے اور جانتے۔ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کسی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا حضور علیہ السلام کبھی بطور مثال کسی شعر کا ذکر بھی فرماتے تھے؟ فرمایا ہاں بعض اوقات ایک آدھا شعر یا مصرعہ اپنی زبان سے ادا فرماتے مثلاً آپ ﷺ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار پڑھ لیا کرتے تھے۔ (معالم التنزیل۔ ص۔ ۱۵۔ ج۔ ۴۔ طبع بیروت دیکھیں)

حضرت ابونوفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :"سَاَلْتُ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِسَائِغٍ عِنْدَهُ الشِّعْرُ؟ فَقَالَتْ قَدْ كَانَ اَبْغَضَ الْحَدِيْثِ اِلَيْهِ"۔ (رواہ احمد ابن کثیر۔ ص۔ ۹۵۸۔ ج۔ ۶۔ وسنن الکبریٰ۔ ص۔ ۲۴۵۔ ج۔ ۱۰۔ وطیاسی۔ ص۔ ۲۰۹)

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کیا آنحضرت ﷺ کو شعر سے کوئی لگاؤ تھا؟ تو وہ فرمانے لگیں کہ شعر آپ کو سب باتوں سے زیادہ ناپسند تھا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کبھی کبھی طرفہ کا شعر "ویاتیك بالاخبار من لم تزود" پڑھا کرتے تھے۔ لیکن :"فَيَجْعَلُ اَوَّلَهُ اٰخِرَهُ وَاٰخِرَهُ اَوَّلَهُ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ لَيْسَ هٰذَا هٰكَذَا يَارَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنِّيْ وَاللهِ مَا اَنَا بِشَاعِرٍ وَمَا يَنْبَغِيْ لِيْ"۔

(رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر وھذا لفظہ ابن کثیر۔ ص۔ ۹۵۶۔ ج۔ ۶)

آپ الٹ پلٹ کر کے مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر کے پڑھتے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ شعر یوں نہیں ہے آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں شاعر نہیں ہوں اور نہ یہ میری شان کے لائق ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی الزناد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۷۴ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن مرد، اس کا ایک شعر الٹ پلٹ پڑھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ "بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللهِ مَا اَنْتَ بِشَاعِرٍ وَلَا رَاوِيَةٍ وَلَا يَنْبَغِيْ لَكَ"۔ (درمنثور۔ ص۔ ۲۶۸۔ ج۔ ۵)

اے اللہ تعالیٰ کے رسول آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں نہ تو آپ شاعر ہیں نہ شعر کے راوی ہیں اور نہ آپ کیلئے یہ سزاوار ہے۔ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۰ھ) کی روایت میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے ایک شعر الٹ پلٹ پڑھا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ :"اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ يَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰى "مَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ"۔ (ابن کثیر۔ ص۔ ۹۵۷۔ ج۔ ۶۔ ومعالم التنزیل۔ ص۔ ۲۰۶۔ ج۔ ۳) یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ یہ آپ کی شان کی لائق ہے۔

اہل بدعت کا دعویٰ آنحضرت ﷺ سے شعر کہنا ثابت ہے

چنانچہ مولوی حشمت علی صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے شعر کہنا ثابت ہے آپ نے غزوہ حنین فرمایا تھا۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ　　　اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

اور اسی طرح آتا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ　　　وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَا لَقِیْتِ وغیرہ۔

جوابؔ: آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے مقفّی کلمات جو صادر ہوئے ہیں یہ شعر نہیں بلکہ رجز ہیں اور قرآن کریم میں نفی شعر وشاعری کی ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ۔ "وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعُرُوْضِ وَالْاَدَبِ فِی الرَّجَزِ هَلْ هُوَ شِعْرٌ اَمْ لَا، وَاتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّ الشِّعْرَ لَا یَکُوْنُ شِعْرًا اِلَّا بِالْقَصْدِ اَمَّا اِذَا جَرٰی کَلَامٌ مَوْزُوْنٌ بِغَیْرِ قَصْدٍ فَلَا یَکُوْنُ شِعْرًا وَعَلَیْهِ یُحْمَلُ مَا جَاءَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مِنْ ذٰلِكَ لِاَنَّ الشِّعْرَ حَرَامٌ عَلَیْهِ ﷺ"۔ (نووی۔ص۔۲۰۰۔ج۔۱)

ترجمہ: اہل عروض اور ادب کا رجز سے متعلق اختلاف ہے کہ آیا وہ شعر ہے یا نہیں؟ اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ شعر اس وقت تک شعر نہیں کہلائے گا جب تک اس میں قصد اور ارادہ نہ ہوا گر کسی وقت بغیر قصد کے کوئی کلام موزون زبان پر جاری ہو گیا تو وہ شعر نہیں ہوگا اور آنحضرت ﷺ سے جو ثابت ہے اس کا بھی یہی محمل ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ پر شعر کہنا حرام ہے۔ اس عبارت سے روزِ روشن کی طرح یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ نہ تو قرآن کریم کی کسی آیت پر شعر کا اطلاق صحیح ہے اور نہ مرکبات نبویہ (علیٰ صاحبہا الف الف تحیہ) پر، پہلے تو رجز اور شعر میں فرق ہے پھر محض اتفاقی طور پر علم عروض کے کسی وزن پر کسی کلام کے مطابق ہونے سے شعر نہیں کہلاتا یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مدت العمر کوئی شعر نہیں بنایا۔ (رہی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ روایت جس میں یہ آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ نے ساری زندگی میں صرف ایک شعر بنایا تو تفاءل بما تهوی الخ وہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد محترم علامہ الحافظ ابو الحجاج المزی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۴۲ھ) سے نقل کر دیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس میں دو راوی مجہول ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر۔ص۔۹۵۷۔ج۔۶) لہٰذا منکر اور غیر ثابت روایت سے نص قطعی کا کیا مقابلہ؟ اور کیا تقابل؟ (بحوالہ ازالۃ الریب۔ص۔۱۲۷)

﴿۷۰﴾ فرائض خاتم الانبیاء۔ ﴿۷۱تا۷۳﴾ تذکیر بالآء اللہ سے توحید پر عقلی دلائل آفاقی۔ ﴿۷۴﴾ خباثت مشرکین۔ ﴿۷۵﴾ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ الخ تردید مشرکین۔ "وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ" حضرت استاذنا شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز صفدر خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسکی دو ترکیبیں بیان فرماتے تھے۔ ❶ هُمْ کی ضمیر راجع بسوئے کفار اور "لَهُمْ" کی ضمیر راجع "الهة" اور یہ کفار اپنے الٰہ کے لئے لشکر حاضر کئے ہوئے ہیں یعنی جب ان کے الٰہوں کی تردید کی جاتی ہے تو یہ کفار ان کی تائید کے لئے میدان میں کود پڑتے ہیں۔ ❷ "هم" کی ضمیر راجع بسوئے "الهة" اور "لهم" کی ضمیر راجع بسوئے کفار۔ کہ وہ الٰہ ان کفار کے لئے لشکر ہیں حاضر کئے ہوئے لیکن "بزعمهم"۔ یعنی ان کا خیال یہ ہے کہ "لهم" میں لام بمعنی "علیٰ" کے ہے "هم" کی ضمیر راجع بسوئے "الهه" اگلے "هم" کی ضمیر راجع بسوئے کفار تو معنی یہ ہوگا کہ ان کے معبودوں کے خلاف لشکر بن کر گواہی دیں گے، یہ استغاثہ کریں گے۔ اس کا قرینہ سورۃ مریم کی آیت۔ "وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّیَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا كَلَّا سَیَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَیَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِمْ ضِدًّا" جن کو ان لوگوں نے اللہ کے ورے معبود بنا رکھا ہے وہ ان کی عبادت کا انکار کریں گے اور ہونگے ان کے مخالف۔ تو اس آیت کے پیش نظر لام کو بمعنی علیٰ کے اور "جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ" کا معنی ان کے خلاف ہو کر ضد بن جائیں گے۔

﴿۷۶﴾ تسلی خاتم الانبیاء۔ ﴿۷۷﴾ انسان کی کیفیت تخلیق۔ "اَلْاِنْسَانُ" عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد

عبداللہ بن ابی ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں عاص بن وائل السہمی ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں ابی بن خلف ہے۔(قرطبی۔ص۔۵۴۔ج۔۱۵)

مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے اصل کو یاد نہیں رکھتا کہ وہ ایک ناچیز قطرہ تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو کیا بنادیا آج اپنی حد سے تجاوز کر کے اللہ تعالیٰ کے مقابلے کیلئے کھڑا ہو گیا اور خدا تعالیٰ پر کیسے فقرے چسپاں کرتا ہے۔

﴿۷۸﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ الخ شکوہ منکرین قیامت : اور اس نے ہماری شان میں ایک عجیب مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ قَالَ الخ تشریح شکوہ : مذکورہ اشخاص میں سے کوئی ایک شخص تھا جس نے قبرستان میں سے ایک بوسیدہ کھوپڑی کو لے آیا آپ ﷺ ایک مجلس میں تھے فارغ ہونے کے بعد اس نے آپ ﷺ سے کہا کہ اس کو ہاتھ لگانے سے ریزہ ریزہ ہوگئی اس پر اس نے کہا کہ "مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ" تو کہتا ہے کہ مرنے کے بعد زندہ کیا جائیگا؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے تین جواب دیئے۔ پہلا جواب شکوہ: "قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ الخ تک اس کا حاصل یہ ہے شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں جس نے پہلی مرتبہ ان ہڈیوں میں جان ڈالی اُسے دوسری بار جان ڈالنا کیا مشکل ہے بلکہ پہلے سے زیادہ آسان ہونا چاہئے "وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ" اور اس قادر مطلق کے لئے تو سب ہی چیزیں آسان ہیں پہلی مرتبہ ہوں یا دوسری مرتبہ، وہ ہر طرح بنانا جانتا ہے اور بدن کے اجزاء اور ہڈیوں کے ریزے جہاں کہیں بھی منتشر ہوگئے ہوں ان کا ایک ایک ذرہ اس کے علم میں ہے۔

﴿۸۰﴾ مِنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا الخ دوسرا جواب : "اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا" تک۔ عرب میں دو قسم کے درخت ہوتے تھے ایک کا نام مرخ اور دوسرے کا عفار تھا ان دونوں درختوں کی لکڑیوں کو آپس میں رگڑنے سے بالکل اس طرح آگ نکلتی تھی جس طرح چقماق کے دو پتھروں کے رگڑنے سے آگ نکلتی ہے یا گھوڑے کے سم پتھروں سے ٹکرانے سے چنگاریاں نکلتی ہیں مطلب یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سبز درختوں سے آگ پیدا کرتا ہے۔ کیا وہ بوسیدہ ہڈیوں میں حیات نہیں پیدا کرسکتا ہے؟

﴿۸۱۔۸۲﴾ تیسرا جواب : "اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ سے الی قولہ تعالیٰ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ" تک دیا ہے۔ یعنی جس نے آسمان وزمین جیسی بڑی بڑی چیزیں پیدا کیں اسے ان کافروں جیسی چھوٹی چیزوں کا پیدا کردینا کیا مشکل ہے اذا اراد اشیئًا... الخ سے تمام جوابات کا خلاصہ بس اس کے ہاں تو ارادہ کی دیر ہے چیز کے وجود میں آنے کی کوئی دیر نہیں۔

﴿۸۳﴾ تنزیہہ الرحمٰن عن الشرکاء : یہ آیت پوری سورۃ کا خلاصہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ شرکاء سے پاک ہے اور کلی اختیارات کا مالک ہے۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم عطا کی ہے وہ احسن طریقے پر چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے اسی طرح ہزار بار بھی موت دے تب بھی زندہ کرنے پر قادر ہے یہ امر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے اعتبار سے نہ محال ہے اور نہ بعید تر ہے۔

ختم شد سورۃ یٰسین الحمد للہ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الصافات

نام اور کوائف:۔۔۔ اس سورۃ کا نام سورۃ صافات ہے جو اس سورۃ کے پہلے لفظ سے ماخوذ ہے۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۳۷۔ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۵۶۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں۔ ۵۔ رکوع۔ ۱۸۲۔ آیات ہیں اور یہ سورۃ مکی دور میں سورۃ انعام کے بعد نازل ہوئی ہے یہ مکی زندگی کا درمیان حصہ ہے۔

وجہ تسمیہ۔۔۔ اس سورۃ کی ابتدا میں ہی لفظ الصافات ہے اس لئے بطور علامت اس کا نام سورۃ صافات رکھ دیا گیا۔ صافات کے معنی صف باندھنے والے۔

ربط آیات:۔۔۔ گزشتہ سورۃ میں مبدا اور معاد کی تحقیق زیادہ تھی اور اس سورۃ میں توحید اور رسالت کی تحقیق زیادہ ہے۔

(حضرت کاندھلوی ؒ)

موضوع سورۃ:۔۔۔ دعوت الی التوحید۔

خلاصہ سورۃ:۔۔۔ دوسری مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ مبارک میں بھی زیادہ تر بنیادی عقائد توحید و رسالت و معاد اور قرآن کریم کی صداقت وحقانیت کا ہی ذکر ہے۔ سب سے زیادہ توحید کا ذکر ہے اور اس پر دلائل کے علاوہ مسئلہ قیامت اور اس پر دلائل کا ذکر ہے رسالت کے سلسلہ میں حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ بھی ہے۔

سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَّ ... | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا مِائَةٌ وَّاثْنَانِ وَّثَمَانُوْنَ وَخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

قسم ہے صف باندھنے والوں کی قطار بن کر ﴿۱﴾ اور ڈانٹ پلانے والوں کی جھڑک کر ﴿۲﴾ اور تلاوت کرنے والوں کی ذکر ﴿۳﴾ بیشک تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے ﴿۴﴾ جو پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ﴿۶﴾

اور جو کچھ انکے درمیان ہے اور پروردگار ہے مشرقوں کا ﴿۵﴾ بیشک ہمنے مزین کیا ہے آسمان دنیا کو ستاروں کی رونق سے ﴿۶﴾

وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿۷﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ

اور انکے ذریعے حفاظت کی جاتی ہے ہر سرکش شیطان سے ﴿۷﴾ نہیں سن سکتے یہ ملاء اعلیٰ کی بات کو اور پھینکے جاتے ہیں

جَانِبٍ ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾

ہر جانب سے ﴿۸﴾ دھکیلے ہوئے اور ان کیلئے عذاب ہے ہمیشہ کیلئے ﴿۹﴾ ہاں اگر جسے اچک لیا کسی بات کو اچکنا پس اس کے پیچھے لگتا ہوا شہاب ﴿۱۰﴾

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۚ إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّن طِينٍ لَّازِبٍ ﴿١١﴾

پس آپ ان سے پوچھیں کہ یہ زیادہ سخت ہیں بنانے میں یا وہ جنکو ہمنے پیدا کیا ہے بیشک ہمنے انکو پیدا کیا ہے چپکنے والی مٹی سے ﴿۱۱﴾

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ﴿١٢﴾ وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ﴿١٣﴾ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ﴿١٤﴾ وَقَالُوا إِنْ

بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں اور یہ ٹھٹھا کرتے ہیں ﴿۱۲﴾ اور جب انکو یاد دلایا جائے تو نصیحت نہیں پکڑتے ﴿۱۳﴾ اور جب یہ دیکھتے ہیں کوئی نشانی تو ہنسی اڑاتے ہیں ﴿۱۴﴾ اور کہتے

هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿١٦﴾ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿١٧﴾

ہیں نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو ﴿۱۵﴾ کہ جب ہم مرجائیں گے مٹی اور ہڈیاں تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے ﴿۱۶﴾ کیا ہمارے آباؤ اجداد بھی جو پہلے گزر چکے ہیں ﴿۱۷﴾

قُلْ نَعَمْ وَأَنتُمْ دَاخِرُونَ ﴿١٨﴾ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنظُرُونَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوا يَا وَيْلَنَا

آپ کہد یجئے ہاں اور تم ذلیل ہوگے ﴿۱۸﴾ اور بیشک وہ ایک ہی ڈانٹ ہوگی پس اچانک وہ دیکھ رہے ہونگے ﴿۱۹﴾ اور کہیں گے وہ ہائے ہماری خرابی

هَٰذَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿٢٠﴾ هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿٢١﴾

یہ تو جزا کا دن ہے ﴿۲۰﴾ ہاں یہ فیصلے کا دن ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے ﴿۲۱﴾

خلاصہ رکوع ❶ ... عظمت خداوندی سے مشاغل ملائکہ ومؤمنین، اثبات دعویٰ وموضوع سورۃ، حصر الربوبیت باری تعالیٰ، حسن تدبیر باری تعالیٰ سے ستاروں کے فوائد نمبر ۲، حکمت کواکب فائدہ ۲: محافظت باری تعالیٰ طریق محافظت، نتیجہ شیاطین، شیاطین کا کارنامہ، مشرکین سے طریق مناظرہ سے اثبات عقیدہ آخرت، خلقت بنی آدم، کیفیت مشرکین۔۱۔۲۔۳۔ شکوہ مشرکین، شکوہ منکرین قیامت، کیفیت حشر، مشرکین کی پریشانی، یوم الدین کی تشریح، مشرکین کی سرزنش۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۲۱ +

﴿۱﴾ وَالصّٰٓفّٰتِ: عظمت خداوندی سے مشاغل ملائکہ ومؤمنین : اس سے مراد فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کیلئے ہر وقت منتظر رہتے ہیں۔ اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فرشتے عبادت الٰہی کیلئے صف بستہ رہتے ہیں اس سے مراد اہل ایمان کی صفت بھی ہوسکتی ہے کہ ان کو بھی اعلیٰ ترین عبادت نماز کیلئے صف بندی کی سخت تاکید کی گئی ہے اہل ایمان سے صف بندی دو مقام پر مطلوب ہے ایک نماز کیلئے اور دوسرے میدان جنگ میں جہاد کے لئے۔ اس سورۃ میں جہاد کیلئے صف بندی کی ترتیب دی گئی ہے۔ "إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ" اللہ تعالیٰ اس کے راستے (جہاد) میں سیسہ پلائی دیوار کی طرف صف بندی کرنے والوں کو پسند فرماتے ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے "أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالَ يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ"۔ (تفسیر مظہری۔ص۔۱۰۵۔ج۔۸)

لوگو تم نماز کیلئے اس طرح صف کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے پروردگار کے ہاں صف بندی کرتے ہیں صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا آقا فرشتے کس طرح صف بندی کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ پہلی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں، یعنی درمیان میں خلا نہیں چھوڑتے۔ استخراج مسئلہ : صف کے لفظ سے نظم وضبط اور باقاعدگی کی تعلیم ملتی ہے ہر کام پورا سلیقے کے ساتھ انجام دینا چاہیئے بدنظمی اللہ تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں۔

﴿۲﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۔ ۔ اس زجر کے دو مصداق ہو سکتے ہیں۔ ❶ فرشتے یا تو شیاطین کو ڈانٹ پلاتے ہیں اور ان کو بھگاتے ہیں تا کہ وہ اوپر جا کر عالم بالا کی باتیں نہ سن سکیں۔ ❷ بادلوں کو زجر کرتے ہیں۔ ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ فرشتے بادلوں کو کوڑے مارتے ہیں اور جہاں بارش برسانا مقصود ہوتی ہے ادھر ہانک کر لے جاتے ہیں۔ زجر سے یہ مراد بھی ہو سکتا ہے کہ مجرموں کو گناہ سے باز رکھنے کے لئے ان کو ڈانٹ پلائی جاتی ہے۔ (مظہری۔ ص۔ ۱۰۵۔ ج۔ ۸) زٰجِرٰتِ ۔ سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے جو الہامات ربانیہ عوام کو منکرات سے اور خواص کو اپنی اطاعت پر گھمنڈ کرنے سے روکے۔ (کمالین۔ ص۔ ۳۱۹۔ ج۔ ۵)

﴿۳﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا : اس سے مراد کتب الٰہیہ کی تلاوت کرنے والے اور ذکر اللہ کرنے والے فرشتے مراد ہیں۔ (کمالین۔ ص۔ ۳۱۹۔ ج۔ ۵) یا اس سے مراد انسان بھی ہو سکتے ہیں جو ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ (دروس القرآن۔ ص۔ ۲۰۲۔ ج۔ ۱۵)

﴿۴﴾ اثبات دعویٰ و موضوع سورۃ۔ ﴿۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ : حصر الربوبیت باری تعالیٰ : "وَرَبُّ الْمَشَارِقِ" اور رب مشرقوں کا۔ سورۃ الرحمٰن میں "رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ" (آیت۔ ۱۷) میں آیا ہے۔ اور سورۃ المعارج میں "بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ" (آیت۔ ۴۰) میں آیا ہے غرض کہ مشرق اور مغرب واحد، تثنیہ، جمع، تینوں صیغوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ جہاں واحد کا صیغہ ہے وہاں یہ عام فہم معنی مراد ہے کہ مشرق اور مغرب کا پروردگار اللہ ہے۔

جہاں تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے وہاں مطلب یہ ہے کہ سردی اور گرمی ہر دو موسموں کے مشرق اور مغرب کا رب اللہ ہے۔ واضح ہے کہ گرمی کے موسم میں سورج اور جگہ سے طلوع اور دوسری جگہ سے غروب ہوتا ہے، جب کہ موسم سرما میں اس کا مشرق و مغرب قدرے مختلف ہوتے ہیں اسی طرح جمع کا صیغہ استعمال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ درحقیقت ہر دن سورج کا مشرق و مغرب مختلف ہوتا ہے چونکہ ہر روز کچھ نہ کچھ فرق پڑتا رہتا ہے لہٰذا ان تمام مشارق و مغارب کو جمع کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے البتہ اس مقام میں صرف مشارق کا لفظ آیا ہے اور مغارب نہیں لایا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ مشرق ذکر کرنے سے مغرب خود بخود ذہن میں آجاتی ہے کہ جس طرح سورج نے طلوع ہونا ہے وہ غروب بھی ہوگا، لہٰذا یہاں پر مغرب کا ذکر نہیں کیا گیا۔ (دروس القرآن۔ ص۔ ۲۰۴، ۲۰۵۔ ج۔ ۱۵)

﴿۶﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الخ حسن تدبیر باری تعالیٰ ستاروں کے فوائد نمبرا۔ مطلب یہ ہے کہ کواکب آسمان دنیا کی آرائش اور زینت ہیں اور اہل ہیئت کواکب کے جدا جدا آسمان پر ہونے کے قائل ہیں لیکن ان کے پاس نہ کوئی دلیل قطعی ہے اور نہ کوئی دلیل ظنی ہے۔

﴿۷﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ : حکمت کواکب فائدہ نمبر ۲۔ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ انہیں ستاروں کی روشنی سے آگ نکلتی ہے جس سے شیطان کو مار پڑتی ہے جیسے سورج اور آتشی شیشہ سے، یعنی اصل ستارے اپنے حال پر رہتے ہیں اور جو شعلے ان کی روشنی سے نکلتے ہیں ان سے شیاطین کو مارا جاتا ہے۔ اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ ستارے دو قسم کے ہیں ایک بڑے بڑے جو لوگوں میں مشہور ہیں اور دوسرے چھوٹے چھوٹے ان کو اللہ تعالیٰ نے فضاء آسمانی میں معلق کر دیا ہے اس قسم کے ستاروں کو اللہ تعالیٰ شیاطین کے رجم کے لئے تیار کرتا ہے یا وہ پہلے سے موجود ہیں مگر نظر نہیں آتے لیکن جب وہ شیاطین پر پھینکے جاتے ہیں تو حرکت کی تیزی کی وجہ سے شعلہ کی صورت میں ہو کر شیاطین پر گرتے ہیں۔

فائدہ: جنات اور شیاطین کا مادہ اگرچہ ناری اور آتشی ہے مگر شہاب ثاقب سے ان کا جل جانا ایسا ہی ہے جیسا کہ انسان کا اصل مادہ خاک ہے مگر اینٹ اور پتھر کے مارنے سے وہ زخمی ہو جاتا ہے اور کبھی ہلاک بھی ہو جاتا ہے۔ (حضرت کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

﴿۸﴾ محافظت باری تعالیٰ : یعنی شیاطین عالم بالا (یعنی ملائکہ) کی باتوں کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے اور (طریق حفاظت) وہ ہر طرف سے مار کر دھکے دے دیئے جاتے ہیں۔ ﴿۹﴾ نتیجہ شیاطین۔ ﴿۱۰﴾ شیاطین کا کارنامہ۔ حکم سے شیاطین کی ناکامی :

﴿۱۱﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ : مشرکین سے طریق مناظرہ سے اثبات عقیدہ آخرت : اس آیت میں انسان کے دوبارہ زندہ

ہونے کے امکان پر عقلی دلیل پیش کی گئی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کائنات کے جن عظیم اجسام کا گزشتہ آیتوں میں تذکرہ کیا گیا ہے، انسان تو ان کے مقابلے میں بہت کمزور مخلوق ہے جب تم یہ تسلیم کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے، چاند، ستارے، سورج اور شہاب ثاقب جیسی مخلوقات اپنی قدرت سے پیدا فرمائی ہیں، تو اس کے لئے انسان جیسی کمزور مخلوق کو موت دے کر دوبارہ زندہ کر دینا کیا مشکل ہے؟ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ الخ خلقت بنی آدم: جس طرح تمہیں ابتدا میں چپکتی ہوئی مٹی سے بنا کر تم میں روح پھونک دی تھی اسی طرح جب تم مر کر خاک ہو جاؤ گے اس وقت پھر اللہ تعالیٰ تمہیں زندگی عطا کر دے گا۔

﴿۱۲، ۱۳﴾ تعجب خاتم الانبیاء... یعنی آپ کو تو ان لوگوں پر یہ تعجب ہوتا ہے کہ قدرت باری تعالیٰ کو کیوں نہیں سمجھتے؟ جبکہ اوپر کے واضح دلائل سامنے آنے کے باوجود یہ لوگ نہیں مان رہے، لیکن یہ الٹا آپ ﷺ کے دلائل وعقائد کا مذاق اڑاتے ہیں اور انہیں کتنا ہی سمجھالو، سمجھ کر نہیں دے رہے۔

﴿۱۴﴾ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ... یعنی جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں جو آپ کی نبوت اور عقیدہ آخرت پر دلالت کرے تو یہ اس کا تمسخر اڑاتے ہیں اور ان کے پاس صرف ایک ہی دلیل ہے وہ یہ "ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا الخ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً الخ "آیت" کے لغوی معنی نشانی کے ہیں یہاں مراد معجزہ ہے یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ کو قرآن کریم کے علاوہ بھی کچھ معجزات دیئے گئے ہیں اس سے ان ملحدین کی بھی تردید ہوگی جو آپ کے معجزات کو حسی اسباب کے تابع قرار دیتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ کے دست مبارک پر قرآن کریم کے علاوہ کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا۔

بعض منکرین معجزات یہ بھی کہتے ہیں کہ "اٰيَةً" سے مراد قرآن کریم کی آیات ہیں کہ یہ لوگ انہیں جادو قرار دیتے ہیں لیکن قرآن کریم کا لفظ "رَاَوْا اٰيَةً" (دیکھتے ہیں) اس کی صاف تردید کرتا ہے آیات قرآنی کو دیکھا نہیں جاتا بلکہ سنا جاتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں جہاں کہیں آیات قرآنی کا ذکر ہے وہاں اس کے ساتھ سننے کے الفاظ آتے ہیں دیکھنے کے نہیں اور قرآن کریم میں ایک جگہ "اٰيَةً" کا لفظ معجزہ کے معنی میں آیا ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ہے کہ "اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ" اگر تم کوئی معجزہ لے کر آئے ہو تو لاؤ اگر سچے ہو اسی کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی کو سانپ بنانے کا معجزہ دکھایا تھا۔ (معارف القرآن۔ص۔۴۲۷۔ج۔۷۔م،ش،د)

﴿۱۵﴾ شکوہ مشرکین۔ ﴿۱۶، ۱۷﴾ شکوہ منکرین بعث بعد الموت۔ ﴿۱۸﴾ جواب شکوہ۔ ﴿۱۹﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ الخ کیفیت حشر۔ "زَجْرَةٌ" اس کے عربی زبان میں کئی معانی آتے ہیں ان میں سے ایک معنی یہ ہے کہ مویشیوں کو چلنے پر آمادہ کرنے کیلئے ایسی آوازیں نکالنا جنہیں سن کر وہ اٹھ کھڑے ہوں یہاں اس سے مراد دوسرا صور ہے جو حضرت اسرافیل علیہ السلام مردوں کو زندہ کرنے کیلئے پھونکیں گے اور اس کو "زَجْرَةٌ" سے اس لئے تعبیر فرمایا گیا ہے کہ جس طرح مویشیوں کو اٹھا کر چلانے کیلئے کچھ آوازیں نکالی جاتی ہیں اسی طرح مردوں کو زندہ کرنے کیلئے یہ صور پھونکا جائیگا۔ (قرطبی۔ص۔۶۶۔ج۔۱۵)

فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ: (پس وہ اچانک دیکھنے بھالنے لگیں گے) یعنی جس طرح دنیا میں وہ دیکھنے پر قادر تھے اسی طرح وہاں بھی دیکھ سکیں گے۔ (معارف القرآن۔ص۔۴۲۹۔ج۔۷) ﴿۲۰﴾ مشرکین کی پریشانی۔ ﴿۲۱﴾ یوم الدین کی تشریح ومشرکین کی سرزنش۔

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى

حکم ہوگا اکٹھا کرو انکو جنہوں نے ظلم کیا اور انکے جوڑوں کو اور جنکی وہ پوجا کرتے تھے ﴿۲۲﴾ اللہ کے سوا پس چلاؤ ان کو

صِرَاطِ الْجَحِيمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ ﴿٢٤﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ

جہنم کے راستے کی طرف ﴿۲۳﴾ اور کھڑا کرو انکو بیشک ان سے پوچھا جائیگا ﴿۲۴﴾ کیا ہوا ہے تمکو ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے ﴿۲۵﴾ بلکہ وہ آج کے دن

الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿٢٦﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٧﴾ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنتُمْ تَأْتُونَنَا

ایک دوسرے کو پکڑنیوالے ہونگے ﴿۲۶﴾ اور متوجہ ہونگے بعض انمیں سے بعض پر اور پوچھیں گے ﴿۲۷﴾ کہیں گے تحقیق تم آتے تھے

عَنِ الْيَمِينِ ﴿٢٨﴾ قَالُوا بَل لَّمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ ۖ بَلْ كُنتُمْ

ہمارے پاس داہنی طرف سے ﴿۲۸﴾ وہ کہیں گے بلکہ نہیں تھے تم ایمان لانے والے ﴿۲۹﴾ اور نہیں تھا ہمارے لئے تم پر کوئی غلبہ بلکہ تم خود سرکشی

قَوْمًا طَاغِينَ ﴿٣٠﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۖ إِنَّا لَذَائِقُونَ ﴿٣١﴾ فَأَغْوَيْنَاكُمْ إِنَّا كُنَّا غَاوِينَ ﴿٣٢﴾

کرنے والے تھے ﴿۳۰﴾ پس ثابت ہوگئی ہے ہم پر بات ہمارے پروردگار کی، بیشک ہم چکھنے والے ہیں عذاب کا مذا ﴿۳۱﴾ پھر ہمنے گمراہ کیا تمہیں کیونکہ بیشک ہم بھی گمراہ تھے ﴿۳۲﴾

فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿٣٣﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهُمْ

پس یہ لوگ اس دن عذاب میں شریک ہوں گے ﴿۳۳﴾ ہم اسی طرح کرتے ہیں مجرموں کے ساتھ ﴿۳۴﴾ بیشک یہ لوگ کہ

كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا

جب انکے سامنے کہا جاتا تھا لا الٰہ الا اللہ تو تکبر کرتے تھے ﴿۳۵﴾ اور وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم چھوڑنے والے ہوجائیں اپنے معبودوں کو

لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ﴿٣٦﴾ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٧﴾ إِنَّكُمْ لَذَائِقُو الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ﴿٣٨﴾

ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے ﴿۳۶﴾ نہیں بلکہ وہ لایا ہے حق کو اور اس نے تصدیق کی ہے اللہ کے رسولوں کی ﴿۳۷﴾ بیشک تم چکھنے والے ہو دردناک عذاب ﴿۳۸﴾

وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ

اور تمکو نہیں بدلہ دیا جائیگا مگر وہ جو تم کیا کرتے تھے ﴿۳۹﴾ لیکن اللہ کے مخلص بندے ﴿۴۰﴾ وہ ہیں جنکے لئے

مَّعْلُومٌ ﴿٤١﴾ فَوَاكِهُ ۖ وَهُم مُّكْرَمُونَ ﴿٤٢﴾ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٤٣﴾ عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٤﴾

روزی ہے مقرر ﴿۴۱﴾ پھل ہوں گے اور انکی عزت کی جائے گی ﴿۴۲﴾ نعمتوں کے باغوں میں ﴿۴۳﴾ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھنے والے ہونگے ﴿۴۴﴾

يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴿٤٥﴾ بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ﴿٤٦﴾ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ

پھیرے جائیں گے ان پر پیالے صاف شراب کے ﴿۴۵﴾ سفید رنگ اور لذت آمیز ہوگی پینے والوں کیلئے ﴿۴۶﴾ نہ اسکے اندر سرگردانی ہوگی

عَنْهَا يُنزَفُونَ ﴿٤٧﴾ وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ ﴿٤٨﴾ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ﴿٤٩﴾

اور نہ اسکی وجہ سے وہ بدمست ہونگے ﴿۴۷﴾ اور انکے پاس نیچی نگاہوں اور خوبصورت آنکھوں والی عورتیں ہونگی ﴿۴۸﴾ جیسا کہ وہ انڈے ہیں پوشیدہ محفوظ رکھے ہوئے ﴿۴۹﴾

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّىْ كَانَ لِىْ قَرِيْنٌ ﴿۵۱﴾

پس متوجہ ہونگے بعض ان میں سے بعض کی طرف اور ایک دوسرے سے پوچھیں گے ﴿۵۰﴾ ایک کہنے والا انمیں سے کہے گا بیشک تھا میرے لئے ایک ساتھی ﴿۵۱﴾

يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾

جو کہتا تھا کیا تو تصدیق کرنے والوں میں ہے ﴿۵۲﴾ کہ جب ہم مرجائیں گے اور ہو جائیں گے، مٹی اور ہڈیاں تو کیا ہم بدلہ دیئے جائیں گے ﴿۵۳﴾

قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِىْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾

کہے گا کیا تم جھانک کر دیکھنے والے ہو ﴿۵۴﴾ پس وہ جھانکے گا اور دیکھے گا اسکو دوزخ کے درمیان ﴿۵۵﴾ اور کہے گا اللہ کی قسم قریب تھا کہ تو مجھکو بھی ہلاک کر دیتا ﴿۵۶﴾

وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّىْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا

اور اگر نہ ہوتی میرے پروردگار کی نعمت تو ہوتا میں بھی پکڑ کر حاضر کئے ہوئے مجرموں میں ﴿۵۷﴾ پس کیا ہم نہیں ہیں مرنیوالے ﴿۵۸﴾ مگر وہی پہلی موت اور نہیں ہمکو سزا دی

نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

جائے گی ﴿۵۹﴾ بیشک یہ البتہ بڑی کامیابی ہے ﴿۶۰﴾ اس جیسی کامیابی کے لئے پس چاہیے کہ عمل کریں عمل کرنیوالے ﴿۶۱﴾

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ

کیا یہ بات بہتر ہے باعتبار مہمانی کے یا تھوہر کا درخت ﴿۶۲﴾ بے شک ہمنے بنایا ہے اسکو آزمائش ظلم کرنیوالوں کیلئے ﴿۶۳﴾ تحقیق وہ ایک درخت ہے

تَخْرُجُ فِىْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا

جو نکلتا ہے جہنم کی جڑ سے ﴿۶۴﴾ اس کے خوشے شیطانوں کے سروں کی طرح ہیں ﴿۶۵﴾ پس بیشک یہ لوگ البتہ کھانے والے ہیں اس سے

فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ

پس بھرنے والے ہیں اس سے اپنے پیٹ ﴿۶۶﴾ پھر بیشک ان کیلئے اس پر البتہ ملاوٹ ہوگی کھولتے ہوئے پانی سے ﴿۶۷﴾ پھر بیشک انکا لیجانا

لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ

جہنم کی طرف ہوگا ﴿۶۸﴾ بیشک انہوں نے پایا اپنے آباؤ اجداد کو گمراہ ﴿۶۹﴾ پس وہ انکے نقش قدم پر دوڑ رہے ہیں ﴿۷۰﴾ اور البتہ تحقیق گمراہ ہوئے

اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾

ان سے پہلے بہت سے لوگ ﴿۷۱﴾ اور البتہ تحقیق ہمنے بھیجے ان میں ڈرسنانے والے ﴿۷۲﴾ پس دیکھو کیسا ہوا انجام ڈرسنائے ہوئے لوگوں کا ﴿۷۳﴾

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾

لیکن اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ﴿۷۴﴾

﴿۲۲﴾ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ الخ ربط آیات: گزشتہ آیات سے قیامت کا ذکر چلا آرہا ہے آگے بھی قیامت کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ ... مجرمین کی کیفیت حشر، نتیجہ مشرکین، مشرکین کی سرزنش، نفی شفیع قہری، مشرکین کی ذلت تابعین اور متبوعین کا باہمی مکالمہ، جواب مکالمہ از متبوعین، تتمہ جواب، فیصلہ خداوندی، متبوعین کے کارنامے، تابعین اور متبوعین کا مشترکہ نتیجہ، دستور خداوندی، تشریح جرائم۔ ۱۔ ۲۔ توہین رسول، صداقت و دین قرآن، نتیجہ مشرکین، عدل و انصاف باری تعالیٰ، مؤمنین کی کامیابی، نتائج مؤمنین۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ سرفرازی مؤمنین، متقین کی خصوصی شراب، خصوصیت جنت، حوروں کا حسن و جمال، مؤمنین کا باہمی مکالمہ، اہل جنت کی مجالس میں ایک شخص کی داستان، منکرین قیامت کا شکوہ، تشریح شکوہ، مؤمن کا اہل جنت سے مکالمہ برائے کافر، مؤمن کا مشاہدہ، جنتی کا جہنمی سے مکالمہ، شفقت خداوندی، مؤمن کا اظہار خوشی، انعامات مذکورہ سے کامیابی، مبادرت الی الخیر کی ترغیب، دعوت موازنہ، امتحان خداوندی، قباحت شجرہ زقوم، کفار کا کھانا پینا، دارالاقامہ، سبب رسوائی و گمراہی، اندھی تقلید، امم سابقین کے احوال، تسلی خاتم الانبیاء، بضمن داستان سابق انبیاء، تذکیر بایام اللہ سے تخویف، عباد اللہ کی کامیابی۔ ماخذ آیات۔ ۲۲ تا ۷۴+

مجرمین کی کیفیت حشر۔ "وَاَزْوَاجَهُمْ" سے کیا مراد ہے؟۔ ❶ ... ان مشرکوں کے ساتھ انکی مشرک بیویوں کو بھی جمع کرو۔ (معالم التنزیل۔ص۔۲۱۔ج۔۴۔ قرطبی۔ص۔۷۶۔ج۔۱۵) ❷ ... یہ ہے کہ انکے اتباع یعنی یہودی یہودی کے ساتھ، نصرانی نصرانی کے ساتھ ملے گا لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں ازواج سے مراد یہ ہے کہ مجرم کو اس کے جرم کی نوعیت کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ ٹولیوں میں جمع کرلو۔ جیسے سود خور کو دوسرے سود خوروں کے ساتھ، زنا کار کو دوسرے زنا کاروں کے ساتھ، شراب خور کو دوسرے شراب خوروں کے ساتھ جمع کرلو۔ (مظہری۔ص۔۱۲۲۔ج۔۸۔ معالم التنزیل۔ص۔۲۱۔ج۔۴۔ قرطبی۔ص۔۸۷۔ج۔۱۵)

وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: یعنی ان معبودان باطلہ کو بھی جمع کرلو جن کی یہ دنیا میں اللہ کے سوا پرستش کیا کرتے تھے تا کہ اس وقت ان معبودان باطلہ کی بے بسی کا اچھی طرح نظارہ کرایا جائے۔ ﴿۲۳﴾ نتیجہ مشرکین : پھر ان سب کو (جمع کرکے) دوزخ کی راہ ڈال دیا جائے گا۔ ﴿۲۴﴾ مشرکین کی سرزنش :اوران کو جہنم میں جانے سے پہلے ذرا روکیں گے تا کہ ان سے پوچھ کی جائے۔

﴿۲۵﴾ نفی شفیع قہری : کہا جائے گا تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے۔

﴿۲۶﴾ مشرکین کی ذلت۔ بلکہ وہ سب سر جھکائے کھڑے ہوں گے۔ دنیا میں جو ایک دوسرے کی مدد کے دعویٰ کیا کرتے تھے آج ذلت سے سر جھکائے کھڑے ہوں گے۔ "مُسْتَسْلِمُوْنَ" اسم فاعل جمع مذکر مرفوع استسلام مصدر باب استفعال "سِلْمٌ" مادہ فرمانبردار سَلِمَ سَلَامَةٌ (سمع) آرام پایا سالم رہا، بے ضرر اور بے عیب ہوا محفوظ رہا۔ (لغات القرآن۔ص۔۲۷۰۔ج۔۵)

﴿۲۷﴾ تابعین اور متبوعین کا باہمی مکالمہ :اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر (بجائے مدد کرنے کے) باہم سوال جواب یعنی تو تو میں میں کرنے لگیں گے۔ ﴿۲۸﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ: مکالمہ تابعین : "یمین" کے کئی معنی ہو سکتے ہیں ان میں سے ایک معنی قوت اور طاقت کے بھی ہیں اس معنی کے لحاظ سے تفسیر یہ ہوگی کہ ہم پر تمہاری آمد بڑے زور کی ہوا کرتی تھی، یعنی تم ہم پر خوب زور ڈال کر ہمیں گمراہ کیا کرتے تھے۔ (قرطبی۔ص۔۶۹۔ج۔۱۵)

اس کے علاوہ یمین کے معنی قسم کے بھی آتے ہیں تفسیر یہ ہوگی کہ تم ہمارے پاس قسمیں لے کر آیا کرتے تھے یعنی قسم کھا کر ہم پر یہ باور کراتے تھے کہ ہمارا مذہب درست ہے اور رسول ﷺ کی تعلیم (معاذ اللہ) باطل ہے یہ دونوں تفسیریں درست ہیں۔ (قرطبی۔ص۔۶۸۔ج۔۱۵)

﴿۲۹﴾ جواب مکالمہ از متبوعین۔ کہیں گے نہیں بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے۔ ﴿۳۰﴾ تتمہ جواب۔ اور ہمارا تم پر کچھ

زور اور غلبہ نہیں تھا بلکہ تم خود ہی حد سے نکل جانے والے تھے۔ ﴿۳۱﴾ فیصلہ خداوندی "فَحَقَّ" یعنی کلمہ عذاب اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ"۔ یعنی تابع اور متبوع سب جہنم میں جائیں گے۔ (سورۃ سجدہ۔ ۱۳)
(معالم التنزیل ص ۲۲ ج ۴)

﴿۳۲﴾ متبوعین کے کارنامے : ہم نے تم کو بھی گمراہ کیا اور خود بھی گم کردہ راہ پر تھے۔

﴿۳۳﴾ فَاِنَّهُمۡ يَوۡمَئِذٍ فِى الۡعَذَابِ مُشۡتَرِكُوۡنَ : تابعین اور متبوعین کا مشترکہ نتیجہ : تابع اور متبوعین سب مشترکہ عذاب کا شکار ہوں گے اور ان میں سے کوئی بھی نہیں بچ سکے گا۔ (قرطبی۔ص۔۶۹۔ ج۔۱۵) ہاں اگر اس نے گناہ کا ارتکاب اپنے اختیار سے نہ کیا ہو بلکہ جبر واکراہ کی حالت میں اپنی جان بچانے کیلئے کرلیا ہو تو انشاء اللہ اس کی معافی کی امید ہے۔ (معارف القرآن ص ۴۳۲ ج ۷، م، ش، د)

﴿۳۴﴾ دستور خداوندی : ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں۔

﴿۳۵﴾ اِنَّهُمۡ كَانُوۡۤا اِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ الخ تشریح جرائم ❶ یعنی وہ کلمہ توحید کا انکار کرتے تھے اور لوگوں کو بھی منع کرتے تھے۔ (معالم التنزیل۔ص۔ ۲۲۲۔ ج۔ ۴)

﴿۳۶﴾ جرم۔ ❷ توہین رسول۔ ﴿۳۷﴾ صداقت دین وقرآن : یعنی وہ دین حق لے کر آیا ہے اور گزشتہ انبیاء کی تعلیمات کی تصدیق کرتا ہے۔ ﴿۳۸﴾ نتیجہ مشرکین۔ ﴿۳۹﴾ عدل وانصاف باری تعالیٰ : یعنی تابع متبوع سب کو اعمال کفریہ شرکیہ کا بدلہ ملے گا۔ ﴿۴۰﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ : مؤمنین کی کامیابی : اس کا استثناء "اِنَّكُمۡ لَذَآئِقُوا الۡعَذَابِ الۡاَلِيۡمِ" سے ہے کہ بے شک تم عذاب الیم چکھو گے مگر اللہ کے مخلص بندے وہ محفوظ رہیں گے۔ یعنی اس سے مراد موحد لوگ ہیں۔
(مظہری۔ص۔ ۱۱۴۔ ج۔ ۸۔ معالم التنزیل۔ص۔ ۲۲۔ ج۔ ۴۔ مدارک۔ص۔ ۱۹۔ ج۔ ۴)

﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ رِزۡقٌ مَّعۡلُوۡمٌ : ربط : گزشتہ آیات میں اہل دوزخ کے حالات بیان کرنے کے بعد اب اہل جنت کا تذکرہ کیا گیا ہے یہ تذکرہ دو حصوں پر مشتمل ہے آیت۔ ۴۱۔ سے۔ ۵۰ تک کی آیتوں میں عام اہل جنت کو جو عیش وآرام حاصل ہوگا اس کا بیان ہے اس کے بعد کی آیات مثلاً آیت۔ ۵۱۔ سے۔ ۶۱۔ تک ایک خاص جنتی کا عبرت آموز واقعہ بیان کیا گیا ہے۔
اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ رِزۡقٌ مَّعۡلُوۡمٌ۔ نتائج مؤمنین۔ ❶ ۔۔۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ انہیں لوگوں کے لئے ایسا رزق ہے جس کا حال معلوم ہے حضرات مفسرین نے اس کے مختلف مطالب بیان فرمائے ہیں۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ رزق معلوم سے مراد اس کے اوقات متعین اور معلوم ہیں یعنی صبح اور شام پابندی کے ساتھ عطا کیا جائے گا، جیسا کہ دوسری آیت میں۔ "وَلَهُمۡ رِزۡقُهُمۡ فِيۡهَا بُكۡرَةً وَّعَشِيًّا" (مریم۔ ۶۲) کے الفاظ صراحۃً آئے ہیں۔ (معالم التنزیل۔ص۔ ۲۲ ج۔ ۴) دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ یقینی اور دائمی رزق ہوگا۔ (قرطبی۔ص۔ ۷۰۔ ج۔ ۱۵)
دنیا کی طرح نہیں کہ کوئی شخص یقین کے ساتھ یہ نہیں بتا سکتا کہ کل مجھے کیا اور کتنا رزق ملنے والا ہے؟ اور نہ کسی کو یہ علم ہے کہ جتنا رزق مجھے حاصل ہے وہ کب تک میرے پاس رہے گا؟ ہر شخص کو یہ خطرہ ہوتا ہے کہ یہ مجھے جو نعمتیں حاصل ہیں کب تک میرے پاس رہیں گی، جنت میں یہ خطرہ نہیں ہوگا، بلکہ وہاں رزق یقینی اور دائمی ہوگا۔ ﴿۴۲﴾ فَوَاكِهُ۔ تشریح رزق۔ ❷ فَوَاكِهُ۔ فاکھۃ۔ کی جمع ہے اور عربی میں "فاکھۃ" ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو بھوک کی ضرورت رفع کرنے کے لئے نہیں، بلکہ لذت حاصل کرنے کے لئے کھائی جائے۔ اور اردو میں اس کا معنیٰ "میوہ" اس لئے کر دیا جاتا ہے کہ "میوہ" بھی لذت حاصل کرنے کے لئے کھایا جاتا ہے۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ جنت کی تمام غذائیں لذت حاصل کرنے کے لئے استعمال کی جائیں گی نہ کہ ان سے قوت جسمانی حاصل کی جائے گی۔ (معالم التنزیل۔ص۔۲۲۔ج۔۴۔ مدارک۔ص۔۱۷۔ج۔۴)

وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ۔ ❸ ... اہل جنت کو یہ رزق پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ دیا جائے گا۔ اگر اعزاز و اکرام نہ ہو تو لذیذ سے لذیذ غذا بھی بے حلاوت ہو جاتی ہے۔ اس لئے میزبان کا حق صرف کھانا کھلانا نہیں بلکہ پورا اعزاز و اکرام بھی حقوق میں سے ہے۔

﴿۴۴﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ۔ ❹ ... سرفرازی مؤمنین:... اس کی عملی صورت کیا ہوگی؟ اس کا صحیح علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے مگر بعض حضرات نے فرمایا کہ اس مجلس کا دائرہ کار اتنا وسیع ہوگا کہ کسی کو کسی کی طرف پشت کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ (قرطبی۔ص۔۱۷۔ج۔۱۵۔ معالم التنزیل۔ص۔۲۲۔ج۔۴۔ خازن۔ص۔۱۷۔ج۔۴۔ مدارک۔ص۔۱۷۔ج۔۴)

﴿۴۵،۴۶﴾ متقین کی خصوصی شراب۔ ﴿۴۷﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ : خصوصیت جنت : حضرات مفسرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "غَوْلٌ" کے کئی معنیٰ ہیں، ایک معنی یہ ہے کہ "وجع البطن" یعنی پیٹ کا درد اور دوسرا معنی صداع یعنی دردسر تیسرا معنیٰ کیا ہے عقل کا بہک جانا۔ (معالم التنزیل۔ص۔۲۳۔ج۔۴۔ خازن۔ص۔۱۸۔ج۔۴)

غَوْلٌ : کا لفظ ان سب معنی میں استعمال ہوتا ہے، حافظ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں "غَوْلٌ" آفت کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ جنت کی شراب میں کوئی آفت نہیں ہوگی جیسے دنیا کی شراب میں پائی جاتی ہیں نہ دردسر ہوگا، نہ درد پیٹ ہوگا، نہ بدبو کا بھنکارہ، نہ عقل کا بہک جانا۔ (تفسیر ابن جریر بحوالہ معارف القرآن)

یہاں پر "يُنْزَفُوْنَ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ دراصل "نزف" کنویں سے پانی کھینچنے کو کہتے ہیں۔ جس طرح پانی کنویں سے کھینچا جاتا ہے اسی طرح دنیا کی شراب شرابی کی عقل کو کھینچ کر باہر کرتی ہے اور آدمی بدمست ہو جاتا ہے جنت کی شراب نہایت ہی مفید پر کیف ہوگی۔

پرویز منکر حدیث کا عقیدہ

وہ کہتا ہے کہ جنت اور جہنم کوئی حقیقت نہیں جو صرف انسانی ذات کی کیفیات کے یہ نام ہیں۔
(لغات القرآن۔ص۔۴۴۹۔ج۔۱۔ شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام)

جواب: جنت اور جہنم کا وجود قرآن کریم کی ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں آیات سے ثابت ہے جیسا کہ ابھی کئی آیات میں گزرا ہے، اسی طرح احادیث نبویہ میں بکثرت اس کا ذکر ہے تو اس کا انکار بھی قرآنی نصوص قطعیہ اور احادیث کے انکار کی وجہ سے کفر ہے۔

﴿۴۸﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ. مؤمنین کی حوروں کی کیفیت۔ جنت کی حوریں نگاہیں نیچے رکھنے والی ہوں گی اس کا مطلب یہ ہے کہ جن مردوں کے ساتھ ان کا ازدواجی رشتہ اللہ تعالیٰ نے قائم کر دیا وہ ان کے علاوہ کسی بھی مرد کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھیں گی۔ (قرطبی۔ص۔۷۳۔ج۔۱۵)

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے کہ یہ عورتیں اپنے خاوندوں سے کہیں گی میرے پروردگار کی عزت کی قسم! جنت میں مجھے تم سے بہتر کوئی نظر نہیں آتا اللہ نے مجھے تمہاری بیوی اور تمہیں میرا شوہر بنایا تمام تعریفیں اسی کی ہیں۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ایک مطلب یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اپنے خاوندوں کی نگاہیں نیچے رکھیں گی۔ یعنی وہ خود اتنی خوب صورت اور وفا شعار ہوں گی کہ ان کے خاوندوں کو کسی اور کی طرف نظر اٹھانے کی خواہش ہی نہ ہوگی۔ (تفسیر زاد المسیر لابن جوزی۔ص۔۵۷،۵۸۔ج۔۸)

جنت کی حوروں کے بارے میں مودودی کا قیاس

یہاں ایک عجیب بات مودودی صاحب (تفہیم القرآن۔ص۔۲۸۷۔ج۔۴۔حاشیہ نمبر۔۲۹۔طبع ششم جون ۱۹۷۴ء) میں لکھتے ہیں کہ یہ حوریں کافروں کی لڑکیاں ہوں گی جو سن رشد کو نہیں پہنچی یعنی جو بالغ نہیں ہوئیں قریب البلوغ تھیں اس وقت اس کا رسالہ چلتا تھا، ایشیا اس کے ذریعے سے سوال ہوا کہ حضرت آپ تو کہتے ہیں کہ کافروں کی لڑکیاں ہوں گی حالانکہ علماء تو سلف کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ جنت کی مخلوق ہوں گی تو آپ کی مانیں یا سلف کی مانیں تو ایشیا میں مودودی صاحب نے جواب دیا کہ سلف کا بھی ایک قیاس ہے اور ہمارا بھی قیاس ہے۔"لاحول ولا قوۃ الا باللہ" پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام سلف کے مقابلے میں کمر ٹھوک کر کھڑے ہو جانا کونسی انصاف کی بات ہے اور پھر دوسری بات یہ ہے کہ سلف قیاس نہیں کرتے روایات میں موجود ہے۔ حوروں کے بارے میں کہ "خلقهن من كافور" کافور سے پیدا ہوئی ہیں۔"خلقهن من مسك" کستوری سے پیدا ہوتی ہیں۔ "خلقهن من عنبر" عنبر سے پیدا ہوئیں اسی طرح اس سلسلے میں حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت جعفر، حضرت ابوذر، حضرت ابودرداء ﷺ کی مرفوع حدیثیں ہیں لیکن مودودی صاحب کہتا ہے کہ میرا بھی ایک قیاس ہے۔سلف کا بھی ایک قیاس ہے۔یاد رکھیں اکابر پر جنہوں نے اعتماد نہیں کیا ان کا بیڑا ضرور غرق ہوگا۔

﴿۴۹﴾ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ : حوروں کا حسن و جمال : گویا کہ وہ پردے میں رکھے ہوئے انڈے ہیں۔عرب کے لوگ عام طور پر خوبصورت عورت کو شتر مرغ کے انڈے سے تشبیہ دیتے ہیں جو کہ بالکل شفاف اور اوپر سے ڈھاپا ہوا ہو۔
(معالم التنزیل۔ص۔۲۳۔ج۔۴)

﴿۵۰﴾ مؤمنین کا باہمی مکالمہ۔۔۔ یعنی ایک دوسرے سے بات چیت کرتے ہوں گے ایک دوسرے کے حالات دریافت کرتے ہوں گے۔﴿۵۱﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ۔۔۔الخ اہل جنت کی مجالس میں ایک شخص کی داستان۔ اوپر کی آیات میں اہل جنت کے عمومی حالات بیان فرمانے کے بعد اب ایک جنتی کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا جو جنت کی مجلس میں اپنے ایک کافر دوست کو یاد کرے گا۔علامہ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔اس مؤمن شخص کا نام یہودا اور اس کافر کا نام قطروس ہے اور یہ وہی دو ساتھی ہیں جن کا ذکر سورہ کہف کی آیت وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ۔۔۔الخ میں گزر چکا ہے۔ (معالم التنزیل۔ص۔۲۳۔ج۔۴)

اور تفسیر مظہری میں کافر کا نام مطروس لکھا ہے۔ (مظہری۔ص۔۱۱۶۔ج۔۸)

اور علامہ سیوطی تفسیر درمنثور میں متعدد تابعین سے اس شخص کی تعین کیلئے ایک اور واقعہ نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دو آدمی کاروبار میں شریک تھے۔ان کو آٹھ ہزار دینار کی آمدنی ہوئی اور دونوں نے چار چار ہزار آپس میں تقسیم کئے ایک شریک نے ایک ہزار دینار کی زمین خریدی دوسرے ساتھی نے کہا اے اللہ میں آپ سے ایک ہزار دینار کے عوض جنت میں زمین خریدتا ہوں اور ایک ہزار دینار صدقہ کر دیا۔پھر اس کے ساتھی نے ایک ہزار روپے خرچ کر کے گھر بنوایا تو اس شخص نے عرض کیا یا اللہ میں ایک ہزار دینار میں آپ سے جنت کا ایک گھر خریدتا ہوں مزید ایک ہزار صدقہ کر دیا، اس کے بعد اس کے ساتھی نے ایک عورت سے شادی کی اس پر ایک ہزار خرچ کیا۔تو اس نے عرض کیا یا اللہ میں جنت کی عورتوں میں سے کسی کو پیغام دیتا ہوں۔اور ایک ہزار دینار نذر کرتا ہوں پھر اس کے ساتھی نے ایک ہزار دینار میں کچھ غلام اور سامان خریدا تو اس نے پھر ایک ہزار صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ سے اس کے عوض جنت کے غلام اور جنت کا سامان طلب کیا۔اس کے بعد اتفاق سے اس مؤمن کو شدید کوئی حاجت پیش آئی اپنے سابق شریک کافر دوست کے پاس گیا اور اپنی ضرورت کا ذکر کیا۔تو اس نے پوچھا تمہارے مال کا کیا ہوا ہے؟

اس نے جواب میں پورا واقعہ سنایا، اس پر وہ حیران ہو کر کہا کیا واقعی تم اس بات کو سچا سمجھتے ہو کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں تو ہمیں دوسری زندگی ملے گی۔ مذکورہ آیات میں جنتی سے مراد وہ شخص ہے۔ جس نے آخرت کے بدلے پورا مال خرچ کر دیا اور جہنمی سے مراد وہ شخص ہے۔ جس نے آخرت کی تصدیق کرنے پر اس کا مذاق اڑایا تھا۔ (تفسیر الدر المنثور بحوالہ ابن جریر وغیرہ۔ص۔۱۶۵۔ج۔۵)

﴿۵۲﴾ منکرین قیامت کا شکوہ : کیا تو بھی اس امر کے باور کرنے والوں اور یقین کرنے والوں میں سے ہے۔ ﴿۵۳﴾ تشریح شکوہ۔ ﴿۵۴﴾ مؤمن کا اہل جنت سے مکالمہ برائے کافر:... کیا تم اس میرے دوست کو جھانک کر دیکھو گے۔ ﴿۵۵﴾ مؤمن کا مشاہدہ:... مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد یہ لوگ یعنی اہل جنت یا صرف وہی شخص جس کا ذکر ہو رہا تھا جھانک کر دیکھے گا تو اس کو جہنم میں پڑا ہوا دیکھے گا۔

﴿۵۶﴾ جنتی کا جہنمی سے مکالمہ۔ ﴿۵۷﴾ شفقت خداوندی :یعنی اگر میرے رب کا فضل و کرم نہ ہوتا اور تیری باتوں میں آ کر بعث بعد الموت کا اعتقاد نہ رکھتا تو تباہ ہو کر جہنم میں جاتا۔ ﴿۵۸﴾ مؤمن کا اظہار خوشی :اپنے ساتھی اہل مجلس جنتیوں سے کہے گا کیا اب ہم کو مرنا نہیں ہے یعنی اب دائمی طور پر زندہ رہیں گے۔ ﴿۵۹﴾ سوائے پہلی بار مرنے کے جو ہم موت سے مر چکے نہ اب ہم کو موت آئیگی اور نہ ہم عذاب دیئے جائیں گے بخلاف جہنمیوں کے اب وہ ہر وقت موت کے متوقع ہیں مگر کبھی بھی موت واقع نہیں ہوگی۔

﴿۶۰﴾ انعامات مذکورہ سے کامیابی۔ ﴿۶۱﴾ مبادرت الی الخیر کی ترغیب :ایسی ہی کامیابی حاصل کرنے کے لئے عمل کرنے والوں کو چاہئے کہ عمل کریں۔ ﴿۶۲﴾ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ :دعوت موازنہ :اللہ تعالیٰ نے دوزخ اور جنت دونوں کے تھوڑے تھوڑے حالات بیان کرنے کے بعد ہر انسان کو موازنہ کرنے کی دعوت دی ہے کہ غور کرو ان میں کونسی حالت بہتر ہے۔ کیا یہ مہمانی بہتر ہے؟ استفہامیہ انداز اختیار فرمایا کہ کیا یہ مہمانی بہتر ہے یا تھوہر کا درخت؟

زقوم کی حقیقت:... "زقوم" کا درخت جزیرہ عرب کے علاقہ تہامہ میں پایا جاتا ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ دوسرے بنجر صحراؤں میں بھی ہوتا ہے۔ ہندوستان میں ناگ پھن کے نام سے مشہور ہے۔ اور بعض حضرات نے اسی کو زقوم قرار دیا ہے۔ لیکن بعض نے کہا ہے کہ دوزخ کا زقوم بالکل الگ چیز ہے اس کا دنیا کے زقوم سے کوئی تعلق نہیں وہ اس قدر کڑوا اور بدمزہ ہے کہ جہنمیوں کے گلے میں اٹک کر رہ جائے گا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر جہنم کے تھوہر کا ایک قطرہ دنیا بھر کے سمندروں میں ڈال دیا جائے تو اسکی بدبو اور ذائقہ کی وجہ سے تمام لوگوں کی معیشت برباد ہو کر رہ جائے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ (ابن کثیر۔ص۔۹۔ج۔۷۔ مظہری۔ص۔۱۱۸۔ج۔۸)

﴿۶۳﴾ فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ :امتحان خداوندی مستحقین شجرہ زقوم :یہاں فتنہ کا ترجمہ آزمائش اور امتحان کرنا زیادہ مناسب ہے۔ قرآن کریم کی وہ آیات جن میں کافروں کے لئے زقوم کھلانے کا ذکر ہے جس وقت نازل ہوئی تو ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے کہا تمہارا دوست حضرت محمد ﷺ کہتا ہے کہ آگ میں ایک درخت ہے حالانکہ آگ تو درخت کو کھا جاتی ہے اور خدا کی قسم ہم تو یہ جانتے ہیں کہ زقوم کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں۔ تو آؤ کھجور مکھن کھاؤ۔ (ابن کثیر۔ص۔۱۸۔ج۔۷۔ درمنثور۔ص۔۲۷۷۔ج۔۵۔ معالم التنزیل۔ص۔۲۴۔ج۔۴۔ تفسیر مظہری۔ص۔۱۱۸۔ج۔۸۔ میں ہے کہ زقوم دراصل بربری زبان میں کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے استہزاء کا یہ طریقہ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی جملے میں اسکی دونوں باتوں کا جواب دیدیا کہ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ : تشریح شجرہ زقوم:... یعنی زقوم تو جہنم کی تہہ سے اگنے والا ایک درخت ہے۔ لہٰذا نہ اس سے مراد کھجور ہے اور نہ مکھن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ آگ میں درخت کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب سورۃ بنی

اسرائیل کی آیت۔ ۶۰۔ کے تحت اور سورۃ یٰسین کے آخری رکوع میں گزر چکا ہے دیکھ لیں۔ البتہ اتنی بات یاد رکھیں کہ اہل ایمان جانتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے تو وہ آگ میں بھی درخت پیدا کر سکتا ہے اور اس کی نشوونما بھی کر سکتا ہے۔ جیسے نمونہ کے طور پر ایسے کئی حیوانات موجود ہیں جو آگ میں بھی زندہ رہ سکتے ہیں آگ انہیں جلانے کی بجائے ان کی نشوونما کرتی ہے۔

﴿۶۵﴾ رُءُوۡسُ الشَّيٰطِيۡنِ : قباحت شجرہ زقوم : اکثر مفسرین نے فرمایا یہاں شیاطین سے مراد اس کے مشہور معنی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ زقوم کا پھل اپنی بدصورتی میں شیاطین کے سر کی طرح ہوتا ہے، اب یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ شیاطین کو تو کسی نے دیکھا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ ایک تخیلی تشبیہ ہے۔ محاورہ میں بدصورت اور بدہیئت اشیاء کو شیطان اور جن بھوت سے تشبیہ دی جاتی ہے اور اس کا منشاء انتہائی درجہ کی بدصورتی کو ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ (روح المعانی۔ ص۔ ۱۲۹۔ ج۔ ۲۳)

﴿۶۶﴾ کفار کا کھانا۔ ﴿۶۷﴾ کفار کا پینا۔ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرۡجِعَهُمۡ لَاِلَى الۡجَحِيۡمِ۔ دار الاقامہ:... علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جہنمی جس وقت پیاسے ہوں گے تو ان کو آگ سے باہر نکال کر پانی پلایا جائے گا پھر جہنم کی طرف ان کو لوٹایا جائے گا تو پانی جس مقام پر ہو گا وہاں آگ نہ ہو گی۔ ﴿۶۹﴾ سبب رسوائی و گمراہی۔ ﴿۷۰﴾ اندھی تقلید۔ ﴿۷۱﴾ امم سابقین کے احوال: پہلی اکثر امتیں اسی آبائی تقلید میں گمراہ ہوئیں۔ ﴿۷۲﴾ تسلی خاتم الانبیاء بضمن داستان سابقہ انبیاء : ان سے پہلے لوگوں میں بھی ہم نے ڈرانے والے بھیجے۔ ﴿۷۳﴾ تذکیر بایام اللہ سے تخویف : دیکھ لو ان قوموں کا کیا حشر ہوا۔

﴿۷۴﴾ عباد اللہ کی کامیابی:... مگر توحید پرست اللہ تعالیٰ کے بندے اس عذاب سے بچا لئے گئے۔

وَلَقَدۡ نَادٰىنَا نُوۡحٌ فَلَنِعۡمَ الۡمُجِيۡبُوۡنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيۡنٰهُ وَاَهۡلَهٗ مِنَ الۡكَرۡبِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۷۶﴾

اور البتہ تحقیق پکارا ہم کو نوح علیہ السلام نے پس ہم بہت اچھی طرح اس کی دعا کو قبول کرنے والے ہیں ﴿۷۵﴾ اور ہم نے نجات دی اس کو اور اس کے گھر والوں کو بڑی گھبراہٹ سے ﴿۷۶﴾

وَجَعَلۡنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الۡبٰقِيۡنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوۡحٍ فِى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۷۹﴾

اور کر دیا ہم نے اس کی اولاد کو وہی باقی رہنے والے ﴿۷۷﴾ اور چھوڑا ہم نے اس کے اوپر پچھلوں میں ﴿۷۸﴾ سلام ہے نوح علیہ السلام پر جہان والوں میں ﴿۷۹﴾

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِيۡنَ ﴿۸۲﴾

اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو ﴿۸۰﴾ بیشک وہ ہمارے نیک بندوں میں سے ہے ﴿۸۱﴾ پھر ہم نے غرق کیا دوسروں کو ﴿۸۲﴾

وَاِنَّ مِنۡ شِيۡعَتِهٖ لَاِبۡرٰهِيۡمَ ﴿۸۳﴾ اِذۡ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ ﴿۸۴﴾ اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖ

اور بیشک اسی کے گروہ میں سے البتہ ابراہیم علیہ السلام بھی ہیں ﴿۸۳﴾ جبکہ وہ آئے اپنے پروردگار کے پاس سالم دل لیکر ﴿۸۴﴾ جب کہا اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے

مَاذَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفۡكًا اٰلِهَةً دُوۡنَ اللّٰهِ تُرِيۡدُوۡنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمۡ بِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۸۷﴾

کہ تم کن چیزوں کی عبادت کرتے ہو ﴿۸۵﴾ کیا جھوٹے الٰہ بناتے ہوئے اللہ کے سوا دوسروں کو تم چاہتے ہو ﴿۸۶﴾ پس کیا گمان ہے تمہارا رب العالمین کے بارے میں ﴿۸۷﴾

فَنَظَرَ نَظۡرَةً فِى النُّجُوۡمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّىۡ سَقِيۡمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوۡا عَنۡهُ مُدۡبِرِيۡنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمۡ

پھر نگاہ کی انہوں نے ایک نگاہ ستاروں میں ﴿۸۸﴾ پس کہا انہوں نے کہ میں بیمار ہوں ﴿۸۹﴾ پس پھر گئے وہ لوگ ان سے پشت پھیر کر ﴿۹۰﴾ پس موقع پا کر جا لگے وہ ان کے معبودوں

فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾

کے پاس کہنے لگے کیا تم کھاتے نہیں ﴿۹۱﴾ کیا ہے کہ تم بولتے نہیں ﴿۹۲﴾ پھر گھس گئے ان پر مارتے ہوئے داہنے ہاتھ کیساتھ ﴿۹۳﴾ پس متوجہ ہوئے لوگ اسکی طرف دوڑتے (گھبراتے) ہوئے ﴿۹۴﴾

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا

کہا کیا تم عبادت کرتے ہو انکی جنکو تم تراشتے ہو ﴿۹۵﴾ حالانکہ اللہ تعالٰی نے تمکو پیدا کیا ہے اور ان چیزوں کو بھی جنکو تم بناتے ہو ﴿۹۶﴾ کہا انہوں نے

فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَقَالَ اِنِّىْ ذَاهِبٌ اِلٰى

بناؤ اس کیلئے ایک عمارت اور ڈالو اس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ﴿۹۷﴾ پس ارادہ کیا انہوں اسکے بارے میں بری تدبیر کا پس کر دیا ہمنے انکو ہی پست ﴿۹۸﴾ اور کہا ابراہیم علیہ السلام نے تحقیق میں جاتا ہوں

رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِىْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ

اپنے پروردگار کی طرف وہ مجھے راہ دکھائیگا ﴿۹۹﴾ اے پروردگار بخش دے مجھے نیکوں میں سے کوئی بیٹا ﴿۱۰۰﴾ پس ہمنے بشارت دی اسکو ایک لڑکے کی جو نہایت بردبار تھا ﴿۱۰۱﴾ پس جب پہنچا اسکے ساتھ

السَّعْىَ قَالَ يٰبُنَىَّ اِنِّىْٓ اَرٰى فِى الْمَنَامِ اَنِّىْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۚ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ

تگ و دو کی عمر کو تو اسنے کہا اے بیٹے ابیشک میں دیکھتا ہوں خواب کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں دیکھو تم کیا خیال رکھتے ہو کہا بیٹے نے اے باپ آپ کر ڈالیں جس چیز کا آپکو حکم دیا جاتا ہے

مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِىْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾

آپ پائیں گے مجھے اگر اللہ نے چاہا صبر کرنے والوں میں سے ﴿۱۰۲﴾ پھر جب وہ دونوں مطیع ہو گئے اللہ کے حکم کے اور گرا دیا اسکو پیشانی کے بل ﴿۱۰۳﴾

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾

اور ہمنے اسکو آواز دی اے ابراہیم ﴿۱۰۴﴾ تحقیق تو نے سچ کر دکھایا خواب بیشک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنیوالوں کو ﴿۱۰۵﴾

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

بیشک یہ بات البتہ صریح آزمائش ہے ﴿۱۰۶﴾ اور ہمنے فدیہ دیا اسکو ذبح کرنیکا ایک عظیم جانور کا ﴿۱۰۷﴾ اور ہمنے چھوڑا اس پر پچھلوں میں ﴿۱۰۸﴾

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

اس بات کو کہ سلامتی ہو ابراہیم پر ﴿۱۰۹﴾ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو ﴿۱۱۰﴾ بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے ہے ﴿۱۱۱﴾

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۗ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا

اور ہمنے بشارت دی اسکو اسحاق کی جو کہ اللہ کا نبی اور نیکیوں میں سے تھا ﴿۱۱۲﴾ اور برکت نازل کی ہمنے اس پر اور اسحاق پر اور ان دونوں کی اولاد میں سے نیکی کرنیوالے ہیں

مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾

اور کچھ ظلم کرنیوالے ہیں اپنے نفس پر صریح طور پر ﴿۱۱۳﴾

﴿۷۵﴾ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ: ربط آیات : گزشتہ آیات میں منذرین کا اجمالی طور پر ذکر تھا کہ اکثر لوگوں نے ان کی بات کو نہیں مانا، ان کا انجام برا ہوا، یہاں سے اس اجمال کی تفصیل بیان کی جارہی ہے کہ ان منذرین میں سے سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے جو مشرک قوم کی طرف سب سے پہلے بھیجے گئے ہیں۔

خلاصہ رکوع ❸ حضرت نوح کی دعا، اجابت دعا، حضرت نوح ومتبعین کی نجات، خاندان نوح کی فضیلت حضرت نوح کی حسن ثناء، تشریح حسن ثناء، دستور خداوندی، حضرت نوح کی عبدیت وبشریت، مخالفین کے نتائج، حضرت ابراہیم کا شجرہ نسب، حضرت ابراہیم کا قلب سلیم، حضرت ابراہیم کا مناظرہ، تنبیہ قوم، فہمائش قوم، فراست ابراہیمی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معذرت بطریق توریہ، مخالفین کی واپسی، حضرت ابراہیم کا بت خانہ میں داخلہ بطور تنبیہ کے مکالمہ حضرت ابراہیم کی شجاعت، بت پرستوں کا کارنامہ، حضرت ابراہیم کی فہمائش، حصر الخالقیت باری تعالیٰ، مخالفین کی تجویز، مخالفین کی مغلوبیت، حضرت ابراہیم کی ہجرت اور استقلال، دعا ابراہیم، قبولیت دعا، امتحان ابراہیم، ابراہیم کا خواب، تشریح خواب، سوال ابراہیم، حضرت اسماعیل کا فدائیت، اسماعیل کا وعدہ، حضرت ابراہیم واسماعیل علیہم السلام کی اطاعت، حضرت ابراہیم کی قربانی کا منظر، نداء خداوندی برائے تکمیل خواب، قبولیت قربانی، امتحان کی شدت، حضرت اسحاق کی فضیلت، خاندان ابراہیم کے فضائل، خاندان ابراہیم علیہ السلام کے اقسام۔ ماخذ آیات۔ ۷۵ تا ۱۱۳+

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا : اور ہم کو نوح نے پکارا۔ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ: اجابت دعا:... ہم اچھے جواب دینے والے ہیں نوح علیہ السلام کی دعا سے کونسی دعا مراد ہے اکثر مفسرین کے قول کے مطابق اس سے مراد وہ دعا ہے جو سورہ نوح میں مذکورہ ہے یعنی "رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا" اور سورہ قمر میں مذکور ہے یعنی "اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ" یہ دعا حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی مسلسل سرکشی اور نافرمانی کے بعد اس وقت کی تھی جبکہ آپ کی قوم نے آپ کو صرف جھٹلانے پر اکتفاء نہ کیا بلکہ آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا۔ ﴿۷۶﴾ حضرت نوح علیہ السلام اور متبعین کی نجات : "مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ" "کرب" کا ایک معنی یہ ہے کہ ہم نے ان کو غرق ہونے سے بچایا۔ (کبیر۔ص۔۳۳۹۔ج۔۲۶۔خازن۔ص۔۱۹۔ج۔۴۔مدارک۔ص۔۱۹۔ج۔۴) دوسرا معنی "کرب" کا صدمہ کرتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی قوم شرک میں مبتلا تھی قوم کی حالت کو دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام کو صدمہ ہوتا تھا جب یہ قوم تباہ ہوئی تو اس صدمہ سے نجات ملی۔ تیسرا معنی یہ کرتے ہیں کہ جب قوم نوح علیہ السلام سے استہزاء کرتی تھی اور کہتی تھی کہ آپ مجنون ہیں تو اس سے آپ کو ایذا پہنچتی تھی۔ تو جب قوم تباہ ہوئی تو یہ پریشانیاں ختم ہوئیں۔ (کبیر۔ص۔۳۳۹۔ج۔۲۶)

﴿۷۷﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ: خاندان نوح کی فضیلت:... حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جو طوفان آیا تھا اس میں دنیا کی اکثر آبادی ہلاک ہوگئی تھی اور اس کے بعد ساری دنیا کی نسل حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں سے چلی، ایک بیٹے کا نام سام تھا اور ان کی اولاد سے اہل عرب اور اہل فارس اہل روم وغیرہ کی نسل چلی۔ دوسرے بیٹے کا نام حام تھا اور ان سے افریقی ممالک کی آبادیاں دنیا میں پھیلیں۔ بعض حضرات نے ہندوستان کے باشندوں کو بھی شامل کیا ہے اور تیسرے بیٹے کا نام یافث تھا ان سے ترک منگول اور یاجوج ماجوج کی نسلیں نکلتی ہیں۔ صرف ان بیٹوں کی نسل سے دوبارہ انسانیت وجود میں آئی ہے سب سے بہتر قول بھی یہی ہے۔ (مدارک۔ص۔۲۰۔ج۔۴۔خازن۔ص۔۲۰۔ج۔۴۔کبیر حوالہ بالا)

﴿۷۸﴾ حضرت نوح علیہ السلام کے لئے حسن ثناء۔ ﴿۷۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ: تشریح حسن ثناء : اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو لوگ پیدا ہوئے ان کی نظر میں حضرت نوح علیہ السلام کو ایسا معزز ومکرم بنادیا کہ وہ قیامت تک ان کیلئے سلامتی کی دعا کرتے رہیں گے چنانچہ تمام مذاہب حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت اور تقدس کے قائل ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ یہود اور نصرانی بھی آپ کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ (معارف القرآن۔م۔ش۔د)

﴿۸۰﴾ دستور خداوندی۔ ﴿۸۱﴾ حضرت نوح علیہ السلام کی عبدیت وبشریت۔ ﴿۸۲﴾ مخالفین کے نتائج۔

﴿۸۳﴾ وَاِنَّ مِنۡ شِيۡعَتِهٖ لَاِبۡرٰهِيۡمَ : حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شجرہ نسب : یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے دین پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔

اہل تشیع کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شیعہ ہونے پر استدلال اور اس کا بطلان

اہل تشیع کہتے ہیں کہ اس آیت کی رو سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شیعہ ہونا واضح ہے مگر ان کا یہ استدلال باطل ہے اس لئے کہ کتب لغت میں ''شیطان'' اور ''شیطنت'' کے متصل ''شیعہ'' کا معنی گروہ، مطیع، فرمانبردار، مدد کرنے والا لکھا ہے۔ اصطلاحی معنوں میں مذہب امامیہ رکھنے والا اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کے سوا حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہ ماننے والا لکھا ہے۔ (فیروز اللغات فارسی حصہ دوم۔ ص۔۹۰) اور اس آیت میں لغوی معنی مراد ہے مطیع وفرمانبردار کیونکہ مضاف الیہ حضرت نوح علیہ السلام کی ذات اقدس ہے اس قرینہ اور مناسبت سے اس کا لغوی معنی مراد ہو گا۔ اصطلاحی معنی مذہب امامیہ رکھنے والا مراد نہیں ہے کیونکہ یہ اصطلاح نزول قرآن کے بعد کی ہے۔

نیز یہاں شیعہ کا معنی نسل بھی ہو سکتا ہے یہ دونوں معنی لغوی ہیں، اصطلاحی نہیں ہیں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شیعہ غیر نبی تابعدار کو کہتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام تو مستقل صاحب شریعت نبی تھے اور حضرت نوح علیہ السلام سے بھی افضل تھے تو وہ ان کے کیسے شیعہ ہوئے؟ الغرض: ''شیعته'' کا صحیح معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے گروہ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک فرد تھے۔ چنانچہ شیعہ مذہب کی معتبر تفاسیر مجمع البیان میں ہے ''وان من شیعته لابراهیم ای وان من شیعت نوح ابراهیم یعنی انه علی منهاجه وسنته فی التوحید والعدل واتباع الحق''۔ (ص ۴۴۹ پارہ۔ ۲۳۔ ج۔ ۴۔ جز۔ ۸ مطبوعہ تہران) ترجمہ: اور بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے شیعہ میں سے ہیں یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے گروہ میں سے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی طریقہ توحید وعدل اور اتباع حق پر تھے جو حضرت نوح علیہ السلام کا تھا لہذا اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام موجودہ شیعوں میں سے تھے بالکل غیر ثابت اور قرآن کریم کی صراحتاً غلط تاویل ہے جو باعث گمراہی ہے۔ نیز شیعہ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں ہمارا نام شیعہ قرآن میں موجود ہے سنیوں کا نام لفظ ''سنی'' قرآن میں موجود نہیں ہے جس سے ہمارے مذہب کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ جواب: یہ محض سادہ لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش ہے حق بات یہ ہے کہ قرآن کریم کا معمولی علم رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ لفظ سنی سنیوں کی طرف منسوب ہے اور یہ لفظ قرآن کریم میں کئی مقامات پر موجود ہے سردست نو آیات حاضر خدمت کرتے ہیں تا کہ حق اور دھوکہ دہی واضح ہو جائے: ۱۔ ''یرید الله لیبین لکم ویهدیکم سنن الذین من قبلکم ویتوب علیکم والله علیم حکیم''۔ (نساء۔ ۲۶) اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم سے بیان کردے اور تم سے پہلے لوگوں کے احوال (طریقہ) تم کو بتادے اور تم پر توجہ فرمادے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں۔ ۲۔ قل للذین کفروا ان ینتهوا یغفر لکم ما قد سلف وان یعودوا فقد مضت سنت الاولین''۔ (انفال۔ ۳۸) آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ اپنے کفر سے باز آجائیں گے تو ان کے گناہ سارے (جو اسلام سے) پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر اپنی وہی (کفر کی) عادت رکھیں گے تو (ان کو سنا دیا جائے کہ) کفار سابقین کے حق میں قانون نافذ (یعنی طریقہ) ہو چکا ہے۔ ۳۔ قد خلت سنت الاولین۔ (حجر۔ ۱۳) تحقیق پہلوں کا طریقہ گزر چکا ہے۔ ۴۔ ''سنة من قد ارسلنا قبلك من رسلنا

ولا تجد لسنتنا تحویلاً"۔ (اسراء۔۷۷)

ترجمہ: طریقہ ان رسولوں کا جو آپ سے پہلے ہم نے بھیجے تھے اور آپ ہمارے طریقے میں تبدیلی نہیں پائیں گے۔ ۵۔ "الا ان تاتیھم سنت الاولین"۔ (کہف۔۵۵) مگر یہ کہ آ گیا ان کے پاس طریقہ گزرے ہوئے لوگوں کا۔ ۶۔ "سنة الله فی الذین خلوا من قبل و کان امر الله قدرا مقدورا"۔ (احزاب۔۳۸) اللہ تعالیٰ کا طریقہ ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے ہیں ایک ہی چلا آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ایک حد پر اندزہ کیا ہوتا ہے۔ ۷۔ "سنة الله فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنة الله تبدیلاً"۔ (احزاب۔۶۲) اللہ تعالیٰ کا طریقہ ان لوگوں کے بارے میں جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں اور آپ اللہ کے طریقے میں ہرگز تبدیلی نہیں پائیں گے۔ ۸۔ "سنة الله فی التی قد خلت فی عبادہ وخسر ھنالك الكافرون"۔ (مؤمن۔۸۵) اور اللہ کا طریقہ جو اس کے بندوں میں گزرا اور کافر وہاں خسارہ میں پڑے ہوں گے۔ ۹۔ "سنة الله التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنتنا تبدیلا"۔ (فتح۔۲۳) اللہ تعالیٰ کا طریقہ جو پہلے سے چلا آیا ہے اور تم اللہ کے طریقے میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے۔ آیت۔۱۔ کی تفسیر میں ملا فتح اللہ کا شانی لکھتا ہے: یرید الله (خدا وند مے خواهد) لیبین لکم (تابیان کند برائے شما۔۔۔ ویهدی کم (ورهنمايي كند شمارا) سنن الذین (راه‌ها ی انان که بودند) من قبلکم (پیش از شما یعنی دین ابراهیم واسماعیل)۔ (تفسیر منہج الصادقین سورۃ نسا جز پنجم: آیت ۲۶ ج۔۲ ص۔۷۸۔۷۹) اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تاکہ تمہارے لئے بیان کرے اور تمہیں راستہ دکھائے ان لوگوں کے راستے کی طرف جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں یعنی حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام کے دین کی طرف۔ مذکورہ آیات اور ملا فتح اللہ کاشانی کی عبارت سے واضح طور پر سمجھا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے طریقہ اور راستہ کو سنت کے خوبصورت لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور اس لفظ کی نسبت بعض آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی ہے اور بعض آیتوں میں انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف فرمائی ہے جس میں اہل سنت کے لئے سعادت اور بشارت ہے اور تمام فرق باطلہ سے اس لفظ کے ذریعے اہل سنت کو ممتاز کیا ہے اور اس لفظ سنت کی تائید وتصدیق کے لئے ہم کتب شیعہ سے صرف تین حوالہ پیش کرتے ہیں جن سے واضح طور پر یہ معلوم ہوجائے گا کہ ہم سنی ہیں اور منسوب الی السنة ہیں اور سنت پر عمل کرنے کی حضور ﷺ نے ترغیب دی ہے اور یہ کہنا کہ سنی کا لفظ قرآن میں موجود نہیں یہ محض لاعلمی اور جہالت کی ایک زندہ تصویر ہے چنانچہ شیعہ مذہب کی معتبر کتاب وسائل الشیعہ میں ہے "فمن رغب عن سنتی فلیس منی"۔ (ج۔۱۴ ص۔۹۔ کتاب النکاح باب کراہة العزوبہ مطبوعہ تہران)

یعنی جو شخص میری سنت سے منہ پھیرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ ۲۔ آنحضرت ﷺ جب حجۃ الوداع سے فارغ ہوئے مدینہ منورہ کی روانگی کے دوران آپ نے ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا جس کے الفاظ یہ ہیں چنانچہ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے "وصیت مے فرمودای شاں را کہ دست از سنت وطریقہ او برندارد"۔ (جلاء العیون۔ ص۔۵۹۔ ج۔۱۔ فصل چہارم در بیان وصیت) یعنی آنحضرت ﷺ نے حضرات صحابہ کرام کو مخاطب فرما کر ان کے واسطے تمام مسلمانوں کو وصیت فرمائی کہ میری سنت اور میرا طریقہ سے کبھی بھی ہاتھ نہ اٹھانا یعنی اس پر ہمیشہ کاربند رہنا۔ ۳۔ ابن بابویہ قمی لکھتے ہیں۔ عن جعفر بن محمد عن آبائه علیهم السلام قال قال رسول الله ﷺ ما وجدتم فی کتاب الله عز وجل فالعمل لکم به لا عذر لکم فی ترکه وما لم یکن فی کتاب الله عز وجل وکانت فیه سنة منی فلا عذر لکم فی ترك سنتی"۔ (معانی الاخبار ص۔۱۵۴ باب معنی قول النبی ﷺ مثل اصحابہ الخ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادقؑ اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہیں جو حکم اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ملے اس پر عمل کرنا چاہیے اس کے چھوڑنے کا کوئی تمہیں عذر نہیں کرنا چاہیے اور جو حکم اللہ کی کتاب میں نہ ملے اس کے بارے میں میری طرف سے کوئی سنت مل جائے تو پھر میری سنت کے چھوڑنے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیے۔ مذکورہ آیات اور کتب شیعہ سے ثابت ہوا کہ لفظ سنت سے سنی کا لفظ نکلا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے کہ اس لفظ کی نسبت یا تو اللہ تعالیٰ کی طرف ہے یا انبیاء کی طرف ہے سنی ہونا یا کہلوانا قرآن وحدیث سے ثابت ہے لہذا تمہارا اعتراض بے فائدہ ہوا۔

اعتراض: اہل تشیع کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب شیعہ کی عظمت کو دیکھا تو انہوں نے شیعہ بننے کی دعا کی چنانچہ ملا فتح اللہ کاشانی نے تفسیر منہج الصادقین میں اسی آیت کے ذیل میں ایک من گھڑت حدیث کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ملکوت آسمانی کی سیر کرائی تو انہوں نے عرش الٰہی کی طرف دیکھا ایک بہت بڑا نور نظر آیا اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا یہ کیسا نور ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور ہے کہنے لگے اس کے پہلو میں کیا ہے؟ تو فرمایا کہ یہ حضور ﷺ کے بھائی اور وصی جناب علی بن ابی طالب کا نور ہے پھر کہا میں ایک اور نور دیکھ رہا ہوں جو ان دونوں کے قریب ہے جواب دیا یہ فاطمۃ الزہراء کا نور ہے جو سید الانبیاء کی بیٹی اور خیر الاوصیا کی زوجہ ہیں:

"گفت خدا وند دو نور دیگر مے بینم نزدیک ایشاں فرمود کہ آں دو نور دو فرزند وے اند حسن وحسین ..... گفت خدا یا نور ھائے بسیار می بینم از گرد ایشاں در آمدہ اند فرمود آں نور ھائے شیعان ومحبان علی اند وفرزندان او ..... ابراھیم گفت خدا وند مرا شیعہ علی وفرزندان او گردان حق تعالیٰ دعائے او را اجابت فرمود واو را داخل شیعان امیر المؤمنین گردانید ورسول خود را از آں خبر دادہ فرمود وان من شیعتہ لابراھیم وبہ درستی کہ ابراھیم از جملہ شیعان علی بن ابی طالب صلوٰۃ اللہ علیہم است"۔ (تفسیر منہج الصادقین۔ص۔۶۷۷۔ج۔۴۔سورۃ الصافات)

یعنی حضرت ابراہیم علیہم السلام نے عرض کیا اے اللہ مجھے ان کے قریب دو اور نور نظر آرہے ہیں وہ کس کے ہیں؟ فرمایا یہ دونوں نور حسن وحسین کے ہیں جو حضرت علی المرتضیٰ کے فرزند ہیں پھر عرض کیا خدایا میں یہاں اردگرد بہت سے نور دیکھ رہا ہوں وہ کن لوگوں کے ہیں؟ فرمایا یہ نور حضرت علی المرتضیٰ کے شیعوں اور ان سے محبت کرنے والوں اور ان کے فرزندوں کے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے اللہ مجھے بھی علی اور ان کے فرزندوں کا شیعہ بنادے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور انہیں شیعان علی میں داخل فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کو خبر دی "ان من شیعتہ لابراھیم" کہ بے شک حضرت علی کے شیعوں میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ہیں؟

جواب: یہ روایت گھڑ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذمہ لگادی گئی ہے حالانکہ اس آیت کی تفسیر تفسیر مجمع البیان کے حوالہ سے جو شیعہ مذہب کی معتبر تفسیر ہے اس سے گزر چکی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے گروہ میں سے ہے کہ اسی طریقے توحید عدل اتباع حق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام کے طریقے اور راستے پر تھے اس سے شیعہ مذہب کی حقانیت اور اس کی عظمت کو ظاہر کرنا یہ خالص قرآن کریم میں تحریف ہے جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے کہ شیعہ کسی خاص مذہب کا نام نہیں ہے بلکہ اس کا عام معنی گروہ ہے اور اس کا اطلاق اچھے لوگوں پر بھی ہوتا ہے اور برے لوگوں پر بھی قرآن کریم میں اس لفظ کو گروہ کے معنی میں بلا امتیاز استعمال کیا گیا ہے یہود ونصاریٰ فرعونیوں اور دوزخیوں کو بھی شیعہ کہا گیا ہے اس پر سر دست پانچ آیات حاضر

خدمت ہیں:

۔۱۔قل ھو قادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا"۔ (انعام۔۶۵) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے وہ اس بات پر قادر ہے کہ تم پر اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تم کو شیعہ (گروہ در گروہ) بنا کر باہم لڑائے ۔۲۔ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شئی "۔(انعام ۔۱۵۹) بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا وہ شیعہ ہو گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔۳۔ثم لننزعن من کل شیعۃ ایھم اشد علی الرحمن عتیا ۔(مریم۔۷۷) پھر ہر گروہ سے ان لوگوں کو جدا کردیں گے جو ان میں سے زیادہ رحمن کے ساتھ سرکشی کا رویہ رکھتے ہیں ۔۴۔ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعا ۔(قصص ۔۴) ترجمہ: بے شک فرعون زمین میں سرکش بن گیا ہے اور اس زمین کے باشندوں کو شیعہ بنا دیا ۔۵۔ولا تکونوا من المشرکین من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا ۔(روم ۔۳۲) ان مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ شیعہ ہو گئے۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ لفظ شیعہ واقعی شیعہ مذہب کے معنی میں مستعمل ہوا ہے تو اس مذہب کے پیروکاروں کی نسبت فرعون، مشرکین، دین میں ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے اور دوزخیوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے جب کہ شیعہ لوگ اس لفظ سے اپنے آپ کو حق پر اور جنتی ہونے کا ناز کرتے ہیں قرآن کریم کی روشنی میں اس لفظ کا صحیح معنی اگر مذہب شیعہ مراد لیا جائے تو متعین ہو گیا اس پر اہل تشیع کو مبارک ہو اور اس ترقی پر تادم زندگی خوش رہیں۔

خلاصہ کلام: قرآن کریم میں مختلف مقامات پر لفظ "شیعہ" واحد اور جمع کے صیغے کے ساتھ مستعمل ہوا ہے ہر جگہ شیطان کا گروہ اور کفار و مشرکین مراد ہیں اور اگر اس سے نیک لوگ مراد ہیں تو ان کا تعلق شیعہ روافض کے ساتھ کوئی نہیں ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت غلط ہے وہ تو فرمانبردار ذریت میں سے تھے۔

اعتراض: شیعہ کہتے ہیں کہ اہل السنت کی کتاب صواعق الحرقہ میں ہے اے ابوالحسن آپ اور آپ کے شیعہ سب جنتی ہیں اور فرمایا اے علی آپ اور آپ کے شیعہ قیامت میں اللہ تعالیٰ سے راضی ہونے والے ہوں گے۔اس سے واضح ثابت ہوا کہ حضرت حسن اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چاہنے والے شیعہ جنتی ہیں۔

جواب: "الصواعق المحرقہ فی الرد علی اھل البدع والزندقہ" تصنیف ابن حجر مکیؒ کی ۔ص۔۱۶۱۔مطبوعہ مجیدیہ ملتان میں یہ روایت درج ہے کہ جس کی مکمل عبارت سے جنتی تو کجا شیعہ کا جہنمی ہونا واضح ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔"اخرج الحافظ جمال الدین الزرندی عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان ھذہ الآیۃ لما نزلت قال ﷺ لعلی۔ ھو انت وشیعتک تاتی انت وشیعتک یوم القیامۃ راضین مرضیین ویاتی عدوک غضابا مقمحین ۔قال ومن عدوی ؟قال من تبرأ منک ولعنک وخیر السابقین الی ظل العرش یوم القیامۃ طوبی لھم قیل ومن ھم یارسول اللہ؟ قال شیعتک یا علی ومحبک بخیہ کذاب واستحضر ما مر فی صفاتہ شیعتہ واستحضر ایضا الاخبار السابقۃ فی المقدمات اول الباب فی الرافضۃ (واخرج) الدارقطنی یا ابا الحسن اما انت وشیعتک فی الجنۃ وان قوما یزعمون انھم یحبونک یصغرون الاسلام ثم یلفظونہ یمرقون منہ کما یمرق السھم من الرمیۃ لھم نبذ یقال لھم الرافضۃ فان ادرکتھم فقاتلھم فانھم مشرکون۔ قال

الدار قطنی بھذا الحدیث عدنا طرقات کثیرۃ ثم اخرج عن ام سلمۃ ؓ قالت :کانت لیلتی وکان النبی ﷺ عندی فاتتہ فاطمۃ فتبعھا علی رضی اللہ عنھما فقال النبی ﷺ یا علی انت واصحابک فی الجنۃ انت وشیعتک فی الجنۃ الا انہ ممن یحبک اقوام یصغرون الاسلام یلفظونہ یقرؤن القرآن لایجاوز طراقیھم لھم نبز یقال لھم الرافضۃ فجاھدھم فانھم مشرکون قالوا یا رسول اللہ ما العلامۃ فیھم ؟قال لایشھدون جمعۃ ولاجماعۃ ویطعنون علی السلف"۔

ترجمہ:حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حافظ جمال الدین الذرندی روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں جب یہ آیت "ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریہ" نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ آیت تیرے اور تیرے شیعوں کے بارے میں آئی ہے تو اور تیرے شیعہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے راضی ہونے والے ہوں گے اور تیرے دشمن اللہ کے غصے اور انتقام کا نتیجہ بنیں گے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا میرے دشمن کون ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو تجھ سے بیزار ہوں گے اور تجھ پر لعن طعن کریں گے اور حضور ﷺ نے فرمایا تیرے چاہنے والے اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں سبقت کرنے والوں میں سے ہوں گے ان کے لئے خوشخبری ہو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا مجھ سے دشمنی کرنے والے کون ہوں گے؟ یارسول اللہ حضور ﷺ نے فرمایا تیرے شیعہ اور تجھ سے محبت کرنے والے۔

علامہ ابن حجر مکی صاحب کتاب فرماتے ہیں اس روایت میں کذاب ہیں مصنف فرماتے ہیں یہ بات بھی ذہن میں حاضر ہونی چاہئے جو اس کتاب میں شیعوں کے صفات پہلے گزر چکے ہیں خاص کر پہلا باب جو شیعہ روافض کے متعلق تھا دار قطنی نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ سے فرمایا اے ابوالحسن آپ اور آپ کے شیعہ جنت میں جائیں گے یقیناً یہ قوم اپنے متعلق یہی گمان رکھتی ہے کہ وہ آپ سے مُت کرتے ہیں حالانکہ وہ اسلام کو حقیر جانتے ہوں گے اور پھر اس کو بالکل پھینک دیں گے اور اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جس طرح تیر کمان سے ان میں سے ایک جماعت کو روافضہ کہا جائے گا، پس اگر وہ آپ کو مل جائیں تو ان سے قتال کرنا اس لئے کہ وہ مشرک ہیں، امام دار قطنی کہتے ہیں کہ اس روایت کے ثبوت کے لئے کئی سندوں کے طرق ہیں پھر امام دار قطنی نے حضرت ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک رات میرے پاس قیام فرما رہے تھے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں ان کے پیچھے حضرت علی بھی تشریف لائے آپ ﷺ نے فرمایا اے علی! آپ اور آپ کے ساتھی جنتی ہیں آگاہ رہو تمہارے ساتھ محبت کے دعویداروں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اسلام کو حقیر سمجھیں گے اور اس کو چھوڑ دیں گے، قرآن کریم کی تلاوت کریں گے ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، ان میں سے ایک گروہ رافضہ ہو گا، ان کے ساتھ جہاد کرنا اس لئے کہ وہ مشرک ہیں انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ان کی علامت کیا ہوگی؟ آپ نے ارشاد فرمایا نہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں حاضر ہوں گے، نہ پانچ وقتی نماز میں شمولیت کریں گے، گزرے ہوئے بزرگوں پر لعن طعن کریں گے۔

اس روایت میں واضح طور پر موجود ہے کہ یہ فرقہ جو روافضہ کے نام سے مشہور ہے اللہ کے نبی نے ان کو مشرک کہا ہے اور ان سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کی تین علامتیں بیان فرمائیں ہیں اس روایت کے پیش نظر تو یقیناً یہ دشمنان اسلام ہی ہیں نہ کہ محبان علی اور دشمنان اسلام سے اللہ کے نبی ﷺ نے جہاد کا حکم دیا ہے الحمد للہ ہم اہل السنت والجماعت ہیں جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سمیت تمام شاگردان مصطفیٰ کا ادب واحترام کرتے ہیں اور ان کو اپنے ایمان کے لئے معیار سمجھتے ہیں اور کتب اہل تشیع سے یہ بات

ثابت ہے کہ حقیقی محبان علی اہل السنت والجماعت ہیں:

۔ا۔چنانچہ شیعہ مذہب کی معتبر کتاب جامع الاخبار میں ہے:"من مات علی حب آل محمد مات علی السنۃ والجماعۃ"۔ (ص۔۱۸۹ الحادی والثلاثون والمائۃ فی الموت) ترجمہ: جو شخص آل محمد کی محبت پر وفات پا گیا وہ سنت اور جماعت پر فوت ہوا

۔۲۔ولیس علی من مات علی السنۃ والجماعۃ عذاب القبر ولا شدۃ یوم القیامۃ یا محمد من احب الجماعۃ احب اللہ والملائکۃ اجمعین"۔(جامع الاخبار۔ص۔۸۷۔فصل السادس والثلاثون فی صلوۃ الجماعۃ)

جو شخص مذہب اہل سنت والجماعت پر وفات پائے گا اس کو عذاب قبر نہیں ہوگا اور قیامت کی سختیوں سے محفوظ رہے گا اے محمد ﷺ جو جماعت کو درست رکھے گا اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے محبوب رکھیں گے۔ ۳۔ابوالحسن الاربلی لکھتا ہے:"وقال رسول اللہ ﷺ من مات علی حب آل محمد مات شہیدا ،الاومن مات علی حب آل محمد مات مغفورا لہ ،الاومن مات علی حب آل محمد مات تائبا ،الاومن مات علی حب آل محمد مات مؤمنا مستکمل الایمان ،الاومن مات علی حب آل محمد بشرہ ملک الموت بالجنۃ ومنکر ونکیر ،الاومن مات علی حب آل محمد یزف الی الجنۃ .کما تزف العروس الی بیت زوجھا ،الاومن مات علی حب آل محمد فتح لہ فی قبرہ بابان الی الجنۃ ،الاومن مات علی حب آل محمد جعل اللہ قبرہ ومزار ملائکۃ الرحمۃ ،الاومن مات علی حب آل محمد مات علی السنۃ والجماعۃ"۔ (کشف الغمہ۔ج۔ا۔ص۔۲۱۳۔محبت الرسول علیہ السلام لامیر المؤمنین علیہ السلام)

ترجمہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا آگاہ رہو جو بھی آل محمد کی محبت میں مرے گا وہ شہید اور جو بھی آل محمد کی محبت میں وفات پائے گا اس حال میں کہ وہ مؤمن تھا اس کی بخشش ہو جائے گی اور اس کی توبہ قبول ہوگی اور وہ کامل الایمان ہونے کی صورت میں دنیا سے جائے گا اس کو ملک الموت اور منکر نکیر جنت کی خوشخبری دیں گے اور وہ جنت میں ایسے ہی خوش وخرم ہوگا جس طرح دلہن اپنے شوہر کے گھر میں جاتی ہے اس کی قبر میں جنت کی طرف سے دو دروازے کھول دیئے جائیں گے اس کی قبر رحمت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بنے ہوگی اور وہ اہل سنت والجماعت پر مرے گا۔

اس روایت سے اہل السنۃ والجماعۃ کی تعریف ثابت ہوتی ہے اہل تشیع کے لئے کسی بشارت کا ذکر نہیں، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اہل السنت والجماعت تھے اور اسی کی پیروی کا حکم دیتے تھے چنانچہ شیعہ مذہب کی معتبر کتاب الاحتجاج طبرسی میں احمد بن علی الطبرسی لکھتے ہیں:" روی یحیٰ بن عبد اللہ بن الحسن عن ابیہ عبد اللہ بن الحسن قال امیر المؤ منین علیہ السلام یخطب بالبصرۃ بعد دخو لہ بایام فقام الیہ رجل فقال یا امیر المؤمنین اخبرنی من اھل الجماعۃ ومن اھل الفرقۃ ومن اھل البدعۃ ومن اھل السنۃ؛ فقال ویحک اماذا سئلتنی فافھم عنی ولاعلیک ان تسئل عنھا عھدا بعدی اما اھل الجماعت فانا ومن تبعنی وان قلوا وذلک الحق عن امر اللہ تعالیٰ وعن امر رسولہ واھل الفرقۃ المخالفون لی ولمن اتبعنی وان کثروا فاما اھل السنۃ فالمتمسکون بما سنۃ اللہ لھم ورسولہ الخ۔(ص۔۱۹۹،۲۰۰۔احتجاج امیر المؤمنین بعد دخولہ البصرہ)

ترجمہ۔حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں جب حضرت علی بصرہ میں تشریف لے گئے تو چند دنوں کے بعد آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر چند باتیں پوچھیں کہ اے امیر المؤمنین مجھے خبر دیجئے کہ اہل جماعت کون ہیں اور اہل فرقہ کون ہیں اور اہل بدعت کون ہیں اور اہل السنت کون ہیں؟ حضرت علی نے فرمایا آپ کے لئے افسوس

ہے اچھا ہوا کہ آپ نے مجھ سے سوال کرلیا تو غور سے سن میرے بعد کسی اور سے نہ پوچھنا اہل جماعت میں ہیں اور میرے تابعداری کرنے والے ہیں وہ اگرچہ تعداد میں کم ہیں اللہ اور اس کے رسول سے یہی حق ہے اور اہل فرقہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو میری اور میری اتباع کرنے والوں کی مخالفت کرتے ہیں اگرچہ وہ کثرت کے مالک ہوں اور اہل السنۃ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے مقرر کردے طریقے کو اختیار کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا اہل السنۃ والجماعۃ ہی حق پر ہیں اور یہی لوگ ہیں جنہوں نے نبی علیہ السلام اور اللہ کے طریقے کو اختیار کیا ہوا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی طریقے پر تھے جو ہر قسم کے افراط و تفریط سے پاک صاف ہیں۔

﴿۸۴﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قلب سلیم : یعنی ہر قسم کے اعتقادی و اخلاقی روگ سے دل کو خالی کر کے انکساری کے ساتھ اپنے رب کے سامنے جھک پڑے۔ ﴿۸۵﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مناظرہ۔ ﴿۸۶﴾ تنبیہ قوم : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جھوٹ موٹ کے معبودوں کو چاہتے ہو۔ ﴿۸۷﴾ فہمائش قوم : علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اس آیت کا ایک مطلب یہ ہے کہ تمہارا اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا خیال ہے کیا وہ تمہارے ان جرائم پر عذاب نہ دے گا کہ تم نے جھوٹے معبود بنالئے اور تمہیں کچھ بھی ڈر نہیں۔ (روح المعانی۔ص۔۱۳۶۔ج۔۲۳)

امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر میں اس آیت کا ترجمہ یوں فرمایا: پس تم نے تمام مخلوق کے مالک کے لئے کیا رکھا ہے: یعنی تم لوگوں نے عبادت اور بندگی جب غیر اللہ کے لئے روا رکھی ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے باقی کیا رہ گیا۔ عبادت ہی تو خدا تعالیٰ کے لئے مخصوص تھی تو جب وہ بھی "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" کے واسطے ہوگی تو بتاؤ اب رب العلمین کے سامنے کون سا تحفہ پیش کر کے اس کی خوشنودی کا تحفہ حاصل کرو گے۔ (بخاری کی باتیں۔ص۔۲۱)

﴿۸۸﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ۔ فراست ابراہیم علیہ السلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں کو دیکھنے میں کوئی خاص مصلحت تھی، حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم علم نجوم کی بڑی شیدائی تھی اور ستاروں کو دیکھ کر اپنے کاموں کا تعین کیا کرتی تھی۔ حضرت ابراہیم نے ستاروں کی طرف دیکھ کر جو جواب دیا اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ قوم کے لوگ سمجھیں کہ حضرت ابراہیم کوئی ہوائی بات نہیں کہہ رہے بلکہ ستاروں کے چلن پر غور کر کے فرما رہے ہیں۔ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ اس سے تو حضرت ابراہیم کی قوم کی ہمت افزائی ہوئی کہ وہ بھی ستاروں کو مؤثر حقیقی سمجھتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمت افزائی تو تب ہے جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی گمراہی کو کھول کر نہ بیان فرما رہے ہوں جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصد صرف اپنی جان چھڑانا تھا تاکہ دعوت حق کیلئے زیادہ سے زیادہ مؤثر فضا پیدا کی جاسکے یہ مبہم طریقہ کار عین حکمت پر مبنی ہے۔

علم نجوم کی شرعی حیثیت

یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاند، سورج اور ستاروں میں کچھ ایسی خاصیتیں رکھی ہیں جو انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں جن کا ہر شخص مشاہدہ کرسکتا ہے۔ مثلاً سورج کے قرب بعد سے گرمی اور سردی کا پیدا ہونا چاند کے اتار چڑھاؤ سے سمندر میں مدوجزر۔ بعض لوگوں کا خیال ہے ستاروں کا کسی خاص برج میں چلے جانا مسرتوں اور کامیابیوں غموں اور ناکامیوں میں مؤثر حقیقی ہیں، اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مؤثر حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن ان ستاروں میں ایسے خواص رکھے ہوئے ہیں جو انسانوں کی کامیابی اور ناکامیوں کا سبب بنتے ہیں جو لوگ ستاروں کو مؤثر حقیقی مانتے ہیں۔

ان کا خیال بلاشبہ غلط اور باطل ہے اور یہ عقیدہ انسان کو شرک کی حد تک پہنچا دیتا ہے باقی رہے وہ لوگ جو مؤثر حقیقی تو اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں مگر ستاروں کے خواص اور سبب کے قائل ہیں اگرچہ یہ عقیدہ شرک نہیں۔ مگر قرآن و حدیث نہ اس تصور کی تصدیق

کرتا ہے اور نہ تردید لہٰذا کچھ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کی گردش میں طلوع و غروب میں کچھ اثرات رکھے ہوں۔ مگر ان اثرات کی جستجو کرنے کیلئے علم نجوم کی تحصیل اور اس پر مستقل اعتماد کے بارے میں فیصلہ کرنا بہرحال ممنوع اور ناجائز ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔ تعلموا من النجوم ما تہتدون به فی البر و البحر ثم امسکوا :احیاء علوم الدین للغزالی: ستاروں کے علم سے اتنا علم حاصل کرو جس کے ذریعہ تم خشکی اور سمندر میں راستے جان سکو اس کے بعد رک جاؤ۔ اس ممانعت سے ستارون کے خواص و آثار کا انکار لازم نہیں آتا لیکن ان خواص و آثار کے پیچھے پڑنے اور ان کی جستجو میں قیمتی اوقات ضائع کرنے کو منع کیا گیا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں اس پر مستقل بحث کرتے ہیں اس کی ممانعت کی کئی حکمتیں بتائی ہیں صرف دو حکمتوں کا خلاصہ لکھ دیتا ہوں۔

پہلی حکمت : علم نجوم کے ممنوع و مذموم ہونے کی یہ ہے کہ اس علم میں انسان اتنا منہمک ہو جاتا ہے کہ آہستہ آہستہ ان ستاروں کو سب کچھ سمجھتا ہے اور یہ چیز اس کو مؤثر حقیقی ہونے اور مشرکانہ عقیدے کی طرف لے جاتی ہے۔ دوسری حکمت : یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کچھ خواص و آثار رکھے ہیں مگر یقینی علم سوا وحی کے نہیں ہوسکتا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں احادیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قسم کا کوئی علم عطا فرمایا تھا لیکن اب وہ علم جسکی بنیاد وحی الٰہی پر تھی وہ دنیا سے مٹ چکا ہے اب محض اندازے اور قیاسات باقی رہ گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن نجومیوں کی پیشگوئیاں غلط ثابت ہوتی ہیں۔ الغرض اس علم کے حاصل کرنے پر جتنی عمریں بھی کھپائی جائیں آخر کار اعجام قیاس اور اندازے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ (ملخص معارف القرآن، م، ش، د)

﴿۸۹﴾ اِنِّیْ سَقِیْمٌ: ابراہیم علیہ السلام کی معذرت بطریق توریہ: اس آیت کی تفسیر سے پہلے توریہ کا شرعی حکم اور مفہوم سمجھیں۔

توریہ کا شرعی حکم و مفہوم

ضرورت کے مواقع پر توریہ کرنا جائز ہے۔ توریہ ایک تو قولی ہوتا ہے یعنی ایسی بات کہنا جس کا ظاہری مفہوم خلاف واقعہ ہو اور باطنی مراد مطابق واقعہ ہو اور ایک توریہ عملی ہوتا ہے یعنی ایسا عمل کرنا جس کا مقصد دیکھنے والا کچھ سمجھے اور درحقیقت اسکا مقصد کچھ اور ہو، اسے ابہام بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں کو دیکھنا اکثر مفسرین کے قول کے مطابق ابہام تھا اور اپنے آپ کو بیمار کہنا بطور توریہ کے تھا۔ ضرورت کے مواقع پر توریہ کی دونوں قسمیں خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کیلئے تشریف لے جا رہے تھے اور مشرکین آپ کی تلاش میں لگے ہوئے تھے تو راستے میں ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "ھو ھادیہدینی" وہ میرے رہنما ہیں۔ مجھے راستہ دکھاتے ہیں۔ سننے والا یہ سمجھا کہ عام راستہ بتانے والا رہنما مراد ہے۔ اس لئے چھوڑ کر چلا گیا حالانکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ آپ دینی اور روحانی رہنما ہیں۔ اسی طرح حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کیلئے جس سمت میں جانا ہوتا مدینہ طیبہ سے نکلتے وقت اس سمت میں روانہ ہونے کی بجائے کسی دوسری سمت میں چلنا شروع فرماتے تھے تاکہ دیکھنے والوں کو صحیح منزل معلوم نہ ہو سکے۔ صحیح مسلم وغیرہ۔ یہ عملی توریہ اور ابہام تھا۔ مزاح اور خوش طبعی کے مواقع پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے توریہ ثابت ہے۔ مثلاً شمائل ترمذی میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھی عورت سے مزاحاً فرمایا کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی۔ وہ عورت یہ سن کر بہت پریشان ہوئی تو آپ نے تشریح فرمائی کہ بوڑھیوں کا جنت میں نہ جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائیں گی ہاں جوان ہو کر جائیں گی۔ آیت کریمہ کی تفسیر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بیمار ہوں یہ دراصل حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے توریہ کیا ہے۔ بخاری اور ترمذی کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کذب بیانی نہیں کی مگر تین مواقع پر ایک موقعہ تو یہی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں بیمار ہوں حالانکہ آپ بیمار نہیں تھے۔ ایک موقع وہ ہے جب آپ نے بتوں کو پاش پاش کر دیا تو کافروں کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا۔ "بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا" (الانبیاء۔ ۶۳) یعنی یہ کام اس بڑے بت نے کیا ہے جس کے کندھے پر کلہاڑا رکھا تھا حالانکہ یہ کام خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انجام دیا تھا۔ اور ایک موقع وہ ہے جب آپ بابل سے ہجرت کر کے اپنی بیوی سارہ کے ہمراہ مصر پہنچے وہاں پر بادشاہ مصر کی بدنیتی کا علم ہوا تو آپ نے اپنی بیوی کو "اختی" میری بہن کہہ دیا۔ (ابن کثیر۔ ص۔ ۴۰۳۔ ج۔ ۵۔ سورۃ الانبیاء۔ مظہری۔ ص۔ ۱۲۳۔ ج۔ ۸۔ قرطبی۔ ص۔ ۹۳۔ ج۔ ۱۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا "اِنِّيْ سَقِيْمٌ" کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں تمہارے کفر وشرک کو دیکھ کر ذہنی طور پر بیمار ہوں لیکن لوگ سمجھے کہ آپ کو کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہے، جس کی وجہ سے آپ ان کے ساتھ جانے سے معذور ہیں۔ جہاں تک بت شکنی کو بڑے بت کی طرف منسوب کرنے کا تعلق ہے۔ اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد کفار کو غور وفکر کرنے کے بعد توحید کی طرف دعوت دینا اور بتوں کی بے بسی بے کسی بیان کرنا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ان کو ان کے بڑے نے توڑا ہے مگر وہ خود مشرک جانتے تھے، کہ ان بتوں میں تو حس وحرکت ہی نہیں بھلا یہ کام بت کیسے کر سکتے ہیں؟ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہی سمجھانا تھا جو اپنے دفاع پر قادر نہیں وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ آپ نے اپنی بیوی کو بہن کیوں ظاہر کیا تو یہ بھی آپ نے توریہ کیا بطور حفظ ما تقدم کے آپ نے اپنی بیوی کو سمجھا دیا کہ اگر ہم نے اپنے آپ کو میاں بیوی ظاہر کیا تو یہ ظالم بادشاہ مجھے قتل کرا دے گا اور تم پر اپنا تسلط قائم کرے گا۔ ویسے بھی اس سرزمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مؤمن نہیں ہے۔ "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" (الحجرات آیت۔ ۱۰)

الغرض آپ نے جان بچانے کے لئے یہ حیلہ اختیار کیا جس کو شرعی اصطلاح میں "توریہ" کہتے ہیں اور یہ جائز ہے۔

سوال:۔۔۔ جب مذکورہ تینوں باتیں جھوٹ پر مبنی نہیں تھی بلکہ توریہ تھا جو شرعاً جائز ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کذبات کی نسبت کیوں کی گئی؟ **جواب:** توریہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام بلند کی وجہ سے خلاف اولیٰ تھا چونکہ قاعدہ ہے حسنات الابرار سیئات المقربین اس لحاظ سے اس کو کذبات کہا گیا ہے۔ ﴿۹۰﴾ **مخالفین کی واپسی**: غرض وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عذر سن کر چلے گئے۔ ﴿۹۱، ۹۲﴾ **حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بت خانہ میں داخلہ**۔ فَقَالَ۔۔۔ الخ بطور تنبیہ کے مکالمہ۔

﴿۹۳﴾ **حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شجاعت**: قوت سے ان کو توڑ پھوڑ ڈالا۔

﴿۹۴﴾ **بت پرستوں کا کارنامہ**: ان کے پاس دوڑتے ہوئے گھبراتے ہوئے غصہ سے آئے۔ ﴿۹۵﴾ **حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فہمائش**۔ ﴿۹۶﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔ **حصر الخالقیت فی ذات باری تعالیٰ**: معتزلہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ اہل حق کہتے ہیں کہ نہیں، یہاں یہ بات سمجھیں کہ کاسب اور خالق میں فرق ہے۔ ایک یہ ہے کہ کاسب اپنے کسب میں اللہ کا محتاج ہے۔ لیکن خالق اپنے کسی کام میں کسی کا محتاج نہیں۔ بعنوان دیگر یہ ہے کہ خالق اپنے فعل میں منفرد ہوتا ہے اور کاسب منفرد نہیں ہوتا، اہل حق نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا اور تمہارے عملوں کا خالق ہے وہ اس طرح کہ "ما" کو مصدریہ قرار دیا ہے تو معنی اسی طرح ہے۔ "واللہ خلقکم ای وعملکم" یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی پیدا اور تمہارے عمل کو بھی پیدا کیا۔ دوسرا "ما" کو موصولہ بھی قرار دیا ہے اور "عائد الی الموصول" محذوف مانتے ہیں۔ "واللہ خلقکم وما تعلمونہ" یعنی اللہ نے تم کو بھی پیدا کیا اور اس چیز کو بھی جس کو تم کرتے ہو۔ (مدارک۔ ص۔ ۲۱۔ ج۔ ۴۔ خازن۔ ص۔ ۲۱۔ ج۔ ۴)

تو اہل حق کی دلیلوں میں ایک دلیل یہ ہے کہ تمہارا خالق بھی اللہ ہے اور تمہارے اعمال کا خالق بھی اللہ ہے۔

﴿۹۷﴾ مخالفین کی تجویز۔ ﴿۹۸﴾ مخالفین کی تجویز کی مغلوبیت۔
﴿۹۹﴾ وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَيَهْدِيْنِ : حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت اور استقلال: اس سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت ہے۔ جب ساری قوم شرک وکفر پر مصر تھی صرف آپ کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام اور آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام آپ پر ایمان لائے۔ اور قوم کی ایذاء رسانیاں حد سے بڑھ گئیں اللہ تعالیٰ نے بابل سے ہجرت کرنے کا حکم دیا آپ پہلے مصر پہنچے بادشاہ نے آپ کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کو ہتھیانا چاہا مگر پھر اس نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو بھی آپ کے ہمراہ کر دیا پھر آپ ملک فلسطین میں آ کر آباد ہو گئے۔ شادی کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۳۸۔سال تھی مگر طویل عرصہ کوئی اولاد نہ ہوئی آپ کی عمر اسی۔ ۸۰۔سال کی ہو چکی تھی۔ پھر آپ نے پروردگار کے سامنے درخواست کی۔ "رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ"۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔ ﴿۱۰۱﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ : قبولیت دعا : اس سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ آپکی اولاد میں سب سے پہلے انہی کی ولادت ہوئی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے بطن مبارک سے اور دوسرے بیٹے حضرت سارہ علیہا السلام کے بطن مبارک سے حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ البتہ یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بشارت کا ذکر ہے۔ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ الخ امتحان ابراہیم: علیہ السلام اس وقت حضرت اسماعیل کی عمر تیرہ یا سترہ سال کی تھی۔ (تفسیر مدارک۔ص۔۲۱۔ج۔۴)
قَالَ يٰبُنَیَّ الخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب۔ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ الخ تشریح خواب۔ قَالَ يٰۤاَبَتِ الخ حضرت اسماعیل کی فدائیت۔ سَتَجِدُنِیْۤ الخ حضرت اسماعیل کا وعدہ۔ ذبیح اللہ علیہ السلام نے فرمایا ستجدنی ان شاء اللہ الخ۔
اس میں تعلیم ہے کہ بندہ کو چاہئے کہ اپنے عمل میں اپنے آپ کو تنہا اور منفرد نہ سمجھے (جس کی وجہ سے وہ عجب میں مبتلا ہو جائے کہ یہ عظیم عمل صرف میں نے کیا ہے) بلکہ دوسرے مسلمانوں کے بارے میں بھی یہ حسن ظن رکھے کہ ایسا عمل کرنے والے دوسرے بھی ہوں گے۔
دیکھئے! ذبیح اللہ علیہ السلام نے فرمایا مِنَ الصّٰبِرِيْنَ" یعنی اپنے ذبح پر آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں صبر کرنے والا ہوں گا۔ بلکہ فرمایا کہ جہاں اہل ایمان میں دوسرے اہل صبر ہیں، میں بھی انہی میں سے ہوں گا۔ یہ انتہائی تواضع تھی ذبیح اللہ علیہ السلام کی۔ روح المعانی میں ہے کہ : شاید اسی ان شاء اللہ کہنے اور تواضع کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر عطا فرمایا تھا۔ اس کے مقابلہ میں سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جب سیدنا خضر علیہ السلام کے ساتھ سفر علم شروع ہوا تو انہوں نے فرمایا تھا سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صابراً (سورہ الکھف۔ ۱۰۲)
اس میں صبر کی نسبت صرف اپنی ذات مبارکہ کی طرف فرمائی تھی۔ حالانکہ ان شاء اللہ انہوں نے بھی کہا تھا۔ لیکن چونکہ صبر کی نسبت تنہا اپنی ذات کی طرف فرمائی تھی چنانچہ انہیں اس پر صبر کی توفیق نہ ملی (کذافی روح المعانی ص۔۱۲۷۔ جلد ۲۳)
﴿۱۰۳﴾ حضرت ابراہیم واسماعیل کی اطاعت۔ وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ۔ قربانی کا منظر۔ اور گرا دیا اسکو پیشانی کے بل اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ خوبصورت چہرہ دیکھ کر باپ کے دل میں کہیں رحم نہ پیدا ہو جائے اور حکم الٰہی کی تعمیل میں فرق نہ آ جائے اس وجہ سے پیشانی کے بل گرا دیا۔ ﴿۱۰۴﴾ نداء خداوندی برائے تکمیل خواب۔
﴿۱۰۵﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ الخ سنت اللہ۔ یہاں دو باتیں یاد رکھیں۔ (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کی نیند ناقض وضو نہیں (۲) انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کی حالت میں صرف آنکھیں سوتی تھیں دل نہیں سوتا تھا، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا۔
حدیث سے دو دلائل: (۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قالت فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوتِرَ قَالَ تَنَامُ عَيْنِیْ وَلَايَنَامُ قَلْبِیْ "۔ (صحیح بخاری۔ج۔۱۔ص۔۵۰۴)

ترجمہ : حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول آپ وتر ادا کرنے سے پہلے آرام فرمانے لگے، آپ نے فرمایا میری آنکھ سوتی ہے دل نہیں سوتا۔

(۲) عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ نَمِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ وَ كَذٰلِكَ الْأَنْبِيَاءُ تَنَامُ أَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوبُهُمْ (صحیح بخاری۔ ج۔۱۔ص۔۵۰۴)

ترجمہ : حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی عینین مبارکین سوتی ہیں دل نہیں سوتا اور اسی طرح تمام انبیاء کرام کی آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں ہوتے۔

انبیاء کا خواب : حضور اکرم ﷺ اور حضرات انبیاء علیم الصلوات والتسلیمات کا خواب وحی ہوتا ہے، اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھ کر اپنے لخت جگر اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری چلا دی تھی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ إِنِّيْ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ إِنْ شَآءَ اللهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ (۱۰۲) فَلَمَّآ أَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ (۱۰۳) وَنَادَيْنٰهُ أَنْ يّٰٓإِبْرٰهِيْمُ (۱۰۴) قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ"۔

ترجمہ : پھر جب وہ لڑکا ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تو انہوں نے کہا : اے بیٹے میں خواب دیکھتا ہوں کہ تمہیں خواب میں ذبح کر رہا ہوں، اب سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا : ابا جان آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ چنانچہ جب دونوں نے سر جھکا دیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرایا، اور ہم نے انہیں آواز دی کہ : اے ابراہیم تم نے خواب سچ کر دکھایا۔ یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں :

اور حدیث پاک میں ہے کہ "عَنْ عِمْرَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا نَامَ لَمْ يُوقَظْ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ يَسْتَيْقِظُ لِأَنَّا لَا نَدْرِيْ مَا يَحْدُثُ لَهٗ فِيْ نَوْمِهٖ"۔ (صحیح بخاری۔ ج۔۱۔ص۔۴۹)

ترجمہ : حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ جب سو جاتے تو جب تک خود بیدار نہ ہو جاتے کوئی آپ کو بیدار نہ کرتا تھا اس لیے کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ ﷺ کے ساتھ نیند کی حالت میں کیا ہو رہا ہے۔

﴿۱۰۶﴾ امتحان کی شدت۔ ﴿۱۰۷﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ : قبولیت قربانی : یہاں دو تفسیریں ہیں کہ وہ مینڈھا کہاں سے آیا۔ ایک تفسیر تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت سے بھیجا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو ہابیل نے قربانی کی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے جنت سے واپس بھیجا۔ (تفسیر خازن۔ص۔ ۲۳۔ ج۔ ۴)

اور ذبیحہ کو عظیم اس لئے کہا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا تھا اور اسکی قربانی کے مقبول ہونے میں کسی کو کوئی شک نہیں ہو سکتا۔

(مظہری۔ص۔ ۱۳۲۔ج۔ ۸۔ معالم التنزیل۔ص۔ ۳۵۔ج۔ ۴)

اس مینڈھے کے سینگ سالہا سال تک کعبۃ اللہ میں لٹکے رہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی تائید میں کئی روایتیں نقل کی ہیں یہاں تک کہ جب حجاج بن یوسف کے زمانے میں جب بیت اللہ میں آتشزدگی ہوئی تو یہ سینگ جل گئے۔ (ابن کثیر۔ص۔ ۲۸۔ج۔ ۷۔ طبع بیروت)

﴿۱۱۲﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِإِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ : حضرت اسحاق کے فضائل : جمہور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہوئی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَبَشَّرْنٰهُ بِإِسْحٰقَ" تو یہاں واؤ حرف عطف ہے۔ قرآن کریم بتا رہا ہے۔ جس کی قربانی ہوئی ہے وہ اور ہے اور یہ اور ہے کہ پہلے جسے لڑکے کی بشارت کا ذکر ہے۔ "فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ" آگے

پورا واقعہ بیان کرنے کے بعد حروف عطف کے ساتھ "وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ" تو نص سے ثابت ہوا کہ قربانی اسحاق علیہ السلام کی نہیں ہوئی بلکہ اسماعیل کی ہوئی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ سورۃ ھود میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کیساتھ یہ بھی بشارت دی کہ ان سے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہونگے۔ "فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ" (سورہ ھود۔ ۷۱) اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔ تو اب سوال یہ ہے کہ جب انھوں نے بچپن میں ذبح ہونا تھا تو پوتا کہاں سے پیدا ہوتا پوتے کا پیدا ہونا مرنے کے بعد تو نہیں ہوتا۔ (تفسیر ابن کثیر۔ص۔۲۹۔ج۔۷)

ایک دلیل یہ بھی ہے مستدرک حاکم کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "انا ابن الذبیحین" میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ ایک اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے آپ کے والد۔ جس سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ قربانی حضرت اسماعیل کی ہوئی ہے۔ بائبل کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کیلئے حضرت اسحاق علیہ السلام کو پیش کیا گیا تھا، دراصل یہودیوں کے جھوٹ اور تورات میں تحریف کا نتیجہ ہے۔ (دروس القرآن۔ص۔۷۵۶۔ج۔۱۵)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ علمائے یہود میں سے ایک شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانے میں مسلمان ہو گیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس سے پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹوں میں سے کونسے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تو اس نے خدا کی قسم اٹھا کر کہا کہ وہ اسماعیل علیہ السلام تھے یہود اس بات کو خوب جانتے ہیں لیکن وہ عرب کے لوگوں سے حسد کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہیں۔ (ابن کثیر۔ص۔۳۰۔ج۔۷۔بیروت)

﴿۱۱۳﴾ خاندان ابراہیم علیہ السلام کے فضائل۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا... الخ خاندان ابراہیم علیہ السلام کے اقسام۔

اخلاف کی نافرمانی اسلام کے لیے نقص نہیں

آیت میں فرمایا کہ ابراہیم اور اسحاق علیہما السلام کی ذریت اور اولاد میں نیکوکار اور ظالم دونوں طرح کے ہیں۔

صاحب روح المعانی نے فرمایا ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نسب انسان کی ہدایت وضلالت میں مؤثر نہیں اور اگر اخلاف اور بعد کی نسلوں میں کوئی ظالم و نافرمان نکل آئے تو اس سے اسلاف کے مقام و مرتبہ میں کوئی نقص یا عیب لاحق نہیں ہوتا۔ (روح المعانی ص۔۱۷۷۔جلد ۲۳)

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾

اور البتہ تحقیق ہمنے احسان کیا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر ﴿۱۱۴﴾ اور ہمنے ان دونوں کو نجات دی اور انکی قوم کو بھی بڑی تکلیف سے ﴿۱۱۵﴾

وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا

اور ہمنے انکی مدد کی پس تھے وہ غالب ہونے والے ﴿۱۱۶﴾ اور دی ہمنے ان دونوں کو ایک واضح کتاب ﴿۱۱۷﴾ اور ہمنے راہنمائی کی ان دونوں کی

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾

صراط مستقیم کی طرف ﴿۱۱۸﴾ اور چھوڑا ہمنے انکے اوپر پچھلے لوگوں میں ﴿۱۱۹﴾ کہ سلام ہو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر ﴿۱۲۰﴾

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

بیشک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنیوالوں کو ﴿۱۲۱﴾ بیشک تھے وہ دونوں ہمارے ایماندار بندوں میں سے ﴿۱۲۲﴾ اور بیشک الیاس علیہ السلام البتہ اللہ کے رسولوں میں سے تھے ﴿۱۲۳﴾

اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدۡعُوۡنَ بَعۡلًا وَّتَذَرُوۡنَ اَحۡسَنَ الۡخَالِقِيۡنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمۡ

جب کہا انہوں نے اپنی قوم سے کیا تم ڈرتے نہیں؟ ﴿۱۲۴﴾ کیا تم پکارتے ہو بعل کو اور چھوڑتے ہو سب سے بہتر خالق کو ﴿۱۲۵﴾ اللہ جو تمہارا بھی پروردگار ہے

وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوۡهُ فَاِنَّهُمۡ لَمُحۡضَرُوۡنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ﴿۱۲۸﴾

اور تمہارے آباؤ اجداد کا بھی پروردگار ﴿۱۲۶﴾ پس ان لوگوں نے جھٹلایا اسکو پس بیشک وہ (عذاب میں پکڑے ہوئے) حاضر کئے جائیں گے ﴿۱۲۷﴾ مگر اللہ کے مخلص بندے ﴿۱۲۸﴾

وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلۡ يَاسِيۡنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۳۱﴾

اور چھوڑی ہم نے انکے اوپر پچھلے لوگوں میں (یہ بات) ﴿۱۲۹﴾ کہ سلام ہو الیاسین پر ﴿۱۳۰﴾ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو ﴿۱۳۱﴾

اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۳۲﴾ وَاِنَّ لُوۡطًا لَّمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذۡ نَجَّيۡنٰهُ وَاَهۡلَهٗۤ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۱۳۴﴾

تحقیق وہ تھے ہمارے نیک بندوں میں سے ﴿۱۳۲﴾ اور بیشک لوط علیہ السلام بھی البتہ اللہ کی رسولوں میں سے تھے ﴿۱۳۳﴾ جبکہ بچایا ہم نے انکو اور انکے گھر والوں سب کو ﴿۱۳۴﴾

اِلَّا عَجُوۡزًا فِى الۡغٰبِرِيۡنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرۡنَا الۡاٰخَرِيۡنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمۡ لَتَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهِمۡ مُّصۡبِحِيۡنَ ﴿۱۳۷﴾

مگر ایک بڑھیا جو پیچھے رہنے والوں میں تھی ﴿۱۳۵﴾ پھر ہلاک کیا ہم نے دوسروں کو ﴿۱۳۶﴾ اور بیشک تم (اے اہل مکہ) البتہ گزرتے ہو ان پر صبح کے وقت ﴿۱۳۷﴾

وَبِالَّيۡلِ‌ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۳۸﴾

اور رات کو بھی کیا تم سمجھ نہیں رکھتے ﴿۱۳۸﴾

﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدۡ مَنَنَّا ... الخ ربط آیات : اوپر منذرین کا ذکر تھا اب یہاں سے بھی منذرین کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❹ ... حضرت موسیٰ وہارون کی فضیلت، متبعین حضرت موسیٰ وہارون اور ان کے متبعین کی نجات، حضرت الیاس علیہ السلام کی تبلیغ اور ان کے فضائل، مخالفین کے نتائج، حضرت لوط علیہ السلام متبعین اور مخالفین کے نتائج۔ ماخذ آیات۔ ۱۱۴ تا ۱۳۸ +

حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کی فضیلت۔ ۲ یعنی ان دونوں کو نبوت کی نعمت سے نوازا۔ (معالم التنزیل۔ص۔۳۰۔ج۔۴)

﴿۱۱۶،۱۱۵﴾ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام اور ان کے متبعین کی نجات۔ ﴿۱۱۷﴾ موسیٰ وہارون علیہما السلام کی رسالت۔

﴿۱۱۸﴾ فضیلت۔ ﴿۱۱۹﴾ ثناء حسن۔ ﴿۱۲۱﴾ نتیجہ محسنین۔ ﴿۱۲۲﴾ موسیٰ وہارون علیہما السلام کی عبدیت وبشریت۔

﴿۱۲۴،۱۲۳﴾ وَاِنَّ اِلۡيَاسَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ: حضرت الیاس علیہ السلام کی رسالت اور ان کی تبلیغ: قرآن کریم میں حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر صرف دو مقامات پر آیا ہے۔ ایک سورۃ انعام میں اور دوسرا یہاں سورۃ الصّٰفّٰت میں سورۃ انعام میں صرف انبیاء کی فہرست میں آپ کا نام شمار کیا گیا ہے۔ البتہ یہاں اختصار کیساتھ انکی دعوت وتبلیغ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ چار انبیاء علیہم السلام اب تک زندہ ہیں۔ دو زمین میں حضرت خضر اور حضرت الیاس اور دو آسمان میں حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس علیہم السلام۔ (درمنثور۔ص۔۲۸۵۔ج۔۵) یہاں تک کہ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت خضر اور الیاس علیہما السلام ہر سال رمضان کے مہینے میں بیت المقدس میں جمع ہوتے ہیں۔ اور روزے رکھتے ہیں۔

(تفسیر قرطبی۔ص۔۱۱۶۔ج۔۱۵۔معالم التنزیل۔ص۔۳۵۔ج۔۴)

لیکن حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ جیسے محقق علماء نے ان روایات کو صحیح قرار نہیں دیا۔ ان جیسی روایتوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "وَهُوَ مِنَ الْإِسْرَائِيلِيَّاتِ الَّتِي لَا تُصَدَّقُ وَلَا تُكَذَّبُ بَلِ الظَّاهِرُ أَنَّ صِحَّتَهَا بَعِيدَةٌ" یہ ان اسرائیلی روایتوں میں سے ہے جنکی نہ تصدیق کی جاتی ہے نہ تکذیب بلکہ ظاہر یہ ہے کہ انکی صحت بعید ہے۔ (البدایہ والنہایہ۔ص۔۳۳۸۔ج۔۱)

حضرت خضر اور الیاس علیہما السلام کے متعلق سورۃ کہف کی آیت۔۶۵۔ کی تفسیر دیکھیں۔ مگر میرے استاذ محترم امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ احمام البرہان۔ص۔۱۶۰۔ حصہ اول طبع ستمبر ۱۹۸۱ء۔ میں لکھتے ہیں بقول شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ چار پیغمبر حضرت عیسیٰ (جن کی حیات دلائل قطعیہ اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت و للتفصیل موضع آخر صفدر) حضرت ادریس، حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہم وعلیٰ نبینا الصلوۃ والسلام زندہ ہیں۔ (اور علامہ خیالی نے بھی بڑے بڑے علماء کے حوالہ سے ان چاروں حضرات کی حیات صراحۃً لکھی ہے۔ (ملاحظہ ہو الخیالی۔ص۔۱۴۲)

حضرت الیاس علیہ السلام کے متعلق خاصہ لکھا ہے مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ نے معارف القرآن۔ص۔۴۷۳۔ج۔۷۔ میں۔ حق بات یہ ہے کہ ہمارے اکابر نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب درست ہے حضرت الیاس اور خضر علیہما السلام کی حیات ممات کا مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں کہ جس پر وقت صرف کر کے موافق اور مخالف پر کفر و شرک کے فتویٰ جات صادر کرنے شروع کر دیں اور اپنے قیمتی وقت کو ضائع کریں۔ فقط واللہ اعلم (محاکمہ ہم نے حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق تفسیر مظہری کے حوالہ سے سورۃ کہف میں لکھ دیا ہے ملاحظہ فرمائیں)

﴿۱۲۵﴾ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ: طریق مناظرہ: احسن الخالقین کو چھوڑ کر بعل کی پرستش کرتے ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ "بعل" مرد کا نام تھا یا عورت کا اکثر حضرات تو کہتے ہیں کہ "بعل" مرد کا نام تھا لوگ اس کی بڑی قدر کرتے تھے۔ اس بعل کے نام سے شہر کا نام بعلبک پڑا۔ تفسیر اتقان میں ہے کہ بعل عورت کا نام تھا بڑی نیک زاہد عورت تھی۔ ضرب المثل عورت تھی۔

ذر اور دع کا فرق۔ "ذر" کے معنی علم کے بعد کسی چیز کو چھوڑنا۔ اور "دع" کے معنی علم کے بغیر چھوڑنا۔ تو "دع" عام ہے اور "ذر" خاص ہے۔ ﴿۱۲۶﴾ تشریح احسن الخالقین۔

﴿۱۲۷﴾ تکذیب قوم۔ فَإِنَّهُمْ الخ نتیجہ مخالفین۔ ﴿۱۲۸﴾ عباد اللہ کی کامیابی۔ ﴿۱۲۹﴾ ثناء حسن۔ ﴿۱۳۰﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ۔ ایک تفسیر تو یہ ہے کہ یہ حضرت الیاس علیہ السلام کا نام ہے۔ ان کو "ال یاسین" بھی کہتے ہیں۔ جیسے "طور سیناء" کو "طور سینین" بھی کہتے ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد ان کے پیروکار ہیں۔ (تفسیر مدارک۔ص۔۲۶۔ج۔۴۔ معالم التنزیل۔ص۔۳۶۔ج۔۳)

﴿۱۳۲﴾ حضرت الیاس علیہ السلام کی عبدیت۔ ﴿۱۳۳﴾ حضرت لوط علیہ السلام کی رسالت۔

﴿۱۳۴﴾ حضرت لوط علیہ السلام اور متبعین کی کامیابی۔ ﴿۱۳۵﴾ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی بربادی۔

﴿۱۳۶﴾ نتیجہ مخالفین: یعنی پھر ہم نے ان سب کو ہلاک کیا (جو لوط علیہ السلام اور ان کے اہل کے سوا تھے) جنکی داستان کئی مواقع پر آچکی ہے۔ ﴿۱۳۷۔۱۳۸﴾ تنبیہ مشرکین مکہ۔

وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۳۹﴾ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ

اور بیشک یونس علیہ السلام اللہ کے رسولوں میں سے ہیں ﴿۱۳۹﴾ جب وہ بھاگ گئے بھری ہوئی کشتی کی طرف ﴿۱۴۰﴾ پس قرعہ اندازی میں شریک ہوئے

الْمُدْحَضِينَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ

پس وہی تھے مغلوب ہونے والوں میں ﴿۱۴۱﴾ پس لقمہ بنالیا انکو ایک مچھلی نے اور وہ ملامت والے تھے ﴿۱۴۲﴾ پھر اگر یہ بات نہ ہوتی کہ وہ تسبیح پڑھنے والوں میں ہوتے ﴿۱۴۳﴾ تو البتہ ٹھہرتے

فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً

وہ اس مچھلی کے پیٹ میں لوگوں کے دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک ﴿۱۴۴﴾ پھر ہمنے ڈالدیا انکو ایک چٹیل میدان میں اور وہ بیمار تھے ﴿۱۴۵﴾ اور اگایا ہمنے انکے اوپر ایک پھلدار

مِنْ يَقْطِينٍ ﴿۱۴۶﴾ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ﴿۱۴۷﴾ فَآمَنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿۱۴۸﴾

درخت ﴿۱۴۶﴾ اور بھیجا ہمنے انکو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف ﴿۱۴۷﴾ پس وہ ایمان لائے پھر ہمنے انکو فائدہ پہنچایا ایک وقت تک ﴿۱۴۸﴾

فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ﴿۱۴۹﴾ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ ﴿۱۵۰﴾

پس آپ ان سے پوچھیں کیا تیرے پروردگار کیلئے بیٹیاں ہیں اور ان کیلئے بیٹے ﴿۱۴۹﴾ یا پیدا کیا ہے ہمنے فرشتوں کو عورتیں اور یہ دیکھتے تھے ﴿۱۵۰﴾ آگاہ رہو بیشک یہ لوگ جھوٹ بنانے

أَلَا إِنَّهُمْ مِنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُولُونَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللَّهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۱۵۲﴾ أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ ﴿۱۵۳﴾

کی وجہ سے یہ بات کہتے ہیں ﴿۱۵۱﴾ کہ اللہ نے بیٹا بنایا ہے اور بیشک یہ لوگ البتہ جھوٹے ہیں ﴿۱۵۲﴾ کیا چن لیا ہے اس نے بیٹیوں کو بیٹوں کے مقابلے میں؟ ﴿۱۵۳﴾

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿۱۵۴﴾ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۱۵۵﴾ أَمْ لَكُمْ سُلْطَانٌ مُبِينٌ ﴿۱۵۶﴾ فَأْتُوا بِكِتَابِكُمْ

کیا ہو گیا ہے تمہیں تم کیسا فیصلہ کرتے ہو ﴿۱۵۴﴾ کیا تم غور نہیں کرتے؟ ﴿۱۵۵﴾ یا تمہارے لئے کوئی کھلی سند ہے ﴿۱۵۶﴾ پس لاؤ اپنی کتاب

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۱۵۸﴾

اگر تم سچے ہو ﴿۱۵۷﴾ اور ٹھہرایا مشرکوں نے اللہ اور جنوں کے درمیان رشتہ اور البتہ تحقیق جانتے ہیں جن کہ وہ پکڑے ہوئے حاضر کئے جائیں گے ﴿۱۵۸﴾

سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۱۵۹﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿۱۶۰﴾ فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ﴿۱۶۱﴾ مَا أَنْتُمْ

پس پاک ہے اللہ کی ذات ان باتوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں ﴿۱۵۹﴾ لیکن اللہ کے مخلص بندے وہ خدا کی گرفت سے بچ جائیں گے ﴿۱۶۰﴾ پس تم اور جنکی تم عبادت کرتے ہو ﴿۱۶۱﴾ نہیں ہو تم

عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ﴿۱۶۲﴾ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ ﴿۱۶۴﴾ وَإِنَّا

اللہ کے سامنے کسی کو بہکانے والے ﴿۱۶۲﴾ مگر وہ جو کہ داخل ہونے والا ہے جہنم میں ﴿۱۶۳﴾ اور فرشتے کہتے ہیں نہیں ہے ہم میں سے کوئی بھی ایسا مگر اس کیلئے ایک ٹھکانہ ہے مقرر ﴿۱۶۴﴾ اور بیشک

لَنَحْنُ الصَّافُّونَ ﴿۱۶۵﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ﴿۱۶۶﴾ وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا

ہم البتہ صف باندھنے والے ہیں ﴿۱۶۵﴾ اور بیشک ہم البتہ تسبیح پڑھنے والے ہیں پروردگار کی ﴿۱۶۶﴾ اور بیشک یہ لوگ البتہ کہتے تھے ﴿۱۶۷﴾ اگر ہوتی ہمارے پاس

مِنَ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوا بِهِ ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۱۷۰﴾

نصیحت پہلے لوگوں کی ﴿۱۶۸﴾ البتہ ہوتے ہم اللہ کے مخلص بندوں میں سے ﴿۱۶۹﴾ پس کفر کیا انہوں نے اس کیساتھ پس عنقریب جان لیں گے ﴿۱۷۰﴾

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۷۱﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ﴿۱۷۲﴾ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُونَ ﴿۱۷۳﴾

اور البتہ تحقیق پہلے ہو چکی ہے ہماری بات ہمارے بھیجے ہوئے رسولوں کیلئے ﴿۱۷۱﴾ کہ بیشک البتہ وہی مدد دیئے جائیں گے ﴿۱۷۲﴾ اور بیشک ہمارا لشکر البتہ وہی غالب ہوگا ﴿۱۷۳﴾

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِينٍ ﴿۱۷۴﴾ وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿۱۷۵﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿۱۷۶﴾ فَإِذَا نَزَلَ

پس آپ رخ پھیر دیں انکی طرف سے ایک وقت تک ﴿۱۷۴﴾ اور دیکھتے رہیں انکو پس عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے ﴿۱۷۵﴾ کیا یہ ہمارے عذاب کے ساتھ جلدی کرتے ہیں ﴿۱۷۶﴾ پس جب وہ اترا انکے صحن میں

بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِينٍ ﴿۱۷۸﴾ وَأَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿۱۷۹﴾

پس بری ہے صبح ڈرائے ہوئے لوگوں کی ﴿۱۷۷﴾ اور آپ رخ پھیر لیں انکی طرف سے ایک وقت تک ﴿۱۷۸﴾ اور آپ دیکھتے رہیں عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے ﴿۱۷۹﴾ پاک ہے تیرا پروردگار

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿۱۸۲﴾

جو عزت کا مالک ہے ان چیزوں سے جنکو یہ بیان کرتے ہیں ﴿۱۸۰﴾ اور سلامتی ہے اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں پر ﴿۱۸۱﴾ اور سب تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ﴿۱۸۲﴾

﴿۱۳۹﴾ وَإِنَّ يُونُسَ الخ ربط آیات : پہلے منذرین کا ذکر تھا اب بھی منذرین کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ⑤... حضرت یونس کی رسالت، حضرت یونس کا امتحان، قرعہ اندازی کا نتیجہ، کیفیت یونس علیہ السلام، نتیجہ عدم تسبیح، تحفظ خداوندی و دوبارہ بعثت حضرت یونس علیہ السلام، حضرت یونس کی قوم کا ایمان، نتیجہ ایمان، مشرکین سے طریق مناظرہ برائے ابطال شرک، تردید مشرکین۔۱۔۲۔۳۔ تنبیہ مشرکین۔۱۔۲۔۳۔ دلیل نقلی کا مطالبہ، مشرکین کی جہالت، تنزیہ الرحمٰن عن الاولاد، عباد اللہ کی کامیابی، نتیجہ مشرکین۔۱۔۲۔ نتیجہ منکرین، مشاغل ملائکہ، مشرکین کا معاہدہ، نتیجہ کفر، وعدہ خداوندی، متبعین انبیاء کی کامیابی، سلوک الرسول بالمعاندین، امہال مجرمین، تسلی خاتم الانبیاء، مشرکین مکہ کا عذاب کا مطالبہ اور جواب مطالبہ، سورہ کا خاتمہ حمد و ثناء پر، تنزیہ الرحمٰن عن الشرکاء، فضیلت انبیاء کرام، استحقاق الحمد والثناء۔ ماخذ آیات۔۱۳۹ تا ۱۸۲+

وَإِنَّ يُونُسَ الخ حضرت یونس علیہ السلام کی رسالت۔ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ۔ یونس علیہ السلام کا امتحان۔ لفظ "ابق اباق" سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی غلام کا اپنے آقا کے پاس سے بھاگ جانا۔ یہ لفظ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے لئے استعمال کیا کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف سے وحی کا انتظار کیئے بغیر روانہ ہو گئے تھے۔ اللہ کے مقرب بندے کیلئے معمولی سے لغزش بھی بڑی گرفت کا سبب بن جاتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ استعمال کیا۔

﴿۱۴۱﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ۔ قرعہ اندازی کا نتیجہ : قرعہ اندازی کے ذریعہ نہ کسی کا حق ثابت ہوتا ہے۔ اور نہ کسی کو مجرم قرار دیا جاسکتا ہے۔ البتہ قرعہ اندازی وہاں جائز ہے۔ جہاں آدمی کو شرعاً مکمل چند راستوں میں سے کسی بھی راستہ کا اختیار حاصل ہو۔ اب وہ اپنی مرضی کے ذریعہ کسی ایک کو متعین کرنے کی بجائے قرعہ اندازی کرے۔ مثلاً کسی شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اسے سفر میں لے جانے میں مکمل اختیار حاصل ہے اب وہ ساتھ لے جانے پر اپنے مرضی کی بجائے قرعہ اندازی کرے تو بہتر ہے تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا اگرچہ آپ اس کے پابند نہیں تھے تو یہاں قرعہ کے ذریعے حضرت یونس علیہ السلام کو مجرم ثابت کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ پوری کشتی کو بچانے کیلئے کسی کو بھی دریا میں ڈالا جاسکتا تھا پس قرعہ اندازی کے ذریعے صرف اسکی تعیین کی گئی۔ "فَأَلْقَوْهُ فِي الْبَحْرِ بَعْدَ أَنْ وَقَعَتِ الْقُرْعَةُ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ"۔ (التفسیر المعبر۔ ص۔۱۴۵۔ ج۔۲۳)

الْمُدْحَضِيْنَ: وہ مغلوب ہو گئے "ادحاض" کے لغوی معنی ہیں کسی کا ناکام بنا دینا مطلب یہ ہے کہ قرعہ میں انکا نام نکل آیا۔ اور انہوں نے اپنے آپکو دریا میں ڈال دیا۔ اس پر یہ اشکال نہ کیا جائے یہ تو خودکشی ہے۔ ممکن ہے کنارہ قریب ہو اور تیرا کی کے ذریعے وہاں پہنچنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنے دن رہے؟ اس بارے میں مختلف روایات ہیں تین دن سات دن چالیس دن اور بیس دن کا ذکر بھی آیا ہے۔ (قرطبی۔ص۔۱۰۹۔ج۔۱۵۔مظہری۔ص۔۱۴۴۔ج۔۸۔کشاف۔ص۔۶۲۔ج۔۴) حضرت یونس علیہ السلام کی تسبیح سورۃ الانبیاء میں گزر چکی ہے۔ یعنی "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے معارف القرآن میں لکھا ہے۔ بزرگوں سے یہ منقول چلا آیا ہے کہ وہ انفرادی یا اجتماعی مصیبت کے وقت یہ کلمہ سوا لاکھ مرتبہ پڑھتے ہیں۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ مصیبت کو دور فرما دیتا ہے۔ ابوداؤد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بھی کسی مقصد کیلئے اس دعا کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسکی دعا قبول فرمائیں گے۔

﴿۱۴۲﴾ کیفیت حضرت یونس علیہ السلام: ان کو مچھلی نے (ثابت) نگل لیا اور یہ (اس وقت) اپنے کو (اس اجتہادی لغزش پر) ملامت کر رہے تھے۔ ﴿۱۴۳،۱۴۴﴾ نتیجہ عدم تسبیح۔ ﴿۱۴۵﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِیْمٌ: نتیجہ تسبیح: "العراء" کا معنی کھلا میدان جسمیں کوئی درخت نہ ہو۔ (مدارک۔ص۔۲۷۔ج۔۴) مچھلی کو حکم ہوا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو دریا کے کنارے پر اگل دے وہ دریا دجلہ کا کنارہ تھا۔ (التفسیر المنیر۔ص۔۱۴۱۔ج۔۲۳) اور غذا نہ پہنچنے کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے دھوپ کی شعاع اور بدن پر مکھیوں کا بیٹھنا بھی ناگوار ہوتا تھا۔ ﴿۱۴۶﴾ تحفظ خداوندی: بطور خرق عادت کدو کی بیل تنہ ور ہوگئی جس نے ان پر سایا کیا اور غذا کیلئے ہرنی کے دودھ کا انتظام ہو گیا۔ (کمالین۔ص۔۳۶۲۔ج۔۵۔والتفسیر المنیر۔۱۴۱۔ج۔۲۳) کدو کی بیل پر مکھی کبھی بھی نہیں بیٹھتی۔ (کشاف۔ص۔۶۲۔ج۔۴)

﴿۱۴۷﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ: دوبارہ بعثت حضرت یونس علیہ السلام: حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ دوبارہ یونس علیہ السلام کو اسی بستی نینوا کی طرف مبعوث کیا گیا۔ اور یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ وہاں کے لوگ معدود چند افراد نہیں تھے۔ بلکہ انکی تعداد لاکھ سے بھی متجاوز تھی۔ (کشاف۔ص۔۶۲۔ج۔۴۔معارف القرآن۔ص۔۴۸۵۔ج۔۷)

﴿۱۴۸﴾ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا ایمان۔ نتیجہ ایمان: پھر ان کو ایک زمانہ تک خیر خوبی سے عیش دیا۔

مودودی کا حضرت یونس علیہ السلام کی طرف کوتاہیوں کا انتساب اور اس کی تردید

مودودی لکھتا ہے کہ تاہم قرآن کے ارشادات اور صحیفہ کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوگئی تھیں اور غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا اس لئے جب آشوریوں نے آثار عذاب دیکھ کر توبہ و استغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا تو اس لئے قرآن کریم میں خدائی دستور کے جو اصول و کلیات بیان کئے گئے تھے ان میں ایک مستقل دفعہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اس پر اپنی حجت پوری نہیں کر لیتا پس جب نبی سے ادائے رسالت میں کوتاہی ہوگئی اور اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے بطور خود اپنی جگہ سے ہٹ گئے تو اللہ تعالیٰ کے انصاف نے اس قوم کو عذاب دینا گوارانہ کیا کیونکہ اس پر اتمام حجت کی قانونی شرائط پوری نہیں کی تھی۔ (تفہیم القرآن۔ص۔۳۱۲۔ج۔۲۔حاشیہ۔۹۹)

جواب: اس عبارت میں متعدد نقائص اور خرابیاں ہیں:

اولاً: یہ کہ قرآن کریم کے ارشادات سے کہیں بھی ثابت نہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام سے فریضہ رسالت میں کچھ کوتاہیاں ثابت ہوگئی تھیں، مودودی صاحب کا یہ عقیدہ نہ تو قرآن سے صراحتاً ثابت ہے نہ ہی کنایۃً اور نہ اشارۃً، غیر مسلموں کی بات کو اپنی تائید

میں پیش کرنا کوئی گناہ نہیں ہے مگر سوال یہ ہے کہ اصل چیز اسلام سے بھی ثابت ہو اور اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کا یہ پہلا واقعہ ہے کہ مودودی صاحب نے قرآن کے اشارہ سے ثابت کرنے کا بے سروپا دعویٰ کیا ہے جو صراحتاً مردود ہے۔

ثانیاً : صحیفہ یونس کی تفصیلات سے کوتاہیاں ثابت ہیں ''صحیفہ یوناہ'' توراۃ کے مجموعہ کا ایک حصہ ہے اس میں یونس علیہ السلام کی داستان موجود ہے لیکن بنی اسرائیل کی خرافات کی طرح اس صحیفہ میں بھی حضرت یونس علیہ السلام کی طرف وہ باتیں منسوب ہیں جو سرے سے رسالت ونبوت ہی کے منافی ہیں، مثال کے طور پر اس صحیفہ کا ایک اقتباس یہ بھی ہے اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو اہل نینوا کی ہدایت کے لیے مامور کیا مگر وہ ترسیس بھاگ گئے، اس سے تو واضح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے فریضہ رسالت میں کوتاہی تو درکنار سرے سے اہل نینوا کو فریضہ رسالت کا پیغام ہی نہیں پہنچایا بلکہ نینوا کی بجائے ترسیس بھاگ گئے " لا حول ولا قوۃ الا باللہ " تو ایسے صحیفہ کو بطور سند کے کیسے پیش کیا جا سکتا ہے؟

ثالثاً : مودودی صاحب نے کہا کہ کوتاہیاں ہوگئیں یہ لفظ نحوی قاعدہ کے مطابق جمع کا لفظ ہے اس کا اطلاق تین سے کم کے عدد پر نہیں ہوتا جس کا واضح مطلب ہے کہ تین سے زیادہ کوتاہیاں ہوگئیں تھیں پھر آگے لکھا کہ بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا یہ چوتھی کوتاہی ہوگئی، تو گویا کہ اللہ کے نبی سے چار کوتاہیاں ہوگئیں تھیں حالانکہ اللہ کے نبی سے ادائے رسالت میں ایک کوتاہی کا صدور بھی نہیں ہوا جیسا کہ اوپر کی تصریحات میں گزر چکا ہے۔

رابعاً : مودودی صاحب نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اس پر اپنی حجت پوری نہیں کر لیتا پس جب نبی سے ادائے رسالت میں کوتاہی ہوگئی اور اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے بطور خود اپنی جگہ سے ہٹ گئے تو اللہ کے انصاف نے اس قوم کو عذاب دینا گوارا نہ کیا کیونکہ اس پر اتمام حجت کی قانونی شرائط پوری نہیں ہوئی تھی اس سے مودودی صاحب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اہل نینوا کے پاس رسالت کا پیغام نہیں پہنچایا گیا، اس لئے عذاب الٰہی قوم پر نہ آیا حالانکہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ اس لئے وہ قوم عذاب سے بچ گئی کی وہ ایمان لائی تھی چنانچہ سورۃ یونس آیت۔ ۹۸۔ میں ہے "فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ"۔ اس آیت سے واضح ہوا کہ یونس علیہ السلام کی قوم ایمان کی وجہ سے عذاب الٰہی سے نجات پا گئی اور اس سورۃ کی آیت۔ ۱۴۸۔ سے بھی صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ قوم یونس علیہ السلام ایمان لانے کی وجہ سے عذاب الٰہی سے نجات پا گئی، لہذا مودودی صاحب کا کہنا کہ اتمام حجت کے نہ ہونے سے یونس علیہ السلام کو عذاب الٰہی سے نجات ملی یہ ان کا دعویٰ قطعاً باطل ومردود ہے۔

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ زجاجؒ نے فرمایا کہ ان لوگوں پر ابھی عذاب پڑا نہیں تھا بلکہ انہوں نے علامات عذاب دیکھی تھی اور اگر عذاب پڑ جاتا تو ان کی توبہ بھی قبول نہ ہوتی۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ زجاج کا قول اچھا اور بہتر ہے کیونکہ جس معائنہ عذاب کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی وہ، وہ ہے کہ عذاب میں مبتلا ہو جائیں جیسا کہ واقعہ فرعون اور قوم یونس علیہ السلام کا قصہ اس کے بعد متصلاً ذکر فرمایا ہے تاکہ فرق واضح ہو جائے کہ فرعون کا ایمان عذاب کے بعد تھا بخلاف قوم یونس علیہ السلام کے کہ وہ واقعہ عذاب سے پہلے ہی ایمان لے آئی تو مودودی صاحب کی تراشیدہ منطق کی بنیاد ہی ختم ہوگئی، اسی طرح قرآن کریم کے اشارہ سے یہ ثابت ہی نہیں کہ عذاب کی وعید سنانے کے بعد یونس علیہ السلام بغیر اذن خداوندی کے اپنی قوم سے الگ ہو گئے بلکہ سیاق آیات اور تفسیری روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ تمام سابق امتوں کے ساتھ معاملہ ہوتا آیا تھا کہ جب ان کی امت پر عذاب آنے کا فیصلہ کر لیا جاتا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور ان کے ساتھیوں کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیتے

تھے جیسا کہ لوط علیہ السلام کا واقعہ بتصریح قرآن میں مذکور ہے اسی طرح یہاں بھی جب اللہ تعالیٰ کا یہ حکم یونس علیہ السلام کے ذریعے ان لوگو ں کو پہنچا دیا گیا کہ تین دن بعد عذاب آئے گا تو یونس علیہ السلام کا اس جگہ سے نکل جانا ظاہر یہی ہے کہ بامر خداوندی ہوا ہے۔

﴿۱۴۹﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ: مشرکین سے طریق مناظرہ برائے ابطال شرک :پہلے انبیاء کرام کے واقعات بطور نصیحت وعبرت کے بیان کئے گئے۔اب پھر توحید کے اثبات اور شرک کے ابطال کا اصل مضمون بیان کیا جارہا ہے۔ اور یہاں شرک کی ایک خاص قسم کا بیان کیا جارہا ہے عرب کے کافروں کا عقیدہ تھا فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔اور جنات کی سردار زادیاں فرشتوں کی مائیں ہیں۔علامہ واحدی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ عقیدہ قریش کے علاوہ جہنہ، بنوسلمہ، بنوخزاعہ اور بنوملیح کے یہاں بھی رائج تھا۔ (التفسیر المنیر۔ص۔۱۴۷۔ج۔۲۳)

﴿۱۵۰،۱۵۱،۱۵۲﴾ تردید مشرکین۔❶۔❷۔❸۔﴿۱۵۳،۱۵۴،۱۵۵﴾ تنبیہ مشرکین۔❶۔❷۔❸۔

﴿۱۵۶،۱۵۷﴾ دلیل نقلی کا مطالبہ۔﴿۱۵۸﴾ وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا الخ مشرکین کی جہالت :یعنی جب مشرکین نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنالیا تو پھر سوال ہوا کہ فرشتوں کی مائیں کون ہیں؟ جن کے بطن سے یہ پیدا ہوئے ہیں۔تو انہوں نے کہا بڑی بڑی جنیاں فرشتوں کی مائیں ہیں۔گویا جنات کو اللہ تعالیٰ کا سسرال بنادیا۔(العیاذ باللہ)(التفسیر المنیر۔ص۔۱۴۷۔ج۔۲۳)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے بعض دشمنان خدا کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ابلیس اللہ تعالیٰ کا بھائی ہے۔(العیاذ باللہ)(ابن کثیر۔ص۔۳۷۔ج۔۷)

﴿۱۵۹﴾ تنزیہہ الرحمٰن عن الاولاد۔﴿۱۶۰﴾ عباد اللہ کی کامیابی۔﴿۱۶۱﴾ تنبیہ مشرکین۔❶۔

﴿۱۶۲﴾ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ: تنبیہ مشرکین۔ ❷ تم خدا تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کو بہکا نہیں سکتے مطلب یہ ہے کہ تم لاکھ اپنے عقیدے کا پروپیگنڈہ کرکے اور میرے بندوں کو پھسلانے کی کوشش کرو مگر میرے مخلص بندے تمہارے دام فریب میں نہیں آئیں گے۔﴿۱۶۳﴾ نتیجہ منکرین۔﴿۱۶۴تا۱۶۶﴾ مشاغل ملائکہ۔

فائدہ:۔۔۔ بعض لوگوں کا نظریہ ہے کہ جنوں کے ہاتھ میں بدی اور فرشتوں کے ہاتھ میں نیکی کی باگ ہے یہ جس کو چاہیں بھلائیاں پہنچائیں اور جس کو چاہیں خدا کا مقرب بنادیں حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنی بدی کی وجہ سے جہنم میں جائیگا۔

﴿۱۶۷تا۱۶۹﴾ مشرکین کا معاہدہ۔﴿۱۷۰﴾ نتیجہ کفر۔

﴿۱۷۱،۱۷۲﴾ وعدہ خداوندی :حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ بعض اوقات دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں کو ظاہری طور کامیابی نہیں ہوتی۔مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔بلکہ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ آخرت میں جاکر پورا ہوگا اہل ایمان وہاں پر منصور ہوں گے اور ان کے مخالفین مقہور ہوکر اللہ تعالیٰ کے عذاب میں پکڑے جائیں گے۔

(روح المعانی۔ص۔۱۵۶۔ج۔۲۳۔خازن۔ص۔۳۱۔ج۔۴)

سورۃ الرعد میں اللہ تعالیٰ نے حق وباطل کی کشمکش کو سیلاب کی جھاگ کیساتھ تشبیہ دی ہے۔جس طرح سیلاب کی جھاگ میں وقتی طور پر جوش وخروش پایا جاتا ہے اسی طرح باطل کو بھی ابال آتا ہے جوجلدی ختم ہوجاتا ہے جس طرح سیلاب کا جھاگ ختم ہوجاتا ہے اور مفید پانی زمین کی سیرابی کیلئے باقی رہ جاتا ہے اسی طرح کفر وشرک کا طوفان تو چھٹ جاتا ہے اور حق کی پائیداری باقی رہ جاتی ہے اگر دنیا میں اللہ کے نبی یا اس کے نیک بندے مغلوب بھی ہوجائیں پھر بھی اللہ تعالیٰ حق کو ہی غالب کرتا ہے تمام انبیاء کی زندگیاں ہمارے سامنے ہیں

حتی کہ آنحضرت ﷺ کو کیا کیا تکالیف برداشت نہیں کرنی پڑی بالآخر فتح اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی اور کفار پر آپ کو غالب کر دیا۔

﴿۱۷۳﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ : متبعین انبیاء علیہم السلام کی کامیابی :غلبہ خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں کسی قوم کو محض خصوصیات نسلی یا دین کیساتھ محض نام کے تعلق سے حاصل نہیں۔ بلکہ یہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب انسان اپنے اللہ کے لشکر کا ایک فرد بن جائے جس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ وہ ہر شعبہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اپنا مقصد حیات بنائے ہوئے ہو۔ "جُنْدَنَا" ہمارا لشکر یہ لفظ بتا رہا ہے کہ جو شخص اسلام قبول کرے اسے اپنے ساری زندگی نفس اور شیطان کی طاقتوں سے جنگ کرنے میں خرچ کرنے کا معاہدہ کرنا ہوگا اور اس کا غلبہ خواہ مادی ہو یا اخلاقی دنیا میں ہو یا آخرت میں اسی شرط پر موقوف ہے۔

﴿۱۷۴﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ الخ سلوک الرسول بالمعاندین۔ حَتّٰى حِيْنٍ۔ امہال مجرمین۔ ﴿۱۷۵﴾ تسلی خاتم الانبیاء۔

﴿۱۷۶﴾ مشرکین مکہ کا عذاب کا مطالبہ۔ کیا ہمارے عذاب کے متعلق جلدی کرتے ہیں؟

﴿۱۷۷﴾ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ۔ جواب مطالبہ۔ صبح کے وقت کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں دشمن کا حملہ عموماً صبح کے وقت ہوا کرتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کا بھی یہی معمول تھا کہ آپ کو جب کسی دشمن کے خطے پر حملہ کرنا مقصود ہوتا تو صبح تک انتظار فرماتے حضور اکرم ﷺ اور اہل ایمان نے صبح کے وقت خیبر پر حملہ کیا اس وقت لوگ کاشتکاری کیلئے اپنے کھیتوں کی طرف جا رہے تھے۔ جب انہوں نے اسدی لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے۔ بخدا یہ تو محمد ﷺ نظر آتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا "خَرِبَتْ خَيْبَرُ" یعنی خیبر اجڑ گیا۔ "اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ"۔ (ابن کثیر۔ص۔۴۰۔ج۔۷۔قرطبی ص۔۱۴۰۔ج۔۱۵۔روح المعانی۔ص۔۱۵۷۔ج۔۲۳)

تو یہاں پر بھی وہی الفاظ استعمال کیئے کہ جب ہم کسی قوم کے صحن میں اتریں گے تو لوگوں کو صبح بہت بری ہوگی چنانچہ خیبر پر حملہ کے نتیجہ میں جنگ ہوئی خیبر فتح ہوا اور وہ سارا علاقہ مسلمانوں کے زیر نگین ہوا۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ الخ۔ سورۃ کا خاتمہ حمد و ثناء پر۔ سُبْحٰنَ ... الخ تنزیہ الرحمٰن عن الشرکاء۔

﴿۱۸۱﴾ فضیلت انبیاء کرام علیہم ﴿۱۸۲﴾ استحقاق الحمد والثناء... حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ ان آخری آیات میں پوری سورۃ کا خلاصہ و نچوڑ بیان کر دیا گیا ہے ابتداء سورۃ میں توحید بیان ہوئی مشرکین جو باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان سب سے پاک ہے۔ پہلی آیت میں اس طویل مضمون کی طرف اشارہ تھا اس کے بعد انبیاء کرام کے واقعات بیان کئے گئے۔ پھر مشرکین کے اعتراضات کے عقلی و نقلی جوابات دیئے گئے جس میں بتایا گیا بالآخر فتح حق کو ہوگی۔ ان باتوں کو جو شخص عقل و بصیرت کی نگاہ سے پڑھے گا وہ بالآخر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پر مجبور ہوگا چنانچہ اسی حمد و ثناء پر سورۃ کو ختم کیا گیا ہے۔

انبیاء کے ساتھ صرف سلام کا صیغہ بغیر صلوٰۃ کے استعمال کرنا جائز ہے: اس آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے ناموں کے ساتھ صرف صیغہ سلام لانا بھی جائز ہے بغیر لفظ صلوٰۃ کے۔

اس میں کوئی کراہت نہیں (اگرچہ لفظ صلوٰۃ کے ساتھ لانا زیادہ بہتر ہے) ان آیات مذکورہ میں حق تعالیٰ جل شانہ وعز اسمہ نے اہل ایمان کو اپنی ذات عالی کی تسبیح و تحمید اور اپنے پیغمبران عالی شان پر سلام بھیجنے کا طریقہ اور کیفیت بتلائی ہے۔

ایک عجیب نکتہ: ان آیات کی ترتیب میں اگر غور کیا جائے تو ایک عجیب نکتہ کی طرف رسائی ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے تسبیح کا ذکر فرمایا اور آخر آیت میں تحمید کا ذکر فرمایا جب کہ درمیان میں پیغمبروں پر سلام کا ذکر فرمایا اور انہی آیات پر سورۃ مبارکہ کا

اختتام فرمایا۔

سلام کو تسبیح وتحمید کے درمیان میں لانے سے شاید اسی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرات انبیاء علیہم السلام پر درود سلام کا ہدیہ بھیجنے کی توفیق مل جانا بھی اللہ تعالیٰ کی ایسی عظیم نعمت ہے کہ اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ضروری ہے۔ (کذافی روح المعانی ص۔ ۲۱۰۔ جلد ۲۳)

صاحب روح المعانی نے فرمایا ہے کہ۔ یہ آیت کریمہ جوامع اور کامل ترین آیات میں سے ہے۔ (روح المعانی ص۔ ۲۱۱۔ جلد۔ ۲۳)

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یہ آیات پڑھا کرتے تھے سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (۱۸۰) وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ (۱۸۱) وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۸۲) نیز طبرانی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من سال دبر کل صلاة سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (۱۸۰) وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ (۱۸۱) وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۸۲) ثلاث مرات فقد اکتال بالمکیال الأوفی من الأجر۔ یعنی جس نے ہر نماز کے بعد یہ آیات مذکورہ پڑھیں، اس نے کامل ترین پیمانہ کے ساتھ اجر وثواب حاصل کرلیا۔

مجلس کا کفارہ: ابن ابی حاتم نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من سرہ ان یکتال بالمکیال الأوفی من الأجر یوم القیامة فلیقل اخر مجلسه حین یرید ان یقوم سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (۱۸۰) وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ (۱۸۱) وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یعنی جسے یہ بات پسند ہو کہ روز قیامت وہ کامل پیمانہ کے ساتھ اجر حاصل کرے اسے چاہیے کہ جب وہ مجلس سے اٹھنے کا ارادہ کرے تو آخر میں مذکورہ کلمات پڑھ لے۔ اس روایت کو امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اتصالاً موقوفاً روایت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ﴿آمین﴾

ختم شد سورۃ الصّٰفّٰت بفضلہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین
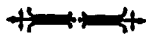
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ ص

نام اور کوائف:... اس سورۃ کا نام سورۃ ص ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۳۸۔ ویں نمبر پر ہے، اور ترتیب نزول میں بھی۔ ۳۸۔ ویں نمبر پر ہے اس میں۔ ۵۔ رکوع۔ ۸۸۔ آیات ہیں اور یہ سورۃ مکی ہے۔

ربط آیات۔ ❶ گزشتہ سورۃ کے آخر میں رسالت خاتم الانبیاء کا ذکر تھا کما قال تعالیٰ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ اسی مد میں آگے آپ کی رسالت کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَاۗءَهُمْ مُّنْذِرٌ۔

❷... امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلی سورۃ کے آخر میں "وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر تھا اور اب آگے شرک کا رد اور اثبات توحید ہے۔ مشرکین نے کہا "اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا" تو پہلی سورۃ میں توحید و رسالت کا ذکر تھا اس میں بھی توحید و رسالت کا ذکر ہے۔

موضوع سورۃ:... تمام امم سابقہ کی تباہی کا سبب تکذیب رسل ہی تھا اگر یہ لوگ انابت الی اللہ اختیار کریں تو تباہی سے بچ سکتے ہیں۔

خلاصہ سورۃ:... اثبات رسالت، تذکیرات ثلاثہ، توحید خداوندی پر عقلی و نقلی دلائل، تسلیات خاتم الانبیاء، اور نو پیغمبروں کا ذکر کر کے فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے انجام کا ذکر کیا ہے آخر سورۃ میں حضرت آدم علیہ السلام و ابلیس کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم

سُوْرَۃُ صٓ مَکِّیَّۃٌ وَّهِیَ ثَمَانٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰیَۃً وَّفِیْهَا خَمْسُ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت بخشش کرنے والا اور بڑا مہربان ہے

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ۝۱ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝۲ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ

ص قسم ہے نصیحت والے قرآن کی ﴿۱﴾ بلکہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں ﴿۲﴾ کتنے ان سے پہلے بہت سی قومیں

مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝۳ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَاۗءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ

ہلاک کیں پس پکارا انہوں نے اور نہ رہا وقت خلاصی کا ﴿۳﴾ اور تعجب کیا انہوں نے اس بات پر کہ آیا ہے انکے پاس ایک ڈر سنانیوالا انہی میں سے

هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۴ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝۵ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ

اور کہا کفر کرنیوالوں نے کہ یہ جادوگر اور جھوٹا ہے ﴿۴﴾ کیا کر دیا ہے اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بیشک یہ ایک عجیب چیز ہے ﴿۵﴾ اور چل کھڑا ہوا ایک گروہ

مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓي اٰلِهَتِكُمْ ښ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۝۶ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ

ان میں سے اور کہنے لگا چلو اور جمے رہو اپنے معبودوں پر بیشک یہ ایک چیز ہے جسمیں کوئی غرض ہے ﴿۶﴾ نہیں سنا ہمنے اس بات کو پچھلے دین میں

الْاٰخِرَةِ ۖ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ

نہیں ہے یہ مگر گھڑی ہوئی چیز ﴿۷﴾ کیا اتاری گئی ہے اس پر نصیحت ہم سب کے درمیان سے؟ بلکہ وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں میری نصیحت سے

ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَاۗىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝

بلکہ انہوں نے ابھی چکھا نہیں میرے عذاب کا مزہ ﴿۸﴾ کیا انکے پاس خزانے ہیں تیرے رب کی رحمت کے جو کمال قدرت کا مالک اور بخشش کرنیوالا ہے ﴿۹﴾

اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۝ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ

کیاان کیلئے بادشاہی ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ انکے درمیان ہے پس چاہیئے انکو کہ چڑھ جائیں رسیاں تان کر ﴿۱۰﴾ یہ بھی ایک لشکر ہے شکست خوردہ لشکروں میں سے ﴿۱۱﴾

مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ

جھٹلایا قوم نوح نے ان سے پہلے اور قوم عاد نے اور فرعون نے جو میخوں والا تھا ﴿۱۲﴾ اور قوم ثمود نے اور قوم لوط نے اور ایکہ والوں نے

لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْــــَٔيْكَةِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الْاَحْزَابُ ۝ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝

کہ یہی بڑے بڑے گروہ تھے ﴿۱۳﴾ انمیں سے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا پس ثابت ہوگیا میرا عذاب ﴿۱۴﴾

ع ۱۴ ۱۰

خلاصہ رکوع ❶: فضیلت قرآن کریم، کیفیت کفار، تذکیر بایام اللہ سے تخویف، کفار کا جھوٹا فلسفہ، توحید خداوندی پر کفار کی شورش، کفار کا اپنے شرک پر اصرار، کفار کا پروپیگنڈہ، منکرین رسالت کا شکوہ، خلاصہ شکایات، کفار مکہ کو تنبیہ، تردید مشرکین ۔ا۔۲۔ تنبیہ، کفار کی مغلوبیت، تسلی خاتم الانبیاء، تکذیب رسل کا نتیجہ۔ ماخذ آیات ۔ا تا ۱۴ +

صٓ : مخفف ہے صدق کا۔ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ :فضیلت قرآن کریم۔شان نزول:... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابوطالب بیمار ہوا تو ان کے پاس قریش مکہ آئے، اور حضور اکرم ﷺ بھی تشریف لائے۔ قریش نے ابوطالب سے شکایت کی کہ تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے، ابوطالب نے آپؐ سے پوچھا اے میرے بھائی کے بیٹے تم اپنی قوم سے کیا چاہتے ہو؟ آپؐ نے فرمایا کہ میں ان کے سامنے ایک کلمہ پیش کرتا ہوں وہ اسے قبول کرلیں تو سارا عرب انکا فرمانبردار ہوجائے گا۔ اور عجمی لوگ انکو جزیہ دیا کریں گے ابوطالب نے کہا صرف ایک کلمہ کہلوانا چاہتے ہوں؟ فرمایا ہاں صرف ایک کلمہ پھر آپ نے فرمایا اے چچا "لا الہ الا اللہ" کہلو قریش مکہ جو وہاں حاضر تھے انہوں نے کہا کہ ایک ہی معبود کو مان لیں ہم نے تو یہ بات پہلے کسی مذہب میں نہیں سنی یہ تو اپنے پاس سے بنائی ہوئی ہے ان کے بارے میں یہ آیات "اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ" تک نازل ہوئی۔
(ترمذی تفسیر سورہ ص و روح المعانی۔ص۔۲۲۱ تا ۲۲۲۔ج۔۲۳)

﴿۲﴾ کیفیت کفار۔ ﴿۳﴾ تذکیر بایام اللہ سے تخویف :ان سے پہلے اسی تکذیب کے باعث کئی امتیں عذاب میں مبتلا ہوئیں پھر اس وقت چیخ و پکار کی کہ وہ وقت مجات کا نہیں تھا۔ "وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ" "لات" سیبویہ اور خلیل کے نزدیک یہ "لا" مشبہ بلیس ہے۔ تائے تانیث تائید معنی نفی کے لئے زیادہ کی گئی ہے۔ چنانچہ بناء کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے یا "علامۃ" کی طرح "تا" مبالغہ کی مانی جائے اس صورت میں اسم محذوف ہوگا۔ "ای لیس الحین مناص" خطیب میں ہے کہ اہل یمن کی لغت میں "لا" بمعنی "لیس" آتا ہے۔ لیکن اخفش کے نزدیک لائے نفی جنس ہے جس پر "تا" زیادہ ہے جیسے "رب" سے

"ربت" اور "ثم" سے "ثمت" اور "حین مناص" اسم مقلوب ہے۔ خبر "لھم" محذوف ہے "ای لاحین مناص لھم" قاموس میں ہے کہ "مناص" بمعنی ملجاء۔ (کمالین۔ص۔۳۶۸۔ج۔۵)

﴿۴﴾ وَعَجِبُوٓا اَنْ جَآءَهُمْ الخ کفار کا جھوٹا فلسفہ: یعنی آسمان سے کوئی فرشتہ آتا تو خیر ایک بات تھی ہم ہی میں سے ایک آدمی کھڑا ہو کر ہم کو ڈرانے دھمکانے لگے اور کہے میں آسمان والے خدا کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں یہ عجیب بات ہے اب ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک جھوٹے آدمی کا ڈھونگ ہے۔ ﴿۵﴾ توحید خداوندی پر کفار کی شورش۔ ﴿۶﴾ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ: کفار کا اپنے شرک پر اصرار۔ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ: کفار کا پروپیگنڈہ: اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ مشرکین کہتے ہیں یہ شخص جو ہماری جماعت سے نکل کر نئی نئی باتیں کر رہا ہے اس کا کوئی مقصد ہے اور وہ یہ کہ اسے عرب و عجم کی سرداری مل جائے اور سب سے اوپر ہو کر رہے اور بعض مفسرین نے اس کا دوسرا مطلب یہ بتایا ہے کہ اس شخص کا جو کچھ دعوی ہے اور اس پر اس کا جماؤ ہے اس سے اسکو ہٹایا نہیں جا سکتا اس کی طرف سے کسی طرح کی جھکاؤ کی امید نہیں۔ اور تیسرا مطلب یہ بتایا ہے کہ اس شخص کا وجود اور اس شخص کی دعوت اور اس کا دعوی یہ بھی زمانہ کی لائی ہوئی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت ہے ہمارے پاس کوئی ایسی تدبیر نہیں کہ اس شخص کو روک دیں صبر کے گھونٹ پینے کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ (روح المعانی۔ص۔۲۲۳۔ج۔۲۳)

﴿۷﴾ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ تشریح پروپگنڈہ: ایک تفسیر یہ ہے فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملت ہے۔ کیونکہ آخری ملتوں میں آخری ملت وہی تھی اور وہ بھی تو تین خداؤں کے قائل تھے ایک کے تو وہ بھی قائل نہیں تھے۔

(روح المعانی۔ص۔۲۲۳۔ج۔۲۳)

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد ہمارے جو پہلی ملت گزری ہے یعنی باپ دادا وغیرہ ان میں بھی اس کا کوئی قائل نہیں تھا تو یہ کیسے کہتا ہے کہ معبود ایک۔ (روح المعانی۔ص۔۲۲۳۔ج۔۱۵۔کمالین۔ص۔۳۶۸۔تا۔۳۶۹۔ج۔۵)

﴿۸﴾ اُؤنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ الخ منکرین رسالت کا شکوہ۔ مشرکین مکہ کہتے تھے کیا اللہ تعالیٰ نے ذکر الٰہی یعنی قرآن کریم محمد ﷺ پر اتارا ہے اسی کو چن لیا ہے۔ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ الخ خلاصہ شکایات۔ بلکہ انہیں میری نصیحت میں بھی شک ہے یہ محض حسد اور کوتاہ نظری کی وجہ سے کہتے تھے سورۃ زخرف میں ہے۔ "لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ"۔ (آیت۔۳۱) (روح المعانی۔ص۔۲۲۳۔ج۔۲۳)

بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا: کفار مکہ کے لئے تنبیہ: بلکہ انہوں نے میرا ابھی عذاب نہیں چکھا جب ان پر عذاب آئے گا تو پتہ چلے گا کہ نبوت و رسالت اور نصیحت کا کس طرح انکار کیا جاتا ہے اور اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ ﴿۹﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ الخ تردید مشرکین ❶: کیا ان کے قبضہ میں اللہ کی رحمت کے خزانے ہیں جسے یہ نہ چاہیں نہ دیں۔ ﴿۱۰﴾ اَمْ لَهُمْ الخ تردید مشرکین: ❷ کیا آسمان و زمین کی بادشاہی ان کے قبضہ میں ہے۔ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ: تنبیہ: تو اپنے ذرائع کو بروئے کار لا کر آسمان پر چڑھ جائیں رسیاں تان لیں یا کسی اور ذریعے سے آسمان تک رسائی حاصل کریں اور آنحضرت ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کو روک دیں۔

﴿۱۱﴾ جُنْدٌ الخ کفار کی مغلوبیت: کفار کی جماعتیں شکست کھائیں گی مقابلہ کر کے دیکھ لیں پہلے بھی احزاب نے شکست کھائی ہے مثلاً فتح مکہ کے موقع پر بدر خیبر وغیرہ کے مقام پر۔ (روح المعانی۔ص۔۲۲۵۔ج۔۲۳)

﴿۱۲﴾ تسلی خاتم الانبیاء: "وَفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ" ایک معنی تو یہ ہے کہ جو کوئی اس فرعون کے مخالف ہوتا اس میں میخیں ٹھوک دیتا اور سولی پر لٹکا دیتا تھا اور دوسرا یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ جب یہ سفر پر جاتا تو اس کے پاس سونے اور چاندی کی میخیں تھیں خیمیں لگانے کیلئے سونے چاندی کی میخیں زمین میں گاڑھتا تھا، تو لوگوں میں مشہور تھا کہ سونے چاندی والی میخوں کا بادشاہ۔

﴿۱۳﴾ وَاَصْحٰبُ لْئَیْکَۃِ الخ وَقَالَ صَاحِبُ رُوْحِ الْمَعَانِیْ ھُمُ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْھِمْ شُعَیْبٌ عَلَیْہِ السَّلَامُ نُسِبُوْا اِلٰی غَیْضَۃٍ کَانُوْا یَسْکُنُوْنَھَا. وَقِیْلَ الْاَیْکَۃُ اِسْمُ بَلَدٍ لَّھُمْ"۔ (ص ـ ۲۲۷ ـ ج ـ ۲۳)

﴿۱۴﴾ تکذیب رسل کا نتیجہ : عذاب الٰہی آموجود ہوا سب لوگ صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے۔

وَمَا یَنْظُرُ ھٰۤؤُلَآءِ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً مَّا لَھَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا

اور نہیں انتظار کرتے یہ لوگ مگر ایک چیخ کا جس کیلئے کوئی وقفہ نہیں ہوگا ﴿۱۵﴾ اور کہتے ہیں یہ کہ اے ہمارے پروردگار جلدی کردے

قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اِصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاذْکُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ اِنَّہٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾

ہمارے لئے ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی ﴿۱۶﴾ صبر کریں آپ اس بات پر جو یہ لوگ کہتے ہیں اور تذکرہ کریں آپ ہمارے بندے داؤد علیہ السلام کا جو قوت والے تھے بیشک وہ رجوع رکھنے والے تھے ﴿۱۷﴾

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَہٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَۃً کُلٌّ لَّہٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾

تحقیق ہم نے مسخر کردیا تھا پہاڑوں کو اس کیساتھ وہ تسبیح کہتے تھے پچھلے پہر اور صبح کے وقت ﴿۱۸﴾ اور پرندے بھی اکٹھے کئے ہوئے ہر ایک اسکی طرف رجوع رکھنے والا ہے ﴿۱۹﴾

وَشَدَدْنَا مُلْکَہٗ وَاٰتَیْنٰہُ الْحِکْمَۃَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَھَلْ اَتٰکَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا

اور ہم نے مضبوط کردیا اسکی بادشاہی کو اور دی ہم نے اسکو حکمت اور فیصلہ کن بات ﴿۲۰﴾ اور کیا آئی ہے آپکے پاس خبر جھگڑا کرنیوالوں کی جبکہ پھاند لیا انہوں نے عبادت خانے کی

الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْھُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ

دیوار کو ﴿۲۱﴾ جب داخل ہوئے وہ داؤد علیہ السلام کے پاس تو آپ گھبرا اٹھے ان سے انہوں نے کہا آپ ڈریں نہیں ہم جھگڑا کرنیوالے ہیں ہم میں سے بعض نے بعض پر سرکشی کی ہے آپ فیصلہ کریں

فَاحْکُمْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاھْدِنَآ اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ ھٰذَاۤ اَخِیْ لَہٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ

ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ اور کوئی زیادتی نہ کریں اور راہنمائی کریں ہماری سیدھے راستے کی طرف ﴿۲۲﴾ بیشک میرے اس بھائی کیلئے ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے لئے

نَعْجَۃً وَّلِیَ نَعْجَۃٌ وَّاحِدَۃٌ فَقَالَ اَکْفِلْنِیْھَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَکَ بِسُؤَالِ

ایک دنبی پس اس نے کہا کہ یہ میری کفالت میں دیدو اور غالب آگیا ہے مجھ پر بات میں ﴿۲۳﴾ کہا داؤد علیہ السلام نے البتہ تحقیق اس نے بے انصافی کی ہے

نَعْجَتِکَ اِلٰی نِعَاجِہٖ وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَیَبْغِیْ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

تمہاری دنبی مانگنے کیساتھ اپنی دنبیوں کیساتھ ملانے کیلئے اور بیشک بہت سے شریک البتہ بعض انمیں سے بعض پر سرکشی کرتے ہیں مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے اور ایسے لوگ تھوڑے ہیں

الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیْلٌ مَّا ھُمْ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰہُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّہٗ وَخَرَّ رَاکِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ (السجدۃ)

اور خیال کیا داؤد علیہ السلام نے کہ بیشک ہم نے انکو آزمائش میں ڈالدیا ہے پس بخشش طلب کی اس نے اپنے پروردگار سے اور گر پڑے رکوع کرتے ہوئے اور رجوع ہوئے وہ اللہ کی طرف ﴿۲۴﴾

فَغَفَرْنَا لَہٗ ذٰلِکَ وَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی

پس بخش دیا ہم نے انکو انکا یہ قصور اور بیشک ان کیلئے ہمارے پاس البتہ مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانہ (لوٹ کر جانے کی جگہ) ﴿۲۵﴾ اے داؤد علیہ السلام بیشک ہم نے بنایا تجھکو

وقف لازم

السجدۃ

الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ

نائب زمین میں پس فیصلہ کرلوگوں کے درمیان حق کے ساتھ اور نہ پیروی کرنا خواہش کی پس یہ تجھے بہکا دیگی اللہ کے راستے سے بیشک وہ لوگ جو بھکتے ہیں

الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾

اللہ کے راستے سے ان کیلئے عذاب ہے سخت اسوجہ سے کہ انھوں نے فراموش کر دیا حساب کے دن کو ﴿۲۶﴾

﴿۱۵﴾ وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً الخ ربط آیات: اوپر مجرم قوموں کا ذکر تھا آگے ان کی سزا کے وقت کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ نتیجہ مشرکین، شکوہ مشرکین، تسلی خاتم الانبیاء، حضرت داؤد کے فضائل، حضرت داؤد کے معجزات۔ ا۔ ۲۔ سلطنت داؤدی، حضرت داؤد کا کمال خطاب کا طریقہ، حضرت داؤد کا امتحان خداوندی، حضرت داؤد کی پریشانی، درخواست برائے فیصلہ مقدمہ، تفصیل درخواست مقدمہ، حضرت داؤد کا فیصلہ مقدمہ، حضرت داؤد کی استغفار اور اجابت استغفار، حضرت داؤد کی خلافت ارضی کا اعزاز، اور فرائض داؤدی۔ ا۔ ۲۔ نتیجہ اتباع ھواء۔ ماخذ آیات ۱۵: تا ۲۶ +

نتیجہ مشرکین: یہ لوگ منتظر نہیں مگر ایک ہی آواز جب اسرافیل کی بگل پھونک دی جائے گی "مَا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ" لغت میں "فواق" کے معنی لکھے ہیں کہ جس جانور کا جب دودھ دھویا جائے تو دھوتے وقت درمیان میں تھن کو ہاتھ لگایا دودھ نکالا پھر اس کو ہاتھ لگایا تو اس درمیان والے وقفہ کو فواق کہتے ہیں اب لازمی معنی کرتے ہیں جب حضرت اسرافیل بگل پھونکیں گے تو درمیان میں وقفہ نہ ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا تو پھر اس میں اتنا وقفہ بھی نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ اچانک ہی آجائے گا اور ان کی تمام تدابیریں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ ﴿۱۶﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا الخ شکوہ مشرکین: وعدہ قیامت پر بطور استہزاء کے کہتے۔

﴿۱۷﴾ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ الخ تسلی خاتم الانبیاء: یہ مشرک لوگ جو کچھ کہتے ہیں اور جس قسم کی بے ہودہ اور اذیت ناک باتیں کرتے ہیں آپ اس پر صبر کریں۔ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ: حضرت داؤد علیہ السلام کے فضائل: "ذَا الْاَيْدِ" ایک معنی تو یہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے اور یہ معنی بھی ہے کہ "اید" کے معنی قوت یعنی عبادت میں بڑی قوت ہمت کا ثبوت دیتے تھے۔

﴿۱۹،۱۸﴾ معجزات داؤدی۔ ا۔ ۲۔

بعض لغات کی تشریح

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: العشی: زوال آفتاب کے بعد سے صبح تک کے وقت کو "عشی" کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا (سورۃ النزعت۔ ۴۶)

الإشراق: عربی میں کہا جاتا ہے شرقت الشمس شروقاً طلعت۔ یعنی سورج کا طلوع ہو جانا۔ اشرقت (باب افعال سے) اس کے معنی ہیں روشن ہو جانا۔ آیت میں فرمایا گیا: بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ یعنی وقت اشراق۔ (مفردات القران راغب)

اشراق اور چاشت کی نماز ایک ہیں یا الگ الگ؟ زمخشری اپنی تفسیر "الکشاف" میں فرماتے ہیں: وقت اشراق وہ وقت ہوتا ہے جب سورج خوب روشن ہو جائے اور اس کی کرنیں پھیل جائیں اور یہی وقت ضحیٰ (چاشت کا وقت) ہے۔ جہاں تک شروق کا تعلق ہے تو اس سے سورج کا طلوع ہونا مراد ہے۔ یقال شرقت الشمس ولما تشرق: یعنی سورج طلوع ہو گیا یا ابھی تک طلوع نہیں ہوا۔ (الکشاف)

ثعلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : ''شرقت الشمس کے معنی ہیں طلعت الشمس اور اشرقت (باب افعال سے) اس وقت بولا جاتا ہے جب سورج کی شعاعیں خوب پھیل جائیں اور روشن ہو جائے۔'' اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اشراق کا وقت سورج کے مشرقی افق سے اونچا اور بلند ہو جانا اور اس کی شعاعوں کو خوب چمکدار اور روشن ہو جانے کا وقت ہے اور یہی ''ضحوۃ صغریٰ'' ہے۔ (روح المعانی ص۔ ۲۳۲۔ جلد۔ ۲۳)

بہر حال! اس آیت کریمہ سے صلوٰۃ الاشراق اور یہی صلوٰۃ الضحیٰ بھی ہے کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب فرماتی ہیں کہ : ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلّٰی صلوٰۃ الضحی وقال ھذہ صلوٰۃ الإشراق'' نیز عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں اور عبد بن حمید نے اپنی مسند میں عطاء الخراسانیؒ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''میرے دل میں صلوٰۃ الضحیٰ کے متعلق کوئی خاص اہمیت نہیں تھی۔ حتیٰ کہ میں نے یہ آیت یسبحن بالعشی والإشراق پڑھی۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ : میں نے صلوٰۃ الضحیٰ کی مشروعیت اسی آیت سے پہچانی۔'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : ھی من أحب ما احدث الناس إلی. (ذکرہ الجصاص رحمۃ اللہ علیہ)۔ (احکام القرآن ص ۹۸ ۴: جلد ۳)

اس آیت سے صلوٰۃ الضحیٰ پر استدلال کی صورت یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ ''تسبیح'' یعنی یہ مادہ اور باب استعمال ہوا ہے اگر وہ حق تعالیٰ کی تنزیہہ کے طور پر نہیں لایا گیا تو اس سے مراد ''صلوٰۃ۔ نماز'' ہے۔ پس جب آیت مذکورہ میں ''یسبحن'' کا لفظ آیا تو معلوم ہوا کہ اس سے شام اور اشراق کے وقت داؤد علیہ السلام کی نماز مراد ہے اور جب یہ داؤد علیہ السلام کی نماز تھی اور قرآن کریم نے علی طریق المدح اسے ہمارے لیے بیان فرمایا تو اس سے اس کی مشروعیت ثابت ہوگئی۔

حلبی نے اس بارے میں فرمایا کہ : ''خصوصیت کے ساتھ ان دو وقتوں کا ذکر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان اوقات کی دوسرے اوقات کی بہ نسبت شرف وفضیلت زیادہ ہے اور وہ شرف ان دونوں وقتوں کے نماز اور عبادت کے لیے متعین ہونے کا سبب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کیونکہ مختلف ازمان واماکن کو ان میں کی جانے والی عبادات کی فضیلت میں تاثیر حاصل ہوتی ہے۔''

بہر حال! عام علماء کے نزدیک صلوٰۃ الضحیٰ مسنون ہے اور اس کی فضیلت واہمیت کے بارے میں متعدد احادیث مروی ہیں۔ حتیٰ کہ شیخ ولی الدین ابن العراقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ : أحادیث کثیرۃ صحیحۃ مشھورۃ'' اور محمد بن جریر الطبری نے فرمایا کہ : انھا بلغت مبلغ التواتر'' انہی روایات میں سے ایک روایت ام ہانی رضی اللہ عنہا بھی ہے جو صحیحین میں مذکور ہے۔

اگر چہ ایک حدیث سے صلوٰۃ الضحیٰ کی عدم سنیت بھی ثابت ہوتی ہے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ :

ان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیدع العمل وھو یحب ان یعمل بہ خشیۃ ان یعمل بہ الناس فیفرض علیھم وما سبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبحۃ الضحیٰ قط وانی لأسبحھا

(رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات کوئی عمل محبوب ہونے کے باوجود اس خدشہ کے پیش نظر ترک فرما دیتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں لوگ بھی اس عمل کی پابندی کریں گے تو کہیں وہ عمل ان پر فرض ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی صلوٰۃ الضحیٰ نہیں پڑھی لیکن میں پڑھتی ہوں۔

اس حدیث سے صلوٰۃ الضحیٰ کی عدم سنیت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن جو علماء اس کی سنیت کے قائل ہیں وہ اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت میں نماز پڑھتے نہیں دیکھا

ہوگا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ خود ام المومنین رضی اللہ عنہا سے اس کا ثبوت بھی مروی ہے۔ چنانچہ فرماتی ہیں: کان رسول ! اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الضحیٰ اربعا ویزید ماشاء اللہ تعالیٰ۔ (رواہ مسلم واحمد وابن ماجہ)

لہٰذا اس کی یہ توجیہ زیادہ قرین قیاس لگتی ہے کہ پہلے ام المومنین رضی اللہ عنہا کو اس بارے میں علم نہ تھا اس وقت پہلے والی حیثیت بیان فرمائی اور بعد میں جب آپ رضی اللہ عنہا کو صحیح اطلاع ملی تو دوسری بات ارشاد فرمائی اور صلوٰۃ الضحیٰ کا اعتراف فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔

دوسری بات یہ کہ صلوٰۃ الضحیٰ کا اثبات بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات سے ہوتا ہے۔ چنانچہ بقول حاکم: حضرت ابوذر غفاری، حضرت ابوسعید الخدری، زید بن ارقم، ابوہریرہ، بریدۃ الاسلمی، ابوالدرداء، عبداللہ بن ابی اوفی، عتبہ ابن مالک، عتبہ بن عبدالسلمی ونعیم بن ہمام الغطفانی، ابوامامہ الباہلی، ام ھانی اور سلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے صلوٰۃ الضحیٰ کی روایات ثابت ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔

فقہ کے معروف قواعد میں سے ہے کہ مثبت، نافی پر مقدم ہوتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ اثبات کی روایات، نفی کی روایت کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہیں۔ علماء شافعیہ کے ہاں تو صلوٰۃ الضحیٰ، فرائض کے بعد سب سے زیادہ افضل تطوع (نوافل) ہیں۔ اگرچہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مہذب میں نماز تراویح کو صلوٰۃ الضحیٰ پر مقدم قرار دیا ہے۔ گویا انہوں نے رواتب (فرائض) اور صلوٰۃ الضحیٰ کے درمیان، صلوٰۃ التراویح کو فاصل قرار دیا ہے۔

حافظ الامہ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: "صلوٰۃ الضحیٰ (چاشت کی نماز) کی کم از کم رکعات دو ہیں۔ جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ: انہ علیہ الصلوٰۃ و السلام اوصاہ بہما وان لا یدعھما۔ (بخاری)

اور یہ کہ کم از کم کامل درجہ چار رکعات ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحیح روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ:

کان صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الضحیٰ أربعاً ویزید ماشاء۔

چنانچہ آپ علیہ السلام کبھی چھ اور کبھی آٹھ اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات تک پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ بعض روایات ضعیفہ سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن فضائل کے بارے میں ضعیف روایات بھی قابل عمل ہوتی ہیں۔

اس تمام تفصیل سے یہ ظاہر ہوا کہ اشراق اور چاشت دو الگ الگ نمازیں نہیں بلکہ ایک ہی ہیں، چونکہ طلوع شمس کے بعد ادا کی جاتی ہیں۔ اس لیے بعض نے صلوٰۃ الاشراق کے عنوان سے بیان کردیں اور چونکہ سورج کے بلند ہونے کے بعد ادا کی جاتی ہیں جیسا کہ لغۃً اشراق کے لفظ سے بھی یہی مفہوم نکلتا ہے تو اکثر نے صلوٰۃ الضحیٰ کے عنوان سے بیان کردیں۔ البتہ ابن حجر الہیثمیؒ نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ صلوٰۃ الاشراق اور صلوٰۃ الضحیٰ الگ الگ نمازیں ہیں، وہ فرماتے ہیں ومما لا یسن جماعۃ رکعتان عقب الاشراق بعد خروج وقت الکراھۃ وھی غیر الضحیٰ۔

یعنی وہ نمازیں جن کے لیے جماعت مسنون نہیں دو رکعتیں اشراق کے فوراً بعد ہیں۔ طلوع شمس کے وقت مکروہ کے ختم ہونے کے بعد۔ اور یہ دو رکعتیں ضحیٰ (چاشت) کے علاوہ ہیں۔

جب کہ وہ روایات جن سے دونوں کا ایک ہونا معلوم ہوتا ہے، وہ اکثر ہیں اور وہ ماقبل میں گزر چکی ہیں۔

﴿۲۰﴾ سلطنت داؤدی: دنیا میں اسکی سلطنت کی دھاک بٹھلادی تھی اور اپنی اعانت ونصرت سے مختلف قسم کی کثیر التعداد فوجیں دیکر خوب اقتدار جمادیا۔ (عثانی) وَفَصْلَ الْخِطَابِ: کمال خطاب کا طریقہ۔ مراد زور بیان وقوت خطابت ہے، اور خطبوں

میں حمد وصلوٰۃ کے بعد امابعد بھی انہوں نے کہنا شروع کیا تھا۔
سیدنا داؤد علیہ السلام کے امتیازی خصائص بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ : ہم نے انہیں ان کی سلطنت میں قوت دی اور انہیں حکمت وتدبیر اور امور کا فیصلہ کرنے کی قوت عطا کی۔ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : الشد عبارۃ عن کثرۃ القدرۃ "یعنی شد کے معنی ہیں زیادہ قدرت وقوت۔ اس سے کیا مراد ہے؟ اس کی تعیین میں دو قول ہیں۔
(احکام القرآن جصاص۔ص ۳۴ جلد ۴)
ایک یہ کہ ہیبت وجلال مراد ہے اور دوسرا یہ کہ کثرت جیش ولشکر اور سپاہی مراد ہیں۔ لیکن حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک (۱) راجح یہ ہے کہ یہاں مدد اور نصرت الٰہیہ کے ذریعہ قوت مراد ہے۔ کیونکہ اگر خدائی مدد ونصرت ساتھ نہ ہو تو بڑے لشکر بھی انسان کے لیے بے فائدہ اور حقیر ثابت ہوتے ہیں۔
"فصل الخطاب" سے مراد کیا ہے؟
اس میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے علم القضاء مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو علم القضاء عطا فرمایا تھا۔ جب کہ ایک قول یہ ہے کہ معانی ومضامین کثیرہ کو مختصر اور قلیل الفاظ میں سمو دینا فصل الخطاب کہلاتا ہے۔ جب کہ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد "امابعد" کے الفاظ ہیں (جو حمد وثناء کے بعد اصل کلام شروع کرنے سے قبل بولا جاتا ہے)
قاضی شیخ ابوبکر بن العربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ : "تمہارے رب کی قسم! علم القضاء علوم کی ایک مؤکد اور بڑی قسم ہے جو حلال وحرام کے احکام کے علاوہ ایک مستقل علم ہے۔" حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"أقضا کم علی وأعلمکه بالحلال والحرام معاذ بن جبل"۔ (احکام القرآن ابن العربی۔ص۔ ۳۵ جلد ۴)
(اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ علم القضاء اور علم حلال وحرام (فقہ) الگ الگ ہیں)
خطاء مقتول میں حضرت علیؓ کا فیصلہ : چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے أعلم بالقضاء ہونے کی عجب مثال یہ واقعہ ہے کہ خود حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ : "جب مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن (کا گورنر اور حاکم بنا کر) بھیجا تھا تو وہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ کچھ لوگوں نے ایک گڑھا کھودا شیر کو شکار کرنے کے لیے۔ اس گڑھے میں شیر گر گیا تو لوگوں کا ایک جم غفیر گڑھے کے کنارہ جمع ہوگیا۔ اژدھام کی وجہ سے ایک آدمی گڑھے میں گر گیا (گرتے گرتے اس نے قریب کھڑے شخص سے سہارا لینے کی کوشش کی) اور اسے بھی لے کر گر پڑا، دوسرے نے تیسرے سے سہارا لیا تو تیسرا بھی گر پڑا۔ اس طرح چار آدمی گڑھے میں گر گئے۔ شیر (جو گڑھے میں گرنے کے باوجود زندہ تھا) نے انہیں زخمی کر دیا۔ حتیٰ کہ چاروں مر گئے"۔
اس پر ایک کے قبیلہ نے اسلحہ اٹھا لیا اور قریب تھا کہ ان مقتولین کے قبائل کے درمیان باہم جنگ چھڑ جاتی کہ میں ان کے پاس پہنچا اور ان سے کہا: "کیا تم لوگ چار آدمیوں کی وجہ سے دو سو آدمی قتل کرنا چاہتے ہو؟ آؤ! میں تمہارے درمیان ایک فیصلہ کرتا ہوں۔ اگر تم اس پر راضی ہو تو وہی فیصلہ نافذ کردوں گا اور اگر تم اسے تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہو تو میں یہ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کروں گا۔ وہی سب سے بہتر اور برحق فیصلہ فرمانے والے ہیں۔ پس انہوں نے پہلے مقتول کے لیے ربع دیت، دوسرے مقتول کے لیے ثلث دیت، تیسرے مقتول کے لیے نصف دیت اور چوتھے مقتول کے لیے پوری دیت کا فیصلہ فرمایا۔ اور یہ ساری دیات گڑھے میں کھودنے والے کے عاقلہ پر لازم کیں۔ اس فیصلہ کو سن کر بعض لوگ تو راضی ہوگئے اور بعض ناراض۔ چنانچہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا (لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کا ذکر نہیں کیا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں۔ تو ایک شخص نے کہہ دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے مابین فیصلہ فرما چکے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ کا بتلا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "القضاء کما قضاہ" وفی روایۃ "فأمضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء علی رضی اللہ عنہ" یعنی فیصلہ وہی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا (سبحان اللہ)

اس کی تفصیل و تحقیق یہ ہے کہ یہ چاروں خطاء مقتول تھے کیونکہ گڑھے میں گرنے سے مدافعت کی وجہ سے سارے مارے گئے۔ لہٰذا حافر بئر (گڑھا کھودنے والے) پر ان کے قتل خطا کی دیت واجب ہوتی تھی۔ لیکن چونکہ پہلا مقتول، دوسرے اور دوسرا تیسرے اور تیسرا چوتھے کو کھینچنے کی وجہ تین آدمیوں کا خطاء قاتل بھی ہوا تو اس کے قتل کی دیت تو کنواں کھودنے والے پر پوری واجب ہوئی لیکن خود اس پر ان تین مقتولوں کی تین ربع دیت واجب ہوئی۔

اور دوسرے قتل پر ایک دیت کا تہائی اس کے حق میں واجب ہوا اور دو ثلث (دو تہائی) ان دو مقتولوں کی دیت اس پر واجب ہوئی جن کو اس نے کھینچ کر گرایا اور تیسرے کو نصف دیت مل گئی اپنے قتل کی وجہ سے اور خود اس پر بھی نصف دیت واجب ہوئی اس چوتھے شخص کو کھینچ گرانے کی وجہ سے کیونکہ اس نے اسے خطاء قتل کیا (اور چوتھے کو کامل مل گئی کیونکہ وہ خود تو خطاء قتل ہوا اور کسی کو اس نے خطا قتل نہیں کیا)۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک عجیب مجتہدانہ فیصلہ اور استنباط تھا۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ کا چھ اعتبار سے غلط فیصلہ: اسی طرح مروی ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ النعمان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا کہ قاضی ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے (جو کوفہ کے قاضی تھے) ایک مجنونہ عورت کو حد قذف جاری کی ہے جس نے ایک آدمی کو یوں کہا تھا یا ابن الزانیین۔

تو قاضی ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عورت کو مسجد میں دو مرتبہ حد قذف جاری کی اور اس حال میں کہ عورت کھڑی ہوئی تھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابن ابی لیلیٰ نے چھ اعتبار سے غلط فیصلہ کیا ہے۔

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ عورت مجنون تھی اور مجنون پر حد شرعی جاری نہیں ہوتی۔ کیونکہ جنون کی وجہ سے تکلیف (احکام شرعیہ کا مکلف ہونا) ساقط ہو جاتا ہے۔ یہ اس وقت ہے جب کہ قذف جنون کی حالت میں ہوا ہو۔ (۲) دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے اس پر دوبار حد جاری کی۔ ہر بار کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ حد۔ جب کہ اگر ایک ہی جنس کو دو حدیں جمع ہو جائیں تو (امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق) تداخل ہو جاتا ہے، کیونکہ حد قذف، حد خمر اور حد زنا کی طرح حق اللہ ہے (امام صاحب کے نزدیک)

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ قاضی ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے مقذوف کے مطالبہ کے بغیر حد جاری کی جب کہ اجراء حد کے لیے بالاجماع مطالبۂ مقذوف ضروری ہے۔ (۴) چوتھی یہ کہ دو حدیں اکٹھی جاری کیں۔ حالانکہ اصول یہ ہے کہ اگر کسی پر دو حدیں جاری کرنی ہوں تو پہلی حد جاری کرنے کے بعد اسے چھوڑ دیا جائے تاکہ اس کے زخم مندمل ہو جائیں۔ پھر کچھ مناسب مدت کے بعد دوسری حد جاری کی جائے۔ (۵) پانچویں یہ کہ کھڑا کر کے حد جاری کی۔ جب کہ عورت پر بٹھا کر حد جاری کرنا لازمی اصول ہے۔ (۶) مسجد میں حد قائم کی۔ جبکہ بالاجماع مسجد میں حد جاری نہیں کی جا سکتی۔ یہ ہے وہ فصل الخطاب جس کا ذکر آیت میں ہے۔

(ملخصاً از احکام القرآن۔ ص ۳۶، ۳۷ جلد ۴۔ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ)

﴿۲۱﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ الخ۔ امتحان خداوندی: اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر ؒ نے لکھا ہے مفسرین

نے اسرائیلیات جمع کی ہیں اور اس باب میں آنحضرت ﷺ سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں جسکا اتباع ضروری ہو۔ اسی طرح حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے بھی بڑی شدت سے ان قصوں کی تردید کی ہے تفسیر مدارک میں ہے۔ "وَقَالَ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ مَنْ حَدَّثَكُمْ بِحَدِيثِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى مَا يَرْوِيهِ الْقُصَّاصُ جَلَدْتُهُ مِائَةً وَسِتِّينَ جَلْدَةً وَهُوَ حَدُّ الْفِرْيَةِ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ"۔ (مدارک۔ص۔۳۴۔ج۔۴)

حضرت داؤد کے واقعہ کی تحقیقی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جو مستدرک حاکم میں ہے اسکو شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ خاتم المحدثین حضرت سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اور صاحب کمالین اور دوسرے علماء حق نے اختیار کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک دفعہ اپنے حسن انتظام پر کچھ ناز ہوا کہ میں نے چوبیس گھنٹے میں کوئی گھڑی ایسی نہیں رکھی جس میں میرا عبادت خانہ خالی رہتا ہو بلکہ میرے اہتمام کی وجہ سے ہر وقت آل داؤد میں کوئی نہ کوئی مشغول عبادت رہتا ہے اللہ تعالیٰ کو خود ستائی پسند نہ آئی ارشاد ہوا کہ اے داؤد یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے ورنہ تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ قسم ہے مجھے اپنے جلال کی ایک دن اپنی توفیق سے ہٹا کر تمہیں تمہارے نفس کے حوالے کردوں پھر دیکھوں گا تم کس طرح عبادت کرتے ہو چنانچہ اسی دن آزمائش ہوگی۔
(مستدرک حاکم۔ص۔۴۳۳۔ج۔۲)

اس پر انکا کچھ دیر کیلئے قلبی سکون متزلزل ہو کر رہ گیا پھر فرشتوں کے اطمینان دلانے سے کچھ سانس میں سانس آیا اسی کو فتنہ فرمایا الغرض حضرت داؤد علیہ السلام کے اس ناز کو ناپسند کر کے اس تنبیہ سے اس کا تدارک اور اصلاح مقصود تھی۔ قولہ: "تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ" اس کے معنی ہیں کہ محرب کے اوپر کی سمت سے آئے۔ سور شہر کے بلند حصہ کو کہا جاتا ہے۔ قولہ: "إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُدَ" ایک قول یہ ہے کہ آنے والے انسانوں میں سے تھے (کما قال النقاش) جب کہ ایک قول یہ ہے کہ آنے والے فرشتے تھے، یہی علماء کی اکثریت کا قول ہے۔ جب کہ بعض نے ان کی تعیین بھی کی ہے اور فرمایا کہ آنے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام تھے اور اصل حقیقت سے رب العالمین ہی واقف ہیں۔

ابن العربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام کی جس محراب کا یہاں ذکر ہے وہ بڑی بلندی اور اونچائی پر واقع تھی جس کی دیواریں اور فصیلیں اتنی بلند تھیں کہ کسی انسان کا عام حالات میں انہیں پھلانگ کر اندر پہنچنا دشوار ترین تھا۔ خود قرآن کریم کا انداز یہ ہے کہ اس نے فرمایا تسوروا المحراب، اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آنے والے فرشتے ہی تھے انسان نہیں تھے۔ (ملخصاً بتغییر یسیر)

روح المعانی میں ہے کہ: "مروی ہے کہ ان دونوں (خصمان) نے داؤد علیہ السلام کے پاس حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تھی تو وہ ان کی عبادت کا دن تھا۔ پہرے داروں نے منع کر دیا تو وہ محراب پھلانگ کر داخل ہوئے اور داؤد علیہ السلام کو اس وقت پتہ چلا جب دونوں کو سامنے بیٹھا ہوا پایا۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام نے اپنے وقت کی تقسیم چار حصوں میں کر رکھی تھی۔ ایک دن عبادت کے لیے، ایک دن فیصلوں اور قضاء مقدمات کے لیے ایک دن اپنی نجی معروفیات کے لیے اور ایک دن پوری بنی اسرائیل قوم کے لیے، اس دن وہ انہیں جمع کر کے وعظ و نصیحت کرتے اور انہیں رلاتے۔ (کذا فی روح المعانی ص۔۷۔۲۳ جلد ۲۳)

(۲۲) طبعی خوف نبوت کے منافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَفَزِعَ مِنْهُمْ۔ یعنی داؤد علیہ السلام انہیں اپنے سامنے دیکھ کر گھبرا گئے کہ یہ انسان ہیں یا کوئی اور مخلوق، بے وقت بغیر اجازت کیوں اور کیسے آئے؟ دربانوں اور پہرے داروں نے روکا

کیوں نہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ یہ گھبرانا اور خوف طبعی امر تھا اور طبعی خوف جو کسی ایذاء رساں چیز سے ہوتا ہے یا گھبراہٹ نبوت کے منافی نہیں۔اور بھی کیسے سکتی ہے؟ سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اپنے عصا سے ہی خوفزدہ ہو گئے تھے۔جب وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى''

حضرت داؤد علیہ السلام کا خوف بھی اسی نوعیت کا تھا۔جب انہوں نے فریقین کو اچانک سامنے دیکھا تو گھبرا گئے۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کا ارشاد : ''لَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ'' کا تعلق ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اس سے مراد خشیت ہے خوف نہیں۔خشیت کا اطلاق مطلق خوف پر نہیں ہوتا۔

خوف اور خشیت میں فرق: بلکہ خشیت کا اطلاق اس خوف پر ہوتا ہے جو کسی ذات کی عظمت وجلال کی وجہ سے پیدا ہو۔امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے مفردات القرآن میں اس کی صراحت فرمائی ہے کہ خشیت کا اطلاق اس خوف پر ہوتا ہے جو ''ناشی من العظمة والجلال'' ہو۔

لہٰذا حضرت انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی خشیت سے منزہ اور پاک ہیں (کسی ذات کی خشیت ان میں نہیں پائی جاسکتی) البتہ موذی اشیاء وغیرہ سے طبعی خوف ہوتا ہے اس سے منزہ اور پاک ہونے کی تصریح قرآن وحدیث میں نہیں ملتی۔

یہاں کسی کو یہ اشکال نہ ہونا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ۔(سورۃ الاحزاب : آیت ۔۳۷) یہ تو اوپر کی مذکورہ تفصیل کے منافی ہے۔

اس لیے کہ غور سے دیکھا جائے تو ہمارے قول کے منافی نہیں کیونکہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب آمیز انداز میں کلام کیا جارہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں ان سے نکاح کرنے سے جس وجہ سے متذبذب ہیں وہ وجہ لوگوں کا خوف جو طبعی ہے لیکن وہ حقیقتاً خوف نہیں بلکہ صورتاً خوف ہے۔جسے حق تعالیٰ نے خشیت کے لفظ سے تعبیر فرمادیا۔

مگر چونکہ خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بھی زیادہ بلند تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ایسی چیز پائی جائے جو صورتاً بھی خوف کے مشابہ ہو۔

لہٰذا اس معنی کے اعتبار سے یہ عتاب آمیز خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ وَتَخْشَى النَّاسَ ج وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ۔(سورۃ الاحزاب۔آیت ۳۷)

معلمین اور ارباب تربیت کے لیے اہم رہنما اصول: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام نے ان آنے والے افراد کو محراب سے باہر کیوں نہیں نکالا؟ حالانکہ وہ بغیر اجازت، غلط طریقہ سے اور بے وقت اندر آئے تھے تو انہیں ان کی غلطی پر تادیب کیوں نہیں فرمائی؟

اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے سوچا ہوگا کہ پہلے ان سے وہ بات معلوم ہو جائے جس کی وجہ سے یہ اس طریقہ سے اندر داخل ہوئے ہیں اور ساری بات معلوم کرنے کے بعد ہی فیصلہ کریں گے کہ انہیں اس بے ادبی پر سرزنش کرنی چاہیے یا نہیں؟ کیونکہ اگر یہ کسی عذر کی بناء پر اس طرح بغیر اجازت داخل ہوئے ہیں تو انہیں معذور سمجھا جائے گا اور بلا عذر داخل ہوئے ہیں تو انہیں تادیب کی جائے۔چنانچہ بعد ازاں جب ساری تفصیل معلوم ہوئی تو بالآخر یہ عقدہ کھلا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش وابتلا تھا۔(کذا فی احکام القرآن ص۔۳۹۔جلد۔۴۔ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت داؤد علیہ السلام کے اس طرز عمل سے معلمین ومصلحین کے لیے ایک اہم ہدایت یہ حاصل ہوئی کہ اسے کسی کو ڈانٹنے،

ڈپٹنے یا زجروتوبیخ میں جلدی نہیں کرنی چاہیے بلکہ پہلے معاملہ کی اچھی طرح چھان بین کر کے پھر کسی کی زجر وتوبیخ کا فیصلہ کرنا چاہیے۔
آج کل کے معلمین و مصلحین کا معاملہ عجیب ہے کہ وہ ذرا سی غلطی پر بغیر تحقیق و تفتیش کیے اور یہ جانے بغیر کہ اس غلطی کے پیچھے کوئی عذر تو نہیں تھا، سخت زجر وتوبیخ بلکہ ضرب عجیب ہے بلکہ ضرب و شتم سے بھی کام لیتے ہیں۔ جس سے شاگردوں کی اصلاح و تربیت تو کم ہوتی ہے اور استاذ و معلم سے بعد اور دوری بلکہ تنفر زیادہ پیدا ہوتا ہے۔
مفتی اور قاضی کے لیے عوام کی بدزبانی برداشت کرنے کا حوصلہ ضروری ہے۔ اس واقعہ میں آنے والے افراد نے جب داؤد علیہ السلام کے سامنے اپنے مقدمہ بیان کیا تو یہ بھی کہا کہ ﴿وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ﴾۔
(سورۃ ص۔ آیت۔ ۲۲)
یعنی ہمارے درمیان فیصلہ کرنے میں زیادتی نہ کیجئے اور سیدھا اور ٹھیک بتا دیجئے۔ دیکھئے! یہ الفاظ ایک حاکم وقت جس سے فیصلہ کروانے کے لیے اس طرح بے جا مداخلت کا ارتکاب کیا ہے کو اشتعال اور غیظ میں مبتلا کرنے کے لیے کافی ہیں۔ لیکن سیدنا داؤد علیہ السلام نے اس پر تحمل اور برداشت کا مظاہرہ فرمایا۔
صاحب روح المعانی فرماتے ہیں: "ان الفاظ میں جو تندی و سختی ہے وہ ظاہر ہے اور ان پر داؤد علیہ السلام کا تحمل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حاکم اور اس جیسے منصب پر فائز شخص (مثلاً قاضی، مفتی وغیرہ) کے لیے یہی طرز عمل قابل تقلید ہے۔
تعجب ہے اس حاکم یا اس شخص پر جو لوگوں کے لیے مرجع ہو مثلاً مفتی (اور شیخ) کہ وہ اس عظیم مؤدب نبی (داؤد علیہ الصلوٰۃ و السلام) کی تقلید نہیں کرتا بلکہ ذرا سی بات اور ادنیٰ کلمہ پر بری طرح غصہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اپنے طرز عمل کا جائزہ لے تو اسے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ طرز عمل اس نبی مؤدب داؤد علیہ السلام کے طرز عمل سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔
(روح المعانی۔ ص۔ ۲۳۸۔ جلد۔ ۲۳)
قاضی کے لیے روزانہ قضاء کے لیے بیٹھنا ضروری نہیں: ماقبل میں گزرا کہ سیدنا داؤد علیہ السلام نے اپنے ایام کی تقسیم اس طرح رکھی تھی کہ قضاء اور مقدمات کے فیصلوں کے لیے ایک دن مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ امام ابوبکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے حضرت حسنؓ سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ" کے بارے میں انھوں نے فرمایا کہ "داؤد علیہ السلام نے اپنے وقت کی چار ایام میں تقسیم کر رکھی تھی۔ ایک دن اپنی عورتوں کے لیے، ایک دن مقدمات کے فیصلوں کے لیے، ایک دن خلوت گاہ میں اللہ رب العالمین کی عبادت کے لیے اور ایک دن بنی اسرائیل کے لیے کہ ان سے علم حاصل کریں"
جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یہ ترتیب اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ قاضی کے لیے ضروری نہیں کہ وہ مقدمات اور جھگڑوں کے فیصلوں کے لیے روزانہ بیٹھے بلکہ ایک محدود وقت متعین کر کے بیٹھنا بھی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شوہر پر لازم نہیں کہ روزانہ اپنی بیوی کے پاس جائے بلکہ جائز ہے کہ چار ایام میں سے ایک یوم اس کے لیے مختص کر دے۔
(احکام القرآن ص۔ ۴۹۸۔ جلد۔ ۳۔ جصاص رحمۃ اللہ علیہ)
اوقات کی ترتیب و ضبط کا مستحب ہونا: مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں "داؤد علیہ السلام کی یہ ترتیب ضبط و ترتیب اوقات کے مستحب ہونے کا بھی پتہ دیتی ہے کہ جو شخص خدمت خلق کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ دیگر مشاغل میں بھی لگا ہوا ہو تو اسے اپنے اوقات کا نظم اور ترتیب قائم کرنا مستحب اور پسندیدہ ہے۔ (احکام القرآن ص ۴۶۵ ج ۲)

مسجد میں قضا: شیخ ابن العربی مالکیؒ نے احکام القرآن میں فرمایا: ہمارے علماء نے فرمایا کہ ﴿اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ﴾ میں اس امر پر دلیل ہے کہ قضا کی یہ مجلس مسجد میں تھی۔ اگر مسجد میں مجلس قضا ناجائز ہوتی (جیسا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے) تو داؤد علیہ السلام اس کو برقرار نہ رکھتے اور فریقین سے کہتے کہ مجلس قضاء میں جاؤ۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مسجد میں قضا کرنا قدیم سے متوارث ہے۔ البتہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ قاضی اپنے الگ کمرہ میں بیٹھے تاکہ کمزور، مشرک اور حائضہ عورتیں بھی اس کی مجلس قضا میں حاضر ہوسکیں۔ (جس میں ہونے کی صورت میں ممکن نہیں)۔ اشہبؒ فرماتے ہیں: قاضی اپنے گھر میں قضا کی مجلس قائم کرے یا جہاں چاہے۔ حضرت مفتی شفیعؒ فرماتے ہیں: احنافؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ مسجد میں قضا جائز ہے، عام کتب احناف میں اسی کی تصریح ہے۔
(احکام القرآن ص۔۴۶۶۔جلد۔۲)

یہ ساری تفصیل اس تقدیر پر ہے کہ داؤد علیہ السلام نے فریقین کے درمیان فیصلہ فرمایا تھا۔ آیات مذکورہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ معاملات میں شرکت عام طور پر ظلم و دشمنی کا ذریعہ بنتی ہے لہٰذا جہاں شراکت داری ہو وہاں ہر شریک کو اس معاملہ میں متنبہ اور محتاط رہنا چاہیے تاکہ وہ ایمان و اعمال صالحہ والے افراد میں سے ہوں۔

خَصْمٰنِ بَغٰی الخ درخواست برائے فیصلہ مقدمہ۔ ﴿۲۳﴾ تفصیل درخواست مقدمہ۔

ضرورت کے وقت توریہ کا جواز

توریہ کے بارے تفصیل سورۃ صفات میں گزر چکی ہے۔ مگر اس واقعہ کی وجہ سے اتنی بات یاد رکھیں۔ اس واقعہ میں آنے والے افراد نے داؤد علیہ السلام سے اپنا تعارف کرتے ہوئے کہا کہ: ''لَا تَخَفْ ج خَصْمٰنِ بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ'' یعنی آپ ڈریے نہیں۔ ہم ایک جھگڑے کے دو فریق ہیں۔ انہوں نے اپنا تعارف مقدمہ کے فریقین کے طور پر کروایا جبکہ یہ معلوم ہے کہ وہ فرشتے تھے تو انھوں نے ''خصمان'' کہہ کر گویا اپنی حقیقی شناخت چھپائی، حالانکہ فرشتوں کے لیے جھوٹ ممکن نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ضرورت کی وجہ سے ایسا طرز کلام اختیار کرنا کہ جھوٹ بھی نہ ہو اور مخاطب کا ذھن حقیقت کی طرف نہ جائے جائز ہے جو شرعاً ''توریہ'' کہلاتا ہے کیونکہ یہاں فرشتے بطور امتحان کے بھیجے گئے تھے اور اگر وہ ابتداء ہی میں اپنی حقیقت کھول دیتے تو امتحان کا مقصد حاصل نہ ہوتا۔

﴿۲۴﴾ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ مقدمہ۔ وَاِنَّ كَثِیْرًا الخ نتیجہ فیصلہ: یعنی شرکاء کی عادت ہے ایک دوسرے پر ظلم کرنے کی، قوی حصہ دار چاہتا ہے کہ ضعیف کو کھا جائے صرف اللہ کے ایماندار اور نیک بندے اس سے مستثنیٰ ہیں مگر وہ دنیا میں بہت ہی تھوڑے ہیں۔ (تفسیر عثمانی) وَظَنَّ دَاوٗدُ الخ حضرت داؤد علیہ السلام کا امتحان: داؤد علیہ السلام نے گمان کیا کہ بے شک ہمیں آزمائش میں ڈال دیا ہے یہ خیال آتے ہی۔ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ: حضرت داؤد کی استغفار: پس بخشش طلب کی اپنے پروردگار سے اور گر پڑے رکوع کرتے ہوئے۔

﴿۲۵﴾ اجابت استغفار۔ ﴿۲۶﴾ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ... الخ خلافت ارضی کا اعزاز۔

فَاحْكُمْ۔ فرائض داؤدی۔ ❶ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی۔ ❷ اور خواہش کی پیروی نہ کرنا ورنہ آپ سیدھے راستہ سے بھٹک جائیں گے۔ مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام کی آزمائش میں خواہش نفسانی کا ضرور کچھ نہ کچھ دخل تھا۔ (تفہیم القرآن۔ص۔۳۲۷۔ج۔۴)

حالانکہ اس کا یہ مطلب نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح پہلے کبھی خواہش کی پیروی نہیں کی اسی طرح آئندہ بھی نہ کرنا اسکی مثال تو اس آیت سے ملتی ہے حضور اکرم ﷺ کو خطاب "لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ"۔ (الزمر ۶۵) تو اس جملہ کا مطلب بھی ہے کہ نہ تو آپ نے پہلے کبھی شرک کیا اور نہ آئندہ کرنا ہے بہر حال اللہ تعالیٰ کے معصوم نبی کی شان میں خواہش نفسانی کی بات کرنا ہرگز درست نہیں۔ (دروس القرآن) فَيُضِلَّكَ الخ نتیجہ اتباع ھواء۔

خلافت کا معنیٰ:

خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ: امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ "مفردات القرآن" میں فرماتے ہیں: الخلافة النيابة عن الغير إما لغيبة المنوب عنه وإما لعجزه وإما لتشريف المتخلّف "یعنی خلافت کے لغوی معنی ہیں، غیر کی نیابت اور قائم مقامی کرنا۔ یہ نیابت تین میں سے کسی ایک وجہ سے ہوتی ہے۔ یا تو منوب عنہ (اصل) کے موجود نہ ہونے کی بناء پر یا اس کے عاجز ہو جانے کی بناء پر اور یا نائب اور خلیفہ کے اکرام اور اعزاز کے طور پر۔ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو جو اپنا خلیفہ قرار دیا ہے وہ اسی تیسرے معنی کی بناء پر۔ ارشاد فرمایا: وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ"۔ (سورۃ الانعام۔ ۱۶۵)

اور فرمایا: وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ"۔ (سورۃ ھود۔ آیت ۵۷)

خلائف، خلیفہ کی جمع ہے جب کہ خلفاء خلیف کی جمع ہے۔ قرآن کریم میں دونوں الفاظ آئے ہیں۔ قال تعالیٰ: "وَجَعَلْنٰهُمْ خَلَائِفَ وقال تعالى: إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ یہاں آیت مذکورہ يٰدَاوٗدُ إِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے خلافت ثابت فرمائی ہے۔ خطیب الشربینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: داؤد علیہ السلام کے خلیفہ ہونے کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ انہیں ان سے ماقبل گزرے ہوئے انبیاء علیہم السلام کے اعتبار سے خلیفہ بنایا گیا ہو۔ کیونکہ یہ ان کے بعد آنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا اور لوگوں کی بہتری اور مصالح میں یہ خلیفہ ہیں۔ اس لیے کہ لفظ خلافت یا خلیفہ کے حقیقی معنی یہاں متعذر ہیں ممکن نہیں کیونکہ اس کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ اصل کی غیبوبت اور غیر موجودگی میں کسی کا نائب ہو جانا اور اللہ تعالیٰ کا غائب اور غیر موجود ہونا محال ہے تو اس معنی کے اعتبار سے خلافت بھی محال ہے۔

دوسرے یہ کہ ہم نے اے داؤد! تمہیں لوگوں میں قوت نافذہ کے ساتھ احکام کو نافذ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے انہیں خلیفہ کہا گیا ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے کسی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ "خلیفۃ اللہ تعالیٰ فی الارض" ہے۔"

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کا خلیفہ وہ ہوتا ہے جو اس کے رعیت میں احکام نافذ کرے اور لفظ خلافت کے معنی اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ممتنع ہیں (کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر وقت ہر جگہ حاضر ہے۔ لہٰذا اس کا خلیفہ ہونے کے کیا معنی؟) اور جب حقیقی معنی ممتنع ہو گئے تو معنی حقیقی کے لازم معنی مراد ہوں گے (یعنی احکام کے نفاذ کے اعتبار سے خلیفہ) انتهى من كلام الخطيب الشربيني رحمة الله عليه)

اللہ تعالیٰ کے خلیفہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے بعد والے انبیاء علیہ السلام کے خلیفہ ہیں: ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "خلیفۃ اللہ تعالیٰ کا اطلاق صرف اللہ کے پیغمبروں اور رسولوں پر ہو سکتا ہے، جہاں تک خلفاء اربعہ کا تعلق ہے تو ان میں سے ہر ایک اپنے پیش رو کا خلیفہ ہے (یعنی اس پر خلیفۃ اللہ ہونے کا اطلاق نہیں ہو سکتا) ہاں اگر اشعار میں ان میں سے کسی کے لیے "خلیفۃ اللہ" کے الفاظ استعمال ہوں تو جائز ہے (کیونکہ اشعار میں توسع ہوتا ہے نیز مقصود خلیفۃ اللہ کا خلیفہ ہونا ہے اور بالواسطہ طور پر وہ

بھی خلیفۃ اللہ ہی ہیں)۔"

چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے "خلیفۃ رسول" کے الفاظ استعمال فرماتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی وفات تک انہیں انہی الفاظ سے بلایا جاتا رہا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ امور خلافت کے متولی ہوئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کے لیے "خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" کا لفظ استعمال کرنا پسند فرمایا۔
(روح المعانی۔ص۔ ۲۴۷ جلد۔ ۲۳)

(حضرت مفتی اعظم پاکستان) فرماتے ہیں : "اللہ تعالیٰ کی خلافت کا سوائے پیغمبر معصوم کے کوئی دوسرا مستحق و اہل نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ عہد آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک خلافت ارضی ہمیشہ انبیاء معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور پیغمبروں میں ہی رہی۔ پھر جب سلسلہ نبوت ورسالت ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اختتام پذیر ہوا تو اللہ رب العالمین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر یہ احسان فرمایا کہ اس امت کے مجموعہ کو نبی معصوم کے قائم مقام بنادیا۔ اسی بناء پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : لن تجتمع امتی علی الضلالۃ
اسی وجہ سے اس امت کے اجماع کو حجت شرعی قرار دیا، حالانکہ پچھلی امتوں میں سے کسی امت کو یہ شرف حاصل نہ ہوا۔ لہٰذا جب یہ پوری امت اور مجموعہ امت نبی معصوم کے قائم مقام ہوگیا تو خلیفہ اور امیر کے انتخاب و چناؤ کا معاملہ بھی اسی کے سپرد ہوا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو خلفاء ہوئے وہ خلفاء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ صاحب روح المعانی نے اس آیت سے روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہونے کی ضرورت وحاجت پر استدلال کیا ہے۔ (روح المعانی۔ص۔ ۲۴۷ جلد۔ ۲۴)

خلافت و امارت کی اقسام و احکام: قاضی ابن العربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : "خلفاء کی کئی اقسام ہیں۔ سب سے پہلی قسم امام اعظم (یعنی خلیفۃ المسلمین) اور سب سے آخری غلام ہے (جو اپنے آقا اور مولیٰ کے مال میں خلیفہ اور نائب ہوتا ہے)۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : کلُّکم راعٍ و کلکم مسئولٌ عن رعیته والعبدُ راعٍ فی مالِ سیدہ و مسئول عن رعیته۔

لیکن چونکہ خلیفۃ المسلمین (امام اعظم) کے لیے یہ ممکن نہیں کہ تمام امور خود تن تنہا انجام دے سکے۔ لہٰذا یہ ناگزیر ہے کہ کچھ اس کے نائب ہوں۔ نیابت کی بہت سی اقسام ہیں۔ بعض علماء شافعیہ رحمۃ اللہ علیہم نے شرعی ولایات کی تعیین کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ ولایات نیابت بیس ہیں۔ خلافت عامہ، وزارۃ، امارت جہاد، حدود کے قیام کی ولایت، ولایت قضاء، ولایت مظالم، ولایت نقابۃ علی اہل الشرف، ولایت صلاۃ، حج، صدقات، تقسیم الفیئ والغنیمۃ، تعیین ووصولی خراج وجزیہ، احیاء الموات، ولایت تنفیذ احکام، حمی، اقطاع (جائیداد وغیرہ) دیوان وحسبۃ وغیرہ۔ (احکام القرآن۔ص۔ ۴۷ جلد۔ ۱۴ ابن العربی المالکی)

بعد ازاں ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ہر ولایت کی تفسیر وتوضیح کی ہے۔ اس کا مفہوم واضح کرکے نصوص سے اس کا اثبات اور سلف رحمۃ اللہ علیہم کا اس پر تعامل بیان کیا ہے۔ (من شاء فلیراجعہ)

حکام اور قضاۃ پر تین چیزیں لازم ہیں: امام ابوبکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا : "ان اللہ أخذ علی الحکام ثلاثاً، ان لا یتبعوا الهدیٰ وان یخشوہ ولا یخشوا الناس

وان لایشتروا بأیاتہ ثمناً قلیلا" ثم قراء۔ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی (سورۃ ص۔ آیت۔ ۲۶) اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا هُدًی وَّ نُوْرٌ ۚ یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَیْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ (سورۃ المائدہ۔ آیت ۴۴)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حکام سے تین چیزوں کا عہد لیا ہے :(۱) یہ کہ خواہش نفسانی کی اتباع نہ کریں۔(۲) صرف اللہ سے ڈریں اور لوگوں سے نہ ڈریں۔(۳) اللہ تعالیٰ کی آیات کو تھوڑی سی قیمت کی عوض فروخت نہ کریں۔ بعد ازاں یہی آیت کریمہ اور سورۃ المائدہ کی آیت تلاوت فرمائی۔

خطاء اجتہادی صرف مجتہد ہی کو معاف ہوگی، بغیر علم کے فتویٰ دینے والا جہنم میں جائے گا: سلیمان بن حرب نے حماد بن ابی سلمہ عن حمید رحمۃ اللہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "جب ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کو قاضی بنایا گیا تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس سے ملنے آئے، ایاس رحمۃ اللہ علیہ ان کے سامنے رو پڑے، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ :اے ابو واثلہ! کیا بات ہے، کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے فرمایا :مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ دو قسم کے قاضی جہنم میں جائیں گے اور ایک قسم کے قاضی جنت میں۔ ایک وہ جس نے غلط اجتہاد کیا وہ جہنم میں جائے گا۔ دوسرا وہ جو خواہشات کی طرف مائل ہو گیا وہ بھی جہنم میں جائے گا۔ تیسرا وہ جس نے اجتہاد کیا اور درست اجتہاد کیا وہ جنت میں جائے گا۔ (یہاں یہ واضح رہے کہ اجتہادی خطا کرنے والے سے وہ مراد ہے جس نے بغیر علم کے اجتہاد کیا)۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :"اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہما السلام کا قصہ بیان فرمایا کہ وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا (انبیاء ۷۸۔۷۹)۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے (حق کے مطابق فیصلہ کرنے پر) سلیمان علیہ السلام کی تو مدح فرمائی لیکن (خطاء اجتہادی پر) داؤد علیہما السلام کی مذمت نہیں فرمائی (حسن بصریؒ کا مقصد ایاس بن معاویہؒ کو تسلی وتشفی دینا تھا کیونکہ خطاء اجتہادی پر پکڑ اس شخص کی ہوتی ہے جو بغیر علم کے اجتہاد کرنے کی جرأت وجسارت کرے)۔

(احکام القرآن۔ج۔۳۔ص۔۵۰۱ للجصاص)

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا

اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے بیکار۔ یہ گمان ہے ان لوگوں کا جنہوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا پس خرابی ہے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے

مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ

کفر کیا دوزخ کی آگ سے ﴿۲۷﴾ کیا ہم ٹھہرائیں گے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے ان لوگوں کے برابر جو فساد کرتے ہیں زمین میں یا ہم بنا دیں گے متقیوں کو فاجروں

كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ

کی طرح ﴿۲۸﴾ یہ کتاب ہے جسکو ہم نے نازل کیا ہے آپکی طرف برکتوں والی تاکہ لوگ غور و فکر کریں اسکی آیتوں میں اور تاکہ نصیحت حاصل کریں عقلمند لوگ ﴿۲۹﴾ اور بخشا ہم نے داؤد ﷺ

سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝ فَقَالَ اِنِّيْٓ

کیلئے فرزند سلیمان علیہ السلام بہت اچھا بندہ تھا بیشک وہ رجوع رکھنے والا تھا ﴿۳۰﴾ جب پیش کیے گئے اسکے سامنے پچھلے پہر عمدہ تیز رفتار گھوڑے ﴿۳۱﴾ پس کہا اس نے تحقیق میں

اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ

نے پسند کیا ہے مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد سے یہاں تک کہ سورج حجاب میں چلا گیا ﴿۳۲﴾ لوٹا دو انکو میری طرف پس شروع کیا انہوں نے اور جھاڑنے لگے

وَالْاَعْنَاقِ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰي كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ

پنڈلیوں اور گردنوں کو ﴿۳۳﴾ اور البتہ تحقیق ہمنے آزمائش میں ڈالا سلیمان علیہ السلام کو اور ڈال دیا انکی کرسی پر ایک دھڑ پھر انہوں نے رجوع کیا اللہ کی طرف ﴿۳۴﴾ کہنے لگے

وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ

اے پروردگار معاف کردے مجھے اور بخش مجھے ایسی بادشاہی جو نہ لائق ہو کسی کیلئے میرے بعد بیشک تو بہت ہی بخشش کرنیوالا ہے ﴿۳۵﴾ پس ہمنے مسخر کردیا ان کیلئے ہوا کو جو چلتی تھی

تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً حَيْثُ اَصَابَ ۝ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّاۗءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ

انکے حکم سے نرم نرم جہاں بھی وہ پہنچنا چاہتے تھے ﴿۳۶﴾ اور شیطانوں کو بھی مسخر کردیا ہر ایک انمیں سے بنانیوالا ﴿۳۷﴾ اور پانی میں غوطہ لگانیوالا اور بہت سے دوسرے

مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ هٰذَا عَطَاۗؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا

جو جکڑے ہوئے تھے بیڑیوں میں ﴿۳۸﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ ہماری بخشش ہے پس تم احسان کرو یا روک دو بغیر حساب کے ﴿۳۹﴾ اور بیشک اس (سلیمان علیہ السلام)

لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝

کیلئے ہمارے نزدیک البتہ مرتبہ ہے اور بہت اچھا ٹھکانہ ہے ﴿۴۰﴾

﴿۲۷﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاۗءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں قیامت کا ذکر تھا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ اب یہاں سے آخرت کی تفصیل کا ذکر ہے کہ اگر آخرت نہ ہوتی تو پھر یہ دنیا کا جو نظام ہے اللہ تعالیٰ نے کیوں بناتا؟

خلاصہ رکوع ۳ ... تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل، منکرین قدرت کا انجام، مؤمن اور مفسد برابر نہیں، حقانیت قرآن، فضیلت جانشین حضرت داؤد، حضرت سلیمان کا امتحان ۱۔ ۲۔ مناجات سلیمانی، معجزات سلیمان علیہ السلام انعام الٰہی، تقرب الٰہی۔ ماخذ آیات۔ ۲۷ تا ۴۰+

تذکیر بآلاء اللہ سے توحید پر عقلی دلیل : ہم نے آسمان وزمین اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو محض بے کار پیدا نہیں کیا تم سمجھتے ہو کہ نظام کائنات خود بخود بغیر کسی نگرانی کے چل رہا ہے فرمایا ایسی بات نہیں بلکہ یہ پورا نظام اللہ تعالیٰ کی قدرت سے چل رہا ہے۔ "ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" تو یہ کفر کرنیوالوں کا گمان ہے۔ انسان کو چاہیئے خالق اور مخلوق سے اپنا معاملہ درست رکھے پس کھاپی کر دنیا کی زندگی کو ختم نہ کردے کیونکہ حساب و کتاب برحق ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ منکرین قدرت کا انجام : کہ ان کے لئے دوزخ تیار ہے ﴿۲۸﴾ مؤمن اور مفسد برابر نہیں : کہ ان دونوں کے ساتھ سلوک ایک جیسا اچھا ہو۔

﴿۲۹﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ الخ حقانیت قرآن : جب نیک اور بد یکساں نہیں ہو سکتے تو اس کیلئے ضروری تھا کہ ان کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کتاب نازل ہو جو لوگوں کو معقول طریقہ پر ان کے انجام سے آگاہ کرے چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے قرآن کریم کو نازل فرمایا جس کے الفاظ و حروف نقوش اور معانی و مضامین ہر چیز میں برکت ہے لوگ اسکی آیات میں غور کریں اور عقل رکھنے والے اسکی واضح نصیحتوں سے فائدہ حاصل کریں۔ ﴿۳۰﴾ فضیلت جانشین حضرت داؤد علیہ السلام۔

﴿۳۱﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان۔❶ ... "صافنات" جمع "صافنة" کی ہے "صافنه" ایسے گھوڑے کو کہتے ہیں کہ تین پاؤں اس کے زمین پر ہوں اور چوتھے پاؤں کا کنارہ زمین پر لگا ہوا ہو کہتے ہیں کہ اس وضع کے گھوڑے بڑے عمدہ قسم کے ہوتے ہیں اور "جیاد" "جواد" کی جمع ہے "جواد" کے معنی تیز رفتار۔
(معالم التنزیل۔ص۔۵۲۔ج۔۴)

اس آیت کی راجح تفسیر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے وہ گھوڑے معائنہ کیلئے پیش کئے گئے جو جہاد کیلئے تیار کئے گئے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام نہیں دیکھ کر خوش ہوئے اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے ان گھوڑوں سے جو محبت اور تعلق خاطر ہے وہ دنیا کی محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے پروردگار ہی کی یاد کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ یہ جہاد کے لئے تیار کئے گئے ہیں اور جہاد ایک اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ اتنے میں گھوڑوں کی وہ جماعت آپ کی نگاہوں سے روپوش ہوگئی۔

﴿۳۳﴾ حضرت سلیمان علیہ السلام کا مطالبہ : آپ نے حکم دیا کہ انہیں دوبارہ سامنے لایا جائے چنانچہ جب وہ دوبارہ سامنے لے آئے تو آپ انکی گردنوں اور پنڈلیوں پر پیار سے ہاتھ پھیرنے لگے۔ اس تفسیر کے مطابق "عن ذکر" میں "عن" سببیہ ہے اور "تَوَارَتْ" کی ضمیر گھوڑوں کی طرف راجح ہے اور مسح سے مراد کاٹنا نہیں بلکہ محبت سے ہاتھ پھیرنا ہے۔ حافظ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ طبری اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی تفسیر کو ترجیح دی ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "رُدُّوْهَا" کی ضمیر گھوڑوں کی طرف راجح ہے سورج کی طرف نہیں اس لئے یہ قصہ جو سورج والا بیان کیا جاتا ہے قرآن و حدیث کی کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ (روح المعانی۔ص۔۲۵۵۔ج۔۲۳)

﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ : امتحان۔ ❷ ... حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے فوجیوں سے کہا کہ چلو اللہ کے راستے میں جہاد کرو انہوں نے عذر بہانہ کیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ بات ناگوار گزری۔ بخاری شریف میں روایت ہے۔ "ستون" کے لفظ بھی "تسعون" کے بھی "مائة" کے لفظ بھی اتنی بیویاں تھیں خیال کیا کہ ایک رات میں میں اپنی تمام بیویوں کے ساتھ جماع کرونگا، حاملہ ہونگی تو میرے گھر کی فوج تیار ہو جائے گی لیکن زبان سے انشاء اللہ نہ کہہ سکے اس کاروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف ایک بیوی نے بچہ جنا اور وہ بھی نامکمل ادھورا یعنی اپاہج سا بچہ اور دائی نے لا کر آپ کے سامنے رکھ دیا۔ صحیح تفسیر یہی ہے لیکن مودودی صاحب سے اس مقام پر شدید غلطی ہوئی وہ کہتے ہیں۔ اس حدیث کا مضمون صریح عقل کے خلاف ہے۔ وہ لکھتے ہیں جہاں تک اسناد کا تعلق ہے ان میں سے اکثر روایات کی سند قوی ہے۔ اور باعتبار روایت اسی کی صحت میں کلام نہیں کیا جا سکتا لیکن حدیث کا مضمون صریح عقل کے خلاف ہے۔ (تفہیم القرآن۔ص۔۳۴۷۔ج۔۴ طبع ششم جون ۱۹۷۴ء)

اور مودودی صاحب لکھتے ہیں۔ اس حدیث کو سند کے زور پر لوگوں سے منوانا دین کو مضحکہ بنانا ہے۔ پھر انہوں نے رات کے اوقات کو تقسیم کر کے ہر بیوی کے حصے میں آنے والے منٹوں کا حساب لگا کر بتایا کہ کسی شخص کیلئے ایسا ممکن ہی نہیں۔ یہی تو مودودی کی غلطی ہے۔ اگر یہ ایک آدمی کیلئے ممکن نہیں مگر نبی کیلئے معجزہ کے طور پر تو ہر چیز ممکن ہے۔ جسے عقل کی کسوٹی پر نہیں پرکھا جا سکتا بلاشبہ سارے معجزات خلاف عقل ہوتے ہیں۔ کیا تم معجزات کو عقل کے ترازوں میں تولا جائے گا؟

﴿۳۵﴾ وَهَبْ لِي مُلْكًا... الخ مناجات سلیمانی:... یعنی ایسی عظیم الشان سلطنت عطاء فرما جو میرے سوا کسی کو نہ ملی ہو نہ کوئی دوسرا اس کا اہل ثابت ہو۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو حوصلہ نہ ہو کہ مجھ سے چھین سکے۔ (تفسیر عثمانی)

﴿۳۶﴾ معجزات سلیمانی۔ ﴿۳۷﴾ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ : یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے شیاطین بڑی بڑی عمارتیں بنانے اور موتی وغیرہ نکالنے کیلئے دریاؤں میں غوطے لگاتے تھے۔

﴿۳۸﴾ فِي الْأَصْفَادِ : یعنی بہت سے جنات اور تھے جنکو سرکشی اور شرارت وتمرد کی وجہ سے قید کر کے ڈال دیا تھا۔

﴿۳۹﴾ انعام الٰہی : "بِغَيْرِ حِسَابٍ" یعنی کسی کو بخش دو یا نہ دو تم مختیار ہو اس قدر بے حساب دیا اور حساب و کتاب کا مواخذہ بھی نہیں رکھا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موضح القرآن میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مہربانی کی کہ اتنی دنیاوی اور مختیار کر دیا حساب و کتاب بھی معاف مگر وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے یعنی ٹوکرے بنا کر۔ ﴿۴۰﴾ تقرب الٰہی۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ ارْكُضْ بِرِجْلِكَ

اور تذکرہ کریں آپ ہمارے بندے ایوب علیہ السلام کا جبکہ پکارا اسنے اپنے پروردگار کو بیشک پہنچائی ہے مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا ﴿۴۱﴾ ارشاد ہوا مار واپنے پاؤں کو زمین پر یہ

هَٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَىٰ

ایک چشمہ ہے نہانے کیلئے ٹھنڈا اور پینے کیلئے ﴿۴۲﴾ اور بخشے ہمنے اسکو اسکے گھر والے اور انکے برابر مزید اپنی طرف سے مہربانی کرتے ہوئے اور نصیحت اور یاد دہانی کے طور پر

لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ ۗ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ۚ نِّعْمَ الْعَبْدُ

عقل والوں کیلئے ﴿۴۳﴾ فرمایا پکڑلو اپنے ہاتھ سے تنکوں کا گٹھا پس مارو اسکے ساتھ اور قسم میں جھوٹے نہ ہو بیشک پایا ہمنے اسکو صابر خوب بندہ

إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ﴿۴۵﴾

بیشک وہ ہے رجوع رکھنے والا ﴿۴۴﴾ اور آپ تذکرہ کریں ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق، اور یعقوب علیہم السلام کا جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے ﴿۴۵﴾

إِنَّا أَخْلَصْنَاهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَإِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ﴿۴۷﴾

بیشک ہمنے انکو ممتاز کیا ہے ایک خاص چیز کیساتھ جو اس گھر کی یاد ہے ﴿۴۶﴾ اور بیشک ہمارے نزدیک چنے ہوئے نیک لوگوں میں سے ہیں ﴿۴۷﴾

وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هَٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ

اور آپ تذکرہ کریں اسماعیل الیسع اور ذالکفل علیہم السلام کا اور یہ سب خوبی والے تھے ﴿۴۸﴾ یہ ایک نصیحت ہے اور بیشک متقیوں کے لئے البتہ

مَآبٍ ﴿۴۹﴾ جَنَّاتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِئِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ﴿۵۱﴾

بہت اچھا ٹھکانہ ہے ﴿۴۹﴾ باغات میں رہنے کیلئے کھلے ہونگے ان کیلئے دروازے ﴿۵۰﴾ تکیے لگا کر بیٹھنے والے ہونگے انمیں اور طلب کریں گے اسمیں سے بہت سے پھل اور مشروب ﴿۵۱﴾

وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ إِنَّ هَٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ

اور ان کے پاس عورتیں ہونگی نیچی نگاہیں رکھنے والی ہمعمر ﴿۵۲﴾ یہ وہ ہے جسکا تمسے وعدہ کیا گیا تھا حساب کے دن ﴿۵۳﴾ بیشک یہ البتہ ہماری دی ہوئی روزی ہے

مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ

نہیں ہے اس کیلئے کبھی ﴿۵۴﴾ یہ بات تو تم نے سن لی اور بیشک سرکشوں کیلئے البتہ برا ٹھکانہ ہے ﴿۵۵﴾ جہنم ہے جس میں وہ داخل ہونگے پس بہت ہی بری جگہ ہے آرام کرنیکی ﴿۵۶﴾ یہ بات بھی تم نے سن لی

حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ

پس وہ چکھیں گے کھولتا ہوا پانی اور بدبودار پیپ ﴿۵۷﴾ اور مزید بھی اس شکل کی طرح طرح کی چیزیں ﴿۵۸﴾ یہ ایک فوج (گروہ) ہے جو گھستی چلی آرہی ہے تمہارے ساتھ نہ خوش آمدید ہو انکو بیشک

صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ

یہ داخل ہونیوالے ہیں دوزخ کی آگ میں ﴿۵۹﴾ وہ کہیں گے بلکہ تمہارے لئے خوش آمدید نہ ہو تم نے ہی آگے بھیجا ہے ہمارے لئے اس چیز کو پس بہت ہی بری ہے ٹھہرنے کی جگہ ﴿۶۰﴾ وہ کہیں گے

قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ

اے ہمارے پروردگار جسنے ہمارے لئے یہ چیز آگے بھیجی ہے پس اس کیلئے کردے عذاب دگنا دوزخ کی آگ میں ﴿۶۱﴾ اور کہیں گے وہ دوزخ والے کہ کیا ہے

مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ ع ۴ ۲۴ ۱۳

ہمیں کہ ہم نہیں دیکھتے ان لوگوں کو جنکو شریر خیال کیا کرتے تھے ﴿۶۲﴾ کیا ہم نے ان کیساتھ ٹھٹھا کیا تھا یا ان سے آنکھیں چوک رہی ہیں ﴿۶۳﴾ بیشک یہ البتہ برحق ہے جھگڑنا آپس میں دوزخ والوں کا ﴿۶۴﴾

﴿۴۱﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ الخ ربط آیات : اوپر دلائل نقلی سے توحید خداوندی کا ذکر تھا اب بھی دلائل نقلی سے توحید خداوندی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۴ ... توحید خداوندی پر نقلی دلیل اور حضرت ایوب کی دعا، امتحان خداوندی، اجابت دعا، صبر کا نتیجہ، قسم پوری کرنے کی مخصوص ترتیب، انبیاء کی بشریت، انبیاء کے فضائل مشترکہ، فضیلت انبیاء، صداقت قرآن، متقین کا اکرام، متقین کا دار الاقامہ، متقین کی سرفرازی، متقین کی مبارک بادی، مجرمین کے پانی کی تشریح۔ دیگر انواع کا عذاب، اہل دوزخ کا باہمی تنازع، تابعین کا مکالمہ، تابعین کی درخواست، دوزخیوں کا مکالمہ، دوزخیوں کا بقیہ مکالمہ، اطلاع خداوندی۔ ماخذ آیات ۔ ۴۱ تا ۶۴ +

توحید پر نقلی دلیل اور حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا : حضرت ایوب علیہ السلام کو تکلیف کیسے پہنچی؟ حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ ایک قول یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام انعامات الٰہیہ پر ہمیشہ اللہ کا شکر ادا کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ شیطان نے بارگاہ رب العزت میں درخواست کی اے پروردگار تیرا بندہ حضرت ایوب علیہ السلام تیرا شکر اس لئے ادا کرتا ہے۔ اور تیری عبادت میں اس لئے مشغول رہتا ہے کہ تو نے اسے وافر مال و دولت عطا کر رکھا ہے۔ اگر یہ تیرے انعامات نہ ہوتے تو حالت مختلف ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی اس بات کے جواب پر حضرت ایوب علیہ السلام پر آزمائش ڈال دی۔ سارا مال ختم۔ صحت بیماری میں تبدیل ہوگئی۔ مکان کی چھت گری اولاد موت کی آغوش میں چلی گئی۔

نوکر چاکر بھاگ گئے۔ اور آپ کے پاس صرف بیوی رہ گئی۔ جس نے آزمائش کے وقت بھی آپکا ساتھ نہ چھوڑا۔ وہ نہایت ہی پارسا اور وفادار خاتون تھیں جس نے ہر حالت میں خاوند کی خدمت کا پورا حق ادا کیا۔ مفسرین کرام بیان کرتے ہیں: کہ اس حالت میں اٹھارہ سال گزر گئے۔ مگر شیطان اپنے دعوٰی کو سچا ثابت نہ کر سکا آخر اس نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کو شرک میں ملوث کرنے کی کوشش کی تاکہ اس کے اعمال کے برباد کرنے کا انتظام کیا جائے۔ ایک دن اسکی بیوی محنت مزدوری کر کے واپس آرہی تھی کہ

راستے میں شیطان اسے ایک حکیم کی صورت میں ملا اور اس کے بیمار خاوند کے علاج کی پیش کش کی اور معاوضہ میں صرف یہ کہہ دینا جب تندرست ہو جائیں تو کہنا کہ فلاں شخص نے شفا دی ہے۔ واپس آ کر بیوی نے واقعہ حضرت ایوب علیہ السلام کے سامنے ذکر کیا انہوں نے بیوی کو سخت ڈانٹ پلائی کہ شیطان ہمیں شرک میں ملوث کرنا چاہتا ہے۔ آگے آرہا حضرت ایوب علیہ السلام نے اظہار ناراضگی فرمائی اور قسم کھائی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ شیطان نے سیدنا ایوب علیہ السلام کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے آزمائش کا سوال کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کا امتحان لے اور اس مصیبت پر ان کے صبر کو آزمائے۔ ایوب علیہ السلام کا مصیبت اور ابتلاء مانگنا، عافیت کا نہ مانگنا ان کے مقام بلند اور شان نبوت کے اعتبار سے غلط تھا اگر چہ فی نفسہ اور حقیقتاً یہ گناہ نہ تھا۔ پھر جب انہوں نے مذکورہ دعا اور نداء کی کہ :

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ" تو اس سے مقصود بھی اپنی غلطی کا اعتراف تھا۔

جبکہ ایک قول یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے ایوب علیہ السلام سے ایک ظالم کے خلاف فریاد کر کے مدد چاہی تھی، شیطان نے ان کے دل میں مدد نہ کرنے کا وسوسہ ڈالا۔ چنانچہ انہوں نے اس کی دادرسی نہ کی تو اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے وہ بیماری ان کو لاحق کر دی۔ اس کے علاوہ بھی اس بارے میں مختلف اقوال ہیں (کذا فی روح المعانی۔ص۔۲۷۲ جلد۔۲۳)

اس آیت کریمہ :وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ(۴۱) کے متعلق ابن جریر، طبری اور ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ایوب علیہ السلام اپنی آزمائش اور تکلیف میں اٹھارہ برس مبتلا رہے، دور ونزدیک والوں نے ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ سوائے دو آدمیوں کے جو ان کے خاص متعلقین اور بھائیوں میں سے تھے۔ وہ صبح شام ان کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ ایک دن ایک نے دوسرے سے کہا :یقیناً اللہ کی قسم ایوب علیہ السلام نے کوئی اتنا بڑا گناہ کیا ہے کہ اس جیسا گناہ جہاں والوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔ اس کے ساتھی نے کہا وہ کیوں؟

اس نے کہا :اٹھارہ برس ہو گئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر نہیں ہوئی کہ ان کی بیماری دور ہو جاتی۔ شام کو جب دونوں ایوب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو اس شخص سے صبر نہ ہو سکا اور ساری بات ایوب علیہ السلام سے ذکر کر دی۔ ایوب علیہ السلام نے فرمایا :جو کچھ تم کہہ رہے ہو میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ الا یہ کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ایک روز میں دو آدمیوں کے پاس سے گزر رہا تھا۔ دونوں جھگڑا کر رہے تھے اور جھگڑے میں اللہ تعالیٰ کا نام استعمال کر رہے تھے۔ میں ان دونوں سے گریز کرتا ہوا اپنے گھر آ گیا۔ اس ناپسندیدگی کے پیش نظر کہ اللہ تعالیٰ کا نام تو صرف حق کام اور عبادت میں لیے جانے کا مستحق ہے (نہ کہ جھگڑوں وغیرہ میں، یعنی ان کے جھگڑے نہ نمٹانے کو اپنے گناہ یا غلطی سے تعبیر فرمایا)

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ میں قصہ گویوں نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کے متعلق جو افسانے بیان کئے ہیں۔ اس میں مبالغہ بہت ہے۔ ایسا مرض جو عام طور پر لوگوں کے حق میں تنفر اور استقذار کا موجب ہو انبیاء علیہم السلام کی وجاہت کے منافی ہے۔ کما قال تعالیٰ "لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا" (الاحزاب) لہٰذا اسی قدر بیان کرنا چاہئے جو منصب نبوت کے منافی نہ ہو۔ (تفسیر عثمانی۔ص۔۵۹۲۔ دار التصنیف کراچی)

اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ الخ امتحان خداوندی۔ یہاں سیدنا ایوب علیہ السلام نے اپنی بیماری کی نسبت شیطان کی طرف فرمائی۔

قرآن مجید میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن امور میں کوئی پہلو شر یا ایذاء کا ہو یا کسی مقصد صحیح کے فوت ہونے کا ہو ان کو شیطان

کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ہے کہ انہوں نے فرمایا وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۔ (سورۃ الکھف ۔ آیت ۶۳)

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح کے شر والے امور کا سبب قریب یا بعید کسی درجہ میں شیطان ہوتا ہے، اس قاعدہ سے حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیماری یا آزار وغیرہ کی نسبت تواضع کی بناء پر شیطان کی طرف فرمائی اور یہ ظاہر کیا کہ ضرور مجھ سے کوئی غلطی یا تساہل ہوا ہوگا جس کے نتیجہ میں یہ بیماری لاحق ہوئی۔ (تفسیر عثمانی)

کیا شیطان انبیاء علیہم السلام پر مسلط ہوسکتا ہے؟ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں شیطان کی طرف مس کی اسنادونسبت اپنے ظاہری معنی پر ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ شیطان مردود علیہ اللعنۃ نے فرشتوں کی زبانی حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف ومدح سنی تو اسے ان سے حسد ہوگیا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ اسے (شیطان کو) ایوب علیہ السلام کے جسم اور مال واولاد پر تسلط کی قدرت دے دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش وابتلا کے پیش نظر اسے یہ قدرت دے دی۔

لیکن زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا انکار کرتے ہوئے اس پر رد کیا ہے اور کہا ہے کہ ''یہ جائز (ممکن) نہیں کہ اللہ تعالیٰ شیطان کو اپنے انبیاء علیہم السلام پر قدرت وتسلط دے دے تاکہ وہ انہیں مختلف تکالیف ومشقتوں میں مبتلا کر کے اپنی خواہش کی تکمیل کرے کیونکہ اگر شیطان کو یہ قدرت حاصل ہوتی تو وہ دنیا میں کسی صالح اور متقی شخص کو بغیر ہلاک کیے نہ چھوڑتا''۔

حالانکہ قرآن کریم میں بار بار اس بات کی صراحت ہے کہ شیطان کو کوئی سلطان (تسلط) اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر حاصل نہیں۔ سوائے محض وسوسہ ڈالنے کی قدرت کے۔ لہٰذا اس آیت میں مس کی نسبت شیطان کی طرف مجازاً کی گئی ہے۔ کیونکہ شیطانی وسوسوں کی وجہ سے ایوب علیہ السلام کو جو اللہ کی طرف سے مشقت ومرض میں مبتلا کیا گیا تو اس سبب کی بناء پر اس کی نسبت شیطان کی طرف کردی۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اس میں اللہ رب العزت کی شان میں ادب کی رعایت فرماتے ہوئے اپنی دعا میں اس مرض یا مشقت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں فرمائی جب کہ فاعل حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں کوئی دوسرا اس پر قادر نہیں ہے۔

﴿۴۲﴾ اجابت دعا۔ ﴿۴۳﴾ صبر کا نتیجہ۔ ﴿۴۴﴾ قسم پوری کرنے کی مخصوص ترتیب۔ ایوب علیہ السلام قضائے حاجت کے لیے جایا کرتے تھے (اپنی بیماری کے دوران) اور جب قضائے حاجت فرمالیتے تو ان کی اہلیہ ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں مکان تک پہنچا دیتی تھیں۔ ایک روز انہیں قضائے حاجت میں دیر ہوگئی۔ اس دوران ان پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ "اپنے پاؤں سے اس جگہ کو ایڑ لگاؤ یہ چشمہ نکلا نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو۔ ان کی اہلیہ کو اتنی تاخیر محسوس ہوئی تو ادھر ادھر نظر دوڑانے لگیں۔

الغرض حضرت ایوب علیہ السلام نے بیوی سے ناراضگی کی بناء پر قسم کھائی کہ میں تندرست ہوگیا تو تمہیں سو لاٹھیاں ماروں گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحت عطا فرمائی تو آپ اپنی قسم کو پورا کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ بیوی بڑی وفادار تھی۔ جس نے انکی اٹھارہ سال تک خدمت کی اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں فرمایا "وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا" اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک گھٹا لیں "فَاضْرِبْ بِّهٖ" اور یہ صرف ایک دفعہ بیوی کو ماریں اور قسم میں جھوٹے نہ ہوں یعنی اس طرح اپنی قسم پوری کرلیں اس طرح گویا اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو قسم پوری کرنے کا حیلہ بتادیا۔ (محصلہ کمالین۔ ص۔ ۳۹۸۔ ج۔ ۵)

مسئلہ: تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو سو تھپیاں مارنے کی قسم کھالے اور بعد میں سو تھپیاں الگ الگ مارنے کے بجائے تمام تھپیوں کا ایک گھٹا بنا کر ایک ہی مرتبہ ماردے تو اس سے قسم پوری ہوجاتی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی

یہی ہے۔ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے اس کیلئے دوشرطیں لکھیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اس شخص کے بدن پر ہر تیلی طولاً عرضاً ضرور لگ جائے دوسری یہ ہے کہ اس سے کچھ نہ کچھ تکلیف ضرور ہو اگر اتنے ہلکے سے تیلیاں بدن کو لگائی گئیں کہ بالکل تکلیف نہ ہوئی تو قسم پوری نہیں ہوگی۔

(فتح القدیر۔ص۔ ۱۳۷ ۔ج۔۴)

حیلہ کے جواز وعدم جواز کا بیان: امام ابوبکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :اس آیت میں حیلہ کے جواز پر دلیل ہے ایسے کام کے لیے جس کا کرنا جائز ہو اور اس کا مقصد اپنے اور دوسروں سے ضرر کو دور کرنا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو تنکوں اور سینکوں سے اپنی اہلیہ کو مارنے کا حکم فرمایا تا کہ وہ اپنی قسم کو پورا بھی فرمادیں اور قسم کی تکمیل سے ان کی اہلیہ کو زیادہ ضرر بھی نہ پہنچے۔(احکام القران۔ص ۵۰۳ جلد۔۳ جصاص رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :حیلہ کے بارے میں سب سے زیادہ متوازن اور معتدل قول وہ ہے جسے روح المعانی میں ذکر کیا ہے اور ہمارے شیخ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ نے ''بیان القرآن'' میں اسی کو اختیار فرمایا ہے اور وہ یہ کہ :''ہر وہ حیلہ جو کسی حکم شرعی کے ابطال کے پیش نظر اختیار کیا جائے تو وہ مقبول نہیں جیسے زکوٰۃ کے اسقاط کا حیلہ، استبراء کے اسقاط کا حیلہ وغیرہ۔'' حیلہ کے متعلق یہ سب سے زیادہ معتدل قول ہے۔ کیونکہ بعض علماء نے حیلہ کے علی الاطلاق جواز کا قول کیا ہے اور بعض علماء نے علی الاطلاق ناجائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ شمس الائمہ سرخی رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط کی کتاب الحیل میں جو فرمایا ہے اس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں :''جس حیلہ کے ذریعہ انسان کا مقصد حرام سے خلاصی حاصل کرنا یا اس کے ذریعہ سے کسی حلال تک پہنچنا ہو تو وہ ایسا حیلہ ''حسن'' ہے۔ اس بارے میں مکروہ حیلہ وہ ہے جو کسی شخص کے حق کے ابطال کے لیے یا کسی باطل کام پر حق کا ملمع کرنے کے لیے ہو یا کسی حق میں شبہ پیدا کرنے کے لیے ہو۔ ان امور ومقاصد کے پیش نظر حیلہ کرنا مکروہ (تحریمی) ہے اور جو حیلہ اس طریق پر کیا جائے جو ہم نے پہلے ذکر کی تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ص وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾۔(سورۃ المائدہ۔آیت۔۲)

پہلی قسم کے حیلہ میں تعاون علی البر والتقویٰ کے معنی پائے جاتے ہیں جب کہ دوسری قسم کے حیلوں میں علی الاثم والعدوان کے ہیں شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے حیلوں کے جواز پر ایک تو آیت یعنی ﴿خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا﴾ سے استدلال فرمایا ہے۔ دوسرے یوسف علیہ السلام کے قصہ میں باری تعالیٰ کے ارشاد ﴿فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ (۷۰) كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ﴾ (سورۃ یوسف :آیت۔۷۰۔۷۱)

سے استدلال فرمایا ہے۔ اس میں بھی ایک حیلہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے ﴿قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا﴾ (سورۃ الکہف۔ آیت۔۶۹)

لیکن وہ صبر پر قائم نہ رہے کیونکہ انہوں نے استثناء کر کے (یعنی ان شاء اللہ کہہ کر) اپنے لیے ایک درست راہ نکال لی تھی۔

بعد ازاں شمس الائمہ رحمۃ اللہ علیہ نے حیلوں کے جواز میں بہت سے آثار وسنن پیش کیے ہیں۔

(من شاء فلیراجعہ مبسوط للامام السرخی رحمۃ اللہ علیہ ۳ ۲۰۹)

﴿۴۵﴾ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ الخ انبیاء کی بشریت۔ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ: انبیاء کے فضائل مشترکہ :مطلب

یہ ہے کہ اپنی فکری اور عملی توانیاں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کرتے تھے۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اعضاء انسانی کا اصل مصرف یہ ہے کہ وہ اطاعت الٰہی میں خرچ ہوں اور اور جو اعضاء اس میں خرچ نہ ہوں ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

آیت میں لفظ ''اَیدی'' قوت کے معنی میں مجاز مرسل ہے اور ''اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ'' سے مراد طاعات میں قوت وطاقت والے اور دین کے امور میں بصیرت والے'' ہیں۔ (ص۔۲۷۸ جلد ۲۳)

روح المعانی میں ہے کہ :بصائر کا لفظ مجاز ہے ان علوم ومعارف سے جو بصیرت پر مرتب ہوتے ہیں۔ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :ان انبیاء علیھم السلام مذکورین کو عبادت کی قوت اور دینی بصیرت فرمائی گئی تھی۔ (سراج)

تفسیر ابو السعود میں ہے کہ ''ان میں ان لوگوں سے تعریض ہے جو جہل کا شکار ہیں اور جو طاعات و اعمال سے معطل ہو کر بیٹھے کہ وہ معذور و نابینا کی مانند ہیں اور ایسے لوگوں کے لیے ڈانٹ اور توبیخ ہے کہ وہ طاعات پر کوشش اور مجاہدہ ترک کیے ہیں باوجود یکہ انہیں اس کی قدرت حاصل ہے۔''

﴿۴۶﴾ فضیلت انبیاء۔ ''ذِكْرَى الدَّارِ'' یہ خبر ہے مبتدا محذوف کی ''ای ھی ذکری الدار''۔

(روح المعانی۔ص۔۲۷۸۔ج۔۲۳)

انبیاء کرام کا فرض منصبی ذکر آخرت تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے اسی کی یاد میں دن رات مشغول رہتے تھے۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے اللہ کے ہاں ان کو سب سے ممتاز درجہ حاصل ہے۔ ﴿۴۸﴾ بقیہ انبیاء کی فضیلت۔ وَالْيَسَعَ۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یسع حضرت الیاس علیہ السلام کے خلیفہ تھے اللہ نے انکو بھی نبوت عطا فرمائی تھی۔ (تفسیر عثمانی۔ص۔۵۹۲۔)

ذَا الْكِفْلِ: بعض حضرات انہیں حضرت ایوب علیہ السلام کا بیٹا بتاتے ہیں۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں انہی کے دور کے جبار قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے قتل کر دیتے تھے انہوں نے تقریباً ایک سو انبیاء کو پناہ دی اور ان کی کفالت کی اس لئے ''ذَا الْكِفْلِ'' لقب پڑ گیا۔ بہر حال یہ بھی انبیاء بنی اسرائیل میں سے تھے۔ ﴿۴۹﴾ هٰذَا ذِكْرٌ: صداقت قرآن :یہ قرآن پاک ذکر ہے۔ ذکر کے دو معنی آتے ہیں اور یہاں پر دونوں درست ہیں ذکر کا ایک معنی تو نصیحت ہے اور قرآن کریم بلاشبہ سراپا ہی نصیحت ہے۔ دوسرا معنی شرف ہے یعنی یہ قرآن بنی نوع انسان کے لئے بالعموم اور عربوں کے لئے بالخصوص باعث عزت و شرف ہے۔ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ الخ متقین کا اکرام۔ ﴿۵۰﴾ متقین کا دار الاقامہ۔ ﴿۵۱،۵۲﴾ متقین کی سرفرازی۔

﴿۵۳،۵۴﴾ متقین کی مبارک بادی۔ ﴿۵۵﴾ مجرمین کا دار الاقامہ: ربط آیات :اوپر پرہیز گاروں کے اکرام وانجام کا ذکر تھا آگے شریروں اور مجرموں کے نتائج وانجام کا ذکر ہے۔ ''هٰذَا'' کی تین ترکیبیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ھذا مبتدا ہے للمؤمنین اسکی خبر محذوف ہے۔ دوسری ترکیب یہ ہے کہ ھذا خبر ہے مبتدا محذوف کی ''ای الامر ھذا'' معاملہ یہی ہے اور ''وَإِنَّ لِلطَّاغِينَ'' سے جملہ مستانفہ ہے۔ تیسری ترکیب یہ ہے کہ اس کو مفعول بناتے ہیں۔ ''ای خذ ھذا''۔ (روح المعانی۔ص۔۲۸۳۔ج۔۲۳)

﴿۵۷﴾ مجرمین کے پانی کی تشریح۔ هٰذَا :مبتداء ہے اس کی خبر ''حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ'' ہے ''فَلْيَذُوقُوهُ'' جملہ معترضہ ہے۔

(اعراب القرآن الکریم وبیانہ۔ص۔۴۷۶۔ج۔۶)

﴿۵۸﴾ دیگر انواع کا عذاب۔ ﴿۵۹﴾ هٰذَا فَوْجٌ الخ اہل دوزخ کا باہمی تنازع :یہ گفتگو جہنمیوں کی آپس میں ہوگی جب فرشتے انکو یکے بعد دیگرلالا کر جہنم کے کنارے پر جمع کرینگے۔ لَا مَرْحَبًا الخ متبوعین کا مکالمہ: پہلا گروہ سرداروں کا ہوگا، اس کے بعد ان کی اتباع کرنے والی جماعت آئے گی۔ اس کو دور سے آتے ہوئے دیکھ کر پہلا گروہ کہے گا دیکھو جی ایک اور گروہ دوزخ میں

کرنے کے لئے آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر مار ہو انکو کہیں کشادہ جگہ نہ ملے اس پر وہ جواب دیں گے۔
﴿۶۰﴾ تابعین کا مکالمہ : کم بختو تم پر اللہ تعالیٰ کی مار ہو اللہ تعالیٰ تمہیں آرام کی جگہ نہ دے تم ہی نے تو ہمیں گمراہ کیا تھا تمہاری بدولت آج ہم مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اب بتاؤں کہاں جائیں پس یہی ٹھہرنے کی جگہ ہے سارے ادھر ہی مرو کھپو۔
﴿۶۱﴾ تابعین کی درخواست: یعنی تابعین یہ دعا کریں گے۔ ﴿۶۲﴾ دوزخیوں کا مکالمہ : کہیں گے کہ جنہیں ہم برا سمجھا کرتے تھے وہ نظر نہیں آتے۔ ﴿۶۳﴾ دوزخیوں کا بقیہ مکالمہ : جن پر تمسخر اڑایا کرتے تھے وہ داخل ہی نہیں ہوئے یا ہوئے ہیں مگر نظر نہیں آتے۔ ﴿۶۴﴾ اطلاع خداوندی : دوزخیوں کا یہ مکالمہ بالکل سچا ہے ہو کر رہے گا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

آپ کہہ دیجئے اے پیغمبر بیشک میں ڈر سنانیوالا ہوں اور نہیں ہے کوئی الٰہ اللہ کے سوا جو اکیلا ہے اور زبردست ہے ﴿۶۵﴾ جو پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ

بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۢ بِالْمَلَاِ

انکے درمیان ہے وہ کمال قوت کا مالک اور بخشش کرنیوالا ﴿۶۶﴾ آپ کہہ دیجئے کہ یہ ایک بڑی خبر ہے ﴿۶۷﴾ تم اس سے اعراض کرنے والے ہو ﴿۶۸﴾ نہیں تھا مجھے علم ملاءِ اعلیٰ کا جب کہ

الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ

وہ آپس میں تکرار کر رہے تھے ﴿۶۹﴾ نہیں وحی کی جاتی میری طرف مگر یہ کہ بیشک میں ڈر سنانے والا ہوں کھول کر ﴿۷۰﴾ جب فرمایا تیرے پروردگار نے فرشتوں سے بیشک

خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾

میں پیدا کرنیوالا ہوں انسان مٹی سے ﴿۷۱﴾ جب میں اسکو برابر کردوں اور پھونک ڈالوں اسکے اندر سے اپنی طرف سے روح پس گر پڑو تم اسکے سامنے سجدہ کرتے ہوئے ﴿۷۲﴾

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ

پس سجدہ کیا فرشتوں نے سب کے سب نے ﴿۷۳﴾ مگر ابلیس نے تکبر کیا اور تھا وہ کفر کرنیوالوں میں ﴿۷۴﴾ فرمایا اللہ نے اے ابلیس کس چیز نے تجھے روکا سجدہ کرنے سے

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۭ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِيْ

اسکے سامنے جسکو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا کیا تو نے تکبر کیا ہے یا تو بڑے درجے والوں میں ہے ﴿۷۵﴾ اس نے کہا میں بہتر ہوں اس سے تو نے

مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ

مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسکو مٹی سے ﴿۷۶﴾ فرمایا اللہ نے نکل جاؤ یہاں سے بیشک تم مردود ہو ﴿۷۷﴾ اور بیشک تجھ پر میری لعنت ہے انصاف کے دن تک ﴿۷۸﴾ کہا

اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾

اس ابلیس نے اے میرے پروردگار پس مہلت دے مجھے اس دن تک جس دن یہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے ﴿۷۹﴾ فرمایا اللہ نے بیشک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے ﴿۸۰﴾

اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾

ایک معلوم وقت کے دن تک ﴿۸۱﴾ کہا اس نے پس تیری عزت کی قسم ہے میں ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا ﴿۸۲﴾ ہاں مگر جو تیرے مخلص بندے ہونگے انمیں سے ﴿۸۳﴾

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ

فرمایا پس ٹھیک بات ہے اور ٹھیک بات ہی میں کہتا ہوں ﴿۸۴﴾ کہ میں ضرور بھر دونگا جہنم کو تجھ سے اور انمیں سے کہ جنہوں نے پیروی کی تیری ان میں سے سب کے سب سے ﴿۸۵﴾ آپ کہہ دیجئے اے پیغمبر

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

میں نہیں مانگتا تم سے اس پیغام رسانی پر کوئی بدلہ اور نہیں ہوں میں تکلف کرنیوالوں میں ﴿۸۶﴾ نہیں ہے یہ قرآن حکیم مگر نصیحت تمام جہان والوں کیلئے ﴿۸۷﴾ اور البتہ تم ضرور جان لوگے اسکی خبر کو ایک وقت کے بعد ﴿۸۸﴾

﴿۶۵﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ الخ ربط آیات :امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ یہ ربط فرمایا کرتے تھے کہ سورۃ کے ابتداء میں "وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ" یہ اس بات پر تعجب کرتے ہیں کہ ان میں سے ڈرانے والا آیا ہے درمیان میں چند انبیاء کرام کے واقعات بتلائے کہ انہوں نے بھی اپنے اپنے موقع پر لوگوں کو ڈرایا اللہ تعالیٰ کے احکام بتلائے آخر میں اسی مضمون کی طرف عود ہے۔"قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ الخ

خلاصہ رکوع ۵ فرائض خاتم الانبیاء، حصر الربوبیت، صداقت قرآن یا اثبات رسالت یا اثبات توحید، منکرین قرآن کا اعراض، خاتم الانبیاء سے علم غیب کلی کی نفی، حکم خداوندی، قدرت باری تعالیٰ، حکم خداوندی، فرشتوں کا تعمیل حکم، ابلیس کا استکبار، نتیجہ استکبار، شیطان کی سرزنش، شیطان کا استکبار۔۱۔۲۔شیطان کا مطالبہ، جواب مطالبہ، شیطان کی عداوت، عباد اللہ کی حفاظت، فیصلہ خداوندی، شیطان و متبعین کا نتیجہ، طریق تبلیغ، فضیلت قرآن، تنبیہ۔ ماخذ آیات۔۶۵ تا ۸۸+

فرائض خاتم الانبیاء:... میرا کام انذار ہے اور معبود فقط اللہ تعالیٰ واحد قہار ہے۔﴿۶۶﴾ حصر الربوبیت۔

﴿۶۷﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ :صداقت قرآن یا اثبات قیامت یا اثبات توحید :اس "ھو" ضمیر کے مرجع میں اختلاف ہے اس وجہ سے ربط بھی مختلف ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ "ھو" ضمیر راجع بسوئے قرآن ہے کہ یہ قرآن بڑی خبر ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ "ھو" ضمیر راجع بسوئے یوم الحساب ہے چونکہ اوپر قیامت کا ذکر ہے تو یہاں بھی قیامت کا ذکر ہے کہ وہ بہت بڑی خبر ہے اور تم اس سے اعراض کرتے ہو۔ تیسرا قول یہ ہے کہ "ھو" ضمیر کا مرجع توحید ہے جو ماقبل میں ہے "وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ" یہ توحید بہت بڑی خبر ہے اور تم اس سے اعراض کرتے ہو۔ استاذ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب فرماتے ہیں میرے نزدیک مذکورہ تینوں تفسیریں اور ترکیبیں صحیح ہیں کسی کا کسی سے کوئی تعارض نہیں ہے۔

﴿۶۸﴾ منکرین قرآن کا اعراض : مگر تم اس سے اعراض کرنے والے ہو، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی ہے جو وقوع قیامت کے منکر ہیں یا اس کی توحید اور رسالت کو تسلیم نہیں کرتے یا قرآن پاک کو وحی الٰہی ہونے کا یقین نہیں کرتے۔

﴿۶۹﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ :خاتم الانبیاء سے نفی علم غیب کلی:... یعنی فرشتوں کی گفتگو کا علم بجز کتب سابقہ کے مطالعہ کے معلوم نہیں ہوسکتا اور آپ رسمی طور پر لکھنے پڑھنے سے واقف نہیں پس سوا وحی کے اس کے معلوم ہونے کا اور طریقہ کیا ہے؟ اس طرح ملاء اعلیٰ کی آپس میں گفتگو مثلاً قیامت کی تعین کے سلسلہ میں یا اسی طرح اور باتوں کے متعلق ان میں قیل وقال رہتی ہے۔

اہل بدعت کا آنحضرت ﷺ کیلئے علم غیب پر استدلال

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے میں رات کو اٹھا، وضو کیا اور نماز پڑھی جتنی کہ میری مقدر میں تھی نماز

پڑھتے ہوئے مجھ پر غنودگی سی طاری ہوئی، اور میرا جسم بھاری ہو گیا، اس حالت میں میں نے اپنے رب کو خوبصورت شکل میں دیکھا اس نے مجھے پکارا، اے محمد ﷺ! میں نے کہا "لبیک ربی" اس نے کہا ملاء اعلیٰ کس بارے میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا یہ بات تین مرتبہ کہی، اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا، یہاں تک کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، جس سے ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی۔ اور ہر چیز میں نے معلوم کر لی۔ پھر اس نے کہا اے محمد ﷺ! میں نے کہا "لبیک ربی" اے میرے رب میں حاضر ہوں اس نے کہا ملاء اعلیٰ کس امر میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے کہا گناہوں کے کفاروں کے بارے میں، اللہ تعالیٰ نے کہا کفارے کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا۔ جماعت میں شریک ہونے کیلئے قدم بڑھانا نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا، اور ناگوار حالتوں میں وضو کرنا۔ اس کے بعد کہا پھر کس بارے میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے کہا درجات و مراتب کے بارے میں۔ فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا کھانا کھلانا نرم کلامی سے گفتگو کرنا اور رات کو جبکہ دنیا سوئی ہوئی ہو نماز پڑھنا۔ (حجۃ اللہ البالغہ۔ ص۔ ۱۵۔ ج۔ ۱۔ طبع نور محمد کراچی و روح المعانی۔ ص۔ ۲۹۵۔ ج۔ ۲۳)

اس حدیث میں "فتجلی لی کل شیئ" کے الفاظ ہیں جسکا معنی ہے ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی، اس سے اہل بدعت آنحضرت ﷺ کیلئے علم غیب کلی پر استدلال کرتے ہیں۔

❶ **جواب:** یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اگرچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کی تحسین اور تصحیح نقل کی ہے مگر ترمذی کے متن میں یہ حدیث نہیں ہے بلکہ حاشیہ پر ایک نسخہ کا حوالہ دے کر یہ عبارت بمع سند و متن حدیث نقل کی گئی ہے، دیکھئے۔ (ترمذی۔ ص۔ ۱۵۶۔ ج۔ ۲)

اور یہ روایت بسند ابن عباس رضی اللہ عنہ (مسند احمد۔ ص۔ ۳۶۸۔ ج۔ ۱) میں بھی ہے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت میں (جسکی امام بخاری سے تصحیح اور تحسین نقل کی گئی ہے) عبد الرحمٰن ابن عائش الحضرمی ہے بعض نے انکو صحابی بتایا ہے، لیکن امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس نے اسکو صحابی کہا ہے اس نے غلطی کی ہے، اور امام ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ معروف نہیں، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان سے صرف حدیث رؤیت منقول ہے مگر حضرات محدثین رحمۃ اللہ علیہ اس میں اضطراب کرتے ہیں۔ اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انکی حدیث بڑی عجیب و غریب ہے۔ (تہذیب التہذیب۔ ص۔ ۲۰۶۔ ج۔ ۶۔ میزان الاعتدال۔ ص۔ ۱۰۱۔ ج۔ ۲ محصلہ)

اور مضطرب حدیث اصول حدیث کے فن کی روح سے ضعیف ہوتی ہے اس اعتبار سے بخاری کی خود تصحیح و تحسین متعارض ہو کر ساقط ہو جائے گی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بعض طرق کو لکھ کر آگے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کئی سندوں کیساتھ مروی ہے مگر سب سندیں اسکی ضعیف ہیں اور اس کے ثبوت میں کلام ہے۔ (کتاب الاسماء والصفات۔ ص۔ ۲۲۰۔ طبع الہ آباد)

❷ **جواب:** ۔۔۔ یہ ہے کہ اس روایت میں اسکا ذکر ہے کہ آپ کو ملاء اعلیٰ کا علم ہو چکا تھا حالانکہ قرآن کریم کی اس آیت میں صاف طور پر مذکور ہے کہ "مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ" آپ فرما دیجئے کہ مجھے ملاء اعلیٰ کا کوئی علم نہیں کہ وہ کس چیز میں اختلاف کر رہے ہیں قرآن کریم نص قطعی ہے۔ جس سے آنحضرت ﷺ کیلئے ملاء اعلیٰ کا عدم علم ثابت ہے۔ اور حدیث مذکور کو اگر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی خبر واحد ہے اور بقول مولوی احمد رضا خان بریلوی عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض ہرزہ بافی رہے۔ (انباء المصطفیٰ۔ ص۔ ۴)

لہٰذا کیونکر یہ حجت ہو سکتی ہے؟

❸ **جواب:** حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (تفہیمات الٰہیہ۔ ص۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ج۔ ۱) میں لکھتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے باری تعالیٰ کی صفات کی نفی کی جائے مثلاً علم غیب اور جہان کے پیدا کرنے پر قدرت وغیرہ، اور اس میں

کوئی تنقیص نہیں ہے (پھر کئی سطور کے بعد فرمایا کہ) اور اگر کوئی شخص آپ کے علم غیب پر "فتجلی لی کل شئی" (کی حدیث) سے استدال کرے تو ہم اس کو یوں جواب دیں گے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ توراۃ کے بارے میں "وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" آیا ہے، اور اصل عمومات میں مقام کے مناسب تخصیص کرتا ہے اور اگر یہ تجلی ہر ایک چیز کے لئے تسلیم بھی کرلی جائے تو یہ صرف اس وقت کے لئے تھی جبکہ اللہ تعالیٰ نے دست قدرت آپ کی پشت پر رکھا تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے دست قدرت اٹھایا تو یہ تجلی اور انکشاف بھی جاتا رہا، سوا اس میں کوئی بعد نہیں کہ اس کے بعد دوسری حالت میں آپ کو دوبارہ ان امور کی تعلیم دی گئی ہو۔ اس حدیث میں لفظ کل عموم حقیقی کیلئے نہیں بلکہ احکام دین اور امور شریعت وغیرہ سے مخصوص ہے جیسا کہ تورات کے بارے میں "وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" آیا ہے، تو اس سے مراد امور دین اور احکام وغیرہ ہیں ہر ذرہ مراد نہیں ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے صحیح فرمایا ہے۔ چنانچہ خود اس روایت میں اس کا قرینہ موجود ہے وہ یہ کہ پہلے جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے دریافت کیا ملاء اعلیٰ یعنی مقرب فرشتوں کا اختلاف اور جھگڑا کس بات میں ہو رہا ہے، تو آپ نے فرمایا "لا ادری" میں نہیں جانتا تین مرتبہ ایسا ہوا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت آپ کے دونوں کندھوں پر رکھا اور آپ سے پوچھا ملاء اعلیٰ کس امر میں جھگڑا کر رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں میں جانتا ہوں فرمایا وہ کیا امور ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ پاؤں پر چل کر مسجدوں میں نماز کیلئے پہنچنا الخ۔ (دیکھئے مشکوٰۃ۔ ص۔ ۶۷۔ ج۔ ۱۔ رواہ الترمذی وقال حسن صحیح) لہٰذا اس حدیث علم غیب کلی پر استدلال درست نہیں ہے۔

"قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ"۔

تکلف و تصنع اور بناوٹ کی ممانعت و مذمت: روح المعانی میں ہے کہ: "اس آیت سے تکلف و تصنع کی مذمت اور ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ ابن عدوی رحمۃ اللہ علیہ نے الکامل میں حضرت ابو برزۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی۔ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ألا أنبئكم بأهل الجنة؛ قلنا بلى يارسول الله! هم الرُّحماءُ بينهم قال ألا نبئكم بأهل النار؛ قلنا بلى قال: هم الايسون القانطون الكذابون المتكلفون.

(روح المعانی۔ ص۔ ۳۰۴۔ ج۔ ۲۳)

فرمایا: کیا میں تمہیں اہل جنت کا نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیوں نہیں۔ فرمایا: وہ لوگ جو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لطف و مہربانی اور محبت کا برتاؤ کرنے والے ہوں۔ پھر فرمایا: کیا میں تمہیں جہنم والوں کا نہ بتلاؤں؟ ہم نے عرض کیا: ضرور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا: وہ جو ناامید اور اللہ کی رحمت سے مایوس اور جھوٹ بولنے اور جھٹلانے والے اور تکلف کرنے والے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ تکلف سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر پیش کرے اور دوسروں کے سامنے اپنے آپ کو وہ ظاہر کرے جو وہ حقیقت میں نہیں اور بغیر علم کے لوگوں کو باتیں بتائے۔

يأيها الناس! من علم منكم علماً فليقل به و من لم يعلم فليقل! "الله اعلم" قال الله تعالى لرسوله صلى الله عليه وسلم: قل ما أسئلكم عليه من أجر و ما أنا من المتكلفين.

(روح المعانی۔ ص۔ ۳۰۴۔ ج۔ ۲۳)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ "مسائل السلوک" میں فرماتے ہیں۔ "اگر تم اس زمانہ کے علماء و مشائخ کو دیکھو تو

اکثریت اسی میں مبتلا نظر آئے گی۔" (اللھم انا نعوذبک من منکرات الأخلاق والأعمال والأھواء والأدواء)

﴿۸۷﴾ فضیلت قرآن۔ ﴿۸۸﴾ تنبیہ: یعنی اگر تم حق کے واضح ہونے کے بعد نہیں مانتے تو اس کا حال تم کو معلوم ہو جائے گا مگر اس وقت معلوم ہونے کا کچھ نفع نہیں ہوگا۔

فائدہ: اس سورۃ میں قرآن کریم کی تین مقامات پر مدح کی گئی ہے اور تینوں مقامات پر اس کو ذکر یعنی نصیحت فرمایا گیا ہے شروع میں "ذِی الذِّکۡرِ" درمیان میں "لِیَتَذَکَّرَ" اخیر میں "ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ"۔

اللہ پاک قرآن پر عمل کی توفیق دے۔ ﴿آمین﴾

ختم شد سورۃ ص۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الزمر

نام اور کوائف:۔۔۔ اس سورۃ کا نام سورۃ الزمر ہے جو اس سورۃ کی آیت ۔۷۱۔ میں موجود ہے اسی سے یہ نام ماخوذ ہے ترتیب تلاوت میں یہ ۔۳۹۔ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول میں ۔۵۹۔ نمبر پر ہے، اس سورۃ میں ۔۸۔ رکوع ۔۷۵۔ آیات ہیں ۔مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے ائمہ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے۔

مگر تین آیات جو وحشی قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں وہ مدنی ہیں وہ تین آیات "قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ الخ" سے شروع ہیں۔ (روح المعانی ۔ص ۔۳۰۸۔ ج ۔۲۳)

وجہ تسمیہ:۔۔۔ اس سورۃ کے آخری رکوع میں لفظ "زمر" استعمال کیا گیا ہے "زمر" کے لفظی معنی ہیں گروہ در گروہ جوق در جوق جتھے جتھے جیسا کہ اس سورۃ کے آخری رکوع میں بتایا گیا کہ کفار کو جہنم کی طرف گروہ در گروہ لے جایا جائے گا اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام سورۃ "زمر" مقرر کیا گیا۔

ربط آیات:۔۔۔ گزشتہ سورۃ کے آخر میں صداقت قرآن کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ: اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ اور اس سورۃ کی ابتداء میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ: تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ "۔

سورۃ کا مرکزی مضمون

مرکزی مضمون کے متعلق سورۃ فاتحہ میں گزر چکا ہے کہ سورۃ سباء سے آخر قرآن کریم تک احوال قیامت کا ذکر ہے پھر قرآن کریم کا خلاصہ اور نچوڑ حوامیم سبعہ ہیں جن کا مرکزی مضمون حصر الندا فی ذات باری تعالیٰ ہے کہ سب مشکلات میں صرف ایک اللہ ہی کو پکارنا ہے اسی سے اپنی ساری حاجات مانگنی ہے پھر حوامیم سبعہ کا مبدا سورۃ زمر ہے اس کا مرکزی مضمون حصر العبادۃ فی ذات باری تعالیٰ ہے مطلب یہ ہے کہ عبادت صرف ایک اللہ ہی کی کرنی ہے اور یہی اس سورۃ کا موضوع ہے۔

موضوع سورۃ:۔۔۔ اخلاص فی العبادت۔

خلاصہ سورۃ: تمہید مع الترغیب، حقانیت قرآن، آنحضرت ﷺ کی رسالت، بعث بعد الموت کا اثبات، مشرکین کی شکایات وجوابات، تذکیرات ثلاثہ، امہال مجرمین، مجازات اعمال، مستفیدین من القرآن اور غیر مستفیدین کے نتائج، اہل ایمان کے اوصاف، موحدین اور مشرکین کی مثال، مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ، اولاد آدم کے لئے اصول کامیابی، مشاغل ملائکہ، ملائکہ سے الوہیت کی نفی، الغرض اس سورۃ میں تمام تعلیمات اسلامیہ کا خلاصہ اور نچوڑ مذکور ہے کہ سچی بات کی پیروی کی جائے اور کفر و شرک سے بچا جائے۔ واللہ اعلم

فضیلت:۔۔۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر رات سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ زمر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (ابن کثیر ۔ص ۔۷۲۔ ج ۔۷۔ والتفسیر المنیر ۔ص ۔۲۴۰۔ ج ۔۲۳)

سُوۡرَۃُ الزُّمَرِ مَکِّیَّۃٌ وَّہِیَ خَمۡسٌ وَّسَبۡعُوۡنَ اٰیَۃً وَّثَمَانِیۡ رُکُوۡعَاتٍ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت مہربان اور بے حد رحم کرنیوالا ہے

تَنْزِيلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝١ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ

اتارنا کتاب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو زبردست اور حکمتوں والا ہے ﴿۱﴾ بیشک ہم نے اتاری ہے آپکی طرف کتاب حق کیساتھ پس آپ عبادت کریں

مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝٢ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ

اللہ کی اس حال میں کہ خالص اسی کی اطاعت کرنیوالے ہوں ﴿۲﴾ آگاہ رہو اللہ ہی کیلئے ہے اطاعت خالص اور وہ لوگ جنہوں نے بنایا ہے اسکے سوا دوسروں کو کارساز وہ کہتے ہیں ہم نہیں عبادت کرتے

اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ اِنَّ اللّٰهَ

ہم انکی مگر اس لئے کہ یہ ہمیں اللہ کا قرب دلائیں بیشک اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا انکے درمیان ان چیزوں میں جنمیں یہ اختلاف کرتے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ

لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝٣ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۙ

نہیں راہنمائی کرتا اسکی جو جھوٹا اور ناشکر گزار ہو ﴿۳﴾ اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرے کہ بنالے اولاد تو وہ چن لے مخلوق میں سے جنکو چاہے پاک ہے اسکی ذات

سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝٤ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى

وہ اللہ ایک ہی ہے اور دباؤ والا ہے ﴿۴﴾ پیدا کئے ہیں اس نے آسمان اور زمین حق کیساتھ لپیٹ دیتا ہے رات کو دن پر اور لپیٹ دیتا ہے دن کو رات پر

النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اَلَا هُوَ

اور اسنے مسخر کیا ہے سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے ایک مقررہ مدت پر سنو وہی ہے زبردست

الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝٥ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ

اور بخشش کرنے والا ﴿۵﴾ اس نے پیدا کیا تمہیں ایک جان سے اور بنایا ہے اس نے اسی جان سے اسکا جوڑا اور اتارے ہیں تمہارے لئے مویشیوں میں سے

الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۭ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ

آٹھ جوڑے پیدا کرتا ہے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش تین اندھیروں میں یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝٦ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ

اسی کیلئے ہے بادشاہی نہیں کوئی عبادت کے لائق اسکے سوا تم کدھر پھیرے جارہے ہو ﴿۶﴾ اگر تم کفر کرو گے تو بیشک اللہ بے نیاز ہے تم سے

عَنْكُمْ ۣ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ

اور وہ نہیں پسند کرتا اپنے بندوں سے کفر اور اگر تم شکر ادا کرو گے تو وہ راضی ہوگا تم سے اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ پھر

ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ مَّرۡجِعُکُمۡ فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۷﴾

تمہارے پروردگار ہی کی طرف تمہارا لوٹ کر جاتا ہے پس وہ تمکو بتادے گا جو کچھ کام تم کیا کرتے تھے بیشک وہ خوب جاننے والا ہے دلوں کے رازوں کو ﴿۷﴾

وَ اِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیۡبًا اِلَیۡهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعۡمَةً مِّنۡهُ نَسِیَ مَا کَانَ یَدۡعُوۡۤا

اور جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف تو پکارتا ہے وہ اپنے پروردگار کو، اسکی طرف رجوع کرنیوالا ہوتا ہے پھر جب وہ اسکو بخشتا ہے نعمت اپنی طرف سے تو وہ بھول جاتا ہے اسکو جسکی طرف پکارتا تھا

اِلَیۡهِ مِنۡ قَبۡلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنۡدَادًا لِّیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ ؕ قُلۡ تَمَتَّعۡ بِکُفۡرِکَ قَلِیۡلًا ٭ۖ اِنَّکَ

اس سے پہلے اور ٹھہراتا ہے وہ اللہ کیلئے شریک تا کہ گمراہ کرے اللہ کے راستے سے آپ کہہ دیجئے فائدہ اٹھالے تو اپنے کفر کیساتھ تھوڑے دنوں تک بیشک تو

مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ ﴿۸﴾ اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیۡلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا یَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَ یَرۡجُوۡا

دوزخ والوں میں سے ہے ﴿۸﴾ بھلا وہ شخص جو اطاعت کرنیوالا ہے رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے ہوئے ڈرتا ہے آخرت سے اور امید رکھتا ہے اپنے پروردگار کی

رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلۡ هَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۹﴾

رحمت کی آپ کہہ دیجئے کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے؟ بیشک نصیحت حاصل کرتے ہیں عقلمند لوگ ﴿۹﴾

ع ۱ ۱۵

خلاصہ رکوع ❶ کیفیت نزول قرآن، حقانیت قرآن، تشریح عبادت، کیفیت مشرکین، فریضہ رسول، مشرکین کا نظریہ فاسدہ، تنبیہ، توحید خداوندی پر عقلی دلیل آفاقی۔۱۔ ۲۔ ۳۔ دلیل انفسی۔ ۴۔ ۵۔ نفی شفیع قہری، تذکیر بمابعد الموت، کیفیت، مشرک، مشرک کی بے انصافی، مشرک کا نظریہ فاسدہ، امہال مجرمین، اہل ایمان کا کفار سے تقابل، عالم اور جاہل کے نتائج کا تفاوت۔

ماخذ آیات۔۱ تا ۹ +

﴿۱﴾ کیفیت نزول قرآن۔ ﴿۲﴾ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ: حقانیت قرآن۔ فَاعۡبُدِ اللّٰهَ: فریضہ رسول: دونوں آیات کا مطلب یہ ہے کہ کتاب کے اتارنے کا مقصد عبادت میں اخلاص اختیار کیا جائے غیر کی عبادت کا شائبہ تک بھی نہ ہو بس عبادت کے لئے اللہ کی ذات ہی منظور نظر ہو۔ اخلاص عبادت کے معنی: روح المعانی میں ہے کہ قولہ: فَاعۡبُدِ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّیۡنَ۔ یعنی رب العزت کی عبادت اپنے نفس، قلب اور روح کے اخلاص کے ساتھ کرو۔ نفس کے ساتھ عبادت کے اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ عبادت میں کسی قسم کی خامی یا نقص سے اجتناب ہو۔ قلب کے ساتھ عبادت کے اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کے دیکھنے سے دل بالکل مستغنی بلکہ نابینا ہو۔ اور روح کے ساتھ اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ اپنے اختصاص اور خصوصیت کی طلب کی نفی ہو۔ (روح المعانی ص۔ ۳۰۹۔ ج۔ ۲۳)

﴿۳﴾ تشریح عبادت۔ وَ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا الخ کیفیت مشرکین۔

مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰهِ زُلۡفٰی الخ مشرکین کا نظریہ فاسدہ : مشرک لوگ یہ کہا کرتے ہیں ان چھوٹے خداؤں کی پرستش کر کے ہم بڑے خدا کے نزدیک ہو جائیں گے اور اللہ انکی وجہ سے ہم پر مہربانی کرے گا جس سے ہمارے کام بن جائیں گے اس کا جواب دیا کہ ان لچر حیلوں سے توحید خالص میں جھگڑے ڈال رہے ہو اور اہل حق سے اختلاف کر رہے ہو اس کا عملی فیصلہ قیامت کے دن ہو جائے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِیۡ الخ تقطیع الطمع، جس نے فیصلہ کر لیا ہے کہ منعم حقیقی کو چھوڑ کر جھوٹے خداؤں کی بندگی کرے گا اللہ

تعالیٰ کی عادت مستمر ہے کہ ایسے لوگوں کو کبھی کامیابی عطا نہیں فرماتے آپ ایسے لوگوں سے ایمان لانے کی امید مت کریں۔

وضو میں نیت کے شرط ہونے بحث: ابن العربیؒ فرماتے ہیں: اس آیت میں ہر عمل کے اندر نیت واجب ہونے پر دلیل ہے اور اعمال میں عظیم عمل وضو ہے جو ایمان کی شرط ہے (لیکن صحیح ہے کہ شرط ایمان ہے) امام ابو حنیفہؒ اور دیگر بعض فقہاء کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں وضو بغیر نیت کے درست ہے۔

مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں: "شاید ابن العربیؒ امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی حقیقت سے مطلع نہ ہو سکے ورنہ وہ نہ کہتے جو کہا۔ اور نہ امام صاحبؒ نے یہ نہیں کہا کہ وضو کو بطور عبادت کرنا، اس سے گناہوں کا کفارہ ہوتا، وضو سے ناخنوں اور بالوں کے گناہوں کا جھڑنا یہ بغیر نیت کے وضو سے حاصل ہو جائے گا۔ بلکہ انہوں نے یہ فرمایا کہ: بغیر نیت کے وضو کرنا، صحت نماز کے لیے آلہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور ہر اس عبادت کے لیے جس میں طہارت اور وضو شرط ہے۔ ہاں ایسے وضو پر ثواب مرتب نہیں ہوتا۔ لہٰذا آیت میں جس مسئلہ پر دلالت ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (احکام القرآن ص۔ ۹۸ ۴ جلد ۲)

﴿۴﴾ مشرکین کے لئے تنبیہ: اگر اللہ تعالیٰ کو بیٹے کی ضرورت ہوتی تو وہ خود انتخاب کرتا ان کفار سے کیوں انتخاب کراتا اللہ کی ذات ان باتوں سے پاک ہے وہ اکیلا زبردست ہے۔ ﴿۵﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ :الخ توحید خداوندی پر دلیل آفاقی ➊ : يُكَوِّرُ الَّيْلَ الخ دلیل آفاقی۔ ➋ مغرب کے وقت مشرق کی طرف دیکھو معلوم ہوگا کہ افق سے ایک چادر تاریکی کی اٹھتی ہوئی چلی جاتی ہے اور اپنے آگے سے دن کی روشنی کو مغرب کی طرف صف کی طرح لپیٹتی جاتی ہے۔ اسی طرح صبح صادق کے وقت نظر آتا ہے کہ دن کا اجالا رات کی ظلمت کو مشرق سے دھکیلتا ہوا آ رہا ہے۔ اس سارے نظام کو اللہ نے بنایا ہے اور وہی چلا رہا ہے۔ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ الخ دلیل آفاقی۔ ➌ ... ﴿۶﴾ دلیل انفسی۔ ➍ تمہیں بھی اس نے ایک جان سے بنایا ہے یعنی حضرت آدم علیہ السلام حضرت حوا اور ان کا جوڑا۔ وَاَنْزَلَ لَكُمْ الخ ➎ ... اور تمہارے نفع کے لیے چوپایوں میں آٹھ نر و مادہ پیدا کیے اونٹ گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ۔

يَخْلُقُكُمْ الخ کیفیت خلقت بنی آدم: ... اور تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر مثلاً نطفہ سے علقہ بنایا علقہ سے مضغہ بنایا پھر ہڈیاں بنائیں اور ان پر گوشت چڑھایا پھر روح پھونکی، تین اندھیروں کے اندر ایک پیٹ، دوسرا رحم، تیسری جھلی جس کے اندر بچہ ہوتا ہے وہ جھلی بچہ کے ساتھ نکلتی ہے جب کہ تمہارا رب اور معبود و بادشاہ بھی وہی ہے۔

فَاَنّٰى الخ تنبیہ مشرکین ➀ ... پھر اسے چھوڑ کر کدھر جا رہے ہو۔ ﴿۷﴾ تنبیہ مشرکین ➁ اگر کافر بن کر اس کے انعامات اور حقوق کا انکار کرو گے تو اسے تمہاری کوئی پرواہ نہیں اس کا کچھ نہیں بگڑتا اور اگر شکر گذار بنو گے تو وہ تمہیں پسند کرے گا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ الخ نفی شفیع قہری۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ الخ تذکیر بما بعد الموت: اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہم سب کا لوٹ کر جانا ہے وہ تمہارے تمام اعمال کی اطلاع تمہیں دے گا۔ کیونکہ وہ دلوں کی تہ میں جو بات چھپی ہوئی ہوا سے بھی بخوب جانتا ہے۔

﴿۸﴾ کیفیت مشرک: مشرک انسان کی کیفیت مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔

ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ الخ مشرک کی بے انصافی۔ پھر جب اللہ کی مہربانی سے ذرا آرام اور اطمینان حاصل ہو جائے تو بھول جاتا ہے۔ وَجَعَلَ لِلّٰهِ الخ مشرک کا نظریہ فاسدہ۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو دوسروں کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے اور ان کے ساتھ

دہی معاملہ کرنے لگتا ہے جو خدا وحدہ لاشریک کے ساتھ کرنا چاہئے تھا اس طرح خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی قول وفعل سے گمراہ کرتا ہے۔ قُلْ تَمَتَّعْ امہال مجرمین۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں چند دن یہاں عیش اڑالے دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھالے تجھے مہلت ہے پھر تیرا ٹھکانہ دوزخ ہے جس سے کبھی چھٹکارہ نصیب نہیں ہوگا۔ ﴿۹﴾ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ۔ اہل ایمان کا کفار سے تقابل۔ اس کے مدمقابل جملہ نکالتے ہیں "کمن ھو عاص"۔ (تفسیر جلالین۔ ص۔ ۳۸۶۔ ج۔ ۲)

یعنی یہ اس شخص کی طرح ہے جو نافرمان ہے، کیا فرمانبردار اور نافرمان دونوں برابر ہوسکتے ہیں ہرگز نہیں یعنی ایک بندہ رات کی نینداور آرام چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگا ہوا ہے کبھی اس کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا کبھی سجدہ کیئے ہوئے ہے اور دوسری طرف اللہ کی رحمت سے امید لگی ہوئی ہے کیا یہ سعید بندہ اور دوسرا وہ بدبخت انسان جس کا ذکر اوپر ہوا کہ مصیبت کے وقت اللہ کو پکارتا ہے اور جب مصیبت کی گھڑی ٹلی تو اللہ کو چھوڑ کر بیٹھا دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ان باتوں کو عقلمند ہی سمجھ سکتے ہیں۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ الخ عالم وجاہل کے نتائج کا تفاوت: کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے یعنی عالم اور جاہل برابر ہوسکتے ہیں؟ بالکل نہیں اسی طرح ایمان دار اور فاجر برابر نہیں ہوسکتے اگر ایسا ہو تو پھر اندھیر نگری بن جائے نیکی اور بدی کا معیار ہی باقی نہ رہے علم اور جہالت خلط ملط ہوجائے۔

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ

آپ کہہ دیجئے (اللہ کی طرف سے) اے وہ بندو جو ایمان لائے ہو ڈرو اپنے پروردگار سے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے نیکی کی اس دنیا میں بھلائی ہے اور اللہ کی زمین

اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ

کشادہ ہے بیشک پورا دیا جائیگا صبر کرنیوالوں کو انکا بدلہ بغیر حساب کے ﴿۱۰﴾ آپ کہہ دیجئے اے پیغمبر بیشک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں عبادت کروں

مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ

اللہ تعالیٰ کی خالص اسی کیلئے اطاعت کرنیوالا ہوں ﴿۱۱﴾ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ہو جاؤں میں سب سے پہلے فرمانبرداری کرنیوالا ﴿۱۲﴾ آپ کہہ دیجئے بیشک میں خوف کھاتا ہوں اگر میں نے نافرمانی کی

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۭ

اپنے رب کی بڑے دن کے عذاب سے ﴿۱۳﴾ آپ کہہ دیجئے کہ میں اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتا ہوں خالص کرنیوالا ہوں اسکے لئے اپنی اطاعت ﴿۱۴﴾ پس تم عبادت کرو جسکی چاہتے ہو اسکے سوا

قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾

آپ کہہ دیجئے بیشک نقصان اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن آگاہ رہو یہی ہے کھلا نقصان ﴿۱۵﴾

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾

ان کیلئے اوپر سے سائبان ہونگے آگ کے اور انکے نیچے بھی سائبان یہ بات ڈراتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ اپنے بندوں کو اور فرماتا ہے اے میرے بندو مجھ سے ڈرو ﴿۱۶﴾

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾

اور وہ لوگ جنہوں نے کنارہ کشی اختیار کی طاغوت کی پرستش سے اور رجوع کیا انہوں نے اللہ کی طرف ان کیلئے بشارت ہے پس بشارت دیں میرے بندوں کو ﴿۱۷﴾

الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ

جو سنتے ہیں بات پھر پیروی کرتے ہیں اس کی اچھی بات کی یہی وہ لوگ ہیں جنکو اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ ہیں

أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿١٨﴾ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴿١٩﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ

عقل رکھنے والے ﴿۱۸﴾ بھلا وہ شخص جس پر ثابت ہو گیا ہے عذاب کا کلمہ کیا تو چھڑائیگا اسکو جو دوزخ میں پڑ چکا ہے ﴿۱۹﴾ لیکن وہ لوگ جو ڈرتے ہیں

اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَعْدَ اللَّهِ ۖ لَا يُخْلِفُ

اپنے پروردگار سے ان کیلئے بالاخانے (چوبارے) ہیں انکے اوپر بالاخانے بنائے ہوئے ہیں اور جاری ہیں انکے سامنے نہریں یہ وعدہ ہے اللہ تعالیٰ کا اللہ تعالیٰ

اللَّهُ الْمِيعَادَ ﴿٢٠﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ

نہیں خلاف کرتا وعدے کا ﴿۲۰﴾ کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اتارا آسمان کی طرف سے پانی پس چلا دیا اسکو چشموں کی شکل میں زمین میں پھر نکالتا ہے

زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ

اسکے ساتھ کھیتی جسکے مختلف رنگ ہوتے ہیں پھر وہ خشک ہو جاتی ہے پھر دیکھتا ہے تو اسکو زرد پھر کر دیتا ہے اسکو چورا چورا۔ بیشک البتہ اس میں نصیحت ہے

لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٢١﴾

عقل مندوں کے لئے ﴿۲۱﴾

﴿۱۰﴾ ربط آیات:۔۔۔ اوپر نافرمانوں کا ذکر تھا "وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ" اب آگے اللہ کے نیک بندوں کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷۔۔۔ فرائض خاتم الانبیاء، ترغیب ہجرت، نتیجہ اخروی، فریضہ خاتم الانبیاء۔۱۔۲۔نتیجہ شرک، مسلک خاتم الانبیاء، مشرکین کے لئے امر تہدید۔۱۔۲۔عباد اللہ کے اوصاف۔۱۔۲۔مستحقین بشارت، نتیجہ دنیوی۔۱۔۲۔تسلی خاتم الانبیاء، اعادہ بشارت، تذکیر بآلاء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل۔ماخذ آیات۔۱۰تا۲۱+

قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا :فرائض خاتم الانبیاء :اس آیت سے اہل بدعت نے استدلال کیا ہے کہ تم فرماؤ اے میرے بندو! تو اس سے معلوم ہوا کہ نبی کے بندے ہوتے ہیں لہٰذا عبدالرسول عبدالنبی، عبدالمصطفیٰ نام رکھنا درست ہے یہ بریلویوں کا استدلال ہے۔(اسکا جواب سورۃ آل عمران آیت۔۷۹۔یعنی مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ) میں تفصیلاً گزر چکا ہے البتہ اتنی بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ کسی بشر کو حق نہیں بشر بھی عام نہیں بلکہ وہ بشر جس کو اللہ نے کتاب دی ہو نبوت دی ہو

یہ حق نہیں کہ وہ لوگوں کو کہے کہ "کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ" تم میرے بندے بن جاؤ۔ لہٰذا اگر تم اس کا یہ معنی کرتے ہو "قُلْ یٰعِبَادِ" اے میرے بندو! تو اسکی قرآن نفی کرتا ہے کسی بشر کو حق ہی نہیں دیا اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حق ہی نہیں دیا وہ کیسے کہے؟ تو اس کا معنی یہ ہے کہ تو کہہ میری طرف سے میں رب ہوں میری طرف سے اعلان کر "یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" اور آگے قرینہ ہے "ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ" (آیت۔۱۶) لہٰذا اس آیت میں عباد کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور انہیں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ہے مطلب یہ ہے کہ جس نے دنیا میں نیکی کی آخرت میں اس کے لیے بھلائی ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے اس دنیا میں نیکی کی اس کو آخرت سے پہلے اس دنیا میں بھلائی ملے گی خواہ ظاہری ہو یا باطنی ہو۔ وَاَرْضُ اللّٰهِ الخ ترغیب ہجرت : اور اگر ہجرت کی ضرورت پڑے تو ہجرت کر جاؤ تا کہ احکام خداوندی بجالاؤ۔ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ... الخ نتیجہ اخروی : اس ہجرت میں مصائب برداشت کرنے پڑیں گے خلاف عادت امور پر صبر کرنا پڑے گا لیکن اس پر آخرت میں ثواب بیشمار ملے گا اس کے مقابلہ میں دنیا کی سختیاں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

علم غیب پر استدلال اور اس کا رد

نمبر ۴۔ علامہ منظور احمد فیضی صاحب اس نمبر میں لکھتے ہیں : ''حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو اور حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کو عبد کوئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بتایا :

گفت ما دو بندگان کوئے تو کردمش آزاد ہم بروئے تو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو حضور (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کا عبد بتایا : ''فکنت عبدہٗ و خادمہ'' اب جو لوگ عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفیٰ کے ناموں پر شرک کا فتویٰ دیتے ہیں، وہ درحقیقت فاروق اعظم اور صدیق اکبر کو مشرک (معاذ اللہ) کہہ کر گستاخ صحابہ بنتے ہیں۔'' (نظریات صحابہؓ ص۔۲۰)

الجواب: اس باطل عقیدہ کی تردید ہم سورۃ آل عمران آیت ۷۹ میں کر چکے ہیں تاہم اس جلد کو پڑھنے والوں کی سہولت کے لیے اس سے مختلف انداز میں کچھ لکھ دیتے ہیں۔

قارئین کرام! علامہ فیضی صاحب ان روایات سے عبد النبی، عبد الرسول اور عبد المصطفیٰ وغیرہ جیسے نام رکھنے کا جواز پیش کرنا چاہتے ہیں، لیکن علامہ صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ صحیح مسلم یہ حدیث موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اچھے نام دو ہیں، جس میں عبد کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے، مثلاً عبد اللہ، عبید اللہ، عبد الرحمٰن، عبد الستار وغیرہ۔ علماء فرماتے ہیں کہ دوسرے نمبر پر دو نام اچھے ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک شامل ہوں جیسے محمد احمد، حسین احمد وغیرہ اور اگر اللہ ورسول کے دونوں ناموں کو شامل کیا جائے تو پھر سونے پر سہاگہ ہوگا، مثلاً محمد احمد اللہ، محمد عبید اللہ، محمد حامد اللہ وغیرہ، اس کے باوجود علامہ صاحب ایسے ناموں کو کیوں رواج دینا چاہتے ہیں جن سے شرک کی بو آنے لگے؟ حالانکہ علامہ صاحب کی جماعت کو عشق مصطفیٰ کا دعویٰ ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو عبد اللہ اور عبد الرحمن جیسے ناموں کو پسند فرماتے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا دم بھرنے والے عبد النبی اور عبد المصطفیٰ اور اس قسم کے ناموں کو پسند کرتے ہیں، واللہ اعلم! یہ کیسی محبت ہے؟ اور یہ کیسا عشق ہے؟ قرآن میں ایسے ناموں کو پسند نہیں کیا گیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ."

(آل عمران۔ ۷۹)

ترجمہ: "کسی بشر سے یہ بات نہیں ہوسکتی کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرمادیں پھر وہ لوگوں کو کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر، لیکن کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ بوجہ اس کے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور بوجہ اس کے کہ تم پڑھتے ہو۔"

اس آیت پاک سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ کسی نبی اور رسول کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ لوگوں کو کہے کہ میرے بندے بنو، بلکہ ان کی تعلیم تو یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے بنو۔ اب پیغمبروں کی تعلیم کو بھی دیکھو کہ وہ فرما رہے ہیں کہ ہمارے بندے نہ بنو، بلکہ اللہ کے بندے بنو، لیکن اس کے باوجود علامہ صاحب سینہ زوری کر رہے ہیں کہ "عبدالرسول" (رسول کے بندے) "عبدالنبی" (نبی کے بندے)، "عبدالمصطفیٰ" (مصطفیٰ کے بندے) بنو۔ اسی آیت میں مفتی نعیم الدین صاحب مرادآبادی کا حاشیہ بھی ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں: "ابو رافع یہودی اور سید نصرانی نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کریں اور آپ کو ربّ مانیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی پناہ! کہ میں غیر اللہ کی عبادت کا حکم کروں، نہ مجھے اللہ نے اس کا حکم دیا، نہ مجھے اس لیے بھیجا۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ناموں سے منع فرمایا: حدیث شریف میں ہے: "عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: لا يقولنّ احدكم عبدی و امتی، كلكم عبيد الله و كل نساء كم اماء الله، ولكن يقول: غلامی و جاريتی (مشكوٰة بحواله مسلم ص: ۴۰۷)۔

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم میں سے کوئی شخص اپنے غلام لونڈی کو "عبدی" اور "امتی" کہہ کر ہرگز نہ بلائے، (اپنے غلام اور باندی کو "میرا بندہ" نہ کہے) کیونکہ تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری تمام عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں، بلکہ "میرا غلام" یا "خادم" و "خادمہ" کہہ کر بلائے۔"

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو "عبد" کی نسبت غیر اللہ کی طرف پسند نہیں تھی، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی نسبت سے منع فرمادیا، کیونکہ مشرکین اپنے بچوں کے نام ایسے رکھتے تھے جس میں "عبد" کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہوتی تھی، مثلاً عبدالعزیٰ، عبد یغوث، عبدالمناۃ وغیرہ، لہٰذا "عبد" کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا اسلامی روایت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی نے اپنی اولاد کا نام "عبدالرسول" یا "عبدالنبی" یا "عبدالمصطفیٰ" نہیں رکھا، بلکہ خیر القرون میں ایسے نام والا کوئی شخص آپ کو نہیں ملے گا۔ باقی رہا یہ سوال کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا "عبد" کیوں کہا؟ جیسا کہ علامہ صاحب نے نقل کیا ہے۔

اولاً: جواباً عرض ہے کہ علامہ صاحب کی پیش کردہ دونوں روایتیں بے سند ہیں، اگر سند ہوتی تو معلوم ہوتا کہ سند قابل احتجاج ہے یا نہیں؟ بر سبیل تنزل اگر سند کو قابل احتجاج بھی تسلیم کرلیا جائے تو علامہ صاحب کا اس سے استدلال پھر بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ

''عبد'' کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے، ایک ''عبد'' بمعنی عبادت کرنے والا، اور دوسرا ''عبد'' بمعنی خادم، اگر ''عبد'' بمعنی عبادت کرنے والا مراد لیا جائے اور پھر نسبت غیر اللہ کی طرف کی جائے تو یہ شرک صریح ہے، اس کے شرک ہونے میں ذرہ بھر بھی شک نہیں ہے، کیونکہ عبادت اللہ تعالیٰ کا حق ہے، لہٰذا بندہ کو ''عبد اللہ'' ہونا چاہیے، یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا، ''عبد الرسول'' اور ''عبد النبی'' یعنی رسول و نبی کی عبادت کرنے والا نہیں ہونا چاہیے۔ اور اس معنی میں کسی کو ''عبد الرسول'' اور ''عبد النبی'' کہنا حرام، شرک اور قطعاً ناجائز ہے، اور اگر ''عبد الرسول'' اور ''عبد النبی'' بول کر رسول اور نبی کا خادم مراد لیا جائے تو یہ اگرچہ شرک تو نہیں ہے لیکن ایسے نام رکھنے سے ایہامِ شرک ضرور ہوتا ہے، اور ایہام شرک سے بھی بچنا لازمی ہے۔ چنانچہ مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ:

''**استفتاء** : کسی کا نام عبد الرسول یا عبد الحسین وغیرہ رکھنا درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا!**

ھو المصوب : ایسا نام جس میں اضافت ''عبد'' کی طرف غیر خدا کی ہو شرعاً درست نہیں ہے، اور اگرچہ صرف اس قسم کے نام رکھنے سے حکم شرک کا نہ ہو بہ سبب احتمال اس کے کہ ''عبد'' سے مراد خادم و مطیع ہے، مگر بوئے شرک سے ایسا نام رکھنا خالی نہیں ہے، قرآن و حدیث اس قسم کے نام رکھنے کی مخالفت پر دال ہیں اور علمائے اُمت محمدیہ نے جابجا اس کی تصریح کی ہے۔''

(مجموعہ فتاویٰ ج ۲ : ص۔ ۳۲۷)

معلوم ہوا کہ ''عبد الرسول'' اور ''عبد النبی'' کا مجازی معنی خادم مراد لیا جائے تو تب بھی ایسا نام رکھنا شرعاً درست نہیں، کیونکہ اس میں ایہامِ شرک ہے۔

ثانیاً: علامہ صاحب کا حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کے قول سے استدلال اس لیے بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے اپنا نام ''عبد المصطفیٰ'' نہیں رکھا، اور اگر اپنے آپ کو مصطفیٰ کا ''عبد'' کہا ہے تو صرف ایک آدھ دفعہ کہا ہے اور ایسے دور میں کہا ہے کہ جس میں شرک کا قلع قمع ہو چکا تھا اور اس وقت ایہامِ شرک کا خطرہ بھی نہیں تھا، لہٰذا ایک آدھ دفعہ اپنے آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ''عبد'' بمعنی خادم کہنا اور ایہامِ شرک سے منزہ دور میں کہنا مستقل نام رکھنے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ اگر علامہ صاحب کا استدلال صحیح ہے اور ''عبد المصطفیٰ'' نام رکھنا ''نظریۂ صحابہ کرام'' ہے اور صحابہ ایسے ناموں کو جائز سمجھتے تھے تو صحابہ کرامؓ نے اپنی اولادوں کے لیے ایسے نام تجویز کیوں نہیں کیے؟ حضرات شیخینؓ نے اپنے بیٹوں کے نام ''عبد الرسول'' اور ''عبد النبی'' کیوں نہیں رکھے؟ اگر ایسے نام رکھنا صحابہ کرامؓ کا ''نظریہ'' ہوتا تو وہ ضرور ایسے ناموں کو خیر القرون میں رواج دیتے، کیونکہ ان کے دلوں میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بدرجہ اتم موجود تھی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پکے خادم تھے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنے کسی بچے کا نام ''عبد المصطفیٰ'' نہیں رکھا ہے، لیکن ادھر علامہ صاحب خواہ مخواہ ایسے ناموں کو ''نظریات صحابہ'' میں شامل کر رہے ہیں، اگر علامہ صاحب میں ہمت ہے تو کسی ایک صحابی کے بچے کا نام ''عبد النبی''، ''عبد الرسول''، ''عبد المصطفیٰ'' ثابت کر دیں، دیدہ باید، پس شیخین رضی اللہ عنہما کے قول سے علامہ صاحب کا استدلال باطل ہے۔

﴿۱۱﴾ فریضہ خاتم الانبیاء ❶ ... آنحضرت ﷺ کو اخلاص فی العبادت کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿۱۲﴾ ❷ ... آنحضرت ﷺ کو حکم ہے کہ سب سے پہلے آپ اسلام کے صحیح نمونہ بن کر دکھائیں۔

﴿۱۳﴾ نتیجہ شرک:... اگر خدانخواستہ مجھ سے اسکی خلاف ورزی ہو جائے تو مجھے بھی گرفت ہو سکتی ہے۔

﴿۱۴﴾ مسلک خاتم الانبیاء: میں تو اخلاص فی العبادت کے حکم کی پوری تعمیل کرتا ہوں۔

﴿۱۵﴾ مشرکین کے لئے امر تہدید۔ ❶ ... اگر تم نہیں مانتے تو جسکی عبادت دل چاہے کرو البتہ اتنا سوچ لینا کہ انجام کیا ہوگا اللہ نے فرمایا کہ یہ مشرک لوگ نہ اپنی جان کو عذاب الٰہی سے بچا سکے نہ اپنے گھر والوں کو سب کو جہنم کے شعلوں کی نذر کر دیا اس سے زیادہ نقصان کیا ہوگا۔ ﴿۱۶﴾ امر تہدید۔ ❷ ... اخلاص فی العبادت اختیار نہ کرنے کی یہ سزا کی کیفیت ہوگی کہ ہر طرف سے آگ گھیر لے گی جیسے گھٹا چھا جاتی ہے۔ خوب سمجھ لو! یہ چیز ڈرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اللہ کے غضب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے۔ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ: طریق کامیابی:... جنہوں نے شیطانوں کی باتوں کو نہ مانا اور اخلاص فی العبادت اختیار کیا ان کے لیے مبارک ہے۔

﴿۱۷﴾ عباد اللہ کے اوصاف۔ ❶ ... اس آیت میں طاغوت کی عبادت سے کنارہ کشی کا ذکر آیا ہے تو طاغوت سے کیا مراد ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جبت" کا معنیٰ سحر اور "طاغوت" کا معنیٰ شیطان ہے۔ امام ابن ہشام رحمہ اللہ اپنی سیرت میں لکھتے ہیں: "كُلَّمَا اَضَلَّ عَنِ الْحَقِّ فَهُوَ طَاغُوْتٌ" یعنی جو بھی حق کے راستے سے گمراہ کرنے والی طاقت ہو وہ طاغوت ہے، چنانچہ شیطان کے علاوہ بعض انسان بھی طاغوت ہو سکتے ہیں جو لوگوں کو ایمان اور توحید کے راستے سے ہٹا کر غلط راستے پر ڈالتے ہیں اس لحاظ سے بعض سلاطین اور ملوک بھی طاغوت ہیں جو ہمیشہ حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ الغرض جو لوگ بھی دین مذہب اور شرائع الٰہیہ کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب طاغوت کی تفسیر میں داخل ہیں۔

نوٹ:... طاغوت کا اس جیسا معنیٰ امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے حوالہ سے سورۃ بقرہ میں بھی گزر چکا ہے۔

وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ الخ۔ ❷ طاغوت کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ "لَهُمُ الْبُشْرٰى" ایسے لوگوں کیلئے بشارت ہے۔ "فَبَشِّرْ عِبَادِ" پس میرے بندوں کو بشارت سنا دیں کہ وہ کامیاب ہو جائیں گے۔

﴿۱۸﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ... الخ مستحقین بشارت:... جو احسن القول یعنی قرآن سنتے ہیں اور اس کا اتباع کرتے ہیں (حضرت لاہوری) یا یہ مطلب ہے کہ خدا کی بات سنتے ہیں اور اس میں جو ہدایات اعلیٰ سے اعلیٰ ہوں ان پر عمل کرتے ہیں مثلاً ایک چیز رخصت و اباحت کی سنی، دوسری عزیمت کی، تو عزیمت اختیار کی رخصتوں کا تتبع نہیں کرتے۔ (تفسیر عثمانی)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ... الخ نتیجہ دنیوی ❶۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ: نتیجہ۔ ❷۔

ابن زید فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے بیان کیا کہ یہ آیتیں تین افراد کے بارے میں نازل ہوئی جو جاہلیت کے دور میں بھی "لا الٰہ الا اللہ" کے قائل تھے۔ زید بن عمر، ابوذر غفاری اور سلمان الفارسی رضی اللہ عنہم۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ:

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ (۱۷) الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۱۸)

(سورۃ الزمر: ابن جریر)

اور ایک مطلب یہ ہے کہ لفظ ''القول'' سے ہر قول مراد ہوگا خواہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہو یا فرشتہ کی طرف سے اور خواہ کسی انسان کی طرف سے ہو حق یا باطل۔ اور آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ حضرات ہر بات اور ہر قول سنتے تھے لیکن اتباع صرف اس قول کی کیا کرتے تھے جو سب سے احسن اور بہتر ہے۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ کی اور غیر احسن یعنی باطل اقوال کی اتباع نہیں کرتے تھے۔

جیسا کہ کلبی نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ ایسا ہے کہ جیسے انسان اپنی قوم کے ساتھ مجلس میں بیٹھے اور مجلس میں کی جانے والی تمام باتیں خواہ اچھی ہوں یا بری سنے لیکن قبول صرف وہ کرے جو ان میں اچھی ہوں اور مجلس کے اقوال محاسن کو لے لے اور انہیں آگے بیان بھی کرے جبکہ برے اقوال کو ترک کردے۔

انسان کے سامنے اچھے برے اقوال ہوں تو حق و باطل میں تمیز کرنا ضروری ہے: مذکورہ بالا تفسیر کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب انسان کے سامنے اقوال وکلمات خلط ملط ہو جائیں تو اس وقت صحیح وغلط، حق و باطل کے درمیان نقد وفکر اور بحث وتمحیص ضروری ہے۔ لیکن یہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو نظر کی قوت اور دلائل میں غور اور اجتہاد کی شان حاصل ہو اور جسے یہ مقام حاصل نہ ہو اسے چاہیے کہ وہ ایسے مجتہد اور دینی فقہ وبصیرت کے حامل اشخاص ورجال پر نظر رکھے اور ان میں سے جس کے علم وتقویٰ پر اسے اعتماد ہو اس کے قول کی اتباع کرے اور دوسرے کے اقوال ترک کردے (اور اسی کا نام تقلید ہے) واللہ اعلم۔

کشف الاسرار میں ہے کہ دینی امور میں احسن اور حسن کی مثالیں یہ ہیں: اگر مقتول کا وارث قصاص کا مطالبہ کرے تو حسن ہے اور اگر معاف کردے اور دیت پر راضی ہو جائے تو احسن ہے۔ اسی طرح اگر کوئی برائی کا بدلہ برائی سے دے تو حسن ہے اور اگر معاف کردے اور بدلہ نہ لے تو احسن ہے۔ اگر دکاندار (چیز بیچتے وقت) برابر تولے یا ناپ کردے تو حسن ہے اور اگر ذرا سا جھکتا ہوا یا زیادہ تول دے تو یہ احسن ہے۔ اور اگر خریدار (خریدتے وقت) اپنا حق پورا پورا وزن کے برابر لے تو حسن ہے اور اگر اپنے حق میں کمی کر کے کچھ چھوڑ دے تو احسن ہے۔ اگر سلام کا جواب صرف وعلیکم السلام سے دے تو حسن ہے اور اگر جواب میں کہے: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ تو احسن ہے۔ اگر وضو کے دوران اعضاء وضو کو ایک بار دھوئے تو حسن ہے اور اگر ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھوئے تو احسن ہے۔ اگر اپنے اوپر ظلم کرنے والے کو اسی جیسے ظلم کے ساتھ بدلہ دے تو حسن ہے اور اگر اس کے ساتھ بدلہ میں نیکی اور بھلائی کرے تو احسن ہے۔

قرآن کریم میں اس کی نظیر باری تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد ہے فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا (سورۃ الاعراف۔ ۱۴۵)

اور ارشاد ہے وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (سورۃ الزمر۔ ۵۵)

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ آیت مذکورہ میں ''فیتبعون أحسنہ'' میں احسن قول سے مامور بہ مراد ہے ورنہ تو پورا قرآن کریم ہی حسن ہے اور احسن ہے۔ احسن کہنا اخذ وعمل کے اعتبار سے ہے۔

اعمال میں احسن وافضل کی تلاش واتباع ہی افضل ہے: حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس تفسیر کی بناء پر آیت میں اس امر پر دلیل ملتی ہے کہ انسان کو جن امور واعمال میں اختیار دیا جائے ان میں احسن وافضل کو اختیار کرنا ہی افضل ہے۔

(واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم احکام القرآن ص ۵۰۲: جلد ۲)

﴿۱۹﴾ تسلی خاتم الانبیاء:... یعنی جس کے لئے جہنم کا فیصلہ ہو چکا ہے کیا آپ اسے جہنم سے بچا سکتے ہیں؟

﴿۲۰﴾ اعادہ بشارت:... جن لوگوں نے اخلاص فی العبادت کو اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے انکی یہ جزا ہے کہ وہ جنت کے درجات میں ہوں گے اور یہ سب تیار ہیں نہ یہ کہ قیامت کے دن تیار کیے جائیں گے۔

﴿۲۱﴾ تذکیر بآلاء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل۔ اس آیت میں آسمان سے پانی کی نزول کا ذکر ہے حقیقت یہ ہے کہ سر بلند چیز کو آسمان سے تعبیر کیا جاتا ہے اور پھر بارش کے نزول میں عالم بالا سے آنے والا حکم خداوندی بھی شامل ہوتا ہے پھر اس پانی کو چشموں کی صورت میں زمین کے اندر چلایا جاتا ہے، جو ندی نالوں کی صورت میں سطح زمین پر بہہ پڑتا ہے، پھر جہاں اللہ کو منظور ہوتا ہے چشموں کی صورت میں ابل پڑتا ہے پھر اس کے ذریعہ سے مختلف رنگوں کی کھیتیاں اگاتا ہے پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے۔ فَتَرٰهُ مُصْفَرًّا الخ اور تو دیکھتا ہے اسکو زرد پھر اللہ تعالیٰ اسکو چورا چورا کر دیتا ہے۔ اس مثال سے مراد یہ ہے کہ جس طرح پانی ملنے پر کھیتی پیدا ہوتی ہے پھر وہ پک کر اپنے عروج کو پہنچتی ہے، اور پھر زرد اور خشک ہو کر چورا چورا ہو جاتی ہے، اسی طرح انسانی زندگی بھی عارضی ہے اس دنیا میں اس کو ایک وقت میں عروج بھی حاصل ہوتا ہے مگر بالآخر وہ اپنے انجام کو پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے، اور اگلی دائمی زندگی کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ لہٰذا انسانوں کو چاہئے کہ وہ اس عارضی زندگی پر مفتون ہونے کی بجائے دائمی زندگی کی فکر کریں اور اس کے لئے زادِ راہ تیار کر لیں، نیز اس مثال سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ جس طرح فصل پک جانے پر اناج اور بوسہ الگ الگ ہو جاتے ہیں، اسی طرح اگلے جہان میں نیکی اور بدی الگ الگ ہو کر سامنے آجائے گی اور انسان اپنے تمام اعمال و کردار کو دیکھ سکے گا۔ (معالم العرفان۔ص۔۱۸۴۔ج۔۱۶)

أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ

بھلا وہ شخص جس کے سینے کو اللہ نے اسلام کیلئے کھول دیا ہے پس وہ روشنی پر ہے اپنے پروردگار کی طرف سے پس خرابی ہے ان لوگوں کیلئے جن کے دل سخت ہیں اللہ کی یاد سے

أُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ

یہی لوگ ہیں صریح گمراہی میں ﴿۲۲﴾ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اتاری ہے بہترین بات کتاب آپس میں ملتی جلتی اور دہرائی ہوئی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے ان لوگوں کے

جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ

جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے پھر نرم ہو جاتی ہیں انکی کھالیں اور انکے دل اللہ کے ذکر کی طرف، یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ ہدایت دیتا ہے

هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ أَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ

اس کیساتھ جسکو چاہے اور جسکو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے، پس نہیں ہے اسکو کوئی ہدایت دینے والا ﴿۲۳﴾ بھلا وہ شخص جو بچے گا اپنے چہرے کیساتھ

سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ

برے عذاب سے قیامت کے دن اور کہا جائیگا ظلم کرنے والوں کیلئے کہ چکھو جو کچھ تم کماتے تھے ﴿۲۴﴾ جھٹلایا ہے ان لوگوں نے

پھر ہم نے عرض کیا اللہ کے رسول اس شرح صدر کی علامت کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا "اَلْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالتَّجَافِيْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالتَّاَهُّبُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ"۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک والبیہقی فی شعب الایمان، روح المعانی۔ص۔۳۳۸۔ج۔۲۳۔ مظہری۔ص۔۲۰۶۔ج۔۸۔کشاف۔ص۔۱۲۶۔ج۔۱۴۔التفسیر المنیر۔ص۔۲۷۸۔ج۔۲۳)

ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف راغب اور مائل ہونا اور فریب ودھوکہ کے گھر یعنی دنیا کی لذیذ اور زینت سے کنارہ کش ہونا اور مرنے سے پہلے اسکی تیاری کرنا۔

فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ: نتائج محرومین من القرآن: "قَاسِيَة" قساوت سے مشتق ہے جس کے معنی سخت دل ہونا یعنی جسکو کسی پر رحم نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے احکام سے کوئی اثر قبول نہ کرے۔قساوت کا جمود ٹوٹتا ہے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پھر بسا اوقات یہ کیفیت ہوجاتی ہے کہ حالت نماز میں انسان رونے لگ جاتا ہے، قرآن کریم کی تلاوت کے دوران وعظ میں وعیدات کے مضامین سن کر رونے لگ جاتا ہے۔

اور آدمی کا دل ایسا نرم ہوجاتا ہے کہ ضمیر کہتا ہے اللہ کو کیسے راضی کروں آہ بکا میں فنا ہوجاتا ہے سمجھ نہیں پاتا کہ اللہ کو کیسے راضی کر کے کامیاب ہوجاؤں، یہ حالات اور کیفیات اللہ والوں کی مجالس سے میسر آسکتی ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کے دلوں کو نرم کرے اور اپنی رضا کا سچا طالب بنائے۔ ورنہ ہلاکت کے دہانہ پر ہم کھڑے ہیں اور شیطانی اثرات کا غلبہ بہت زیادہ ہے حق تعالیٰ شانہ بہت محفوظ فرمائے۔ (آمین)

﴿۲۳﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ ــ الخ صداقت قرآن۔ احسن الحدیث سے مراد قرآن کریم ہے۔

(التفسیر المنیر۔ص۔۲۷۹۔ج۔۲۳۔قرطبی۔ص۔۲۱۸۔ج۔۱۵۔ابن کثیر۔ص۔۸۱۔ج۔۷)

حدیث کے لفظی معنی اس کلام یا قصے کے ہیں جو بیان کیا جاتا ہے قرآن کریم کو احسن الحدیث اس لئے فرمایا ہے کہ انسان جو کچھ بولتا ہے اس میں احسن الکلام قرآن کریم ہے۔

كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ... الخ احسن الحدیث کی تشریح: قرآن کریم اس معنی کے لحاظ سے "مثانی" ہے کہ اس کی آیات بار بار تلاوت کی جاتی ہیں نیز بعض احکام اور قصص ومواعظ بار بار دہرائے جاتے ہیں اور بعض نے "متشابہ" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قرآن کے بعض حصہ میں ایک ہی مضمون مختلف آیات میں دور تک چلا جاتا ہے اور "مثانی" اس کے برخلاف یہ کہ ایک آیت میں ایک مضمون بیان کر کے دوسری آیت میں اس کے بالمقابل دوسری نوع کا مضمون ہے مثلاً نیکی کے ساتھ بدی کا اور نیک کے ساتھ بد کا حال یا اس کے برعکس طریقہ بکثرت آیات میں آتا رہتا ہے۔

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ... الخ مستفیدین من القرآن کے اوصاف ❶۔ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ الخ ❷ اس کی کیفیت کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔

اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ جل شانہ وعزاسمہ نے اپنے ان کامل بندوں کا ذکر فرمایا ہے جن کے دل اللہ کی خشیت سے معمور ہیں کہ ان کے سامنے جب قرآن کریم کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں یا وہ خود آیات ربانیہ کی تلاوت کرتے ہیں تو ان کے جسم اور کھال کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی کتاب اللہ سن کر اللہ کے خوف اور اس کے کلام کی عظمت سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور کھالیں نرم پڑ جاتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ خوف ورعب کی کیفیت طاری ہو کر ان کا قلب وقالب اور ظاہر وباطن اللہ کی یاد کے سامنے جھک جاتا ہے اور اللہ کی یاد ان کے بدن اور روح دونوں پر ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے، یہ حال اقویاء وکاملین کا ہوا۔

"روح المعانی میں ہے کہ آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اولیاء کا بس یہی حال بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کی تلاوت وسماعت سے ان کی

کھالوں اور جسم کے بال کانپ جاتے ہیں۔ پھر رحمت حق عزوجل کی وجہ سے ان پر سکون وسکینت کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ آیت میں غشی طاری ہوجانے، وجد وحال آجانے کا کوئی ذکر نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا یہ حال ظاہر ہوتا ہے۔)

چنانچہ سعید بن منصور اور ابن المنذر اور ابن مردویہ، ابن ابی حاتم، ابن عساکر وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی دادی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیف کان یصنع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرء وا القرآن؟

یعنی جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا ان کی وہی کیفیت ہوتی تھی جو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ ان کی آنکھیں گریہ کررہی ہوتی اور ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے میں نے عرض کیا: یہاں کچھ لوگ ہیں جب قرآن سنتے ہیں تو غش کھا کر گرجاتے ہیں تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر فرمایا "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم"۔(روح المعانی۔ص۔۳۴۱۔ج۔۲۳)

﴿۲۴﴾ اَفَمَنْ یَّتَّقِیْ بِوَجْهِهٖ الخ فریقین کا تقابل۔ کیا عذاب الٰہی کے سامنے اپنے منہ دینے والا اور عذاب الٰہی سے بچنے والا یہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ آدمی پر جب سامنے سے حملہ ہوتا ہے تو ہاتھوں سے روکتا ہے لیکن محشر میں ظالموں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے اس لیے عذاب الٰہی کی تھپیڑیں منہ پر پڑیں گی، اس سے مراد دوزخی ہیں جو اپنے چہرے کو بچا کر چلنے کی کوشش کریں گے۔ امام بخاری لکھتے ہیں: "یُجَرُّ عَلٰی وَجْهِهٖ فِی النَّارِ"۔(بخاری۔ص۔۷۱۰۔ج۔۲۔قرطبی۔ص۔۲۲۰۔ج۔۱۵)

کہ وہ منہ کے بل دوزخ میں گھسیٹا جائیگا۔ تو چہرے کو بچانے کی کوشش کرے گا۔ حضرت عطاء بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دوزخیوں کو دوزخ میں ہاتھ پاؤں باندھ کر گھسیٹ کر ڈالا جائے گا۔(قرطبی۔ص۔۲۲۰۔ج۔۱۵)

﴿۲۵﴾ تذکیر بایام اللہ سے مشرکین کے لئے تخویف: اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے لوگوں نے بھی حق کو جھٹلایا۔ فَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ... الخ نتیجہ تکذیب۔

﴿۲۶﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ... الخ نتیجہ دنیوی: تو دنیا میں ذلیل ہوئے۔

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ... الخ نتیجہ اخروی: اور آخرت میں اپنے آپ کو عذاب الٰہی کا مستحق ٹھہرایا جو اس سے بڑا عذاب ہے۔

﴿۲۷﴾ شفقت خداوندی: ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی تخویفاً اور تحذیراً مثالیں پیش کیں تا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ جامعیت قرآن: قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تا کہ لوگ اس کے ذریعہ تقوی حاصل کرسکیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ذی عوج" کا معنی ہے "لبس"۔ (بخاری۔ص۔۷۱۰۔ج۔۲)

یعنی مشتبہ، گڑبڑ سے قرآن کریم بے عیب ہے اگر عجمی زبان میں نازل ہوتا تو عرب نہ سمجھ سکتے اور انکو بہانے کا موقع مل جاتا ہے اللہ نے عربی میں نازل کرکے ان کے اس بہانے کا سد باب کر دیا ہے۔

﴿۲۹﴾ مشرک اور موحد کی مثال۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسئلہ توحید سمجھانے کے لئے عمدہ مثال پیش فرمائی ہے کہ ایک غلام ہے جس کے مالک کئی آدمی ہیں، اور ہیں بھی ضدی اور ایک دوسرا غلام ہے جو صرف ایک آدمی کی ملکیت میں ہے تو کیا یہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ واضح بات ہے کہ یہ دونوں غلام ہرگز برابر نہیں ہوسکتے پہلا غلام اپنے ظالم اور ضدی آقاؤں کی وجہ سے ہمیشہ پریشان اور تکلیف میں رہے گا، کوئی کہے گا مجھے دباؤ، اور کوئی کہے گا کہ میرے بوٹ پالش کرو اور کوئی کچھ کہے گا وغیرہ تو سب کو راضی کرنا مشکل ہے۔ جبکہ دوسرا غلام جو صرف ایک شخص کی ملکیت میں ہے وہ کسی پریشانی کا شکار نہیں ہوگا کیونکہ اس کا معاملہ ایک ہی آدمی کے متعلق ہے بعینہ یہی مثال ہے اس آدمی کی جو بہت سے معبودوں

کی عبادت کرتا ہے کہ وہ پریشانی اور بے چینی کا شکار ہے کہ کونسا معبود مجھ سے راضی ہے اور کونسا ناراض ہے مگر وہ شخص جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ آرام اور اطمینان میں ہوگا۔

الغرض پہلا غلام اور دوسرا غلام ہرگز برابر نہیں ہوسکتے۔ اس آیت میں "مُتَشَاكِسُوْنَ" کا لفظ ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح کرتے ہیں "الرَّجُلُ الشکس العسر لایرضی بالانصاف" یعنی تشاکس اس شخص کو کہتے ہیں جو تنگ دل جھگڑالو ہو انصاف پر راضی نہ ہوتا ہو۔ (بخاری شریف۔ص۔۷۱۰۔ج۔۲)

آخر میں فرمایا اکثر لوگ ان مثالوں کو نہیں سمجھتے۔

منکرین حیات انبیاء علیہم السلام کا استدلال اور اس کا صحیح تجزیہ

﴿۳۰﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ وعدہ موت : حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، فراء رحمۃ اللہ علیہ اور امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لفظ "مَيِّت" بتشدید الیاء اسکو کہتے ہیں جو زمانہ مستقبل میں وفات پانے والا ہو اور میت بسکون الیاء اسکو کہتے ہیں جو وفات پا چکا ہو۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ آپ بھی وفات پانیوالے ہیں اور آپ کے دشمن اور دوست واحباب بھی سب وفات پانے والے ہیں۔ مقصد یہی ہے کہ سب کو فکر آخرت کی طرف متوجہ کرنا ہے اور عمل آخرت کی طرف ترغیب دینا ہے اور ضمناً یہ بھی بتلادیا کہ افضل الخلائق اور سید الرسل ہونے کے باوجود موت سے وہ بھی مستثنیٰ نہیں۔ (تفسیر قرطبی۔ص۔۲۲۲۔ج۔۱۵)

بندہ ناچیز اور میرے اکابر علماء دیوبند کا یہی عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات فی القبر اور برزخ حاصل ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہی نہیں ہوئی "كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" طبعی موت سب کو آئی ہے اکابر علماء دیوبند اس حیات کے قائل ہیں جو وفات کے بعد قبر شریف میں ہے جو شہداء سے بھی افضل ہے وہ روح کے لوٹائے جانے والی ہے یہی دنیوی روح اسی جسد عنصر میں لوٹائی جاتی ہے۔

اس حیات کو حیات برزخی بھی کہتے ہیں چونکہ وہ حیات ہم سے پردے میں ہے منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارا نقطہ اختلاف یہی ہے کہ وہ روح اقدس کا تعلق جسد اطہر کے ساتھ نہیں مانتے وہ یہ کہتے ہیں آپ کی حیات جسم مثالی کے ساتھ ہے تو جب ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے تو یہ آیت پڑھتے ہیں حالانکہ اس آیت کا ان کے دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس میں وعدہ موت کا ذکر ہے وقوع موت کا کوئی ذکر نہیں ہم سب کے لئے وعدہ موت ہے "كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" البتہ ہم میں سے کسی کی وقوع موت کا ذکر قرآن پاک میں نہیں اسی طرح رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وقوع موت کا ذکر بھی قرآن میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اتنے سالوں کے بعد وفات پائیں گے۔

منکرین کا دعویٰ محض قرآن پر جھوٹا الزام ہے اور نہ حدیث پاک میں ہے کہ آپ نے فرمایا ہو کہ میں وفات پاچکا ہوں البتہ ہماری موت کے وقوع کا ذکر لوگ کریں گے جن کے سامنے ہماری موت واقع ہوگی، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وقوع موت کا تذکرہ خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (انه قد مات) میں ہے اور اسی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے، اور ہم قبر و برزخ کی حیات کے قائل ہیں منکرین کی ذمہ داری کہ وہ اس حیات کے انکار پر قرآن وحدیث سے دلائل پیش کریں الحمد للہ ہمارے پاس اس حیات پر قرآن وحدیث سے دلائل موجود ہیں جن کو ہم نے موقع بموقع ذکر کیا ہے دیکھ لیا جائے، لہٰذا منکرین حیات کا اس آیت سے استدلال درست نہیں۔ اگر بالفرض حیات نہ ہو تو پھر عذاب قبر اور ثواب قبر تو پھر ہے ہی نہیں حالانکہ عذاب قبر کی حدیثیں متواترہ ہیں اور امت کا اس پر اجماع ہے۔ عذاب قبر کی صحیح صورت کے منکر کا شرعی حکم۔ تالیف مولانا ابو احمد نور محمد تونسوی مدظلہ کا ضرور مطالعہ فرمائیں جس میں اہل حق کے فتویٰ

جات کو جمع کیا گیا ہے اور بدعقائد ونظریات کا قرآن وسنت اور اقوال فقہاء کی روشنی میں خوب تعاقب کیا گیا ہے جو اہل علم کے لئے ایک عظیم گلدستہ اور منکرین عذاب قبر وثواب قبر کے لئے سامان ہدایت ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اکابر کا دامن تھامنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

دنیا میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات قطعی طور پر ثابت ہے

استاذ محترم، امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ تسکین الصدور میں لکھتے ہیں وفات حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام قطعی امر ہے۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (آل عمران آیت۔ ۱۸۵) ہر نفس موت چکھنے والا ہے۔ اور اس ضابطہ سے کوئی مستثنیٰ نہیں نہ پیغمبر اور نہ شہید اور نہ کوئی اور جلد ہو یا بدیر ہر ایک پر موت وارد ہو کر رہے گی۔ آگے لکھتے ہیں آنحضرت ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ" بے شک آپ بھی وفات پانے والے ہیں اور وہ بھی وفات پا جائیں گے، اور دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے کہ "اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ"۔ (الانبیاء آیت ۳۴) پھر کیا اگر تو وفات پا جائے تو وہ رہ جائیں گے؟ ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی اس طرح ہے کہ "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ"۔ (آل عمران۔ ۱۴۴) اور نہیں محمد ﷺ مگر رسول بے شک ہو چکے ان سے پہلے بہت رسول پھر کیا اگر وہ وفات پا جائے یا شہید کر دیا جائے تو تم پھر جاؤ گے الٹے پاؤں۔ ان تمام آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات بھی ایک قطعی اور حتمی امر ہے جس کی ان آیات میں قبل از وقت خبر دی گئی (جس کو ہم وعدہ موت سے تعبیر کرتے ہیں) اور کتب احادیث میں متعدد صحیح اور صریح روایات اس پر دال ہیں کہ قبض النبی ﷺ اور "توفی" رسول اللہ ﷺ اور حضرت امام بخاری نے باب وفات النبی ﷺ قائم کر کے اس حقیقت کو الم نشرح کر دیا ہے۔ (بخاری۔ص۔ ۶۴۱۔ ج۔ ۲)

اور اسی وفات کے نتیجے میں آنحضرت ﷺ کی تجہیز وتکفین اور دفن وقبر وغیرہ کا انتظام ہوا، اور حضرات صحابہ کرام ؓ نے اپنے ہاتھوں سے لحد مبارک میں آپ کو اتار کر دفن کیا آگے لکھتے ہیں یہ تمام امور اپنے مقام پر ایک ثابت شدہ حقیقت ہے جو قرآن وحدیث اور امت مسلمہ کے اتفاق واجماع سے ثابت ہے جس کا کوئی شخص منکر نہیں ہے۔ پھر آگے تسکین الصدور کے باب ششم میں لکھتے ہیں تمام اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام قبر اور برزخ میں زندہ ہیں اور انکی زندگی حضرات شہداء کی زندگی سے بھی اعلیٰ اور ارفع ہے۔

(تسکین الصدور۔ص۔ ۲۱۹۔ طبع پنجم)

مولوی احمد سعید کا غلیظ نظریہ

مولوی احمد سعید چتروڑ گڑھی ملتانی اپنے باطل اور مردود عقیدہ کا اظہار ان غلیظ الفاظ میں یوں کرتا ہے یہ عقیدہ رکھنا کہ انبیاء کرام علیہم السلام یا خصوصاً حضرت نبی کریم ﷺ ہر وقت ہر پڑھنے والے کا درود وسلام سنتے ہیں (خواہ دور سے یا عند القبر) تو ایسا عقیدہ رکھنے والے نے شرک فی السمع کا ارتکاب کیا ہے اور قرآن کریم کی نصوص قطعیہ کا انکار کیا ہے لہٰذا ایسا شخص کافر ومشرک ہے۔

(قرآن مقدس اور بخاری محدث۔ص۔ ۱۱۸۔ ناشر مولانا منظور معاویہ گوجرانوالہ)

آپ حقائق کی روشنی میں دیکھیں جو عقیدہ اور نظریہ چودہ سو سال سے اہل سنت والجماعت کے نزدیک متفق رہا ہے ایسے عقیدے کے حاملین کے متعلق بلکہ پوری امت مسلمہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لیکر آج تک اور قیامت تک جو مسلمان اس عقیدے کے حامل ہوں گے وہ سب اس (چتروڑ گڑھی) کے نزدیک کافر اور مشرک ہیں حالانکہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام کا عقیدہ بعد از وفات اجماعی ہے جس کا ہم پہلے کئی بار ذکر کر چکے ہیں۔

چیلنج... استاذ محترم امام اہلسنت محقق اعظم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ نے تسکین الصدور میں واضح چیلنج دیا ہے کہ بلا خوف تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تقریباً ۱۳۷۴ھ تک اہل سنت والجماعت کا کوئی فرد بھی فقہی مسلک سے وابستہ دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت ﷺ اور اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ "عند القبر صلوٰۃ وسلام" کا سماع نہیں فرماتے کسی اسلامی کتاب حاصل اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی علم کلام کی ہو یا علم تصوف وسلوک کی سیرت کی ہو یا تاریخ کی کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ "عند القبر صلوٰۃ وسلام" کا سماع نہیں فرماتے۔ "مَنِ ادَّعٰی خِلَافَهٗ فَعَلَيْهِ الْبَيَانُ وَلَا يُمْكِنُهٗ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰی يَوْمِ الْبَعْثِ وَالْجَزَاءِ وَالْمِيْزَانِ"۔

(تسکین الصدور۔ص۔ ۲۹۰۔طبع پنجم)

چیلنج پر عوام الناس کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کیلئے دھوکہ

مؤلف آئینہ تسکین الصدور مولانا محترم کو چیلنج کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں ہم اس کے پیش نظر محترم صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ آپ آنحضرت ﷺ کے عند القبر سماع پر صحیح سند کے ساتھ ثبوت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ سے تا قیامت پیش نہیں کر سکتے جیسا کہ آپ نے اس کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر ثبوت نہیں تو پھر آپ کا ان ہستیوں پر بہتان عظیم نہیں تو اور کیا ہے؟

(آئینہ تسکین الصدور۔ص۔ ۶۳۔ ۶۴)

مؤلف موصوف نے اپنے حواریوں کو خوش رکھنے اور عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہوئے یہ چیلنج دیا ہے اس لئے کہ حضرت مولانا صفدر صاحب دام مجدہم نے پہلے ہی علامہ نیلوی صاحب کو چیلنج دیا تھا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ آنحضرت ﷺ کے عند القبر سماع پر متفق تھے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے اگر آپ میں ہمت اور جرأت ہے تو ایک حوالہ ہی صریح ثابت کر دیں۔ "ولا یمکن ذلك انشاء اللہ تعالیٰ"۔ (تسکین الصدور۔ص۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴)

اس کے بعد مؤلف آئینہ تسکین الصدور اور ان کے طبقہ کا فریضہ تھا کہ کوئی حوالہ تلاش کر کے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیش کرتے مگر اپنی خفت مٹانے اور عوام الناس کو دھوکہ دینے کی خاطر یہ چیلنج کر دیا۔ مؤلف آئینہ تسکین الصدور کے اس چیلنج کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ آپ کے چیلنج سے پہلے ہی جب تسکین الصدور (۔۔ص۔ ۲۹۴۔ سے حضرت امام اہل سنت نے دلائل لکھے ہیں جن) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی آنحضرت ﷺ کے قبر مبارک میں عند القبر صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کے صلوٰۃ وسلام سننے اور دور سے پڑھے جانے والوں کے صلوٰۃ وسلام پیش کئے جانے کی باحوالہ حضرات محدثین کی تصحیح وتحسین سے آراستہ روایات ذکر کی گئی ہیں جبکہ کسی صحابی سے اس کے خلاف کوئی روایت مذکور نہیں ہے۔

پھر آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر شفاعت کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ اس کا ثبوت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور ان کے ایک گونہ اجماع اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید وتصویب سے ہے۔ (تسکین الصدور۔ص۔ ۳۴۷)

جب بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے واضح اور صریح روایات موجود ہیں اور کسی صحابی سے اختلاف منقول نہیں ہے تو اس کو اجماع سے تعبیر کرنے سے انکار صرف ضدی اور متعصب ہی کر سکتا ہے۔ اور اس کے باوجود چیلنج صرف اپنے حواریوں کو لوری دے کر سلانے کی ناکام کوشش کرنے والا

ہی دے سکتا ہے۔ حضرت مولانا صفدر صاحب دام مجدہم نے علامہ نیلوی صاحب کو جو چیلنج دیا تھا ہم اس میں کچھ نرمی کرتے ہوئے مؤلف آئینہ تسکین الصدور اور ان کے طبقہ کو چیلنج کرتے ہیں کہ آپ لوگ مولانا صفدر صاحب کی جمہور کے نظریہ کی تائید میں پیش کی جانے والی روایات کے درجہ کہ کوئی ایک صریح حدیث پیش کرنے سے تو قاصر اور عاجز ہی ہیں تو چلو ذخیرہ احادیث سے کوئی ضعیف سے ضعیف حدیث ہی پیش کردیں جس میں صراحت ہو کہ انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کے صلوٰۃ وسلام کو نہیں سنتے اور نہ ہی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور نہ ہی قبر میں جسم اطہر کے ساتھ حیات کا تعلق ہے "فان لم تفعلو ولن تفعلوا" تو پھر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنے چیلنج کے بارے میں سوچو کہ یہ کس قدر فضول حرکت ہے۔ (اظہار الغرور فی کتاب آئینہ تسکین الصدور۔ ص۔ ۶۷ تا ۶۹۔ طبع اول۔ نومبر ۲۰۰۶ء)

﴿۳۱﴾ عِنۡدَ رَبِّكُمۡ تَخۡتَصِمُوۡنَ: نتائج فریقین : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں لفظ "اِنَّكُمۡ" الخ میں مؤمن وکافر اور مسلمان ظالم ومظلوم سب داخل ہیں یہ سب اپنے اپنے مقدمات اپنے رب کی عدالت میں پیش کریں گے اور اللہ تعالیٰ ظالم سے مظلوم کا حق دلوائیں گے وہ کافر ہو یا مؤمن۔ (قرطبی۔ ص۔ ۲۲۳۔ ج۔ ۱۵)

روح اور جسم کا جھگڑا : حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الروح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ جھگڑا صرف انسانوں کے درمیان ہی نہیں ہوگا بلکہ روح اور جسم بھی ایک دوسرے سے جھگڑیں گے روح جسم سے کہے گا سب کچھ تو نے کیا جسم روح سے کہے گا میں تو بے قصور ہوں اصل حکم تو نے ہی دیا تھا ہر ایک دوسرے پر الزام لگائے گا تو اس جھگڑے کی حالت میں اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجے گا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کردے وہ فرشتہ انکو ایک مثال سے ان دونوں کو ملزم ٹھہرائے گا۔ وہ اس طرح کہ ایک شخص اپاہج ہے مگر دیکھ سکتا ہے اور چلنے پھرنے کے قابل نہیں اور دوسرا شخص نابینا ہے مگر چلنے پھرنے کے قابل ہے دونوں ایک باغ میں داخل ہوئے اپاہج نے اندھے سے کہا اے میرے ساتھی یہاں باغ سے بہت سے پھل اور میوے دیکھ رہا ہوں مگر معذور ہوں پھلوں تک نہیں پہنچ سکتا اپاہج اندھے پر سوار ہو کر پھلوں تک پہنچا اور پھل کھانے لگا تو بتاؤ انمیں سے کون ظالم ہے جسم اور روح دونوں نے؟ جواب دیا ان میں سے کوئی ایک اکیلا ظالم نہیں بلکہ دونوں ظالم ہیں فرشتہ یہ فیصلہ سن کر بولا اے جسم وروح بس تم نے خود ہی فیصلہ کردیا کہ مجرم اور ظالم تم دونوں ہو۔ تو لہٰذا جسم سواری ہے اور روح اس پر بمنزلہ سوار کے ہے جو اس سواری پر سوار ہو کر اعمال وافعال کا ارتکاب کرتی پھرتی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر۔ ص۔ ۸۵۔ ج۔ ۷)

الغرض جسم وروح دونوں ہی عذاب وسزا کے مستحق ہیں۔ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں لکھا ہے میں اس کا خلاصہ لکھ دیتا ہوں سارے اعمال مظلوموں کے حقوق میں دیئے جائیں مگر ایمان نہیں دیا جائے گا کیونکہ دوسروں پر ظلم کرنا عملی گناہ ہے کفر نہیں ہے اور عملی گناہوں کی سزا محدود ہوگی بخلاف ایمان کے کہ وہ ایک غیر محدود عمل ہے اس کا بدلہ غیر محدود ہمیشہ کے لیے جنت ملے گی۔ تو ایمان اس سے سلب نہیں کیا جائے گا، بلکہ مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال کر حقوق کی ادائیگی کی جائے گی، جس کے نتیجہ میں گناہوں کی سزا بھگتنے کے لئے جنت میں داخل ہوگا۔ (مظہری۔ ص۔ ۲۱۴۔ ج۔ ۸)

حق تعالیٰ شانہ ایسے لوگوں سے اپنی حفاظت میں رکھے جو مؤمن لوگوں کے ایمان پر دھوکہ کے ذریعے ڈاکہ ڈالتے ہیں اور ان کو ایمان سے خارج کردیتے ہیں۔ (آمین ثم آمین)

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ

پس اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور جھٹلایا سچی بات کو جبکہ اسکے پاس آگئی کیا نہیں ہے جہنم ٹھکانہ

اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ

کفر کرنے والوں کا ﴿۳۲﴾ اور وہ شخص جو لایا ہے سچی بات اور تصدیق کی ہے اسکی یہی لوگ ہیں

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾

جو ڈرنے والے ہیں ﴿۳۳﴾ انکے لئے ہوگا جو چاہیں گے انکے پروردگار کے پاس یہ بدلہ ہے نیکی کرنے والوں کا ﴿۳۴﴾

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِىْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِىْ

تاکہ معاف کردے اللہ تعالیٰ ان سے وہ بری بات جو انہوں نے کی اور بدلہ دے ان کو بہتر جو وہ کیا

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ

کرتے تھے ﴿۳۵﴾ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کفایت کرنیوالا اپنے بندے کیلئے اور ڈراتے ہیں آپ کو ان سے جو اسکے سوا ہیں اور جسکو اللہ گمراہ کردے

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ

نہیں ہے اس کیلئے کوئی راہ دکھانے والا ﴿۳۶﴾ اور جسکو اللہ راہ دکھادے پس نہیں ہے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا کیا نہیں ہے

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِى انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ

اللہ تعالیٰ زبردست اور انتقام لینے والا ﴿۳۷﴾ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو تو یقیناً کہیں گے کہ

اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِىَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ

اللہ نے آپ کہدیں بتلاؤ جنکو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرے میرے بارے میں کوئی تکلیف پہنچانے کا

كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِىْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِىَ اللّٰهُ ؕ

تو کیا یہ ہٹا سکتے ہیں اس کی تکلیف کو یا ارادہ کرے اللہ تعالیٰ مجھے رحمت پہنچانے کا تو کیا یہ روک سکتے ہیں اسکی رحمت کو آپ کہدیجئے کافی ہے

عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ

میرے لئے اللہ اسی پر چاہئے کہ بھروسہ رکھیں بھروسہ رکھنے والے ﴿۳۸﴾ آپ کہدیجئے اے میری قوم کے لوگو عمل کرو اپنی جگہ پر، میں بھی عمل کرنے والا ہوں

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾

پس عنقریب تم جان لوگے ﴿۳۹﴾ کہ کس کے پاس آتا ہے عذاب جو اسکو رسوا کردے اور کس پر اترتا ہے ہمیشہ ٹھہرنے والا عذاب ﴿۴۰﴾

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالۡحَـقِّ‌ۚ فَمَنِ اهۡتَدٰى فَلِنَفۡسِهٖ‌ۚ وَمَنۡ ضَلَّ

بیشک ہمنے اتاری ہے آپ پر کتاب لوگوں کے لئے حق کے ساتھ پس جس نے ہدایت پائی تو اپنے نفس کیلئے اور جو گمراہ ہوا

فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا‌ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ ﴿۴۱﴾

پس بیشک وہ گمراہ ہوتا ہے اسی پر، اور نہیں ہیں آپ ان پر کوئی کارساز ﴿۴۱﴾

﴿۳۲﴾ فَمَنۡ اَظۡلَمُ ... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں فریقین کے نتائج کا ذکر تھا اب بھی انہیں کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۔۴۔ مشرکین کی کذب بیانی، نتیجہ اخروی، نتیجہ متقین ۔۱۔۲۔۳۔تسلی خاتم الانبیاء، حصر الہدایت باری تعالیٰ، طریق مناظرہ توحید پر دلیل عقلی اعترافی، مشرکین کے لئے تنبیہ، فریضہ مؤمنین، فرائض خاتم الانبیاء سے امہال مجرمین، نتیجہ اخروی، صداقت قرآن، نتیجہ مستفیدین من القرآن ومحرومین عن القرآن۔ ماخذ آیات ۔۳۲ تا ۴۱+

مشرکین کی کذب بیانی : سب سے بڑا ظالم وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والا ہے یعنی اس کی طرف اولاد اور شریکوں کی نسبت کرتا ہے اور سچی تعلیم یعنی قرآن کریم کی تکذیب کرتا ہے۔ اَلَيۡسَ فِىۡ جَهَنَّمَ الخ نتیجہ اخروی۔

﴿۳۳﴾ نتیجہ متقین۔ ❶ جو سچ لائے اور سچ کی تصدیق فرمائے اور یہی اللہ تعالیٰ کے متقی بندے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں "كَذَّبَ بِالصِّدۡقِ" اور "وَالَّذِىۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ" میں "صدق" سے مراد وہ تعلیمات ہیں جو آنحضرت ﷺ لے کر آئے ہیں خواہ قرآن ہو یا قرآن کے علاوہ دوسری تعلیمات احادیث اور "صدق بہ" میں سب مؤمنین داخل ہیں جو اس کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ (معارف القرآن ۔ص۔۵۵۷۔ج۔۷۔ موضح القرآن)

حضرات مفسرین فرماتے ہیں "وَالَّذِىۡ" جنس کے درجے میں ہو تو معنی یہ ہے کہ وہ ذات جو سچائی لائی یعنی آنحضرت ﷺ اور جنہوں نے حق کی تصدیق کی تو "الَّذِىۡ" لفظاً مفرد ہے اور معنی جمع ہے لفظ کے اعتبار سے "صدق" مفرد کہا آگے معنی کے اعتبار سے "اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ" جمع کا صیغہ لائے ہیں۔ (روح المعانی۔ص۔۳۵۲۔ج۔۲۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ ابو العالیہ اور کلبی فرماتے ہیں "جَآءَ بِالصِّدۡقِ" سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں اور "صدق بہ" سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان سے مراد آنحضرت ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں سدی کہتے ہیں "الَّذِىۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ" سے مراد جبریل علیہ السلام اور "وَصَدَّقَ بِهٖۤ" سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں۔ (روح المعانی۔ص۔۳۵۲، ۳۵۳۔ج۔۲۴)

ابن زید، مقاتل، اور حضرت قتادہ فرماتے ہیں "الَّذِىۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ" سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں اور "وَصَدَّقَ بِهٖۤ" سے مراد تمام اہل ایمان ہیں اور انھوں نے استدلال کیا "اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ" سے۔ (تفسیر قرطبی۔ص۔۲۲۴۔ج۔۱۵)

﴿۳۴﴾ نتیجہ۔ ❷ اس آیت میں مصدقین کی جزاء خیر کا ذکر ہے۔ ﴿۳۵﴾ نتیجہ۔ ❸ فرمایا انکی غلطیاں معاف ہوں گی اور نیکیوں کی جزائے خیر ملے گی، اور جنت میں ایسی نعمتیں عطا فرمائے گا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوں گی اور نہ کسی کان نے سنی ہوگی اور نہ کسی انسان کے دل پر ان نعمتوں کا خیال آیا ہوگا۔ (التفسیر المنیر۔ص۔۸۔ج۔۲۴)

﴿۳۶﴾ اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبۡدَهٗ‌ؕ تسلی خاتم الانبیاء۔ اس عبد سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں، کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے حضرت محمد ﷺ کے لئے کافی نہیں یہی مشرک دوسروں کا ڈر دلاتے ہیں۔ (قرطبی ص ۲۲۵ ج ۱۵)

﴿۳۷﴾ حصر الہدایت باری تعالیٰ۔ ﴿۳۸﴾ وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ الخ مشرکین سے طریق مناظرہ توحید پر دلیل عقلی اعترافی۔ حضرت

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں توحید کے چار درجے ہیں۔ (اسکی تفصیل سورۃ یونس میں گذر چکی ہے) اگر آپ ان مشرکین سے پوچھیں کہ زمین وآسمان کا خالق کون ہے تو یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہے۔

اَفَرَءَيْتُمْ : مشرکین کے لئے تنبیہ :ان سے ذرا پوچھو کہ تمہارے معبودوں میں یہ طاقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے ضرر کو روک سکیں یا رحمت الٰہی کو بند کر سکیں ان میں یہ طاقت ہے؟ ہر گز نہیں۔ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ الخ فریضہ مؤمنین : تو پھر کہہ دیجئے ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے جو سب سے بڑھ کر طاقتور ہے۔ ﴿۳۹﴾ قُلْ يٰقَوْمِ الخ فرائض خاتم الانبیاء سے امہال مجرمین : کہہ دیجئے اگر تم اس دعوت کو نہیں مانتے تو عمل کئے جاؤ، میں بھی اپنے طریقہ پر عمل کئے جاؤں گا تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا۔

اس میں تو ان کے لئے بداعمالیوں کی اجازت ہے؟ جواب:اس میں تنبیہ ہے عنقریب میری گرفت میں آؤ گے پھر اچھی طرح تمہاری خبر لی جائے گی۔

﴿۴۰﴾ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ: نتیجہ اخروی :پتہ لگ جائے گا کہ دائمی عذاب کس پر آتا ہے۔

﴿۴۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا الخ صداقت قرآن۔ فَمَنِ اهْتَدٰى الخ نتیجہ مستفیدین من القرآن :جو اس قرآن سے جو ہدایت پائے گا اس کا نفع اسی پر عائد ہوگا۔ نتیجہ محرومین عن القرآن :اور جو گمراہ رہے گا تو وہ خود ہی نقصان اٹھائے گا۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى

اللہ تعالیٰ کھینچتا ہے جانوں کو انکی موت کے وقت اور وہ جان جو نہیں مرتی نیند میں، پس روک دیتا ہے اسکو جس پر اس نے موت کا فیصلہ کیا ہے

عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور چھوڑ دیتا ہے دوسری کو ایک مقررہ وقت تک بیشک البتہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو غور وفکر کرتے ہیں ﴿۴۲﴾

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾

کیا بنا لیا ہے انہوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو سفارشی آپ کہہ دیجئے اے پیغمبر اگرچہ وہ نہ مالک ہوں کسی چیز کے اور نہ وہ عقل رکھتے ہوں ﴿۴۳﴾

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾

آپ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے ساری سفارش اسی کیلئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ﴿۴۴﴾

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ

اور جسوقت ذکر کیا جاتا ہے اللہ وحدہ لاشریک کا تو بگڑ جاتے ہیں دل ان لوگوں کے جو ایمان نہیں رکھتے آخرت پر اور جب ذکر کئے جاتے ہیں وہ لوگ

مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ

جو اسکے سوا ہیں تو اچانک وہ خوش ہو جاتے ہیں ﴿۴۵﴾ آپ کہہ دیجئے اے اللہ جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا جاننے والا ہے پوشیدہ اور کھلی باتوں کا

وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ

تو ہی فیصلہ کریگا اپنے بندوں کے درمیان اس چیز میں جس میں وہ اختلاف کرتے تھے ﴿۴۶﴾ اور اگر ہو بیشک ان لوگوں کیلئے

ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ

جنہوں نے ظلم کیا جو کچھ ہے زمین میں سارے کا سارا اور اس جیسا مزید بھی اسکے ساتھ پھر وہ فدیہ دیں اسکے ساتھ برے عذاب سے قیامت والے دن تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا

الْقِيٰمَةِ ۚ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ

اور ظاہر ہوگا ان کیلئے اللہ کی طرف سے جسکا وہ خیال نہیں رکھتے تھے ﴿۴۷﴾ اور ظاہر ہونگی ان کیلئے وہ برائیاں جو انہوں نے کمائیں

مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ

اور گھیر لے گی انکو وہ چیز جسکے ساتھ وہ ٹھٹا کیا کرتے تھے ﴿۴۸﴾ پس جب پہنچے انسان کو برائی تو پکارتا ہے ہمیں پھر

ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ۭ بَلْ هِىَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ

جب دیتے ہیں ہم اسکو نعمت اپنی طرف سے تو کہتا ہے کہ بیشک یہ دی گئی ہے مجھے علم کی بنا پر نہیں بلکہ یہ آزمائش ہے مگر اکثر

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ

ان میں سے نہیں جانتے ﴿۴۹﴾ تحقیق کہی ہے یہ بات ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرے ہیں پس نہ کام آئی ان کو وہ چیز جو وہ کماتے تھے ﴿۵۰﴾

مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۭ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ سَيُصِيْبُهُمْ

اور پہنچیں انکے پاس وہ برائیاں جو انہوں نے کمائی تھیں اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا ان میں سے عنقریب پہنچیں گی انکو وہ برائیاں جو انہوں نے کمائی ہیں

سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

اور نہیں ہیں یہ عاجز کرنے والے ﴿۵۱﴾ کیا نہیں جانتے یہ لوگ کہ بیشک اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے روزی جسکی چاہے اور تنگ کردیتا ہے

يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

بیشک اسمیں نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں ﴿۵۲﴾

﴿۴۲﴾ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ الخ ربط آیات: اوپر ذکر تھا جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو نہ وہ نفع اور نقصان کے مالک ہیں اب آگے توحید پر چند دلائل اور شرک کا رد ہے۔

خلاصہ رکوع ۵ کیفیت حیات قبر و برزخ، تنبیہ مشرکین، حصر الشفاعت فی ذات باری تعالیٰ، کیفیت وخاصہ مشرکین، فریضہ خاتم الانبیاء سے تتمہ ماسبق، تذکیر بما بعد الموت سے تخویف اخروی، اظہار شامت بداعمالی، فطرت انسانی، تذکیر بایام اللہ سے تخویف مخالفین انبیاء، نتیجہ مخالفین، توحید پر دلیل عقلی۔ وازالہ شبہ۔ ماخذ آیات۔ ۴۲ تا ۵۲+

کیفیت حیات قبر و برزخ: "توفّی" کے لفظی معنی لے لینے اور قبض کر لینے کے ہیں۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے کہ جانداروں کی ارواح ہر حال ہر وقت اللہ تعالیٰ کے تصرف میں ہیں وہ جب چاہے انکو قبض کرسکتا ہے اور واپس لے سکتا ہے اور اس تصرف خداوندی کا ایک مظاہر تو ہر جاندار روزانہ دیکھتا ہے اور محسوس کرتا ہے نیند کے وقت اسکی روح ایک حیثیت سے قبض ہو جاتی ہے پھر بیداری کے بعد واپس مل جاتی

ع ۵ ۱۱

ہے۔اور جن کی موت کا فیصلہ کرتا ہے ان کی روح روک لیتا ہے اور روکنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ارواح ابدان میں بالکل تدبیر وتصرف نہیں کرتیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ارواح ابدان میں تدبیر وتصرف ایسا نہیں کرتیں جیسا دنیا میں کرتی تھیں مثلاً یہ کہ بدن میں خون کا دورہ ہو، سانس چلے، کھانا ہضم ہو، نبض اچھلے، بدن کا نشوونما ہو، ناخن بڑھیں وغیرہ جیسا کہ دنیا میں یہ کاروائی ہوتی تھی۔ چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :"آئی یَقْبِضُهَا عَنِ الْاَبْدَانِ بِاَنْ یَّقْطَعَ تَعَلُّقَهَا تَعَلُّقَ التَّصَرُّفِ فِیْهَا عَنْهَا الخ"۔(روح المعانی۔ص۔۳۵۸۔ج۔۲۴)

یعنی اللہ تعالیٰ ارواح کو ابدان سے قبض کرتا ہے بایں طور کہ ابدان میں ارواح کے تصرف کا تعلق باقی نہیں رہتا اس عبارت میں "تَعَلُّقَ التَّصَرُّفِ فِیْهَا عَنْهَا" کے الفاظ صاف طور پر اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ ارواح کا ابدان میں تصرف نہیں ہوتا اور یہ کاروائی تا قیامت باقی رہتی ہے۔رہا روح کا جسم سے قبر میں ایسا تعلق جس سے عند القبر سماع ہو اور قبر کی راحت وتکلیف وغیرہ کا ادراک ہو اس کا اثبات استاذ محترم نے روح المعانی کے حوالہ سے تسکین الصدور کے ص۔ ۱۲۲ تا ۱۴۵۔ پر نقل فرمایا ہے علامہ آلوسی رحمہ اللہ کا سابقہ مسلک اور اس کا رجوع بھی نقل فرمایا ہے۔ (دیکھیں۔تسکین الصدور۔ص۔۲۸۲)

خلاصہ کلام: اہل حق کا مسلک یہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں حنفی شافعی، مالکی حنبلی وغیرہ جتنے بھی طبقات ہیں سب اس کے قائل ہیں کہ ہر نفس نے موت کو چکھنا ہے کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے صرف اللہ کی ذات ہے، اس موت کے بعد قبر میں نوع من الحیاۃ ایک گونہ زندگی حاصل ہوتی ہے۔حیاۃ کی دو قسمیں ہیں۔

❶ حیاۃ فی الجملہ۔ ❷ حیاۃ مطلقہ کاملہ: حیاۃ فی الجملہ کا مطلب یہ ہے کہ اس "میت" کو تو سب کچھ محسوس ہوتا ہے مگر دوسرا کوئی نہیں دیکھ سکتا علم بھی ہوتا ہے ادراک بھی ہوتا ہے شعور بھی ہوتا ہے منکر نکیر کے سوال کو بھی سمجھتا ہے جواب بھی دیتا ہے اس کے بعد قبر کی راحت بھی پاتا ہے قبر کی تکلیف بھی پاتا ہے۔حیاۃ مطلقہ کاملہ کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو بھی سمجھ آئے قبر میں حیاۃ مطلقہ کاملہ نہیں کہ دوسروں کو بھی محسوس ہو مگر وہ مردہ خود محسوس کرتا ہے۔اس کی مثال ہے "کمریض السکتہ" جس طرح سکتہ کا مریض ہو۔سکتہ ایک بیماری ہوتی ہے اس میں نہ تو نبض چلتی نظر آتی ہے نہ سانس لینا نظر آتا ہے نہ حرکت کوئی نظر آتی ہے لیکن روح کا بدن سے تعلق ہوتا ہے۔ یہ تو عام طبعی موت کا حال ہے کہ انسان بیداری کی حالت میں اپنے عزیز و اقارب کے سامنے جان دے دیتا ہے۔موت کی ایک دوسری صورت بھی ہے "وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ" جن کو بیداری کی حالت میں عام موت نہیں آتی "فِیْ مَنَامِهَا" وہ اپنی نیند کے دوران موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ چنانچہ "فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ" جس کے لیے اللہ تعالیٰ موت کا فیصلہ کرتا ہے اسکی روح کو نیند کی حالت میں روک لیتا ہے یعنی نیند کے دوران ہی اسکی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اسکی مثالیں بہت ہیں جیسے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ دوپہر کے وقت قیلولہ کی حالت میں ہی وفات پا گئے تھے۔

(معالم العرفان۔ص۔۲۱۸۔ج۔۱۶)

اسی طرح ہمارے محسن دوست مولانا عبد الغفور صاحب مدنی رحمہ اللہ خطیب رحمانیہ مسجد کراچی رات کو چار بجے نیند کی حالت میں وفات پا گئے تھے۔اور اسی طرح ہمارے شیخ حضرت اقدس الحاج محمد حسین صاحب نقشبندی رحمہ اللہ رات کو نیند کی حالت میں وفات پا گئے۔ بہر حال نیند موت کی بہن کہلاتی ہے جب انسان پر نیند طاری ہوتی ہے تو اس سے روح کھینچ لی جاتی ہے البتہ اسکی سانس اور نبض چلتی رہتی ہے۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے علامہ بغوی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ نیند میں روح نکل جاتی ہے مگر اس کا مخصوص تعلق بدن سے بذریعہ شعاع کے رہتا ہے جس سے حیات باطل ہونے نہیں پاتی (جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین گرم رکھتا ہے) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیند میں بھی وہی چیز نکلتی ہے جو موت کے وقت نکلتی ہے لیکن تعلق کا انقطاع ویسا نہیں ہوتا جو موت میں ہوتا ہے۔(تفسیر عثمانی)

قائلین عدم حیات قبر اس آیت سے اپنے مطلب خاص پر استدلال کرتے ہیں مگر ان کا استدلال درست نہیں چونکہ موت کے تو ہم بھی قائل ہیں مگر ہم اُس حیات کے قائل ہیں جو بعد از وفات اموات کو حاصل ہوتی ہے اس حیات کی نفی اس آیت میں موجود نہیں لہٰذا ان کا استدلال اس آیت سے درست نہیں۔ نیز یہ بات یاد رکھیں کہ کسی مفسر نے اس آیت کے تحت نہیں لکھا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ نہیں ہیں اگر لکھا ہے تو اس کا ثبوت درکار ہے؟۔

﴿۴۳﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا الخ تنبیہ مشرکین: بتوں کی طرف مشرکین منہ کر کے کہتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے لئے سفارشی ہیں، اور ان کی سفارش سے سارے کام بنتے ہیں اس وجہ سے ان کی عبادت کی جائے۔ پہلی بات تو یہ ہے سفارشی ہونے کے لئے معبود ہونا ضروری نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ سفارشی وہ بن سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اجازت دے اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے اجازت دے گا جو اس کا پسندیدہ ہوگا۔ الغرض سفارشی کے لیے اللہ کی طرف سے اجازت کا ہونا ضروری ہے اور جس شخص کے لئے سفارش کی گئی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اہل ایمان ہو، بتوں کو اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی اور کفار اللہ کے پسندیدہ نہیں اس لئے کہ ان کے اندر ایمان نہیں لہٰذا مشرکین کا دعویٰ غلط ثابت ہوا۔

﴿۴۴﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ الخ حصر الشفاعۃ فی ذات باری تعالیٰ: یعنی شفاعت کا مالک بھی وہی ہے جسے چاہے اجازت دے یا نہ دے فی الحال بھی زمین و آسمان میں اسی کی بادشاہی ہے اور آئندہ بھی اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے اسکی اجازت اور خوشنودی کے بغیر کسی کی مجال نہیں کہ اس کے سامنے زبان ہلا سکے۔ ﴿۴۵﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ الخ کیفیت وخاصہ مشرکین: یہ بے ایمان توحید خالص سے نفرت کرتے ہیں، اور بعض اوقات زبان سے اللہ کی عظمت و محبت کا اعتراف کرتے ہیں مگر ان کا دل ایک خدا کے ذکر سے خوش نہیں ہوتا جب تک اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کا نام نہ لیا جائے یعنی بتوں اور باطل معبودوں کا ذکر ہو تو خوشی سے ان کے چہرے چمکنے لگتے ہیں۔ صد ہزار افسوس کے اس زمانے کے جاہل بدعتیوں کی بھی یہی عادت ہے کہ صرف ایک اللہ کے ذکر کرنے پر خوش نہیں ہوتے جب ان سے کہہ دیا جائے کہ اللہ کے سوا کسی کو کچھ اختیار نہیں کسی کی نذر و نیاز منت ماننا درست نہیں تو منہ بگاڑ کر سن ہو جاتے ہیں جب غیر اللہ کی نذر و نیاز مثلاً گیارہوی شریف یا دیگر رسم و رواج کی بات کی جائے تو بڑے خوش ہو جاتے ہیں یا کسی پیر فقیر کا ذکر آجائے اور جھوٹی موٹی کرامات بیان کر دی جائیں تو چہرے کھل پڑتے ہیں اور دلوں میں جذبات مسرت اور انبساط جوش مارنے لگتے ہیں توحید خالص ان کے سامنے بیان کی جائے تو اس کو منکر اولیاء کے القابات سے نوازا جاتا ہے۔ **فالی اللہ المشتکی وھو المستعان**"۔

﴿۴۶﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ الخ فریضہ خاتم الانبیاء سے تتمہ ماسبق: اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے دلوں کے راز اسی پر آشکار ہیں۔ قیامت کے دن ان کا فیصلہ کر دیگا کہ موحد برحق ہے یا مشرک؟ اسمیں بھی مخالف کے دل پر اپنے وثوق جتلانے کے ذریعہ سے بڑا اثر ہوتا ہے۔

قبولیت دعا: حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے قرآن کریم کی ایک ایسی آیت معلوم ہے کہ اس کو پڑھ کر آدمی جو دعا کرتا ہے قبول ہوتی ہے پھر یہی آیت بتلائی۔ (قرطبی۔ص۔۲۳۲۔ج۔۱۵)

ربیع بن خیثم سے کسی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے ایک آہ بھری اور اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات کے متعلق جب تمہارے دل میں کوئی کھٹک پیدا ہو تو یہ آیت پڑھ لیا کرو۔

(روح المعانی۔ص۔۳۶۴۔ج۔۲۴)

﴿۴۷﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ الخ تذکیر بما بعد الموت سے تخویف اخروی: قیامت کے دن ظالموں کے پاس اگر دنیا کی تمام نعمتیں ہوں اور ان کے ساتھ اسی قدر اور بھی ہوں تو ان سب کو دیکر عذاب قیامت سے چھٹنا غنیمت جانیں گے لیکن ان پر ایسا عذاب آئے گا کہ انہیں وہم و گمان بھی نہ

تھا۔ ﴿۴۸﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ الخ اظہار شامت بد اعمالی: جس عذاب جہنم اور آخرت کے معاملات پر وہ ہنسی کیا کرتے تھے وہ ان پر نازل ہوگا۔ (تفسیر حقانی)

﴿۴۹﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الخ فطرت انسانی: انسان مصیبت کے وقت میں ہم سے کام نکال لیتا ہے پھر اپنی قابلیت پر گھمنڈ کرتا ہے۔ ﴿۵۰﴾ قَدْ قَالَهَا الخ تذکیر بایام اللہ سے مخالفین انبیاء کی تخویف اخروی: اس قسم کے فقرے قارون وغیرہ نے کہے مگر ان کو دنیا کے ساز وسامان اور کثرت مال نے نفع نہ دیا۔ ﴿۵۱﴾ فَاَصَابَهُمْ الخ نتیجہ مخالفین انبیاء: ان پر شامت اعمال پڑی مثلاً قارون وغیرہ پر اس طرح موجود الوقت مشرکین پر بھی پڑنے والی ہے جس وقت اللہ تعالیٰ انکو سزا دے گا یہ روپوش ہو کر یا کسی اور تدبیر سے اسکو جھکا نہیں سکتے۔ ﴿۵۲﴾ اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الخ توحید پر دلیل عقلی وازالہ شبہ: کافر کہا کرتے تھے اگر مسلمان اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں تو پھر ان کو رزق وسیع کیوں نہیں دیا گیا؟ جواب: دنیا میں محض روزی کا کشادہ یا تنگ ہونا کسی شخص کے مقبول یا مردود ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتی اور نہ روزی کا ملنا کچھ عقل وذہانت اور علم ولیاقت پر موقوف ہے دیکھو کتنے بیوقوف یا بدمعاش چین اڑا رہے ہیں اور کتنے عقلمند اور نیک لوگ فاقوں میں زندگی گذار رہے ہیں، جس سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

آپ کہہ دیجئے اے پیغمبر میری طرف سے کہ اے میرے بندو جنہوں نے زیادتی کی ہے اپنی جانوں پر نہ مایوس ہوں اللہ کی رحمت سے

يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ

بیشک اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے سب گناہ بیشک وہ بہت بخشش کرنیوالا اور نہایت مہربان ہے ﴿۵۳﴾ اور رجوع کرو اپنے پروردگار کی طرف

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ

اور فرمانبرداری کرو اسکی قبل اسکے کہ آئے تمہارے پاس عذاب پھر تمہاری مدد بھی نہ کی جائے گی ﴿۵۴﴾ اور پیروی کرو بہتر بات کی جو اتاری گئی ہے

مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ

تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی جانب سے قبل اسکے کہ آئے تمہارے پاس عذاب اچانک اور تم کو خبر بھی نہ ہو ﴿۵۵﴾ اور یہ اس لئے کہ

نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

کہے کوئی نفس اے افسوس اس چیز پر جو میں نے کوتاہی کی ہے اللہ کے سامنے اور بیشک تھا میں البتہ ٹھٹا کرنیوالوں میں ﴿۵۶﴾

اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ

یا کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں یقیناً متقیوں میں سے ہوتا ﴿۵۷﴾ یا کہے جبکہ عذاب کو دیکھے گا کاش میرے لئے دوبارہ

لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰى قَدْ جَاۗءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا

پلٹ کر جانا ہوتا، پس ہوتا میں نیکی کرنے والوں میں ﴿۵۸﴾ کیوں نہیں تحقیق آچکی ہیں تیرے پاس میری نشانیاں پس تو نے جھٹلایا ہے

وَ اسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ

انکو اور تکبر کیا تو نے اور تھا تو کفر کرنیوالوں میں سے ﴿۵۹﴾ اور قیامت والے دن دیکھے گا تو ان لوگوں کو جنہوں نے جھوٹ باندھا ہے اللہ پ

وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا

اور انکے چہرے سیاہ ہونگے کیا نہیں ہے جہنم ٹھکانہ تکبر کرنیوالوں کا؟ ﴿۶۰﴾ اور بچالے گا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ڈرتے رہے

بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۫ وَّهُوَ عَلٰى

انکی کامیابی کی جگہ میں نہ پہنچے گی انکو کوئی برائی اور نہ وہ غمگین ہونگے ﴿۶۱﴾ اللہ ہی خالق ہے ہر چیز کا اور

كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

وہ ہر چیز کا ذمہ دار ہے ﴿۶۲﴾ اسی کے پاس ہیں چابیاں آسمانوں اور زمین کی اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اللہ کی آیتوں کے ساتھ یہی لوگ ہیں

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾

نقصان اٹھانے والے ﴿۶۳﴾

ع ۲

﴿۵۳﴾ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ الخ ربط آیات :اوپر ذکر تھا جنہوں نے ظلم کیا انکو ان کے اعمال کا نتیجہ ملے گا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے لئے کوئی نجات کی صورت بھی ہے تو فرمایا جن لوگوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے وہ معافی مانگ لیں اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

خلاصہ رکوع ❻ : بنی آدم کے لئے طریق کامیابی۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ میدان حشر میں کفار کی ندامتیں۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ جواب ندامت، کیفیت مکذبین وانجام، نتیجہ متقین، حصر الخالقیت، حصر القدرت باری۔ ماخذ آیات۔ ۵۳ تا ۶۳ +

بنی آدم کے لئے طریق کامیابی۔ ❶ اللہ تعالیٰ سے اخلاص فی العبادت کا تعلق پیدا کرنے والوں کو اپنے گناہوں کے باعث مغفرت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا الخ نتیجہ استغفار :علامہ آلوسی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں "الذُّنُوْبَ" پر الف لام استغراق کا ہے اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ (روح المعانی۔ص۔ ۳۶۸۔ ج۔ ۲۴)

مسئلہ۔ بغیر تعیین کے نمازوں کو قضاء کرنا سے فرض ذمہ سے ساقط نہ ہوگا جب تک یہ تعیین نہ ہو کہ فلاں دن کے فلاں وقت کی نماز قضاء کرتا ہوں۔ یا مثلاً میرے ذمہ جو ہزار نمازیں فجر کی ہیں ان میں سے پہلی نماز پڑھتا ہوں۔ تو بغیر تعیین کے فرض کے ذمہ سے فارغ نہیں ہوگا۔ بہت سے لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ (ردالمختار۔ص۔ ۳۰۶۔ ج۔ ۱۔ طبع کوئٹہ والبحر الرائق۔ص۔ ۹۰۔ ۴۔ ج۔ ۱۔ طبع بیروت ولبنان)

مسلم شریف کی روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ حضرت یہ بتائیں "فقلت مقبلا غیر مدبر" دشمن کی طرف میری چھاتی اور پیٹھ نہ دکھاؤں اور شہید ہو جاؤں تو اس صورت میں میرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے آپ نے فرمایا ہاں۔ وہ شخص بہت خوش ہوا اور چلا گیا اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ اس شخص کو واپس بلاؤ بلایا گیا فرمایا" کیف قلت" تو نے کیسا کہا اس نے اس بات کو دوبارہ دہرایا آپ نے فرمایا کہ میں نے تو ایسا ہی بتلایا تھا مگر جبرائیل علیہ السلام آئے ہیں انہوں نے مجھے خبر دی کہ شہید کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں "الا الدین" تین دفعہ اس کو دہرایا دین سے رب کا دین مراد ہے نماز رب کا دین ہے روزہ بھی دین ہے۔

شان نزول۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کچھ لوگ مشرکین میں سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اسلام کی رغبت رکھتے تھے مگر انہوں نے زمانہ جاہلیت میں شرک، قتل زنا اور چوری بھی خوب کی تھی انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ جس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ وہ نہایت ہی اچھی چیز ہے ہم اسلام تو قبول کرنا چاہتے ہیں مگر ہم نے سب کچھ کیا ہے اس وجہ سے ڈرتے ہیں کیا اسلام قبول کرنے سے ہماری نجات ہو جائے گی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (قرطبی۔ ص۔ ۲۳۴ تا ۲۳۵۔ ج۔ ۱۵)

"وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَيْضاً وَعَطَاءٌ نَزَلَتْ فِيْ وَحْشِيٍّ قَاتِلِ حَمْزَةَ لِاَنَّهُ ظَنَّ اَنَّ اللهَ لَا يَقْبَلُ اِسْلَامَهُ"۔
(قرطبی۔ ص۔ ۲۳۵۔ ج۔ ۱۵)

الغرض: مرنے سے پہلے پہلے ہر بڑے سے بڑے گناہ یہاں تک کہ کفر و شرک سے بھی جو توبہ کرلے قبول ہو جاتی ہے اور سچی توبہ سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس لئے کسی کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

﴿۵۴﴾ وَاَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ الخ ربط آیات: مغفرت کی امید دلا کر یہاں سے توبہ کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ طریق کامیابی۔

❷ ❸ گزشتہ غلطیوں پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کے بے پنہاں جود و کرم سے شرما کر کفر و عصیان کی راہ چھوڑ دو، اور اس رب کریم کی طرف رجوع کرو، اور اپنے آپ کو مکمل طور پر مالک حقیقی کے سپرد کرو، اور احکام خداوندی کے سامنے اپنی گردن کو ڈال دو، اور یاد رکھو نجات محض اس کے فضل و کرم سے ہوگی اور ہمارا رجوع اور انابت بھی اس کے فضل و کرم کے بغیر ناممکن ہے۔ حضرت شاہ صاحب موضح القرآن میں لکھتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کیا اور جو کفار ہر وقت دشمنی میں لگے رہتے تھے اور جس وقت انکو اسلام کی حقیقت سمجھ آئی اور اپنی غلطیوں پر پچھتانے لگے شرمندگی سے مسلمان نہ ہوئے کہ اب ہمارا اسلام قبول کرنا کس کام کا شدید دشمنی میں لڑائیاں لڑی اور کتنے خدا پرستوں کے خون بہائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسا کوئی گناہ نہیں ہے جو توبہ سے معاف نہ ہو بلکہ توبہ کرو اللہ کی طرف رجوع کرو بخشے جاؤ گے مگر جب سر پر عذاب آیا یا موت نظر آنے لگی تو اس وقت کی توبہ قبول نہ ہوگی اور نہ کوئی اس وقت مدد کو پہنچ سکتا ہے۔ (موضح القرآن) ﴿۵۵﴾ وَاتَّبِعُوْۤا الخ طریق کامیابی۔ ❹ قرآن کریم کی اتباع کو اپنا شیوہ بناؤ۔ ﴿۵۶﴾ يٰحَسْرَتٰى الخ میدان حشر میں کفار کی ندامتیں۔ ① پھر دست حسرت نہ ملنا پڑے۔

﴿۵۷﴾ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ الخ ندامت۔ ② شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ جب حسرت افسوس سے کام نہ چلے گا تو پھر اپنا دل بہلانے کے لئے یہ عذر پیش کرے گا کیا کہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت نہیں دی اگر وہ مجھے ہدایت دیتا تو آج میں متقین کے درجہ میں سے ہوجاتا اس کا جواب (آیت۔ ۵۹) میں آرہا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کلام بطور عذر کے نہ ہو بلکہ محض ناامید ظاہر کرنے کے لئے ہو یعنی میں اپنی بدنصیب استعداد اور بدتمیزی کی وجہ سے اس لائق نہیں تھا اللہ تعالیٰ مجھ کو راستہ دکھا کر منزل مقصود تک پہنچا دیتا مگر میری اندر استعداد ہوتی تو اللہ تعالیٰ میری دستگیری فرماتا تو میں بھی آج متقین کے جماعت میں شامل ہوتا۔ (تفسیر عثمانی محصلہ)

﴿۵۸﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ... الخ ندامت۔ ③ جب کوئی عذر وغیرہ قبول نہیں کیا جائے گا جہنم کے عذاب کو آنکھوں سے دیکھیں گے اس وقت شدت اضطراب کی وجہ سے کہیں گے کسی طرح ہمیں دنیا میں ایک مرتبہ جانے کا موقع دیا جائے پھر دیکھو ہم کیسے نیک بن کر آتے ہیں۔ ﴿۵۹﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ الخ جواب ندامت: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تو غلط کہتا ہے کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے راہ نہیں دکھلائی تھی، اپنے نبیوں کو احکام دیکر نہیں بھیجا تھا مگر تو نے انکی بات نہیں سنی جو کچھ تجھے وعظ و نصیحت کیا گیا تو نے غرور و تکبر کیا اور اسے جھٹلاتا رہا تیرا غرور حق کو قبول کرنے سے مانع رہا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل سے معلوم تھا کہ تو نے اسکی آیات کو جھٹلانا ہے تکبر اور سرکشی کرنی ہے اب اگر تجھے ہزار مرتبہ بھی دنیا میں جائے تو اپنی حرکات سے باز نہیں آئے گا۔ سورۃ الانعام میں ہے "وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ"۔ (آیت۔ ۲۸)

﴿۶۰﴾ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ الخ کیفیت مکذبین وانجام۔ اوران کے چہرے اس دن سیاہ ہوں گے۔

﴿۶۱﴾ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الخ نتیجہ متقین: ربط آیات: یہاں سے اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کا حال بیان کرتا ہے پرہیزگاروں کو اللہ تعالیٰ فلاح کاری اور سعادت کے سبب نجات دیگا۔ "اتَّقَوْا" سے مراد شرک و معاصی سے بچنے والے جو شرک و کبائر سے بچے وہ متقی ہیں اور جو صغائر سے بھی بچے وہ تو کامل متقی ہے بعض کہتے ہیں اس جگہ پر صرف اللہ پر جھوٹ بولنے سے بچنا مراد ہے۔ "لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْءُ" کہ نہ انکو کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ انکو کوئی رنج و غم پیش آئے گا۔ ہمیشہ خوش و خرم ہونگے۔ (تفسیر حقانی)

﴿۶۲﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ: حصر الخالقیت فی ذات باری تعالیٰ: اس آیت سے اہل سنت معتزلہ کے مقابلہ میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ بندے کے افعال نیک و بد کا بھی خالق اللہ تعالیٰ ہے البتہ بندہ کاسب ہے اسی وجہ سے سزا اور جزا کا مستوجب ٹھہرتا ہے۔

﴿۶۳﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ الخ حصر القدرت فی ذات باری تعالیٰ۔ "مَقَالِيْدُ" جمع "مقلاد" یا "مقلید" کی ہے جو تالے کی چابی کے لئے بولا جاتا ہے اور بعض حضرات نے کہا در اصل یہ لفظ فارسی زبان سے معرب کیا گیا ہے فارسی زبان میں چابی کو کلید کہتے ہیں معرب کر کے اسکو "اقلید" بنادیا پھر اسکی جمع "مقالید" لائی گئی ہے۔ (روح المعانی ص۔۷۷۔ ج۔۲۴)
مطلب یہ ہے کہ آسمان اور زمین کی چابیاں صرف اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ منکرین کا انجام۔

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ
آپ کہہ دیجئے اے پیغمبر تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اللہ کے سوا غیر کی عبادت کرواے نادانو ﴿۶۴﴾ اور البتہ تحقیق وحی کی گئی ہے آپ کی طرف اور آپ سے پہلے لوگوں کی

مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ
طرف کہ اگر شرک کیا، آپ نے تو البتہ ضائع ہوجائے گا آپ کا عمل اور ہوجائیں گے آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ﴿۶۵﴾ ایسا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ

فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ
ہی کی عبادت کرو اور شکر گزاروں میں ہوجاؤ ﴿۶۶﴾ اور نہیں قدر کی انہوں نے اللہ کی جیسا کہ حق ہے اسکی قدر کرنے کا اور زمین ساری اسکے قبضے میں ہوگی

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَنُفِخَ فِي
قیامت کے دن اور آسمان لپیٹے ہوئے ہونگے اسکے داہنے ہاتھ میں پاک ہے اسکی ذات اور بلند ہے ان چیزوں سے جنکو یہ شریک بناتے ہیں ﴿۶۷﴾ اور پھونکا جائے گا

الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ
صور میں پس بے ہوش ہوجائیگا جو ہے آسمانوں میں اور زمین میں مگر وہ جسکو اللہ چاہے پھر پھونکا جائے گا دوسری مرتبہ پس یہ لوگ کھڑے ہوجائیں گے

اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ
اور دیکھ رہے ہوں گے ﴿۶۸﴾ اور چمک اٹھے گی زمین اپنے رب کے نور سے اور رکھی جائے گی کتاب اور

وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَوُفِّيَتْ
لائے گا نبیوں کو اور گواہوں کو اور فیصلہ کیا جائے گا ان کے درمیان حق کے ساتھ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ﴿۶۹﴾ اور پورا پورا دیا جائیگا

رکوع ۷

كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٧٠﴾

ہر ایک نفس کو جو اس نے عمل کیا اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے ان تمام کاموں کو جو یہ لوگ کرتے ہیں ﴿۷۰﴾

﴿۶۴﴾ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ الخ ربط آیات: اوپر شرک کا رد تھا آگے مشرکین کی ایک پیشکش کا رد ہے۔

خلاصہ رکوع ۷ تردید مشرکین، توحید پر دلیل نقلی، تشریح وحی و نتیجہ شرک، فریضہ خاتم الانبیاء، عظمت خداوندی کی وجہ سے ظالموں سے شکوہ، حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ، تنزیہہ الرحمٰن عن الشرکاء، نفخہ اولیٰ، نتیجہ نفخہ اولیٰ، نفخہ ثانیہ، نتیجہ نفخہ ثانیہ، احوال قیامت، مجازات اعمال۔

ماخذ آیات۔ ۶۴ تا ۷۰+

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ الخ تردید مشرکین: شان نزول: ایک دفعہ مشرکین کا وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور کہنے لگے کہ آپ کی وجہ سے پورے شہر میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے، اس ساری کاروائی کے ذمہ دار آپ ہیں اور آپ سے پہلے ایک ہی نظریہ کے لوگ تھے کوئی اختلاف نہ تھا اب صلح صفائی کر لیتے ہیں تاکہ اختلاف ختم ہو جائے۔ وہ اس طرح کہ ہم آپ کے معبود کو پکارتے ہیں اور آپ ہمارے الہٰوں کو پکاریں تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا۔ (ابن کثیر۔ص۔۹۹۔ج۔۷)

﴿۶۵﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ الخ توحید خداوندی پر دلیل نقلی۔ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ...الخ تشریح وحی و نتیجہ شرک: شرک اکبر الکبائر ہے اس وجہ سے سخت حکم نازل ہو چکا ہے۔ اس آیت میں خطاب آنحضرت ﷺ کو ہے اور مراد پوری امت ہے۔

(قرطبی۔ص۔۲۴۲۔ج۔۱۵)

نبی کا ایک عمل پوری امت کے اعمال سے بڑھ کر ہے

آپ جانتے ہی ہیں کہ نبی کا ہر کام مقبول خدا ہوتا ہے بالفاظ دیگر نبی کے ایک عمل کا اور امت کے سارے اعمال کا بھی اگر موازنہ کیا جائے تو میرا اور میرے تمام اکابر کا یہ اعتقاد ہے کہ نبی کا ایک ہی عمل تمام امت کے اعمال سے بڑھ جائے گا مگر بایں ہمہ ارشاد خداوندی یہ ہے کہ اگر بالفرض آپ سے بھی شرک صادر ہو جائے تو آپ کے اعمال بھی اکارت ہو جائیں گے (نبی سے شرک کا صدور امر محال ہے لیکن صرف امت کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔) (گلدستہ توحید۔ص۔۲۱)

﴿۶۶﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ الخ فریضہ خاتم الانبیاء: مجھے تو یہی حکم ملا ہے کہ اس ایک کی عبادت کرو اور اس کا شکر گذار بنو۔

(قرطبی۔ص۔۲۴۳۔ج۔۱۵)

﴿۶۷﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ الخ عظمت خداوندی کی وجہ سے ظالموں سے شکوہ۔ یہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کا حق ہے اگرچہ یہ لوگ معرفت الٰہی کے دعویدار ہیں مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پہچانا ہی نہیں اگر پہچان لیتے تو شرک کے مرتکب نہ ہوتے۔ شان نزول: بخاری، مسلم ترمذی، اور نسائی وغیرہم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک عالم علماء یہود میں سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا اے محمد ﷺ ہماری کتاب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو ایک انگلی پر اٹھائے گا، اور زمینوں کو ایک انگلی پر اور درختوں کو پلک انگلی پر اور پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوق کو ایک انگلی پر پھر فرمائے گا میں ہوں بادشاہ جب آنحضرت ﷺ نے یہ بات سنی تو ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی پچھلی داڑھیں ظاہر ہوئیں، اس عالم کی تصدیق کے لئے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

(روح المعانی۔ص۔۳۸۴۔ج۔۱۵۔قرطبی۔ص۔۲۴۴۳۔ج۔۱۵۔معالم التنزیل۔ص۔۷۶۔ج۔۴)

وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا الخ حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ: قیامت کے دن زمین کا اللہ تعالیٰ کی مٹھی میں ہونا، اور آسمانوں کا لپیٹ کر اس کے داہنے ہاتھ میں ہونا اسلاف متقدمین کے نزدیک اپنے حقیقی معنوں میں ہے مگر مضمون آیت متشابہات میں سے ہے جسکی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ اور علماء متاخرین نے اس آیت کو ایک تمثیل ومجاز قرار دے کر یہ معنی بیان کئے کسی چیز کا مٹھی میں ہونا اور داہنے ہاتھ میں ہونا کنایہ ہوتا ہے اس پر پوری طرح قبضہ وقدرت سے یہی مکمل قبضہ وقدرت مراد ہے۔ سُبْحٰنَهٗ ۔۔۔ الخ ۔ تنزیہہ الرحمٰن عن الشرکاء۔

﴿۶۸﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ الخ نفخہ اولیٰ: علماء محققین کے نزدیک کل دو مرتبہ نفخ صور ہوگا پہلی مرتبہ سب کے ہوش اڑ جائیں گے جو زندہ ہیں وہ مردہ ہو جائیں گے اور جو مر چکے تھے ان کی ارواح پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو جائے گی۔ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ الخ نفخہ ثانیہ: اس کے بعد دوسرا نفخہ ہوگا جس سے مردوں کی ارواح مکمل طور پر ابدان کی طرف واپس آجائیں گی اور بے ہوشوں کو افاقہ ہوگا اس وقت محشر کے عجیب وغریب منظر کو حیرت زدہ ہو کر تکتے رہیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی پیشی میں تیزی سے حاضر کئے جائیں گے۔ تنبیہ: "اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ" سے بعض حضرات نے جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، اور ملک الموت مراد لئے ہیں بعض نے ان کے ساتھ عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو بھی شامل کیا ہے اور بعض کے نزدیک انبیاء اور شہداء مراد ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

﴿۶۹﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ الخ احوال قیامت: قیامت کے دن کی کیفیت یہ ہوگی کہ اس دن زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی، یہ ایسی کیفیت ہوگی جو انسان اپنے ذہن میں نہیں لاسکتے کہ وہ کیسا نظارہ ہوگا بس اللہ تعالیٰ کی تجلیات پڑ رہی ہوں گی، اور ساری زمین روشن ہو جائے گی، پھر حساب وکتاب کی منزل شروع ہو جائے گی اور ہر ایک کا اعمال نامہ سامنے رکھ دیا جائے گا، ہر شخص اس کو پڑھ سکے گا، انبیاء اور شہداء کو بطور گواہ لایا جائے گا پھر وہ اپنے ماننے اور نہ ماننے والوں کے متعلق گواہی دیں گے، جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے "اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ" (سورۃ النساء آیت ۔۴۱)

اور فرشتے بھی گواہی دیں گے "مَعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ" اس میں سائق اور شہید سے مراد فرشتے ہیں تفسیر در منثور سورۃ ق میں مذکور ہے اور ان گواہوں میں امت محمد یہ بھی ہوگی جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ" (بقرۃ ۔۱۴۳) اور ان گواہوں میں خود انسان کے اعضاء جوارح بھی ہوں گے جیسا کہ سورۃ یٰسین میں: "وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ" ۔ (آیت ۔۶۵) ﴿۷۰﴾ وَوُفِّيَتْ الخ مجازات اعمال۔ ہر شخص اپنے اعمال کی جزا وسزا پالے گا۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ

اور چلائے جائیں گے کافر لوگ جہنم کی طرف گروہ در گروہ یہاں تک کہ جب وہ آئیں گے اسکے قریب تو کھولے جائیں گے اسکے دروازے اور کہیں گے

خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ

ان کیلئے اسکے داروغے کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس رسول تم میں سے، جو پڑھتے تھے تم پر تمہارے پروردگار کی آیتیں اور ڈراتے تھے تمہیں اس دن کی ملاقات سے تو

هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ

کہیں گے وہ لوگ کیوں نہیں مگر ثابت ہو گیا عذاب کا کلمہ کفر کرنے والوں پر ﴿۷۱﴾ کہا جائے گا داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝٧٢ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ

ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اس میں پس برا ہے ٹھکانہ تکبر کرنے والوں کا ﴿۷۲﴾ اور چلائے جائیں گے وہ لوگ جو ڈرتے رہے اپنے پروردگار سے جنت کی طرف

زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ

گروہ در گروہ یہاں تک کہ جب وہ پہنچیں گے اس کے قریب اور کھولے جائیں گے اس کے دروازے اور کہیں گے انکو اسکے داروغے سلام ہو تم پر خوش رہو

فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝٧٣ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ

داخل ہو جاؤ اس جنت میں ہمیشہ رہنے والے ﴿۷۳﴾ اور کہیں گے وہ سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے سچا کیا ہے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ اور وارث بنایا ہے ہم کو اس سرزمین کا ہم ٹھکانہ

مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاۗءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝٧٤ وَتَرَى الْمَلٰۗىِٕكَةَ حَاۗفِّيْنَ مِنْ

پکڑتے ہیں جنت میں جہاں بھی چاہیں پس کیا اچھا ہے بدلہ عمل کرنے والوں کا ﴿۷۴﴾ اور دیکھے گا تو فرشتوں کو کہ گھیرنے والے ہونگے عرش کے گرد تسبیح کریں گے اپنے پروردگار

حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٧٥

کی تعریف کے ساتھ اور فیصلہ کیا جائے گا ان لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ اور یہی بات کہی جائے گی کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ﴿۷۵﴾

﴿۷۱﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا الخ ربط آیات: اوپر قیامت کا ذکر تھا "ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى" نفخہ ثانیہ کے بعد کیا ہوگا اصولاً اس کے بعد دو گروہ ہوں گے ایک کافروں کا اور ایک مؤمنوں کا یہاں سے ان دو گروہوں کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❽ نتیجہ مجرمین، مجرمین کی رسوائی، مکالمہ درونۂ جہنم۔ مجرمین کا اقرار، نتیجہ مجرمین، حکم خداوندی، نتیجہ متقین، متقین کی سرفرازی، متقین کی سلامی، متقین کی ادائیگی شکر، مشاغل ملائکہ، استحقاق الحمد والثناء۔ ماخذ آیات ۔۷۱ تا ۷۵+

نتیجہ مجرمین: حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخلاص فی العبادت سے انکار کرنے والوں کو جہنم کی طرف بھیجا جائے گا۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ذلت ورسوائی ساتھ جیسے قیدی کو حاکم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ (قرطبی ۔ص۔۲۵۰۔ج۔۱۵)

حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا الخ مجرمین کی رسوائی۔ وَقَالَ لَهُمْ الخ مکالمہ درونۂ جہنم۔ قَالُوْا بَلٰى الخ مجرمین کا اقرار۔ کیوں نہیں بے شک اللہ کے رسول ہمارے پاس آئے تھے مگر ہماری بدبختی تھی کہ ان کی آواز پر لبیک نہیں کہا۔ وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ الخ نتیجہ مجرمین۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کفر کرنے والوں پر عذاب کا کلمہ ثابت ہو گیا۔

﴿۷۲﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا الخ حکم خداوندی۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا الخ۔ جہنم میں داخل کر کے دوام کا پیغام سنا دیا جائے گا۔ ﴿۷۳﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا الخ نتیجہ متقین۔ اخلاص فی العبادت اختیار کرنے والوں کو جنت کی طرف بھیجا جائے گا، علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ عزت واکرام کے ساتھ جیسے وفد بادشاہوں کی ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ (قرطبی ۔ص۔۲۵۰۔ج۔۱۵)

حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا الخ متقین کی سرفرازی: یہاں تک کہ جب وہ جنت کے قریب پہنچیں گے۔ "وَفُتِحَتْ" اور اس کے دروازے کھولیجائیں گے۔ یہاں پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ پہلے جہنمیوں کا حال بیان کیا ہے وہاں "فُتِحَتْ" سے "و" نہیں ہے مگر یہاں جنتیوں کے لئے "فتحت" سے پہلے "و" لائی گئی ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ "و" زائد ہے۔ مگر بعض فرماتے ہیں کہ اس "و" سے حال کی طرف اشارہ ملتا ہے اور مطلب یہ بنتا ہے کہ جب وہ جنت کے قریب پہنچیں گے تو اس حال میں کہ دروازے پہلے سے کھلے ہوئے ہوں گے اور وہاں انہیں دروازہ

کھلنے کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا اور جنت کے داخلے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

(معالم العرفان۔ص۔۲۵۱۔ج۔۱۶)

وَقَالَ لَهُمْ الخ متقین کی سلامی۔ ﴿۴۷﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الخ متقین کی ادائیگی شکر۔ جنت میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں گے کہیں گے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اللہ پاک کا شکر ہے جو اس نے وعدے اپنے نبیوں کی زبانی دنیا میں کئے تھے آج وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ان کو حکم ہے جہاں چاہیں رہیں لیکن ہر کوئی وہی جگہ چاہے گا جو اس کے واسطے پہلے سے رکھی ہے۔ اور بعض کے نزدیک مراد یہ ہے کہ جنت میں سیر و ملاقات کے لیے کہیں آنے جانے کی روک ٹوک نہ ہوگی۔ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ الخ تشریح وعدہ :اس سے مراد جنت کی زمین ہے۔ (تفسیر عثمانی۔ص۔۶۰۵)

﴿۷۵﴾ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ... الخ مشاغل ملائکہ۔ جب اللہ تعالیٰ حساب و کتاب کے لئے نزول اجلال فرمائیں گے اس وقت فرشتے عرش کے اوپر حلقہ باندھے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہونگے اور تمام بندوں میں ٹھیک انصاف کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ... الخ استحقاق الحمد والثناء : جس پر ہر طرف سے جوش و خروش کے ساتھ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" کا نعرہ بلند ہوگا یعنی ساری خوبیوں کے لائق ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے جس نے ساری جہان کا ایسا عمدہ فیصلہ کیا، اسی نعرہ تحسین پر مجلس برخاست ہو جائے گی۔ (سبحان اللہ)

تمت سورۃ الزمر بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین
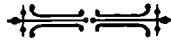
بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ المؤمن

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام المؤمن ہے اس سورۃ کے چوتھے رکوع میں فرعون کے خاندان کے ایک مؤمن شخص کا ذکر ہے جس کی وجہ سے اس سورۃ کا نام سورۃ المؤمن رکھا ہے۔ اس سورۃ کا نام سورۃ الغافر اور سورۃ الطول بھی ہے۔ اور یہ سورۃ الزمر کے بعد نازل ہوئی ہے۔
(روح المعانی۔ص۔۳۰۴۔ج۔۲۴)

یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں چالیسویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔۶۰۔ ویں نمبر پر ہے، اس سورۃ میں۔۹۔ رکوع۔۸۵۔ آیات ہیں، اور یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

ربط آیات۔ ❶ سورۃ الزمر کے آخر میں نتائج متقین ومجرمین کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ۔ وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا الخ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا الخ اس سورۃ کی ابتداء میں بھی نتائج کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ۔ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ الخ سے وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ تک۔ ❷ سورۃ الزمر کی ابتداء میں صداقت قرآن کا ذکر تھا۔ کما لا یخفی۔
تو اس سورۃ کی ابتداء میں بھی صداقت قرآن کر ذکر ہے۔ کما لا یخفی۔ ❸ گزشتہ سورۃ کے آخر میں دلائل عقلی کے ساتھ توحید خداوندی کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ۔ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ الخ تو اس سورۃ کے آخر میں بھی دلائل عقلی کے ساتھ توحید خداوندی کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ۔ اَللّٰهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الخ

موضوع سورۃ : حضرت لاہوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں "حوامیم سبعه مکیه" ہیں سب سورتوں میں "دعوت الی القرآن" ہے۔ البتہ ہر ایک کا عنوان علیحدہ ہے چنانچہ سورۃ المؤمن کا موضوع مخالفین قرآن کریم کے لئے انذار ہے۔
اور یہ پہلی سورۃ ہے جو "حٰم" سے شروع ہے اس کے بعد سورۃ حٰم سجدہ، سورۃ الشوریٰ، سورۃ الزخرف، سورۃ الدخان، سورۃ الجاثیہ اور سورۃ الاحقاف بھی حٰم سے شروع ہے ان سورتوں کو حوامیم سبعہ کہا جاتا ہے۔

خلاصہ سورۃ : صداقت قرآن، آنحضرت کی رسالت، تذکیرات ثلاثہ، مجرمین کے لئے مہلت، مجازات اعمال، تسلیات خاتم الانبیاء، تخویفات مشرکین، عظمت خداوندی، عجز ماسوا اللہ، ملائکہ سے الوہیت کی نفی، فرائض خاتم الانبیاء حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مقابلہ، مرد مؤمن کی تبلیغ، مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ، منکرین کے شبہات اور ان کے جوابات، حصر النداء فی ذات اللہ تعالیٰ۔ واللہ اعلم

فضائل سورۃ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر چیز کا ایک خلاصہ ہوتا ہے اور بلاشبہ قرآن کریم کا خلاصہ وہ سورتیں ہیں جو "حٰم" سے شروع ہوتی ہیں۔ (ابن کثیر۔ص۔۱۱۱۔ج۔۷۔ روح المعانی۔ص۔۴۰۲۔ج۔۲۴)
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حوامیم دیباجۃ القرآن ہیں یعنی انکو قرآن کریم کی زینت بھی کہا گیا ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سورتیں حوامیم ہیں یعنی "حٰم" سے شروع ہوتی ہیں وہ سات ہیں اور جہنم کے دروازے بھی سات ہیں ہر دروازے پر سورۃ حٰم اپنے تلاوت کرنے والے کو عذاب جہنم سے بچانے والی ہوگی۔

(روح المعانی۔ص۔۴۰۲۔ج۔۲۴)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے صبح کو سورۃ المؤمن شروع سے لے کر "اِلَيْهِ الْمَصِيرُ" تک تلاوت کی اور ساتھ آیۃ الکرسی بھی پڑھ لی تو یہ شخص شام تک اسکی وجہ سے مصائب وتکلیف سے محفوظ رہے گا، اور جس نے ان دونوں کو شام کے وقت پڑھا وہ صبح تک محفوظ رہے گا۔
اس کو ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ جسکی سند میں ایک راوی متکلم فیہ ہے۔ (ابن کثیر۔ص۔۱۱۱۔ج۔۷)

سورۃ المؤمن مکیۃ وھی خمس وثمانون آیۃ وتسع رکوعات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ② غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ

حم ﴿۱﴾ اتارنا کتاب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو غالب اور سب کچھ جاننے والا ہے ﴿۲﴾ بخشنے والا ہے گناہ کو اور توبہ قبول کرنے والا ہے

شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ

سخت عذاب والا ہے طاقت والا ہے نہیں کوئی الٰہ اس کے سوا اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ﴿۳﴾ نہیں جھگڑا کرتے اللہ کی آیتوں میں مگر وہ لوگ

اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ④ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ

جنہوں نے کفر کیا پس نہ آپکو دھوکے میں ڈالے ان لوگوں کا چلنا پھرنا شہروں میں ﴿۴﴾ جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے اور بہت سے فرقوں نے

مِنْۢ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا

انکے بعد اور ارادہ کیا ہر ایک امت نے اپنے رسول کے بارے میں کہ اس کو پکڑ لیں اور جھگڑا کیا انہوں نے باطل کے ساتھ تاکہ گرا دیں اس کیساتھ

بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ⑤ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ

حق کو پس میں نے پکڑا انکو پس کس طرح ہوئی میری سزا ﴿۵﴾ اور اسی طرح ثابت ہوا تیرے رب کا کلمہ ان لوگوں پر جنہوں نے

كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ⑥ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ

کفر کیا بیشک وہ دوزخ والے ہیں ﴿۶﴾ جو اٹھا رہے ہیں عرش کو اور جو اسکے ارد گرد ہیں وہ تسبیح بیان کرتے ہیں تعریف کیساتھ اپنے رب کی اور ایمان رکھتے ہیں

رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا

اس پر اور بخشش طلب کرتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار وسیع ہے ہر چیز پر تیری رحمت اور علم پس بخش دے ان لوگوں

فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ⑦ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ

کو جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستے پر چلے اور بچا انکو آگ کے عذاب سے ﴿۷﴾ اے ہمارے پروردگار اور داخل کر انکو رہنے کے

عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۗ اِنَّكَ

باغوں میں جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور انکو بھی جو نیک ہوں انکے آباؤ اجداد میں سے اور انکی بیویوں اور اولادوں میں سے بیشک تو غالب

اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑧ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۗ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ

اور حکمت والا ہے ﴿۸﴾ اور بچا انکو برائیوں سے اور جسکو تو بچائے برائیوں سے پس بیشک تو نے اس پر مہربانی

وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾

فرمائی اور یہ ہے وہ بڑی کامیابی ﴿۹﴾

خلاصہ رکوع ❶ : صداقت قرآن، صفات خداوندی، آیات الٰہیہ میں مجادلہ کی ممانعت، امہال کفار تذکیر بایام اللہ سے مخالفین قرآن کے لئے انذار و تسلی خاتم الانبیاء، مشاغل ملائکہ، ملائکہ کی ادعیہ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ بقیہ ادعیہ۔ ۶۔ نتیجہ متقین۔ ماخذ آیات۔ ۲ تا ۹+

﴿۲﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ الخ صداقت قرآن : یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی ہے۔ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ الخ صفات خداوندی۔ ﴿۳﴾ صداقت قرآن کے بعد اللہ تعالیٰ کی چھ صفات بیان فرمائی ہیں اور صفات الٰہیہ دو قسم پر ہیں۔ ❶ صفات جلالیہ۔ ❷ صفات جمالیہ۔ صفات جلالیہ وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور ناراضگی کا ذکر ہے۔ اور صفات جمالیہ وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے انعام ورحمت اور معافی کے اعلان کا ذکر ہے۔ پہلی صفت یہ ہے کہ وہ عزیز ہے یعنی زبردست۔ دوسری صفت یہ ہے کہ وہ علیم ہے یعنی ہر چیز کو پوری طرح جانتا ہے۔ تیسری صفت یہ ہے کہ وہ گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ کفر وشرک بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا اور اس کے علاوہ گناہ کبیرہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں اور بغیر توبہ کے بھی اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت سے معاف فرما دیتے ہیں۔ مگر معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ گناہ کبیرہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں جتنی بھی اپنی صفات بیان فرمائی ہیں ان میں کسی کے درمیان واؤ کو ذکر نہیں فرمایا مگر "غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ" کے درمیان واؤ کو کیوں ذکر فرمایا ہے؟ جواب: اگر واؤ کو ذکر نہ کرتے تو سمجھنے والا سمجھتا کہ گناہوں کو معاف کرنا اور توبہ کو قبول کرنا ایک چیز ہے مطلب یہ ہے کہ توبہ کرو گے تو گناہ بخشے جائیں گے ورنہ نہیں اس لئے درمیان میں واؤ کو ذکر کیا کہ توبہ سے بھی گناہ معاف ہوتے ہیں اور بغیر توبہ کے محض رحمت الٰہیہ سے بھی گناہ معاف ہوتے ہیں واؤ کے ذریعہ عطف ڈال دیا اور عطف مغایرت کا تقاضا کرتا ہے۔ (بیضاوی)

"غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ" اور "ذِي الطَّوْلِ" صفات جمالیہ ہیں تو درمیان میں "شَدِيْدِ الْعِقَابِ" صفت جلالی کو ذکر کیا ترتیب کو قائم کیوں نہیں رکھا؟ جواب اس میں ایک نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ میرا جمال میرے جلال پر غالب ہے حدیث شریف میں ہے "ان رحمتی وسعت غضبی"۔ اور چوتھی صفت: یہ ہے کہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے، پانچویں صفت: یہ ہے کہ وہ سخت سزا دینے والا ہے، چھٹی صفت: یہ ہے کہ وہ قدرت والا ہے۔

نحوی تحقیق: "تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ" یہ مبتداء ہے اور "مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ" یہ موصوف ہے اپنی صفات کے ساتھ ملکر خبر ہے، اس میں لفظ اللہ مجرور ہے یہ موصوف ہے "الْعَزِيْزِ" صفت اول "الْعَلِيْمِ" صفت ثانی "غَافِرِ الذَّنْبِ" صفت ثالث اور "قَابِلِ التَّوْبِ" یہ اس پر معطوف ہے۔ فائدہ: لفظ "اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ" یہ سب معرفہ ہیں قاعدہ یہ ہے کہ اسم فاعل کی اضافت لفظی فائدہ دیتی ہے مگر تعریف کا فائدہ نہیں دیتی، لفظی فائدہ یہ ہے کہ مضاف پر تنوین نہیں آتی جیسے "غَافِرِ" تھا تو اضافت کی وجہ سے اس پر تنوین نہیں آئی، معنوی کوئی فائدہ نہیں دیتی وہ نکرہ ہی رہتا ہے۔ اب اس پر اشکال یہ ہے کہ "اللّٰهِ" "الْعَزِيْزِ" اور "الْعَلِيْمِ" معرفہ ہیں اور "غَافِرِ" معرفہ نہیں ہے بلکہ نکرہ ہے اور "غافر" کی "الذنب" کی طرف اضافت ہے تو نکرہ کیسے معرفہ کی صفت بن گیا؟ جواب یہ ہے کہ جب اسم فاعل میں دوام استمرار کے معنی ہوں تو "یفید المعرفة"۔ یعنی معرفہ کا فائدہ دیتا ہے، اور حال یا استقبال کا معنی ہو تو پھر تعریف کا فائدہ نہیں دیتا، اور یہاں اسم فاعل دوام واستمرار کے معنی میں ہے۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ "شدید" صفت مشبہ ہے اور صفت مشبہ میں دوام بھی ہو تو معرفہ کا فائدہ نہیں دیتا، تو یہ معرفہ کی صفت کیسے بنا؟ تو اس کا

جواب یہ ہے کہ "شدید" صفت مشبہ ہے مگر فاعل کے معنی میں ہے اور جب فاعل کے معنی میں ہو اور فاعل میں دوام واستمرار کا معنی ہو تو مفید المعرفہ۔
(روح المعانی۔ص۔۳۰۴۔ج۔۲۴)

﴿۴﴾ مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ الخ آیات الٰہیہ میں مجادلہ کی ممانعت۔ اس آیت میں جدال فی القرآن کو کفر قرار دیا ہے۔
(مظہری۔ص۔۲۴۲،۲۴۲۔ج۔۸)

حدیث میں ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ نے دو آدمیوں کی آواز سنی جو کسی آیت قرآن کریم میں جھگڑ رہے تھے، آپ نے غصہ فرمایا، اور باہر تشریف لائے کہ آپ کے چہرے مبارک سے غصہ کے آثار محسوس ہو رہے تھے اور فرمایا کہ تم سے پہلی امتیں اسی سے ہلاک ہوئیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جدال کرنے لگی تھیں۔ (مظہری۔ص۔۲۴۲۔ج۔۸۔مدارک۔ص۔۶۵۔ج۔۴)

یہ جھگڑا جس کو قرآن کریم اور حدیث رسول ﷺ میں کفر قرار دیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ قرآنی آیات پر طعن وتشنیع کرنا، اور فضول قسم کے شبہات پیدا کرنا، یا کسی آیت قرآنی کے ایسے معنی بیان کرنا جو دوسری آیات قرآنی اور نصوص سنت کے خلاف ہوں جو تحریف قرآن کے درجہ میں ہوں ورنہ کسی مبہم یا مجمل کلام کی تحقیق یا مشکل کلام کا حل تلاش کرنا یا کسی آیت سے احکام ومسائل کے استنباط میں آپس میں تحقیق تمحیص کرنا اس میں داخل نہیں ہے بلکہ اس میں تو اجر وثواب ہے۔

(مظہری۔ص۔۲۴۲۔ج۔۸۔قرطبی۔ص۔۲۵۷۔ج۔۱۵۔مدارک۔ص۔۶۵۔ج۔۴)

فَلَا يَغْرُرْكَ الخ امہال کفار: ان کفار کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے۔ مطلب یہ ہے کہ کفار کی عیش وعشرت اور آرام وآسائش کی زندگی یہ سہولتیں ان کے اچھے ہونے کی دلیل نہیں بلکہ یہ اللہ کی طرف سے مہلت ہے اور وہ جب چاہے گا انہیں اپنی گرفت میں لے لے گا۔

﴿۵﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ الخ تذکیر بایام اللہ سے مخالفین قرآن کے لئے انذار وتسلی خاتم الانبیاء: اللہ نے تاریخی مثال بیان فرمائی ہے کہ پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی تکذیب کی اور بہت سے اور گروہوں نے بھی قوم نوح کے بعد بھی تکذیب کی مثلاً عاد وثمود وغیرہ انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور مبتلاء عذاب ہوئے جو امتیں پہلے گذری ہیں ان میں سے ہر امت نے اپنے نبی کو پکڑنے کا ارادہ کیا تا کہ قتل کر دیں اور بعض انبیاء کو قتل بھی کر دیا اور ان لوگوں نے باطل کے ذریعے جھگڑا کیا تا کہ حق کو مٹا دیں کچھ دن ان کا یہ طریقہ کار رہا بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کے گرفت فرمائی۔ جیسے اللہ نے ان کا حشر کیا ان کا بھی ویسا ہی حشر کیا جائے گا۔

﴿۶﴾ فیصلہ خداوندی۔ ﴿۷﴾ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ الخ مشاغل ملائکہ: حاملین عرش اور حافین حول العرش ملائکہ عظام تسبیح وتحمید الٰہی بیان کرتے ہیں اور مؤمنوں کے حق میں یہ دعائیں کرتے ہیں۔ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ الخ ملائکہ کی ادعیہ۔ ا۔ ۲۔ ۳۔

﴿۸﴾ بقیہ ادعیہ۔ ۴۔ ۵۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مؤمن جب جنت میں داخل ہوگا تو پوچھے گا کہ میرا باپ اور بیٹا اور بھائی کہاں ہیں؟ تو کہا جائے گا کہ وہ عمل میں تیرے درجہ تک نہیں پہنچے وہ کہے گا کہ میں نے تو اپنے لئے بھی عمل کیا اور ان کے لئے بھی پھر ان کو اس کے درجے میں ملایا جائے گا پھر سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے یہ آیت پڑھی رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ۔ (ابن کثیر۔ص۔۱۱۶۔ج۔۷)

﴿۹﴾ بقیہ ادعیہ۔ ۶۔ ونتیجہ متقین۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى

بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا، وہ پکارے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا اللہ کی ناراضگی زیادہ بڑی ہے تمہاری اپنی جانوں پر ناراضگی سے

الْاِیْمَانِ فَتَکْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا

جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے ﴿۱۰﴾ اور وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! تو نے موت دی ہمیں دو دفعہ اور زندہ کیا دو دفعہ پس ہم اقرار کرتے ہیں

فَهَلْ اِلٰی خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ

اپنے گناہوں کا پس کیا نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟ ﴿۱۱﴾ یہ اسلئے کہ جب پکارا جاتا تھا اللہ وحدہ لاشریک کو تو تم کفر کرتے تھے اور اگر شرک کیا جاتا تھا اس کے ساتھ تو تم یقین کر لیتے تھے پس حکم

تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ ﴿۱۲﴾ هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ وَیُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ

اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو بلند اور بڑا ہے ﴿۱۲﴾ اللہ تعالیٰ وہی ہے جو دکھاتا ہے تمہیں اپنی نشانیاں اور اتارتا ہے آسمان کی طرف سے تمہارے لئے روزی اور

وَمَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

نہیں نصیحت حاصل کرتا مگر وہ شخص جو رجوع رکھتا ہے ﴿۱۳﴾ پس پکارو اللہ تعالیٰ کو اس حال میں کہ خالص کرنے والے ہو اسی کی اطاعت اگرچہ پسند کرتے ہیں اسکو کفر کرنیوالے ﴿۱۴﴾

رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِیُنْذِرَ

وہ بلند درجوں والا ہے عرش کا مالک ہے اتارتا ہے روح (وحی) اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے تاکہ

یَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ

ڈرائیں وہ ملاقات کے دن سے ﴿۱۵﴾ جس دن سے وہ ظاہر ہونے والے ہونگے نہیں مخفی ہوگی اللہ کے سامنے ان میں سے کوئی چیز کس کیلئے ہے بادشاہی آج کے دن اللہ تعالیٰ کیلئے

الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

جو اکیلا ہے اور دباؤ والا ہے ﴿۱۶﴾ آج بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا نہیں زیادتی ہوگی آج کے دن بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے ﴿۱۷﴾

وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَی الْحَنَاجِرِ كٰظِمِیْنَ ۬ؕ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ

اور ڈرا دیں آپ ان کو قریب آنے والے دن سے جبکہ دل غم سے بھر کر گلوں تک پہنچ رہے ہونگے نہیں ہوگا ظالموں کیلئے کوئی دوست اور نہ کوئی سفارشی جس

وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ ؕ

کی بات مانی جائے گی ﴿۱۸﴾ وہ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کو اور جس چیز کو سینے چھپاتے ہیں ﴿۱۹﴾ اور اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے حق کے ساتھ اور یہ جنکو پکارتے ہیں

وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۲۰﴾ ع

اس کے سوا وہ نہیں فیصلہ کرتے کسی چیز کا بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ سننے والا اور دیکھنے والا ﴿۲۰﴾

﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا... الخ ربط آیات۔... اوپر ذکر تھا کہ کفار جہنم میں جائیں گے "اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ" یہاں سے بھی ان کفار کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷: رسوائی کفار، مجرمین کا اقرار جرم، مجرمین کی تمنا، سبب خلود فی النار توحید پر عقلی دلیل، عظمت خداوندی، التزام اطاعت،

مستفیدین من الآیات، فریضہ خاتم الانبیاء، شدت یوم قیامت، مجازات اعمال، وسعت علم باری تعالیٰ، ماسوا اللہ سے حاکمیت کی نفی۔

ماخذ آیات۔ ۱۰ تا ۲۰+

رسوائی کفار : بے شک وہ لوگ جنہوں نے اس دنیا میں کفر کا شیوہ اختیار کیا یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات انبیاء اور کتب سماویہ کا انکار کیا "یُنَادَوْنَ" آخرت کے دن ان کو پکار کر کہا جائے گا "لَمَقْتُ اللّٰہِ اَکْبَرُ" اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ آخرت کی تکالیف دیکھ کر جس قدر تم اپنی جانوں سے بیزار ہو رہے ہو اللہ تعالیٰ دنیا میں تمہارے اعمال سے اس سے زیادہ بیزار تھا اور دوسرا یہ کہ آخرت میں جس قدر عذاب دیکھ کر تم اپنے سے بیزار ہو رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ خود تم سے بیزار ہے اس دوسری صورت میں دونوں بیزاریوں کا زمانہ ایک ہی رہا۔ (کمالین شرح جلالین۔ ص۔ ۴۷۰۔ ج۔ ۵)

﴿۱۱﴾ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ الخ مجرمین کا اقرار جرم۔ وہ کافر لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم جو دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کیا کرتے تھے اب ہم کو اپنی غلطی معلوم ہو گئی ہے چنانچہ دیکھ لیا کہ آپ نے ہم کو دو مرتبہ مردہ رکھا ایک مرتبہ پیدائش سے پہلے کہ ہم بے جان مادہ کی صورت میں تھے اور دوسری مرتبہ اس عالم میں آنے اور زندہ ہونے کے بعد متعارف موت سے زندہ ہوئے اور دوسری زندگی دی ایک دنیا کی زندگی اور دوسری آخرت کی زندگی۔ یہ چار حالتیں ہیں جن میں سے انکار تو صرف ایک یعنی آخرت کی زندگی کا تھا مگر باقی تین حالتیں کا ذکر اس لئے کر دیا کہ وہ یقینی تھیں اور اس اقرار کا مقصد یہ تھا کہ اب چوتھی قسم بھی پہلی تین کی طرح یقینی ہو گی۔ (بیان القرآن)

حیات مطلقہ کا بیان

اس آیت میں جس حیات کا ذکر ہے وہ حیات مطلقہ، حیات کاملہ اور پوری حیات ہے اور ایسی حیات یا تو دنیا میں ہوتی ہے اور یا قیامت کے دن ہو گی اور اس حیات کی علامت یہ ہے کہ اس میں روح تمام بدن میں سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے اور روح بدن کی تدبیر اور اس میں تصرف کرتی ہے اور ایسی مطلق اور کامل حیات میں بدن کو عادۃً خوراک وغیرہ کی حاجت پڑتی ہے اور بدن میں حس وحرکت ہوتی ہے جس کا بخوبی لوگ مشاہدہ کر سکتے ہیں اور ایسی حیات صرف دو دفعہ ہو گی دنیا میں اور آخرت میں رہی قبر اور برزخ کی حیات تو وہ مطلق اور کامل حیات نہیں بلکہ فی الجملہ اور نوع من الحیاۃ اس میں روح کا اتصال ربط اور تعلق بدن عنصری کے اہم اجزاء کے ساتھ ہے جن سے فہم وشعور اور ادراک ہو سکے اور قبر کی راحت وکلفت کا ادراک ہو سکے اور اس حیات میں بدن عنصری نہ تو خوراک اور لباس وغیرہ کا محتاج ہوتا ہے اور نہ ظاہری طور پر حس وحرکت اور جنبش کرتا ہے جس کا مشاہدہ کیا جا سکے اور اسی معنیٰ کو نہ سمجھتے ہوئے معتزلہ وغیرہ باطل فرقوں کو عذاب قبر اور راحت قبر کے بارے میں بڑی الجھنیں پیدا ہوئی ہیں مگر حقیقت کو وہ نہیں پا سکے اور اہل حق سنت کی پیروی کی بدولت اس راز کو پا گئے ہیں اور ان کے لئے اس میں کوئی دقت باقی نہیں رہی۔

چنانچہ حافظ ابن القیم نے ابن حزم رحمہ اللہ کا یہ اعتراض نقل کر کے یہ جواب دیا ہے کہ: "قُلْتُ مَا ذَکَرَہٗ اَبُوْ مُحَمَّدٍ فِیْہِ حَقٌّ وَبَاطِلٌ اَمَّا قَوْلُہٗ من ظن ان المیت یحیٰ فی قبرہ فخطاء فھذا فیہ اجمال ان ارادبہ الحیاۃ المعھودۃ فی الدنیا التی تکون فیھا الروح بالبدن وتدبرہ وتصرفہ ویحتاج معھا الی الطعام والشراب واللباس فھذا خطاء کما قال والحس والعقل یکذبہ کما یکذبہ النص وان اراد بہ حیاۃ اخریٰ غیر ھذا الحیاۃ بل تعاد الروح الیہ اعادۃ غیر اعادۃ الماٰلوفۃ فی الدنیا یسئل ویمتحن فی قبرہ فھذا حق ونفیہ خطاء وقد دل علیہ النص الصحیح الصریح وھو قولہ ﷺ فتعاد الروح فی جسدہ الخ "۔ (کتاب الروح۔ ص۔ ۵۲)

میں کہتا ہوں کہ ابو محمد بن حزم رحمہ اللہ کہ اس قول میں حق بھی ہے باطل بھی ہے ان کا یہ کہنا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں میت قبر میں زندہ کی جاتی ہے

غلط ہے اس میں اجمال ہے اگر ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اس زندگی سے دنیا کی معہود زندگی مراد لیتے ہیں جس میں روح بدن میں قوام اور اسکی تدبیر اور تصرف کرتی ہے اور اس میں کھانے پینے اور لباس کی ضرورت پڑتی ہے تو ایسی حیات کا قول ہے جیسا کہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اور حس وعقل اور نص اس کی تکذیب کرتی ہے اور اگر قبر کی حیات سے اس معہود حیات کے علاوہ کوئی اور حیات مراد ہو جس میں روح بدن کی طرف لوٹائی جائے لیکن یہ اعادہ دنیا کی معہودہ زندگی کے اعادہ کے علاوہ ہوتا ہے کہ قبر میں اس کا سوال اور امتحان ہو سکے تو ایسی حیات حق ہے اس کی نفی غلط ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور صریح حدیث اس پر دال ہے کہ روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔

(بحوالہ تسکین الصدور۔ص۔۱۲۷)

جب اہل حق کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر اور برزخ میں حیات حاصل ہے اور آپ کی روح مبارک کا تعلق آپ کے جسد مبارک کے ساتھ ہے جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیوی جسم کے ساتھ حیات حاصل ہے تو مخالفین کہتے ہیں پھر یہ تو تیسری حیات ہوگی حالانکہ قرآن کریم میں دو موتیں اور دو حیاتوں کا ذکر ہے۔

جواب: (۱) جب ان عقائد ونظریات کو بغور دیکھا جائے تو واضح معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات تین حیاتیں اور تین موتوں کے قائل ہیں وہ اس طرح کہ جب آپ کی روح مبارک جسم کافوری ونورانی میں داخل ہوگی تو تیسری حیات نمودار ہوگی اور جب اس سے روح اقدس کو نکالا جائے گا تو تیسری موت وجود میں آجائیگی لہذا ہمیں دو موتیں اور دو حیاتوں کا طعن دینے کی بجائے اپنے عقائد پر نظر ثانی کریں۔

جواب: (۲) چونکہ قبر وبرزخ کی زندگی کوئی مستقل زندگی نہیں ہے بلکہ وہ یا تو دنیا کی زندگی کا تتمہ ہے یا آخرت کی زندگی کا مقدمہ ہے اس لئے اس کا ذکر الگ نہیں کیا، اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ الخ مجرمین کی تمنا: پس ہے نکلنے کا کوئی راستہ۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں چلے جائیں اور اپنے سابقہ اعمال کی تلافی کر کے واپس آجائیں فرمایا ایسا نا ممکن ہے۔ ﴿۱۲﴾ سبب دخول فی النار :اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تمہیں دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا جاتا تھا تو تمہیں اچھا نہیں لگتا تھا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتے تھے اور اسی انکار پر جمے رہتے تھے اور اگر تمہارے سامنے کوئی ایسا موقع آجاتا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جاتا تو تم اسے مان لیتے تھے اور اسے صحیح کہتے تھے اور اس کے اقراری ہو جاتے تھے وہ دنیا گذر گئی تم اس میں برابر کافر ہی رہے آج چھٹکارے کا راستہ نہیں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ تمہیں عذاب ہی دینا ہے۔

﴿۱۳﴾ توحید پر عقلی دلیل : وہ اپنی قدرت کے بہت سے کرشمے دکھاتا ہے لیکن لوگوں کے دلوں میں اللہ کی طرف رجوع نہیں پایا جاتا اس لئے نہیں مانتے۔ **وَمَا يَتَذَكَّرُ** الخ مستفیدین من الآیات: اور جن لوگوں کے دلوں میں رجوع الی اللہ ہے وہ فوراً تسلیم کر لیتے ہیں۔ ﴿۱۴﴾ التزام اطاعت :اے ایمان والو! تم ایک اللہ ہی کو پکارو اگرچہ کفار نا پسند کریں۔

﴿۱۵﴾ **رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ** : عظمت خداوندی : یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ حضرات مفسرین نے اس کے دو معنی بیان کئے ہیں۔ پہلا معنی یہ ہے کہ وہ درجات کو بلند کرنے والا ہے جو مؤمن بندے نیک کاموں میں لگے ہوئے ہیں قیامت کے دن ان کے درجات بلند کرے گا اور اس دنیا میں بھی اس نے اپنے بندوں میں فرق ومراتب رکھے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "**وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ**" دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مرتفع الدرجات ہے یعنی عظیم الصفات ہے۔

يُلْقِي الرُّوحَ۔ یہاں روح سے مراد وحی ہے یعنی وحی کو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اتارتا ہے وحی کو روح اس لئے فرمایا ہے کہ جس طرح روح کے ذریعہ حیات حاصل ہوتی ہے اسی طرح وحی کے ذریعہ بھی دلوں کو حیات حاصل ہوتی ہے۔

(روح المعانی۔ص۔۳۲۲۔ج۔۲۴)

اور لفظ "مِنْ اَمْرِهٖ" کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ روح کا بیان اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ "مِنْ" ابتدائیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ روح یعنی وحی کا نازل ہونا اس کے حکم سے ہے ایک قول یہ بھی ہے کو روح سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کو اپنا حکم پہنچانے کیلئے نازل فرماتا ہے۔ (روح المعانی۔ص۔ ۴۲۲، ۴۲۳۔ج۔ ۲۴)

چنانچہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے مراد وحی ہے۔ جب کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے جو قلوب میں ایسے جاری ہوتا ہے جیسے روح جسم میں جاری ہوتی ہے جب کہ امام تفسیر ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر "جبرئیل علیہ السلام" سے کی ہے یعنی روح سے وہ مراد ہیں کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام چونکہ علوم الٰہیہ کا القاء قلوب پر کرتے ہیں لہٰذا وہ دلوں کی حیات ہوئے۔ جب کہ امام ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس سے ہر وہ نعمت مراد لی جاسکتی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور ہدایت یافتہ بندوں پر ایمان کی تفہیم کے سلسلہ میں نازل فرماتا ہے۔

لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ. فریضہ خاتم الانبیاء : تا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ بندہ جس کی طرف وحی بھیجی ملاقات کے دن سے ڈرائے۔ "التلاق" لقی یلقی" باب تفاعل کا مصدر ہے جو جانبین سے ملاقات کرنے پر دلالت کرتا ہے اس کے آخر سے "یا" حذف کردی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس بندے پر چاہا وحی بھیج دی تا کہ وہ قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرائے اس دن نیک بندے اپنے اچھے اعمال کی جزاء سے اور برے بندے اپنی بداعمالیوں کے سزا سے ملاقات کریں گے۔

نیز آیت میں لفظ "یلقی" سے استمرار تجددی مفہوم ہوتا ہے یعنی یہ القاء روح سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر جناب سرور کونین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس تک تسلسل کی ساتھ جاری رہا اور وہ قیام قیامت تک ہر اس شخص پر متصلاً جاری رہے گا جو دعوت دین پر قائم رہے گا۔ جیسے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان اللہ تعالیٰ یبعث لهذہ الأمة علی رأس کل مأۃ سنة من یجدد لها دینها۔

﴿۱۶﴾ شدت یوم قیامت: "لِمَنِ الْمُلْكُ" یعنی قیامت کے دن تمام وسائط اٹھ جائیں گے ظاہری اور مجازی رنگ میں بھی کسی کی بادشاہت نہیں رہے گی دنیا کے بڑے بڑے جابر حکمران اور فوجی جرنیل انگشت بدنداں ہوں گے اور کسی کو دم مارنے کی ہمت نہیں ہوگی بلکہ درمیانی سب حجابات اٹھ جائیں گے آنکھیں کھلی رہ جائیں گے اسی اکیلئے شہنشاہ مطلق کا راج ہوگا خوف اور گھبراہٹ سے دل دھڑک کر گلوں تک پہنچ رہے ہوں گے اور لوگ ان کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر دبائیں گے کہ کہیں سانس کے کیساتھ باہر نہ نکل پڑیں۔ پھر خود اللہ تعالیٰ جواب دے گا "لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" آج بادشاہی صرف خدائے یکتا کی ہے جو دباؤ والا ہے اس کے سامنے ہر چیز مغلوب ہے آج اسی کا حکم غالب ہے۔ ﴿۱۷﴾ مجازات اعمال : قیامت کے دن ہر شخص اپنے اعمال کے نتائج پائے گا۔

﴿۱۸﴾ فریضہ خاتم الانبیاء : وہ دن ایسا خطرناک ہوگا کہ ظالموں کو نہ کوئی دوست اور نہ کوئی شفیع ملے گا۔ اس آیت میں ظالموں سے مراد کفار ہیں کیونکہ ظلم میں کامل ہونا انہیں کی صفت ہے۔ (روح المعانی۔ص۔ ۴۲۷۔ج۔ ۲۴)

﴿۱۹﴾ وسعت علم باری تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ کا علم اس قدر حاوی ہے کہ ترچھی آنکھ سے کوئی چیز دیکھی جائے اس کا بھی اسے علم ہے اور سینوں کے تمام راز جانتا ہے لہٰذا قیامت کے دن صحیح صحیح جزائے اعمال عطا فرمائے گا۔

﴿۲۰﴾ ماسوا اللہ سے حاکمیت کی نفی۔ سارے فیصلے قیامت کے دن صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کرے گا۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِن قَبْلِهِمْ ۚ

کیا نہیں چلے پھرے یہ لوگ زمین میں پس دیکھتے کہ کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے وہ ان سے زیادہ تھے طاقت میں اور نشانیوں میں

كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُم

جو وہ زمین میں چھوڑ گئے ہیں پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے بدلے میں اور نہیں تھا ان کیلئے اللہ

مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ ﴿٢١﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ

کے سامنے کوئی بچانے والا ﴿۲۱﴾ یہ اس وجہ سے کہ ان کے پاس آئے تھے انکے رسول کھلی نشانیاں لے کر پس انہوں نے کفر کیا تو پکڑا انکو اللہ تعالیٰ نے

اللَّهُ ۚ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٢٣﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

بیشک وہ قوت والا اور سخت سزا دینے والا ہے ﴿۲۲﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے بھیجا موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ اور کھلی سند کے ساتھ ﴿۲۳﴾ فرعون اور ہامان

وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سَاحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٢٤﴾ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْحَقِّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا

اور قارون کی طرف پس کہا انہوں نے کہ یہ جادوگر ہے اور بڑا جھوٹا ہے ﴿۲۴﴾ جب وہ آئے انکے پاس حق لے کر ہماری طرف سے تو کہا انہوں نے قتل کردو

اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ ۚ وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ﴿٢٥﴾

انکے بیٹوں کو جو ایمان لائے ہیں اس کے ساتھ اور زندہ چھوڑو انکی عورتوں کو اور نہیں ہے داؤ پیچ کفر کرنے والوں کا مگر گمراہی میں ﴿۲۵﴾

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ ۖ إِنِّي أَخَافُ أَن يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَن

اور کہا فرعون نے کہ چھوڑ دو مجھے کہ میں قتل کروں موسیٰ علیہ السلام کو اور یہ پکارے اپنے پروردگار کو، میں خوف کھاتا ہوں کہ کہیں یہ تبدیل نہ کرے تمہارے دین کو

يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ ﴿٢٦﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُم مِّن كُلِّ

یا پھیلا نہ دے زمین میں فساد ﴿۲۶﴾ اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے کہ بیشک میں پناہ پکڑتا ہوں اپنے اور تمہارے پروردگار کے ساتھ ہر تکبر

مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٢٧﴾

کرنے والے سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا ﴿۲۷﴾

ع ۷/۸

﴿۲۱﴾ أَوَلَمْ يَسِيرُوا ... الخ ربط آیات : اوپر کافروں کے لئے اخروی سزا کا ذکر تھا، یہاں سے فرماتے ہیں کہ ان کو دنیا میں بھی سزائیں دی گئی ہیں۔

خلاصہ رکوع : ③ تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں مخالفین قرآن کے لئے انذار، سبب رسوائی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خواص کی طرف آمد، فرعونیوں کا شکوہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عوام کی طرف آمد، فرعونیوں کی متفقہ تجاویز، نتیجہ تجاویز، فرعون نے متفقہ اجازت چاہی فرعون کی شورش، حضرت موسیٰ کا استعاذہ۔ ماخذ آیات ۔ ۲۱ تا ۲۷ +

تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں مخالفین قرآن کے لئے انذار : فرمایا وہ لوگ زمین میں سیر کر کے دیکھیں کہ ان سے پہلے بڑی زبردست

طاقت والوں کو اللہ تعالیٰ نے تباہ اور برباد کر دیا اور کوئی انہیں بچا نہ سکا تو آخرت میں کون بچائے گا؟

﴿۲۲﴾ سبب رسوائی۔ اللہ تعالیٰ نے جو ان کے پاس رسول بھیجے وہ کھلی ہوئی نشانیاں معجزات لے کر آئے انہوں نے ان کی دعوت پر کان نہ دھرا برابر انکار کرتے رہے اللہ تعالیٰ نے پکڑا تو کیا وہ بچ گئے تھے؟ تم بھی ان کی طرح رسول کی تکذیب کر کے کامیاب نہیں ہو سکتے آخر رسوا اور ہلاک ہو گئے اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے رسول کو غالب و منصور فرمائے گا۔ اسی مناسبت کے آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ بیان کرتے ہیں۔ ﴿۲۳﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت۔ "بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ" شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، نشانیوں سے معجزات اور کھلی سند سے شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخصوص و ممتاز معجزات مراد ہوں یا "کھلی سند" سے معجزات کے علاوہ دوسرے قسم کے دلائل و براہین ہوں یا آیات سے تعلیمات و احکام "سلطان مبین" سے معجزات مراد لئے جائیں۔ "سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ" سے قوت قدسیہ اور مخصوص تائید ربانی کا نام ہے جس کے آثار پیغمبروں میں دیکھنے والے کو نمایاں طور پر نظر آیا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم (تفسیر عثمانی)

﴿۲۴﴾ اِلٰی فِرْعَوْنَ ... الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خواص کی طرف آمد۔ فَقَالُوْا ... الخ فرعونیوں کا شکوہ۔

﴿۲۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ ... الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عوام کی طرف آمد: اس پر اشکال ہوتا ہے کہ پہلے فرمایا "اَرْسَلْنَا مُوْسٰی" ہم نے موسیٰ کو بھیجا تو انہوں نے ساحر و کذاب کہا پھر آگے فرمایا "فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ" اس میں فاء تعقیبیہ ہے تو اس میں تکرار لازم آیا ہے۔ تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں لکھا ہے کہ پہلا آنا خواص کے پاس تھا یعنی ارکان سلطنت کے پاس اور دوسرا آنا عوام کے پاس تھا تو اس لئے تکرار لازم نہیں آتا۔ حضرت تھانوی لکھتے ہیں: یہ قول فرعون، ہامان اور قارون تینوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے مگر قارون چونکہ بنی اسرائیل میں سے تھا اور بظاہر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا تھا اس کا ان کو ساحر کہنا بظاہر مستبعد ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ اس وقت بھی منافق ہو موسیٰ علیہ السلام پر ظاہر میں ایمان کا دعویٰ کرتا ہو حقیقتاً نہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قول صرف فرعون و ہامان کا ہو تغلیباً تینوں کی طرف نسبت کر دی گئی ہو۔ (بیان القرآن)

دوسرا جواب علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلی مرتبہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے بطور توہین کے ساحر و کذاب کہا تو عقل کا تقاضا یہی تھا کہ ان کے پاس دوبارہ نہ جاتے مگر استقلال موسوی کو دیکھیں باوجود توہین کے حق کو نہیں چھوڑا بلکہ جاتے رہے۔

قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ ... الخ فرعونیوں کی متفقہ تجاویز: سلسلہ قتل دو مرتبہ ہوا۔ ❶ کاہنوں اور نجومیوں نے فرعون کے خواب کی تعبیر دی یعنی ولادت موسیٰ علیہ السلام سے قبل۔ ❷ جب موسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا ہے اور کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تھے اور کچھ لوگ متاثر ہوتے جا رہے تھے تو باہم مشورہ کر کے کہنے لگے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے لڑکوں کو قتل کر دو اور ان کی عورتوں کو باقی رکھو یعنی سابقہ عمل پھر دہرایا جائے تا کہ ان کا کوئی بچہ ایسی پرورش نہ پا جائے جو فرعونی حکومت کو تہہ و بالا کرنے کا ذریعہ بن جائے۔ (روح المعانی۔ ص۔ ۴۳۱۔ ج۔ ۲۴) وَمَا كَیْدُ الخ نتیجہ تجاویز: لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی سب تدبیریں ضائع کر دی۔ یعنی دوبارہ قتل نہ کر سکے۔

﴿۲۶﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی الخ فرعون نے متفقہ اجازت چاہی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ فرعون نے کہا مجھ کو چھوڑ دو۔ شاید اس کے ارکان سلطنت مار ڈالنے کا مشورہ نہ دیتے ہوں گے کیونکہ وہ معجزہ دیکھ کر ڈر گئے تھے کہیں اس کا رب بدلہ نہ لے لے۔ فرعون خود بھی دل میں ڈرا ہوا اور سہا ہوا تھا مگر لوگوں پر اپنی قوت و دبدبہ کا اظہار کرنے کیلئے انتہائی درجہ کی شقاوت اور بے حیائی سے ایسا کہہ رہا تھا۔ تا کہ لوگ سمجھیں کہ اس کو قتل سے کوئی چیز مانع نہیں۔ اور اس کے ارادہ کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ (موضح القرآن)

اِنِّیٓ اَخَافُ ... الخ فرعون کی شورش۔ ﴿۲۷﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا استعاذہ ... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے حقیقی رب کی پناہ لی۔ فرمایا مجھے ان کی دھمکیوں کی مطلقاً کوئی پرواہ نہیں فرعون اکیلا تو کیا ساری دنیا کے متکبر اور جبارین جمع ہو جائیں تب بھی میرا پروردگار ان کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہے۔ فائدہ۔ حضرات مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت "اِنِّیْ عُذْتُ" ایک ورد بھی ہے جو شخص دن میں سو مرتبہ اس کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسکی اسی طرح حفاظت کرے گا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون سے حفاظت فرمائی۔ (تفسیر معالم العرفان۔ ص۔ ۲۹۷۔ ج۔ ۱۶)

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ

اور کہا مرد مومن نے جو آل فرعون میں سے تھا چھپاتا تھا اپنے ایمان کو کیا تم ارادہ کرتے ہو قتل کرنے کا اس شخص کو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور تحقیق لایا ہے

اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ

وہ تمہارے پاس کھلی نشانیاں تمہارے پروردگار کی جانب سے اور اگر ہو جھوٹا تو اسی پر ہوگا اس کا جھوٹ اور اگر

يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾

ہو وہ سچا تو پہنچیں گی تمہیں وہ چیزیں جو وہ تم سے وعدہ کرتا ہے بیشک اللہ نہیں راہ دکھاتا جو مسرف اور بہت جھوٹ بولنے والا ہے ﴿۲۸﴾

يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ

اے میری قوم کے لوگو! تمہارے لئے ہے بادشاہی آج تم غالب ہو زمین میں کون مدد کرے گا ہماری اللہ کی گرفت سے اگر وہ آ گئی، کہا فرعون نے میں نہیں بتاتا

جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

تمکو مگر وہی بات جو میں دیکھتا ہوں اور میں نہیں رہنمائی کرتا تمہاری مگر بھلائی کے راستے کی ﴿۲۹﴾

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ

اور کہا اس شخص نے جو ایمان لایا تھا اے میری قوم کے لوگو! بیشک میں خوف کھاتا ہوں تم پر اگلی جماعتوں کے دن کی طرح ﴿۳۰﴾ جیسا کہ عادت تھی نوح کی قوم کی عاد اور ثمود

نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ

کی قوم کی اور ان لوگوں کی جو انکے بعد آئے اور اللہ تعالیٰ نہیں ارادہ رکھتا بے انصافی کا بندوں کے ساتھ ﴿۳۱﴾ اور اے میری قوم کے لوگو! بیشک میں خوف کھاتا ہوں

عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ

تم پر چیخ و پکار کے دن سے ﴿۳۲﴾ جس دن تم پشت پھیر کر بھاگو گے نہیں ہوگا تمہارے لئے اللہ کے سامنے کوئی بچانے والا اور جس کو اللہ بھٹکا دے نہیں ہے اس کے لئے

اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا

کوئی راہ دکھانے والا ہے ﴿۳۳﴾ اور البتہ تحقیق آئے تمہارے پاس یوسف علیہ السلام اس سے پہلے کھلی دلیلیں لے کر پس برابر تم شک میں رہے اس چیز سے جسکو

جَآءَكُمْ بِهٖ ۖ حَتّٰىٓ اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ

وہ لے کر آئے یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گئے تو تم نے کہا کہ ہرگز نہیں بھیجے گا اللہ تعالیٰ ان کے بعد ایسا رسول اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ بہکاتا ہے

مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۝۳۴ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ

مسرف اور شک کرنے والے کو ﴿۳۴﴾ وہ جھگڑا کرتے ہیں اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی سند کے جو انکے پاس آئی ہو یہ بڑی بات ہے ناراضگی کے اعتبار سے

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝۳۵

اللہ کے نزدیک اور ان لوگوں کے نزدیک جو ایمان لائے اسی طرح اللہ تعالیٰ مہر کر دیتا ہے ہر غرور کرنے والے سرکش دل پر ﴿۳۵﴾

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝۳۶ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ

اور کہا فرعون نے اے ہامان! بناؤ میرے لئے ایک محل اونچا شاید کہ میں پہنچ جاؤں راستوں پر ﴿۳۶﴾ یعنی آسمان کے راستوں، پر پس میں جھانک کر دیکھوں

اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ

موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو اور میں تو گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے اور اسی طرح مزین کیا گیا فرعون کیلئے اسکا برا عمل اور روکا گیا وہ سیدھے راستے سے

السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۝۳۷

اور نہیں تھی تدبیر فرعون کی مگر تباہی میں ﴿۳۷﴾

﴿۲۸﴾ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں کفار و مشرکین کی تردید و تنبیہ کا ذکر تھا بضمن تذکیر بایام اللہ۔ اب یہاں سے ایک مرد مؤمن کی تبلیغ کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❹ مرد مؤمن کا شجرہ نسب، مرد مؤمن کی تبلیغ، طریق تبلیغ۔ ۱۔ ۲۔ مرد مؤمن کی تبلیغ میں فرعون کا مکالمہ، وثوق فرعون، مرد مؤمن کی بقیہ تبلیغ و انذار۔ ۳۔ حال احزاب کی تشریح، طریق تبلیغ۔ ۴۔ یوم التناد کی تشریح، مرد مؤمن کی بقیہ تبلیغ۔ ۵۔ نتیجہ مسرفین، عتاب خداوندی، فرعون کا عناد، نتیجہ فرعون۔ ماخذ آیات۔ ۲۷ تا ۳۷+

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مرد مؤمن کا شجرہ نسب : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرعون کی قوم سے تین شخصوں کے علاوہ اور کوئی ایمان نہیں لایا ایک یہ شخص اور ایک فرعون کی بیوی اور ایک وہ شخص جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع دی تھی کہ لوگ تیرے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں۔ جس دن فرعون نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالوں تو اس شخص کو اللہ کے لئے غصہ آیا اور فرعون جیسے زبردست الظالم اور سرکش بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہا۔ (ابن کثیر۔ ص۔ ۱۲۳۔ ج۔ ۷)

اس مؤمن آل فرعون کا نام بعض نے حبیب بتایا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ اس کا نام شمعان ہے سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نام کو اصح قرار دیا ہے۔ (قرطبی۔ ص۔ ۲۶۸۔ ج۔ ۱۵) اور بعض نے حزقیل وغیرہ بتایا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ فرعون کا چچا زاد بھائی تھا۔

(قرطبی۔ ص۔ ۲۶۸۔ ج۔ ۱۵۔ ابن کثیر۔ ص۔ ۱۲۳۔ ج۔ ۷)

ایک حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا صدیقین چند ہیں ایک حبیب نجار جس کا واقعہ سورہ یٰسین میں ہے دوسرا مؤمن آل فرعون۔ تیسرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور وہ ان سب میں افضل ہیں۔ قرطبی کے حاشیہ پر موجود ہے۔ یہی حدیث ضعیف ہے اسکی کوئی حقیقت نہیں۔ (قرطبی۔ص۔۲۶۸۔ج۔۱۵۔طبع کوئٹہ)

یَكْتُمُ اِيْمَانَهٗ ... الخ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اگر لوگوں کے سامنے اپنے ایمان کا اظہار نہ کرے دل سے اعتقاد پختہ رکھے تو وہ مؤمن ہے مگر نصوص صریحہ سے ثابت ہے کہ ایمان کے مقبول ہونے کے لئے صرف دل کا یقین کافی نہیں بلکہ زبان سے اقرار کرنا شرط ہے جب تک زبان سے اقرار نہ کرے گا مؤمن نہ ہوگا۔ البتہ زبان کا اقرار لوگوں کے سامنے اعلان کے ساتھ کرنا ضروری نہیں۔ اس کی ضرورت صرف اس وجہ سے ہے کہ جب تک لوگوں کو اس کے ایمان کا علم نہیں ہوگا وہ اس کے ساتھ معاملہ مسلمانوں جیسا نہ کرسکیں گے۔ (قرطبی۔ص۔۲۷۰۔ج۔۱۵)

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا ... الخ مرد مؤمن کی تبلیغ۔ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا ... الخ طریق تبلیغ۔ ❶ ﴿۲۹﴾ طریق تبلیغ۔ ❷۔

قَالَ فِرْعَوْنُ ... الخ مرد مؤمن کی تبلیغ کے مقابلہ میں فرعون کا مکالمہ: کہنے لگا میں تو تمہیں وہی بات سمجھاتا ہوں جو مجھے سوجھ رہی ہے کہ یہ شخص تمہارے دین کو خراب کرنا چاہتا ہے لہٰذا اس کا کام کردینا چاہئے۔ وَمَاۤ اَهْدِيْكُمْ الخ وثوق فرعون: اور پھر پورے وثوق سے کہنے لگا میں تو تمہاری رہنمائی صرف بھلائی کے راستے کی طرف کررہا ہوں اور تمہیں آنے والی مصیبت سے بچانا چاہتا ہوں لہٰذا میری رائے قتل موسیٰ کی قبول کرو اور اپنے دین اور اقتدار کو بچاؤ یعنی مجھے ڈر ہے کہ تم پر وہی گرفت نہ آجائے۔

﴿۳۰﴾ مرد مؤمن کی بقیہ تبلیغ و انذار۔ ❸ جو پہلی قوموں پر آئی اور وہ تباہ و برباد ہوئے۔ بخاری شریف میں ہے عقبہ بن ابی معیط آنحضرت ﷺ کی گردن مبارک میں کپڑا ڈال کر آپ کا گلا شدت کے ساتھ گھوٹنے لگا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آگئے اور عقبہ سے آپ کو جدا کرتے ہوئے وہ بات کہی جو رجل مؤمن نے فرعون سے اس وقت کہی تھی جب اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ ... الخ

﴿۳۱﴾ حال احزاب کی تشریح: اس ایماندار شخص نے اپنی قوم کو تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں قوم نوح اور عاد اور ثمود کا ذکر کرکے نصیحت فرمائی۔ ﴿۳۲﴾ طریق تبلیغ۔ ❹ اے میری قوم دنیا کا عذاب تو بجائے خود رہا مجھے تم پر قیامت کے عذاب کا بھی ڈر ہے۔ ﴿۳۳﴾ یوم التناد کی تشریح: جس دن محشر سے رخصت ہوکر جہنم کی طرف جاؤ گے اس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا تمہیں کوئی نہیں ملے گا اصل بات یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اسے کون راہ دکھائے؟

﴿۳۴﴾ مرد مؤمن کی بقیہ تبلیغ۔ ❺۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو مصر میں مبعوث فرمایا تھا تم نے اس پر بھی یقین نہ کیا۔ مصر کے لوگ اب جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیغمبر ہونے کے بھی منکر ہورہے ہیں اور انکی وفات کے بعد اپنی عقل سے کہنے لگے کہ اب کوئی شخص اللہ تعالیٰ ایسا نہ بھیجے گا جو حضرت یوسف کی طرح اپنے آپ کو رسول کہے۔ اب رہی یہ بات کہ یوسف سے کونسے یوسف مراد ہیں اس میں اختلاف ہے بعض حضرات کہتے ہیں یہ یوسف بن یعقوب ہیں اور "بِالْبَيِّنٰتِ" سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کا وعظ توحید ہے یعنی "ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ"۔ (خازن۔ص۔۷۲۔ج۔۴۔طبع کوئٹہ)

اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ یوسف بن ابراہیم بن یوسف صدیق ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد نبی بنا کر بھیجا۔ (روح المعانی۔ص۔۴۲۹۔ج۔۲۴) انھوں نے بھی بیس سال تک تبلیغ کی مگر قوم نے تسلیم نہ کیا اور ان کی وفات کے بعد ان کو سمجھ آئی تو بڑا ملال آیا۔ (معالم العرفان۔ص۔۳۱۰۔ج۔۱۶)

﴿۳۵﴾ اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ الخ نتیجہ مسرفین۔ آیات الٰہی میں باوجود کسی حجت اور سند کے نہ ہونے کے جھگڑنا اللہ تعالیٰ اور مؤمنوں کے

نزدیک بڑے غضب کی بات ہے۔ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ الخ عتاب خداوندی۔ کل دو قسم پر ہے۔ ❶ کبھی افراد کے لئے ہوتا ہے اور کبھی مجموعی ہوتا ہے یہاں پر اگر کل افرادی بنائی تو معنی ہوگا ہر فرد کے دل پر مہر لگا دیتا ہے اور یہ معنی درست نہیں ہے کیونکہ بہت سے منکروں کو ایمان نصیب ہوا ہے۔ ❷ کل مجموعی اس کا معنی ہوتا ہے مکمل اور یہاں پر کل مجموعی مراد ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مہر لگاتا ہے متکبر جبار کے پورے دل پر یعنی اس کا کوئی حصہ خالی نہیں ہوتا جس پر مہر نہ لگی ہو۔

﴿۳۶﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا الخ فرعون کا عناد۔ فرعون نے اپنے وزیر ہامان کو حکم دیا کہ وہ ایک اونچا مینار تعمیر کرائے تاکہ وہ اوپر چڑھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو دیکھ سکے اس کے متعلق بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ فرعون نے یہ بات محض تمسخر کے طور پر کہی تھی ورنہ ایسا کوئی مینار تعمیر ہی نہیں ہوا تھا اور نہ اسے اوپر جا کر خدا کو جھانکنے کا موقع ملا تاہم بعض مفسرین فرماتے ہیں مینار تو تعمیر کیا گیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے تباہ کر دیا اور فرعون کو اسی پر چڑھنے کا موقع نہ ملا۔ (معالم العرفان ص۔ ص ۳۱۲، ۳۱۳۔ ج۔ ۱۶)

﴿۳۷﴾ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ الخ سیدھے راستے سے روک دیا گیا وہ خود سمجھتا رہا کہ میں حق پر ہوں مگر ایسے غلط راستے پر نکلا کہ دنیا میں ذلیل و خوار ہوا۔ وَمَا كَيْدُ الخ نتیجہ فرعون: اس کی کسی تدبیر نے کام نہ دیا خود بھی غرق ہوا اور دوسروں کی بھی غرق کر چھوڑا۔

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ

اور کہا اس شخص نے جو ایمان لایا تھا اے میری قوم کے لوگو! پیروی کرو میری بات کی میں تمہیں راہ دکھاتا ہوں بھلائی کا ﴿۳۸﴾ اے میری قوم کے لوگو! بیشک یہ دنیا کی زندگی ایک

الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ

برتنے کا سامان ہے اور بیشک آخرت ہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے ﴿۳۹﴾ جس شخص نے برائی کی پس نہیں بدلہ دیا جائے گا اس کو مگر اس کے برابر اور جس نے

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ

نیک عمل کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس حال میں کہ وہ ایماندار ہو پس یہی لوگ داخل ہونگے جنت میں اور روزی دیئے جائیں گے

فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ۝

اس میں بے شمار ﴿۴۰﴾ اور اے میری قوم کے لوگو! کیا ہے مجھ کو کہ میں بلاتا ہوں تمکو نجات کی طرف اور تم مجھے بلاتے ہو آگ کی طرف ﴿۴۱﴾

تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ۝

تم مجھے بلاتے ہو اس بات کی طرف کہ میں کفر کروں اللہ کے ساتھ اور شریک ٹھہراؤں اس کے ساتھ وہ چیزیں جنکا مجھے علم بھی نہیں اور میں تمہیں دعوت دیتا ہوں عزیز اور بخشش کرنے والی ہستی کی طرف ﴿۴۲﴾

لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ

ضروری بات ہے کہ تم مجھے جسکی طرف دعوت دیتے ہو نہیں ہے اسکی دعوت دنیا میں اور نہ آخرت میں اور بیشک ہمارا پھر کر جانا اللہ ہی کیطرف ہے

اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ

اور بیشک زیادتی کرنے والے وہی دوزخ والے ہیں ﴿۴۳﴾ پس تم آگے چل کر یاد کرو گے وہ بات جو میں تمہیں کہتا ہوں اور میں سونپتا ہوں اپنا معاملہ

اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ

اللہ کی طرف بیشک اللہ نگاہ میں رکھتا ہے بندوں کو ﴿۴۴﴾ پس بچالیا اللہ نے اس مرد مومن کو ان برائیوں سے جو فرعونیوں نے سوچی تھی اور گھیر لیا آل فرعون کو

فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿ۚ۴۵﴾ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ۚ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫

بری طرح کے عذاب نے ﴿۴۵﴾ آگ پر پیش کئے جاتے ہیں وہ آل فرعون صبح اور شام اور جس دن قیامت برپا ہو گی (فرشتوں سے کہا جائے گا)

اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَ اِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ

داخل کرو آل فرعون کو سخت عذاب میں ﴿۴۶﴾ اور جب آپس میں جھگڑیں گے دوزخ میں تو کہیں گے کمزور ان سے جنہوں نے تکبر کیا

اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِیْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِیْنَ

بیشک تھے ہم تمہارے تابع پس کیا تم بچانے والے ہو ہم سے کچھ حصہ دوزخ کی آگ کا ﴿۴۷﴾ کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے

اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُلٌّ فِیْهَاۤ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَیْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَ قَالَ الَّذِیْنَ فِی النَّارِ لِخَزَنَةِ

تکبر کیا بیشک ہم سب اس میں پڑے ہوئے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے بندوں کے درمیان ﴿۴۸﴾ اور کہیں گے وہ لوگ جو دوزخ کے اندر ہیں جہنم کے داروغوں سے کہ

جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ یُخَفِّفْ عَنَّا یَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْۤا اَوَ لَمْ تَكُ تَاْتِیْكُمْ رُسُلُكُمْ

دعا کرو اپنے پروردگار سے کہ وہ تخفیف کردے ہم سے ایک دن ہی عذاب سے ﴿۴۹﴾ کہیں گے وہ جواب میں کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس رسول کھلی نشانیاں

بِالْبَیِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَ مَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ ۧ

لے کر، وہ کہیں گے کیوں نہیں وہ آئے تھے پس کہیں گے وہ فرشتے پھر پکارو اور نہیں ہے پکار کفر کرنیوالوں کی مگر ناکامی میں ﴿۵۰﴾

ع ۵ / ۱۰

﴿۵۰﴾ ربط آیات : اوپر مخالفین کے نتیجہ کا ذکر تھا اب بقیہ مرد مؤمن کی تبلیغ کا بیان ہے۔

خلاصہ رکوع ۵ : مرد مؤمن کی تبلیغ۔۶۔ بقیہ تبلیغ۔۷۔ نتائج فریقین، مرد مؤمن کی دعوت، مرد مؤمن کی فہمائش، مشرکین کی دعوت، دعوت کا نتیجہ اظہار دل سوزی وہمدردی، مرد مؤمن کی کامیابی، فرعونیوں کا نتیجہ، اثبات عذاب برزخ، منکرین عذاب قبر شرعی حکم، تابعین اور متبوعین کا باہمی تنازع، تابعین کی گفتگو، متبوعین کا جواب، دوزخیوں کی درخواست، جواب درخواست از ملائکہ، دوزخیوں کا اقرار، ملائکہ کا جواب الجواب۔ ماخذ آیات۔۳۸ تا ۵۰+

مرد مؤمن کی تبلیغ : ۶ اس مؤمن نے کہا اے میری قوم میں تمہیں سیدھا راستہ دکھاتا ہوں۔

﴿۳۹﴾ بقیہ تبلیغ : ۷ دنیا کی زندگی بے بقاہے اور آخرت دار القرار ہے۔

﴿۴۰﴾ نتائج فریقین : قیامت کے دن بدکار سزا پائیں گے اور نیکوکار جنت میں جائیں گے۔ ﴿۴۱﴾ مرد مؤمن کی دعوت : اے میری قوم میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں۔ تَدْعُوْنَنِیْ الخ مرد مؤمن کی فہمائش : اور تم مجھے جہنم کی دعوت دیتے ہو۔

﴿۴۲﴾ مشرکین کی دعوت : تم مجھے کفر اور شرک باللہ کی دعوت دیتے ہو۔ وَاَنَا اَدْعُوْكُمْ الخ مرد مؤمن کی دعوت۔

﴿۴۳﴾ مشرکین کی دعوت کا نتیجہ : تمہاری دعوت دنیا اور آخرت میں بے نتیجہ چیز ہے اور ایسے مسرف دوزخ میں ہونگے۔

﴿۴۴﴾ اظہار دل سوزی و ہمدردی : جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اسکی سچائی کا عنقریب تمہیں پتہ لگ جائیگا میں اپنی کوشش ختم کر چکا اب سپرد خدا کرتا ہوں۔

﴿۴۵﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ الخ مرد مؤمن کی کامیابی :اللہ تعالیٰ نے اس مؤمن بندے کو بچایا اور فرعون والوں پر برا عذاب نازل کیا۔ علامہ نسفی ؒ لکھتے ہیں کہ اللہ نے اس بندے کو اس طرح بچایا کہ وہ مذکورہ نصائح کر کے وہاں سے بھاگ کر کسی پہاڑی علاقے میں روپوش ہو گیا۔ فرعون نے اسکی گرفتاری کے لیے ایک ہزار فوجی مامور کیے۔ مگر اللہ کی قدرت کہ ان میں سے پانچ سو آدمی دوران تلاشی ہی کسی حادثہ کا شکار ہو کر مر گئے اور باقی پانچ سو آدمیوں نے سر توڑ کوشش کی مگر وہ لوگ مرد مؤمن کو تلاش کرنے میں ناکام رہے۔ پھر جب وہ فرعون کے پاس ناکام واپس لوٹے تو اس نے ان سب کو مروا دیا کہ یہ اپنے فرض کی انجام دہی میں ناکام ہوئے ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس ایماندار آدمی کو کفار کی بری تدبیر سے بچایا۔ مدارک :ص :۷۳، ج :۴ :طبع اکوڑہ خٹک)

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ :فرعونیوں کا نتیجہ : چنانچہ فرعون اپنے لاؤ لشکر اور حواریوں سمیت بحر قلزم کی موجوں میں غرق ہو گیا تو جس عذاب نے انکو گھیرا تھا تو روح مع الجسد کو گھیرا تھا نہ کہ فقط روح اور نہ فقط جسم کو اور اسی کا نام عذاب قبر اور عذاب برزخ ہے۔ البتہ وہ لوگ جو اپنے گھروں میں رہے اور تعاقب میں شریک نہ ہوئے وہ عذاب سے بچ گئے۔

﴿۴۶﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا الخ اثبات عذاب قبر و برزخ۔

عذاب قبر کا ثبوت، کتاب وسنت کی روشنی میں :امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں : ’’ہمارے علماء نے اس آیت سے عذاب قبر کے اثبات پر استدلال کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت تقاضا کرتی ہے کہ آگ ان پر یعنی فرعون اور اس کے آل و خاندان پر صبح و شام پیش کی جاتی ہے اور یہ ’’عرض نار‘‘ قیامت کے دن ہونا مراد نہیں لیا جاسکتا آگے اس بات کی صراحت ہے کہ :

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ‘‘ اور نہ ہی اس سے دنیا میں عرض نار مراد لیا جاسکتا ہے کیونکہ دنیا میں ان کے ساتھ ایسا ہونا ثابت نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ عرض نار موت کے بعد اور قیامت سے قبل ہوگا اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فرعون اور آل فرعون کے حق میں عذاب قبر ثابت ہے اور جب ان کے حق میں عذاب قبر کا برحق ہونا ثابت ہو گیا تو دوسروں کے حق میں بھی ثابت ہو گیا۔ کیونکہ ان میں اور دوسروں میں فرق کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ ’’علماء اہل السنۃ والجماعۃ کا اس پر اجماع ہے کہ کفار اور گنہگار مسلمانوں کے حق میں عذاب قبر برحق اور کتاب اللہ وسنت متواترہ سے ثابت ہے اور سوائے بعض معتزلہ وغیرہ کے کوئی اس کا منکر نہیں۔ لیکن حوادثات زمانہ نے یہ دن دکھایا کہ ہمارے اس خطہ برصغیر میں بعض نئی روشنی کے دلدادہ لوگوں نے معتزلہ کا مذہب اپنا لیا ہے اور عذاب قبر کے انکار میں شد و مد سے مشغول ہو گئے ہیں لہٰذا اس مسئلہ میں تفصیل سے کچھ بات کہنے کی ضرورت پیش آ گئی۔ چنانچہ یہ بندۂ ضعیف حسب توفیق اس بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہے (واللہ ولی التوفیق)

چنانچہ عرض ہے کہ : ’’عذاب قبر کتاب اللہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔‘‘ اثبات عذاب قبر کے دلائل قرآن مجید کی روشنی میں۔ جہاں تک کتاب اللہ سے اس کے ثبوت کا تعلق ہے تو متعدد آیات سے اسی پر دلالت ہے۔ امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں ان میں تین آیات ذکر کی ہیں جب کہ علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے الروح اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ نے ’’التثبیت‘‘ میں ان تین کے علاوہ دوسری آیات بھی ذکر کی ہیں۔ پہلی آیت :مذکورہ بالا آیت اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ہے۔

یہ آیت وہ ہے جس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح البخاری میں اثبات عذاب قبر پر استدلال فرمایا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں: طبری نے عن طریق الثوری عن ابی قیس عن شرحبیل نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "أرواح ال فرعون فی طیور سود تغدو وتروح علی النار فذالك عرضها" یعنی آل فرعون کی ارواح سیاہ پرندوں میں ہیں جو صبح شام آگ پر لائے جاتے ہیں اور یہی وہ عرض ہے (جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے)

ابن ابی حاتم نے اس روایت کو موصولاً عن طریق لیث عن ابی قیس نقل کیا ہے اور اس میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ البتہ لیث ضعیف ہے۔ امام بخاریؒ نے "باب المیت یعرض علیه بالغداة والعشی" میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان أحد کم إذا مات عرض علیه مقعدہ بالغداة والعشی، ان کان من أهل الجنة فمن أهل الجنة وإن کان من أهل النار فمن أهل النار فیقال هذا مقعدك حتی یبعثك الله یوم القیامة.

یعنی جب انسان مرجاتا ہے تو صبح شام اس کے سامنے اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اگر وہ اہل جنت میں ہے تو جنت (اس کے سامنے پیش کی جاتی ہے) اور اگر اہل جہنم میں سے ہے تو جہنم (میں اس کا جو ٹھکانہ ہے وہ پیش کیا جاتا ہے) اور اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانہ ہے تا کہ اللہ تعالی قیامت کے دن تجھے دوبارہ زندہ کرے۔ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں: اس حدیث میں عذاب قبر کا اثبات ہے اور یہ کہ جسم کے فنا سے روح فنا نہیں ہوتی کیونکہ عرض زندہ پر ہی ہوسکتا ہے (نہ کہ مردہ پر)

نیز حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری ہی میں اس باب سے قبل فرمایا ہے کہ:

قال القرطبی: الجمهور علی أن هذا العرض یکون فی البرزخ وهو حجة فی تثبیت عذاب القبر مطلقاً لا علی من خصه بالکفار و استدل بها علی أن الأرواح باقیة بعد فراق الأجساد وهو قول أهل السنة کما سیأتی (فتح الباری: ج:۳:ص:۲۸۰)

یعنی امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جمہور کے نزدیک یہ عرض نار برزخ میں ہوگا اور یہ عذاب قبر کے علی الاطلاق اثبات کی دلیل ہے۔ صرف کفار کے ساتھ مخصوص ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔ نیز اس سے یہ بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ جسموں سے جدا ہونے کے بعد بھی ارواح باقی رہتی ہیں۔ اہل السنۃ کا یہی قول ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

روح المعانی میں ہے: آیت میں دو وقتوں کا ذکر تخصیص پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی فرعون اور آل فرعون کو صبح شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے ایک ایک بار اور صبح شام سے مراد ہماری (اہل زمین) کی نسبت سے صبح شام ہیں (کیونکہ برزخ میں اہل برزخ کے لیے لیل ونہار کا تصور نہیں ہوگا اور نہ ہی صبح وشام کا تصور ہوگا) چنانچہ ابن المنذر اور بیہقی کی شعب الایمان کی ایک روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: أنه کان له صرختان فی کل یوم غدوةً وعشیة کان یقول اول النهار ذهب اللیل و جاء النهار و عرض ال فرعون علی النار و یقول اول اللیل. ذهب النهار و جاء اللیل و عرض ال فرعون علی النار، فلا یسمع أحد صوته إلا استعاذ بالله تعالی من النار.

اور ان دو اوقات کے درمیانی اوقات میں یا تو کسی اور نوع کا عذاب ہوتا ہوگا اس لیے عرض نار کا عذاب درمیانی اوقات میں نہ ہوتا ہوگا اور یا یہ کہ دونوں وقت کا ذکر کرنے سے پورا وقت اور جمیع وقت مراد ہو کیونکہ دونوں طرف کے ذکر سے کل وقت کا احاطہ کیا جاتا ہے۔ بہر حال ا آیت سے اس امر پر دلالت بالکل واضح اور تام ہے کہ مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے اور برزخ میں عذاب ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے عرض نار کے بیان کرنے کے بعد آگے فرمایا: "وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ" اور اس سے ظاہر ہے کہ عرض نار اور

عذاب روز قیامت میں مغایرت ہے تو متعین ہو گیا کہ عرض نار کا عذاب برزخ میں ہوگا اور پھر کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ عذاب برزخی میں آل فرعون اور دوسروں میں کوئی فرق ہے۔ لہٰذا عموم عذاب قبر پر استدلال مکمل اور تام ہو گیا۔ (روح المعانی ص ۷۴ ج ۲۴ جلد ۲۴)

طبری نے محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں: "آخرت میں نہ رات ہے نہ نصف النہار بلکہ وہاں بس صبح اور شام ہے اور قرآن میں اس کا ذکر آل فرعون کے تذکرہ میں ہے کہ ان کو صبح شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اہل جنت کے متعلق قرآن فرماتا ہے وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا (سورۃ مریم ۶۲)

اور ایک قول یہ ہے کہ اسی عرض نار سے مراد یہ ہے کہ آل فرعون کو صبح وشام جہنم میں جو ان کے منازل اور درجے ہیں وہاں پیش کیا جاتا ہے اور ابن جریر نے اس قول پر حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے استشہاد کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا یعرضون علیها صباحاً ومساءً۔ بہر کیف! ان تمام اقوال کی روشنی میں یہ بات کہنا درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کے بارے میں خبر دی ہے کہ ان کو صبح وشام آگ پر پیش کیا جاتا ہے جس کی صورت وہی ہے جو ہم نے اوپر شرحبیل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بتائی ہے کہ ان کی ارواح سیاہ پرندوں میں ہیں جنہیں صبح وشام دوبارہ آگ کے سامنے لے جایا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ صبح وشام سے دو مرتبہ مراد نہ ہو بلکہ مطلق اور جمیع وقت مراد ہو جیسا کہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے یعنی تائید عذاب مراد ہو۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ انسان عذاب قبر کا اقرار کرے لیکن اس کی کیفیت کے جاننے میں مشغول نہ ہو۔" روح البیان۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں بہت عمدہ بات کہی ہے: "جس چیز کی میں تمہیں وصیت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم (عذاب قبر کی) تفصیلات کے جاننے کی زیادہ فکر نہ کرنا نہ ہی اس کی کیفیت وغیرہ کی معرفت میں مشغول ہونا بلکہ اس عذاب کے دور کرنے کی فکر و کوشش میں مشغول رہنا جس طرح بھی ممکن ہو (عذاب کے دفع کرنے کی تدابیر) اعمال وعبادات میں غفلت کرتے رہے اور اس بارے میں بحث میں الجھے رہے تو تمہاری مثال اس شخص کی سی ہوگی جسے حاکم نے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا ہوتا کہ وہ اس کے ہاتھ، ناک کان وغیرہ کاٹ ڈالے، اور وہ شخص رات اسی فکر میں غلطاں رہے کہ حاکم کس طرح ہاتھ وغیرہ کاٹے گا؟ چھری سے یا تلوار سے یا استرے سے؟ اور اپنے اوپر آئے ہوئے عذاب کو ٹالنے کی تدابیر سے غفلت میں رہے، اور یہ تو جہالت کا انتہائی مقام ہے۔ (احیاء العلوم/غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔ ج۔ ۴۔ ص۔ ۴۲۷)

امام تفسیر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آیت اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف سے قبر اور برزخ میں عذاب کے اثبات کے سلسلہ میں بنیادی دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت کے مکی ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور مسند احمد کی ایک روایت ہے جسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ: ایک یہودی عورت ان کی خدمت کیا کرتی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب بھی اس کے ساتھ کوئی بھلائی کیا کرتیں تو وہ جواب میں یہ کہتی "وقاك الله عذاب القبر" (ترجمہ) اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: کیا قیامت سے قبل قبر میں بھی عذاب ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! کسی نے ایسا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یہ یہودی عورت ہے، جب میں اس کے ساتھ کوئی بھلائی کرتی ہوں تو یہ کہتی ہے: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہودیہ نے جھوٹ کہا اور یہ اللہ کے معاملہ میں تو زیادہ جھوٹ کہتے ہیں۔ قیامت سے قبل کوئی عذاب نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دن جتنے دن اللہ نے چاہا ٹھہرے رہے، پھر ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے فرما رہے ہیں کہ:

القبر کقطع الیل المظلم أیہا الناس !لو تعلمون ما أعلم لبکیتم کثیرا وضحکتم قلیلاً ایہا الناس ! استعیذوا باللہ من عذاب القبر فان عذاب القبر حق"۔ (ہذا حدیث اسنادہ صحیح علی شرط البخاری ومسلم ولم یخرجاہ)

"قبر تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہے۔ اے لوگو! اگر تم وہ کچھ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم رونا زیادہ کر دیتے اور ہنسنا کم۔ اے لوگو! عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، اس لیے کہ عذاب قبر برحق ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے (مکی دور میں) عذاب قبر کے متعلق علم نہیں تھا جب کہ مذکورہ آیت یُعْرَضُوْنَ عَلَیْہَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا۔ مکی ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعدد جوابات ذکر کیے ہیں لیکن مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں میرے نزدیک سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ یہ آیت کفار کے حق میں عذاب برزخ کے اثبات پر دلالت کرتی ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مومن کو بھی اس کے گناہ کے سبب سے عذاب قبر ہو۔ اس جواب کی تائید مسند احمد ہی کی ایک اور روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس ایک یہودی عورت موجود تھی اور کہہ رہی تھی: کیا تمہیں اس بات کی خبر ہے کہ تم (مسلمان) اپنی قبروں میں فتنہ میں مبتلا ہو گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر گھبرا گئے اور فرمایا: وہ تو یہودی قبر کے فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ چند راتیں گزری تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ألا إنکم تفتنون فی القبور (سنو اتم (مسلمان) بھی فتنہ قبر میں مبتلا ہو گے)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ (ھکذا رواہ مسلم عن الزھری رحمۃ اللہ علیہ بہ)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کو الگ الگ واقعات قرار دیا ہے۔ (کذا فی فتح الباری)

شارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع میں کہا ہے کہ: "یہ دو قصے ہیں، پہلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیہ کے قول کا انکار فرمایا تھا۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم دیا گیا (کہ اہل ایمان بھی فتنہ قبر میں مبتلا ہوں گے) لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا علم نہیں تھا۔ وہ یہودی عورت پھر آئی اور اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے انکار کی بناء پر یہودیہ کی بات کا پھر انکار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتلایا کہ اثبات قبر کے بارے میں وحی نازل ہو چکی ہے۔" (فتح الباری۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۱۸۳)

دوسری آیت: دوسری آیت جس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عذاب قبر کے اثبات پر استدلال کیا ہے۔ باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْہِمْ ج اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَکُمْ ط اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْہُوْنِ (سورۃ الانعام: آیت ۹۳)

ترجمہ: اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ ظالم ہوں موت کی سختیوں میں، اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں، آج تم کو بدلے میں ملے گا ذلت کا عذاب۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں وجہ استدلال ذکر کرتے ہوئے فرمایا: طبرانی اور ابن ابی حاتم نے علی بن ابی طلحہ عن ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْہِمْ" کے بارے میں فرمایا:

"یہ موت کے وقت ہو گا اور بسط سے مراد ضرب یعنی مارنا ہے۔ وہ ان کے چہروں اور پشتوں پر ماریں گے۔"

تیسری آیت: وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمَلٰٓئِکَۃُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْہَہُمْ وَاَدْبَارَہُمْ (سورۃ الانفال ۵۰) ترجمہ

:اور اگر تو دیکھے جس وقت جان قبض کرتے ہیں کافروں کی فرشتے مارتے ہیں ان کے منہ پر اور ان کے پیچھے۔

سورۃ الانفال کی یہ آیت بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تو عذاب قبر کے اثبات کی تیسری آیت ہے۔ اور یہ اگرچہ دفن سے قبل کا حال ہے لیکن یہ قیامت سے قبل واقع ہونے والے عذابوں میں سے ایک ہے اور اس کی نسبت قبروں کی طرف کی گئی۔ یعنی عذاب قبر کہا جاتا ہے کیونکہ زیادہ تر یہ عذاب قبر میں ہی ہوگا اور اکثر مردوں کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ قبروں میں دفن کیے جائیں گے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کافر اور اس کے علاوہ جس نافرمان کو بھی قیامت سے قبل موت کے بعد عذاب دینا چاہیں تو خواہ وہ قبر میں دفن نہ کیا جائے تب بھی دے سکتے ہیں۔ لیکن مخلوق سے وہ محجوب اور چھپا ہوا ہوتا ہے الا یہ کہ جسے اللہ تعالیٰ اس سے فرمادیں۔

(ابن کثیر۔ ج۔ ۷۔ ص۔ ۱۳۰)

چوتھی آیت۔ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ (سورۃ التوبۃ۔ ۱۰۱) ترجمہ۔ ان کو ہم عذاب دیں گے دوبارہ پھر وہ لوٹائے جائیں گے بڑے عذاب کی طرف۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عذاب قبر پر اللہ رب العزت کے مذکورہ قول سے استدلال کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں: طبرانی، ابن حاتم وغیرہ نے سدی عن ابی مالک عن ابن عباسؓ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ: اے فلاں باہر نکل جا کیونکہ منافق ہے۔

آگے طویل حدیث ذکر کی اور اس میں یہ فرمایا کہ پس اللہ تعالیٰ نے منافقین کو رسوا کردیا پس یہ پہلا عذاب (ان دو عذابوں میں سے جن کا ذکر آیت میں ہے) اور دوسرا عذاب، عذاب قبر ہے۔ حضرت قتادہؓ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ نیز معمر عن الحسن رحمۃ اللہ علیہ نقل کیا ہے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ میں دو عذابوں سے مراد ایک دنیا کا عذاب ہے اور ایک عذاب قبر۔ محمد بن اسحاق نے فرمایا کہ: اغلب یہی ہے کہ مرتین میں سے ایک عذاب قبر ہے۔ جب کہ دوسرے میں احتمال ہے کہ وہ قحط سالی کا یا قید وقتل کا ہو یا ذلت ورسوائی وغیرہ کا۔ (فتح الباری۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۱۸)

پانچویں آیت۔ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (سورۃ ابرٰھیم۔ ۲۷) ترجمہ۔ مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح البخاری کتاب الجنائز میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذا أقعد المؤمن في قبره أتي ثم شهد أن لا إله الا الله وأن محمداً رسول الله فذالك قوله يثبت الله الذين امنوا "نزلت في عذاب القبر"۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں فرمایا: علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ آیت مذکورہ میں عذاب قبر کا تو ذکر نہیں لیکن شاید قبر میں بندہ کو جو حالات پیش آتے ہیں ان کو عذاب قبر سے تعبیر فرمایا ہے ایک تو اس لیے کہ قبر وحشت وہولنا کی کا مقام ہے۔ دوسرے یہ کہ فتنہ قبر تو اصلاً کافر کو پیش آئے گا لیکن تخویف اور ڈرانے کے پیش نظر مومن پر اس کا خوف ظاہر کیا ہے۔ تیسرے یہ کہ فرشتوں سے ملاقات ابن آدم کے لیے عادتاً ہیبت کا ذریعہ ہوتی ہے۔ (فتح الباری۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۱۸)

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کی حدیث صحیح مرفوع کے ساتھ تفسیر بیان کی گئی ہے جو برزخ کی ہولنا کی اور عذاب

قبر کو ثابت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے (آمین) لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ آیت تو مکی ہے اور عذاب قبر کا علم اور مدینہ منورہ میں جا کر عذاب قبر کا جو علم ہوا ہے وہ تفصیل علم تھا مطلق علم نہیں (کیونکہ وہ پہلے ہی حاصل تھا) اور یہودیہ والی روایت سے اس پر انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں مطلق عذاب قبر کا انکار نہیں فرمایا تھا مومن کے حق میں بھی اس کے اثبات کا انکار فرمایا تھا۔ پھر جب تفصیل وحی نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ نافرمان اہل ایمان بھی عذاب قبر میں مبتلا ہوسکتے ہیں۔ جیسا کہ روایات صحیحہ سے ماقبل میں معلوم ہو چکا ہے۔ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ترجمہ۔ بولیں گے اے ہمارے رب! تو موت دے چکا ہم کو دوبار اور زندگی دے چکا دوبار، اب ہم قائل ہوئے اپنے گناہوں کے، پھر اب بھی ہے نکلنے کو کوئی راہ۔

اور یہ آیت ماقبل میں تفصیلاً گزر چکی ہے اور اس سے عذاب قبر کے استدلال کی صورت بھی وہاں بیان کردی گئی ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حوالہ سے تفصیلی بحث فرمائی ہے۔

ساتویں آیت۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى۔

ترجمہ: اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اس کو ملنی ہے گزران تنگی کی، اور لائیں گے ہم اس کو دن قیامت کے اندھا۔

اس آیت کی جو تفسیر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس کی بناء پر یہ آیت کریمہ بھی عذاب قبر کو ثابت کرتی ہے۔

چنانچہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ عن ابن ابی سعید رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد مَعِيْشَةً ضَنْكًا کے متعلق فرمایا: يضيق عليه قبره حتى تختلف أضلاعه فيه یعنی اس کی قبر اس پر اس طرح تنگ کردی جائے گی کہ اس کی پسلیاں آپس میں مل جائیں گی (العیاذ باللہ) نیز ابن ابی حاتم نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا کے متعلق فرمایا کہ: قبر اس پر ملا دی جائے گی۔ البتہ دونوں مذکورہ روایتوں میں سے پہلی (موقوف) زیادہ صحیح ہے (سند کے اعتبار سے)۔

علاوہ ازیں مسند بزار میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیت قرآنی فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا کے متعلق منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عذاب قبر اسنادہ جید۔ (تفسیر ابن کثیر ملخصاً۔ ج۔ ۷۔ ص۔ ۱۳۱)

نیز مختصر تذکرۃ القرطبی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ (مختصر التذکرۃ۔ ۳۶)

آٹھویں آیت۔ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (۱) حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (۲) كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۳) ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔

(۴) ترجمہ: غفلت میں رکھا تم کو بہتات کی حرص نے، یہاں تک کہ جا دیکھیں قبریں، کوئی نہیں آگے جان لوگے، پھر بھی کوئی نہیں آگے جان لو گے۔ اس سے بھی بہت سے علماء نے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں متعدد روایت کی تخریج کی ہے۔ ان میں سے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''كنا نشك في عذاب القبر حتى نزلت هذه الآية: اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (۱) حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (۲) كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۳) ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۴) في عذاب القبر۔

(ابن جریر طبری)

یعنی میں اس آیت کے نزول سے قبل عذاب قبر کے بارے میں شک تھا۔ لیکن یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ چند آیات

ہیں جو عذاب قبر کے اثبات کے لیے کافی ہیں۔ اگرچہ علماء نے اور بھی بہت سی آیات اثبات عذاب قبر کے بارے میں ذکر کی ہیں لیکن جس نے اللہ کو اپنا رب اور اسلام کو اپنا دین مانا ہو اس کے لیے یہ بھی بہت کافی ہیں ورنہ پورا قرآن بھی اس شخص کے لیے ناکافی اور غیر نافع ہے جس کے دل پر اللہ نے مہر لگادی ہو۔ العیاذ باللہ۔

منکرین عذاب قبر کا شرعی حکم

جملہ اہل سنت والجماعت اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ قبر اور برزخ میں اہل ایمان اور اصحاب طاعت کو لذت وسرور نصیب ہوتی ہے اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن وسنت اور اجماع امت کے صریح دلائل کے پیش نظر یہ عقیدہ اتنا مضبوط ہے کہ حضرات فقہاء کرام کا ذمہ دار گروہ عذاب قبر کے منکر کو کافر کہتا ہے حالانکہ وہ تکفیر کے معاملہ میں بڑے ہی محتاط ہیں۔ اور ان کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر کسی ایک کلمہ میں مثلاً سو معانی کا احتمال بھی پیدا ہو سکتا ہو جن میں ننانوے پہلو کفر کے نکلتے ہوں اور صرف ایک ہی پہلو اسلام کا پیدا ہوتا ہو تو قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ قائل کی مراد اسلام ہی کا پہلو ہو ہاں اگر وہ خود ہی کفر کا کوئی معنی اور پہلو متعین کردے تو پھر کفر کے فتویٰ سے اس کو کوئی تاویل نہیں بچا سکتی۔ مسئلہ کی وضاحت کیلئے ہم مسلم حضرات فقہاء کرام میں صرف دو بزرگوں کی شہادت نقل کرتے ہیں۔

❶ علامہ طاہر بن احمد الحنفی المتوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں کہ "وَلَا يَجُوْزُ الصَّلَاةُ خَلْفَ مَنْ يُّنْكِرُ شَفَاعَةَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ۔ وَيُنْكِرُ الْكِرَامَ الْكَاتِبِيْنَ وَعَذَابَ الْقَبْرِ كَذَا مَنْ يُّنْكِرُ الرُّؤْيَةَ لِاَنَّهٗ كَافِرٌ"۔

(خلاصۃ الفتاویٰ۔ ص۔ ۱۴۹۔ ج۔ ۱)

جو شخص آنحضرت ﷺ کی شفاعت اور کراما کاتبین اور عذاب قبر اور رؤیۃ باری تعالیٰ کا منکر ہو اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہے کیونکہ وہ کافر ہے۔ یہ عبارت اپنے مدلول پر بالکل واضح ہے مزید کسی تشریح کی حاجت نہیں۔

❷ حافظ ابن الہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ فرماتے ہیں کہ "وَلَا تَجُوْزُ الصَّلٰوةُ خَلْفَ مُنْكِرِ الشَّفَاعَةِ وَالرُّؤْيَةِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَالْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ لِاَنَّهٗ كَافِرٌ لِتَوَارُثِ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ عَنِ الشَّارِعِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"۔

(فتح القدیر باب الامامۃ۔ ص۔ ۳۶۰۔ ج۔ ۱۔ طبع بیروت)

شفاعت اور اللہ تعالیٰ کے دیدار اور عذاب قبر اور کراما کاتبین کے انکار کرنے والے کی اقتداء میں نماز درست نہیں ہے کیونکہ وہ کافر ہے اس لئے کہ یہ امور شارع علیہ السلام سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔ یہ حوالہ بھی اپنے مدلول میں صریح ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری۔ ص۔ ۱۰۳۔ ج۔ ۲۔ طبع مصر) میں بھی انکار عذاب قبر کو کفر لکھا ہے۔ ذخیرۂ کتب حدیث میں صحیح اور صریح احادیث میں جن کا احصاء وشمار بھی مشکل ہے برائے وضاحت اور صراحت کے ساتھ قبر کی راحت اور عذاب کا ذکر ہے اور عذاب قبر کا ذکر قرآن کریم کی آٹھ آیات میں بھی مذکور ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ اگر بعض لوگ بدقسمتی سے قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں دیکھنے کے بجائے محض اپنی عقل اور مادی طبعیت کے زور سے ان مسائل کا کوئی حل کرنے کی بے جا سعی کرتے ہیں اور اپنی رائے سے قرآن کریم کی تفسیر کے خوگر ہیں وہ دیگر کئی مسائل کی طرح عذاب قبر کا بھی انکار کرتے ہیں کیونکہ ان کی ناقص سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ مرنے کے بعد ثواب وعقاب اور راحت وعذاب بے جان جسم کو ہوا، لیکن نصوص قطعیہ اس باطل نظریہ کی پرزور تردید کرتی ہیں اور ثابت کرتی ہیں کہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے اور قطع نظر احادیث کے قرآن کریم میں عذاب برزخ کا ذکر ہے۔ چنانچہ آیات مذکورہ سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ صبح وشام یعنی دوام واستمرار کے ساتھ فرعونیوں کو آگ کے عذاب پر پیش کیا جاتا ہے تو اس میں روح اور جسم دونوں ہوں گے۔ اور یہی عذاب قبر اور عذاب برزخ کہلاتا ہے کیونکہ قیامت کا عذاب تو "وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ" کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے اس

میں بھی جسم اور روح دونوں ہوں گے۔ "اَشَدَّ الْعَذَابِ" ہوگا اور جو حکم فرعونیوں کا ہے یہی حکم جملہ کفار اور مشرکین کا ہے کیونکہ جو علت ان کے عذاب اور سزا کی ہے وہی دوسروں میں بھی پائی جاتی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ قبر میں عذاب برزخ کے اثبات کے سلسلے میں اہل سنت کے لئے ایک بڑا قاعدہ اور ضابطہ ہے۔ (ابن کثیر۔ص۔۱۲۹۔ج۔۷۔طبع بیروت لبنان)

حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمان اور مجرم قوم کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔ "مِمَّا خَطِيٓـَٔـٰتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا"۔ (سورہ نوح۔ ۲۵) اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی مجرم قوم غرقاب ہوتے ہی فوراً عذاب میں مبتلا ہوگئی تو غرق جسم اور روح دونوں ہوئے نہ فقط روح اور نہ فقط جسم کیونکہ "أُغْرِقُوا" ماضی کا صیغہ ہے اور اسی طرح "أُدْخِلُوا" بھی ماضی کا صیغہ ہے جس میں حرف فا ہے جو تعقیب بلا مہلت کے لئے آتا ہے۔ (الخیالی۔ص۔۱۱۸)

اور اس غرقابی کے بعد فوراً جو عذاب ہوا ہے اسی کا نام عذاب قبر اور عذاب برزخ ہے۔ اس میں جسم بھی شامل ہے اور روح بھی شامل ہے۔ ان آیات طیبات سے معلوم ہوا کہ اصل عذاب قبر کا ثبوت قرآن کریم میں جو مذکور ہے ہاں اسکی تفسیر و تشریح جناب رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر اپنی زبان مبارک سے بیان کردی جو بالکل حق ہے۔ (محصلہ تسکین الصدور۔ص۔۸۲ تا ۸۶)

اب رہی دوسری بات جن روایات میں یہ آتا ہے کہ ارواح شہداء پرندوں کے پیٹوں میں جنت میں سیر کرتی ہیں یعنی یہ پرندے ان کی سواری ہوں گے اور کالے رنگ کے پرندے جن کو صبح شام جہنم کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (روح المعانی۔ص۔۷۴۔ج۔۲۴)

جن کے اجواف میں آل فرعون کی ارواح ہیں۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے کتاب الروح میں مبسوط بحث کی ہے۔ وہ ثابت کرتے ہیں کہ نیک لوگوں کی روح "علیین" میں ہوتی ہے اور اس کا تعلق جسم کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ علیین اور قبر کے ساتھ تعلق میں مربوط ہے اور جنت میں بھی چلتی پھرتی ہیں اور بدآدمی کی روح "سجین" میں ہے قبر میں بھی اس کا تعلق ہے اور یہ سارے تعلقات برحق ہیں ہمارے شعور سے بالاتر ہیں۔ اگر ہم عقل سے کام لیں گے تو معتزلہ بن جائیں گے ایمان سے کام لیں گے تو سب اپنی جگہ برحق ہیں کسی کا کسی سے کوئی تعارض نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ قبر کے عذاب کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں ہر وہ شخص جس کی وفات ہوگئی اور وہ عذاب کا مستحق ہے تو اسکو عذاب کا حصہ ضرور پہنچتا ہے اسکو قبر میں دفن کیا جائے یا نہ دفن کیا جائے پس اگر اس کو درندے کھا گئے یا وہ جلا کر راکھ کردیا گیا اور وہ راکھ ہواؤں میں اڑادی گئی یا سولی پر لٹکا دیا گیا، دریا میں ڈوب گیا تو ان سب صورتوں میں اسکی روح اور اسکے بدن کو وہ عذاب پہنچے گا جو قبر میں دفن کئے ہوئے کو پہنچتا ہے۔ (کتاب الروح۔ص۔۱۷)

مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ جس بدن کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے اور اسی طرح درندے جس کو کھا جاتے ہیں یا راکھ وغیرہ کر دیا جائے تو وہ صرف حسی اور مادی بدن ہی ہوتا ہے مثالی بدن ہرگز نہیں ہوتا۔ اس لئے اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کو بھی باقاعدہ عذاب روح مع الجسم ہوتا ہے۔

﴿۴۷، ۴۸﴾ تابعین اور متبوعین کا باہمی تنازع: دوزخ میں جاکر آپس میں اس طرح جھگڑیں گے۔ فَيَقُولُ الخ تابعین کی گفتگو۔ ﴿۴۸﴾ متبوعین کا جواب۔

﴿۴۹﴾ دوزخیوں کی درخواست: دوزخی دربان دوزخ سے یہ استدعا کریں گے۔

﴿۵۰﴾ جواب ملائکہ: وہ کہیں گے کیا تمہارے پاس رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن احکام نہیں لائے تھے۔ قَالُوا بَلَىٰ۔۔۔الخ

دوزخیوں کا اقرار :دوزخی مان جائیں گے ہاں وہ آئے تھے۔ قالوا الخ ملائکہ کا جواب الجواب : پھر وہ جواب دیں گے کہ پھر ایسے لوگوں سے ایک دن بھی عذاب کی تخفیف نہیں ہوسکتی۔

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿٥١﴾ يَوْمَ لَا يَنفَعُ

بیشک ہم البتہ مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں اور جس دن کھڑے ہوں گے گواہ ﴿۵۱﴾ جس دن نہیں فائدہ دیگا ظلم کرنے والوں کو

الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ

ان کا کوئی عذر اور انکے لئے پھٹکار ہوگی اور برا گھر ﴿۵۲﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے دی موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت اور وارث بنایا

وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ﴿٥٣﴾ هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٥٤﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ

ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا ﴿۵۳﴾ جو ہدایت کرنے والی ہے اور نصیحت ہے عقلمندوں کے لئے ﴿۵۴﴾ پس آپ صبر کریں

وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿٥٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ

بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے اور بخشش طلب کریں اپنے گناہ کیلئے اور تسبیح بیان کریں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ پچھلے پہر اور صبح ﴿۵۵﴾ بیشک وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں

يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ إِن فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم

اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی سند کے جو انکے پاس آئی ہو نہیں ہے انکے سینوں میں مگر تکبر نہیں ہیں وہ اس تک پہنچنے والے پس آپ پناہ مانگیں

بِبَالِغِيهِ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٥٦﴾ لَخَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

اللہ کی ذات کے ساتھ بیشک وہ سننے والا اا اور دیکھنے والا ہے ﴿۵۶﴾ البتہ پیدا کرنا آسمانوں اور زمین ک بڑا ہے لوگوں کی پیدائش سے

أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۵۷﴾ اور نہیں برابر اندھا اور بینا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءُ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾ إِنَّ السَّاعَةَ

جنہوں نے اچھے اعمال کئے اور نہ بدکار، بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو ﴿۵۸﴾ بیشک قیامت

لَآتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٩﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي

البتہ ضرور آنے والی ہے کوئی شک نہیں اس میں لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ﴿۵۹﴾ اور فرمایا تمہارے پروردگار نے پکارو مجھے

أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾

میں قبول کرونگا تمہاری پکار کو، بیشک وہ لوگ جو تکبر کرتے ہیں میری عبادت سے عنقریب، داخل ہونگے جہنم میں ذلیل ہو کر ﴿۶۰﴾

ع ۶

﴿۵۱﴾ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا الخ ربط آیات :اوپر ذکر تھا کہ فرعون نے کہا مجھے چھوڑ دیں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کردوں "ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی" اور رجل مؤمن کے بھی قتل کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی بچایا اور اس رجل مؤمن کو بھی بچا لیا۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ اپنا خاصہ بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور رجل مؤمن کی جان بچائی اسی طرح ہم پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں۔

خلاصہ رکوع ❶ ازالہ اشکال، نتیجہ مخالفین، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت، فضائل تورات، فریضہ خاتم الانبیاء، مجادلین کا عدم کامیابی، تردید منکرین قیامت، وقوع قیامت کا بیان حصر النداء باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات ۵۱ : تا ۶۰ +

ازالہ اشکال :اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے پیغمبروں کی ضرور مدد کریں گے حالانکہ بعض انبیاء کرام کو شہید کیا گیا ہے جیسے پہلے گزر چکا ہے "وقتل ھم الانبیا، ویقتلون النبیین" اور پیغمبروں نے ہجرت بھی کی ہے تو پھر اس نصرت کا کیا معنیٰ؟ حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اسکے دو جواب دیئے ہیں:

جواب۔ ❶ یہ ہے کہ لفظ "رُسُلَنَا" اگرچہ جمع ہے مراد اس سے بعض ہے یعنی ہم اپنے بعض رسل کی اور ایمان والوں کی مدد کریں گے اور فرمایا کہ "وذالك سائغ فی کلام العرب" عرب کی کلام میں یہ درست ہے کہ جمع کا صیغہ بول کر اس سے بعض مراد لیا۔

جواب۔ ❷ یہ دیتے ہیں کہ نصر بمعنی انتصار کے یعنی انتقام لینا۔ پیغمبر اگرچہ شہید بھی ہوئے مثلاً حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام مگر اللہ تعالیٰ نے انتقام لیا کہ بخت نصر ایرانی کو مسلط کیا اور ان کی قوم کا کچومر نکالا۔ (ابن کثیر۔ ص۔ ۱۳۳۔ ج۔ ۷)

جوابِ ❸ علامہ سلام الدین دہلوی رحمہ اللہ کمالین میں دیتے ہیں کہ اس سے وہ "رسل" مراد ہیں جن کو جہاد کا حکم تھا اللہ تعالیٰ نے انکی مدد کی جن کو جہاد کا حکم نہ تھا وہ شہید ہوئے جن مؤمنوں کا جہاد کا حکم نہ تھا وہ مؤمن بھی شہید ہوئے۔

﴿۵۲﴾ نتیجہ مخالفین ❶ : قیامت کے دن مخالفین توحید و قرآن کا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا۔ ❷ اور ان پر لعنت ہے۔ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ۔ ❸ ﴿۵۳﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت: ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو مجموعہ ہدایت تورات عطا فرمائی۔

وَاَوْرَثْنَا الخ بنی اسرائیل کی فضیلت :اور بنی اسرائیل کو اس کا وارث بنایا۔

﴿۵۴﴾ فضائل تورات : وہ کتاب عقلمندوں کے لئے ہدایت اور نصیحت تھی۔ ﴿۵۵﴾ فریضہ خاتم الانبیاء ❶ : آپ صبر کریں ان مشرکین کی تباہی اور آپ کی نصرت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے جیسے اوپر گزر چکا ہے۔ "اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا"۔ (سورۃ مؤمن ۵۱) وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ الخ۔ ❷ اور آپ اپنے گناہ کی معافی مانگیں۔ اہل حق کے نزدیک پیغمبر معصوم ہیں صغیرہ اور کبیرہ دونوں سے پھر یہ کیوں کہا؟ "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ" اور حدیث میں آتا ہے کہ میں ستر مرتبہ اور ایک روایت میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں تو جب معصوم ہیں تو یہ استغفار کیوں کرتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں صغیرہ کبیرہ گناہ مراد نہیں بلکہ وہ زلت مراد ہے جسکو رائے کی اجتہادی غلطی کہتے ہیں جیسے بدر کے قیدیوں کے بارے میں آپ کی رائے تھی اور عبداللہ بن ابی کے جنازہ پڑھانے کی ایک رائے تھی۔ مگر جتنا مقام بلند ہوتا ہے اتنی پابندی زیادہ ہوتی ہے۔ باقی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو اجتہادی غلطیاں تھیں ان پر استغفار کریں۔ اور ایک یہ ہے کہ تعلیماً استغفار کرتے تھے تا کہ امت کیلئے تعلیم ہو۔ وَسَبِّحْ الخ۔ ❸ بِالْعَشِيِّ الخ اوقات تسبیح۔

﴿۵۶﴾ آیات الٰہیہ میں مجادلہ کرنے والوں کی عدم کامیابی۔ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ الخ کہ ان سینوں میں تکبر گھسا ہوا ہے وہ اپنے تکبر کی وجہ سے خیال کرتے ہیں کہ ہم غالب ہو جائیں گے حالانکہ وہ غالب ہونے والے نہیں۔ کبر :میں اس تکبر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ فَاسْتَعِذْ

باللہ الخ فریضہ خاتم الانبیاء : آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ لیجئے (فتنہ دجال سے) بلاشبہ وہ سمیع اور بصیر ہے۔ حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا ہمارا مسیح بن داؤد یعنی دجال آخر زمانہ میں نکلے گا اس کے ذریعے ہمارا ملک واپس مل جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(معالم التنزیل۔ص۔۹۔۷۔ج۔۴۔خازن۔ص۔۷۵۔ج۔۴)

﴿۵۷﴾ تردید منکرین قیامت : حضرت شاہ عبدالقادر ؒ لکھتے ہیں کہ دوسری بار پیدا ہونا محال جانتے ہیں۔

﴿۵۸﴾ فریقین کا تفاوت : اندھا اور بینا مؤمن اور کافر بھلا اور بُرا برابر ہو سکتے ہیں؟ شاہ صاحب فرماتے ہیں ایک دن آئے گا کہ ان کا فرق کھلے گا۔ ﴿۵۹﴾ وقوع قیامت کا بیان : قیامت یقیناً آنے والی ہے۔

﴿۶۰﴾ حصر النداء باری تعالیٰ : جو شخص اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑے گا قیامت کے دن کے عذاب سے بچ جائے گا ورنہ جہنم رسید ہوگا عبادت سے تکبر کرنے والے جہنم میں جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا اور عبادت ایک ہی چیز ہے یا دوسرے لفظوں میں دعا بھی عبادت ہی کا حصہ ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ عبادت کا اطلاق، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اور دیگر عبادات کے علاوہ دعا پر بھی ہوتا ہے اس مقام پر عبادت سے مراد خاص طور پر دعا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے دست دعا دراز نہیں کرتا وہ گویا متکبر ہے اور تکبر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی بری خصلت ہے۔ ہاں اگر بغیر تکبر کے چھوڑتا ہے تو اس میں تفصیل ہے۔ واللہ اعلم۔

دعا کی حقیقت

امام رازیؒ لکھتے ہیں "حقیقة الدعاء استدعاء العبد ربه جل جلاله العناية واستمداده اياه المعونة"۔ (تفسیر کبیر۔ص۔۹۲۱۔ج۲۔) ترجمہ: دعا کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے مدد اور رحمت و عنایت کا طلبگار رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا کے مفہوم میں بہت وسعت ہے اپنے دینی و دنیوی مطالب، زبان سے، دل سے، یا حال سے پیش کرنا، تسبیح و تہلیل کرنا، یاد الٰہی میں۔ لگے رہنا بھی دعا کے مفہوم میں داخل ہے، اصل عبادت یہ ہے کہ بندہ کی ہر ادا سے یہ ظاہر ہوتا رہے کہ یہ بندہ ہے اور وہ رب ہے، یہ مخلوق ہے اور وہ خالق ہے، یہ محتاج ہے وہ غنی ہے، یہ عاجز ہے وہ قادر ہے جو اس امر سے گریز کرتا ہے وہ دعا کو مؤثر نہیں سمجھتا اور نہ وہ اپنے آپ کو "عبد" اور رب الارباب کو رب مانتا ہے اس کی سزا دوزخ ہے۔

اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا دعا کو قبول کرنا یا نہ کرنا اس کے اختیار میں ہے اور اس بات کے بھی قائل ہیں کہ مظلوم کی بددعا بھی قبول ہوتی ہے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ۔ احادیث میں انفرادی اور اجتماعی دعاؤں کے الفاظ منقول ہیں جہاں فرد واحد کی اپنی اصلاح و فلاح ہے وہاں واحد متکلم کے صیغے منقول ہیں، اور جہاں پورے معاشرے کو شریک کیا گیا ہے وہاں جمع متکلم کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے دعا کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ❶ فرض : مثلاً نبی کو حکم ہوا کہ اپنی قوم کی ہلاکت کے لیے دعا کریں پس اسے یہ دعا کرنا فرض ہے۔ ❷ واجب : جیسے دعا قنوت۔ ❸ سنت : جیسے تشہد اور ادعیہ ماثورہ۔ ❹ دعا عبادت : جیسا کہ عارفین کرتے ہیں اور اس سے محض عبادت مقصود ہے کیونکہ دعا میں تذلل عجز و انکساری کا اظہار ہے اور تذلل اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ محبوب ہے۔

فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت

فرائض کے بعد جو ذکر و اذکار کئے جاتے ہیں ان کے بجالانے کے بعد نمازیوں کو اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا

کرنا چاہئے پھر دعا کے بعد اپنے ہاتھوں کو اپنے چہروں پر مل لینا چاہئے۔

نور الایضاح میں فرضوں کے بعد دعا کرنے کا یہ طریقہ تحریر ہے۔ "ثُمَّ يَدْعُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ رَافِعِيْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَمْسَحُوْنَ بِهَا وُجُوْهَهُمْ فِيْ آخِرِهٖ"۔ (نور الایضاح از حسن بن علی الشرنبلالی۔ص۔۸۱۔تحت فصل فی الاذکار الواردہ بعد الفرض طبع اسلام آباد مراقی الفلاح شرح نور الایضاح للشیخ حسن بن عمار۔ص۔۷۳۔طبع ملتان حاشیہ الطحطاوی علی الفلاح للشیخ احمد الطحطاوی۔۱۷۳۔طبع مصر)

تعامل امت اس پر مستزاد ہے کیونکہ فرمان نبوت ہے "لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ" لہٰذا اس کی صحت کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے یہ طریقہ دعا صحیح اور مستحسن ہے بدعت نہیں۔

فرضوں کے بعد سر پر ہاتھ کر دعا پڑھنے کا ثبوت

حدیث کی کتاب حصن حصین۔ص۔۸۲۔میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو دائیں ہاتھ کو سر پر پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے "بِسْمِ اللهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحُزْنَ"۔ (بحوالہ خیر الفتاویٰ۔ص۔۳۰۰۔ج۔۱)

میت کے لئے تعزیت کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت

میت کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی جائز ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے "رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ اَبِيْ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ"۔ (بخاری۔ص۔۶۱۹۔ج۔۲۔مسلم۔ص۔۳۰۳۔ج۔۲)

حضرت عبید ابو عامر رضی اللہ عنہ کے لئے ان کی وفات کی خبر سن کر ہاتھ اٹھا کر ان کے لئے دعا مانگی تھی۔ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ تعزیت کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ظاہراً جائز ہے الخ (مسائل اربعین۔ص۔۳۴) اور قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ (دیکھئے مسلم۔ص۔۳۱۳۔ج۔۱۔اصابہ فی تذکرۃ الصحابہ۔ص۔۲۱۸۔ج۔۲۔بحوالہ راہ سنت۔ص۔۲۷۸)

علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :دعا کا طویل مانگنا اور ہاتھ اٹھا کر مانگنا مستحب ہے۔ اور قبرستان میں بیٹھنے کی بجائے کھڑے ہو کر دعا کرنا اکمل ہے۔ (مسلم حاشیہ۔ص۔۳۱۳۔ج۔۱) البتہ رخ قبلہ کی طرف ہو جانا چاہئے۔ واللہ اعلم

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ

اللہ کی ذات وہ ہے جس نے بنائی ہے تمہارے لئے رات تاکہ تم آرام پکڑو اس میں اور دن بنایا ہے دیکھنے کیلئے بیشک اللہ تعالیٰ

عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ

فضل کرنے والا ہے لوگوں پر، مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے ﴿۶۱﴾ یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار جو خالق ہے ہر چیز کا نہیں کوئی معبود اس کے

شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۡ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾

سوا پس تم کدھر پھیرے جاتے ہو ﴿۶۲﴾ اسی طرح پھیرے گئے وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں کے ساتھ انکار کرتے تھے ﴿۶۳﴾

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ

اللہ کی ذات وہ ہے جس نے بنائی ہے تمہارے لئے زمین ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت اور تم کو صورت بخشی ہے پس بہت اچھی صورت دی اور روزی دی

وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ

ہے تم کو پاکیزہ چیزوں سے، یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار پس بڑی برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ﴿۶۴﴾ وہی زندہ ہے نہیں کوئی معبود

اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٥﴾ قُلْ اِنِّىْ

اسکے سوا پس اسی کو پکارو اس حال میں کہ خالص اسی کی اطاعت کرنے والے ہو سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے ﴿۶۵﴾ اے پیغمبر

نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَاۗءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۡ

آپ کہہ دیجئے بیشک مجھے روکا گیا ہے کہ میں عبادت کروں انکی جنکو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا جبکہ پہنچ چکی ہیں میرے پاس کھلی نشانیاں میرے رب کی طرف سے

وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداری کروں تمام جہانوں کے رب کی ﴿۶۶﴾ وہ وہی ذات ہے جس نے پیدا کیا ہے تم کو مٹی سے پھر قطرہ آب سے

نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا

پھر خون کے جمے ہوئے لوتھڑے سے پھر نکالتا ہے تم کو بچے کی شکل میں پھر تاکہ تم پہنچو اپنے پورے زور پر، پھر تاکہ تم ہو جاؤ بوڑھے

شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾

اور بعض تم میں سے وہ ہیں کہ جنکو وفات دی جاتی ہے اس سے پہلے اور تاکہ پورا کرو تم ایک مقررہ مدت کو اور تاکہ تم عقل سے کام لو ﴿۶۷﴾ وہی ذات

هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٦٨﴾ ع

ہے جو زندہ کرتی ہے اور مارتی ہے پس جب فیصلہ کرتا ہے وہ کسی کام کا پس بیشک وہ کہتا ہے اس کیلئے ہو جاؤ پس وہ چیز ہو جاتی ہے ﴿۶۸﴾

﴿۶۱﴾ ربط آیات۔ اوپر قیامت کا ذکر تھا اب آگے توحید اور اس کے دلائل کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع۔ ۞ تذکیر بآلاء اللہ سے توحید پر عقلی دلیل، ثمرہ دلیل حصر الربوبیت، دائمی ناکامی کی علامت، دلائل عقلیہ سے اثبات توحید۔۱۔۲۔۳۔۴۔ اللہ تعالیٰ کے ازلی اور ابدی ہونے کا بیان، فریضہ خاتم الانبیاء سے توحید پر نقلی دلیل، تنبیہ مشرکین، عظمت خداوندی، تشریح تصویر، حصر النداء باری تعالیٰ، خلقت بنی آدم کی تشریح، تصرف باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات۔۶۱ تا ۶۸ +

تذکیر بآلاء اللہ سے توحید پر عقلی دلیل : یعنی جس خدا تعالیٰ کے احکام کی ممانعت سے ہم تمہیں ڈراتے ہیں وہ ان خوبیوں والا ہے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے رات اور دن بنایا اللہ تعالیٰ تو بڑے فضل والا ہے مگر انسان ہی ناشکر گذار ہے۔

﴿۶۲﴾ ثمرہ دلیل حصر الربوبیت باری تعالیٰ : یعنی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہی تمہارا رب اور معبود ہے۔ لَآ اِلٰهَ الخ حصر الالوہیت باری تعالیٰ۔ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ : تنبیہ مشرکین۔ ﴿۶۳﴾ دائمی ناکامی کی علامت : یعنی جس طرح تم حق سے پھر رہے ہو اور ناکامی سے اپنے دامن کو بھر رہے ہو۔ پہلے لوگ بھی اسی طرح پھر گئے اور ناکام ہو گئے تھے۔

﴿۶۴﴾ دلائل عقلیہ سے اثبات توحید۔ ❶۔ ❷ یعنی جس نے زمین و آسمان بنایا۔ ❸ پھر تمہاری اچھی صورتیں بنائیں۔ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ : تشریح تصویر۔ یعنی ان میں روح بھی ڈالی۔ ❹ اور عمدہ رزق عطا فرمایا۔ ذٰلِكُمُ الخ نتیجہ دلائل مذکورہ۔ یہی تمہارا رب اور معبود

ہے۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ الخ عظمت خداوندی۔

﴿۶۵﴾ اللہ تعالیٰ کے ازلی اور ابدی ہونے کا بیان : یعنی وہ زندہ ہے اسکے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ فَادْعُوْهُ الخ حصر النداء باری تعالیٰ۔ ﴿۶۶﴾ فریضہ خاتم الانبیاء : یعنی مجھے تو صرف رب العالمین کی عبادت کی اجازت ہے اور تمہارے معبودوں کی عبادت سے روکا گیا ہے۔ ﴿۶۷﴾ خلقت بنی آدم کی تشریح : یعنی تمہارا خدا یہ ہے جس نے تمہیں اس طرح بنایا ان علامتوں کے باوجود تمہیں اپنے رب سے تعارف پیدا نہیں ہوتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اتنے احوال تم پر گذرے شاید ایک حال اور بھی گذرے دم مر کر جینا۔ قبر کی زندگی چونکہ وہ مستقل زندگی نہیں اس لئے اس کا ذکر نہیں فرمایا۔

﴿۶۸﴾ تصرف باری تعالیٰ : موت وحیات کے عالم کی باگ اسی کے قبضہ میں ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ

کیا تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ کی آیتوں میں کدھر پھیرے جا رہے ہیں یہ لوگ؟ ﴿۶۹﴾ وہ جنہوں نے جھٹلا دیا کتاب کو اور اس چیز کو کہ بھیجا ہے ہم نے

وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ڕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ

اسکے ساتھ اپنے رسولوں کو پس عنقریب یہ لوگ جان لیں گے ﴿۷۰﴾ جبکہ انکی گردنوں میں طوق پڑے ہوئے ہوں گے اور زنجیریں

يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ

وہ گھسیٹے جائیں گے ﴿۷۱﴾ کھولتے ہوئے پانی کی طرف پھر آگ میں انکو جھونک دیا جائے گا ﴿۷۲﴾ پھر کہا جائے گا ان سے کہاں ہیں وہ کہ تم

تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـــًٔا ۭ كَذٰلِكَ

شریک بناتے تھے انکو ﴿۷۳﴾ اللہ کے سوا کہیں گے وہ کہ گم ہو گئے ہم سے بلکہ نہیں ہم تھے بلاتے اس سے پہلے کسی چیز کو اسی طرح اللہ بہکاتا ہے

يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾

کفر کرنے والوں کو ﴿۷۴﴾ یہ اس وجہ سے کہ تھے تم زمین میں ناحق خوشی مناتے اور اس وجہ سے کہ تم اکڑ دکھاتے تھے ﴿۷۵﴾

اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ

داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اسمیں پس برا ہے ٹھکانہ تکبر کرنے والوں کا ﴿۷۶﴾ پس آپ صبر کریں اے پیغمبر بیشک اللہ کا وعدہ

اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾

برحق ہے پس یا تو ہم دکھا دیں گے آپکو بعض وہ چیز کہ ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں یا ہم آپ کو وفات دے دیں گے ہماری طرف ہی یہ سب لوٹائے جائیں گے ﴿۷۷﴾

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ

اور البتہ تحقیق بھیجا ہے ہم نے رسولوں کو تجھ سے پہلے بعض انمیں سے وہ ہیں کہ جنکے حالات ہم نے آپ پر بیان کر دیئے ہیں

نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ فَإِذَا جَاءَ

اور بعض وہ ہیں کہ ہم نے انکے حالات آپ پر بیان نہیں کئے اور نہیں ہے کسی رسول کیلئے کہ وہ لائے کوئی نشانی مگر اللہ کے حکم سے پس جب آ گیا اللہ تعالیٰ کا حکم تو فیصلہ کر دیا جائے گا

أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿۷۸﴾

حق کے ساتھ اور نقصان اٹھائیں گے اس موقع پر باطل پرست لوگ ﴿۷۸﴾

﴿۶۹﴾ ربط آیات : اوپر توحید کا ذکر تھا آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے منکر توحید ورسالت قیامت سے پہلے بھی ہوں گے۔

خلاصہ رکوع۔ ❶ تمہید مخالفین قرآن کے لئے انداز بضمن تذکیر بما بعد الموت۔ شکوہ مشرکین، بیان مکذبین، تخویف مکذبین، مجرمین کی رسوائی۔ ا۔ ۲۔ ۳۔ مشرکین کی سرزنش، مشرکین کا انکار، اسباب رسوائی، نتیجہ مشرکین، فریضہ خاتم الانبیاء، تسلی خاتم الانبیاء فی ضمن داستان سابقہ انبیاء کرام۔ ماخذ آیات۔ ۶۹ تا ۷۸+

شکوہ مشرکین : یعنی یہ مشرک لوگ خواہ مخواہ اعتراض کرتے ہیں اور آیات اللہ میں جھگڑا کرتے ہیں اور انہیں جھٹلاتے ہیں۔ اور توحید ان کے گلے سے نہیں اترتی ہمیشہ الجھن میں ہیں۔

﴿۷۰﴾ بیان مکذبین۔ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ : تخویف مکذبین۔ عنقریب اپنی غلطی کو سمجھ جائیں گے۔

﴿۷۱﴾ مجرمین کی رسوائی۔ ❶ یعنی جب گردنوں میں طوق ڈالے جائیں گے۔ ❷ زنجیروں میں جکڑ کر بند کر کے گھسیٹے جائیں گے۔

﴿۷۲﴾۔ ❸ یعنی پھر گرم پانی اور آگ سے ان کے پیٹ بھر دئے جائیں گے۔

﴿۷۳﴾ مشرکین کی سرزنش : یعنی ان سے کہا جائے گا تمہارے شریک کہاں ہیں۔ ﴿۷۴﴾ مشرکین کا انکار : یعنی اس دن شرک کا انکار کر جائیں گے۔

﴿۷۵﴾ اسباب رسوائی : "تَفْرَحُونَ" اور "تَمْرَحُونَ" میں فرق : "فرح" کے معنی عام خوشی اور "مرح" کے معنی شدۃ الفرح یعنی بہت زیادہ خوشی۔ "فرح" ایسی خوشی جو دل میں ہو اور مرح ایسی خوشی جس کا اثر بدن پر ہو۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ یہ عذاب اس لئے ہے کہ تم ناحق زمین پر اتراتے پھرتے تھے۔ اور اس وجہ سے عذاب ہے کہ تم اکڑ غرور شیخی کرتے تھے دنیا میں جو نعمتیں تمہیں دی گئی ان میں لگ کر تم منعم حقیقی۔ سے غافل ہو گئے اور آخرت کو بھول گئے "فرح" اور "مرح" کی وجہ سے تم دنیا میں ناحق خوشی میں مبتلا تھے۔ شرک اور بتوں کی عبادت میں لگے رہے۔

(کبیر: ص۔ ۵۳۳۔ ج۔ ۲۷)

﴿۷۶﴾ نتیجہ مشرکین۔ یعنی دوزخ کے دروازوں سے جاؤ توحید سے تکبر کرنے والوں کے لئے یہ برا ٹھکانہ ہے۔

﴿۷۷﴾ فریضہ خاتم الانبیاء۔ یعنی آپ انکی مخالفت پر صبر کریں اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے۔

فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ الخ تسلی خاتم الانبیاء : ان پر عذاب یا آپ کے سامنے آئے گا جیسے بدر میں یا آپ کے انتقال کے بعد کوئی عذاب بھی انکو آخرت کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا اس لیے اصلی عذاب تو وہی ہوگا جو ہماری طرف لوٹا دئے جانے کے بعد ہوگا۔

﴿۷۸﴾ تسلی خاتم الانبیاء فی ضمن داستان سابقہ انبیاء کرام : یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی تسلی کے سلسلے میں پہلے نبیوں کا حال بیان کیا ہے۔ اور اس آیت سے آنحضرت ﷺ کیلئے علم غیب کلی کی نفی کا اثبات بھی ہے وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان میں سے بعض انبیاء کرام کے حالات ہم نے آپ کے سامنے بیان کر دیے اور بعض کے حالات ہم آپ کے سامنے بیان نہیں کئے یعنی بعض کے حالات تفصیل کے ساتھ اور بعض کے اجمالاً بیان کیے ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ صبر سے کام لیں۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام کا اسوہ پیش نظر رکھیں اور اپنے مشن میں مصروف کار ہیں جب اللہ کا حکم آئے گا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔ ہر کافر مشرک اور بدعقیدہ کا محاسبہ ضرور ہونے والا ہے تو ان کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ

اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے بنائے ہیں تمہارے لئے چوپائے تاکہ تم سواری کرو انمیں سے بعض پر اور بعض ان میں سے تم کھاتے بھی ہو ﴿۷۹﴾ اور تمہارے لئے ان میں بہت سے فائدے ہیں

وَلِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَیْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝ وَیُرِیْكُمْ

اور تاکہ پہنچو ان پر سوار ہو کر اس کام تک جو تمہارے دلوں میں ہے اور تمہیں ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر سوار کیا جاتا ہے ﴿۸۰﴾ اور دکھاتا ہے وہ تمکو اپنی نشانیاں

اٰیٰتِهٖ ۖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ۝ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ

پس اللہ تعالیٰ کی کونسی نشانی سے تم انکار کروگے ﴿۸۱﴾ کیا یہ لوگ نہیں چلے پھرے زمین میں تاکہ دیکھتے کہ کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو

عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى

ان سے پہلے گزرے ہیں، تھے وہ زیادہ ان سے تعداد میں اور قوت میں بھی زیادہ تھے اور نشانیوں میں بھی جو وہ زمین میں چھوڑ گئے تھے پس

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ

نہ بچایا انکو اس چیز نے جو وہ کماتے تھے ﴿۸۲﴾ پس جب آئے انکے پاس انکے رسول کھلی نشانیاں لے کر تو اترانے لگے اسکے ساتھ جو انکے پاس علم تھا

الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

اور گھیر لیا انکو اس چیز نے جسکے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے ﴿۸۳﴾ پس جب دیکھا انہوں نے ہمارے عذاب کو تو کہنے لگے ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر

وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِیْنَ ۝ فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ

جو اکیلا ہے اور ہم انکار کرتے ہیں اس چیز کا جسکو ہم اسکے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے ﴿۸۴﴾ پس نہ فائدہ دیا انکو انکے ایمان نے جب دیکھا انہوں نے ہمارے عذاب کو

سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

یہ اللہ کا دستور ہے ان لوگوں میں جو گزرے ہیں اسکے بندوں میں اور نقصان اٹھایا اس جگہ کفر کرنے والوں نے ﴿۸۵﴾

ع ۹ / ۷ / ۱۴

﴿۷۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ ...الخ ربط آیات : اوپر رسالت اور قیامت کا ذکر تھا آگے مسئلہ توحید بیان فرماتے ہیں۔

خلاصہ رکوع ۹ تذکیر بالآء اللہ سے توحید پر عقلی دلیل، جانوروں کے فوائد واقسام، قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ، تخویف مشرکین، امم سابقہ کے احوال، شدت گرفت، آمد انبیاء سبب رسوائی، مشرکین کا اظہار ایمان، مشرکین کے ایمان کے غیر مفید ہونے کا بیان، نتیجہ مشرکین۔

ماخذ آیات ۷۹ تا ۸۵+

تذکیر بالآء اللہ سے توحید پر عقلی دلیل : اس آیت میں فرمایا کہ اللہ نے تمہارے لیے مویشی پیدا کئے ہیں ان جانوروں کی تخلیق اور ان سے حاصل ہونے والے فوائد میں غور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اسکی وحدانیت سمجھ میں آتی ہے۔

﴿۸۰﴾ جانوروں کے فوائد واقسام : حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ الخ تمہارے دل میں جو بھی حاجت ہے اس کے حصول میں یہ جانور معاون بنتے ہیں۔ ﴿۸۱﴾ وَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ الخ قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ : اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم اسکی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

اوراس کی وحدانیت کو تسلیم کرو۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی مصلحت کے لیے ایسی ایسی چیزیں پیدا کیں مگر انسان ان چیزوں کے خالق کی طرف رجوع کرنے کی بجائے اغیار کے دروازے پر جا کر انکی نذر ونیاز پیش کرتا ہے۔ اور ناشکری اور شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔

﴿۸۲﴾ تخویف مشرکین۔ کَانُوْٓا اَکْثَرَ الخ امم سابقہ کے احوال : وہ لوگ زمین میں اپنے نشانات چھوڑنے کے اعتبار سے بھی بہت آگے تھے۔ جب ان کی گرفت آئی تو ان کے علم وہنر خاک میں مل گئے۔ فَمَآ اَغْنٰی الخ شدت گرفت : اور انکی سرکشی اور بغاوت کی وجہ سے انہیں صفحہ ہستی سے ناپید کر دیا گیا۔ ﴿۸۳﴾ آمد انبیاء : فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ سبب رسوائی۔

نحوی بحث : دو آسان ترکیبیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ "فَرِحُوْا" کی ضمیر راجع بسوئے کفار، اور "عِنْدَهُمْ" کی ضمیر بسوئے "رسل" مطلب یہ ہے کہ کافر خوش ہوئے اس چیز پر جو پیغمبروں کے پاس علم تھا۔ یہ خوش ہونا بطور استہزاء اور انکار کے تھا۔ دوسری ترکیب یہ ہے کہ "فرحوا" کی ضمیر راجع بسوئے "رسل" اور "ہم" ضمیر راجع بسوئے کفار تو مطلب یہ ہے کہ جب ان کے پاس رسل واضح دلائل لے کر آئے تو کفار خوش ہوئے اس چیز پر جو کفار کے پاس علم تھا۔ اب اس پر اعتراض ہوگا کہ کفار کے پاس جو علم تھا کیا شرعاً اس پر علم کا اطلاق ہوتا ہے؟ تو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس پر علم کا اطلاق ہوتا ہے چنانچہ سورہ روم میں ہے "يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ"۔ (روم آیت۔ ۷) کہ وہ جانتے تھے دنیا کی زندگی کے ظاہر کو اور آخرت سے وہ غافل ہیں تو کہتے ہیں کہ یہاں علم کا لفظ بولا گیا ہے تو اب مطلب یہ ہوگا کہ وہ کافر خوش ہوئے اس پر جو ان کے پاس دنیا کا علم تھا۔

(تفسیر کبیر۔ ص۔ ۵۳۵۔ ج۔ ۲۷۔ طبع بیروت لبنان)

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے پاس علم معاش یعنی دنیا کی زندگی گذارنے کا علم تو تھا مگر ان کے پاس علم معاد نہیں تھا۔ جس کو بروئے کار لا کر وہ نہ صرف دنیا میں کامیاب ہو سکتے تھے بلکہ آخرت کی دائمی زندگی کو بھی بہتر بنا سکتے تھے ان کے پاس دنیا کا علم نہیں تھا جس کے ذریعے وہ عقیدہ اعمال اور اخلاق کو درست کر سکتے۔ محض معاش کا علم تو آج بھی دنیا میں بہت زیادہ ہے آج سائنس اور ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے علم طب وجراحت اپنے عروج پر ہے، صنعت وحرفت کی بدولت نئی نئی چیزیں سامنے آرہی ہیں، مگر وہ علم نہیں ہے جو اللہ کے نبیوں پر بذریعہ وحی نازل ہو۔ موجودہ زمانے میں امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس اور جرمنی وغیرہ اپنے آپ کو بڑا ترقی یافتہ سمجھتے ہیں مگر ان کا سارا علم وہنر معیشت کے گرد گھومتا ہے اور وہ اسی کو علم کل سمجھتے ہیں اور اصل علم کی طرف نہیں آتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک فلسفی کو مشورہ اور جواب مشورہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کسی نے ایک بہت بڑے فلسفی سے کہا کہ آپ انکی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے اکتساب فیض کریں اور انکی دعوت کو قبول کریں، تو وہ شخص کہنے لگا کہ ہم تو خود عالم فاضل اور مہذب آدمی ہیں، ہمیں موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی کوئی ضرورت نہیں نبیوں کی تعلیم وتربیت جاہل لوگوں کے لیے ہوا کرتی ہے، وہ انکی راہنمائی کرتے ہیں ہمیں تو ضرورت نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا واقعہ

مفسرین کرام بیان کرتے ہیں کہ کس نے افلاطون یا کسی دوسرے فلاسفر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا تو اس فلسفی نے عیسیٰ علیہ السلام کا امتحان لینا چاہا کہتے ہیں کہ اس نے آپ سے سوال کیا کہ اگر زمین وآسمان ایک کمان کی شکل اختیار کرلیں اور دنیا میں ظاہر ہونے والے تمام حوادثات کو تیر تصور کر لیا جائے اور اس تیر کمان کو چلانے والا خود خدا ہو تو پھر اس تیر کمان کے حملے سے بچاؤ کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ بچاؤ کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ بچاؤ کی ایک صورت ہے کہ دوڑ کر خدا تعالیٰ کے

دامن میں پناہ حاصل کرلی جائے۔قرآن کریم میں موجود ہے "فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ" اللہ کی طرف دوڑ کر جاؤ تو ہر شر سے پناہ حاصل ہو جائے گی۔ تو اس شخص نے یہ جواب سن کر اقرار کیا کہ ایسے مشکل سوال کا جواب نبی کے بغیر کوئی نہیں دے سکتا۔ یہ واقعی اللہ کے نبی ہیں مگر ہمیں انکی ضرورت نہیں، ہم خود مہذب لوگ ہیں۔ (تفسیر معالم العرفان۔ ص۔ ۲۷۲، ۲۷۳ ج۔ ۱۶)

﴿۸۴﴾ مشرکین کا اظہار ایمان۔ یعنی جب ان لوگوں پر عذاب آیا تو کہنے لگے کہ ہم اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لائے ہیں جس طرح فرعون نے بھی غرق ہونے کے وقت کہا تھا قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ (یونس۔۹۰) اب ایمان لاتے ہو جب جان حلق تک پہنچ چکی ہے۔

﴿۸۵﴾ مشرکین کے ایمان کے غیر مفید ہونے کا بیان : جب انہوں نے عذاب دیکھ لیا تو ایمان کی باتیں کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ایمان اس وقت نافع ہے جب عذاب آنے سے پہلے قبول کرلیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ رہا ہے کہ تکذیب کی وجہ سے جب بندہ پر عذاب آیا تو اس وقت ان کا ایمان لانا مقبول نہ ہوا پھر وہ ہلاک کردیئے گئے۔ پوری تاریخ انسانی میں صرف یونس علیہ السلام کی قوم ایسی ہے کہ عذاب کے آثار شروع ہو گئے تو وہ گڑگڑائے اور توبہ کی اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرلیں۔

وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ : نتیجہ مشرکین : اور اس موقع پر کافر لوگ خسارہ ہیں میں پڑ گئے۔ پس مخالفین قرآن پر لازم ہے یہ اللہ وحدہ لاشریک پر اور اس کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائیں تاکہ پہلی امتوں کی طرح تباہ و برباد نہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ تمام امت محمدیہ کو اس نقصان سے محفوظ رکھے۔ ﴿آمین﴾

ختم شد سورۃ المؤمن بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ حم السجدہ

نام اور کوائف: اس سورۃ کے نام حٰم السجدہ ہے، اس نام کے علاوہ اس کو سورۃ فصلت اور اقوات بھی کہتے ہیں تاہم زیادہ مشہور نام حٰم السجدہ ہی ہے۔ یہ سورۃ حوامیم سبعہ میں سے دوسری سورۃ ہے یہ ساتوں سورتیں مکی دور کے آخر میں یکے بعد دیگرے اسی ترتیب سے نازل ہوئیں جو ترتیب تلاوت ہے۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۴۱۔ ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۶۱۔ نمبر پر ہے، اس سورۃ میں۔ ۶۔ رکوع۔ ۵۴۔ آیات ہیں۔ سورۃ المؤمن میں گذر چکا ہے کہ یہ تمام سورتیں قرآن کریم کا نچوڑ اور خلاصہ ہیں۔

ربط آیات: گزشتہ سورۃ توحید کے مضامین پر مشتمل تھی اب اس سورۃ میں قرآن کریم کی حقانیت اور آنحضرت ﷺ کی رسالت کو ثابت کرنا مقصود ہے اور فریقین کے لیے نتائج کو بیان کیا گیا ہے۔

موضوع سورۃ: دعوت الی القرآن رحمٰن اور رحیم کی رحمت کے تقاضے سے قرآن کریم نازل ہوا ہے۔

خلاصہ سورۃ: حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں اس سورۃ کا حاصل یہ مضامین ہیں توحید جس سے تمہید کے بعد سورۃ شروع ہوتی ہے اور سورۃ گزشتہ اسی پر ختم ہوئی تھی۔ جس کا صریح بیان رکوع دوم سے چلا ہے پھر ان آیات میں عود ہوا ہے "وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ الخ پھر ختم کے قریب عود ہوا "وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ الخ دوسرا مضمون رسالت جو توحید سے بطور تمہید اولاً مذکور ہوا ہے پھر ثانیاً ان آیات میں "وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا" اور اسی سلسلے میں بطور تسلیہ کے آپ کو ترغیب صبر و عفو و صفح کی دی گئی ہے اس آیت میں "وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ الخ پھر ثالثاً مع تسلیہ ان آیات میں "اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ الخ تیسرا مضمون انکار توحید و رسالت پر زجر و انکار و عید عذاب سے اولاً "وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ" الخ میں ثانیاً "فَاِنْ اَعْرَضُوْا" الخ میں ثالثاً "اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ الخ میں اور چونکہ اس میں عذاب قیامت مذکور ہے اس مناسبت سے وقوع قیامت کی تحقیق ہے اولاً "اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى" میں ثانیاً "اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ" میں ثالثاً "اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ" میں اور اسی مضمون کے مقابلہ اور تتمیم کے لئے چند جا اہل ایمان کے بشارات بھی مذکور ہیں اور بقیہ مضامین درمیان درمیان ان ہی مضامین کی تبعیت میں مذکور ہیں۔ (بیان القرآن)

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۲﴾ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾

حٰمٓ ﴿۱﴾ یہ کلام اتارا ہوا ہے رحمان اور رحیم کی طرف سے ﴿۲﴾ ایک کتاب ہے جسکی آیتوں کی تفصیل کی گئی ہے یہ قرآن عربی زبان میں ہے ان لوگوں کیلئے جو علم رکھتے ہیں ﴿۳﴾

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۴﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ

خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا ہے پس اعراض کیا ہے ان میں سے اکثر نے پس وہ نہیں سنتے ﴿۴﴾ اور کہا انہوں نے کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں اس چیز سے کہ جسکی طرف آپ بلاتے

وَفِیْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا

ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہیں اور ہمارے درمیان اور آپ کے درمیان پردہ ہے پس آپ اپنا کام کرتے جائیں بیشک ہم اپنا کام کر رہے ہیں ﴿۵﴾

بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْۤا اِلَیْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ

آپ کہہ دیجئے اے پیغمبر بیشک میں تو انسان ہوں تمہارے جیسا وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ بیشک تمہارا معبود ایک ہی ہے پس سیدھے رہو اس کی طرف اور بخشش طلب کرو

وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِكِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

اس سے اور ہلاکت ہے شرک کرنے والوں کیلئے ﴿۶﴾ وہ جو نہیں دیتے زکوٰۃ اور آخرت کا وہ انکار کرنے والے ہیں ﴿۷﴾

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے اعمال کیے انکے لئے غیر منقطع اجر ہے ﴿۸﴾

خلاصہ رکوع ❶ حقانیت قرآن، جامعیت قرآن وصفات قرآن۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ منکرین قرآن کا طرز عمل، عناد منکرین قرآن، بشریت خاتم الانبیاء، خصوصیت خاتم الانبیاء، تفصیل وحی، اصول کامیابی۔ ۱۔ ۲۔ نتیجہ مشرکین، مشرکین کی پہچان، نتیجہ مؤمنین وصالحین۔ ماخذ آیات۔ ۲ تا 8+

﴿۲﴾ حقانیت قرآن: رحمت الٰہی کے تقاضے سے قرآن نازل ہوا ہے۔

﴿۳﴾ جامعیت قرآن وصفات قرآن۔ ❶ اس قرآن کی آیت سمجھ بوجھ رکھنے والے انسانوں کے لیے عربی زبان میں واضح طور پر بیان کردی گئیں ہیں۔ تا کہ اس کے معارف مضامین کے سمجھنے میں دشواری نہ۔ "فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ" فصلت "تفصیل سے ماخوذ ہے جس کے اصل معنی مضامین کو فصل فصل کر کے ممتاز کر دینا ہے مراد اس سے کھول کر وضاحت سے بیان کرنا ہے۔ خواہ وہ مختلف فصلوں میں ہوں یا ایک ہی جگہ۔ قرآن کریم کی آیات میں احکام، قصص، عقائد، اہل باطل کا رد وغیرہ۔ مختلف مضامین کو الگ الگ بھی بیان کیا گیا ہے۔

﴿۴﴾ صفات۔ ❷ ❸ فرمایا کہ اپنے ماننے والوں کو دائمی راحتوں کی خوشخبری اور نہ ماننے والوں کو ابدی عذاب سے ڈراتا ہے۔

فَاَعْرَضَ الخ منکرین قرآن کا طرز عمل: لیکن اکثر لوگ اپنی دلی عناد اور نفرت کی وجہ سے قرآن کریم سے روگردانی کرتے ہیں۔ اوپر فرمایا: "لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ" یعنی آیات قرآن کا عربی زبان میں ہونا واضح اور صاف ہونا مبشر اور نذیر ہونا یہ سب ایسے لوگوں کو نفع دیتا ہے جو سوچنے اور سمجھنے کا ارادہ بھی کرلیں۔ مگر عرب اور قریش نے ان سب باتوں کے باوجود اس سے اعراض کیا تھا۔ سمجھنا کیا سننا بھی گوارہ نہ کیا جس کا ذکر "فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ" سے فرمایا:

زندہ کفار کا سماع قبول سے محروم ہونے کا بیان

اس آیت نے واضح ہوا ہے کہ کافر قرآن کریم کو نہیں سنتے حالانکہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ کفار اپنے سر میں لگے ہوئے حسی کانوں سے قرآن سنتے تھے اور سنتے ہیں لیکن انہوں نے اس کو قبول نہ کیا اور گوش دل سے نہ سنا اور انہیں اسے تسلیم کرنے اور اس پر ایمان لانے کی توفیق نہ ہوئی تو سنا ان سنا برابر ہے، اب اگر قرآن کریم کے صحیح مطلب اور مراد سے چشم پوشی کر کے کوئی شخص اس دعویٰ پر مصر ہے کہ اس دنیا میں زندہ رہ کر بھی کافر مطلقاً اور قطعاً قرآن کریم نہیں سنتے تھے اور "فهم لا يسمعون" اس کی قطعی اور یقینی دلیل ہے تو ایسے ضدی انسان کو بھلا دنیا میں کون سمجھا سکتا ہے

؟اور اس کا علاج بھی کیا ہے؟

آنحضرت ﷺ کے سامنے کفار مکہ کی طرف سے ایک پیش کش

کفار قریش اس سورۃ میں بلاواسطہ مخاطب ہیں نزول قرآن کے بعد ابتداء اسلام میں بزورطاقت اسلام کی تحریک کو دبانے کی کوشش کی مگر اسلام قوت پکڑتا چلا گیا۔ پہلے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے جری شخص داخل اسلام ہوئے۔ پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جو قریش کے مسلم سردار تھے۔ مسلمان ہوئے اب قریش نے ڈرانے دھمکانے کا راستہ چھوڑ کر ترغیب اور لالچ کے ذریعہ تبلیغ اسلام کا راستہ روکنے کی ناپاک کوششیں شروع کر دی۔ اس سلسلہ کا ایک واقعہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن اسحاق کی کتاب السیرۃ سے نقل کر کے ان سب روایات پر جو اس واقعہ میں مختلف تھی اس کو ترجیح دی ہے اب اس واقعہ کو اس جگہ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق نقل کیا جاتا ہے۔

تفصیل واقعہ : عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا بڑا سردار مانا جاتا تھا ایک دن قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بیت اللہ میں بیٹھا ہوا تھا دوسری طرف آنحضرت ﷺ مسجد کے ایک کونے میں تنہا بیٹھے تھے۔ عتبہ نے اپنی برادری سے کہا کہ اگر آپ لوگوں کی رائے ہوں میں محمد ﷺ سے بات کروں اور ان کے سامنے کچھ ترغیب ولالچ کی چیزیں پیش کر دوں کہ اگر وہ ان میں کسی چیز کو قبول کر لیں تو ہم انہیں دے دیں تا کہ وہ اپنے دین ومذہب کی تبلیغ کرنا چھوڑ دیں۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر چکے تھے اور مسلمانوں کی قوت بڑھ رہی تھیں۔ عتبہ کی پوری قوم نے بیک زبان کہا کہ اے ابوالولید (یہ اسکی کنیت ہے) ضرور ایسا کریں اور ان سے بات کر لیں عتبہ اپنی جگہ سے اٹھا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بات شروع کر دی۔ اے ہمارے بھتیجے آپ کو معلوم ہے کہ ہماری قوم قریش میں سے آپ کو بلند مقام بلند نسب اور شرافت حاصل ہے۔ اور آپ کا خاندان بہت وسیع ہے اور ہم سب کے نزدیک محترم ومکرم ہیں مگر آپ نے پوری قوم کو ایک بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے آپ ایسی دعوت لے کر آئے ہیں جس نے پوری قوم کو انتشار میں ڈال دیا ہے آپ نے ان سب کو بے وقوف بنایا۔ ہے اور ان کے معبودوں پر عیب لگایا ہے اور ان کے پہلے آباؤ اجداد کو کافر قرار دیا ہے اس لئے آپ میری گذارشات توجہ سے سنیں اگر آپ ان میں جو سو چاہیں پسند کر لیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا آپ جو بات کرنا چاہیں کریں میں سنوں گا۔ عتبہ نے کہا اے بھتیجے آپ نے جو تحریک چلائی ہے اگر اس سے آپ کا مال جمع کرنا مقصد ہے تو ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کے لئے اتنا مال جمع کر دیں گے کہ آپ ساری قوم سے زیادہ مال دار ہو جائیں گے۔ اور اگر مقصد اقتدار حکومت ہے تو ہم سب قریشی آپ کو اپنا سردار مانتے ہیں) اور آپ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کریں گے اور اگر آپ بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ہم سب آپ کو اپنا بادشاہ مانتے ہیں اور اگر آپ کے پاس آنے والا کوئی جن وغیرہ ہے جو آپ کو ان کاموں پر مجبور کرتا ہے تو کوئی معالج بلا کر آپ کا علاج کرواتے ہیں اور اپنا مال اس پر خرچ کرتے ہیں تا کہ آپ ہمیشہ کی تکلیف سے نجات پا جائیں۔ عتبہ یہ لمبی تقریر کرتا رہا آپ پوری توجہ سے سماعت کرتے رہے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا عتبہ آپ کی بات پوری ہو گئی ہے اس نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اب میری بات سنئے عتبہ نے کہا ضرور میں سنوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا اور سورۃ حم السجدۃ کی تلاوت شروع فرما دی جب آنحضرت ﷺ اس سورت کی آیات "فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ الخ" تک پہنچے تو عتبہ نے آنحضرت ﷺ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اپنے رشتہ کی قسم دی کہ ان پر رحم فرمائیں۔ جب آپ اس سورۃ کے آیت سجدہ پر پہنچ گئے اور آپ نے سجدہ فرمایا۔ اس کے بعد عتبہ سے فرمایا اے ابو الولید۔ آپ نے سن لیا، جو کچھ سنا اب آپ کو مکمل اختیار ہے جو چاہو کرو، عتبہ جب آپ کی مجلس سے چلا تو لوگوں نے دور سے پہچان لیا اور آپس میں کہنے لگے خدا کی قسم ابوالولید کا چہرہ بدلا ہوا ہے اب اس کا وہ چہرہ نہیں جس میں یہاں سے گئے تھے۔ جب اپنی مجلس میں گئے لوگوں نے پوچھا کیا خبر

لائے ہو؟ تو اس نے کہا میری خبر یہ ہے کہ میں نے ایسا کلام سنا ہے خدا کی قسم اس سے پہلے کبھی ایسا کلام سنا تھا۔ خدا کی قسم نہ تو یہ جادو گر کا کلام ہے نہ شاعر اور نہ کاہنوں کا کلام ہے۔ اے میری قوم قریش تم میری بات مانوں اور اس معاملہ کو میرے حوالے کردو۔ میری رائے یہ ہے کہ تم لوگ ان کا مقابلہ اور ایذاء سے باز آجاؤ اور انکو ان کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ ان کے کلام کی ضرور ایک خاص شان ہونے والی ہے۔ تم ابھی انتظار کرو۔ باقی عرب کے لوگوں کا معاملہ دیکھو۔ اگر قریش کے علاوہ باقی عرب کے لوگوں نے انکو شکست دے دی تو تمہارا مطلب بغیر تمہاری کسی کوشش کر کے حاصل ہو گیا اور اگر وہ عرب پر غالب آگئے تو ان کی حکومت تمہاری حکومت ہوگی۔ ان کی عزت سے تمہاری عزت ہوگی اور اس وقت تم ان کی کامیابی کے شریک ہو گے۔ قریشوں نے جب یہ کلام سنا تو کہنے لگے تم پر بھی محمد (ﷺ) نے اپنی زبان سے جادو کر دیا ہے۔ (ابن کثیر۔ص۔۱۴۵، ۱۴۶۔ ج۔۷)

﴿۵﴾ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ الخ عناد منکرین قرآن۔ اس جگہ کفار قریش کے تین قول نقل کئے گئے۔ پہلا قول یہ ہے کہ آپ کے کلام سے ہمارے دلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے آپ کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کے کلام سے ہمارے کان بہرے ہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ہماری اور آپ کے درمیان پردے حائل ہیں۔ قرآن کریم میں اس قول کو بطور مذمت نقل کیا گیا۔ جن سے ان کا کہنا غلط معلوم ہوتا ہے۔ سورۃ الانعام میں ان کا ایسا حال بیان فرمایا ہے کہ "وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا"۔ اور اسی طرح سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ کہف میں بھی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کا اس کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم تو مجبور و معذور ہیں کہ ہمارے دلوں پر پردہ اور کانوں میں بوجھ اور درمیانی حجابات ہیں تو ہم کیسے آپ کی بات سنیں اور مانیں گویا اپنے آپ کو مجبور ثابت کرنا تھا اور قرآن نے جو ان کا ایسا ہی حال بیان فرمایا، اس میں ان کو مجبور نہیں قرار دیا بلکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ ان میں آیت الٰہیہ کو سننے اور سمجھنے کی پوری صلاحیت تھی۔ مگر جب انہوں نے کسی طرح ادھر کان بھی نہ لگائے اور سمجھنے کا ارادہ بھی نہ کیا تو سزا کے طور پر ان پر غفلت و جہالت مسلط کر دی گئی مگر وہ بھی اس درجہ میں نہیں کہ یہ لوگ مسلوب الاختیار ہو جائیں بلکہ اب بھی ارادہ کر لیں تو پھر سننے اور سمجھنے کی صلاحیت عود کر آئیگی۔ (بیان القرآن)

﴿۶﴾ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ الخ بشریت خاتم الانبیاء : تم جو کہتے ہو کہ ہمارے اور تیرے درمیان پردے ہیں تو پردے کس بات کے ہیں میں بھی تو تمہارے جیسا بشر ہوں کوئی فرشتہ تو نہیں نظر نہ آؤں تو اس کا تعلق "بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ" سے ہے۔ (روح المعانی۔ص۔ ۷۹۔ج۔۲۴۔ طبع کوئٹہ و مدارک۔ص۔۸۰۔ج۔۴۔ طبع اکوڑہ خٹک)

امام رازی ؒ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں۔ کانوں میں ڈاٹ ہیں تو میں تو بشر ہوں مجھے خدائی اختیار تو حاصل نہیں کہ میں ان کو ہٹا دوں اور تمہارے دلوں کو ایمان کی طرف پھیر دوں۔ (تفسیر کبیر۔ص۔۵۴۱۔ج۔۲۷)

يُوحَىٰ إِلَيَّ الخ خصوصیت خاتم الانبیاء : البتہ یہ شرف اور برتری اور امتیاز مجھ کو عطا کیا گیا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی وحی نازل کی جاتی ہے جو عین عقل و فطرت کے مطابق ہے۔ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ الخ تفصیل وحی : کہ تم سب کا معبود تو صرف ایک اللہ ہی ہے۔ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ الخ اصول کامیابی: ❶ اس لئے اب پوری استقامت سے اپنا رخ اسی کی طرف کرلو اور آج تک جو قصور ہو چکے ہیں۔ ❷ اسی سے معافی مانگ لو۔

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ : نتیجہ مشرکین۔

﴿۷﴾ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ : مشرکین کی پہچان : اس پر اشکال ہوتا ہے کہ یہ آیات تو مکی ہیں اور زکوٰۃ تو مدینہ میں فرض ہوئی ہے۔ ان پر عدم ادائیگی کا الزام کیسے درست ہے؟ تو اس کا جواب حافظ ابن کثیر ؒ دیتے ہیں کہ اصل زکوٰۃ ابتداء اسلام میں نماز کے ساتھ فرض ہوئی تھی

جس کا ذکر سورۃ مزمل میں آیا ہے۔ مگر اس کے نصابوں کی تفصیلات اور وصولیابی کا انتظام مدینہ طیبہ میں ہوا ہے۔ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ کفار پر زکوٰۃ کا فرض عائد ہی نہیں ہوتا ان پر عتاب کیسا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سے ائمہ کے نزدیک کفار مخاطب بالفروع ہیں اس لئے زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر انکو عتاب کیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بہت سے ائمہ کے نزدیک کفار مخاطب بالفروع تو نہیں ہیں مگر ترک زکوٰۃ اس لئے ہے کہ وہ ایمان نہیں لائے ہیں ان کا قصور ہے کہ تم مؤمن ہوتے تو زکوٰۃ کی پابندی کرتے۔ (محصلہ بیان القرآن)

یہاں ایک یہ بھی اشکال ہوتا ہے کہ احکام اسلام میں نماز مقدم ہے اس کا ذکر تو نہیں کیا زکوٰۃ کا خصوصیت سے ذکر کرنے میں کیا حکمت ہے؟ تو اس کا جواب علامہ قرطبی وغیرہ نے یہ دیا ہے کہ قریش عرب مالدار لوگ تھے صدقہ خیرات غریبوں کی اعانت ان کا وصف خاص تھا۔ اگر جو آدمی مسلمان ہو جاتا تو یہ لوگ اس کو خاندانی اور معاشرتی امداد سے بھی محروم کر دیتے تھے اسکی مذمت کرنے کیلئے خصوصیت سے زکوٰۃ کا ذکر کیا ہے۔
(قرطبی۔ص۔ ۲۹۸۔ج۔ ۱۵۔ طبع پشاور)

﴿۸﴾ نتیجہ مؤمنین وصالحین : "لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ" لفظ "مَمْنُوْنٍ" مقطوع کے معنی میں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ایمان وعمل صالح کے پابند لوگوں کو آخرت میں جو اجر دیا جائے گا وہ ہمیشہ کے لئے ہوگا وہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اور دوسرا معنی "مَمْنُوْنٍ" کا کرتے ہیں احسان جتلایا گیا اور جس چیز کا احسان جتلایا گیا ہو اسکی وہ وقعت نہیں بنسبت اس کے کہ جس کا احسان نہ جتلایا گیا ہو تو یہ جو تمہیں اجر ملے گا اللہ تعالیٰ احسان نہیں جتلائے گے۔ اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مؤمن کے جن اعمال صالحہ کا اجر کا سلسلہ چلتا رہتا ہے ختم نہیں کیا جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں میرا بندہ جو عمل تندرستی اور فرصت کے اوقات میں پابندی سے کیا کرتا تھا اس کے اس عذر کے حال میں اس کے نامہ اعمال میں لکھتے رہیں۔ اس قسم کے مضمون کی احادیث بخاری میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اور شرح السنۃ بغوی میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور رزین سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں۔
(تفسیر مظہری۔ص۔ ۲۸۲، ۲۸۳۔ج۔ ۸)

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ

آپ کہ دیجئے اے پیغمبر کیا تم لوگ کفر کرتے ہو اس ذات کے ساتھ جس نے پیدا کیا ہے زمین کو دو دن میں اور ٹھہراتے ہو تم اس کیلئے شریک یہ ہے

رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۹ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا

پروردگار سب جہانوں کا ﴿۹﴾ اور رکھے ہیں اس نے اس زمین میں بوجھل پہاڑ اس کے اوپر برکت رکھی ہے اس میں اور مقدر کی ہیں اسمیں اسکی خوراکیں چار دن میں

فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۱۰ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ

یہ برابر ہے پوچھنے والوں کیلئے ﴿۱۰﴾ پھر ارادہ کیا اس نے آسمان کی طرف اور وہ دھواں تھا پس کہا اس سے اور زمین سے آؤ تم

لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۱۱ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ

خوشی سے یا ناخوشی سے، کہا ان دونوں نے کہ آئے ہیں ہم خوشی سے ﴿۱۱﴾ پھر بنایا انکو سات آسمان دو دن میں اور وحی کی ہر آسمان میں اسکا معاملہ

وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ۖۗ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ

اور رونق بخشی ہم آسمان دنیا کو چراغوں کے ساتھ اور محفوظ کر دیا اسکو یہ ہے ٹھہرایا ہوا انداز زبردست خدا کا جو سب چیزوں کی

الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۱۲﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ ؕ

خبر رکھتا ہے ﴿۱۲﴾ اگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ کہدیں کہ میں نے تمہیں ڈر سنا دیا ہے سخت عذاب کا جیسا کہ سخت عذاب آیا قوم عاد اور ثمود پر ﴿۱۳﴾

اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ

جب آئے ان کے پاس اللہ کے رسول آگے اور پیچھے سے تو انہوں کہا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو تو وہ لوگ کہنے لگے کہ اگر چاہتا ہمارا پروردگار تو نازل کرتا

رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ

فرشتوں کو بیشک ہم تو اس چیز سے جو تم لے کر آئے ہو، انکار کرنے والے ہیں ﴿۱۴﴾ بہر حال قوم عاد نے تکبر کیا زمین میں ناحق اور کہا انہوں نے کہ کون ہے

بِغَیْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ

ہم سے زیادہ طاقت والا، کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ جس نے انکو پیدا کیا ہے وہ زیادہ طاقت والا ہے پس وہ لوگ ہماری

مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْۤ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ

نشانیوں کا انکار کرتے تھے ﴿۱۵﴾ پس بھیجی ہم نے ان پر بڑے زور کی تند ہوا کئی دن جو مصیبت کے تھے تا کہ ہم چکھائیں گے

لِّنُذِیْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰی وَهُمْ

انکو رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں اور آخرت کا عذاب تو بہت رسوا کن ہو گا اور ان کی مدد

لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَیْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰی عَلَی الْهُدٰی فَاَخَذَتْهُمْ

نہیں کی جائے گی ﴿۱۶﴾ اور بہر حال قوم ثمود پس ہم نے انکو ہدایت کا راستہ دکھایا پس انہوں نے پسند کیا اندھے پن (گمراہی) کو ہدایت

صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ ۚ وَنَجَّیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ ؑ

کے مقابلے میں پس پکڑا انکو سخت ذلت ناک کڑک کے عذاب نے اس وجہ سے جو کچھ وہ کماتے تھے ﴿۱۷﴾ اور بچا لیا ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور وہ بچتے تھے ﴿۱۸﴾

ع ۲ / ۱۶

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ... الخ ربط آیات۔ اوپر ذکر تھا "اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ" اب اس الٰہ واحد کے متعلق ہے کہ اس کا انکار کرتے ہو جس نے پوری زمین کو دو دن میں بنایا۔

خلاصہ رکوع ۲ : طریق مناظرہ سے دعوت الی التوحید، قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ، ارادہ خداوندی، تصرف باری تعالیٰ، حکمت خلقت کوکب، سلوک الرسول بالمعاندین وطریق تبلیغ، مخالفین انبیاء کا شکوہ، قوم کی خباثت، قوم عاد کا استکبار، تنبیہ قوم عاد، نتیجہ دنیوی، نتیجہ اخروی، قوم صالح کی داستان، متبعین صالح کا نتیجہ۔ ماخذ آیات ۹ تا ۱۸+

طریق مناظرہ سے دعوت الی التوحید : اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کیا تم رب العالمین سے خصوصی تعلق پیدا کرنے کے منکر ہو۔ حالانکہ

اس نے زمین کے اتنے بڑے کرے کو بنایا جس میں سات حصے پانی اور صرف ایک حصہ خشک ہے۔ اور پھر یہ بھی کہ دیگر سیاروں کی طرح یہ بھی سیارہ ہے۔ جو اپنے بڑے حجم کے باوجود فضا میں معلق ہے اور جدید سائنس کے مطابق یہ زمین اپنے محور کے گرد چوبیس گھنٹے میں چکر پورا کرتی ہے اور سال بھر میں سورج کے گرد چکر کاٹتی ہے۔ اتنے بڑے نظام کو قائم کرنا "اللہ وحدہ لا شریک" کا ہی کام ہے مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو۔

ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ : حصر الربوبیت باری تعالیٰ : وَجَعَلَ فِيْهَا ... الخ اور اسی زمین میں پہاڑ بنائے جو زمین میں گاڑے ہوئے ہیں اور میخوں کا کام دے رہے ہیں۔ "وَبٰرَكَ فِيْهَا" اور اس زمین میں اللہ نے برکتیں رکھ دی ہیں۔ برکت مقدس زیادتی کو کہا جاتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے زمین کو ایسی خاصیت عطا فرمائی ہے کہ اس پر اپنے اوپر والے ہر جاندار کی ضروریات زندگی کو اسی کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ "وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا" اور اللہ نے جانداروں کے لیے خوراک کا سامان اسی زمین میں رکھ دیا ہے۔ زمین کی تخلیق دو دن میں کی، پھر اس میں بڑے بڑے بوجھل پہاڑ رکھے۔ اس میں برکتیں رکھیں اور تمہاری غذاؤں کا سامان اسی میں پیدا کیا یہ سب کچھ چار دنوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اب پوچھنے والوں کیلئے ان کے سوال کا جواب مکمل ہو گیا۔ اللہ نے بتا دیا زمین کو دو دن میں پیدا کیا۔ اور زمین کی باقی اشیاء کو بھی دو دن میں پیدا کیا۔ اس طرح زمین اور مافیہا کا سلسلہ چار دن میں مکمل ہو گیا۔

﴿۱۱﴾ ارادہ خداوندی : اس کے بعد آسمانوں کی تخلیق کا ذکر فرمایا پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور وہ اس وقت دھواں تھا یعنی اس کا مادہ دخان کی صورت میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکو پیدا فرما دیا اور زمین و آسمان دونوں سے فرمایا کہ تم دونوں کو ہمارے حکم کے مطابق آنا لازم ہو گا خوشی سے آؤ یا زبردستی سے، یعنی ہمارے احکام تکوینیہ جو تم دونوں میں جاری ہوں گے ان کے مطابق ہی تمہیں اپنانا لازم ہو گا۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "طَوْعًا اَوْ كَرْهًا" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جو تمہارے اندر تاثیر ہو گی اسی کے مطابق اپنانا ہو گا تم اس کے خلاف نہیں کر سکتے اور یہ مقصد نہیں ہے کہ انہیں ماننے نہ ماننے کا اختیار دے دیا۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر زمین کے اس حصہ نے جواب دیا جہاں کعبۃ اللہ ہے اور آسمان کے اس ٹکڑے نے جواب دیا جو بیت اللہ کے محاذات میں واقع ہے۔ (ابن کثیر۔ ص۔ ۱۴۹۔ ج۔ ۷)

﴿۱۲﴾ تصرف باری تعالیٰ : یعنی اللہ تعالیٰ نے دو دن میں سات آسمان بنا دئے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب اپنا حکم بھیج دیا۔ یعنی جن فرشتوں سے جو کام لینا تھا وہ انکو بتا دیا۔ سورۃ بقرۃ کی آیت "هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا" اور سورۃ حم سجدہ کی آیت بالا اور سورۃ النازعات کی آیت "وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا" ان سب کے ملانے سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے زمین کا مادہ بنایا جس طرح آٹا گوندھ کر پہلے پیڑا بنایا جاتا ہے پھر اس پر بھاری پہاڑ پیدا فرما دیئے۔ پھر سات آسمان بنا دیئے جو بنانے سے پہلے دھوئیں کی صورت میں تھے اس کے بعد زمین کے مادہ کو موجودہ صورت میں پھیلا دیا یعنی جس طرح پیڑے کے بعد میں روٹی بنائی جاتی ہے۔ اس طرح زمین کو بعد میں پھیلا دیا۔ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ ... الخ حکمت خلقت کواکب۔

﴿۱۳﴾ سلوک الرسول بالمعاندین وطریق تبلیغ : یعنی اگر اب بھی نہ مانیں تو انہیں پہلی قوموں کے عذاب سے ڈرسنا دو۔

﴿۱۴﴾ تبلیغ انبیاء : یعنی پہلی امتوں کو بھی نبیوں نے پیغام توحید سنایا۔ اور انہوں نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں مشہور دو رسل ہیں حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام (موضح القرآن)

مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ الخ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ : یہ ظرف زمان ہے یا ظرف مکان ہے تو جلالین میں

محلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ظرف مکان ہیں پیغمبران کے آگے سے بھی آئے اور پیچھے سے بھی۔ مثلاً لوگ ادھر سے آرہے ہیں تو اللہ کے پیغمبر پہنچے "یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ" دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہ ظرف زمان ہے اب معنی یہ ہوگا جو قوم عاد وثمود کا ذکر گزرا ان سے پہلے بھی پیغمبر آئے مثلاً آدم علیہ السلام نوح علیہ السلام ادریس علیہ السلام۔ تو زمانے کے لحاظ سے پہلے بھی پیغمبر آئے۔ اور بعد میں بھی پیغمبر آئے۔ قَالُوْا لَوْ شَآءَ... الخ مخالفین انبیاء کا شکوہ: مگر شقاوت اور بدنصیبی سے کہنے لگے کہ اگر ہمارے رب کو منظور ہوتا کہ ہماری طرف کسی کو پیغمبر بنا کر بھیجے تو وہ فرشتوں کو اتار دیتا اور وہ یہ کام سرانجام دیتے جو تم کر رہے ہو بس اس صورت میں تو ہم اس توحید کا انکار کرتے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے یہ ان کی بدبختی تھی۔

﴿۱۵﴾ قوم عاد کی خباثت۔ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ الخ قوم عاد کا استکبار۔ اَوَلَمْ يَرَوْا ... الخ تنبیہ قوم عاد۔

﴿۱۶﴾ نتیجہ تکذیب: یعنی ان پر عذاب آیا۔ لِنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ الخ نتیجہ دنیوی: یہ تو دنیا کا عذاب تھا۔ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ الخ نتیجہ اخروی: آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ (منحوس دنوں میں) سورۃ الحاقہ میں ہے "سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ" اور قوم عاد پر جو تیز ہوا بھیجی تھی وہ سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط رہی۔ حضرات مفسرین فرماتے ہیں دنوں میں کوئی دن منحوس نہیں اگر دن منحوس ہوتے تو جو ان کے مؤمن ساتھ تھے وہ عذاب الٰہی سے نہ بچتے۔ جس سے واضح طور پر معلوم ہوا ذاتی طور پر کوئی دن منحوس نہیں ہے بلکہ یہ نحوست ان کے انکار وکفر کی بناء پر ہے ان کے بداعمالی کی نتیجہ ہے جو ان دنوں واقع ہوئی ہے۔

﴿۱۷﴾ قوم صالح علیہ السلام کی داستان: قوم ثمود کو بھی ہم نے ہدایت کی اور انہوں نے ہدایت پر گمراہی کو پسند کیا ان پر بھی شامت اعمال کے باعث عذاب آیا۔ ﴿۱۸﴾ متبعین صالح کا نتیجہ: ایمان والے اس عذاب الٰہی سے بچ گئے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ

جس دن اکٹھے کئے جائیں گے اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف پس وہ روکے جائیں گے ﴿۱۹﴾ یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب پہنچیں گے تو گواہی دیں گے

سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ

ان پر انکے کان، انکی آنکھیں اور ان کی کھالیں اس چیز کی جو کچھ وہ کرتے تھے ﴿۲۰﴾ اور وہ کہیں گے اپنی کھالوں سے کہ تم کیوں گواہی دیتی ہو ہمارے خلاف

عَلَيْنَا ۭ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

وہ کہیں گی کہ ہم کو بلوایا ہے اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو بلوایا ہے اور اسی نے تمہیں پیدا کیا پہلی مرتبہ اور اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿۲۱﴾

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ

اور نہیں تھے تم پردہ کرتے اس بات سے کہ گواہی دیں گے تم پر تمہارے کان اور نہ تمہاری آنکھیں اور نہ تمہاری کھالیں لیکن تم نے

وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ

گمان کیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں جانتا بہت سی وہ باتیں جو تم کرتے ہو ﴿۲۲﴾ اور یہ وہی ہے تمہارا گمان جو تم نے اپنے پروردگار کے بارے میں

ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ

کیا، اسی نے تمہیں ہلاک کیا پس ہو گئے تم نقصان اٹھانے والوں میں ﴿۲۳﴾ پس اگر وہ صبر کریں تو دوزخ ہی ان کا ٹھکانہ ہے اور اگر وہ منانا چاہیں گے

وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ

پس نہیں ہونگے وہ کہ انہیں منانے کا موقع دیا جائے ﴿۲۴﴾ اور لگا دیئے ہم نے ان کے ساتھ ساتھی پس انہوں نے مزین کیا ان کیلئے

مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ

جو کچھ ان کے سامنے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور ثابت ہوگئی ہے ان پر بات ان امتوں میں جو پہلے گزر چکی ہیں ان سے جنوں اور انسانوں میں سے

الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

بیشک یہ لوگ نقصان اٹھانے والے تھے ﴿۲۵﴾

﴿۱۹﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ ... الخ ربط آیات : اوپر مجرم قوموں کے عذاب دنیوی کا اجمالاً ذکر تھا "وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى" اب آگے آخرت کے عذاب کا ذکر کرتے ہیں۔

خلاصہ رکوع۔ ❶ مجرمین کی کیفیت حشر، کیفیت حساب، مشرکین کا جلود سے سوال، جواب جلود، تنبیہ مشرکین، مشرکین کا عقیدہ فاسدہ، عقائد فاسدہ کا نتیجہ، نتیجہ مشرکین۔ا۔۲۔ عدم قبولیت عذر، سبب گمراہی۔ ماخذ آیات۔ ۱۹ تا ۲۵ +

مجرمین کی کیفیت حشر : اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دشمنان خدا کو قیامت کے دن منظم کر کے کھڑا کیا جائے گا اور تمام مجرمین کو موقف حساب لایا جائے گا۔ ﴿۲۰﴾ کیفیت حساب یعنی ان کے اعضاء ان پر گواہی دیں گے۔

﴿۲۱﴾ مشرکین کا جلود سے سوال۔ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الخ جواب جلود : یعنی حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کافر کے اعمال جب فرشتے لکھے ہوئے لائیں گے تو وہ منکر ہونگے کہ یہ ہمارے دشمن ہیں دشمنی سے ہم پر جھوٹ لکھدیا تب ہاتھ پاؤں بولیں گے۔

﴿۲۲﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ الخ تنبیہ مشرکین : اے دشمنان حق تم اللہ تعالیٰ سے اپنے خیال میں چھپا کرتے تھے تم اپنے اعضاء سے تو نہیں چھپتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں غیر سے چھپ کر گناہ کرتے تھے یہ خبر نہ تھی کہ ہاتھ پاؤں بتادیں گے ان سے بھی پردہ کریں۔ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ الخ مشرکین کا عقیدہ فاسدہ : حقیقت میں تمہارے طرز زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا تمہیں اللہ تعالیٰ کے علم محیط کا یقین ہی نہ تھا یہی سمجھتے تھے جو چاہیں کریں اور اگر تمہیں یقین ہوتا کہ ہمارے سارے حالات سے وہ باخبر ہے تو تم ایسا ہرگز نہ کرتے۔

﴿۲۳﴾ عقائد فاسدہ کا نتیجہ : یعنی اللہ تعالیٰ کے متعلق تمہیں یہ بے خبری کی بدگمانی تھی اسی نے تمہیں تباہ کیا ہے۔

﴿۲۴﴾ نتیجہ مشرکین۔ ❶ یعنی آج تمہارے لئے نجات کی کوئی صورت نہیں یہاں یہ بھی ممکن نہ ہوگا کہ خاموشی اور مہربانی سے صبر اور رحمت کے آثار ان کی طرف متوجہ ہوجائیں۔ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا الخ ❷ عدم قبولیت عذر : اور اگر کوئی عذر پیش کرنا چاہیں گے تو ان کی کوئی معذرت قبول نہ ہوگی ان کے لئے عذاب الٰہی کا جو فیصلہ ہو چکا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔

﴿۲۵﴾ سبب گمراہی : چونکہ انہوں نے حق سے اعراض کیا تھا اس لیے ان کے ساتھی شیطان بنادیئے گئے انہوں نے گمراہ رکھا چنانچہ پہلی گمراہ ہونے والی امتوں کے ساتھ ان کے متعلق بھی یہی فیصلہ ہوا کہ یہ لوگ نقصان اٹھائیں گے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور کہا ان لوگوں جنہوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا کہ نہ سنو اس قرآن کو اور شور وشر کرو اس میں تا کہ تم غالب ہو جاؤ ﴿۲۶﴾

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾

پس ہم ضرور چکھائیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا سخت عذاب اور ہم بدلہ دیں گے انکو اس برے کام کا جو وہ کرتے تھے ﴿۲۷﴾

ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

یہ ہے سزا اللہ کے دشمنوں کی دوزخ کی آگ، ان کے لئے اس میں ہمیشہ رہنے کا گھر، ہوگا اور بدلہ ہوگا اس کا جو ہماری آیتوں کے ساتھ وہ انکار

يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ

کرتے تھے ﴿۲۸﴾ اور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ اے ہمارے پروردگار دکھا ہمیں وہ لوگ جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا جنوں اور انسانوں میں سے

وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ

تا کہ ہم ان کو پامال کریں اپنے پاؤں کے نیچے تا کہ وہ ہو جائیں پست لوگوں میں ﴿۲۹﴾ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس پر

ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ

مستقیم رہے، اترتے ہیں ان پر فرشتے اور کہتے ہیں کہ مت خوف کھاؤ اور نہ غمگین ہو اور خوشخبری سنو اس جنت کی

الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ

جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ﴿۳۰﴾ ہم تمہارے ساتھی ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لئے اسمیں ہوگا،

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ ۭ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ ع

جو تمہارے جی چاہیں گے اور تمہارے لئے وہ بھی ہوگا جو تم طلب کرو گے ﴿۳۱﴾ یہ مہمانی ہوگی پروردگار کی طرف سے جو بہت بخشش کرنے والا اور نہایت مہربان ہے ﴿۳۲﴾

﴿۲۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں ذکر تھا جب محاسبہ اعمال کی منزل آئے گی تو خود انہی کے اعضاء جوارح کو بطور گواہ پیش کیا جائے گا وہ حیرت زدہ ہو کر پوچھیں گے کہ تم ہمارے خلاف کیوں گواہی دے رہے ہو تو وہ جواب دیں گے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی عطا کی ہے۔ اب آگے بھی انہی لوگوں کے حال بیان ہو رہا ہے جو انہوں نے قرآن کریم کی تلاوت پر ردعمل کا اظہار کیا۔

خلاصہ رکوع ۴ : شکوہ منکرین قرآن، تجویز کفار مع ارادہ فاسدہ، نتیجہ کفار، مستحقین نار، سبب رسوائی، تابعین کا مطالبہ، اہل ایمان کے اوصاف۔۱۔۲۔۳۔۴۔۵۔۶۔۷۔ ماخذ آیات ۲۶ : تا ۳۲+

شکوہ منکرین قرآن : کفار کو قرآن کریم کے متعلق اس قدر عداوت تھی کہ لوگوں سے کہتے پھرتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو تا کہ کوئی قرآن کو سن کر متاثر نہ ہو جائے۔ کافر کہنے لگے یہی ایک صورت ہے کہ تم اسلام کے راستے میں بند باندھ سکو گے ورنہ یہ قرآن ہم سب کو بہا کر لے

جائے گا۔اور یہ انکی بیہودہ حرکت ہے قرآن کا مقابلہ تو دلیل کے ساتھ ہونا چاہئے اور دلیل سے ان کا دامن خالی ہے۔ہمارے جدید معاشرے میں یہ قباحت پیدا ہوگئی ہے کہ ریڈیو یا ٹیلیویژن پر قرآن کی تلاوت ہو رہی ہوتی ہے یا اس کا ترجمہ اور تشریح بیان کی جاری ہوتی ہے تو لوگ ادھر ادھر کی باتوں میں مصرورت ہوتے ہیں اور قرآن کریم کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے یہ چیز نہ صرف آداب قرآن کے خلاف ہے بلکہ "وَالْغَوْا فِيْهِ" کی زد میں بھی آتی ہے۔وَالْغَوْا فِيْهِ الخ تجویز کفار مع ارادہ فاسدہ :اسکی تلاوت کے دوران شور وشغب مچاؤ شاید تم ہی غالب آجاؤ۔

﴿۲۷﴾ نتیجہ کفار : یعنی جو لوگ قرآنی پروگرام میں شور غل کے ذریعہ دخل اندازی کریں گے یہ ان کے لئے سزا ہوگی۔

﴿۲۸﴾ مستحقین نار :یعنی آیات الٰہی کا انکار کرتے تھے،اللہ تعالیٰ کی توحید، نبی کی نبوت اس کے معجزات اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل، جنت وجہنم، حشر ونشر اور وقوع قیامت کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہ تھے وہ لوگ ہمیشہ کیلئے دوزخ میں رہیں گے۔بِمَا كَانُوْا الخ سبب رسوائی۔﴿۲۹﴾ تابعین کا مطالبہ : یعنی کافر لوگ کہیں گے اے اللہ ہمیں وہ لوگ دکھا دے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ایک تفسیر یہ ہے کہ انسانوں میں سے قابیل اور جنوں میں ابلیس مراد ہے قابیل اس لئے کہ اس نے سب سے پہلے قتل کیا ہے اور ابلیس اس لئے کہ اس نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے یہ کفر کیا ہے۔لوگ کہیں گے ہم انہیں اپنے پاؤں کے نیچے کچلنا چاہتے ہیں۔علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اس مقام پر لکھا۔قابیل مؤمن گناہ گار تھا کافر نہیں تھا۔(روح المعانی۔ص۔۵۰۸۔ج۔۲۴)

دوسری تفسیر یہ ہے کہ ہر گمراہ کرنے والا انسان اور ہر گمراہ کرنے والا جن مراد ہے۔کہ یہ دنیا میں ہمیں سبز باغ دکھاتے رہے اور ہمیں سفارش کے ذریعے آخرت کی کامیابی کی نوید سناتے رہے آج یہ ہمیں نظر نہیں آرہے ذرا ان کو ہمیں دکھا تو دے کہ ہم ان سے کچھ سوال وجواب یہیں کرلیں۔

﴿۳۰﴾ اہل ایمان کے اوصاف۔ ❶ یعنی جن لوگوں نے دل کی گہرائیوں سے اقرار کیا کہ ہمارا رب اللہ ہی ہے۔ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔ ❷ امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں استقامت کے بارے میں دو قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ اس سے مراد توحید پر استقامت اختیار کرنا ہے اس قول پر دلیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو الٰہ مت مانو صرف اسی کی طرف توجہ کرو۔ (کبیر۔ص۔۵۶۰۔ج۔۲۷)

علامہ بغوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے استقامت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی پر پابند رہو لومڑی کی طرح ادھر ادھر پھسلنے کی کوشش مت کرو۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں استقامت کا مطلب یہ ہے کہ عمل میں اخلاص پیدا کرو۔حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرائض کو ادا کرو۔حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں استقامت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور گناہوں سے بچتے رہو۔(معالم التنزیل۔ص۔۱۰۱۔ج۔۴۔مظہری ص۔۲۹۲۔ج۔۸)

اور دوسرا قول یہ ہے کہ اعمال صالحہ پر استقامت اختیار کرنا۔(تفسیر کبیر۔ص۔۵۶۰۔ج۔۲۷)

فائدہ: امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں انسان کو جو کمالات حاصل ہوتے ہیں وہ دو قسم پر ہیں پہلی قسم علم یقینی ہے وہ صرف وحی الٰہی سے حاصل ہوتا ہے تو کامل انسان وہ ہوگا جسکو یقینی علم حاصل ہوگا۔باقی تمام علوم یا تجرباتی ہوں گے یا ظنی۔انسانی کمالات کا دوسرا ذریعہ عمل صالحہ ہے۔جو شخص اچھے اعمال سرانجام دے گا وہ کامل آدمی سمجھا جائے گا۔الغرض کامل شخص وہ ہے جو علم یقینی کے ساتھ عمل صالح بھی سرانجام دیتا ہے۔

(تفسیر کبیر۔ص۔۵۶۰۔ج۔۲۷)

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الخ نتیجہ۔ ❶ فرشتے ان پر اترتے ہیں فرشتوں اہل استقامت پر اترنا ان کا انتہائی اعزاز واکرام ہے۔اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا الخ نتیجہ۔ ❷ وتسلی ملائکہ۔ایک تفسیر یہ ہے کہ توحید پرستوں کو موت کے وقت یہ بشارت دی جائیں گی تاکہ دنیا سے جدائی کا

صدمہ نہ ہو۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ جس وقت قبروں سے نکلیں گے فرشتے انہیں کہیں گے کہ "اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا" تیسری تفسیر یہ ہے کہ قبر میں فرشتے اہل ایمان کو کہتے ہیں "اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا"۔

(معالم التنزیل ص ۱۰۱ ج ۴۔ کبیر ص ۵۶۱ ج ۲۷۔ مظہری ص ۲۹۳ ج ۸)

وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الخ نتیجہ۔ ③ جنت اور جنت کی نعمتوں کی بشارت۔

﴿۳۱﴾ نتیجہ۔ ④ یعنی فرشتے مستقیم لوگوں سے کہیں گے ہم تمہارے دنیا میں بھی خیر خواہ تھے اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھی ہیں۔ وَلَكُمْ فِيْهَا الخ نتیجہ۔ ⑤ سرفرازی مؤمنین جو چاہو وہاں ملے گا۔

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ. نتیجہ۔ ⑥ ہر طلب کی تکمیل کی جائے گی۔ اللہ کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں وہ تمہارا ہر مطالبہ پورا کرے گا اور تمہاری من مانی مرادیں ملیں گی۔ علامہ بغوی لکھتے ہیں فرشتے کہیں گے۔ "لا نفارقکم حتی تدخلوا الجنة"۔

﴿۳۲﴾ نتیجہ۔ ⑦ شفقت خداوندی۔ یعنی غفور ورحیم کی طرف سے یہ تمہاری مہمانی ہے آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے "اَكْرِمُوا الضَّيْفَ" کہ اپنے مہمان کی عزت کرو۔ تو جو شخص اللہ کے مہمان ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کی کس قدر عزت کرے گا۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾

اور اس سے بہتر کس کی بات ہوگی جو بلاتا ہے اللہ کی طرف اور نیک عمل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بیشک میں فرمانبرداروں میں سے ہوں ﴿۳۳﴾

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ

اور نہیں برابر نیکی اور برائی آپ ہٹائیں اس خصلت کیساتھ جو بہتر ہے پس آپ دیکھیں گے کہ آپکے اور جس کے درمیان عداوت ہے وہ گویا کہ دوست

وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ

اور قرابتدار بن جائے گا ﴿۳۴﴾ اور نہیں دی جاتی یہ خصلت مگر ان لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا اور نہیں دی جاتی یہ خصلت

اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ

مگر اس کو جو بڑا خوش قسمت ہو ﴿۳۵﴾ اور اگر چھیڑ چھاڑ ہو آپ کیلئے شیطان کی طرف سے تو آپ پناہ مانگیں اللہ کے ساتھ وہی ہے سننے والا

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا

اور جاننے والا ﴿۳۶﴾ اور اسکی قدرت کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند ہیں، نہ سجدہ کرو سورج کے سامنے

لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور نہ چاند کے بلکہ سجدہ کرو اللہ کے سامنے جس نے انکو پیدا کیا ہے، اگر تم خالص اسی کی عبادت کرتے ہو ﴿۳۷﴾

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ

پس اگر یہ لوگ تکبر کریں تو وہ جو تیرے پروردگار کے پاس ہیں وہ تسبیح بیان کرتے ہیں اس کی رات اور دن

وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُونَ ۩ ﴿۳۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا

اور وہ تنگدل نہیں ہوتے ﴿۳۸﴾ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں یہ بھی ہے کہ تم دیکھتے ہو زمین کو دبی ہوئی، پس جب ہم اتارتے ہیں اس پر پانی

الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

تو وہ تازہ ہو جاتی ہے اور ابھر آتی ہے، بیشک وہ ذات جس نے اس کو زندہ کیا ہے، وہی البتہ زندہ کرنے والا ہے مردوں کو بیشک وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ﴿۳۹﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ

بے شک وہ لوگ جو ٹیڑھا چلتے ہیں ہماری آیتوں میں وہ ہم پر مخفی نہیں بھلا وہ شخص جس کو ڈالا جائیگا دوزخ میں وہ بہتر ہے

يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

یا وہ جو آئے گا امن کے ساتھ قیامت کے دن عمل کرو جو کچھ تم چاہتے ہو، بیشک جو کام تم کرتے ہو وہ اسکو دیکھنے والا ہے ﴿۴۰﴾ تحقیق وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا

كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ

نصیحت کے ساتھ جبکہ ان کے پاس آگئی اور بیشک وہ البتہ ایک کتاب ہے محفوظ ﴿۴۱﴾ نہیں آسکتا اسکے پاس باطل نہ آگے سے اور نہ اسکے پیچھے سے

وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ

یہ اتاری ہوئی ہے حکمتوں اور تعریفوں والے پروردگار کی طرف سے ﴿۴۲﴾ نہیں کہا جاتا آپ کیلئے مگر وہی کچھ جو کہا گیا رسولوں کیلئے

مِنْ قَبْلِكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا

آپ سے پہلے، بیشک آپ کا پروردگار البتہ بخشش کرنے والا اور دردناک عذاب دینے والا ہے ﴿۴۳﴾ اور اگر ہم بناتے اس قرآن کو عجمی زبان میں

لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۭ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ۭ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى

تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیوں نہیں تفصیل سے بیان کی گئیں اس کی آیتیں کیا عجمی زبان اور عربی لوگ؟ آپ کہہ دیجئے یہ ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے ہیں

وَّشِفَاۗءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ

ہدایت اور شفا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ قرآن ان کیلئے اندھا پن ہے یہی لوگ ہیں کہ

يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾ ع

انکو پکارا جاتا ہے دور جگہ سے ﴿۴۴﴾

﴿۳۳﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا الخ ربط آیات : اوپر اہل ایمان کے ایمان پر استقامت اختیار کرنے کی وجہ سے ان کا عظیم المرتبت مقام بیان فرمایا، اب ان آیات میں اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی فضیلت بیان کی جارہی ہے۔

خلاصہ رکوع ❺ : دعوت الی اللہ کی فضیلت، داعی کے صفات۔۱۔۲۔ داعی کا مسلک، آداب تبلیغ کی تعلیم، اخلاق عالیہ کی اہمیت،

شیطان سے حفاظت کا طریقہ، تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل آفاقی، استغنائیت باری تعالیٰ، مشاغل ملائکہ، قدرت باری تعالیٰ سے بعث بعد الموت کا اثبات، ملحدین کے لئے تنبیہ، منکرین قرآن کا شکوہ، جواب شکوہ، قرآن کے محفوظ ہونے کا بیان، تسلی خاتم الانبیاء، نتیجہ فریقین، منکرین قرآن کے لئے شبہ کا جواب، مستفیدین من القرآن۔ ماخذ آیات۔ ۳۳ تا ۴۴+

دعوت الی اللہ کی فضیلت اور داعی کی صفت۔ ❶ فرمایا اس سے اچھا قول کس کا ہو سکتا ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے، معلوم ہو ا کہ انسان کے کلام میں سب سے افضل و احسن وہ کلام ہے جس میں دوسرں کو دعوت حق دی گئی ہو۔ اس میں دعوت الی اللہ کی سب صورتیں داخل ہیں۔ زبان سے تحریر سے یا کسی اور عنوان سے، اذان دینے والا بھی اس میں داخل ہے۔ کیونکہ وہ دوسروں کو نماز کی طرف بلاتا ہے، اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ آیت مؤذنوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

وَعَمِلَ صَالِحًا: داعی کی صفت۔ ❷ اس سے مراد یہ ہے کہ اذان و اقامت کے درمیان دو رکعت نماز پڑھ لے اذان اور جواب اذان کے فضائل و برکات کی احادیث اسی مقام پر تفسیر مظہری میں دیکھیں۔ وَقَالَ الخ داعی کا مسلک: اور کہے کہ فرمانبرداروں میں سے ہوں یعنی بندگی کو فخر سمجھے متکبرین کی طرح عار نہ کرے۔

مواعظ و نصائح

میٹھی باتوں کا جادو: خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عمرو بن اہتم کی پر تاثیر گفتگو۔

سیرت اور تاریخ کی کتب میں جادو بیانی کے واقعات مل جائیں گے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تین اشخاص آئے جو اپنے قبیلہ تمیم کے سردار تھے۔ یعنی قیس بن عاصم، زبرقان بن بدر اور عمرو بن اہتم۔ یہ آپ کے سامنے بڑے فخریہ الفاظ میں اپنا تعارف کرانے لگے۔ زبرقان نے کہا: ''یارسول اللہ! میں تمیم کا سردار ہوں وہ میرے مطیع ہیں، اور میں ان کا محبوب و مقبول سردار ہوں۔ میں لوگوں کے ظلم سے ان کا دفاع کرتا ہوں، اور ان کے حقوق کا محافظ ہوں۔ پھر اس نے دوسرے سردار عمرو بن اہتم کی طرف اشارہ کر کے کہا: ''اور یہ عمرو بھی میری ان باتوں کو جانتا ہے۔'' پھر عمرو نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا ''ہاں! یارسول اللہ! یہ بڑا قادر الکلام شاعر ہے۔ اپنے لوگوں کا دفاع کرتا ہے، اور وہ اس کے مطیع ہیں۔'' اتنا کہہ کر عمرو خاموش ہو گیا اور زبرقان کی مزید تعریف نہیں کی۔ لیکن زبرقان امید کر رہا تھا کہ عمرو اس کی لمبی چوڑی تعریفیں کرے گا۔ لیکن عمرو نے بڑے اختصار سے کام لیا تو زبرقان کو بہت غصہ آیا اور اس نے سوچا کہ شاید اس نے میری سرداری پر حسد کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔

تو زبرقان نے کہا: ''یارسول اللہ! اس کو میری اور خوبیاں بھی معلوم ہیں، لیکن اس نے حسد کی وجہ سے وہ بیان نہیں کیں۔''

زبرقان کی یہ بات سن کر عمرو کو بھی غصہ آ گیا۔ وہ کہنے لگا: ''کیا میں تجھ سے حسد کروں گا؟'' واللہ! تیرا اماموں کمینہ بدذات ہے، اور تو نو دولتیہ ہے، تیرا والد احمق ہے، اور تو قبیلہ میں بے توقیر ہے۔'' پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا: ''یارسول اللہ! میں نے جو کچھ پہلے کہا تھا وہ بھی سچ کہا تھا، اور جو اب کہا ہے وہ بھی درست کہا ہے۔ لیکن میں ایسا شخص ہوں کہ جب کسی سے خوش ہوتا ہوں تو جو اس کے اچھے اوصاف معلوم ہوتے ہیں وہ بیان کرتا ہوں، اور جب اس سے ناراض ہوتا ہوں تو اس میں جو بدترین عیب نظر آتے ہیں وہ بیان کرتا ہوں۔ واللہ اس موقع پر بھی دونوں دفعہ میں نے صداقت کا دامن نہیں چھوڑا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کی سرعت استدلال، قوت بیان، اور زبان کی مہارت دیکھی تو بڑے متعجب ہوئے اور فرمایا: ''بے شک بعض بیان جادو اثر ہوتے ہیں۔ بے شک بعض بیان جادو اثر ہوتے ہیں۔''

(مستدرک حاکم)

اس لیے آپ بھی زبان کے معاملہ میں محتاط رہیے۔ جہاں تک ہو سکے شیریں گفتاری اور میٹھے بول سے کام لیجیے۔ مثلاً اگر کوئی آپ سے کہہ کہ

''ذرا قلم دیجئے گا''۔ تو کہئے : ''لیجئے، حاضر ہے۔''

اگر کوئی کہے : ''مجھے آپ سے ایک کام ہے''۔ تو جواب میں کہئے : ''ہاں! بلا تکلف فرمائیں۔ آپ کیا چاہتے ہیں۔'' وہ کہے گا : ''آپ کو ایک تکلیف دینی ہے۔'' تو کہئے : ''ہاں، ہاں! فرمائیے، میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔'' ایسے ہی انداز بیان کی آپ کو مشق کرنی چاہیے، تا کہ دوسرا آپ کی بات سن کر متاثر ہو۔ اس کی ایک مثال میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ سے پیش کروں گا۔ اس کا تعلق جنگ حنین کے بعد انصار کے ساتھ پیش آنے والے ایک واقعہ سے ہے۔

انصار مدینہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے دفاعی دیوار: پہلے تو اسلام کی جنگوں میں انصار کے کارنامے اور ان کی قربانیاں دیکھئے۔ مہاجرین کو مدینہ میں جگہ دینے کے علاوہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ بدر میں حصہ لیا۔ پھر جنگ اُحد میں جانی قربانیاں دیں۔ غزوۂ خندق میں اُن کا محاصرہ کیا گیا۔ الغرض یہ مسلسل تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کی ہمراہی میں کفار سے جنگ کرتے رہے اور جانی و مالی قربانیاں دیتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ کے ساتھ ہو کر مکہ فتح کیا اور پھر جنگِ حنین میں شریک ہوئے۔

جنگِ حنین میں جب لڑائی شدت پکڑ گئی تو مسلمان تتر بتر ہونے لگے، طائف کے کفار کی فوج طاقتور تھی، جب ان کا پلڑا بھاری ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی مسلمان مجاہد نہیں رہا۔ سب منتشر ہو گئے۔ آپ تنہا رہ گئے اور مسلمانوں کی شکست کے آثار نظر آنے لگے۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ سب آپ کے پاس سے منتشر ہو گئے ہیں۔ تو اس وقت آپ نے پکار کر انصار کو بلایا: ''اے انصار!'' اِدھر آؤ!'' ۔ انصار نے لبیک کہتے ہوئے جواب دیا : ''ہم حاضر ہیں یا رسول اللہ!'' اور وہاں انہوں نے آپ کو گھیرے میں لے کر ایک دفاعی دیوار بنا دی، اور اپنی تلواروں سے دشمن کو مار مار کر بھگانے لگے۔ وہ اپنی جان پر کھیل کر رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے۔ بالآخر کفار نے راہ فرار اختیار کی اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

جب جنگ ختم ہوئی تو مال غنیمت جمع کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا۔ اور یہ لوگ اس کو دیکھنے لگے۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے بھوکے بچے اور غریب گھر والے یاد آ رہے تھے، اور یہ سوچ رہے تھے کہ جب ان کو اس مال غنیمت میں سے حصہ ملے گا تو اس میں ہماری حالت درست ہو جائے گی اور فراخی نصیب ہوگی۔

ابھی وہ یہی باتیں سوچ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اقرع بن حابس کو بلایا۔ یہ ابھی حال ہی میں اسلام لائے تھے یعنی فتح مکہ سے چند دن قبل۔ آپ نے مالِ غنیمت میں سے ان صاحب کو سو اونٹ دے دیئے، پھر آپ نے حضرت ابو سفیانؓ کو بلایا اور ان کو بھی سو اونٹ دے دیئے۔ آپ نے اسی طرح اہل مکہ کو بلا بلا کر ان میں مال غنیمت کے مویشی تقسیم فرمانے لگے۔

جن لوگوں کو یہ بڑے بڑے انعامات اور مویشی مل رہے تھے انہوں نے اسلام کی راہ میں نہ وہ خدمات انجام دی تھیں جو انصار نے انجام دی تھیں، نہ ان کی طرح جہاد کیا تھا اور نہ ان کی جیسی قربانیاں دی تھیں۔ جب انصار نے یہ منظر دیکھا تو وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے : ''اللہ تعالیٰ رسول اللہ کو معاف فرمائے، آپ قریشیوں کو تو خوب دے رہے ہیں اور ہمیں ایسے چھوڑ دیا ہے، حالانکہ ہماری تلواروں سے اب تک ان کا خون ٹپک رہا ہے۔'' جب انصار کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ نے ان کی یہ باتیں سنیں تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا : ''یا رسول اللہ! آپ کے انصاری صحابہ آپ سے ناراض ہو گئے ہیں۔'' آپ نے متعجب ہو کر پوچھا : ''وہ کیوں؟''

حضرت سعدؓ نے کہا : ''آپ نے جس طرح مال غنیمت تقسیم کیا ہے وہ اس پر ناراض ہیں کہ آپ اپنی قوم (یعنی اہل مکہ) میں یہ مال خوب تقسیم

کیا ہے اور دیگر عرب قبائل کو بھی بڑا مال دیا ہے لیکن انصار کو اس میں سے کچھ نہیں ملا۔ آپ نے فرمایا: "سعد! تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟" انہوں نے کہا: "یا رسول اللہ! میں بھی اپنی قوم کا ایک فرد ہوں۔" یہ باتیں سن کر رسول اللہ ﷺ نے سوچا کہ یہ ایسی صورتحال ہے کہ اس کا علاج ان کی جیبیں بھرنے سے نہیں ہوگا بلکہ ان کے دلوں کو ہاتھ میں لینا پڑے گا۔ یہ سوچ کر آپ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ "اپنی قوم کے سب لوگوں کو بلا کر ایک جگہ جمع کرو۔ میں ان سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" جب وہ سب جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ وہاں آپ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا: "اے گروہِ انصار! یہ کیا باتیں ہیں جو میں تمہاری طرف سے سن رہا ہوں۔"

انہوں نے کہا: "یا رسول اللہ! جہاں تک ہمارے بڑوں اور بزرگوں کا تعلق ہے تو انہوں نے تو کچھ نہیں کہا۔ البتہ کچھ نوجوانوں نے اس طرح کی بات کی ہے کہ "اللہ تعالیٰ رسول اللہ کو معاف فرمائے وہ قریش کو تو (مال غنیمت میں سے) خوب دے رہے ہیں اور ہمیں نظرانداز کر کے ایسے ہی چھوڑ دیا ہے جب کہ ہماری تلواروں سے اب تک ان کا خون ٹپک رہا ہے۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے گروہ انصار! بتاؤ کیا ایسا نہیں ہے کہ تم گمراہ تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں ہدایت دی؟"

انہوں نے کہا: "بے شک، یہ ہم پر اللہ اور اس کے رسول کا احسان اور فضل ہے۔" پھر آپ نے فرمایا: "کیا تم پہلے غریب نہیں تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال و دولت دی۔ اور تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر تمہارے دلوں میں باہمی الفت پیدا کی؟"

انہوں نے کہا: "بے شک، یہ اللہ اور اس کے رسول کا احسان اور فضل ہے۔" پھر رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے انصار بھی خاموش رہے۔ آپ بھی منتظر تھے اور یہ سب بھی انتظار کر رہے تھے (کہ اب رسول اللہ ﷺ کیا فرماتے ہیں)۔ آپ نے فرمایا: "اے گروہ انصار! تم نے مجھے جواب نہیں دیا۔" وہ کہنے لگے: "یا رسول اللہ! ہم آپ کو کیا جواب دیں۔ (ہم نے عرض تو کیا ہے کہ) بے شک یہ ہم پر اللہ اور اس کے رسول کا احسان اور فضل ہے۔"

آپ نے فرمایا: "واللہ! اگر تم چاہتے تو کہہ سکتے تھے اور بالکل صحیح کہتے لوگ بھی اس کی تصدیق کرتے تم چاہتے تو یہ جواب دے سکتے تھے کہ "آپ کو لوگوں نے جھٹلایا، پھر آپ ہمارے پاس آئے تو ہم نے آپ کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لائے، آپ بے یار و مددگار آئے تو ہم نے آپ کی مدد کی، آپ شہر بدر ہو کر آئے تو ہم نے آپ کو یہاں پناہ دی۔ آپ تہی دست اور غریب آئے تو ہم نے اپنے مال میں آپ کو شریک کیا۔"

پھر آپ نے ان کے دلوں کو اور احساسات کو جگایا۔ آپ نے فرمایا: "اے انصار! کیا تم اللہ کے رسول سے دنیا کی حقیر اور بے ثبات دولت کی وجہ سے ناراض ہو رہے ہو۔ میں نے تو ان لوگوں کو یہ حقیر مال دے کر ان کی دل جوئی اور تالیف قلب کرنا چاہی تھی تاکہ یہ اسلام کو دل سے قبول کر لیں، اور تمہیں تو میں نے تمہارے اسلام کے حوالہ کر دیا تھا (کہ مجھے تمہارے پختہ مسلمان ہونے کا یقین تھا)۔ قریش تو حال ہی میں دور جاہلیت سے نکلے ہیں اور ان کو کچھ نقصانات پہنچے ہیں (یعنی فتح مکہ کے موقع پر ان کو جنگ کا سامنا ہوا اور ان کے لوگ قتل ہوئے) میں نے چاہا کہ ان کے نقصانات کی تلافی کروں اور ان کی تالیف قلب کروں۔"

اے انصار! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ اور لوگ تو بکریاں اور اونٹ ساتھ لے کر اپنے گھر جائیں اور تم رسول اللہ کو لے کر اپنے گھروں کو جاؤ؟!" "دیکھو! اگر اور لوگ ایک وادی کی راہ اختیار کریں گے اور انصار دوسری طرف روانہ ہوں گے تو میں وہی راہ اختیار کروں گا جس طرف انصار جائیں گے۔" "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اگر ہجرت کرنا نہ ہوتا تو میں انصار ہی کا ایک فرد ہوتا۔ یا اللہ! انصار پر رحم فرما۔ یا اللہ! انصار کے بیٹوں پر رحم فرما۔ اور ان کے بیٹوں کے بیٹوں پر رحم فرما۔"

آپ کی یہ تقریر سن کر انصار زار و قطار رونے لگے حتی کہ آنسوؤں سے ان کی ڈاڑھیاں تر ہوگئیں۔ وہ کہنے لگے : ''ہم رسول اللہ سے راضی ہیں، اور آپ نے جو بھی تقسیم کی اور حصے بانٹے ہم اس سے بھی راضی ہیں۔'' پھر رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے گئے اور وہ لوگ بھی اٹھ کر چلے گئے۔
سبحان اللہ! کیسی میٹھی زبان تھی ہمارے نبی ﷺ کی، اور کیسی دل آویز گفتگو تھی آپ کی!! آیئے اس سلسلہ میں ہم اپنے پیارے نبی ﷺ کا اسوہ دیکھتے ہیں کہ آپ اپنے حسن اخلاق سے کس طرح لوگوں کے دل جیت لیتے تھے۔

عمرہ اور صحابہ کرامؓ کا جذبہ: آپ ایک مرتبہ مدینہ سے اپنے اصحاب کرامؓ کے ساتھ بیٹھے بیت الحرام کے بارے میں گفتگو فرما رہے تھے، اس وقت عمرہ اور زیارت حرم کی بھی فضیلت بیان فرمائی تو صحابہ کرامؓ کو وہاں جانے کا شوق پیدا ہوا۔ آپ نے سب کو وہاں کے سفر کی تیاری کا حکم فرمایا اور اس پر سبقت لینے کی ترغیب دی۔ صحابہ کرامؓ فوراً تیار ہو گئے، سامان سفر کے علاوہ ہتھیار بھی ساتھ لیے تا کہ کوئی مزاحمت کرے تو دفاع ہو سکے۔ اس طرح آپ ایک ہزار چار سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھے اور تلبیہ کہتے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب یہ قافلہ مکہ کے پہاڑوں کے قریب پہنچا تو رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی قصواء راستہ میں بیٹھ گئی۔ آپ نے کوشش کی کہ اس کو اٹھائیں تا کہ وہ آگے چلے لیکن وہ نہیں اٹھی۔

لوگ کہنے لگے کہ ''قصواء اڑ گئی''۔ تو آپ نے فرمایا : ''قصواء اڑی نہیں ہے اور نہ اس کی یہ عادت ہے (یعنی یہ اڑیل نہیں) بلکہ ہاتھی کو روکنے والے (اللہ تعالیٰ) نے اس کو روک لیا۔ (آپ کا اشارہ اصحاب فیل یعنی یمن کے گورنر ابرہہ کی سرکردگی میں آنے والے ہاتھی سواروں کی طرف تھا جو کعبہ ڈھانے آئے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا منصوبہ ناکام کر دیا۔ پھر آپ نے اونٹنی کو ہانکا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور مکہ کے قریب حدیبیہ میں فروکش ہو گئے۔ کفار قریش کو آپ کی آمد کی خبر ہوئی تو ان کے رؤسا آپ سے آ کر ملے انہوں نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے منع کیا اور واپس جانے کے لیے کہا۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا اور بتایا کہ ہم تو صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔ پھر یکے بعد دیگرے قریش کے کئی سفیروں اور نمائندوں نے آ کر آپ سے گفتگو کی۔ آخر کار جب قریش کا نمائندہ سہیل بن عمرو آیا تو اس کے ساتھ ایک معاہدہ پر گفتگو ہوئی۔ اس میں یہ طے پایا کہ آپ اب تو مدینہ واپس چلے جائیں گے، پھر اگلے سال عمرہ کرنے آئیں گے۔

سہیل نے ایک شرط یہ بھی منوائی کہ ''اگر مکہ سے کوئی مسلمان بھاگ کر مدینہ جائے گا اس کو مکہ واپس کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر مدینہ سے مکہ چلا جائے گا تو اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔'' اس شرط کو سن کر مسلمان کہنے لگے : ''سبحان اللہ! اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے تو ہم اس کو کافروں کے پاس واپس بھیج دیں گے!! ہم مسلمان ہو کر آنے والے کو مشرکین کے حوالہ کیسے کر سکتے ہیں؟!

ابو جندل: ابھی وہ یہی گفتگو کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک نوجوان گرم ریت پر پاؤں میں بیڑیاں گھسیٹتا ہوا آیا۔ وہ پکار رہا تھا : ''یا رسول اللہ!'' سب نے اس کو دیکھا تو وہ اسی قریشی سفیر سہیل بن عمرو کا بیٹا ابو جندل تھا۔ وہ مکہ میں مسلمان ہو گیا تھا جہاں اس کے والد نے اس کو خوب سزائیں دے کر قید کر دیا تھا۔ جب اس کو مسلمانوں کے حدیبیہ میں آنے کا علم ہوا تو وہ کسی طرح قید سے نکل بھاگا اور پاؤں کی بیڑیاں گھسیٹتا ہوا یہاں پہنچ گیا۔ اس کے پاؤں زخمی ہو گئے تھے اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ وہاں آ کر اس نے خود کو نیم مردہ حالت میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے آگے ڈال دیا۔

سہیل نے جب اپنے بیٹے کو دیکھا تو غصہ سے آگ بگولہ ہو گیا کہ یہ میری قید سے نکل کر یہاں کیسے آ گیا اور وہ چلا کر کہنے لگا : ''اے محمد! یہ وہ پہلا شخص ہے جس پر میں آپ سے صلح والا فیصلہ کرا رہا ہوں کہ آپ اسے میرے سپرد کر دیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''ابھی تک ہم نے معاہدہ

(تحریری طور پر) طے نہیں کیا ہے۔"

سہیل نے کہا: "تب تو میں آپ سے کسی بات پر مصالحت نہیں کروں گا۔" یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس کو میری خاطر چھوڑ دو۔" اس نے کہا: "نہیں، میں اس کو آپ کی خاطر بھی نہیں چھوڑوں گا۔" آپ نے فرمایا: "ایسا نہ کرو۔ چھوڑ دو۔" اس نے کہا: "نہیں، میں ہر گز نہیں چھوڑوں گا۔" یہ سن کر نبی کریم ﷺ خاموش ہو گئے۔ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، آپ دل سے چاہتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے قریش کو اسلام سے قریب لے آئیں، اور ایسا نہ ہو کہ ایک مسلمان کے مشکل میں پڑ جانے کی وجہ سے معاہدۂ صلح طے نہ ہو سکے۔ اب سہیل فوراً اپنے بیٹے کی زنجیروں کو پکڑ کر اسے گھسیٹتا ہوا لے گیا، ابو جندل چیخ چیخ کر مسلمانوں سے فریاد کر رہا تھا: "اے مسلمانو! کیا مجھے مشرکین کے حوالہ کر رہے ہو جب کہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں، تم دیکھ نہیں رہے ہیں کتنی سخت تکلیف واذیت میں مبتلا ہوں۔"

وہ اسی طرح فریاد کرتا رہا۔ آخر آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے غم میں مسلمانوں کے دل افسردہ تھے۔ وہ ایک ایسے نوجوان کو دیکھ رہے تھے جو ایک بڑے سردار کے گھر میں عیش وآرام سے پلا تھا لیکن اب ایک اذیت ناک حالت میں نظر آرہا تھا۔ ان کے سامنے اس کو زنجیروں سے کھینچ کر لے جایا جا رہا تھا تاکہ دوبارہ قید میں ڈال دیا جائے۔ لیکن مسلمان بے بس تھے، وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ ابو جندل کو اسی حالت میں تنہا مکہ واپس لے جایا گیا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا تھا کہ وہ اسے دین اسلام پر ثابت قدم رکھے اور اس آزمائش میں اس کا یقین ایمان وقائم رہے۔

معاہدۂ صلح تحریر ہونے کے بعد مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مدینہ لوٹ آئے۔ ان کے دلوں میں کافروں سے نفرت اور غم وغصہ بھرا ہوا تھا، اور بے چارے کمزور مسلمانوں کے غم سے وہ نڈھال تھے۔ ادھر مکہ میں ان کمزور مسلمانوں پر مزید ناقابل برداشت سختیاں ہونے لگیں۔ وہاں ابو جندل کے علاوہ ابو بصیر اور دوسرے نوجوان مظلوم و بے کس مسلمان بھی تھے جو قید میں پڑے ہوئے تھے اور اس قید سے چھٹکارہ پانے کی تدبیریں کر رہے تھے۔ بالآخر ان میں سے ابو بصیر اس قید سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ یہاں سے نکل کر سیدھا مدینہ کی طرف روانہ ہو گا۔ اس کے دل میں بڑی امیدیں اور شوق موجزن تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کی صحبت میں بیٹھے گا۔ انہی جذبات کے ساتھ وہ بے آب وگیاہ ویران صحرا کی گرم ریت پر پیدل چلتا ہوا مدینہ پہنچا اور مسجد نبوی کا رخ کیا۔

ابو بصیر کا مسجد نبوی میں داخلہ: جب وہ مسجد نبوی میں داخل ہوا تو اس وقت رسول اکرم ﷺ اپنے اصحابؓ کے ساتھ وہاں تشریف فرما تھے۔ ابو بصیر پر مکہ کے مصائب اور لمبے پُر مشقت سفر کے آثار نمایاں تھے۔ بال بکھرے ہوئے اور کپڑے اور بدن غبار آلود۔ مسجد میں آکر ابھی ابو بصیر کا سانس بھی درست نہیں ہوا تھا کہ اس کے پیچھے پیچھے کفار قریش کے دو آدمی بھی مسجد میں داخل ہوئے۔ جب ابو بصیر نے ان کو دیکھا تو بہت گھبرایا۔ اس کے ذہن میں پھر مکہ کی اذیت ناک سزائیں اور قید وبند کی تکالیف گھومنے لگیں۔

اندر آتے ہی ان دونوں قریشیوں نے چلا کر کہا: "اے محمد! یہ شخص مکہ سے بھاگ کر یہاں آیا ہے۔ اس کو ہمارے حوالہ کرو۔ اسی بات پر تم نے ہم سے معاہدہ کیا ہے۔" رسول اللہ ﷺ کو بھی یاد تھا کہ آپ نے قریش سے معاہدہ کیا ہے کہ جو شخص بھی مکہ سے بھاگ کر مدینہ آئے گا اس کو ان کے سپرد کر دیا جائے گا۔ لہٰذا آپ نے اشارہ کر کے ابو بصیر سے کہا کہ وہ مدینہ سے چلا جائے۔ لہٰذا ابو بصیر ان دونوں کے ساتھ باہر چلا گیا۔ جب وہ دونوں قریشی ابو بصیر کو لے کر مدینہ سے باہر نکل گئے تو وہ ایک جگہ کھانا کھانے کے لیے رکے۔ ان میں سے ایک تو ابو بصیر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا رفع حاجت کے لیے دور چلا گیا۔

ابو بصیر کے پاس بیٹھے ہوئے آدمی نے اپنی تلوار نکالی اور اس کو لہرانے لگا۔ پھر ابو بصیر کے اوپر اس کو لہراتے ہوئے کہنے لگا: "میں کسی

دن اس تلوار سے اوس اور خزرج کے لوگوں کو صبح سے شام تک مارتا رہوں گا۔"

ابو بصیر نے اس سے کہا: "واقعی تمہاری تلوار بڑی اچھی نظر آتی ہے۔" اس نے کہا: "ہاں واللہ! یہ بڑی زبردست تلوار ہے۔ میں نے اس کو کئی بار آزما کر دیکھا ہے۔" ابو بصیر نے کہا: "ذرا یہ مجھے دکھاؤ۔" پھر قریشی نے یہ تلوار ابو بصیر کو دے دی۔ ابو بصیر نے جب اس تلوار کو اچھی طرح اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا تو اٹھ کر ایک دم اس کی گردن پر ماری اور اس کا سر اڑا دیا۔

جب اس مقتول کا ساتھی رفع حاجت کے بعد واپس آیا تو وہاں اس نے اپنے ساتھی کی سر کٹی لاش پڑی دیکھی۔ بڑا خوفزدہ ہوا اور فوراً بھاگ کر مدینہ آیا اور جلدی سے دوڑ کر مسجد میں گھس گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو گھبراہٹ کے عالم میں آتا ہوا دیکھا تو فرمایا: "یہ شخص تو بہت خوفزدہ معلوم ہوتا ہے۔" وہ شخص جب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا تو لرزتی ہوئی آواز سے چلا کر کہنے لگا: "واللہ! میرا ساتھی قتل ہو گیا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ میں بھی قتل ہو جاؤں گا۔"

پھر اس کے بعد ہی ابو بصیر بھی مسجد میں آیا۔ اس کی آنکھیں شعلوں کی طرح چمک رہی تھیں اور اس کے ہاتھ میں تلوار تھی جو خون آلودہ تھی۔ اس نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذمہ پورا کر دیا۔ آپ نے مجھے ان کے سپرد کر دیا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات دے دی۔ اب آپ مجھے اپنی جماعت میں شامل کر لیجئے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، یہ تو نہیں ہو سکے گا۔" پھر ابو بصیر نے باآواز بلند عرض کیا: "یا رسول اللہ! پھر ایسا کیجئے کہ مجھے کچھ آدمی دیجئے تو میں آپ کو مکہ فتح کر کے دیتا ہوں۔" رسول اللہ ﷺ اس کی جرأت و بہادری پر بہت متعجب ہوئے، لیکن چونکہ آپ کے اور اہل مکہ کے مابین ایک معاہدہ ہو چکا تھا لہٰذا آپ اس کی فرمائش پوری نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن آپ نے چاہا کہ کسی عمدہ طریقے سے اس کو جواب دیا جائے۔ آپ صحابہؓ سے مخاطب ہوئے اور ابو بصیر کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: "اگر اس کے ساتھ کچھ آدمی ہوں تو یہ لڑائی کا میدان گرم کر سکتا ہے۔"

تو آپ کے یہ جملے ایک طرح سے اظہار مجبوری اور ابو بصیر سے معذرت کے طور پر تھے۔ ابو بصیر مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگا کہ شاید آپ اس کو مدینہ میں ٹھہرنے کی اجازت دے دیں۔ لیکن آپ قریش کے ساتھ معاہدہ کی شرائط یاد تھیں، لہٰذا آپ نے اس کو مدینہ سے باہر چلے جانے کا حکم دیا جس کو اس نے تسلیم کر لیا۔ جی ہاں! ابو بصیرؓ دین اسلام کے خلاف ہو کر دشمنوں سے نہیں ملے۔ کیونکہ ان کو اپنے رب کریم سے ثواب عظیم ملنے کی توقع تھی جس کی خاطر انھوں نے اپنے والد کو اور خاندان کو چھوڑا، اتنی مصیبتیں جھیلیں اور مشقتیں برداشت کیں۔

ابو بصیرؓ مدینہ سے نکلے تو سوچا کہ کدھر جائیں۔ مکہ میں تو ان کے لیے مصائب اور قید و بند کی سزائیں منتظر ہیں۔ مدینہ جائیں تو معاہدوں کی مجبوریاں درپیش ہیں۔ یہ سوچ کر وہ بحر احمر کے ساحل کی طرف چلے گئے اور وہاں سمندر کے کنارے بنجر ریگستان میں اپنا ڈیرہ بنا لیا جہاں ان کے ساتھ نہ کوئی آدم تھا نہ آدم زاد۔ مکہ میں ابو جندلؓ کو ابو بصیر کا حال معلوم ہوا تو وہ بھی کسی طرح مشرکین کی قید سے نکل کر ابو بصیرؓ سے جا ملے۔ اس کے بعد جو قریشی بھی مسلمان ہوتا وہ مکہ سے نکل کر ابو بصیرؓ کے پاس چلا آتا۔ اس طرح رفتہ رفتہ وہاں مسلمانوں کا ایک مضبوط گروہ بن گیا۔ اب قریش کا جو بھی تجارتی قافلہ وہاں سے گزرتا یہ مسلمان ان کو قتل کر کے مال پر قبضہ کر لیتے۔ جب یہ واقعات بہت ہونے لگے تو قریش نے نبی اکرم ﷺ کو پیغام بھیجا کہ خدا کے واسطے آپ ان لوگوں کو اپنے پاس بلا لیں (گویا معاہدہ کی اس شرط سے وہ دست بردار ہو گئے)۔

رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو پیغام بھیجا کہ وہ مدینہ میں آ جائیں۔ جب ان مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کا خط ملا تو وہ بہت خوش

ہوئے۔ لیکن ابوبصیرؓ اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھے۔ اور اکثر کہتے رہتے تھے کہ ”میرا پروردگار اعلیٰ اور عظیم ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ (کے دین) کی مدد کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد فرمائے گا“۔ جب ان کے گروہ کے لوگوں نے آکر ان کو بتایا کہ ”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مدینہ آکر وہاں آباد ہونے کی اجازت دے دی ہے اور ہماری آرزو پوری ہوگئی ہے“۔ تو یہ سن کر ابوبصیرؓ بہت خوش ہوئے۔ وہ اس وقت لب مرگ تھے، انہوں نے کہا کہ ”رسول اللہ ﷺ کا خط مجھے دکھاؤ“۔ وہ خط ان کو دیا گیا تو انہوں نے اس کو بوسہ دے کر اپنے سینہ پر رکھ لیا اور بار بار کلمہ شہادت پڑھنے لگے۔ اسی حالت میں انہوں نے سسکی لی اور اللہ کو پیارے ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ ابوبصیرؓ کو اپنے جوار رحمت میں رکھے اور ہمارے نبی رحمت پر درود وسلام ہو۔

﴿۳۴﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ الخ نتائج فریقین کا تفاوت : اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی بلکہ ہر ایک کا اثر جدا ہے۔ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ الخ

آداب تبلیغ کی تعلیم : یہاں سے دعوت الی اللہ کی خدمت سرانجام دینے والوں کو خاص ہدایات دی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیں بلکہ صبر اور احسان سے کام لیں۔

عبرت آموز حکایت : ایک بزرگ کے متعلق منقول ہے کہ جب کوئی شخص ان کو خبر دیتا کے فلاں شخص آپ کی غیبت کرتا ہے یا آپ کو گالیاں دیتا ہے، تو وہ اس کے حق میں دعائے خیر کرتے اور اسکی تعریف کرتے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آئندہ اس شخص سے برائی کی بجائے نیکی کی خبر آتی۔ یہی بات اللہ نے فرمائی ہے کہ برائی کا دفاع نیکی سے کرو۔ (تفسیر معالم العرفان۔ ص۔ ۴۲۲۔ ج۔ ۱۶)

مواعظ ونصائح

برائی کا بدلہ اچھائی سے دینا چاہیے: آپ لوگوں سے جو بھی برتاؤ کریں لیکن لوگ اکثر آپ سے وہی برتاؤ کریں گے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں، نہ کہ وہ جس کی آپ ان سے امید رکھتے ہیں۔ آپ اگر کسی سے خندہ پیشانی سے ملیں تو ضروری نہیں کہ وہ بھی آپ سے اسی طرح خندہ پیشانی سے ملے۔ بعض لوگ تو آپ کے مسکرانے پر بھی ناراض ہوں گے اور بدظن ہو کر پوچھیں گے کہ آپ کیوں ہنس رہے تھے؟ اسی طرح اگر آپ کسی کو تحفہ پیش کریں تو ضروری نہیں کہ وہ بھی جواب میں آپ کو تحفہ میں کوئی چیز دے۔ بعض لوگ تو آپ سے تحفہ ملنے کے بعد محفلوں میں آپ کی غیبت کریں گے، آپ کو احمق اور فضول پیسہ ضائع کرنے والا کہیں گے۔

اسی طرح اگر آپ کسی سے خوش کلامی سے پیش آئیں، اس کی تعریف کریں اور محبت اور نرمی سے بات چیت کریں تو ضروری نہیں کہ وہ بھی اسی طرح خوش کلامی سے پیش آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں جس طرح رزق کو تقسیم کیا ہے اسی طرح اخلاق کو بھی تقسیم کیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں لوگوں سے برتاؤ کا یہ طریقہ بتایا ہے وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۔ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ”نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ تم بدی کا دفاع ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو۔ تو دیکھو گے کہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی وہ تمہارا جگری دوست بن جائے گا۔“

بعض لوگ لاعلاج حد تک بداخلاق ہوتے ہیں۔ یا تو آپ ان کو اپنے حال پر رہنے دیں اور صبر کر کے معاملہ کرتے رہیں، یا ان سے ترک تعلق کرلیں۔ اس سلسلہ میں ایک قصہ سنئے۔

محمود نامی تاجر کی داستان: محمود نامی ایک تاجر سفر پر جا رہا تھا، ایک دوسرا شخص شعیب بھی اس کے ساتھ ہولیا۔ محمود سفر کے دوران سارے کام کرتا رہا، سامان اتارنا چڑھانا، اونٹوں کو دانا پانی دینا وغیرہ۔ آخر وہ بیچارہ کام کرتے کرتے تھک گیا۔

جب وہ واپس روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک جگہ کھانے کے لیے رکے۔ دونوں نے اپنے اونٹوں کو بٹھایا اور اتر گئے۔ شعیب تو زمین پر لیٹ گیا۔ دوسرے صاحب نے فرش بچھایا، سامان اتارا۔ پھر شعیب سے کہا کہ تم اٹھ کر آگ جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کرو، میں گوشت کاٹتا ہوں۔

شعیب کہنے لگا: "واللہ میں اتنی دیر اونٹ پر سوار رہا ہوں۔ اس کی وجہ سے تھک گیا ہوں۔" آخر محمود خود ہی گیا اور لکڑیاں جمع کر کے لایا۔ پھر اس نے شعیب سے کہا: "اٹھو اب تم آگ جلالو۔" شعیب نے کہا: میں دھوئیں کے قریب جاتا ہوں تو میرے سینے میں تکلیف ہوتی ہے۔" مجبوراً محمود نے خود ہی آگ جلائی اور پھر شعیب سے کہا: اب اٹھو، گوشت کاٹنے میں میری مدد کرو۔

شعیب نے جواب دیا کہ "مجھے ڈر ہے کہ کہیں چھری سے میرا ہاتھ نہ کٹ جائے۔" بے چارے محمود کو خود ہی گوشت کاٹنا پڑا۔

اس کے بعد اس نے پھر شعیب سے کہا کہ "اب اٹھو اور گوشت کو ہانڈی میں ڈال کر کھانا پکاؤ۔" شعیب نے کہا: میرے ساتھ مشکل یہ ہے کہ کھانا پکنے سے پہلے اس کو دیکھتے دیکھتے میں بری طرح تھک جاتا ہوں۔" آخر محمود نے کھانا پکانے اور آگ دھونکنے کا کام بھی خود ہی کیا۔ لیکن کھانا تیار ہونے تک وہ بہت تھک گیا تو زمین پر لیٹ گیا۔ اور شعیب سے کہا کہ "بھائی اب کھانے کے لیے دستر خوان بچھاؤ اور اس پر کھانا نکال کر لگاؤ۔" شعیب نے کہا: "واللہ! میرا بدن ٹوٹ رہا ہے۔ میں یہ کام بالکل نہیں کر سکتا۔"

بالآخر محمود خود ہی اٹھا اور اس نے کھانا نکال کر دستر خوان پر لگایا۔ اس سے فارغ ہوا تو شعیب سے کہا کہ "شعیب! اب اٹھو اور میرے ساتھ کھانا کھالو۔" شعیب نے جواب دیا: واللہ! مجھے اتنے عذر کرتے کرتے شرم آنے لگی ہے۔ چلو اب میں تمہارا کہنا مان لیتا ہوں۔" اب وہ صاحب اٹھے اور کھانا کھانے لگے۔ تو زندگی میں آپ کو شعیب جیسے لوگ بھی ملیں گے لہٰذا غم نہ کریں اور برداشت پیدا کریں۔ ہمارے آقا ﷺ لوگوں سے معاملہ کرتے وقت جذبات سے نہیں بلکہ عقل سے کام لیتے تھے۔ آپ دوسروں کی غلطیوں کو برداشت کرتے تھے اور ان سے نرمی برتتے تھے۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں خون بہا کے لیے مدد مانگنے آیا: ذرا آپ کا طرز عمل دیکھیے۔ آپ ایک مرتبہ مجمع میں تشریف فرما ہیں، چاروں طرف صحابہؓ بیٹھے ہیں کہ ایک اعرابی آتا ہے اور آپ سے ایک مقتول کی دیت کے لیے طلب کرتا ہے۔ یعنی اس نے یا کسی اور نے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ اب مقتول کے وارثین کو خون بہا کی رقم دینے کے لیے وہ رسول اللہ ﷺ سے امداد کا طلب گار ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کو کچھ رقم دی، اور پھر اظہار ہمدردی کے طور پر فرمایا: میں نے تمہارے ساتھ بھلائی کر دی؟ اعرابی نے کہا: نہیں، تم نے کوئی بھلائی نہیں کی۔ حاضرین میں سے بعض اصحاب یہ سن کر بہت ناراض ہوئے اور اس کی طرف اٹھنے لگے تو آپ نے اشارہ سے ان کو روک دیا۔ پھر آپ اٹھ کر اپنے گھر کی طرف تشریف لے گئے اور اس اعرابی کو بھی گھر میں بلالیا، اور ان سے فرمایا: تم نے ہمارے پاس آ کر کچھ مدد کا سوال کیا ہم نے تمہیں دیا۔ لیکن تم نے ایسا ایسا کہا۔ پھر آپ کو گھر میں کچھ رقم ملی تو وہ اسے مزید دے دی۔ اور فرمایا: بتاؤ اب ہم نے تمہارے ساتھ بھلائی کی یا نہیں؟ اعرابی نے کہا: ہاں! اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ اور تمہارے گھر والوں کا بھلا کرے۔" آپ کو اس کی یہ رضا مندی پسند آئی۔ لیکن آپ کو اندیشہ ہوا کہ آپ کے اصحاب کے دلوں میں اس کے لیے رنجش باقی ہوگی۔ ایسا نہ ہو کہ ان میں سے کوئی اس کو راستہ میں یا بازار میں ملے تو اس پر اپنا غصہ اتارے۔ لہٰذا آپ نے چاہا کہ ان کے دلوں سے بھی اس کے خلاف کدورت کو نکال دیں۔

آپ نے اس سے فرمایا کہ تم ہمارے پاس آئے اور ہمیں جتنا دینا تھا تمہیں دیا لیکن تم نے اس کے جواب میں جو کہا سو کہا۔ تمہاری اس بے باکی کی وجہ سے میرے اصحاب کے دل میں کچھ غم و غصہ ہوگا۔ لہٰذا اب تم جاؤ تو ان کے سامنے وہی بات کہنا جو تم نے ابھی مجھ سے کہی ہے تاکہ ان کے دل سے غصہ کے جذبات نکل جائیں۔" اس کے بعد وہ اعرابی صحابہؓ کے مجمع میں آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ صاحب پہلے ہمارے پاس

مدد مانگنے آئے تو ہم سے، جو ہو سکا ان کو دیا لیکن اس کے جواب میں انہوں نے جو کہا سو کہا۔ ہم نے ان کو پھر اپنے گھر بلا کر مزید دیا تو اب یہ راضی ہو گئے ہیں۔"

پھر آپ نے اعرابی کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا: یہی بات ہے نا؟ اعرابی نے کہا: "ہاں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور آپ کے گھر والوں کا بھلا کرے۔" جب اعرابی یہاں سے نکل کر واپس گھر جانے لگا تو آپ نے چاہا کہ اپنے اصحاب کو لوگوں کے دل جیتنے کا درس دیں۔ آپ نے ان سے فرمایا: "میری اور اس اعرابی کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کی اونٹنی بدک گئی ہو۔ لوگ اس کے پیچھے بھاگیں۔ یعنی اس کو پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے دوڑیں۔ وہ ان سے ڈر کے مارے تیز بھاگنے لگے۔ اس طرح وہ اس کے فرار کا سبب بن جائیں۔ اب اونٹنی والا کہے کہ "مجھے اور میری اونٹنی کو تنہا چھوڑ دو۔ میں اس کو جانتا ہوں اور اس کے ساتھ نرمی کرتا ہوں۔ میں خود اسے سنبھال لوں گا۔" پھر وہ اونٹنی والا اس کی طرف متوجہ ہوا اور کوئی کھانے کی چیز ہاتھ میں اٹھا کر اس کو بلائے تو وہ کہنا مان کر آجائے۔ پھر وہ اس پر کجاوہ کسے اور سوار ہو کر چلا جائے۔

دیکھو جب اس نے غلط بات کہی تھی تو اگر میں تمہیں اس کے خلاف کچھ کرنے دیتا تو وہ جہنم میں داخل ہو جاتا۔ یعنی اگر تم اسے دھکے دے کر نکال دیتے تو شاید وہ دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جاتا اور جہنم میں داخل ہوتا۔ (یہ حدیث بزار نے روایت کی ہے۔ اور اس کی سند پر اعتراض ہے) رسول اللہ ﷺ کا فرمان کتنا سچا ہے، آپ نے فرمایا: جس چیز میں بھی نرمی داخل ہوتی ہے وہ اس کو خوشنما بنا دیتی ہے، اور جس چیز سے وہ نکل جاتی ہے اس کو بدنما بنا دیتی ہے۔" فرمان الٰہی ہے: اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۔ "تم بدی کا دفاع ایسے طریقہ سے کرو جو بہترین ہو نتیجہ یہ ہو گا کہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہو گی وہ تمہارا جگری دوست بن جائے گا۔"

داستان حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ: فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کعبہ کا طواف فرما رہے تھے۔ اس وقت فضالہ بن عمیر نامی ایک شخص آیا۔ یہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا تھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے طواف کرنے لگا۔ یہ دراصل گھات میں تھا کہ جیسے ہی رسول اللہ ﷺ غفلت میں ہوں تو یہ آپ کو قتل کر دے۔ یہ جب رسول اللہ ﷺ کے قریب آیا تو آپ چوکتے ہوئے اور اس کی طرف مڑ کر فرمایا: کیا فضالہ ہے؟ اس نے کہا: ہاں فضالہ ہوں، یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا: تم دل ہی دل میں کیا کہہ رہے تھے؟ اس نے کہا: کچھ نہیں بس ذکر الٰہی کر رہا تھا آپ ہنس پڑے اور فرمایا: اللہ سے استغفار کرو۔ فضالہ کہتے ہیں: "پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا۔ اس سے میرے دل کو بڑا سکون حاصل ہوا اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ نے جیسے ہی میرے سینے سے اپنا ہاتھ اٹھایا اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے زیادہ آپ مجھے محبوب لگنے لگے۔"

پھر فضالہ اپنے گھر واپس جانے لگے تو راستہ میں اس عورت کے پاس سے گزرے جس کے پاس بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے۔ اس نے آپ کو دیکھا تو کہا: "آؤ باتیں کریں۔" لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد فضالہ نیک مسلمان بن گئے۔

رسول اللہ ﷺ اسی طرح عفو و درگزر سے کام لے کر لوگوں کے دل جیت لیا کرتے تھے۔ آپ لوگوں کو نیکی کے راستہ پر لانے کے لیے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کر لیا کرتے تھے۔ ابو طالب جب تک زندہ رہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قریش کی بہت سی ایذا رسانیوں سے بچائے رکھا۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو قریش نے آپ کو مکہ میں بہت تنگ کرنا شروع کر دیا۔ آپ کو قریش کی طرف سے ایسی سخت تکالیف پہنچیں جو آپ کے چچا ابو طالب کی زندگی میں نہیں پہنچی تھیں۔ یہ دیکھ کر آپ سوچنے لگے کہ کسی اور جگہ جا کر پناہ لی جائے جہاں خاطر خواہ مدد اور بچاؤ مل سکے۔ لہٰذا آپ طائف کی طرف روانہ ہوئے تا کہ وہاں قبیلہ ثقیف کی مدد اور دفاع حاصل ہو سکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت طائف اور لوگوں کا سلوک: جب آپ طائف میں داخل ہوئے تو وہاں تین آدمیوں سے ملنے گئے جو

ثقیف کے سردار اور باعزت لوگ تھے۔ یہ تین بھائی تھے ؛ عبد یالیل بن عمرو، اس کا بھائی مسعود اور تیسرا حبیب۔
آپ ان کے پاس بیٹھے اور ان کو اللہ کی طرف آنے کی دعوت دی، اور بتایا کہ آپ اسلام کے لیے ان کی نصرت و مدد کے طلبگار ہیں اور آپ کی قوم میں سے جو آپ کے خلاف اٹھے اس سے مقابلہ کرنے میں اُن کی حمایت درکار ہے۔ لیکن انہوں نے بڑی بداخلاقی سے آپ کی دعوت کو رد کر دیا۔ ان میں سے ایک کہنے لگا کہ "میں کعبہ کا غلاف پھاڑ دوں گا اگر اللہ نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے۔" یا یوں کہا کہ ادھو آپ ہی کو اللہ نے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ دوسرے نے کہا : "کیا اللہ کو تمہارے علاوہ کوئی اور نہیں ملا جس کو وہ رسول بنا کر بھیجتا۔" تیسرے نے شیخی بازی کے لیے ایسا جوابی جملہ سوچنا شروع کیا جو اپنے دونوں ساتھیوں کے جملوں سے زیادہ بلیغ ہو۔ اس نے کہا : "واللہ ! میں تمہاری کسی بات کا کبھی جواب نہیں دوں گا۔ اگر تم اللہ کے رسول ہو جیسا کہ تم دعویٰ کرتے ہو تو تم اتنی اہم شخصیت ہو کہ مجھے تمہاری بات کا جواب نہیں دینا چاہیے۔ اور اگر تم اللہ پر جھوٹ بول رہے ہو تو مجھے تم سے بات بھی نہیں کرنی چاہیے۔"
جب آپ کو ثقیف سے خیر کی کوئی امید نہ رہی تو ان کے پاس سے کھڑے ہو گئے آپ کو اندیشہ ہوا کہ اگر قریش کو پتہ لگا کہ انہوں نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا تو وہ ایذا رسانی اور بڑھا دیں گے۔ تو آپ نے اُن سے کہا : "جو کچھ تم نے چاہا وہ کر لیا، لیکن اب یہ بات اپنے تک مخفی رکھنا۔" لیکن انہوں نے آپ کی یہ بات نہ مانی بلکہ اپنے اوباشوں اور غلاموں کو آپ کے خلاف بھڑکا دیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے لگ گئے۔ وہ آپ کو سب و شتم کرتے تھے اور آوازے کستے تھے۔ انہوں نے دو لائنیں بنا لیں۔ آپ ان کے درمیان سے جلد جلد قدم اٹھاتے ہوئے گزر رہے تھے۔ جب بھی آپ قدم اٹھاتے یہ پتھر مار کر اس کو زخمی کر دیتے۔ آپ جلد سے جلد وہاں سے گزرنے کی کوشش فرمانے لگے تا کہ ان کے پتھراؤ سے محفوظ ہو جائیں۔ آپ کے قدموں سے خون بہہ رہا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر چالیس سے اوپر تھی۔ پھر آپ ان سے دور نکل گئے، اور پیدل چلتے رہے۔ آخر کھجور کے درخت کا سایہ نظر آیا تو اس کے نیچے بیٹھ گئے۔ اس وقت آپ کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آرہے تھے کہ اب قریش سے ان کا سامنا کس طرح ہو گا اور مکہ میں وہ کس طرح داخل ہوں گے۔ اس وقت آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور یہ دعا فرمائی :
"یا اللہ ! میں تیری بارگاہ میں اپنی ناتوانی اور بے بضاعتی اور لوگوں کے ہاں بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین ! تو کمزوروں کا رب ہے اور میرا بھی رب ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے ؟ کسی اجنبی نا آشنا کے جو مجھ سے ترش روئی سے پیش آتا ہے۔ یا کسی دشمن کے جس کو تو نے میرے معاملات کا مالک بنا دیا ہے۔ اگر یہ مجھ سے ناراضگی کی وجہ سے نہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ لیکن تیری عافیت اور مہربانی میرے لیے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور کی پناہ مانگتا ہوں جس سے تمام اندھیرے دور ہو گئے اور دنیا و آخرت کے سارے معاملات درست ہو گئے اس بات سے کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل کرے یا مجھ پر اپنا غصہ اتارے۔ رضامندی اور خوشنودی کی تجھی سے امید ہے، یہاں تک کہ تو بالکل راضی ہو جائے۔ اور گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت صرف تیری رضا سے ہے۔"
ابھی آپ اسی حالت میں تھے کہ آپ پر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ فگن ہو گیا۔ اس میں جبرائیل علیہ السلام موجود تھے۔ انہوں نے آپ کو پکارا : "اے محمد ! اللہ نے آپ کی قوم کی سخت باتیں اور جوابات سن لیے ہیں۔ اس نے آپ کے پاس فرشتۂ جبال بھیجا ہے تا کہ آپ اپنی قوم کے بارے میں جو چاہیں اس کو حکم دیں۔" قبل اس کے رسول اللہ ﷺ کچھ بولیں فرشتۂ جبال نے آپ کو پکارا اور کہا : السلام علیک یا رسول اللہ ! اے محمد ! اللہ نے وہ (سخت) باتیں سن لی ہیں جو آپ کی قوم نے آپ سے کہی ہیں۔ میں فرشتۂ جبال ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ جو حکم چاہیں مجھے دیں۔"

پھر قبل اس کے کہ آپ کچھ بولیں اور اس سلسلہ میں کچھ فیصلہ دیں، فرشتۂ جبال نے خود ہی تجویز پیش کی کہ "اگر آپ چاہیں تو اخشب والے دو پہاڑوں کے درمیان ان کو پیس ڈالوں (یہ مکہ کے دونوں جانب واقع دو عظیم پہاڑ ہیں) اب فرشتۂ جبال آپ کے حکم کا انتظار کرنے لگا۔ ادھر آپ انتقام کے جذبہ کو دبا رہے تھے۔ بالآخر آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ مجھے ان کے بارے میں مہلت دو۔ کیونکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پشتوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے جو اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ یہ اخلاق ہیں اس ذات کے جس کا ہم نام لیوا ہیں ہم بھی اپنے اخلاق پر غور کریں۔

﴿۳۵﴾ اخلاق عالیہ کی اہمیت: یعنی یہ صفت خواص کو نصیب ہوتی ہے جو عالی ظرف صابر و شاکر اور خوش بخت ہوتے ہیں۔

﴿۳۶﴾ شیطان سے حفاظت کا طریقہ: یعنی اگر شیطان اس کے خلاف کرانا چاہئے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائیں اور پناہ کا کلمہ (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ) ہے۔ (مسلم)

﴿۳۷﴾ توحید خداوندی پر دلیل عقلی آفاقی: یعنی ان اشیاء میں سے کوئی مسجود ہونے کے قابل نہیں۔ سجدہ کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہے جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ ﴿۳۸﴾ استغنائیت باری تعالیٰ: یعنی اگر وہ لوگ تکبر اختیار کریں اور آپ کی بات ماننے میں عار سمجھیں اور غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے باز نہ آئیں تو انہیں بتا دیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کی عبادت اور سجدوں کا محتاج نہیں ہے تم اسے سجدہ کرو یا نہ کرو۔ يُسَبِّحُوْنَ الخ مشاغل ملائکہ: فرشتے اس کی بارگاہ عالی میں حاضر ہیں وہ ہمہ تن اور ہر وقت تسبیح میں مشغول رہتے ہیں ذرا بھی نہیں تھکتے۔

مَسْئَلَۃٌ: امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس سورۃ میں سجدہ تلاوت واجب ہے۔ مگر مقام سجدہ میں اختلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ" پر سجدہ ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، اور جمہور فقہاء فرماتے ہیں "لَا يَسْئَمُوْنَ" پر سجدہ ہے، اور تمام ائمہ حنفیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور احتیاط بھی اسی میں ہے کہ دوسری آیت کے ختم پر سجدہ کیا جائے کیونکہ اگر سجدہ پہلی آیت سے واجب ہو چکا ہے تو وہ اب ادا ہو جائے گا اور اگر اسی واجب ہوا ہے تو اس کا ادا نہ ہونا ظاہر ہے۔ (تفسیر معارف القرآن م،ش،د)

﴿۳۹﴾ قدرت باری تعالیٰ سے بعث بعد الموت کا اثبات: جو مردہ زمین کو روزانہ زندہ کرتا ہے وہ مردہ انسانوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے انہیں اگر اس کا یقین ہو جائے تو پھر دعوت قرآن کو مان جائیں۔

الحاد کی تعریف واحکام

"لحد" اور "الحاد" کے لغوی معنی ایک طرف مائل ہونے کے ہیں۔ قبر کو بھی لحد اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بھی ایک طرف مائل ہوتی ہے، قرآن وحدیث کی اصطلاح میں آیات قرآنی سے عدول اور انحراف کو الحاد کہتے ہیں۔ لغوی معنی کے اعتبار سے تو یہ عام ہے صراحۃً کھلے طور پر انکار وانحراف کرے یا تاویلات فاسدہ کے بہانہ سے انحراف کرے۔ لیکن عام طور سے الحاد ایسے انحراف کو کہتے ہیں کہ ظاہر میں تو قرآن کریم اور اسکی آیات پر ایمان وتصدیق کا دعوی کرے، مگر ان کے معانی اپنی طرف سے ایسے گھڑے جو قرآن وسنت کی نصوص اور جمہور امت کے خلاف ہوں، اور جس سے قرآن کا مقصد ہی الٹ جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں الحاد کے معنی یہی منقول ہیں، فرمایا "اَلْاِلْحَادُ هُوَ وَضْعُ الْكَلَامِ عَلٰى غَيْرِ مَوْضِعِهٖ" اور آیت مذکورہ میں ارشاد "لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا" بھی اس کا قرینہ ہے کہ الحاد کوئی ایسا کفر ہے جس کو یہ لوگ چھپانا چاہتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ہم سے اپنا کفر نہیں چھپا سکتے۔ اور آیت مذکورہ نے صراحۃً بتلا دیا کہ آیات قرآنی سے انکار وانحراف صاف اور کھلے لفظوں میں ہو یا معانی میں تاویلات باطلہ کر کے قرآن کے احکام کو بدلنے کی فکر کرے یہ سب کفر وضلال ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کتاب الخراج میں فرمایا۔ "کَذٰلِکَ الزَّنَادِقَةُ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ وَقَدْ کَانُوْ یُظْهِرُوْنَ الْاِسْلَامَ"۔ یعنی ایسے ہی وہ زندیق لوگ ہیں جو الحاد کرتے ہیں اور بظاہر اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں، اس عبارت سے واضح معلوم ہوا کہ ملحد اور زندیق دونوں ہم معنی ہیں۔

ایک مغالطہ کا ازالہ : کتب عقائد میں ایک ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص عقائد باطلہ اور کلمات کفریہ کو کسی تاویل سے اختیار کرے وہ کافر نہیں۔ اگر اس ضابطہ کا عام مفہوم لیا جائے کہ کیسے ہی قطعی اور یقینی حکم میں تاویل کرنے اور کیسی ہی فاسد تاویل کرے وہ بہر حال کافر نہیں، تو اس کا نتیجہ یہ لازم آتا ہے کہ دنیا میں مشرکین بت پرست اور یہود نصاریٰ میں سے کسی کو بھی کافر نہ کہا جائے کیونکہ بت پرست مشرکین کی تاویل تو قرآن کریم میں مذکور ہے "مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی" یعنی ہم بتوں کی فی نفسہ عبادت نہیں کرتے ہیں بلکہ اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں سفارش کرکے اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں گے تو درحقیقت عبادت اللہ ہی کی ہے، مگر قرآن نے ان کی اس تاویل کے باوجود انہیں کافر کہا۔ یہود ونصاریٰ کی تاویلیں تو بہت ہی مشہور ومعروف ہیں جن کے باوجود قرآن وسنت کی نصوص میں انکو کافر کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مؤول کا کافر نہ کہنے کا مفہوم عام نہیں۔ اس لئے علماء وفقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ تاویل جو تکفیر سے مانع ہوتی ہے، اسکی شرط یہ ہے کہ وہ ضروریات دین میں ان کے مفہوم قطعی کے خلاف نہ ہو۔ ضروریات دین سے مراد وہ احکام ومسائل جو اسلام اور مسلمانوں میں اتنے متواتر اور مشہور ہوں کہ مسلمانوں کے ان پڑھ جاہلوں تک کو بھی ان سے واقفیت ہو جیسے پانچ نمازوں کا فرض ہونا۔ صبح کی دو، ظہر کی چار رکعت کا فرض ہونا رمضان کے روزے فرض ہونا۔ سود، شراب خنزیر کا حرام ہونا وغیرہ۔ اگر کوئی شخص ان مسائل سے متعلق آیات قرآن میں ایسی تاویل کرے جس سے مسلمانوں کا متواتر اور مشہور مفہوم الٹ جائے وہ بلا شبہ باجماع امت کافر ہے، کیونکہ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے انکار ہے۔ اور ایمان کی تعریف جمہور امت کے نزدیک یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی تصدیق کرنا ان تمام اُمور میں جن کا بیان کرنا اور حکم کرنا رسول اللہ ﷺ سے ضرورۃً ثابت ہو یعنی ایسا یقینی ثابت ہو کہ علماء کے سوا عوام بھی اس کو جانتے ہوں۔

اس لئے کفر کی تعریف اس کے بالمقابل یہ ہوگی کہ جن چیزوں کا لانا آنحضرت ﷺ سے ضروری اور قطعی طور پر ثابت ہو، ان میں سے کسی کا انکار کفر ہے۔ تو جو شخص ایسی ضروریات دین میں تاویل کرکے اس حکم کو بدلے وہ آپ کی لائی ہوئی تعلیم کا انکار کرتا ہے۔

(معارف القرآن، م، ش، د)

الحاد از قسم کفر کی چند مثالیں : منکر قرآن پرویز نے اللہ سے مراد قانون لیا ہے، گو لفظ کو تو اپنی جگہ پر تسلیم کیا، مگر اس کا معنی بدل دیا ہے۔ اور یہی الحاد ہے۔ مرزا قادیانی سورۃ الفتح کی آیت "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کے متعلق لکھتا ہے کہ اللہ نے میرا نام قرآن میں محمد رکھا ہے، اور رسول بھی۔ سرسید کے نزدیک جنت کسی خاص مقام کا نام نہیں، بلکہ اس کا معنی مسرت وشادمانی ہے، جو شخص اچھے اعمال انجام دیتا ہے، اسکو خوشی حاصل ہوگی۔ اس طرح دوزخ سے حسرت اور افسوس مراد لیتا ہے۔ یعنی برے اعمال انجام دینے والے آدمی کو حسرت اور سخت افسوس ہوگا۔ اسی طرح علامہ مشرق نے لکھا ہے کہ شیطان سے مراد کوئی خاص شخصیت نہیں بلکہ اس کا معنی غصہ ہے۔ اور جبرائیل کوئی فرشتہ نہیں، بلکہ ایک پاکیزہ قوت کا نام ہے۔ پرویز کہتا ہے کہ "اَطِیْعُوا اللّٰهَ" سے مراد اللہ کی اطاعت نہیں بلکہ سنٹرل گورنمنٹ کی اطاعت مراد ہے۔ اس نے حور عین کا معنی پاکیزہ فکر کیا ہے، حالانکہ اس سے مراد وہ خوبصورت عورتیں ہیں جو اہل جنت کو میسر ہوں گی۔ اسی طرح اصلاحی صاحب نے رجم کا انکار کیا ہے کہ یہ کوئی سزا نہیں ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ جس ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام پر اپنی فوقیت کا دعویٰ کیا تھا۔ وہ تو ختم ہو چکا ہے اب شیطان کی زندگی کا مطلب یہ ہے

کہ اسکی جنس باقی ہے۔ یہ الحاد کی چند مثالیں یہ بھی کفر کی ایک بدترین قسم ہے۔ (تفسیر معالم العرفان۔ص۔۴۴۳۔ج۔۱۶)

اَفَمَنۡ یُّلۡقٰی فِی النَّارِ الخ موحد ومشرک اور ملحد کا تفاوت۔ کیا جہنم میں جانے والے اور ہر عذاب سے محفوظ رہنے والے دونوں برابر ہوسکتے ہیں۔ اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ الخ تنبیہ مذکورین۔ لہٰذا کرلو جو جی چاہے وہ خوب دیکھ رہا ہے ایسے باغی اور سرکش اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

﴿۴۱﴾اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِالذِّکۡرِ منکرین قرآن کا شکوہ۔ کہ یہ کتاب محفوظ نہیں اس میں جھوٹ کی گنجائش ہے، جمہور مفسرین فرماتے ہیں اس جگہ ذکر سے قرآن کریم مراد ہے۔ یہ پہلے جملہ "اِنَّ الَّذِیۡنَ یُلۡحِدُوۡنَ" سے بدل ہے اور قاعدہ ہے بدل اور مبدل منہ کا ایک حکم ہوتا ہے اس لئے اس کا حاصل یہ ہوا کہ لوگ ہم سے چھپ نہیں سکتے اور اس لئے عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتے، آگے قرآن کریم کے مکمل محفوظ منجانب اللہ ہونے کو بیان فرمایا ہے۔ اِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیۡزٌ۔ جواب شکوہ۔ یعنی یہ کتاب اللہ کے نزدیک عزیز وکریم ہے، باطل اس میں راستہ نہیں پاسکتا۔ (مظہری۔ص۔۳۰۰۔ج۔۸)

﴿۴۲﴾لَا یَاۡتِیۡہِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ لَا مِنۡ خَلۡفِہٖ : قرآن کے محفوظ ہونے کا بیان :اور یہ کتاب باطل کے حملوں سے مکمل طور پر محفوظ رہے گی۔ "لَا یَاۡتِیۡہِ الۡبَاطِلُ" باطل سے مراد شیطان ہے اور "مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ لَا مِنۡ خَلۡفِہٖ" یعنی نہ سامنے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے اس سے مراد اسکی تمام جوانب ہیں مطلب یہ ہے کہ شیطان کا کوئی تصرف وتدبیر اس کتاب میں نہیں چلتی کہ وہ اس کتاب میں کمی وبیشی یا کوئی تحریف تبدیلی قرآن میں نہیں چلتی جیسے روافض نے قرآن میں دس پاروں کا اور بعض نے خاص خاص آیات کا اضافہ کرنا چاہا مگر کسی کی بات نہیں چلی۔ (مظہری۔ص۔۳۰۱۔ج۔۸)

علامہ طبری رحمہ اللہ اس مقام پر لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں الحاد وتحریف کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اہل باطل قرآن میں کھلے طور پر کوئی کمی وبیشی کرنا چاہیں تو اس کو "مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ" سے تعبیر فرمایا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص بظاہر دعویٰ ایمان کا کرے گا مگر چھپ کر تاویلات باطلہ کے ذریعہ قرآن کے معنی میں تحریف کرے اسکو "مِنۡ خَلۡفِہٖ" کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔ حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم ایسی کتاب ہے کہ نہ اس کے الفاظ میں کوئی تحریف کرکے قرآن کے احکام بدل دینے کی مجال ہے جب کبھی کسی بدبخت نے اس کا ارادہ کیا وہ ہمیشہ رسوا ہوا ہے۔ (معارف القرآن۔ص۔۶۶۲۔ج۔۷)

شیعہ امامیہ کا تحریف قرآن کا عقیدہ

استاذ محترم امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ شیعہ کے نزدیک بغیر ان کے چار علماء کے (اول ابوجعفر ثانی محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ ابن بابویہ قمی علامہ صدوق المتوفی ۳۸۱ھ۔ دوم :شریف مرتضیٰ ابوالقاسم علی بن حسین بن موسیٰ بغدادی علم الہدیٰ المتوفی ۴۲۶ھ۔ سوم: شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسین علی طوسی مفسر المتوفی ۴۶۰ھ۔ اور چہارم:ابوعلی طبرسی امین الدین فضل بن حسین بن فضل مشہدی مصنف تفسیر مجمع البیان المتوفی ۵۴۸ھ یعنی ۳۸۱ھ سے ۵۴۸ھ تک صرف چار آدمیوں نے اختلاف کیا ہے دیکھیں فصل الخطاب۔ص۔۳۰۔ (ارشاد الشیعہ۔ص۔۳۲)

اور حقیقت یہ ہے کہ وہ بھی صرف تقیہ کے طور پر باقی تمام شیعہ علماء کیا متقدمین اور کیا متاخرین سبھی ہی قرآن کریم میں کمی بیشی تغیر وتبدل اور تحریف کے قائل ہیں اس بات کی تصریح سید نعمت اللہ الجزائری (م ۱۱۱۲ھ) نے انوار النعمانیہ۔ص۔۳۱۵۔ج۔۲۔"نور فیما یختص بصلوۃ" کے تحت لکھتا ہے "والظاھر ان ھذا القول انما صدر منھم لاجل مصالح کثیرۃ منھا سد باب الطعن علیھا"۔ اس سے

واضح ہوتا ہے کہ مذکورہ چاروں حضرات نے کثرت مصالح اور لوگوں کے طعن وتشنیع سے بچنے کے لیے یہ کہا کہ قرآن کریم محرف نہیں ہے۔۔ص۔ ۳۱۱۔ میں لکھتا ہے" الاخبار المستفیضة بل المتواترة الدالة بصریحها علی وقوع التحریف فی القرآن "اس میں انہوں نے تحریف قرآن کے متعلق کہا کہ اخبار متواترہ موجود ہیں جو وقوع تحریف پر صراحتا دلالت کرتی ہیں۔ اور ظاہر بات ہے کہ ان کے تمام متقدمین اور متاخرین کے اجماع کے مقابلہ میں صرف چار کے ٹولے کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

ہم صرف چند حوالے نمونے کے طور پر تحریف قرآن پر لکھ دیتے ہیں تمام حوالہ جات کا احاطہ اس مختصر تفسیر میں مشکل ہے۔ چونکہ اہل تشیع کے نزدیک تحریف قرآن پر دو ہزار سے زائد متواتر روایات ہیں۔ (فصل الخطاب۔ص۔۲۲۷)

❶ چنانچہ علامہ نوری طبرسی شیعہ نے لکھا ہے۔ "وَاِلٰی طَبْقَتِهٖ لَمْ یُعْرَفِ الْخِلَافُ صَرِیْحًا اِلَّا مِنْ هٰذِهِ الْمَشَائِخِ الْاَرْبَعَةِ" (فصل الخطاب ص۔ ۳۴)

اور ابو علی طبرسی کے طبقہ تک (یعنی چھٹی صدی ہجری کے وسط تک) ان چار مشائخ کے سوا کسی کے متعلق بھی معلوم نہیں ہوا کہ انہوں نے اس مسئلہ میں صراحتاً اختلاف کیا ہو (یعنی قرآن میں تحریف ہونے سے صراحت کے ساتھ انکار کیا ہو)

❷ علامہ طبرسی مذکورہ چار افراد سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "وَلَمْ یُعْرَفْ مِنَ الْقُدَمَاءِ خَامِسٌ لَّهُمْ"۔ (فصل الخطاب۔ص۔۳۲)

اور ہمارے علماء متقدمین میں کوئی پانچواں ان کا ہم خیال معلوم نہیں ہوسکا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ متقدمین اور اکابر علماء شیعہ عام طور پر یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ موجودہ قرآن بعینہ وہی نہیں ہے جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ چنانچہ اس مضمون پر اہل تشیع کے مجتہد اعظم حسین بن محمد تقی نوری طبرسی نے ایک مستقل کتاب" فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب" لکھی جس میں صدہا اختراعی اور جعلی مثالوں سے قرآن کے محرف ہونے کو ثابت کیا ہے شیعہ کے بعض تقیہ باز علماء نے بین الاقوامی شورش سے گھبرا کر اس کتاب کا جواب لکھا مگر نوری طبرسی نے اس کے جواب میں کتاب" رد الشبهات عن فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب" لکھ کر تحریف کے وقوع پر مہر ثبت کر دی ہے، اب فصل الخطاب سے ایک اقتباس حاضر خدمت ہے آپ بخوبی سمجھ جائیں گے کہ شیعہ اکابر علماء کے نزدیک موجودہ قرآن تحریف شدہ ہے۔

روایات تحریف کے تواتر پر دعویٰ کرنے والے اکابر علماء شیعہ

❸ علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ: "وَقَدْ اِدَّعٰی تَوَاتُرَهٗ (اَیْ تَوَاتُرُ وُقُوْعِ التَّحْرِیْفِ وَالتَّغْیِیْرِ وَالنَّقْصِ) جَمَاعَةٌ مِّنْهُمُ الْمَوْلٰی محمد صالح فِیْ شَرْحِ الْکَافِیْ حَیْثُ قَالَ فِیْ شَرْحِ مَا وَرَدَ اَنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ جَاءَ بِهٖ جِبْرَائِیْلُ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ سَبْعَةَ عَشَرَ اَلْفَ اٰیَةٍ۔ وَفِیْ رِوَایَةِ سُلَیْمٍ ثَمَانِیَةَ عَشَرَ اَلْفِ اٰیَةٍ" مَا لَفْظُهٗ "وَاِسْقَاطُ بَعْضِ الْقُرْاٰنِ وَتَحْرِیْفُهٗ ثَبَتَ مِنْ طُرُقِنَا بِالتَّوَاتُرِ مَعْنًی کَمَا یَظْهَرُ لِمَنْ تَاَمَّلَ فِیْ کُتُبِ الْاَحَادِیْثِ مِنْ اَوَّلِهَا اِلٰی اٰخِرِهَا۔ وَمِنْهُمُ الْفَاضِلُ قَاضِی الْقُضَاةِ عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ الْعَالِیْ عَلٰی مَا حَکٰی عَنْهُ السَّیِّدُ فِیْ شَرْحِ الْوَافِیَةِ بَعْدَ مَا اَوْرَدَ عَلٰی اَکْثَرِ تِلْكَ الْاَخْبَارِ بِضُعْفِ الْاِسْنَادِ مَا لَفْظُهٗ اَنَّ اِیْرَادَ اَکَابِرِ الْاَصْحَابِ لِاَخْبَارِنَا فِیْ کُتُبِهِمُ الْمُعْتَبَرَةِ الَّتِیْ ضَمِنُوْا صِحَّةَ مَا فِیْهَا قَاضٍ بِصِحَّتِهَا فَاِنَّ لَهُمْ طُرُقًا تُصَحِّحُهَا مِنْ غَیْرِ جِهَةِ الرُّوَاةِ کَالْاِجْمَاعِ عَلٰی مَضْمُوْنِ الْمَتْنِ وَاِحْتِفَائِهٖ بِالْقَرَائِنِ الْمُفِیْدَةِ لِلْقَطْعِ وَمِنْهُمُ الشَّیْخُ الْمُحَدِّثُ

الجليل ابو الحسن الشريف في مقدمات تفسيره ومنهم العلامة المجلسي قال في مرآة العقول في شرح باب انه لم يجمع القرآن كله الا الائمة عليهم السلام بعد نقل كلام المفيد ما لفظه والاخبار من طرق الخاصة والعامة في النقص والتغيير متواترة وبخطه على نسخة صحيحة من الكافي كان يقرءها على والده وعليها خطهما في اخر كتاب فضل القرآن عند قول الصادق. القرآن الذي جاء به جبرائيل على محمد ﷺ سبعة عشر الف آية ما لفظه لا يخفى ان هذا الخبر وكثيرا من الاخبار الصحيحة الصريحة في نقص القرآن وتغييره وعندي ان الاخبار في هذا الباب متواترة معنى وطرح جميعها يوجب رفع الاعتماد عن الاخبار رأسا هذا الخبر وكثيرا من الاخبار الصحيحة صريحة في نقص وعندي ان الاخبار رأسا. بل ظني ان الاخبار في هذا الباب لا يقصر عن اخبار الامامة فكيف يثبتونها بالخبر"۔

(فصل الخطاب۔ص۔۳۲۸،۳۲۹)

اور قرآن میں تحریف اور تغیر و تبدل اور اس کو ناقص کئے جانے (کی روایات کے) متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے ہمارے اکابر علماء کی ایک جماعت نے ان میں سے ایک مولانا محمد صالح ہیں انہوں نے کافی کی شرح میں اس حدیث کی شرح کرتے ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو قرآن رسول اللہ ﷺ پر جبرائیل لیکر نازل ہوئے تھے اس میں سترہ ہزار (۱۷۰۰۰) آیتیں تھیں۔ (اور اسی حدیث کی سلیم کی روایت میں بجائے سترہ ہزار کے اٹھارہ ہزار (۱۸۰۰۰) آیات بتلائی گئی ہیں)۔

اس حدیث کی شرح میں مولانا محمد صالح نے فرمایا ہے "اور قرآن میں تحریف اور اس کے بعض حصوں کا ساقط کیا جانا ہمارے طریقوں سے با تواتر معنوی ثابت ہے جیسا کہ ہر اس شخص پر ظاہر ہے جس نے ہماری حدیث کی کتابوں کا اول سے آخر تک غور سے مطالعہ کیا ہے۔

اور انہی علماء میں سے (جنہوں نے قرآن میں تحریف اور کمی بیشی کی حدیثوں کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے) ایک قاضی القضاۃ علی بن عبد العالی بھی ہیں جیسا کہ جناب سید نے شرح وافیہ میں ان سے نقل کیا ہے انہوں نے ان میں سے اکثر روایات کی سندوں کے ضعف کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہمارے اکابر محدثین کا اپنی ان معتبر کتابوں میں جن کی روایات کی صحت کی انہوں نے ضمانت کی ہے (تحریف اور کمی بیشی کی) ان روایات کو بیان کرنا ان روایات کے صحیح ہونے کا فیصلہ کرتا ہے کیونکہ ان کے لیے دوسرے طریقے ہیں جو راویوں کے حال سے قطع نظر کر کے بھی ان روایتوں کی صحت ثابت کرتے ہیں مثلاً اس کے متن کے مضمون پر اجماع و اتفاق اور مثلاً ایسے قرائن کی موجودگی جن سے اس کے مضمون کا یقین حاصل ہوتا ہے اور انہی میں سے ایک شیخ محدث جلیل ابو الحسن الشریف ہیں انہوں نے بھی اپنی تفسیر کے مقدمات میں ان روایت کے معنوی تواتر کا دعویٰ کیا ہے اور ہمارے انہی علماء کبار میں (جنہوں نے تحریف کی روایات کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے) ایک علامہ مجلسی بھی ہیں انہوں نے اپنی کتاب مرآۃ العقول میں اصول کافی کے "بَابُ اَنَّهُ لَمْ يَجْمَعِ الْقُرْآنَ كُلَّهُ اِلَّا الْاَئِمَّةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ" کی شرح میں شیخ مفید کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ قرآن میں کمی اور تبدیلی کئے جانے کے بارے میں احادیث و روایات جو شیعوں اور غیر شیعوں کی سندوں سے روایات کی گئی ہیں وہ متواتر ہیں اور اصول کافی کے اس نسخہ پر جو انہوں نے اپنے والد کے سامنے پڑھا (اور اس پر ان دونوں کے قلم کی تحریر ہے) کتاب فضل القرآن کے خاتمہ پر جہاں امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ ارشاد روایت کیا گیا ہے کہ جو قرآن جبرائیل علیہ السلام محمد ﷺ کے پاس لائے تھے اس میں سترہ ہزار آیتیں تھی (۱۷۰۰۰) آگے لکھتا ہے کہ "فا لخبر صحیح ولا یخفی ان ھذا الخبر و کثیر من الاخبار الصحیحۃ صریحۃ فی نقص القرآن و تغییرہ. وعندی ان الاخبار فی ھذا الباب

متواترۃ معنی الخ"۔

(مرآۃ العقول۔ص۔۴۵۷۔ج۔۴۔کتاب فضل القرآن باب النوادر)

پس یہ حدیث صحیح ہے اور مخفی نہ رہے کہ یہ حدیث اور کثیر تعداد میں احادیث صحیحہ قرآن میں کمی اور اس کی تحریف میں صریح ہیں اور میرے نزدیک تحریف قرآن کی روایتیں متواتر المعنی ہیں۔تمام حوالہ جات کا خلاصہ یہی ہے کہ تمام متقدمین علماء شیعہ کا عقیدہ تحریف قرآن کا رہا ہے صرف چار حضرات نے اس عقیدے سے اختلاف کیا ہے مگر ان حضرت نے بھی تقیہ سے کام لیا ہے۔

اصلی قرآن حضرت علی کا جمع کردہ ہے

چنانچہ محمد بن یعقوب الکلینی لکھتا ہے کہ۔"عن سالم بن سلمة قال قرء رجل علی ابی عبد الله علیه السلام وانا استمع حروفا من القرآن لیس علی ما یقرؤها الناس،فقال ابو عبد الله۔ علیه السلام کف عن هذه القرأة اقرأ کما یقرؤ الناس حتی یقوم القائم علیه السلام فاذا قام القائم قرأ کتاب الله عزوجل علی حده واخرج المصحف الذی کتبه علی علیه السلام وقال. اخرجه علی الی الناس حین فرغ منه و کتبه فقال لهم. هذا کتاب الله عزوجل کما انزله الله علی محمد ﷺ وقد جمعته من اللوحین فقالوا. هو ذا عندنا مصحف جامع فیه القرآن لا حاجة لنا فیه،فقال. اما والله ماترونه بعد یومکم هذا ابدا،انما کان علی ان اخبرکم حین جمعته لتقرأوه"۔

(اصول کافی۔ص۔۶۳۹۔کتاب الدعا رقم الحدیث۔۲۳،مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: سالم بن سلمہ روایت کرتے ہیں کہ۔ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادقؒ کے پاس قرآن پڑھا،اس قرآن کے ایسے حروف میں نے سنے جو اس قرآن میں نہیں ہیں،جو لوگ پڑھا کرتے ہیں۔امام صاحبؒ نے اسے کہا ابھی اس قرآن کا پڑھنا بند رکھو بلکہ یہی پڑھا کرو جو لوگ پڑھتے ہیں،جب تک مہدی کا ظہور نہ ہو جب وہ تشریف لائیں گے تو دوسرا قرآن پڑھیں گے،امام جعفرؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا قرآن نکالا اور فرمایا یہ ہے وہ قرآن جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر نازل کیا،میں نے اس کو ہر دو لوح سے جمع کر لیا ہے،لوگوں نے کہا ہمارے پاس قرآن جامع موجود ہے،تمہارے قرآن کی ہمیں ضرورت نہیں ہے،آپ نے فرمایا بخدا تم اس قرآن کو آج کے بعد کبھی نہ دیکھ سکو گے مجھے لازم تھا کہ تمہیں اپنے جمع کردہ قرآن سے آگاہ کردوں تاکہ تم اسے پڑھو۔

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ شیعہ حضرات کا جمع کردہ قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کہیں موجود ہے جو کسی نے امام جعفر صادقؒ کے پاس پڑھ بھی دیا تھا سننے والے نے معلوم کیا کہ اس قرآن کے حروف اس قرآن سے نہیں ملتے،پھر امام نے اسے مصلحتاً روک دیا کہ ابھی اسے ظاہر نہ کرو یہ حضرت مہدیؒ کے پاس بطور خزانہ مخفی رہے گا جب وہ تشریف لائیں گے تو ساتھ لائیں گے اور حضرت امام جعفر صادقؒ نے یہ بھی فرمادیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن جمع کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے کہا ہمارے پاس کامل قرآن موجود ہے ہمیں تمہارے قرآن کی ضرورت نہیں ہے،تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ناراض ہو گئے،فرمانے لگے کہ آج کے بعد تم اس قرآن کو کبھی نہ دیکھ سکو گے۔

شیعہ مجتہد نعمت اللہ الجزائری لکھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سولہ ماہ قرآن کریم کے جمع کرنے میں مشغول رہے جب اس کو جمع کر کے لے آئے تو لوگوں سے کہا یہ وہ کتاب ہے جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں اس قرآن کی ضرورت نہیں ہے ہمارے پاس حضرت عثمان کا لکھا ہوا قرآن ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ ناراض ہو گئے فرمایا آج کے بعد

کبھی اس قرآن کو نہیں دیکھو گے یہاں تک کہ میرا بیٹا مہدی علیہ السلام جب ظاہر ہوگا لائے گا اور یہ قرآن کریم ہر قسم کی زیادتی اور تحریف سے خالی ہے۔(انوار النعمانیہ۔ج۔۲۔ص۔۳۱۵)

ہم شیعہ حضرات سے یہ سوال کرتے ہیں کہ قرآن کریم تو آپ کے بقول ناقص اور غلط ہے پھر آپ لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب ہدایت کونسی موجود ہے؟ جس کی وجہ سے تم اپنے آپ کو مؤمن کہلاتے ہو، سنیوں کے پاس تو پھر بھی قرآن موجود ہے مگر چودہ سو سال گذرنے کے باوجود تم اپنے مکمل قرآن کو خواب میں بھی نہیں دیکھ سکے، امام غائب کب لائیں گے؟ اس پورے عرصے میں تم گمراہ ہی رہے اور جو مر گئے ان کے لئے ان کی آمد کا کیا فائدہ؟ یہ سب کچھ خرافات ہیں جو انہوں نے افتراء کی ہوئی ہیں حقیقت میں یہی اصلی قرآن ہے جو ہمارے ہاتھوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی کو پڑھتے تھے اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم واہل بیت عظام کے ورد زبان بھی یہی قرآن تھا اور حضرت امام مہدیؒ بھی اسی قرآن کی اشاعت فرمائیں گے۔

بعض شیعہ کہتے ہیں ہم اس قرآن کریم پر اعتبار رکھتے ہیں مگر یہ ان کا جھوٹ ہے اس لئے کہ اس قرآن کے جامع اور محرک حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں، شیعہ مجتہد نعمت اللہ الجزائری انوار النعمانیہ۔ص۔۸۰۔ج۔۲۔باب نور فی کیفیۃ رجعتہ علیہ السلام وفی بیان سیرتہ۔میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق لکھتا ہے کہ " فقال المفضل ما المراد بفرعون وھامان فی الآیۃ؛فقال. ابو بکر و عمر " یعنی مفضل سے پوچھا گیا کہ اس آیت میں فرعون اور ہامان سے کیا مراد ہے؟ تو اس نے کہا کہ ابو بکر و عمر ہیں۔

یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ شیعہ موجودہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں جب کہ وہ ان جامعین کو فرعون وہامان سمجھتے ہیں یقیناً کہا جائے گا کہ وہ عوام کے طعن وتشنیع سے بچنے کے لئے اور تقیہ کی چادر اوڑھتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم موجودہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔

حضرت علی نے قرآن کو جمع کیا اور اصحاب ثلاثہ نے قبول نہ کیا

چنانچہ محمد بن یعقوب الکلینی لکھتا ہے:"عن جابر قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول ما ادعی احد من الناس انہ جمع القرآن کلہ کما انزل الا کذاب وما جمعہ وحفظہ کما انزلہ اللہ تعالیٰ الا علی بن ابی طالب علیہ السلام والائمۃ من بعدہ علیہم السلام"۔

(اصول کافی۔ص۔۱۳۱۔باب انہ لم یجمع القرآن کلہ الا الائمۃ علیہم السلام وانہ یعلمون علمہ کلہ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: جابر کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر سے سنا اور وہ کہتے تھے جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس نے سارے قرآن کو جیسا کہ نازل ہوا ہے جمع کرلیا ہے وہ بڑا جھوٹا ہے قرآن کو جیسا کہ اللہ نے نازل کیا بغیر حضرت علی اور ائمہ بعد کسی نے جمع نہیں کیا۔اوپر گذر چکا ہے کہ شیعہ کے نزدیک اصلی قرآن سترہ ہزار آیات کا تھا موجود قرآن سترہ ہزار آیات کا نہیں بلکہ۔۶۶۶۶۔آیات کا ہے اس لئے یہ قرآن مکمل نہیں ہوسکتا، آج کل شیعہ اسی قرآن کو مکمل اور صحیح سمجھتے ہیں یہ ان کا نظریہ درست نہیں کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ شیعہ ہو کر امام جعفر کی روایات کو جھٹلائے؟ چنانچہ محمد بن یعقوب کلینی لکھتا ہے" عن ابی جعفر علیہ السلام قال نزل القرآن ارباعا ربع فینا وربع فی عدونا وربع سنن وامثال وربع فرائض واحکام"۔

(اصول کافی۔ص۔۶۴۷۔کتاب الدعا۔باب النوادر، رقم الحدیث۔۴)

ترجمہ: امام محمد باقر نے فرمایا قرآن چار حصوں میں نازل ہوا ایک چوتھائی ہمارے فضائل میں نازل ہوا، اور ایک چوتھائی ہمارے

دشمنوں کے بارے میں، اور ایک چوتھائی سنن اور امثال کے بارے میں، اور ایک چوتھائی فرائض واحکام ہیں۔

قرآن ستر گز لمبا تھا

محمد بن یعقوب کلینی لکھتا ہے "قال. یا ابا محمد وان عندنا الجامعة وما یدریهم ما الجامعة؛ قال. قلت جعلت فداك وما الجامعة؛ قال. صحیفة طولها سبعون ذراعاً الخ

(اصول کافی۔ص۔۱۳۶۔باب فیہ ذکر الصحیفۃ والجفر والجامعۃ ومصحف فاطمۃ علیہا السلام طبع بیروت)

ترجمہ: امام جعفر نے فرمایا اے ابو محمد ہمارے پاس ایک جامعہ ہے ان کو کیا معلوم کہ وہ جامعہ کیا ہے؟ میں نے کہا میں آپ پر قربان، فرمائیں وہ جامعہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا قرآن ہے جو ستر گز لمبا ہے۔ شیعہ حضرات سے ہمارا یہ سوال ہے کہ اتنا لمبا قرآن اٹھا کون سکتا ہے؟ اور اسکی سطریں پڑھنے کے لیے سواری کا انتظام کرنا پڑے گا پھر یہ قرآن رکھا کہاں جائے؟ اتنا اونچا مکان کہاں سے لائیں۔ حالانکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا" یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر "۔ اللہ تعالیٰ دین کے بارے میں تمہیں سہولت دینا چاہتا ہے تکلیف میں تمہیں ڈالنا منظور نہیں۔

مصحف جفر

محمد بن یعقوب کلینی لکھتا ہے کہ "قال. وان عندنا الجفر وما یدریهم ما الجفر؛ قال. قلت وما الجفر؛ قال. وعاؤ من ادم فیه علم النبیین والوصیین وعلم العلماء الذین مضوا من بنی اسرائیل"۔ (اصول کافی۔ص۔۱۳۶۔باب فیہ ذکر الصحیفۃ والجفر والجامعۃ ومصحف فاطمۃ علیہا السلام طبع بیروت)

ترجمہ: امام علیہ السلام نے فرمایا ہمارے پاس جفر بھی ہے اور تمہیں معلوم ہو کہ جفر کیا ہے؟ کہا وہ ایک چمڑا کا تھیلا ہے جس میں اولیاء واوصیاء کے علوم بھرے ہوئے ہیں اور علماء بنی اسرائیل کے بھی اس میں علوم ہیں۔

مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ فرشتہ جو کچھ نبی آخر الزمان ﷺ پر نازل ہوا وہ قرآن کریم (وحی متلو) اور حدیث شریف (وحی غیر متلو) ہی تھے آپ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فرشتہ کسی اور پر کوئی وحی اور کتاب نہیں لایا۔ مگر اس کے برعکس شیعہ کی مرکزی اور بنیادی کتاب اصول کافی میں ہے کہ ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے سوال کیا کہ وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس دنیا سے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو اٹھا لیا اور آپ کی وفات ہوگئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایسا رنج وغم ہوا جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا جو ان کے غم کو تسلی اور ان سے باتیں کیا کرے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتلائی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تمہیں اس فرشتہ کی آمد کا احساس ہوا اور اس کی آواز سنو تو مجھے بتلا دینا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فرشتہ کی آمد پر "فَاَعْلَمْتُهٗ بِذَالِكَ فَجَعَلَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَكْتُبُ كُلَّ مَا سَمِعَ حَتّٰى اَثْبَتَ مِنْ ذَالِكَ مُصْحَفًا"۔ (اصول کافی۔ص۔۱۳۶۔ا۔طبع بیروت)

میں نے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو یہ بتایا تو وہ جو کچھ اس فرشتے سے سنتے تھے لکھتے جاتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے اس سے ایک مصحف (قرآن) تیار کر لیا بس یہی مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر وحی اور پیغام لاتا رہا اور اس وحی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ باقاعدہ سنتے اور لکھتے

رہے جس سے مصحف تیار ہوا۔ اور حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے ہی مروی ہے کہ "ثُمَّ قَالَ وَاِنَّ عِنْدَنَا لَمُصْحَفَ فَاطِمَةَ وَمَا يُدْرِيهِمْ مَامُصْحَفُ فَاطِمَةَ علیہا السلام؛ قَالَ قُلْتُ وَمَا مُصْحَفُ فَاطِمَةَ علیہا السلام قال مصحف فِيهِ مثل قُرْآنِكُمْ هٰذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَاللّٰهِ مَا فِيهِ مِنْ قُرْآنِكُمْ حَرْفٌ وَاحِدٌ"۔

(اصول کافی۔ص۔۱۳۶۔رقم الحدیث۔۱۔طبع بیروت)

پھر انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مصحف ہے اور لوگوں کو کیا خبر ہے کہ اس میں تمہارے اس قرآن سے تین گنا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم اس میں تمہارے اس قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔

تمام اہل اسلام جانتے ہیں کہ قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تئیس برس نازل ہوتا رہا نہ معلوم یہ مصحف فاطمہ جو قرآن کریم کے مدمقابل کا ہی کوئی قرآن ہے جیسا کہ تقابل کے الفاظ (مِثْلُ قُرْآنِكُمْ اور من قُرْآنِكُمْ) سے عیاں ہے اور قرآن کریم سے تین گنا زیادہ بھی ہے کتنا عرصہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر نازل ہوتا رہا اور پھر کب تک حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو تحریر فرماتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے کتابی شکل میں ایک مصحف تیار کر لیا بلکہ اصول کافی میں مصحف فاطمہ کے متعلق یہ روایت بھی موجود ہے "طُوْلُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا" کہ اس مصحف فاطمہ کی لمبائی ستر گز تھی مگر عجیب اور نرالی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس جو اصلی قرآن کریم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بواسطہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس کا ایک حرف بھی مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا میں موجود نہیں اور وہ ستر گز لمبا تھا۔

اصول کافی اور فصل الخطاب وغیرہ میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ قرآن کریم سترہ یا اٹھارہ ہزار آیات پر مشتمل تھا پھر گھٹتے گھٹتے سوا چھ ہزار آیات رہ گئی بلکہ علامہ خلیل قزوینی الصافی۔ص۔۷۵۔ج۔۶۔باب النوادر میں لکھتے ہیں "کہ بسیار ازاں قرآن ساقط شدہ ودر مصاحف مشہورہ نیست" کہ اصلی قرآن کا بہت سا حصہ ساقط اور غیب ہو گیا ہے اور وہ قرآن کے موجود ہو مشہور نسخوں میں نہیں ہے۔

علامہ نوری طبرسی لکھتے ہیں کہ :" وهي كثيرة جداً حتىٰ قال السيد نعمت الله الجزائري في بعض مؤلفاته كما حكى عنه ان الاخبار الدالة على ذلك تزيد على الف حديث وادعى استفاضتها جماعة كالمفيد والمحقق الداماد والعلامة المجلسي وغيرهم بل الشيخ ايضاً صرح في دبستان بكثرتها بل ادعى تواترها جماعة ياتي ذكرهم "۔(فصل الخطاب۔ص۔۲۲۷۔)

ترجمہ: احادیث جو قرآن موجودہ کو محرف ٹھہراتی ہیں بہت زیادہ ہیں حتیٰ کہ سید نعمت اللہ جزائری نے اپنی بعض تصانیف میں ذکر کیا ہے کہ احادیث دو ہزار سے بھی زیادہ ہیں اور ان کے مستفیض ہونے کا ایک بڑی جماعت نے دعویٰ کیا ہے جن میں شیخ مفید، محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ ہیں بلکہ شیخ نے دبستان میں ان کی کثرت کی تصریح کی ہے بلکہ ایک جماعت نے جن کا ذکر آگے آئے گا ایسی احادیث کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا۔

❶ اب اگر کوئی شیعہ یہ دعویٰ کرے کہ ہم قرآن کو مکمل مانتے ہیں اور اپنے دعویٰ میں شیخ صدوق وغیرہ کی کتاب پیش کرے تو اس سے مطالبہ کیا جائے کہ آپ اصول کافی وغیرہ کو مستند تسلیم کرتے ہو اس کی روایات کے پائے کی روایات ائمہ اہل بیت سے پیش کرو ورنہ تسلیم کرلو کہ ہم اس قرآن پر ایمان نہیں رکھتے۔

❷ تمام شیعہ مانتے ہیں کہ یہ موجودہ قرآن حضرت علی کا جمع کردہ نہیں ہے بلکہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قرآن حضرت ابوبکر صدیق، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے اہتمام سے جمع اور مرتب ہوا، شیعہ مذکورہ دونوں حضرات کو مسلمان نہیں مانتے بلکہ ان کو (معاذ اللہ) کافر اور منافق

سمجھتے ہیں پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک غیر مسلم شخص جس کا خدا اور رسول پر ایمان نہیں اس کے مرتب کردہ قرآن کو مکمل قرآن مان لیں یہ ممکن ہی نہیں۔

اشکال: شیعہ کہتے ہیں کہ۔ تفسیر در منثور یا تفسیر اتقان میں ایسی روایات ہیں کہ فلاں سورۃ اتنی آیات کی تھی اب اتنی ہے یا فلاں سورۃ یوں تھی اب یوں ہے، اس سے واضح معلوم ہوا کہ سنی تحریف قرآن کے قائل ہیں؟

جواب: تفسیر اتقان یا در منثور میں کہیں بھی یہ لکھا ہوا نہیں ہے کہ قرآن میں تحریف ہو چکی ہے بلکہ انہوں نے نسخ کا بیان کرتے ہوئے آیات منسوخہ کا بیان کیا ہے جس میں ایک قسم آیات منسوخ التلاوت کی ہے جو پہلے نازل تو ہوئی لیکن بعد میں منسوخ التلاوۃ ہو گئی اور یہ واقعہ عہد نبوی کا ہے نہ کہ بعد کا مگر خوب یاد رکھیں کہ نسخ اور چیز ہے اور تحریف اور چیز ہے۔

چنانچہ علامہ سیوطیؒ اپنا عقیدہ ترتیب آیات کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔ "الاجماع والنصوص المترادفة على ان ترتيب الآيات فى سورها بتوقيفه ﷺ وامره من غير خلاف فى هذا بين المسلمين"۔ (تفسیر الاتقان)

ترجمہ: نصوص متواترہ اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ آیات کی ترتیب جو سورتوں میں آنحضرت ﷺ کے حکم سے ہوئی اس میں کسی مسلمان کا بھی اختلاف نہیں۔

اور اسی طرح امام بغویؒ شرح السنہ میں لکھتے ہیں۔ "الصحابة جمعوا بين الدفتين القرآن الذى انزله الله على رسوله من غير ان زادوا نقصوا منه شيئا فكتبوه كما سمعوه من رسول الله ﷺ من غير ان قدموا شيئاً او اخروا ولم يضعوا له ترتيبا ولم يأخذوه من رسول الله ﷺ"۔

ترجمہ: یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن کو اسی طرح رکھا جیسا کہ رسول خدا پر نازل ہوا تھا بغیر اس کے کہ اس میں کمی بیشی کی گئی ہو بس جس طرح سے آنحضرت ﷺ سے سنا تھا ویسے ہی رکھا بغیر اس کے کہ اس میں تقدیم و تاخیر کی ہو یا اسکو کسی دوسری ترتیب سے مرتب کیا ہو جس کو حضور ﷺ سے حاصل نہ کیا تھا۔

اس سے واضح ثابت ہوا کہ علامہ سیوطیؒ اور دیگر اہل سنت والجماعت تحریف قرآن کے قائل نہیں، بلکہ تحریف قرآن کے وہ حضرات قائل ہیں جن کے اوپر مختلف مصاحف کا تذکرہ گذر چکا ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کریم قیامت تک ہر قسم کی تحریف لفظی و معنوی سے مکمل طور پر محفوظ رہے گا حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ" بے شک ہم ہی نے اتاری ہے یہ نصیحت (قرآن کریم) اور بے شک ہم آپ اس کے نگہبان ہیں۔ یہ وعدہ خداوندی قیامت تک قطعی اور یقینی رہے گا۔ اگر بالفرض قرآن کریم میں تحریف کو تسلیم کیا جائے پھر تو تمام آسمانی کتابوں سے زیادہ محرف قرآن کریم ہوا حالانکہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں آج بھی دنیا کے اندر قرآن کریم کے لاکھوں حفاظ اور حافظات موجود ہیں جن کے سینے قرآن کریم کی حفظ کی دولت سے پرنور ہیں یہ قرآن کریم کے غیر محرف ہونے کی واضح دلیل ہے۔

خلاصہ کلام :شیعہ کے دیگر عقائد اپنے مقام پر کفریہ ہیں لاریب فیہ، مگر تحریف قرآن کا عقیدہ ایسا کفریہ ہے کہ اس میں ایک رتی کے برابر بھی شک وشبہ نہیں اس لئے اہل حق کھلے لفظوں میں ان کی تکفیر کرتے ہیں، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے ہدایت الرشید میں رافضیوں کے تحریف قرآن کے عقیدے پر بسط سے بحث کی ہے۔ نیز محمد بن یعقوب کلینی اصول کافی۔ص۔۲۴۵۔ سے محرف آیات بھی درج کی ہیں۔ (کتاب الحجۃ باب سیرۃ الامام فی نفسہ ارلع باب نادر، دیکھیں، موجودہ دور کے شیعہ کہتے ہیں کہ ہم تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں بلکہ فرقہ حشویہ اس کا قائل

ہے شیعہ کا قول کہ حشویہ قائل ہیں اثنا عشری قائل نہیں تو اس پر بارہ ائمہ معصومین میں سے کسی ایک کا معتبر قول پیش کریں یقینا قیامت تک پیش نہیں کر سکتے محض عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم قرآن کو اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب مانتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں)

﴿۴۳﴾ تسلی خاتم الانبیاء۔ آپ سے وہی سلوک ہو رہا ہے جو پہلے انبیاء علیہم السلام سے ہوا ہے فیصلہ بھی ہوگا۔ اِنَّ رَبَّكَ ... الخ نتیجہ فریقین۔ موافقوں کے لئے اللہ تعالیٰ ذو مغفرت اور مخالفین کے حق میں "ذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ" ہے

﴿۴۴﴾ منکرین کے شبہ کا جواب۔ اگر قرآن عجمی زبان میں ہوتا تو پھر یہ اعتراض کرتے کہ رسول عربی اور قرآن عجمی، جبکہ ہم لوگ عربی ہیں تو ہم نے عربی میں نازل کر کے ان کے مفروضہ اعتراض کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ ... الخ مستفیدین من القرآن۔ ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفاء ہے۔ برخلاف اس کے جو اس پر ایمان نہیں رکھتے، ان کے لئے قرآن اندھا پن ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ

اور البتہ تحقیق ہم نے دی موسیٰ علیہ السلام کو کتاب پس اختلاف کیا گیا اس میں اور اگر پہلے سے ایک طے شدہ بات نہ ہوتی تیرے پروردگار کی طرف سے تو البتہ فیصلہ کر دیا جاتا ان کے

بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاۗءَ

درمیان اور بیشک وہ البتہ شک میں ہیں اسکی طرف سے جو تردد میں ڈالنے والا ہے ﴿۴۵﴾ جس نے عمل کیا اچھا پس اپنے نفس کیلئے اور جس نے برائی کی پس اسی کے نفس پر پڑیگا

فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾

اس کا وبال اور نہیں ہے تیرا پروردگار ذرا بھر بھی ظلم کرنے والا بندوں پر ﴿۴۶﴾

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا

اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے قیامت کا علم اور نہیں کوئی پھل نکلتا اپنے غلاف سے اور نہیں کوئی عورت اٹھاتی اپنے پیٹ میں اور نہیں وہ جنتی مگر اسکے علم سے

تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ

اور جس دن وہ پکاریگا ان کو اور کہے گا کہاں ہیں میرے شریک تو یہ لوگ کہیں گے کہ ہم نے آپ کو بتلا دیا ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی اسکا اقرار نہیں کرتا ﴿۴۷﴾ اور گم ہو جائیں گے

مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾ لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَاۗءِ الْخَيْرِ ۡ

ان سے وہ جنکو وہ بلاتے تھے اس سے پہلے اور وہ یقین کریں گے کہ نہیں ہے ان کیلئے خلاصی کی کوئی جگہ ﴿۴۸﴾ نہیں تھکتا انسان بھلائی کی دعا مانگنے سے اور اگر پہنچے اس کو

وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّاۗءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ

کوئی برائی تو وہ مایوس اور نا امید ہو جاتا ہے ﴿۴۹﴾ اور اگر ہم چکھائیں اس کو مہربانی اپنی طرف سے تکلیف کے بعد جو اسکو پہنچی تھی تو کہتا ہے کہ یہ میرے لئے ہے اور

هٰذَا لِيْ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ

میں نہیں سمجھتا کہ قیامت برپا ہونے والی ہے اور اگر میں لوٹا دیا گیا اپنے رب کے پاس تو بیشک میرے لئے اسکے پاس بھلائی ہوگی پس ہم بتلادینگے ان لوگوں کو

كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ

جنہوں نے کفر کیا جو کچھ وہ عمل کرتے تھے اور ہم چکھائیں گے ان کو سخت عذاب ﴿۵۰﴾ اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ اعراض کرتا ہے اور پہلوتہی کرتا ہے

وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

اور جب پہنچتی ہے اسکو کوئی تکلیف تو لمبی چوڑی دعاء کرنے والا ہوتا ہے ﴿۵۱﴾ اور آپ کہدیں بھلا بتاؤ اگر یہ اللہ کی جانب سے ہو پھر تم نے کفر کیا

ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ۝ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ

اسکے ساتھ، کون گمراہ ہے اس سے زیادہ جو مخالفت میں دور جا پڑا ہے ﴿۵۲﴾ عنقریب ہم دکھائیں گے انکو اپنی نشانیاں اطراف میں اور انکی جانوں میں بھی

اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

یہاں تک کہ واضح ہوجائے گی ان کیلئے بات کہ وہی حق ہے کیا کافی نہیں ہے یہ بات کہ تیرا رب ہر چیز پر گواہ ہے ﴿۵۳﴾

اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝

آگاہ رہو بے شک یہ لوگ شک میں ہیں اپنے رب کی ملاقات آگاہ رہو، بیشک وہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے ﴿۵۴﴾

﴿۴۵﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ الخ ربط آیات ۔ گزشتہ آیات میں توحید خداوندی کا ذکر تھا اب دلائل نقلی سے توحید خداوندی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع۔ ❶ حضرت موسیٰ کی رسالت سے تسلی خاتم الانبیاء، حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ، نفی شفیع قہری، فطرت انسانی، منکرین کا انجام، کیفیت انسان، تنبیہ مشرکین، آیات آفاقیہ اور انفسیہ سے توحید پر دلیل، اطلاع خداوندی، ماخذ آیات ۔ ۴۵ تا ۵۴ +

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت سے تسلی خاتم الانبیاء : اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ دی گئی تھی اس وقت کے لوگوں کے بھی دو گروہ ہو گئے تھے اور اس وقت قرآن کریم کے متعلق بھی دو گروہ ہو گئے ہیں موافق اور مخالف لہٰذا آپ اس سے نہ گھبرائیں۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ الخ حکمت امہال مجرمین : اگر ایک بات تیرے پروردگار کی طرف سے پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو ان کا فوراً فیصلہ کر دیا جاتا وہ طے شدہ بات یہ ہے "اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ" (السجدہ ۔ ۲۵) جن چیزوں میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں، ان کا فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کر دے گا، اگر یہ طے شدہ اصول نہ ہوتا تو ان بدبختوں کا فیصلہ اسی دنیا میں کر کے انکو سزا میں مبتلا کر دیا جاتا۔

﴿۴۶﴾ مَنْ عَمِلَ الخ مستفیدین من القرآن : جو شخص بھی قرآن کریم کے احکام کو مان کر عمل کرے گا جزاء خیر پائے گا۔ وَمَنْ اَسَآءَ ...الخ نتیجہ محرومین عن القرآن : اور جو برائی کرے گا خود نقصان اٹھائے گا۔ یہ نہیں ہوگا کہ کسی ایک کی نیکی دوسرے کو فائدہ پہنچائے اور نہ کسی کی برائی دوسرے کے سر پر تھوپی جائے گی، بلکہ ہر شخص کو اس کے اعتقاد اور عمل کے مطابق ہی بدلہ دیا جائے گا، اور ہر معاملہ کا ٹھیک ٹھیک

فیصلہ ہوگا اور کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔

﴿۴۷﴾ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ الخ حصر علم وقوع قیامت فی ذات باری تعالیٰ : ربط آیات : اوپر ذکر تھا جس نے اچھا عمل کیا تو اپنے نفس کے لئے کیا اور جس نے برائی کی تو اس پر پڑے گی، اب یہاں سے نیکی اور بدی کے بدلہ دیا جانے کے دن کا ذکر ہے یعنی قیامت کا۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ دنیا و آخرت کے تمام حالات کا پورا علم صرف ذات خداوندی میں محدود ہے۔ وَمَا تَخْرُجُ الخ حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ : اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا صحیح ہے یا سڑا ہوا ہے اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی اور نہ وہ مادہ کوئی بچہ جنتی ہے کہ وہ نیک ہے یا بد ہے یا اسکی قسمت کیسی ہوگی مگر یہ سب کام اس کی اطلاع اور علم سے ہوتے ہیں۔ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ الخ مشرکین کی سرزنش : اور قیامت کے دن ان لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں، جو تم نے بنائے تھے۔ قَالُوٓا اٰذَنّٰكَ الخ جواب مشرکین : اور یہی مشرک لوگ جواب دیں گے ہم میں سے کوئی بھی تیرے شریک ہونا کا قائل نہ تھا ہم میں سے کسی کو بھی خبر نہیں۔

﴿۴۸﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ الخ نفی شفیع قہری : میدان قیامت میں وہ سب غائب ہو جائیں گے جنکی یہ عبادت کرتے تھے، اور ان سے جو مدد کی امید رکھتے تھے وہ کوئی بھی مدد نہ پہنچا سکیں گے، اور انکو یقین آجائے گا کہ آج عذاب الٰہی سے خلاصی کی کوئی صورت نہیں نکل سکتی۔ ﴿۴۹﴾ لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ الخ فطرت انسانی : یہاں سے انسان کا ایک مزاج بیان فرمایا ہے اور وہ یہ کہ انسان برابر اللہ تعالیٰ سے خیر کی دعا کرتا ہے، مال بھی مانگتا ہے، اور صحت بھی، اور دوسری چیزیں بھی جب تک یہ چیزیں پاس رہتی ہیں تو خوب خوش رہتا ہے، اور اگر کوئی تکلیف پہنچ جائے تو ناامید ہو جاتا ہے، اور سمجھتا ہے اب تو حالات میرے ٹھیک بھی نہیں ہونگے، یہ ان لوگوں کا حال تھا جو قرآن کریم کو نہیں پڑھتے اور آنحضرت ﷺ کی ہدایات پر عمل نہیں کرتے، علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہیں۔ (قرطبی ص۔ ۳۲۳۔ ج۔ ۱۵۔ روح المعانی۔ ۷۔ ج۔ ۲۵)

فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ : "یؤس" اور "قنوط" میں فرق : "یؤس" ایسی ناامیدی کو کہتے ہیں جو دل میں ہو۔ اور "قنوط" ایسی ناامیدی کو کہتے ہی جس کے آثار چہرے پر ہوں۔ (تفسیر کبیر ص۔ ۵۷۶۔ ج۔ ۲۷)

﴿۵۰﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ الخ کیفیت منکرین حق۔ ❶ اور اگر تکلیف کے بعد بیماری کی طرف سے اسے آرام پہنچے تو کہتا ہے یہ تو میرا حق تھا، میرے علم، ہنر اور استعداد کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ وَمَآ اَظُنُّ الخ کیفیت منکرین حق۔ ❷ وَلَئِنْ رُّجِعْتُ الخ منکرین حق کی بے انصافی۔ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ۔ منکرین کا انجام۔

﴿۵۱﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى ... الْاِنْسَانِ ... الخ کیفیت انسان - - - انسان کی عمومی فطرت یہ ہے کہ نعمت کے وقت اللہ تعالیٰ کو بھلا دیتا ہے اور مصیبت کے وقت بڑی لمبی لمبی دعائیں کرتا ہے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ بنی اسرائیل میں اس طرح بیان فرمایا ہے "وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا" (آیت۔ ۶۷) جب تمہیں سمندر میں کوئی مشکل پیش آتی ہے تو اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ گم ہو جاتے ہیں، اور جب وہ خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو، بیشک انسان بڑا ہی ناشکر گزار ہے۔

﴿۵۲﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ ... الخ تنبیہ مشرکین : اے منکرین توحید و قرآن ذرا اس بات پر غور کرو کہ اگر اللہ کے ہاں جا کر یہ بات ثابت ہوگی کہ یہ قرآن واقعی اللہ کی طرف سے ہے، تو پھر تمہاری گمراہی کا کیا بنے گا۔ اس موقع پر تمہاری اس گمراہی کا کوئی ازالہ نہیں ہو سکے گا تو تم عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

﴿۵۳﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ ... الخ دلائل آفاقیہ اور انفسیہ سے توحید خداوندی کا اثبات : یعنی ہم آیات آفاقیہ وانفسیہ سے ثابت کر دیں گے کہ یہ قرآن منزل من الرحمٰن ہے آیات آفاقی یعنی بیرون دنیا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں، جنہیں لوگ ہر روز

مشاہدہ کرتے ہیں سورج، چاند، ستارے، زمین، ہوائیں وغیرہ سب نشانات قدرت ہیں اگر انسان ذرا غور کرے تو ان سب اشیاء میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے وحدانیت سمجھ آسکتی ہے۔ آخر اس کارخانہ کائنات کو ایک منظم نظام کے تحت چلا رہا ہے اور آیات الفسیہ جن کا تعلق اندرونی نشانیوں سے ہے سب سے پہلے انسان کو اپنے تخلیق پر غور کرنا چاہئے کہ کس طرح اللہ نے حقیر قطرہ آب سے اسکو پیدا فرمایا ہے، پھر ان کے نفسوں میں بھی جو امراض آتے رہتے ہیں اور حالات بدلتے رہتے ہیں، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں یہ سب چیزیں سامنے آتی ہیں، اور سامنے آتی رہیں گی سمجھ دار انسان کا کام ہے کہ وہ آیات آفاقیہ سے بھی عبرت حاصل کرلے اور آیات الفسیہ سے بھی۔

﴿۵۴﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ ... الخ اطلاع خداوندی : اوپر کی آیتوں میں اللہ نے قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے اور قیامت کے برحق ہونے کا ذکر فرمایا ہے کہ مشرک جو شرک سے باز نہیں آتے معجزے دیکھنے کے بعد بھی اللہ کے کلام کو جھٹلاتے ہیں اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ دنیا کی زیست ہی کو اپنا مدار سمجھتے ہیں اور مرنے کے بعد نیک اور بد کے حساب وکتاب کے ہونے اور اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا ان کے دل میں یقین نہیں ہے مگر جس دن قیامت قائم ہوگی اور یہ لوگ عذاب میں گرفتار ہوں گے تو قیامت کے یقین نہ کرنے کا مزہ چکھ لیں گے۔ یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تو نافرمانوں کی گرفت کرے گا کوئی اس کے علم محیط سے باہر نہیں ہے۔

ختم شد سورۃ حٰم السجدہ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین
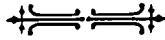
بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الشوریٰ

نام اور کوائف: اس سورۃ کا نام سورۃ الشوریٰ ہے جو اس سورۃ کی آیت۔ ۳۸۔ میں مسلمانوں کی آپس میں مشاورت کا ذکر ہے اور یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۴۲۔ ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۶۲۔ نمبر پر ہے۔ اس سورۃ میں پانچ رکوع۔ ۵۳۔ آیات ہیں۔ یہ سورۃ مکی زندگی میں نازل ہوئی ہے سورۃ حٰم السجدہ کے بعد، اور یہ سورۃ حوامیم سبعہ میں شامل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں چار آیتیں مدنی ہیں "قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى الخ سے چوتھی آیت تک۔ (قرطبی۔ص۔۵۔ج۔۱۶۔روح المعانی۔ص۔۱۶۔ج۔۲۵)

ربط آیات۔ ❶ گزشتہ سورۃ کے آخر میں دلائل عقلیہ کے ساتھ توحید خداوندی کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ الخ تو اس سورۃ کی ابتداء میں بھی دلائل عقلیہ کے ساتھ توحید خداوندی کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ الخ

❷ گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں صداقت قرآن کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: تو اس سورۃ کی ابتداء میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ: كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ الخ۔

موضوع سورۃ: دعوت الی القرآن۔ عنوان خصوصی آپ کی وحی انبیاء سابقین کی وحی کے مماثل ہے لہذا اس کے انکار کی گنجائش نہیں۔

خلاصہ سورۃ: توحید، رسالت، اثبات قیامت، صداقت قرآن، اسلام کی حقانیت، دنیا پرستی کے برے نتائج انکار حق کا انجام، آخرت کی زندگی جزاء وسزا، ایک مسلمان کی صفات اور ذمہ داری اور زندگی بسر کرنے کا طریقہ جس سے دونوں جہان کی کامیابی ہو، تسلی خاتم الانبیاء، دنیا امتحان گاہ ہے، اعمال کی جانچ پڑتال، وحدت ملت انبیاء، فرائض خاتم الانبیاء، قرآن کریم ایک کسوٹی ہے اور عدل وانصاف کرنے کا ترازو کی مانند ہے، موافقین اور مخالفین کا انجام، خطاؤں کی معافی کا طریقہ، دنیا کی چیزیں عارض ہیں، آداب مشورہ، انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر، الغرض: اس سورۃ میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور قرآن کریم کی بتائی ہوئی ہدایات کی روشنی میں اپنی زندگی گذارو۔ واللہ اعلم

سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ۝۱ عٓسٓقٓ ۝۲ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۳

حٰم ﴿۱﴾ عسق ﴿۲﴾ اسی طرح وحی کرتا ہے آپ کی طرف اور (اس نے وحی نازل کی ہے) ان لوگوں کی طرف جو آپ سے پہلے گزرے ہیں وہ اللہ جو غالب اور حکمت والا ہے ﴿۳﴾

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝۴ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ

اسی کیلئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور وہ بلند اور عظمت والا ہے ﴿۴﴾ قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اوپر سے اور فرشتے تسبیح بیان کرتے ہیں

فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِى الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ

اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اور بخشش طلب کرتے ہیں ان کیلئے جو زمین میں ہیں آگاہ رہو بیشک اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا

هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ

اور نہایت مہربان ہے ﴿۵﴾ وہ لوگ جنہوں نے بنائے ہیں اسکے سوا کارساز، اللہ ہی نگہبان ہے ان پر اور آپ نہیں ہیں

عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا

انکے ذمہ دار ﴿۶﴾ اور اسی طریقے سے بھیجی وحی اتاری آپ کی طرف قرآن عربی زبان میں تا کہ آپ ڈر سنائیں ام القریٰ اور اسکے ارد گرد والوں کو اور آپ ڈرا دیں

وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ

جمع ہونے والے دن سے جسمیں کوئی شک نہیں ایک فریق جنت میں اور دوسرا فریق بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوگا ﴿۷﴾ اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ

لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ

تو کر دیتا انکو ایک ہی امت لیکن وہ داخل کرتا ہے جسکو چاہے اپنی رحمت میں اور ظلم کرنے والوں کیلئے نہیں ہوگا کوئی ساتھی

وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُـحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰي

اور نہ کوئی مددگار ﴿۸﴾ کیا بنالئے ہیں ان لوگوں نے اس کے سوا کارساز؟ پس اللہ ہی کارساز ہے اور وہی زندہ کرتا ہے مردوں کو،

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ﴿۹﴾

خلاصہ رکوع ۔ ❶ ازالہ شبہ، عظمت خداوندی کا نمونہ، مشاغل ملائکہ، ۱، ۲، تنبیہ الغافلین، تسلی خاتم الانبیاء، محافظت باری تعالیٰ، صداقت قرآن، فریضہ خاتم الانبیاء فریقین کے نتائج، مشیت الٰہی، مستحقین رحمت، نفی شفیع قہری، تنبیہ مشرکین، حصر التصرف باری تعالیٰ، اور تذکیر بما بعد الموت۔ ماخذ آیات۔ ۳ تا ۹ +

﴿۳﴾ ازالہ شبہ : منکرین رسالت کہتے ہیں کہ آپ پر وحی کیوں نازل ہوتی ہے کسی اور پر نازل کیوں نہیں ہوتی؟ تو اس کا جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح آپ کی طرف وحی بھیجتا ہے جس طرح آپ سے پہلے انبیاء کی طرف بھی بھیجتا رہا ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء پر وحی نازل ہوئی، یہ وحی بھی اسی کے مماثل ہے بعض انبیاء پر چار دفعہ وحی نازل ہوئی، بعض انبیاء پر پچاس دفعہ بعض انبیاء پر چار سو دفعہ وحی نازل ہوئی اور رحمت عالم ﷺ پر چالیس ہزار دفعہ وحی نازل ہوئی ہے۔

(معالم العرفان۔ ص۔ ۴۵۹۔ ج۔ ۱۶)

﴿۴﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ... الخ حصر المالکیت سے دوسرا جواب : اس پروردگار کی شان یہ ہے کہ اس کے واسطے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور نزول وحی بھی اسی کے اختیار و قدرت میں ہے لہٰذا اعتراض کرنا بے فائدہ ہے۔

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ : عظمت خداوندی : اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے ورالوراء ہے۔

﴿۵﴾تَكَادُ السَّمٰوٰتُ ... الخ نمونہ عظمت خداوندی : حضرت لاہوری فرماتے ہیں کہ مشرکین کے شرک کے باعث آسمان چر کر گر جائیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت کی وجہ سے اوپر سے پھٹ پڑیں۔ (ابن کثیر۔ص۔۱۷۰۔ج۔۷) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اس تسبیح کی عظمت کے پیش نظر آسمان بھی پھٹ جائیں یا فرشتوں کی کثرت ذکر کی تاثیر کی وجہ سے پھٹ پڑیں۔ (موضح القرآن)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف غلط باتیں منسوب کرتے ہیں، ان غلط باتوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، اگر فوراً پکڑنا چاہے تو آسمان وزمین کا نظم درہم برہم ہو جائے جیسے سورۃ مریم میں ہے "وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا" ان مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی غلط نسبت کی تو انکی اس بات سے ناراض ہونے کی وجہ سے قریب ہے کہ آسمان اوپر سے پھٹ پڑے۔ (قرطبی۔ص۔۷۔ج۔۱۶)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فرشتوں کے بوجھ سے آسمان میں ایسی آواز پیدا ہوتی جیسی کسی چیز پر بڑا بھاری بوجھ رکھ دینے سے ہوا کرتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں میں ثقل والا بوجھ ہے اور اس میں کوئی استبعاد نہیں۔ کیونکہ یہ بات تو مسلم ہے کہ فرشتوں کے بھی اجسام ہیں اگرچہ اجسام لطیفہ ہوں۔ اور اجسام لطیفہ جب بہت بڑی تعداد میں ہو جائیں تو ان کا بوجھ بڑھنا کوئی امر مستبعد نہیں۔ (بیان القرآن)

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ ... الخ مشاغل ملائکہ۔ ❶ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ... الخ مشاغل ملائکہ۔ ❷ فرشتے زمین والوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ سوال۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے سب کے لئے دعا مغفرت کرتے ہیں خواہ وہ مؤمن ہوں یا کافر وغیرہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شرح مواقف میں ہے "اَلْمَوْصُوْلَاتُ لَمْ تُوْضَعْ لِلْعُمُوْمِ بَلْ هِيَ لِلْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ" کہ موصولات کی وضع صرف عموم کے لئے نہیں بلکہ عموم اور خصوص دونوں میں مشترک ہے تو یہاں (مَنْ) خصوص کے لئے ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ سورۃ المؤمن میں "وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (آیت۔۷) کہ فرشتے صرف ایمان والوں کے لئے دعا مغفرت کرتے ہیں یہ مطلب نہیں ہے کہ مشرک کافر ہندوں سب کے لئے دعا مغفرت کرتے ہیں، بلکہ صرف ایمان والوں کے لئے ہی کرتے ہی، مولانا عبد الحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر حقانی میں لکھتے ہیں کہ اگر اس "من" کو عموم کے لئے دعا مغفرت مان لیں تو بھی مطلب یہ ہوگا فرشتے کفار کے لئے بھی دعا کرتے یعنی ہدایت کی لہٰذا اس پر کوئی اشکال نہیں۔ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ... الخ تنبیہ الغافلین۔ ﴿۶﴾ محافظت باری تعالیٰ : مشرکین کے اعمال واقوال کی اللہ تعالیٰ نگرانی کر رہا ہے اور وہ نہ اللہ کے علم سے چھپے ہوئے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ سکتے ہیں۔ وَمَآ اَنْتَ الخ تسلی خاتم الانبیاء: آپ ان کے ذمہ دار نہیں۔

﴿۷﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ الخ صداقت قرآن۔ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى : فریضہ خاتم الانبیاء ام القریٰ کے معنی میں ساری بستیوں اور شہروں کی اصل اور بنیاد مراد مکہ مکرمہ ہے، اس کا نام ام القریٰ اس لئے رکھا گیا کہ یہ شہر ساری دنیا کے شہروں اور بستیوں سے اور ساری زمین سے اللہ کے نزدیک اشرف اور افضل ہے "وَمَنْ حَوْلَهَا" یعنی مکہ مکرمہ کے آس پاس اس سے مراد آس پاس کے عرب ممالک بھی ہو سکتے ہیں، اور پوری زمین کے مشرق ومغرب بھی۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد ساری مخلوق ہے۔ (قرطبی۔ص۔۹۔ج۔۱۶)

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ ... الخ نتائج فریقین۔ ﴿۸﴾ مشیت الٰہی : اللہ تعالیٰ چاہتا تو جبراً سب کو اسلام میں لے آتا لیکن یہ طریقہ اس نے اختیار نہیں۔ وَلٰكِنْ يُّدْخِلُ ... الخ مستحقین رحمت۔ وَالظّٰلِمُوْنَ ... الخ نفی شفیع قہری۔

﴿۹﴾ تنبیہ مشرکین : کیا انہوں نے اللہ کے علاوہ اپنے واسطے کچھ مددگار بنا لئے ہیں۔ فَاللّٰهُ الخ حصر التصرف باری تعالیٰ : حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا ولی وکارساز صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر انہوں نے اسے چھوڑ کر دوسروں کو ولی مقرر کرلیا ہے۔ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى : تذکیر بما بعد الموت: اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖۚ

اور جس بات میں تم اختلاف کرو پس اسکا حکم اللہ کی طرف ہے یہ ہے اللہ میرا پروردگار اسی پر میں بھروسہ رکھتا ہوں

وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۱۰﴾ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ

اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں ﴿۱۰﴾ بنانیوالا ہے آسمانوں اور زمین کا اس نے بنائے ہیں تمہارے لئے تمہارے جانوں میں سے جوڑے اور مویشیوں میں سے

الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱۱﴾

بھی جوڑے، پھیلاتا ہے تمہیں اسمیں نہیں ہے اسکی مثل کوئی چیز وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے ﴿۱۱﴾

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ

اس کے پاس ہیں چابیاں آسمانوں کی اور زمین کی کشادہ کرتا ہے روزی جسکے لئے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے،

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا

بیشک وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ﴿۱۲﴾ مقرر کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہ دین جسکی تاکید کی اللہ نے نوح علیہ السلام کو اور وہی جس کی وحی کی ہے ہم نے آپ کی طرف،

وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى

اور جو تاکید کی ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو اور کہا کہ قائم رکھو دین کو اور نہ تفرقہ ڈالو اس میں بھاری ہے مشرکوں پر وہ چیز جس کی طرف آپ

الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾

انکو دعوت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی منتخب کرتا ہے اپنی طرف جس کو چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے اپنی طرف اسکو جو رجوع لاتا ہے ﴿۱۳﴾

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ

اور نہیں تفرقہ ڈالا ان لوگوں نے مگر بعد اسکے کہ آچکا انکے پاس علم، سرکشی کرتے ہوئے اپنے درمیان، اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے ہو چکی ہے

رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ

تیرے پروردگار کی طرف سے ایک مقررہ مدت تک تو البتہ فیصلہ کردیا جاتا ان کے درمیان اور بیشک وہ لوگ جنکو کتاب دی گئی ہے انکے بعد البتہ

شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ

وہ اسمیں تردد انگیز شک میں ہیں ﴿۱۴﴾ پس اسی لئے آپ دعوت دیں اور مستقیم رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور نہ پیروی کریں ان لوگوں کی خواہشات کی

اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍۚ وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْؕ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا

اور آپ کہہ دیں کہ میں ایمان لایا ہوں اس چیز پر جو اللہ نے نازل کی ہے کتاب سے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں عدل کروں تمہارے درمیان اللہ ہی ہے ہمارا پروردگار اور تمہارا بھی

وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْؕ لَا حُجَّةَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْؕ اَللّٰهُ یَجْمَعُ بَیْنَنَاۚ وَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُؕ ﴿۱۵﴾ وَ الَّذِیْنَ

ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے۔ کوئی جھگڑا نہیں ہے ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا ہم سب کو اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ﴿۱۵﴾

یُحَآجُّوْنَ فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِیْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ عَلَیْهِمْ غَضَبٌ

اور وہ لوگ جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ کے بارے میں بعد اس کے کہ اسکی بات کو قبول کیا گیا، انکی دلیل کمزور ہے انکے رب کے نزدیک اور ان پر غضب ہے

وَّ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَ الْمِیْزَانَؕ وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ

اور ان کیلئے شدید عذاب ہے ﴿۱۶﴾ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے اتاری ہے کتاب حق کے ساتھ اور ترازو بھی

السَّاعَةَ قَرِیْبٌ ﴿۱۷﴾ یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَاۚ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ

اور آپکو کیا خبر شاید کہ قیامت قریب ہو ﴿۱۷﴾ جلدی کرتے ہیں اس کے بارے میں وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے اس پر، اور وہ جو ایمان لاتے ہیں ڈرنے والے ہیں

مِنْهَاۙ وَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی السَّاعَةِ لَفِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۱۸﴾

اس سے اور جانتے ہیں کہ بیشک وہ برحق ہے آگاہ رہو، بیشک جو لوگ جھگڑا کرتے ہیں قیامت کے بارے میں البتہ وہ گمراہی میں دور جا پڑے ہیں ﴿۱۸﴾

اَللّٰهُ لَطِیْفٌۢ بِعِبَادِهٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُۚ وَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ﴿۱۹﴾

اللہ تعالیٰ نرمی کرنیوالا ہے اپنے بندوں کے ساتھ وہ روزی دیتا ہے جسکو چاہے اور وہ قوت والا اور غالب ہے ﴿۱۹﴾

﴿۱۰﴾ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ ... الخ ربط آیات: اوپر دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر تھا اب بھی اسی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع۔ ❷ تنبیہ مشرکین، تذکیر بآلاء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل، حصر المالکیت باری تعالیٰ، حصر التصرف باری تعالیٰ، وحدت ملت انبیاء، حصر الہدایت باری تعالیٰ، عقائد میں اختلاف کی وجہ، حکمت امہال مجرمین، امت دعوت، فرائض خاتم الانبیاء، مخالفین حق کا انجام، صداقت قرآن، میزان کی تشریح، قیامت کے متعلق فریقین کا نظریہ، شفقت خداوندی۔ ماخذ آیات۔ ۱۰ تا ۱۹+

تنبیہ مشرکین: اور آپ سے اختلاف کرتے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ جس بات میں تم اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے اور قرآن اس لئے نازل ہوا ہے کہ تمام فیصلے جیسے اس کے مطابق حل ہوں کیونکہ اصل حکم صرف اللہ کا ہی ہے۔ جس طرح دوسرے مقام پر ہے "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" اور دوسری اکثر آیات میں جو اطاعت کے حکم میں رسول کو اور بعض آیات میں اولوالامر کو بھی شامل کیا گیا ہے وہ اس کے معارض نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ اور اولی الامر جو کچھ فیصلہ یا حکم کرتے ہیں وہ ایک حیثیت سے اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے اور مجتہدین کا اجتہاد بھی احکام الٰہیہ میں داخل ہے اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ عام آدمی جو قرآن وسنت کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ان کے حق میں مفتی کا فتویٰ ہی حکم شرعی کہلاتا ہے (محصلہ معارف القرآن۔ص۔ ۶۷۴۔ج۔ ۷۔م،ش،ر)

اس آیت مبارکہ میں فرمایا کہ تمہارے باہمی مختلف فیہ معاملات کا حل اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ یعنی اپنے اختلافات میں اللہ تعالیٰ سے

ع ۲ / ۲

(یعنی اس کی کتاب واحکامات) سے رجوع کرو۔

یہاں صرف اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنے کا ذکر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں جب کہ سورۃ النساء کی آیت ''فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ'' میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر ہے۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع بھی دراصل اللہ تعالیٰ ہی سے رجوع ہے دراصل حکم اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو واحد وقہار ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع ان کے اللہ کے رسول اور پیغمبر ہونے کی حیثیت سے ہے۔

تقلید ائمہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے حکم کی اطاعت ہے: اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ فقہاء اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کا اجتہاد اور قیاس بھی درحقیقت اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف ہی رجوع کرنا ہے۔ کیونکہ جب آیت مذکورہ میں رجوع الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں حالانکہ وہ معہود اور متعین ہونے کی بناء پر رجوع الی اللہ کے تحت داخل ہے تو اسی طرح ''رجوع الی الائمۃ المجتہدین'' بھی دراصل فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ'' کے تحت رجوع الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت داخل ہے۔ لہٰذا بعض لوگ جو یہ وسوسہ ڈالتے ہیں کہ عامۃ المسلمین کا ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کی تقلید کرنا اللہ ورسول کی اطاعت سے باہر ہے بالکل غلط ہے اور نہ ہی یہ تقلید آیت مذکورہ کے مخالف ہے۔

﴿۱۱﴾ تذکیر بآلاء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اس نے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے اور چوپایوں سے جوڑے بنائے۔ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ۔ انعام خداوندی۔ اللہ تعالیٰ پھیلاتا ہے تم کو اس میں "فِيهِ" سے مراد ماں کا پیٹ ہے یا رحم ہے۔ (قرطبی۔ ص۔ ۱۰۔ ج۔ ۱۶ معالم التنزیل۔ ص۔ ۱۰۸۔ ج۔ ۴)

یا اس سے مراد زمین ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو زمین میں پھیلاتا ہے۔ (ترجمہ حضرت لاہوری)

سورۃ الملک میں ہے "قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ" (آیت۔ ۲۴)

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا ہے اور پھر اسکی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے۔ تو اس آیت میں بھی "ذرا" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی پھیلانے کے ہیں "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" "كَمِثْلِهِ" میں کاف زائدہ ہے ورنہ معنی ہوگا کہ اللہ کی مثل کی مثل نہیں تو نفی تو مثل کی مثل کی ہوئی مثل تو ثابت ہوا۔ (مظہری۔ ص۔ ۳۱۱۔ ج۔ ۸)

﴿۱۲﴾ حصر المالکیت باری تعالیٰ: آسمان اور زمین کی کنجیوں کا وہی مالک ہے لہٰذا جو شخص کسی چیز سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ اس سے اجازت لے اور اجازت لینے کے قوانین قرآن کریم میں ہیں۔ يَبْسُطُ الرِّزْقَ ... الخ حصر التصرف باری تعالیٰ۔

﴿۱۳﴾ وحدت ملت انبیاء: جس دین کی آپ کو تلقین کی جارہی ہے بعینہٖ یہی مسلک سابقین انبیاء علیہم السلام کا تھا اور ان کی امتوں کو یہ حکم تھا کہ اللہ کا یہ دین قائم رکھو اور یہ کہ اس میں تفرقہ نہ ڈالو تمام انبیاء کی تعلیمات جبکہ ان بنیادی اصول میں متحد تھیں تو عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس دعوت کو قبول کیا جاتا جو آنحضرت ﷺ لے کر آئے اور شرک بت پرستی سے اجتناب کیا جاتا مگر مشرکین پر یہ دعوت توحید بہت گراں اور ناگوار ہے جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں۔

روح المعانی میں ہے کہ: آیت میں اقیموا الدین ہے اس میں دین سے دین اسلام مراد ہے جو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی وحدانیت و اطاعت، اللہ کی کتابوں، پیغمبروں پر ایمان، آخرت اور یوم الجزاء پر ایمان اور دیگر عقائد ضروریہ سے عبارت ہے۔

اور اقامت سے مراد دین کے ارکان کی تعدیل، اس کی حفاظت اور اس میں کج روی اور فکری واعتقادی گمراہیوں کے داخل ہونے سے اس

کی حفاظت کرنا شامل ہے۔ اسی طرح احکام دین کی تعمیل اور ان پر پابندی و مواظبت بھی اقامت دین میں داخل ہے۔
آیت میں اقیموا کا صیغہ امر اور لاتتفرقوا فیہ کا صیغہ نہی کا خطاب تمام انبیاء ورسل، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، کے متبعین، سب کو شامل ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ (اقامت دین اور اس میں تفریق نہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ پورے دین پر عمل، پورے دین کی دعوت اور پورے دین کی حفاظت، پوری امت کا فریضہ ہے) یہ نہیں کہ دین کے اصول واحکام سے بعض پر اعتقاد وایمان لایا جائے اور عمل کیا جائے اور بعض پر نہیں۔

لیکن لاتتفرقوا کی نہی فروع دین میں فقہی اختلافات کو شامل نہیں کیونکہ یہاں اصول دین میں تفرق کی ممانعت ہے نہ کہ فروع میں۔ لہٰذا وہ اس نہی کے تحت داخل نہیں اور دوسری بات یہ کہ یہاں حکم تمام انبیاء (جن میں سے بعض کا آیت میں صراحتاً ذکر بھی ہے) جبکہ فروع میں تو تمام انبیاء بھی متحد نہیں ہاں اصول میں سب متحد ہیں اور فروع میں انبیاء کا متحد نہ ہونا آیت مائدہ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا (آیۃ-۴۸) سے بھی ثابت ہے۔ بہر کیف افروع میں ادیان کے مختلف ہونے میں کوئی شبہ نہیں (لہٰذا فروع اسلام میں اختلاف بھی مذموم نہیں ہوگا) ہاں یہ ضرور ہے کہ جو امور مکارم اخلاق سے متعلق ہیں یا رذائل سے اجتناب کے احکام ہیں ان میں تمام ادیان کا متفق ہونا بعید نہیں۔ (انتہیٰ ملخصاً از روح المعانی ص۔۳۱۔ جلد ۲۵)

بعض مخالفین تقلید کا بے جا شور وغوغا: حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صاحب روح المعانی علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات بالکل نمایاں ہو کر سامنے آگئی کہ آیت مذکورہ میں مسلمانوں کو فروعی احکام میں حضرات ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کی تقلید سے نہیں منع کیا گیا۔ چنانچہ بعض ظاہر پرست لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس آیت سے مسلمانوں کے لیے مجتہدین کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تقلید کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، محض فریب ہے۔ اور یہ درست بھی کیسے ہوسکتا جبکہ ادیان سابقہ میں اختلاف، فقہاء، صحابہ، تابعین کرام میں فروعی احکام میں اختلاف اور ان کے بعد کے سلف صالحین کے درمیان اختلاف کا کوئی عقل کا اندھا ہی انکار کرسکتا ہے اور اس اختلاف کو آیت میں بیان کردہ ''تفرق منھی عنہ'' میں کوئی ایسا شخص ہی شامل کرسکتا ہے جو علم و دین سے بالکل ہی بے بہرہ اور مغفل ہو۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ ... الخ حصر الہدایت باری تعالیٰ: اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی طرف راہ دے دیتا ہے اور اپنی طرف ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے یعنی اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے انتخاب ہوتا ہے اور توفیق ایمان سے نوازا جاتا ہے پھر رجوع اور انابت الی اللہ نصیب ہوتی ہے اور اسی پر طاعت و بندگی اور قرب الٰہی کے راستے کھلتے ہیں۔

﴿۱۴﴾ عقائد میں اختلاف کی وجہ: اور وہ امم سابقہ یعنی اہل کتاب کو علم صحیح حاصل ہونے کے بعد ان میں مختلف فرقے پیدا ہوگئے اس کا سبب صرف نفسانیت، ضد، عداوت، اور طلب مال وجاہ وغیرہ ہیں جو حقیقت میں تفریق واختلاف کا مذموم باعث ہوئے، بعدہ، مختلف مذاہب نے الگ الگ مورچے بنالئے تو پیچھے آنے والی نسلیں عجیب وغریب دھوکہ میں پڑگئیں اور ایسے شکوک وشبہات پیدا کرلئے گئے جو کسی حال میں ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ الخ حکمت امہال مجرمین: مگر سب کچھ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بندوں کو ڈھیل دی، ورنہ سب اختلافات یک دم ختم کردیتا مگر ایسا کرنا تکوینی مصلحت کے خلاف تھا، اس کی حکمت بالغہ کا تقاضا یہی تھا کہ ان اختلافات کا علمی دوٹوک فیصلہ ایک وقت معین پر زندگی کے دوسرے دور میں ہوجائے اگر یہ فیصلہ کی میعاد معین نہ ہوتی تو فیصلہ دنیا میں ہی کردیا جاتا اور سارے جھگڑے فوراً ختم ہوجاتے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ الخ امت دعوت: مطلب یہ ہے کہ ان امم سابقہ کے بعد اب جن لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا اور وہ آنحضرت ﷺ کی امت دعوت ہوئے وہ اس کی طرف سے تردد انگیز شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

﴿۱۵﴾ فرائض خاتم الانبیاء:۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ آپ اسی دین صحیح کی طرف دعوت دیں اور استقامت اختیار کریں اور انکی پرواہ نہ کریں۔

وَقُلْ اٰمَنْتُ الخ مسلک خاتم الانبیاء۔ انہیں کہہ دیں کہ میرا ایمان تو کتب الٰہیہ پر یکساں ہے اور مجھے حکم ہے کہ تمہارے فیصلے انصاف سے کروں۔ حدیث میں آتا ہے کہ انسان کے لئے تین چیزیں نجات دہندہ، اور تین چیزیں ہلاکت خیز ہیں۔ نجات دہندہ تین چیزیں یہ ہیں۔
① "وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالسَّخَطِ" یعنی خوشی اور غصہ کے حالت میں عدل کا دامن تھامے رکھنا۔ ② "القصد فی الغنا والفقر" آسودگی اور تنگ دستی میں میانہ روی اختیار کرنا۔ ③ "فَتَقْوَى اللهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ" ظاہر و باطن میں خوف خدا کو پیش نظر رکھنا۔ ہلاکت خیز چیزیں یہ ہیں ① شح مطاع : بخل کی اطاعت کرنا یعنی مال کی موجودگی میں اپنی ذات بال بچوں اور محتاجوں پر خرچ نہ کرنا۔ ② ھوی مُتَّبَعٌ : شریعت کی بجائے خواہش کے پیچھے چلنا جس پر شیطان راضی ہوتا ہے۔ ③ اعجاب المرء بنفسہ : آدمی کا اپنی رائے کو ہی اعلیٰ سمجھنا، چاہے وہ حق کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ (مشکوۃ۔ص۔۴۳۴۔ج۔۲)

﴿۲۱﴾ مخالفین حق کا انجام۔ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں جھگڑنے والوں پر اس کا غضب اور عذاب شدید ہوگا اس عذاب کے مستحقین میں مشرک اور اہل کتاب دونوں شامل ہیں کیونکہ یہ اپنی کٹ حجتی سے دین حق کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

﴿۲۲﴾ صداقت قرآن۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے دین حق پر مشتمل کتاب نازل فرمائی یعنی قرآن جو سچے دین کو شامل ہے اور جس میں سچے دین کی تعلیم موجود ہے۔ وَالْمِيزَانَ۔ میزان کی تشریح : اس میزان سے کیا مراد ہے حضرات مفسرین کے اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ① میزان سے عدل بھی مراد ہوسکتا ہے کہ اللہ نے انصاف کو بھی ایک میزان قرار دیا ہے۔ کیونکہ یہ انصاف کا آلہ ہے یہ قول اکثر مفسرین کا ہے۔ (قرطبی۔ص۔۱۵۔ج۔۱۶۔مظہری۔ص۔۳۱۵۔ج۔۸۔معالم التنزیل۔ص۔۱۰۹۔ج۔۴)
سورۃ الرحمٰن میں ہے "وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ⑦ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ⑧ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ⑨" اللہ نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کیا۔ یہ کہ ترازو میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ اور وزن کو انصاف کے ساتھ درست کرلو اور تول میں کمی نہ کرو۔ (ابن کثیر۔ص۔۱۷۵۔ج۔۷) ② میزان سے مراد : عقل سلیم بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کھری اور کھوٹی میں امتیاز کرے۔ (کبیر۔ص۔۵۹۰۔ج۔۲۷) ③ میزان سے مراد اخلاق بھی ہوسکتا ہے کہ اچھا اخلاق بھی ترازو کی مانند ہے، جو ہر چیز کو پرکھ سکتا ہے۔ (معالم العرفان)

﴿۱۸﴾ قیامت کے متعلق فریقین کا نظریہ : کفار قیامت کو جلدی چاہتے ہیں جو اس پر یقین نہیں رکھتے۔ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا الخ مومنین کی خشیت : اور مسلمان جو اس پر یقین رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں کہ اس کا وقوع ایک غیر مشتبہ حقیقت ہے۔ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ ... الخ نتیجہ منکرین قیامت۔ ﴿۱۹﴾ اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ الخ شفقت خداوندی۔ لفظ "لطیف" چند معنی میں مستعمل ہوتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کا معنی "حفی" بمعنی مہربانی سے اور حضرت عکرمہ نے "بار" یعنی محسن سے کیا ہے۔
حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے سب ہی بندوں پر مہربان ہے، یہاں تک کہ کافر فاجر پر بھی، دنیا میں اس کی نعمتیں برستی ہیں۔ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ... الخ رزاقیت باری تعالیٰ : اللہ تعالیٰ کے رزق کے بے شمار اقسام و انواع ہیں بقدر ضرورت معاش رزق تو سب کے لئے عام ہے پھر خاص، خاص رزق کی تقسیم میں اپنی حکمت بالغہ سے مختلف درجات اور پیمانے رکھے ہیں، کسی کو مال و دولت کا رزق زیادہ دے دیا، کسی کو صحت وقوت کا، کسی کو علم و معرفت کا، کسی کو دوسری انواع و اقسام کا، اس طرح ہر انسان دوسرے کا محتاج بھی رہتا ہے اور یہی احتیاج انکو باہمی تعاون و تناصر پر آمادہ کرتا ہے جس پر تمدن انسانی کی بنیاد ہے۔
(مظہری۔ص۔۳۱۵۔ج۔۸)
رزق کی فراخی کیلئے مجرب عمل : مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جو شخص صبح

کو ستر مرتبہ پابندی سے یہ آیت پڑھا کرے وہ رزق کی تنگی سے محفوظ رہے گا اور فرمایا کہ یہ بہت مجرب عمل ہے آیت مذکورہ۔
(معارف القرآن۔ص۔۶۸۷۔ج۔۷۔م ش،د)

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ

جو شخص چاہتا ہے آخرت کی کھیتی ہم زیادہ کریں گے اس کیلئے اس کی کھیتی میں اور جو شخص دنیا کی کھیتی چاہتا ہے ہم دیں گے اسکو

مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ

اس میں سے اور نہیں ہوگا اس کیلئے آخرت میں کوئی حصہ ﴿۲۰﴾ کیا ان کیلئے کوئی شریک ہیں جنہوں نے مقرر کی ہیں ان کیلئے دین

يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾

میں وہ چیز جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی اور اگر نہ ہوتی فیصلے کی ایک بات تو البتہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور بیشک ظلم کرنے والے لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے ﴿۲۱﴾

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

دیکھو تم ظالموں کو ڈرنے والے ہونگے اس سے جو کمایا انہوں نے اور وہ ان پر واقع ہونے والا ہوگا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے

الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾

اچھے کام کئے، وہ جنت کے باغوں میں ہونگے ان کیلئے جو چاہیں گے ہوگا انکے رب کے پاس، یہ ہے فضیلت بڑی ﴿۲۲﴾

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ

یہ ہے وہ چیز جسکی خوشخبری دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے آپ کہہ دیجئے اے پیغمبر اے لوگو! میں نہیں مانگتا

اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

تم سے اس پر کچھ بدلہ مگر دوستی قرابت میں اور جو شخص کمائے بھلائی ہم زیادتی کریں گے اسکے اندر اسکی خوبی بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشش کرنے والا اور قدردان ہے ﴿۲۳﴾

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰي قَلْبِكَ ۭ وَيَمْحُ اللّٰهُ

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ جھوٹ باندھ لیا ہے؟ پس اگر چاہے اللہ تعالیٰ تو مہر کر دے آپ کے دل پر اور اللہ تعالیٰ مٹاتا ہے

الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ

باطل کو اور ثابت کرتا ہے حق کو اپنے کلمات کیساتھ، بیشک وہ جاننے والا ہے سینوں کے رازوں کو ﴿۲۴﴾ اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے

التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ

توبہ اپنے بندوں سے اور معاف کرتا ہے برائیاں اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۲۵﴾ اور وہ سنتا ہے

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝

دعا ان لوگوں کی جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال انجام دیئے اور زیادہ دیتا ہے انکو اپنے فضل سے اور کفر کرنے والے لوگ ان کیلئے عذاب شدید ہے ﴿۲۶﴾

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ

اور اگر اللہ تعالیٰ پھیلا دے روزی اپنے بندوں کیلئے تو البتہ سرکشی کریں گے وہ زمین میں، لیکن اتارتا ہے وہ ایک اندازے کے ساتھ جو چاہے

بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ

بیشک وہ اپنے بندوں کیساتھ خبر رکھنے والا اور انکے حالات کو دیکھنے والا ہے ﴿۲۷﴾ اور وہ وہی ہے جو اتارتا ہے بارش کو بعد اسکے کہ لوگ مایوس ہو جاتے ہیں اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت

وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ

اور وہ کارساز اور تعریفوں والا ہے ﴿۲۸﴾ اور اسکی نشانیوں میں سے ہے پیدا کرنا آسمانوں اور زمین کا اور جو پھیلایا ہے ان دونوں کے درمیان

دَاۗبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ ۝

جانوروں میں سے اور وہ انکے اکٹھا کرنے پر بھی، جب چاہے قدرت رکھتا ہے ﴿۲۹﴾

﴿۲۰﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ... الخ ربط آیات: اوپر قیامت کا ذکر تھا۔ "وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ" آگے اسی قیامت کو حاصل کرنے والوں، اور اس سے گریز کرنے والوں کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❸ : طالبین آخرت، طالبین آخرت کا نتیجہ، طالبین دنیا، تردید مشرکین، حکمت امہال مجرمین، کیفیت فریقین، طریق تبلیغ، منکرین قرآن کا شکوہ، قدرت باری سے جواب شکوہ، نتیجہ کفار، تائبین کی قبولیت توبہ، نتیجہ متقین، حکمت تفاوت درجات دنیوی، حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ، توحید خداوندی پر عقلی دلیل برائے قدرت باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات۔ ۲۰ تا ۲۹ +

طالبین آخرت : حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ساری خرابیوں کی جڑ دنیا پر مغرور ہونا ہے، انکو چاہئے کہ اس سے باز آجائیں اور آخرت کی فکر کریں۔ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ... الخ طالبین آخرت کا نتیجہ : کیونکہ جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اسکو اسکی کھیتی میں ترقی دیں گے اعمال صالحہ کی کھیتی اور اس پر ملنے والا ثواب اس کا پھل اور اسکی ترقی یہ ہے کہ ثواب مضاعف ملے گا۔

وَمَنْ كَانَ الخ طالبین دنیا : جو شخص دنیا کے لئے محنت کرتا ہے قسمت کے موافق ملے گا۔ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ الخ اور جو آخرت کے لئے کوشش نہ کرے اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں کیونکہ اس کے لئے ایمان شرط ہے اور وہ ان میں نہیں ہے۔

﴿۲۱﴾ تردید مشرکین : کیا منزل من اللہ قانون یعنی قرآن کریم کے نہ ماننے کی یہ وجہ ہے کہ انہیں شریکوں نے کوئی اور دین بنا دیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا۔ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ الخ حکمت امہال : فیصلہ کا دن معین نہ ہوتا تو ابھی فیصلہ کر دیا جاتا۔ ﴿۲۲﴾ کیفیت فریقین: فیصلہ کے دن ظالم خائف ہوں گے، اور ایمان والے خوش و خرم جنت میں ہوں گے۔

﴿۲۳﴾ مستحقین جنت : یہ خوشخبری اللہ تعالیٰ نے نیکوکاروں کو دی ہے۔ قُلْ لَّآ اَسْــَٔــلُكُمْ الخ طریق تبلیغ : جمہور مفسرین و محدثین اس آیت کی یوں تشریح فرمائی ہے کہ اے نبی ﷺ ان کفار قریش کو کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس ابلاغ دین اور نصیحت کرنے پر کچھ سوال نہیں کرتا مگر تم سے صرف اتنا طلب کرتا ہوں کہ حقوق قرابت کی رعایت کرتے ہوئے مجھ سے اپنے شر کو روک لو اور مجھے ابلاغ رسالت

کے معاملہ میں کھلا چھوڑ دو اگر تم میری مدد نہیں کر سکتے تو قرابت داری کا لحاظ کرتے ہوئے مجھے ایذاء نہ پہنچاؤ۔

(ابن کثیر۔ص۔۱۷۸۔ج۔۷)

اہل بیت کی محبت پر شیعہ کا استدلال اور اس کا جوب

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ شیعہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کہہ دیں کہ میں تم سے اس قرآن کے بیان کرنے پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا "اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى" مگر یہ کہ تم میرے اہل بیت کے ساتھ محبت کرو۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ جب یہ آیت (مذکورہ بالا) نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! مَن قَرَابَتُكَ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ"۔ (فتح الباری۔ص۔۴۵۸۔ج۔۸)

یعنی وہ کون سے قریبی رشتہ دار ہیں جن کی ہم پر مؤدت و دوستی واجب ہے تو آپ نے فرمایا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔ (کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ۔ص۔۱۱۲۔ج۔۱۔فی فضل اہل البیت)

مگر ان کا یہ کہنا عقلاً بھی باطل ہے اور نقلاً بھی۔

عقلاً: اس لئے باطل ہے کہ یہ سورۃ الشوریٰ مکی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر کے تشریف لے جاتے ہیں ۲ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح رمضان میں ہوا اور اس کے چند ماہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت نصف رمضان ۳ھ میں ہوئی، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت پانچ شعبان المعظم ۴ھ ہوئی۔

(نسب قریش۔ص۔۲۴۔۲۵۔تحت اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا؛ بحوالہ بنات اربعہ مولانا محمد نافع)

تو یہ سورۃ مکی ہے اور مکہ میں نہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا وجود تھا اور نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اور نہ ان کے والدین کا نکاح ہوا تھا، تو یہ ہم کیسے مانیں کہ "اَلْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى" کا معنی یہ ہے کہ تم اہل بیت سے محبت کرو۔

نقلاً: اس لئے باطل ہے۔ بخاری شریف میں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا حضرت سعید بن جبیر کی روایت ہے کہ یہ آیت اہل بیت سے محبت کرنے کے سلسلے میں ہے، فرمایا تم نے جلدی کی یہ مطلب نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میرا خیال نہیں رکھتے تو اسکو چھوڑ دو، میری تمہاری ساتھ رشتہ داری ہے کسی خاندان سے پھوپھی اور کسی خاندان سے چچی وغیرہ تو میرے ساتھ یہ قرابت ہے اس کا تو خیال رکھو۔

(ابن کثیر۔ص۔۱۷۸۔ج۔۷۔بخاری کتاب التفسیر محصلہ۔ص۔۷۱۳۔ج۔۲)

باقی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف روایت منسوب ہے اسکا جواب عرض خدمت ہے: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ "وَاِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ وَهُوَ سَاقِطٌ لِمُخَالَفَةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ" پھر آگے لکھتے ہیں "وَاِسْنَادُهٗ وَاهٍ فيه ضَعِيْفٌ وَرَافِضِيٌّ"۔

(فتح الباری۔ص۔۴۵۸۔ج۔۸۔کتاب التفسیر)

دونوں حوالہ جات کا مفہوم یہ ہے کہ اس روایت کی سند ضعیف ہے اور صحیح حدیث کے مخالف و معارض ہونے کی وجہ سے یہ روایت ساقط ہے اور تحریر فرماتے ہیں کہ اسناد اصل ہے اور اس کے اسناد میں ضعیف اور رافضی راوی ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اسناد ضعیف ہے۔ اس میں بعض مبہم مجہول لوگ ہیں جو اپنے جلنے والے شیعہ شیخ سے نقل کرتے ہیں اور وہ اپنے جلنے والا شیعہ شیخ "حسین الاشقر" ہے اور اس مقام میں اس کی روایت قبول نہیں کی جا سکتی۔ (ابن کثیر۔ص۔۱۷۹۔ج۔۷)

اس صراحت سے ثابت ہوا کہ اہل تشیع کا اس آیت سے استدلال دونوں طریق سے باطل ہے۔

وَمَنْ يَّقْتَرِفْ الخ نتیجہ متقین۔ ﴿۲۴﴾ منکرین قرآن کا شکوہ: کیا یہ منکرین مکذبین اس قرآن کو خود ساختہ خیال کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نے خود بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کر دی ہے۔

فَإِنْ يَّشَإِ اللهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللهُ الْبَاطِلَ الخ قدرت باری تعالیٰ سے جواب شکوہ :اسکی ایک تفسیر یہ ہے کہ اگر اللہ چاہے تو تیرے دل پر مہر لگا دے یعنی آپ کو قرآن کریم بھلا دے اور اللہ تعالیٰ باطل کو خود مٹا دے اور حق کو خود ثابت کر دے اپنے فیصلوں سے رب چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔(روح المعانی۔ص۔۴۹۔ج۔۲۵۔معالم التنزیل۔ص۔۱۱۲۔ج۔۴مظہری۔ص۔۳۲۱۔ج۔۸۔کازن۔ص۔۹۵۔ج۔۴۔کبیر۔ ص۔۵۹۶۔ج۔۲۷۔قرطبی۔ص۔۲۴۔ج۔۱۶۔مدارک۔ص۔۹۵ج۔۴)

دوسری تفسیر یہ ہے کہ پس اگر اللہ چاہے "یختم علی قلبك ای بالصبر علی اذا ھم" تیرے دل پر صبر کی مہر لگا دے تا کہ انکی اذیت پر آپ صبر کریں۔وَيَمْحُ اللهُ : آگے جملہ مستانفہ ہے اور مٹا دے اللہ تعالیٰ باطل کو اور ثابت کر دے حق کو اپنے فیصلوں سے "وَيَمْحُ اللهُ" میں واؤ کو بغیر کسی قاعدے کے محض تخفیف کے لئے حذف کر دیا ہے۔

(ابن کثیر۔ص۔۱۸۲۔ج۔۸۔روح المعانی۔ص۔۴۸۔ج۔۲۵۔معالم التنزیل۔ص۔۱۱۲۔ج۔۴)

جواب شکوہ :تمام تفسیروں کا حاصل یہ ہے کہ اگر بالفرض آپ کوئی غلط نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر بھی دیں تو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ آپ سے وحی کے فیض کا سلسلہ بند کر دے مگر وہ ایسا نہیں کرے گا ان بدبختوں کے طعن و تشنیع کی وجہ سے، مگر یہ فیض وحی جاری و ساری رہے گا اللہ تعالیٰ حق اور جھوٹ کو خوب جانتے ہیں۔ واللہ اعلم ﴿۲۵﴾ تائبین کی قبولیت توبہ :اگر یہ لوگ اب بھی توبہ کر لیں تو قبول ہو سکتی ہے۔﴿۲۶﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: نتیجہ متقین۔ترکیب:"اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" یہ مفعول ہے "يَسْتَجِيْبُ" کا اور فاعل اللہ ہے معنی یہ ہے کہ دعا قبول کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی جو مؤمن ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں اور یہی تفسیر اولیٰ ہے۔اور "الذین" سے پہلے مضاف محذوف ہے "ای يَسْتَجِيْبُ دعا الذین اٰمَنُوْا" یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی دعا قبول کرتا ہے جو ایمان والے ہیں۔(روح المعانی۔ص۔۵۲۔ج۔۲۵)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس پر اشکال ہوتا ہے مؤمنوں کی تخصیص سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی دعا قبول نہیں کرتا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض حضرات کہتے ہیں مؤمنوں کی تخصیص اس لئے کہ ہے کہ دعا کی قبولیت میں تعظیم و تکریم ہے اور یہ کفار کے لیے مناسب نہیں، البتہ کفار کی بھی دعا قبول ہوتی ہے مگر بطور استدراج۔(تفسیر کبیر۔ص۔۵۹۸۔ج۔۲۷)

وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ الخ نتیجہ کفار۔﴿۲۷﴾ حکمت تفاوت درجات دنیویٰ : تھوڑی سے نعمتیں حاصل کر کے یہ لوگ سرکش ہوتے ہیں، اور اگر اس سے زیادہ ملے، تو اللہ تعالیٰ کے باغی ہو جائیں اور زمین میں بغاوت پھیلائیں۔ اس لئے اپنے علم سے اندازے کے مطابق دیتا ہے۔﴿۲۸﴾ حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ : جب اسباب ظاہری کی وجہ سے لوگ بارش کے نہ آنے سے مایوس اور تنگ ہو جاتے ہیں تو تھوڑی سی بارش بقدر ضرورت نازل کر دیتا ہے تا کہ معلوم ہو جائے وہ جس طرح روزی اندازے سے دیتا ہے اسی طرح بارش خاص اوقات اور خاص مقدار میں عطاء فرماتا ہے۔

﴿۲۹﴾ توحید خداوندی پر عقلی دلیل برائے قدرت باری تعالیٰ : زمین و آسمان کی پیدائش اور تمام جانوروں کا وجود اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے جس طرح اس نے پھیلا ہے، اسی طرح جب چاہے اکٹھا کر سکتا ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ

اور جو پہنچتی ہے تم کو کوئی مصیبت پس اس وجہ سے جو کمایا ہے تمہارے ہاتھوں نے اور درگزر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بہت سی خطاؤں سے ﴿۳۰﴾ اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے

فِی الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰیٰتِہِ الْجَوَارِ فِی

زمین میں اور نہیں ہے تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی کارساز اور نہ کوئی مددگار ﴿۳۱﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں چلنے والی کشتیاں

الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ یَّشَاْ یُسْکِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاکِدَ عَلٰی ظَہْرِہٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ

سمندر میں مثل پہاڑوں کے ﴿۳۲﴾ اگر وہ چاہے تو روک دے ہوا کو پس ہو جائیں وہ ٹھہرے ہوئے اسکی پشت پر بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہر اس شخص کیلئے

لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ یُوْبِقْہُنَّ بِمَا کَسَبُوْا وَیَعْفُ عَنْ کَثِیْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّیَعْلَمَ الَّذِیْنَ

جو صبر کرنے والا اور شکر کرنے والا ہے ﴿۳۳﴾ یا ہلاک کر دے انکو اس وجہ سے جو انھوں نے کمایا اور وہ بہتوں سے درگزر فرماتا ہے ﴿۳۴﴾ اور تا کہ جان لیں وہ لوگ جو جھگڑا

یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا ؕ مَا لَہُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۚ

کرتے ہیں ہماری آیتوں میں کہ نہیں ہے ان کیلئے بھاگنے کی کوئی جگہ ﴿۳۵﴾ پس تمھیں جو کوئی چیز دی گئی ہے پس یہ سامان ہے دنیا کی زندگی کا

وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ

اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والی چیز ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر وہ بھروسہ رکھتے ہیں ﴿۳۶﴾ اور وہ لوگ جو بچتے ہیں بڑے گناہوں اور

الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا ہُمْ یَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّہِمْ وَاَقَامُوا

بے حیائی کی باتوں سے اور جب وہ غصے میں آتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں ﴿۳۷﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے حکم مانا اپنے پروردگار کا اور قائم کی

الصَّلٰوۃَ ۪ وَاَمْرُہُمْ شُوْرٰی بَیْنَہُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَہُمُ

نماز اور انکا معاملہ آپس میں مشورے سے طے ہوتا ہے اور جو کچھ ہم نے انکو روزی دی ہے اسمیں سے خرچ کرتے ہیں ﴿۳۸﴾ اور وہ لوگ کہ جب ان پر سرکشی کی جاتی ہے

الْبَغْیُ ہُمْ یَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُہَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ

تو وہ بدلہ لیتے ہیں ﴿۳۹﴾ اور بدلہ برائی کا ہے اس جیسی اور جسنے معاف کر دی اور صلح کر لی پس اسکا اجر اللہ پر ہے بیشک

عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِہٖ فَاُولٰٓئِکَ مَا عَلَیْہِمْ

وہ نہیں پسند کرتا ظلم کرنے والوں کو ﴿۴۰﴾ اور البتہ جس نے بدلہ لیا اس پر ظلم کئے جانے کے بعد پس یہ لوگ ہیں کہ

مِّنْ سَبِیْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ

نہیں ان پر کوئی الزام ﴿۴۱﴾ بیشک الزام ان لوگوں پر جو ظلم کرتے ہیں لوگوں پر اور سرکشی کرتے ہیں زمین میں ناحق یہی لوگ ہیں

الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِکَ لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ ع

جن کیلئے دردناک عذاب ہے ﴿۴۲﴾ اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا، بیشک یہ البتہ ہمت کے کاموں میں سے ہے ﴿۴۳﴾

﴿۳۰﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ الخ ربط آیات :اوپر ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ اگر رزق کشادہ کرے تو زمین میں سرکشی کریں۔ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ الخ آگے اسی سرکشی کے بارے میں فرمایا مصائب تمہاری سرکشی کا نتیجہ ہیں۔

خلاصہ رکوع ۴ :نتیجہ اعمال بد، حصر التصرف باری تعالیٰ نمونہ۔۱۔۲۔ گرفت خداوندی، تخویف مشرکین، دنیا کی بے ثباتی مستحقین آخرت کے اوصاف حمیدہ۔۱۔۲۔۳۔۴۔۵۔۶۔۷۔۸۔ طریق انتقام، مظلوم کے لئے اجازت انتقام مستحقین گرفت الٰہی، عفو کی اہمیت۔ ماخذ آیات: ۳۰ تا ۴۳+

نتیجہ اعمال بد۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ یہ خطاب عقل بالغ لوگوں کو ہے خواہ گنہگار ہوں یا نیک مگر نبی اس میں داخل نہیں، اور چھوٹے بچے بھی شامل نہیں، ان کے لئے اور کچھ ہوگا، اور اس میں دنیا کی سختی بھی آگئی اور قبر کی اور آخرت کی۔ (موضح القرآن)

﴿۳۱﴾ تردید منکرین :اللہ تعالیٰ کے ملک میں رہ کر قانون شکنی کر کے اسکی گرفت سے کس طرح بچ سکتے ہو۔

﴿۳۲﴾ حصر التصرف باری تعالیٰ کا نمونہ۔ ❶ وہ خشکی والوں پر ہی فقط قابض نہیں بلکہ بحر پر بھی قابض ہے اسکی کے حکم سے کشتیاں چلتی ہیں۔

﴿۳۳﴾ نمونہ۔ ❷ اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک دے اور کشتیاں کھڑی ہو جائیں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ الخ مستفیدین من الآیات۔

﴿۳۴﴾ گرفت خداوندی :اور اگر وہ چاہے تو شامت اعمال کے باعث کشتی والوں کو غرق کر دے۔ وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ :شفقت خداوندی: اور وہ بہت سے لوگوں سے درگذر فرماتا ہے۔

﴿۳۵﴾ وَيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ الخ تخویف مشرکین :آیات الٰہی میں مجادلہ کرنے والوں کیلئے نجات نہیں، علامہ محلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں ایک جملہ محذوف ہے اس واو کا عطف اس پر ہے وہ جملہ یہ ہے "اي يُغْرِقْهُمْ لِيَنْتَقِمَ مِنْهُمْ وَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ"۔ (تفسیر جلالین۔ ص۔ ۴۰۴) اللہ تعالیٰ انکو غرق کر دے، تا کہ ان سے انتقام لے، اور وہ لوگ جان لیں جو جھگڑا کرتے ہیں ہماری آیتوں میں، وہ کبھی گرفت خداوندی سے بچ نہیں سکتے۔

﴿۳۶ تا ۳۹﴾ دنیا کی بے ثباتی مستحقین آخرت کے اوصاف حمیدہ۔ اس سے ساز و سامان دنیا پر مغرور ہو کر قانون الٰہی کو مت توڑو یہ چیزیں فانی ہیں، اور پابندی قانون سے جو نعمتیں نصیب ہوں گی وہ دائمی ہیں ان کے حاصل کرنے کے لئے اوصاف حمیدہ کی ضرورت ہے پہلی صفت "وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ" یعنی ہر کام اور ہر حال میں اپنے رب پر بھروسہ رکھیں۔

دوسری صفت۔ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ "یعنی کبیرہ گناہوں سے خصوصاً بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرنے والے ہیں۔ کبیرہ گناہ میں سب ہی گناہ داخل ہیں "فواحش" کو الگ ذکر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ "فواحش" کا گناہ عام کبیرہ گناہوں سے زیادہ سخت بھی ہیں، اور ایک متعدی مرض ہے جس سے دوسرے لوگ بھی متاثر ہوتے ہیں۔ جیسے زنا، علانیہ بے حیائی کے کام جس سے معاشرہ خراب ہوتا ہے۔ وہ سب اس میں داخل ہیں۔

تیسری صفت :وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ :اس صفت میں حسن اخلاق کے اعلیٰ نمونہ کا ذکر ہے جب غصہ آئے تو ان کو معاف کر دیتے ہیں۔ چوتھی صفت : وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ :استجابت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ملے خواہ طبیعت کے مطابق ہو یا مخالف ہر حال میں اسکی تعمیل کرنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ،پانچویں صفت :اور نماز کو اس کے آداب کا خیال رکھ کر ادا کرتے ہیں۔ چھٹی صفت :"وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ" یعنی ان کے کام آپس میں مشورہ سے طے ہوتے ہیں۔ شوریٰ بروزن بشریٰ مصدر ہے تقدیر عبارت ذو شوریٰ ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ شریعت کے امور جو قرآن کریم کی نص سے حدیث سے اجماع سے ثابت ہوں ان کے

مسائل میں مشورہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے، غیر منصوص مسائل میں حل وعقد لوگوں سے علماء صلحاء فقہاء سے مشورہ لیں۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو مشورہ اس طریق پر نہیں بلکہ بے علم بے دین لوگوں میں دائر ہوں اس کا فساد اس کی صلاح پر غالب رہے گا۔ (روح المعانی۔ص۔۶۵۔ج۔۲۵)

ساتویں صفت۔ "وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ" یہاں نماز کے ذکر کے بعد مشورہ کا مسئلہ پہلے بیان کر کے پھر زکوٰۃ کا بیان آیا، اس میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ اقامت نماز کے لئے مساجد میں پانچ وقت اجتماع ہوتا ہے، اس اجتماع سے مشورہ طلب امور میں مشورہ لینے کا کام بھی لیا جاسکتا ہے۔ (روح المعانی۔ص۔۶۵۔ج۔۲۵)

﴿۳۹﴾ آٹھویں صفت مظلوم کے لئے انتقام کی اجازت : یعنی جب ان پر کوئی ظلم کرتا ہے تو یہ برابر کا انتقام لیتے ہیں۔ یہ صفت در حقیقت تیسری صفت کی توضیح وتشریح ہے۔ تیسری صفت تھی "وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ" غصہ آتا ہے تو انکو معاف کرتے ہیں۔ اس آٹھویں صفت میں بتایا کہ وہ انتقام لیتے ہیں۔ تو اس میں بظاہر آپس میں تعارض معلوم ہوتا ہے سورۃ آل عمران میں ہے "وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ" (آیت۔ ۱۳۴) مؤمنوں کی صفت ہے کہ غصہ پی لیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں اور یہاں اس ساتویں صفت میں ہے کہ بدلہ لیتے ہیں یہاں مؤمنین کا ذکر ہے اور وہاں بھی مؤمنین کا ذکر ہے۔

جوابؔ: ❶ یہ ہے کہ ان کا مصداق الگ الگ ہے وہ انتقام لیتے ہیں کافروں سے اور معاف کرتے ہیں مسلمانوں کو "اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ"۔

جوابؔ: ❷ یہ ہے کہ یہاں بھی مسلمان مراد ہیں اور وہاں بھی مسلمان مراد ہیں البتہ فرق اتنا ہے کہ ایک مسلمان غلطی کرتا ہے پھر اپنی غلطی پر نادم ہے تو ایسے مسلمان کو معاف کرتے ہیں۔ اور ایک وہ مسلمان ہے جو غلطی کرتا ہے پھر اپنی غلطی پر اصرار کرتا ہے تو ایسے موقعہ پر اس کا دماغ ٹھیک کرنا درست ہے۔

عفو وانتقام میں معتدل فیصلہ : حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سلف صالحین یہ پسند نہ کرتے تھے کہ مؤمنین اپنے آپ کو فساق فجار کے سامنے ذلیل کریں اور انکی جرأت بڑھ جائے اس لئے جہاں یہ خطرہ ہو کہ معاف کرنے سے فساق فجار کی جرأت بڑھے گی اور نیک لوگوں کو ستائیں گے وہاں انتقام لے لینا بہتر ہوگا اور معافی کا افضل ہونا اس صورت میں ہے جبکہ ظلم کرنے والا اپنے فعل پر نادم ہو اور ظلم پر اسکی جرأت بڑھ جانے کا خطرہ نہ ہو۔ (معارف القرآن۔ص۔۷۰۷۔ج۔۷۔م،ش،ر)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین، مخلصین اور صالحین کی دو خصوصیتیں ذکر فرمائی ہیں "هُمْ يَغْفِرُوْنَ" میں تو بتلایا کہ یہ غصہ میں مغلوب نہیں ہوتے۔ بلکہ رحم وکرم ان کے مزاج میں غالب رہتا ہے معاف کر دیتے ہیں۔ اور "هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ" میں یہ بتلایا کہ یہ بھی انہیں صالحین کی خصوصیت ہے کہ اگر کبھی ظلم کا بدلہ لینے کا داعیہ ان کے دل میں پیدا بھی ہو اور بدلہ لینے لگیں تو اس میں حق سے تجاوز نہیں کرتے۔ اگرچہ معاف کر دینا ان کے لئے افضل ہے۔ (بیان القرآن)

﴿۴۰﴾ طریق انتقام۔ ﴿۴۱﴾ مظلوم کے لئے اجازت انتقام۔ مظلوم کو بدلہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿۴۲﴾ مستحقین گرفت الٰہی : یعنی گرفت الٰہی ظالموں پر ہوگی۔ ﴿۴۳﴾ عفو کی اہمیت : مظلوم اگر صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ بڑے امور مقصودہ میں سے ہے۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ

اور جسکو اللہ تعالیٰ بہکا دے پس نہیں ہے اس کیلئے کوئی کام بنانے والا اس کے سوا اور دیکھے گا تو ظلم کرنے والوں کو جب وہ عذاب کو دیکھیں گے

يَقُولُونَ هَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّن سَبِيلٍ ﴿٤٤﴾ وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا خَاشِعِينَ مِنَ الذُّلِّ

اپنے سامان اور کہیں گے کیا ہے کوئی پھر جانے کی طرف راستہ؟ ﴿۴۴﴾ اور دیکھے گا تو انکو کہ پیش کئے جائیں گے اس آگ پر اور جھکی ہوئی ہوں گی

يَنظُرُونَ مِن طَرْفٍ خَفِيٍّ ۗ وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ

انکی نگاہیں ذلت سے اور دیکھیں گے وہ ذلیل نگاہوں سے اور کہیں گے وہ لوگ جو ایمان لائے، بیشک نقصان اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے نقصان میں ڈالا

وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا إِنَّ الظَّالِمِينَ فِي عَذَابٍ مُّقِيمٍ ﴿٤٥﴾ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنْ أَوْلِيَاءَ

اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن سنو، بیشک ظلم کرنے والے دائمی عذاب میں مبتلا ہونگے ﴿۴۵﴾ اور نہیں ہوگا ان کیلئے کوئی کارساز کہ انکی مدد کرے

يَنصُرُونَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ ۗ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن سَبِيلٍ ﴿٤٦﴾ اسْتَجِيبُوا لِرَبِّكُم

اللہ کے سوا اور جسکو اللہ بھٹکادے پس نہیں ہے اس کیلئے کوئی راستہ ﴿۴۶﴾ قبول کرو اپنے پروردگار کی بات کو قبل اسکے کہ

مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ ۚ مَا لَكُم مِّن مَّلْجَإٍ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُم

آجائے وہ دن کہ جس کیلئے پھیرنا نہیں ہے اللہ کی جانب سے نہیں ہوگی تمہارے لئے کوئی جائے پناہ اس دن اور نہیں ہوگا

مِّن نَّكِيرٍ ﴿٤٧﴾ فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۖ إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ

تمہارے لیے انکار کرنیکا کوئی موقع ﴿۴۷﴾ پس اگر اعراض کیا ان لوگوں نے تو نہیں بھیجا ہم نے آپکو ان پر نگہبان بنا کر نہیں ہے آپ کے ذمے مگر پہنچادینا

وَإِنَّا إِذَا أَذَقْنَا الْإِنسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ

اور بیشک جب ہم چکھاتے ہیں انسان کو اپنی طرف سے مہربانی تو اترانے لگتا ہے اسکے ساتھ، اور اگر پہنچتی ہے انکو کوئی برائی انکے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے

فَإِنَّ الْإِنسَانَ كَفُورٌ ﴿٤٨﴾ لِّلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَاثًا

تو بیشک انسان ناشکر گزارا ہوتا ہے ﴿۴۸﴾ اللہ کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی پیدا کرتا ہے جو چاہے بخشتا ہے جسکو چاہے بیٹیاں اور بخشتا ہے

وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ ﴿٤٩﴾ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيمًا ۚ

جس کو چاہے بیٹے ﴿۴۹﴾ یا جوڑا جوڑا دیتا ہے انکو بیٹے اور بیٹیاں اور بناتا ہے جسکو چاہے بانجھ، بیشک وہ سب کچھ جاننے والا

إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴿٥٠﴾ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ

اور قدرت رکھنے والا ہے ﴿۵۰﴾ اور نہیں کسی انسان کے لائق کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر وحی کی صورت میں یا پردے کے پیچھے سے یا وہ کسی پیغام لانے والے کو

رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ﴿٥١﴾ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ

بھیجے پس وحی پہنچائے وہ اسکے حکم سے جو چاہے بیشک وہ بلند اور حکمتوں والا ہے ﴿۵۱﴾ اور اسی طرح ہم نے وحی کی آپکی طرف روح اپنے حکم سے آپ نہیں جانتے تھے کہ

اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ

کیا کتاب اور نہ ایمان لیکن ہم نے کیا اسکو نور ہدایت دیتے ہیں ہم اسکے ساتھ جسکو چاہیں اپنے بندوں میں سے

مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي

اور بیشک البتہ آپ راہنمائی کرتے ہیں سیدھے راستے کی طرف ﴿۵۲﴾ راستہ اس اللہ کا جس کیلئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

اور جو کچھ ہے زمین میں آگاہ رہو اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں سب کام ﴿۵۳﴾

﴿۴۴﴾ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں اہل ایمان کے اوصاف حمیدہ کا ذکر تھا۔ "وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ الخ" اب ان آیات میں گمرہوں اور مجرموں کی بدنصیبی ذلت و محرومی کا بیان ہے۔

خلاصہ رکوع ۵ تقطیع الطمع، مجرمین کی تمنا، مجرمین کی رسوائی، مؤمنین کا اعلان، تنبیہ مشرکین، نفی شفیع قہری اصول کامیابی، تسلی خاتم الانبیاء تصرف باری تعالیٰ کے چار نمونے، اقسام وحی کی تشریح۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ صداقت قرآن، فضیلت قرآن و مستحقین ہدایت، صراط مستقیم کی تشریح۔ ماخذ آیات۔ ۴۴ تا ۵۳+

تقطیع الطمع۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے اسکو کہیں سے بھی ہدایت نہیں مل سکتی۔ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ الخ کیفیت مجرمین۔ يَقُوْلُوْنَ ... الخ مجرمین کی تمنا۔ ﴿۴۵﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا : مجرمین کی رسوائی : "ھا" ضمیر کا مرجع عذاب ہے مگر وہ مذکر ہے اور یہ "ھا" مؤنث ہے، تو فرماتے ہیں کہ اس کا مرجع "النار" ہے جس پر لفظ عذاب دلالت کرتا ہے۔ جو "رَاَوُا الْعَذَابَ" میں ہے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا : مؤمنین کا اعلان : اہل ایمان کا کفار کی بدبختی پر افسوس۔ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ الخ تنبیہ مشرکین : خود بھی ڈوبے اور اپنے اہل وعیال کو بھی لے ڈوبے کیونکہ عام طور پر بیوی بچے بھی اپنے بڑوں کے ہی تابع ہوتے ہیں۔ ﴿۴۶﴾ نفی شفیع قہری۔ ﴿۴۷﴾ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ الخ اصول کامیابی : "وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ" اور نہ تم انکار کرسکو گے۔ اسکو یوں سمجھیں کہ ایک جج فیصلہ کرتا ہے، دوسرا اس کا دوست جو اس سے بڑے منصب والا ہے، وہ اسے تنبیہ کرتا ہے کہ تو نے یہ فیصلہ اچھا نہیں کیا، تو نے ظلم کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا جو فیصلہ ہوگا وہ تمہارے لئے تمہارے فائدہ کے لئے ہوگا، اس فیصلہ پر کوئی انکار کرنے والا نہ ہوگا کہ ایسا فیصلہ کیوں کیا ہے اس پر نظر ثانی کرو ایسا نہیں ہوگا۔

﴿۴۸﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا الخ تسلی خاتم الانبیاء : ارشاد ہوتا ہے کہ اے اللہ کے نبی! تمہاری تمام تر خیر خواہی اور تبلیغ کے باوجود یہ لوگ اعراض کریں، آپ کی بات پر توجہ نہ دیں، تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر تو نہیں بھیجا کہ آپ ان کو حق کی بات منوا کر ہی چھوڑیں۔ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ : فریضہ خاتم الانبیاء : بس آپ کے ذمہ پہنچا دینا ہے۔ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ : کیفیت مشرک : انسان کی طبیعت اور بے رخی کو بیان فرمایا ہے۔ وَاِنْ تُصِبْهُمْ ... الخ مشرک کی بے انصافی۔

﴿۴۹﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ الخ حصر المالکیت فی ذات باری تعالیٰ۔ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الخ تصرت باری تعالیٰ کا نمونہ۔

۱ ۲ اولاد اپنی منشاء سے عطاء کرتا ہے، چاہے لڑکیاں یا لڑکے۔

پہلے لڑکی کی پیدائش عورت کی خوش بختی کی علامت ہے : مسئلہ : واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ : عورت کی خوش بختی کی علامت

ہے کہ اس کے ہاں پہلے لڑکی کی پیدائش ہو لڑکے سے قبل۔ کیونکہ آیت مذکورہ میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ (۴۹) اس میں اناثی (لڑکی) کا ذکر پہلے فرمایا اور لڑکے کا بعد میں (قرطبی)

مسئلہ: نقاش نے نقل کیا ہے کہ یہ آیت خصوصاً انبیاء علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے اگر چہ اس کا حکم عام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو صرف بیٹیاں عطا کی تھیں اور ابراہیم علیہ السلام کو صرف بیٹے، کوئی بیٹی نہیں تھی، اور اسماعیل و اسحاق علیہما السلام کو لڑکے اور لڑکیاں دونوں عطا کیے تھے یحییٰ علیہما السلام لاولد تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے (قرطبی)

مسئلہ: ابن العربی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عموم قدرت اور مخلوقات کی پیدائش میں اس کی قوت کاملہ کا ذکر ہے۔

مسئلہ: آیت میں اولاد کی ممکنہ تمام صورتوں کا ذکر ہے لیکن خنثیٰ کا ذکر نہیں حالانکہ کبھی مولود خنثیٰ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خنثیٰ کی ولادت نادر ہے اور آیت میں عام صورتحال کا ذکر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خنثیٰ پر یا تو مرد ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے (فقہی اعتبار سے) یا عورت ہونے کا۔ اس لیے وہ ان میں داخل ہوگا۔ واللہ اعلم

﴿۵۰﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا الخ حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ نمونہ۔ ❸ یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں جوڑوں کی شکل میں دیتا ہے، ہر شخص کے حالات کے مطابق بعض کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں صنفیں عطاء کر دیتا ہے۔ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا: نمونہ۔ ❹ اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے، یعنی کچھ بھی نہیں دیتا۔

شیعہ مذہب میں مرد کا مرد سے نکاح جائز ہے

حسن بن موسیٰ نوبختی فرق الشیعہ۔ ص۔ ۹۳۔ میں لکھتا ہے کہ۔ "وقالوا باحة المحارم من الفروج والغلمان واعتلوا فی ذلك بقول الله عزوجل اويزوجهم ذكرانا واناثا"۔ یعنی محارم اور لڑکوں سے وطی حلال ہے اس کی دلیل قرآن کریم میں موجود ہے یا نکاح کرتا ہے لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ۔

عورتوں کے ساتھ وطی فی الدبر میں کوئی حرج نہیں

چنانچہ ابی جعفر محمد بن حسن طوسی لکھتا ہے کہ ایک آدمی نے امام جعفر سے پوچھا کہ عورت کے ساتھ اس کی دبر استعمال کرنا جائز ہے تو امام جعفر نے فرمایا جب وہ عورت رضامند ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (تہذیب الاحکام۔ ص۔ ۱۴۲۲۔ کتاب النکاح، باب السنۃ فی عقود النساء وزفاف النساء الخ رقم الحدیث۔ ۲۹)

اور آگے لکھتا ہے کہ: "سئلت اباالحسن الرضا عليه السلام عن اتيان الرجل المرأة من خلفها فقال: احلت آية من كتاب الله عزوجل قول لوط: "هؤلاء بناتي هن اطهر لكم" وقد علم انهم لايريدون الفرج"۔ (تہذیب الاحکام۔ ص۔ ۱۴۲۲۔ کتاب النکاح، باب السنۃ فی عقود النساء وزفاف النساء الخ رقم الحدیث۔ ۳۱)

ترجمہ: امام موسیٰ رضا سے عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا قرآن کی آیت نے اسے حلال کیا ہے حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا یہ میری بیٹیاں تمہارے لیے پاکیزہ تر ہیں وہ جانتے تھے کہ قوم لوط عورتوں کے ساتھ فطری طریقہ سے وطی کرنا نہیں چاہتی تھی بلکہ وہ تو خلاف وضع فطرت کے عادی ہیں۔

اور نوبختی صاحب لکھتے ہیں کہ: "وَيَقُوْلُ بِالْاِبَاحَةِ لِلْمَحَارِمِ وَيُحَلِّلُ نِكَاحَ الرِّجَالِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِيْ اَدْبَارِهِمْ وَيَزْعُمُهُمْ

اِنَّ ذٰلِكَ مِنَ التَّوَاضُعِ وَالتَّذَلُّلِ وَاَنَّهٗ اِحْدَى الشَّهَوَاتِ وَالطَّيِّبَاتِ وَاَنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ۔ (فرق الشیعه۔ ص۔ ۹۳۔ تالیف ابی محمد الحسن بن موسی النوبختی۔ المطبعة الحیدریه۔ فی النجف۔ ۱۳۵۵ھ ۱۹۳۶ء)

محرم عورتوں، (ماں، بہن بیٹی وغیرہ) کے ساتھ نکاح جائز ہے اور مرد کا مرد کیساتھ بھی نکاح جائز ہے ایک دوسرے کی دبر استعمال کریں اور انہیں (روافض) کا گمان ہے کہ اس فعل میں تواضع اور انکساری پائی جاتی ہے اور یہ فعل خواہشات اور طیبات میں سے ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ان باتوں میں سے کوئی بھی حرام قرار نہیں دی۔

ماں بہن بیٹی سے نکاح کی ممانعت

اس کی تفصیل (سورۃ نساء کی آیت۔ ۲۳۔) میں گذر چکی ہے۔ اور لڑکوں سے نکاح اور بد فعلی کی ممانعت حضرت لوط علیہ السلام کی داستان مین موجود ہے اس بد فعلی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو تباہ کیا اور مذہب شیعہ اس بد فعلی کا دروازہ کھول کر قوم لوط کیطرح امت محمدیہ ﷺ کو بے شرم اور بے حیاء بنانا چاہتے ہیں یہ واضح طور پر عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ جبکہ قرآن کریم میں صراحتاً موجود ہے کہ ایسا فعل جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا حق تعالیٰ شانہ راہ حق سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

﴿۵۱﴾ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ الخ اقسام وحی تشریح : اس آیت میں وحی کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی صورت : "وحیا" یعنی کسی مضمون کو قلب میں ڈال دینا خواہ حالت بیداری میں ہو یا نیند میں بصورت خواب۔ اس صورت مین عموماً الفاظ اللہ تعالیٰ کیطرف سے نہیں ہوتے صرف ایک مضمون قلب میں آتا ہے جس کو وہ اپنے الفاظ میں تعبیر کرتے ہیں۔ دوسری صورت : "مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ" ہے یعنی حالت بیداری میں کوئی کلام پس پردہ سنے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر پیش آیا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنا مگر زیارت نہیں ہوئی۔ تیسری صورت : "اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا" یعنی کسی فرشتے جبرائیل وغیرہ کو اپنا کلام بھیجا جائے وہ رسول کو پڑھ کر سنا دے۔ اور یہی طریقہ عام رہا ہے قرآن کریم پورا اسی طرح بواسطہ ملائکہ نازل ہوا ہے۔ (معارف القرآن م،ش،د)

﴿۵۲﴾ صداقت قرآن : "رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا" شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس جگہ "رُوْحًا" سے مراد خود قرآن کریم ہے کیونکہ اس کی تاثیر سے مردہ قلوب زندہ ہوتے ہیں اور انسان کو ابدی حیات حاصل ہوتی ہے دیکھ لو جو قومیں کفر و ظلم اور بد اخلاقی کی موت مر چکی تھیں کس طرح قرآن نے ان میں جان ڈالدی۔ "وَلَا الْاِيْمَانُ" یعنی ایمان اور اعمال ایمانیہ کی یہ تفاصیل جو بذریعہ وحی آپ کو معلوم ہوئیں پہلے سے کہاں معلوم تھیں گو نفس ایمان کے ساتھ ہمیشہ سے متصف تھے۔

وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا : الخ فضیلت قرآن و مستحقین ہدایت : یعنی قرآن کریم کی روشنی میں جن بندوں کو ہم چاہیں سعادت و فلاح کے راستہ پر لے چلتے ہیں آپ تو سب بندوں کو قرآن کریم کے ذریعہ سے اللہ تک پہنچنے کی سیدھی راہ بتلاتے رہتے ہیں کوئی اس پر چلے یا نہ چلے۔ (تفسیر عثمانی) ﴿۵۳﴾ صراط مستقیم کی تشریح : یہاں اللہ والا راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی رحمت کے مقام تک پہنچاتا ہے مطلب یہ ہے کہ قرآن اور نبی دونوں صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور وہی آسمان و زمین کا مالک اور مدبر اور متصرف ہے۔

ختم شدہ سورۃ الشوریٰ بفضلہٖ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین
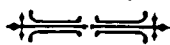
بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الزخرف

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الزخرف ہے جو اس کی آیت۔ ۳۵۔ کے لفظ زخرت سے ماخوذ ہے، یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۴۳۔ ویں نمبر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۶۳۔ ویں نمبر پر ہے، اس سورۃ میں۔ ۷۔ رکوع۔ ۸۹۔ آیات ہیں۔ زخرف حقیقت میں سونے کی ملمع سازی کو کہتے ہیں۔

اگر پیتل یا کسی دوسری دہات پر سونے کا پانی چڑھا دیا گیا ہو تو وہ چیز زخرف یا سنہری کہلائے گی۔

وجہ تسمیہ : اس سورۃ میں سونے چاندی کی حقیقت واضح کی گئی ہے اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام زخرف قرار پایا ہے۔ یہ سورۃ بھی حوامیم سبعہ کی طرح مکی ہے اور گزشتہ سورۃ الشوریٰ کے بعد نازل ہوئی ہے۔

ربط آیات۔ ❶ گزشتہ سورۃ کا اختتام وحی الٰہی کی تحقیق اور نزول وحی کی صورتوں پر تھا۔ کما قال تعالیٰ ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ﴾ الخ اب اس سورۃ کی ابتدا وحی الٰہی اور کتاب ربانی کی عظمت اوصاف عالیہ کے بیان سے کی جارہی ہے۔ کما لا یخفی۔

❷ گزشتہ سورۃ کے آخر میں صداقت کتاب، توحید اور رسالت کا ذکر تھا۔ کما لا یخفی : اس سورۃ میں بھی انہیں تین چیزوں کا ذکر ہے اور اسی کی مناسبت سے آگے واقعات بیان ہوں گے۔ کما لا یخفی۔

موضوع سورۃ : اس سورۃ مین عقائد کے متعلق مضامین بیان کئے گئے ہیں مثلاً اثبات توحید، ابطال شرک، اثبات وحی، اثبات رسالت، مشرکین کے شبہات اور ان کے جوابات، تسلی خاتم الانبیاء تحقیر دنیا، تہدید منکرین، توحید و رسالت کی تائید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات، اہل ایمان کے لئے قیامت کے وعدے وغیرہ۔ واللہ اعلم

سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — تِسْعٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ۝۱ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۲ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۳ وَاِنَّهٗ فِيْٓ

حٰمٓ ﴿۱﴾ قسم ہے کھول کر بیان کرنیوالی کتاب کی ﴿۲﴾ بیشک ہم نے رکھا ہے اس قرآن کو عربی زبان میں تاکہ تم سمجھ سکو ﴿۳﴾ اور یہ کتاب لوح محفوظ میں

اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝۴ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝۵

ہمارے پاس ہے بہت بلند اور مضبوط ﴿۴﴾ کیا ہم پہلو تہی کردیں گے تمہیں نصیحت کرنے سے اس لئے کہ تم اسراف کرنے والے ہو ﴿۵﴾

وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝۶ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۷

اور کتنے پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیجے ﴿۶﴾ اور نہیں آیا انکے پاس کوئی نبی مگر وہ اس کے ساتھ ٹھٹا کرتے تھے ﴿۷﴾

فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٨﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

پس ہم نے ہلاک کیا ان سے زیادہ گرفت والے لوگوں کو اور گزر چکی ہیں مثالیں پہلے لوگوں کی ﴿۸﴾ اور اگر آپ ان سے سوال کریں کی کس نے پیدا کیا ہے

وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿٩﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ

آسمانوں اور زمین کو تو البتہ ضرور کہیں گے کہ پیدا کیا انکو زبردست اور علم والے پروردگار نے ﴿۹﴾ وہ جسنے بنایا ہے

فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠﴾ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ

تمہارے لئے زمین کو گہوارہ اور بنائے ہیں تمہارے لئے اسمیں رستے تا کہ تم راہ پاؤ ﴿۱۰﴾ اور جس نے اتارا آسمان کی طرف سے پانی خاص اندازے کے ساتھ پس زندہ کیا

بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿١١﴾ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ

ہم نے اسکے ساتھ مردہ شہر کو اسی طرح تم نکالے جاؤ گے ﴿۱۱﴾ اور وہ ذات جس نے پیدا کئے ہیں جوڑے سب کے سب اور بنائے ہیں تمہارے لئے کشتیوں سے

وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿١٢﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ

اور مویشیوں سے جن پر تم سواری کرتے ہو ﴿۱۲﴾ تا کہ برابر ہو کر بیٹھو اس کی پشت پر، پھر تم یاد کرو اپنے پروردگار کی نعمت کو جب تم بیٹھ جاتے ہو اس پر اور کہو پاک

عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿١٣﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿١٤﴾

ہے وہ ذات جس نے مسخر کر دیا ہے ہمارے لئے اسکو اور نہیں تھے ہم اسکو قابو میں رکھنے والے ﴿۱۳﴾ اور بیشک ہم نے اپنے پروردگار کی طرف البتہ لوٹ کر جانے والے ہیں ﴿۱۴﴾

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾

اور ٹھہرایا انہوں نے اس (اللہ) کیلئے اس کے بندوں میں سے حصہ بیشک انسان البتہ کھلا ناشکر گزار ہے ﴿۱۵﴾

ع ۵ ۱ ۷

خلاصہ رکوع ۱ حقانیت قرآن، لسان قرآن کی تشریح، کیفیت حفاظت قرآن، تنبیہ منکرین قرآن، تسلی خاتم الانبیاء، نتیجہ مخالفین انبیاء، مشرکین سے طریق مناظرہ، تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ تصرف باری تعالیٰ، مشرکین کی گستاخی، نتیجہ کفر۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۱۵+

﴿۲﴾ حقانیت قرآن: قسم ہے کتاب واضح کی اس سے مراد قرآن کریم ہے اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کی قسم کھاتے ہیں تو عموماً وہ چیز بعد کے دعوے کی دلیل ہوا کرتی ہے یہاں قرآن کریم کی قسم کھا کر اس طرف اشارہ فرما دیا گیا ہے کہ قرآن کریم بذات خود اپنے اعجاز کی وجہ سے اپنی حقانیت کی دلیل ہے اور قرآن کریم کو واضح کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے وعظ و نصیحت پر مشتمل مضامین بآسانی سمجھ آجاتے ہیں۔ ﴿۳﴾ لسان قرآن کی تشریح: عربی میں اس لئے نازل کیا تا کہ تم آسانی سے سمجھ سکو۔

﴿۴﴾ کیفیت حفاظت قرآن۔ یعنی یہ قرآن کریم لوح محفوظ میں ہمارے پاس بہت ہی بلند مرتبہ چیز ہے۔ (جلالین۔ص۔۴۰۶۔ج۔۲)

﴿۵﴾ تنبیہ منکرین قرآن۔ یعنی کیا تمہارے اعراض کے باعث قرآن کریم کو ہٹالیں گے اور تم حد اطاعت سے گزرنے والے ہو خواہ تم مانو یا نہ مانو تمہیں نصیحت برابر کی جائے گی۔ علامہ محلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "نضرب، نسلك" یعنی روکنا کے معنی میں ہے۔

(جلالین۔ص۔۴۰۶۔ج۔۲)

اس تفسیر کی رو سے مطلب یہ ہوا کہ ہم روک لیں تم سے قرآن کریم۔ صاحب کشاف نے اس کا معنی کیا افننحي :یعنی پہلو تہی کرنا۔ (کشاف۔ص۔۲۳۷۔ج۔۴) اس تفسیر کی رو سے مطلب یہ ہے کہ کیا ہم پہلو تہی کریں گے تم سے اس ذکر کے بارے میں اور لوٹا دیں گے تم کو "صفحاً" ترکیب میں کیا ہے؟ اس میں دو وجہیں ہیں۔ ❶ مفعول لہ ہے اس کا معنی ہے کیا ہم روک لیں تم سے ذکر کو پہلو تہی کی وجہ سے۔ ❷ حال ہے اور مصدر ہے جمع "صافحین" کے معنی میں۔ مطلب یہ ہے کہ "افنضرب عنکم الذکر صافحین" کیا ہم روک دیں گے تم سے قرآن کو دراں حالانکہ ہم پہلو تہی کرنے والے ہیں۔ "ان" تعلیلیہ ہے اس لئے کہ تم مسرف قوم ہو۔ یعنی حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہو اس وجہ سے ہم تم سے قرآن پاک کو روک نہیں لیں گے بلکہ تم تک اس قرآن کو پہنچائیں گے ماننا اور نہ ماننا تمہارا کام ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص دعوت و تبلیغ کا کام کرتا ہے اسے ہر شخص کے پاس پیغام حق لے جانا چاہئے اور کسی گروہ یا جماعت کو تبلیغ کرنا محض اس بناء پر نہیں چھوڑنا چاہئے کہ وہ تو انتہاء درجے کے ملحد بے دین یا فاسق و فاجر ہیں انہیں کیا تبلیغ کی جائے۔ (معارف القرآن۔ص۔۷۱۸۔ج۔۷)

﴿۶،۷﴾ تسلی خاتم الانبیاء: بعض لوگوں کی مخالفت کے باوجود ہم نے نبیوں کا سلسلہ جاری رکھا منقطع نہیں کیا اسی طرح ان لوگوں کی مخالفت کے باوجود قرآن کے نزول کا سلسلہ بند نہیں کیا جائے گا مگر لوگوں نے ہمیشہ انبیاء علیہم السلام سے استہزاء کیا۔

﴿۸﴾ فَأَهْلَكْنَا :الخ نتیجہ مخالفین انبیاء :ہم نے ان سے زیادہ گرفت والوں کو ہلاک کر ڈالا۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ بھی اپنے انجام کو پہنچ کر رہیں گے۔ (قرطبی۔ص۔۵۵۔ج۔۱۶)

﴿۹﴾ مشرکین سے طریق مناظرہ :اور اگر آپ ان مشرکین سے پوچھیں آسمان و زمین کا خالق کون ہے؟ تو بتائیں گے کہ اللہ ہی ہے پھر بھی ضد اور جہالت سے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ ﴿۱۰﴾ تذکیر بآلاء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل۔ ❶ وہی خالق ہے جس نے زمین کو بچھونا بنایا اور اس میں راستے بنا دیئے۔ ﴿۱۱﴾ عقلی دلیل۔ ❷ تصرف باری تعالیٰ :جس نے پانی نازل فرمایا حسب ضرورت تاکہ لوگوں کی ضروریات پوری ہوں۔ فَأَنْشَرْنَا بِهِ :الخ حکمت انزال ماء: پھر غیر آباد زمین کو آباد کر دیا۔

فَائِدَہ : زمانہ موجودہ میں مردہ کو میت بسکون یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں، اور زمانہ مستقبل میں مرنے والے کو میت بتشدید یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ (قرطبی) كَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ :اثبات بعث بعد الموت :اسی طرح تم مرنے کے بعد قبروں سے اٹھائے جاؤ گے۔

﴿۱۲﴾ توحید خداوندی پر دلیل عقلی۔ ❸ جس نے ہر جسم کے جوڑے بنائے اور کشتیاں اور چار پائے بنائے۔ یہ بنی آدم کے لئے عمومی انعامات ہیں جو توحید پر عقلی دلائل ہیں۔

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں "الازواج" سے مراد تمام اصناف ہیں، جیسا کہ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے جبکہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ازواج سے مراد سردی اور گرمی کے موسم ہیں۔ رات اور دن ہیں، زمین و آسمان ہیں، شمس و قمر ہیں، جنت و دوزخ ہیں۔ جبکہ ایک قول یہ ہے کہ ازواج سے مراد حیوانات کے مذکر و مؤنث ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ چیز مراد ہے جس میں انسان ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ مثلاً :خیر و شر، ایمان و کفر، نفع و ضرر، فقر و غنا، صحت و مرض مراد ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ آخری قول تمام اقوال کو جامع اور راجح ہے۔

آج کے دور کی نئی ایجادات بدعت نہیں: "مَا تَرْكَبُونَ" میں ہر سواری داخل ہے خواہ ہوائی جہاز ہوں یا گاڑیاں وغیرہ آیت بالا میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مختلف مخلوقات، ان کی اصناف و ازواج وغیرہ کی تخلیق کا بطور نعمت تذکرہ فرمانے کے بعد ان نعمتوں کا تذکرہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے سواری کے طور پر پیدا فرمائی ہیں جو انسانوں اور ان کے ساز و سامان اور مال و متاع کو زمین کے ایک سرے

سے دوسرے سرے تک باآسانی پہنچادیتی ہیں کہ جن کا نقل وحمل انسان کے لیے جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔ان نعمتوں کی دو قسمیں ہیں :ایک وہ سواری جوغیر ذی حیات ہو یعنی لو ہے، لکڑی وغیرہ سے بنائی ہو یا ایسے کسی بھی مادہ سے بنائی گئی ہو جسے اللہ سبحانہ عزوجل نے بنی نوع انسان کے نفع کے لیے پیدا فرمایا ہے۔مثلاً کشتی اور بحری جہاز اور اسی کا ذکر لفظ فلک سے فرمایا اور اس سے لفظ فلک میں تمام وہ سواریاں داخل ہیں جو غیر ذی حیات ہوں اور ان میں انسانی کاریگری اور صنعت کار فرما ہو اگرچہ اصل خلقت کے اعتبار سے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کردہ ہیں۔ چنانچہ اس قسم میں قیامت تک انسانی صفت وکاریگری سے وجود میں آنے والی تمام مراکب وسواریاں داخل ہوں گی۔خواہ وہ قدیم زمانہ کی کشتیاں بادبانی جہاز ہوں یا جدید بحری جہاز وغیرہ۔اور جدید ہوائی جہاز، ریل گاڑیاں، موٹر کاریں، گاڑیاں، ٹرک وغیرہ سب داخل ہیں۔

اور یہ سب اگرچہ انسانی صنعت کا نتیجہ ہیں لیکن اصل کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ سب بھی اللہ سبحانہ عزوجل ہی کی تخلیق ہیں کیونکہ یہ جدید سواریاں اور نقل وحمل کے ذرائع جن مختلف مادوں سے بنائے جاتے ہیں لوہا، لکڑی، دیگر دھاتیں، پلاسٹک وغیرہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کردہ ہیں۔ پھر انسان کی تخلیقی وفکری صلاحیت، جسمانی قوت وصلاحیت یہ سب بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی پیدا کردہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ ساری چیزیں انسان کے لیے مسخر کردی ہیں۔اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تسخیر نہ دی جاتی تو انسان کی یہ قدرت وطاقت ہی نہ تھی کہ وہ پہاڑوں کو تراشتا اور لوہے کو پگھلاتا اور جیسے چاہے اسے مختلف صورتوں میں ڈھالتا۔

بہرکیف! مراکب وسواریوں کی یہ پہلی قسم اللہ تعالیٰ نے لفظ ''فلک'' میں بیان کردی ہے۔

جب کہ دوسری قسم وہ ہے جو ذی حیات سواریاں ہیں جیسے جانور، چوپائے، اونٹ، بیل، گھوڑے، خچر، گدھے وغیرہ۔یہ انسانی باربرداری اور نقل وحمل کا آسان تر، سستا ترین اور سب سے زیادہ کثیر الاستعمال ذریعہ ہے جو دور قدیم سے دور جدید تک ہر دور ہر زمانہ اور ہر خطہ زمین میں یکساں طور استعمال ہوتا ہے۔ان میں سے کوئی چیز بھی بدعت نہیں ہے۔

﴿۱۳﴾ فریضہ بنی آدم وسواری پر بیٹھنے کی دعا : تاکہ اس سواریوں پر سوار ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ۔حضرات مفسرین فرماتے ہیں "ظُهُوْرِهٖ" میں "ظهور" کا لفظ جمع کا ہے اور ضمیر "ہ" مفرد لائے ہیں اور "وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ" میں لفظ "ما" معنی جمع اور لفظاً مفرد ہے اس "ما" کی مناسبت سے "ظُهُوْرِهٖ" میں "ہ" ضمیر مفرد لائے۔ (جلالین۔ص۔۴۰۶۔ج۔۲)

و "اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ" میں "عليه" ضمیر مفرد کی لائے اور معنی جمع ہے اس لئے "ظهور" جمع لائے ہیں۔

﴿۱۴﴾ سفر آخرت کی یاد دھانی: ہم رب کے ہاں جانے والے ہیں اور وہ ان نعمتوں کا حساب وکتاب لے گا۔حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سفر سے آخرت کا سفر یاد کرو آنحضرت ﷺ سوار ہوتے وقت بھی تسبیح فرماتے تھے۔

انسان پر نعمتوں کا شکر واجب ہے، لہٰذا انسان جب اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اور بنائی ہوئی ان سواریوں کو استعمال کرے تو اس پر واجب ہے کہ ان کے خالق ومالک سے غافل ہو کر انہیں استعمال نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے آیات بالا میں ارشاد فرمایا کہ اس نے یہ ساری نعمتیں اور سواریاں بندوں کے فائدہ کے لیے پیدا کی ہیں تاکہ بندے ان پر سوار ہوں خواہ وہ انسانی ہاتھوں کی بنائی ہوئی سواریاں ہوں یا حیوانی سواریاں اور ان کی اپنی ضرورت کی تکمیل میں استعمال کرے اور اس کا شکر یہ ہے کہ بندہ اللہ رب العزت کی ان نعمتوں کا استحضار کرے اور زبان سے بطور شکر نعمت آیت میں مذکور دعا پڑھے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ (۱۳) وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (۱۴) ترجمہ: پاک ذات ہے وہ جس نے بس میں کردیا ہمارے اس کو اور ہم نہ تھے اس کو قابو میں لاسکتے۔اور ہم کو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے۔

اور اس دعا کا پڑھنا حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن میں سے ہے۔ لہٰذا ہر سوار کو چاہیے کہ وہ ہر سواری پر سوار ہونے کے بعد اس دعا کے پڑھنے کا اہتمام کرے۔

ہر حال میں موت کا استحضار ضروری ہے: اس دعا کا دوسرا جملہ ہے وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (۱۴) یعنی ہم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسانی اسفار اور ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال میں ہلاکت وموت کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ انسان اپنی موت سے سواری کی حالت میں بھی غافل نہ رہے اور اپنے ہر سفر کو اپنے لیے مقام عبرت اور سفر آخرت کے دھیان کا ذریعہ بنالے۔ کیونکہ انسان ہر سفر میں اپنے اہل وعیال، وطن اور احباب کو چھوڑتا ہے، اپنے جمع شدہ مال واسباب کو چھوڑتا ہے، اسی اعتبار سے اس کا ہر سفر، سفر آخرت کی نظیر ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انسان کو متنبہ کیا کہ وہ اپنے دنیاوی اسفار کو سفر آخرت کی تیاری اور دھیان کا وسیلہ بنالے۔

عادات کو عبادات میں ڈھالنے کی شریعت کی خصوصیت: یہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات میں سے ہے جو اس امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر ہیں کہ ایک چھوٹے سے آسان عمل کے بھی بہت سے فوائد وثمرات رکھ دیے ہیں۔ چنانچہ انسان کے وہ افعال عادیہ جو انسان عادتاً اپنی راحت ولذت کے لیے کرتا ہے انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے طاعات وعبادات میں ڈھال دیا ہے کہ عمل کی جہت بدل جائے تو وہی عمل عبادت بن جاتا ہے اور وہ یہ کہ ایسے اعمال وافعال کی انجام دہی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعائیں اور اذکار تعلیم کیے ہیں ان کے پڑھنے سے یہ سارے افعال عبادت بن جاتے ہیں۔ مثلاً سونا جاگنا، کھانا پینا، گھر سے نکلنا اور گھر میں آنا اور دیگر روزمرہ کے طبعی امور میں اگر انسان مسنون دعاؤں کا التزام کرے تو اپنی ضرورت کی تکمیل وراحت رسانی کے ساتھ ساتھ عبادت کا اجر وثواب بھی حاصل کرے گا اور اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی۔ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ (سورۃ الاحزاب۔ ۳۵) کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین کی ہوئی دعائیں اور اذکار اپنے صبح وشام کے معمولات اور زندگی کے دیگر طبعی مشاغل مثلاً کھانا پینا، جاگنا، سونا جاگنا وغیرہ میں پڑھنے کا اہتمام کیا، اللہ سبحانہ کے یہاں اس کا شمار بھی کثرت ذکر کرنے والوں میں ہوگا۔ وللہ الحمد

﴿۱۵﴾ **مشرکین کی گستاخی:** خدا کے لئے اولاد کے عقیدہ مشرکین نے بنایا ہوا تھا اللہ تعالیٰ کے بعض بندوں کو اس کا حصہ اور ٹکڑا بنایا ہوا تھا مثلاً کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، ادھر یہودی کہتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں، اور عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے انسان کیسا ناشکرگزار ہے کہ سب حادث چیزوں کی نسبت اللہ کی طرف کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے لہٰذا اس کے لئے اولاد کا عقیدہ رکھنا کسی طرح بھی اس کی شان کے لائق نہیں اس کے بندوں کے درمیان صرف خالق اور مخلوق ہونے کا تعلق ہے والدیت اور مولودیت کا کوئی تعلق نہیں۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ نالغ نتیجہ کفر۔

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ

کیا بنالی ہیں اس نے اپنی تخلیق کردہ چیزوں میں سے بیٹیاں اور چنا ہے تمکو بیٹوں کیساتھ ﴿۱۶﴾ اور جب خوشخبری دی جاتی ہے ان میں سے کسی ایک کو اس چیز کی جو بیان کرتا ہے

مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ

رحمان کیلئے مثال تو ہو جاتا ہے اس کا چہرہ سیاہ اور وہ غم کی وجہ سے گھٹ رہا ہوتا ہے ﴿۱۷﴾ بھلا وہ جسکو نشوونما دی جاتی ہے زیور میں اور وہ جھگڑا کرنے

غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۭ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ۭ سَتُكْتَبُ

میں بھی صاف بات نہیں کر سکتی ﴿۱۸﴾ اور ٹھہرایا ہے انہوں نے فرشتوں کو جو رحمان کے بندے ہیں عورتیں کیا یہ حاضر ہوئے تھے انکی پیدائش کے وقت لکھی جائیگی

شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ۭ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۤ

انکی شہادت اور ان سے پوچھا جائے گا ﴿۱۹﴾ اور کہا انہوں نے کہ اگر چاہے رحمان تو ہم نہ عبادت کریں انکی نہیں ہے انہیں

اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا

اسکا کچھ علم نہیں ہیں یہ مگر اٹکل دوڑاتے ﴿۲۰﴾ کیا ہم نے دی انکو کوئی کتاب اس سے پہلے پس وہ اسکو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں ﴿۲۱﴾ بلکہ کہا انہوں نے پایا ہم نے

وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓي اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓي اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ

اپنے آباؤ اجداد کو ایک راستے پر اور ہم انکے نقش قدم پر راہ پانے والے ہیں ﴿۲۲﴾ اور اسی طریقے سے نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کسی بستی میں

قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓي اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓي اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾

کوئی ڈرسنانیوالا مگر کہا وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے کہ بیشک ہم نے پایا ہے اپنے آباؤ اجداد کو ایک راستے پر اور بیشک ہم انکے نقش قدم پر انکی اقتدء کرنے والے ہیں ﴿۲۳﴾

قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾

کہا اس پیغمبر نے اگر چہ لاؤں میں تمہارے پاس زیادہ ہدایت والی چیز اس سے جس پر پایا تم نے اپنے آباؤ اجداد کو، کہا انہوں نے بیشک ہم ان چیز کیساتھ جو تم کو دی گئی ہے کفر کرنیوالے ہیں ﴿۲۴﴾

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾

پس ہم نے انتقام لیا ان سے پھر دیکھو کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا ﴿۲۵﴾

﴿۱۶﴾ ربط آیات: پہلے اجمال تھا کما قال تعالیٰ "وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا" آگے اس کی تفصیل ہے۔

خلاصہ رکوع ۲ : کیفیت مشرکین۔۱۔۲۔ مشرکین کی جہالت، حماقت مشرکین، مشرکین کا شکوہ، جواب شکوہ، تردید مشرکین، دلیل آباء کی اندھی تقلید، تسلی خاتم الانبیاء، پیغمبر کا کفار سے مکالمہ، جواب مکالمہ، مکذبین کا انجام، تسلی خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات۔۱۶ تا ۲۵+

کیفیت مشرکین۔ ۱۱ فرمایا کیا خود بیٹیاں لے لیں اور تمہیں بیٹے دیئے۔﴿۱۷﴾ کیفیت مشرکین۔ ۱۲ حالانکہ اپنے لئے بیٹی کو اتنا برا خیال کرتے ہیں، اگرچہ لڑکی فی نفسہ موجب عار نہیں پھر بھی ناقص العقل ضعیف الرائے ضرور ہے۔

﴿۱۸﴾ مشرکین کی جہالت : جو عادۃ آرائش و زیبائش میں نشوونما پائے جو زیورات اور بناؤ سنگھار کی طرف رغبت رکھے اس کا لازمی نتیجہ عقل و رائے کی ناپختگی ہے پھر بھی یہ لوگ ایسی کمزور چیز کا اللہ تعالیٰ کیلئے بمنزلہ اولاد ثابت کرتے ہو۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے زیورات اور موافق شرع آرائش کے طریقے اختیار کرنا جائز ہے چنانچہ اس پر اجماع ہے۔ (معارف القرآن۔ص۔۷۲۴۔ج۔۷۔م،ش،د)

وَهُوَ فِي الْخِصَامِ الخ اور مباحثہ میں تو قوت بیان بھی نہ رکھے۔ مثلاً کہیں مباحثہ ہو جائے تو اپنے دعوے کو ثابت کرنا اور دوسرے کے دلائل کو رد کرنا اس کیلئے مشکل ہوتا ہے لیکن یہ حکم اکثریت کے اعتبار سے ہے لہذا کچھ عورتیں سلیقہ گفتار کی مالک ہیں اور اس معاملہ میں مردوں سے بھی

بڑھ جائیں تو اس آیت کے منافی نہیں۔ ﴿۱۹﴾ حماقت مشرکین۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بناتے ہیں۔ اَشَهِدُوا الخ تنبیہ مشرکین۔ کیا تم اس وقت موجود تھے۔ اور دیکھ رہے تھے جواب ظاہر ہے کہ انہوں نے فرشتوں کی تخلیق کا مشاہدہ نہیں کیا لہٰذا ان کے احمقانہ دعوے کی حقیقت واضح ہو گئی۔

﴿۲۰﴾ مشرکین کا شکوہ: فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں تصور کر کے ان کی عبادت کرتے ہیں۔ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ: جواب شکوہ: فرمایا ان کو اس بات کی تحقیق نہیں ہے محض بے تحقیق بات کر رہے ہیں۔ ﴿۲۱﴾ تردید مشرکین: کیا اس معاملہ میں ان کے پاس کوئی مکتوب الٰہی ہے۔ یعنی "لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ" پر نہ تو انکے پاس دلیل عقلی ہے اور نہ نقلی ہے کہ جس سے دلیل پکڑیں۔ ﴿۲۲﴾ دلیل آباء کی اندھی تقلید: بڑے سے بڑا ثبوت ان کے پاس یہ ہے۔ ﴿۲۳﴾ تسلی خاتم الانبیاء: پہلے گمراہوں کو بھی اسی دلیل نے تباہ کیا۔

﴿۲۴﴾ پیغمبر کا کفار سے مکالمہ: نبی نے فرمایا کیا اگر تمہارے باپ دادا سے بہتر راستہ بھی لا دوں تو کیا پھر بھی آبائی رسوم ہی کا اتباع کرو گے۔ قَالُوْٓا اِنَّا الخ جواب مکالمہ: انہوں نے عناداً کہا ہم آبائی دین کسی صورت سے چھوڑنے کیلئے تیار نہیں، ہم اس کے منکر ہیں اور اس کو ماننے والے نہیں۔ ﴿۲۵﴾ مکذبین کا انجام: پھر ان مکذبین رسول پر عذاب الٰہی آیا۔ فَانْظُرْ الخ تسلی خاتم الانبیاء: دیکھ پھر کیا نتیجہ نکلا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ ﴿۲۷﴾

اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہ بیشک میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنکی تم عبادت کرتے ہو ﴿۲۶﴾ سوائے اس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے بیشک وہی میری

وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى

راہنمائی کرتا ہے ﴿۲۷﴾ اور کر دیا اس کو ایک کلمہ باقی رہنے والا اپنی اولاد میں تا کہ وہ رجوع کرتے رہیں ﴿۲۸﴾ بلکہ میں نے فائدہ پہنچایا ہے ان لوگوں کو ان کے آباؤ اجداد کو یہاں تک کہ آ گیا

جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

انکے پاس حق اور کھول کر بیان کرنے والا رسول ﴿۲۹﴾ اور جب آ گیا انکے پاس حق تو کہنے لگے کہ یہ تو سحر ہے اور بیشک ہم اسکا انکار کرنے والے ہیں ﴿۳۰﴾

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ

اور کہا ان لوگوں نے کہ کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے ﴿۳۱﴾ کیا یہ تقسیم کرتے ہیں تیرے پروردگار کی رحمت کو بلکہ ہم نے تقسیم کی ہے

نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ

ان کے درمیان انکی معیشت دنیا کی زندگی میں، اور بلند کیا ہے ہم نے بعض پر درجے میں تا کہ بنائیں بعض ان میں سے بعض کو خدمتگار

لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَوْلَآ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ

اور تیرے رب کی رحمت بہتر ہے ان چیزوں سے جو یہ اکٹھی کرتے ہیں ﴿۳۲﴾ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی دین (یعنی کفر) پر

اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾

ہو جائیں گے تو البتہ ہم بنا دیتے ان لوگوں کیلئے جو کفر کرتے ہیں رحمان کے ساتھ، گھروں کی چھتیں چاندی کی اور سیڑھیاں جن پر وہ چڑھتے ہیں ﴿۳۳﴾

وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُونَ ﴿٣٤﴾ وَزُخْرُفًا وَإِن كُلُّ ذَٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ

اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں ﴿۳۴﴾ اور سونے کے اور نہیں ہے یہ سب کچھ مگر سامان دنیا کی زندگی کا

الدُّنْيَا ۚ وَالْآخِرَةُ عِندَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٣٥﴾

اور آخرت تیرے رب کے پاس ہے متقیوں کیلئے ﴿۳۵﴾

﴿۲۶﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ الخ ربط آیات :اوپر ان لوگوں کا ذکر تھا جنہوں نے کہا تھا ہم اپنے آباء کے طریقے پر چلتے ہیں۔ إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ الخ اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے مشرکین عرب تمہارا دعویٰ ہے کہ ابراہیم تمہارے باپ ہیں تو ان کا بیان سن لو کہ ان کا عقیدہ کیا تھا؟ ان کا عقیدہ تھا "إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ" تو تم نے ان کی پیری کیوں کی؟

خلاصہ رکوع ۳ : حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اعلان بیزاری، حضرت ابراہیم کا تعلق باللہ، حکمت ذکر داستان امہال مجرمین، آنحضرت ﷺ کی بعثت، صداقت قرآن، مشرکین مکہ کا شبہ، معاشی مساوات کا تفاوت درجات دنیوی، حکمت تفاوت آمدنی، دنیا کی تحقیر۔ ماخذ آیات۔ ۲۶ تا ۳۸+

حضرت ابراہیم کا اعلان بیزاری :اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد اور قوم کے سامنے معبودان باطل سے اظہار بیزاری فرمایا۔ ﴿۲۷﴾ حضرت ابراہیم کا تعلق باللہ: ہاں وہ خدا جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور تم بھی اسے مانتے ہو میں فقط اس کا تابعدار ہوں۔ ﴿۲۸﴾ حکمت ذکر داستان: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اقرار توحید اپنی اولاد میں باقی چھوڑا تاکہ منکر رجوع کریں۔

آیات بالا میں لفظ "عقب" آیا ہے۔ لغت میں ہر وہ چیز جو کسی چیز کے بعد واقع ہوا سے عقب کہتے ہیں۔ خواہ اس کی جنس میں سے نہ ہو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے :أعقب الله بخير۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے سختی کے بعد خیر اور راحت عطا فرمائی۔ اور لفظ عقب اگر انسان کی طرف نسبت کے ساتھ استعمال کیا جائے یعنی عقب الرجل تو اس سے مراد انسان کی اولاد اور اولاد کی۔ اولاد اور نسل ہوتی ہے بلکہ تمام ورثاء عقب میں داخل ہوتے ہیں۔

(کذا فی احکام القرآن ص۔ ۸۱۔ جلد ۴۔ ابن العربی)

بہر کیف! آیت کے یعنی "وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ" کے معنی یہ ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد نسل در نسل نہ صرف غیر اللہ کی عبادت سے مجتنب اور محفوظ رہی بلکہ ایک نسل اگلی نسل کی توحید اور اللہ وحدہ لاشریک ہی کی بندگی وعبادت پر قائم رہنے کی وصیت بھی کرتی رہی۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہمیشہ ایسے لوگ رہیں گے جو اللہ عزوجل کی عبادت کرتے رہیں گے۔ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ درحقیقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قبولیت دعا کا مظہر ہے جب اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا تھا کہ۔ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۔ (سورۃ البقرہ۔ آیت۔ ۱۲۴)

تو انہوں نے دعا فرمائی تھی کہ وَمِن ذُرِّيَّتِي، تو جواب میں ارشاد ہوا تھا لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ۔ اس پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا نعم إلا من ظلم منهم فلا عهد"۔ اور دوسرا یہ اس دعا کا ثمرہ کہ وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ (سورۃ ابراہیم)۔

(کذا فی قرطبی)

انسان پر لازم ہے کہ اپنی اولاد اور نسل کے دین واصلاح کی بھی فکر کرے: حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ تفصیل سے تو یہ معلوم ہو گیا کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی اولاد اور اپنی اگلی نسلوں کے دین اور اصلاح کے لیے ایک اہتمام یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ

سے ان کی دینی اصلاح کی دعا فرمائی اور انابت إلی اللہ کے ذریعہ اس کی سعی فرمائی۔ لیکن سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے صرف اسی دعا وانابت پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس کے لیے عملی کوشش بھی فرمائی۔ جس کا ذکر سورۃ بقرہ میں ہے کہ اپنی اولاد کو دین اور توحید پر قائم رہنے کی وصیت وتاکید فرمائی اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی نصائح کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

﴿۲۹﴾ امہال مجرمین: ہم نے ان کفار مکہ اور ان کے باپ دادا کو ساز وسامان دنیا عطا فرمایا یہ اس میں مغرور ہو گئے۔ حَتّٰى جَآءَهُمُ الخ آنحضرت کی بعثت: حق سے مراد قرآن یا دین حق ہے، آپ نے ان کو سچا دین پہنچایا، اور قرآن پڑھ کر سنایا اور اللہ کے احکام پر نہایت صفائی کے ساتھ مطلع کیا۔ ﴿۳۰﴾ صداقت قرآن: پھر جب آنحضرت ﷺ نے ان کے سامنے قرآن کریم لائے تو انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ یہ منزل من اللہ نہیں ہے بلکہ جادو ہے۔ ﴿۳۱﴾ مشرکین مکہ کا شبہ: اگر خدا کا کلام ہوتا تو مکہ معظمہ اور طائف میں سے کسی بڑے آدمی پر نازل ہوتا مکہ میں ولید بن مغیرہ پر اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی پر کیا یہ یتیم ہی رب کو ملا تھا؟

القریتین کی تخصیص: یہاں "اَلْقَرْيَتَيْنِ" کی تخصیص اس لئے کی کہ قرب وجوار میں کوئی اور شہر نہ تھا، اور دیہات کے لوگوں کو خود اس قابل نہیں سمجھا کرتے کہ سلیقہ اور کمی مال وجاہ کی وجہ سے۔ (بیان القرآن۔ ص۔ ۸۷۔ ج۔ ۲)

فَائِدَة: مفسرین حضرات فرماتے ہیں رجل موصوف ہے عظیم صفت ہے، موصوف اور صفت کے درمیان فاصلہ نہیں آنا چاہئے لیکن نحو کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جار مجرور کا درمیان میں فاصلہ آئے تو وہ کوئی فاصلہ نہیں ہوگا۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ضحاک بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا تو اہل عرب نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ بشر کو رسول بنا کر بھیجے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ۔ (سورۃ یونس۔ آیت۔ ۲)

اور یہ آیت بھی اتاری: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا۔ (سورۃ النحل۔ آیت ۴۳)

جب آیت کا تکرار رہا (یعنی ان پر حجت قائم ہوگئی انبیاء سابقین ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کی مثالوں کے ذریعہ) تو کفار عرب نے اس بہانہ سے انحراف کر کے دوسرے حیلہ کی طرف رجوع کیا اور کہنے لگے کہ: اگر رسول بشر ہی ہو تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیوں رسول بنا کر بھیجے گئے۔ ان کے علاوہ دوسرے افراد اس منصب کے زیادہ مستحق تھے اور انہوں نے کہا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ"۔

یعنی کسی ایسے بشر کو منصب نبوت ملتا جو جاہ ومال کے اعتبار سے زیادہ بڑا ہوتا کیونکہ رسالت عظیم منصب ہے۔ اس کے لیے ایسی شخصیت اور ہستی ہونی چاہیے جو جاہ ومال کے لحاظ سے بڑی عظیم ہو۔ یہ بات فی نفسہ بالکل درست ہے لیکن کفار عرب اور قریش مکہ اپنی عبادت اور کوتاہ عقلی کے سبب سے یہ جان نہ سکے۔ حقیقی عظمت اور بڑائی جو ابدالآباد تک پاس رہنے والی ہے وہ روحانی واخلاقی بڑائی ہے نہ مادی ومالی بڑائی۔ اور اسی غلط سوچ کے ساتھ ان میں سے بعض افراد مکہ اور طائف میں، ان کے برے اور رؤسا کہلانے لگے اور وہ اس خبط میں مبتلا ہو گئے کہ وہی منصب رسالت کے اصل مستحق ہیں نہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چنانچہ ولید بن المغیرہ یہ کہتا ہے کہ: اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات درست ہے تو قرآن مجھ پر اور ابن مسعود ثقفی پر نازل ہونا چاہیے تھا۔ (کذا عن قتادہ رحمۃ اللہ علیہ)

(ولید بن مغیرہ مکہ کا رئیس تھا اور "ریحانۃ قریش" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور ابن مسعود الثقفی طائف کا رئیس تھا) جب کہ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ۔

میں ان کی مراد مکہ کے سردار عتبہ بن ربیعہ اور طائف کے عبد یالیل ہیں (تفسیر المظہری)
اللہ رب العزت نے اگلی آیت میں ان کے شبہ کا رد فرمایا اور ان کی تجہیل و توبیخ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کیسے متکبر اور خود پسندی میں مبتلا ہیں اور چاہتے ہیں کہ نبوت و رسالت اور فضائل روحانی کی تقسیم بھی ان کی خواہش کے مطابق ہو یا ان کے سپرد کر دی جائے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں تو یہ اس قابل بھی نہیں کہ (اخلاقی فضائل و روحانی کمالات و مناصب تو دور کی بات) مادی و معاشی وسائل کی تقسیم اور معاملات ہی ان کے سپرد کیے جائیں حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نظر میں روحانی و معنوی انعامات و فضائل کے مقابلہ میں خصوصاً نبوت و رسالت کے مقابلہ میں مادی و معاشی اسباب و رسائل کی کوئی حیثیت نہیں اور وہ ارزل و ادنیٰ ہیں لیکن یہ تو اس قابل بھی نہیں کہ وہ ادنیٰ و ارذل معاشی نظام بھی ان کے سپرد کیا جائے۔

﴿۳۲﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ : جواب شبہ: مطلب آیت کا کہ ہے کہ جس طرح ہم نے مال ومتاع اپنی رضا سے تقسیم کیا ہے اسی طرح رحمت خاصہ یعنی نبوت کو بھی ہم نے اپنی مرضی سے تقسیم کیا ہے جو اس دنیا کے ساز و سامان سے بہتر ہے۔ الغرض جس کو ہم نے اس کا اہل سمجھا اسے عطا فرمایا ہے۔

امام رازی رحمۃ علیہ فرماتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ: ہم نے انسانوں کے درمیان قوت وضعف، علم و جہل، ذہانت و بے وقوفی، شہرت و گمنامی کے اعتبار سے تفاوت و فرق پیدا کیا ہے کیونکہ اگر ان اوصاف و احوال مذکورہ میں سب برابر ہوتے تو کوئی کسی کی خدمت نہ کرتا نہ کوئی کسی سے خدمت و کام لے سکتا اور یوں عالم کا نظام خراب اور دنیا میں فساد برپا ہوتا۔ پھر ہمارے اس فیصلہ اور حکم کو کوئی تبدیل کرنے پر بھی قادر نہیں ہے نہ ہمارے قضاء و قدر کے فیصلہ سے خروج کر سکتا ہے۔ لہٰذا جب یہ (کفار مکہ و قریش عرب) دنیاوی معاملات میں ہماری حکومت اور حکم پر اعتراض کرنے اور اس سے خروج سے عاجز ہیں باوجود یکہ دنیا و مافیہا اللہ تعالیٰ کی نظر میں ادنیٰ اور کمتر ہے تو منصب رسالت و نبوت پر ہمارے حکم و قضاء پر ان کے لیے کوئی اعتراض کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟

اسلامی معاشیات کا بنیادی فلسفہ: اس آیت کے تحت علماء امت اور مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اسلام کے معاشی اصولوں پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔ چنانچہ (مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ) اپنی شہرہ آفاق تفسیر معارف القرآن میں فرماتے ہیں: مذکورہ بالا تحریر میں بہت اختصار کے ساتھ اسلامی نظام معیشت کے بنیادی تصور کے حوالہ سے گفتگو کی گئی ہے۔ اس حوالہ کی تفصیل کے لیے اسلامی معاشیات (مولانا مناظر احسن گیلانی) اسلامی معیشت و تجارت (مفتی تقی عثمانی صاحب) کا مطالعہ مفید ہے۔

تقسیم معیشت کا قدرتی نظام: "نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ"۔ ہم نے تقسیم کیا ہے (ان کے درمیان ان کی معیشت کو) مقصد یہ ہے کہ ہم نے اپنی حکمت بالغہ سے دنیا کا نظام ایسا بنایا ہے کہ یہاں ہر شخص اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے دوسرے کی امداد کا محتاج ہے اور تمام لوگ اسی باہمی احتیاج کے رشتے میں بندھے ہوئے پورے معاشرے کی ضروریات کی تکمیل کر رہے ہیں۔ اس آیت نے کھول کر یہ بات بتلا دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تقسیم معیشت کا کام (اشتراکیت کی طرح) کسی بااختیار انسانی ادارے کے سپرد نہیں کیا جو منصوبہ بندی کے ذریعہ یہ طے کرے کہ معاشرے کی ضروریات کیا ہیں؟ انہیں کس طرح پورا کیا جائے۔ وسائل پیداوار کو کس تناسب کے ساتھ کن کاموں میں لگایا جائے اور ان کے درمیان آمدنی کی تقسیم کس بنیاد پر کی جائے۔

اس کے بجائے یہ تمام کام اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں اور اپنے ہاتھ میں رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو دوسرے کا محتاج بنا کر دنیا کا نظام ہی ایسا بنا دیا ہے جس میں اگر (اجارہ داریوں وغیرہ کے ذریعہ) غیر فطری رکاوٹیں پیدا نہ کی جائیں تو وہ نظام خود بخود یہ تمام مسائل حل کر دیتا ہے۔ باہمی احتیاج کے اس نظام کو موجودہ معاشی اصطلاح میں "طلب و رسد" کا نظام کہا جاتا ہے۔ "طلب و رسد" کا قدرتی قانون یہ ہے کہ جس چیز

کی رسد کم ہو اور طلب زیادہ اس کی قیمت بڑھتی ہے۔ لہٰذا وسائل پیداوار اس چیز کی تیاری میں زیادہ نفع دیکھ کر اسی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور جب رسد طلب کے مقابلے میں بڑھ جاتی ہے تو قیمت گھٹ جاتی ہے۔ چنانچہ اس چیز کی مزید تیاری نفع بخش نہیں رہتی اور وسائل پیداوار اس کے بجائے کسی اور ایسے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں جس کی ضرورت زیادہ ہو۔

اسلام نے "طلب و رسد" کی انہی قدرتی قوتوں کے ذریعہ دولت کی پیدائش اور تقسیم کا کام کیا ہے اور عام حالات میں "تقسیم معیشت" کا کام کسی انسانی ادارے کے حوالے نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ منصوبہ بندی کے خواہ کتنے ترقی یافتہ طریقے دریافت کر لیے جائیں لیکن ان کے ذریعہ معیشت کی ایک ایک جزوی ضرورت کا احاطہ ممکن نہیں اور اس قسم کے معاشرتی مسائل عموماً ایسے ہی قدرتی نظام کے تابع چلتے ہیں۔ زندگی کے بیشتر معاشرتی مسائل اسی طرح قدرتی طور پر خود بخود طے پاتے ہیں اور انہیں حکومت کی منصوبہ بندی کے حوالہ کرنا زندگی میں ایک مصنوعی جکڑ بند پیدا کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

مثال کے طور پر یہ بات کہ دن کا وقت کام کے لیے ہے اور رات کا سونے کے لیے کسی معاہدہ عمرانی یا انسانی منصوبہ بندی کے تحت نہیں طے پایا بلکہ قدرت کے نظام نے خود بخود فیصلہ کر دیا ہے، اسی طرح یہ مسئلہ کہ کونسا شخص کس سے شادی کرے طبعی مناسبتوں کے فطری نظام کے تحت خود بخود انجام پاتا ہے اور اسے منصوبہ بندی کے ذریعہ حل کرنے کا کسی کو خیال نہیں آیا، یا مثلاً یہ بات کہ کونسا شخص علم و فن کے کس شعبہ کو اپنا میدان بنائے، اسے طبعی ذوق اور مناسبت کے بجائے حکومت کی منصوبہ بندی کے حوالہ کر دینا خواہ مخواہ کی زبردستی ہے اور اس سے نظام فطرت درہم برہم ہو سکتا ہے۔ اسی طرح نظام معیشت کو بھی قدرت نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور ہر شخص کے دل میں وہی کام ڈال دیا ہے جو اس کے لیے زیادہ مناسب ہے وہ بہتر طریقے سے انجام دے سکتا ہے۔ چنانچہ ہر شخص خواہ وہ ایک خاکروب ہی کیوں نہ ہو اپنے کام پر خوش ہے اور اسی کو اپنے لیے سرمایہ فخر سمجھتا ہے۔ کُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۔

البتہ سرمایہ دارانہ نظام کی طرح اسلام نے افراد کو اتنی آزادی نہیں دی کہ وہ ہر جائز و ناجائز طریقے سے دولت سمیٹ کر دوسروں کے لیے رزق کے دروازے بند کر دیں بلکہ ذرائع آمدنی میں حلال و حرام کی تفریق کر کے سود، سٹہ، قمار اور ذخیرہ اندوزی کو ممنوع قرار دے دیا ہے۔ پھر جائز آمدنی پر بھی زکوٰۃ، عشر وغیرہ کے واجبات عائد کر کے ان خرابیوں کا انسداد کر دیا ہے جو موجودہ سرمایہ دارانہ نظام میں پائی جاتی ہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر کبھی اجارہ داریاں قائم ہو جائیں تو ان کو توڑنے کے لیے حکومت کی مداخلت کو جائز رکھا ہے یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں، اس موضوع پر احقر کے مستقل رسالہ "مسئلہ سود" "کا نظام تقسیم دولت" اور "اسلامی نظام میں معاشی اصلاحات" ملاحظہ فرمائے جائیں۔

معاشی مساوات کی حقیقت: وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ۔ (سورۃ انعام۔ آیت۔ ۱۶۵)

(اور ہم نے ایک کو دوسرے پر رفعت دے رکھی ہے) اس سے معلوم ہوا کہ معاشی مساوات (اس معنی میں کہ دنیا کے تمام افراد کی آمدنی بالکل برابر ہو) نہ مطلوب ہے نہ ممکن العمل، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے ہر رکن پر کچھ فرائض عائد کیے ہیں اور کچھ حقوق دیے ہیں اور دونوں میں اپنی حکومت سے یہ تناسب رکھا ہے کہ جس کے ذمہ جتنے فرائض ہیں اس کے اتنے ہی حقوق ہیں انسان کے علاوہ جتنی مخلوقات ہیں ان کے ذمہ چونکہ فرائض سب سے کم ہیں کہ وہ شرعاً حلال اور حرام اور جائز و ناجائز کے مکلف نہیں ہیں اس لیے ان کے حقوق بھی سب سے کم ہیں۔ چنانچہ انسان کو ان کے معاملہ میں وسیع آزادی عطا کی گئی ہے کہ وہ ان سے معمولی سی پابندیوں کے ساتھ جس طرح چاہے نفع اٹھا سکتا ہے۔

چنانچہ بعض حیوانات کو وہ کاٹ کر کھاتا ہے، بعض پر سواری کرتا ہے، بعض مخلوقات کو پامال کرتا ہے، مگر اسے ان مخلوقات کی حق تلفی نہیں سمجھا جاتا۔ اس لیے کہ ان مخلوقات پر چونکہ فرائض کم ہیں اس لیے ان کے حقوق بھی بہت کم ہیں۔ پھر کائنات میں سب زیادہ فرائض انسان اور جنات پر عائد کیے گئے ہیں کہ وہ اپنے ہر قول و فعل اور ہر نقل و حرکت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہیں اور اگر اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کریں تو آخرت کے عذاب کے مستحق ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنات کو حقوق بھی دوسری مخلوقات کے مقابلہ میں کہیں زیادہ عطا کیے ہیں۔ پھر انسانوں میں

بھی یہ لحاظ ہے کہ جس کی ذمہ داری اور فرائض دوسروں سے زیادہ ہیں، اس کے حقوق بھی زائد ہیں۔ انسانوں میں سب سے زیادہ ذمہ داری انبیاء علیہم السلام پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ان کو بہت سے حقوق بھی دوسروں سے زائد عطا کیے گئے ہیں۔

نظام معیشت میں بھی اللہ تعالیٰ یہی رعایت رکھی ہے کہ ہر شخص کو اتنے معاشی حقوق دیئے ہیں جتنے فرائض کی ذمہ داری وہ اپنے سر لے، اور ظاہر ہے کہ فرائض میں یکسانیت کا پیدا ہونا بالکل ناممکن ہے اور ان میں تفاوت ناگزیر ہے، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ہر شخص کے معاشی وظائف و فرائض دوسروں سے بالکل مساوی ہوں، اس لیے کہ معاشی وظائف و فرائض انسانوں کی فطری صلاحیتوں پر موقوف ہیں جن میں جسمانی طاقت، صحت، دماغی قوئ اور عمر، ذہنی معیار، چستی اور پھرتی جیسی چیزیں داخل ہیں اور یہ بات ہر شخص کھلی آنکھوں دیکھ سکتا ہے کہ ان اوصاف کے اعتبار سے انسانوں میں یکسانیت اور مساوات پیدا کرنا بڑی سے بڑی ترقی یافتہ اشتراکی حکومت کے بس میں بھی نہیں جب انسانوں کی صلاحیتوں میں تفاوت ناگزیر ہے تو ان کے فرائض میں بھی لازماً تفاوت ہوگا اور معاشی حقوق چونکہ انہی فرائض پر موقوف ہیں اس لیے معاشی حقوق یعنی آمدنی میں بھی تفاوت ہے کیونکہ اگر سب کی آمدنی بالکل مساوی کردی جائے اور فرائض میں تفاوت رہے تو اس سے کبھی عدل و انصاف قائم نہیں ہوسکتا اس لیے کہ اس صورت میں بعض لوگوں کی آمدنی ان کے فرائض سے زیادہ اور بعض کی ان کے فرائض سے کم ہوجائے گی جو صریح ناانصافی ہے، اس سے واضح ہوگیا کہ آمدنی میں مکمل مساوات کسی بھی دور میں قرین انصاف نہیں ہوسکتی۔

لہٰذا اشتراکیت اپنی ترقی کے انتہائی دور (۱) اشتراکیت کا کہنا ہے کہ فی الحال تو آمدنی کی مکمل مساوات ممکن نہیں لیکن اگر اشتراکیت کے ابتدائی اصولوں پر عمل کیا جاتا رہے تو ایک وقت ایسا آجائے گا جب آمدنی میں محکم مساوات یا املاک میں مکمل اشتراک پیدا ہوجائے گا اور یہ مکمل کیونزم کا دور ہوگا۔ (مکمل کیونزم) میں بھی جس مساوات کا دعویٰ کرتی ہے وہ کسی بھی حال میں نہ قابل عمل ہے اور نہ قرین عدل و انصاف، البتہ یہ طے کرنا کہ کس کے فرائض زیادہ اور کس کے کم ہیں، اور ان کی مناسبت سے اسے کتنے حقوق ملنے چاہئیں ایک انتہائی نازک اور مشکل کام ہے اور انسان کے پاس کوئی ایسا پیمانہ نہیں ہے جس سے وہ اس بات کا ٹھیک ٹھیک تعین کرسکے۔ بعض اوقات یہ محسوس ہوتا ہے کہ ایک ماہر اور تجربہ کار انجینئر نے ایک گھنٹہ میں اتنی آمدنی حاصل کرلی ہے جو ایک غیر ہنرمند مزدور نے دن بھر منوں مٹی ڈھو کر بھی حاصل نہیں کی، لیکن اگر انصاف سے دیکھا جائے تو قطع نظر اس سے کہ مزدور کی دن بھر کی آزادانہ محنت ذمہ داری کے اس بوجھ کے برابر نہیں ہوسکتی جو انجینئر نے اٹھا رکھا ہے۔ انجینئر کی یہ آمدنی صرف اس ایک گھنٹے کی محنت کا صلہ نہیں بلکہ اس میں سالہا سال کی اس دماغ سوزی، عرق ریزی اور جانفشانی کے صلے کا ایک حصہ بھی شامل ہے جو اس نے انجینئرنگ کی تعلیم و تربیت اور پھر اس میں تجربہ و مہارت حاصل کرنے میں برداشت کی ہے۔

اشتراکیت نے اپنے ابتدائی دور میں آمدنی کے اس تفاوت کو تسلیم تو کرلیا ہے چنانچہ تمام اشتراکی ممالک میں آبادی کے مختلف طبقات کے درمیان تنخواہوں کا زبردست تفاوت پایا جاتا ہے لیکن ٹھوکر یہاں کھائی ہے کہ تمام وسائل پیداوار کو حکومت کی تحویل میں دے کر وسائل کے لیے فرائض کا تعین اور پھر ان کی مناسبت سے ان پر آمدنی کی تقسیم بھی تمام تر حکومت ہی کے حوالہ کردی ہے۔ حالانکہ جیسا اوپر عرض کیا گیا، فرائض اور حقوق کے درمیان تناسب باقی رکھنے کے لیے انسان کے پاس کوئی پیمانہ نہیں ہے۔

چنانچہ اشتراکیت کے طریق کار کے تحت ملک بھر کے انسانوں کی روزی کا تعین حکومت کے چند کارندوں کے ہاتھ میں آگیا ہے اور انہیں یہ اختیار مل گیا ہے کہ جس شخص کو جتنا چاہیں دیں، جتنا چاہیں روک لیں۔ اول تو اس میں بد دیانتیوں اور اقرباء نوازیوں کا ایک بڑا میدان مل جاتا ہے

جس کے سہارے افسر شاہی پھلتی پھولتی ہے، دوسرے اگر حکومت کے تمام کارندوں کو فرشتہ بھی تصور کرلیا جائے اور وہ فی الواقعہ بھی چاہیں کہ ملک میں آمدنی کی تقسیم حق وانصاف کی بنیاد پر ہو تو ان کے پاس آخر وہ کونسا پیمانہ ہے جس سے وہ یہ فیصلہ کرسکیں کہ ایک انجینئر اور ایک مزدور کے فرائض میں کتنا تفاوت ہے اور اس کی نسبت سے ان کی آمدنیوں میں کتنا تفاوت قرین انصاف ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس بات کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ انسانی عقل کے ادراک سے قطعی ماورا ہے اسی لیے اسے قدرت نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ آیت زیر بحث ''وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ'' میں اللہ تعالیٰ نے اسی طرح اشارہ فرمایا ہے اس تفاوت کا تعین ہم نے انسانوں کے حوالہ کرنے کے بجائے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور اپنے ہاتھ میں رکھنے کا مطلب یہاں بھی یہی ہے کہ دنیا میں ہر شخص کی ضروریات دوسرے کے ساتھ وابستہ کر کے نظام ایسا بنا دیا ہے کہ ہر شخص اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے دوسرے کو اتنا دینے پر مجبور ہے جتنا کہ وہ مستحق ہے، یہاں بھی باہمی احتیاج پر مبنی طلب ورسد کا نظام ہر شخص کی آمدنی کا تعین کرتا ہے، یعنی ہر شخص اس بات کا فیصلہ خود کرتا ہے کہ جتنے فرائض میں نے اپنے ذمہ لیے ہیں ان کا کتنا معاوضہ میرے لیے کافی ہے اس سے کم ملے تو یہ کام کرنے پر راضی نہ ہو اور یہ زیادہ مانگنے لگے تو کام لینے والا اس سے کام نہ لے۔ لِیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا۔ کا یہی مطلب ہے کہ ہم نے آمدنی میں تفاوت اس لیے رکھا ہے تاکہ ایک شخص دوسرے سے کام لے سکے ورنہ سب کی آمدنی برابر ہوتی تو کوئی کسی کے کام نہ آتا۔

ہاں البتہ بعض غیر معمولی حالات میں بڑے بڑے سرمایہ دار طلب ورسد کے اس قدرتی نظام سے ناجائز فائدہ اٹھا کر غریبوں کو اس بات پر مجبور کرسکتے ہیں کہ وہ اپنے حقیقی استحقاق سے کم اجرت پر کام کریں۔ اسلام نے اول تو حلال وحرام اور جائز وناجائز کے وسیع احکام کے ذریعہ نیز اخلاقی ہدایات اور تصور آخرت کے ذریعہ اسی صورتحال کو پیدا ہونے سے روکا ہے اور اگر کبھی کسی مقام پر صورت پیدا ہو جائے تو اسلامی حکومت کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ ان غیر معمولی حالات کی حد تک وہ اجرتوں کا تعین کرسکتی ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ صرف غیر معمولی حالات کے لیے ہے اس لیے اس مقصد کے لیے تمام وسائل پیداوار کو حکومت کے حوالہ کردینے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اس کے نقصانات فوائد سے کہیں زیادہ ہیں۔

اسلامی مساوات کا مطلب: مذکورہ بالا اشارات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آمدنی میں مکمل مساوات نہ عدل وانصاف کا تقاضا ہے، نہ عملاً کہیں قائم ہوئی ہے نہ ہوسکتی ہے اور نہ یہ اسلام کو مطلوب ہے البتہ اسلام نے جس مساوات کو قائم کیا ہے وہ قانون، معاشرت اور ادائے حقوق کی مساوات ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا قدرتی طریق کار کے تحت جس شخص کے جتنے حقوق متعین ہو جائیں انہیں حاصل کر کے قانونی، تمدنی اور معاشرتی حق میں سب برابر ہیں۔ اس بات کے کوئی معنی نہیں ہیں کہ ایک امیر یا ایک صاحب جاہ ومنصب انسان اپنا حق عزت کے ساتھ بآسانی حاصل کرلے اور غریب کو اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے دربدر کی ٹھوکریں کھانی پڑیں اور ذلیل وحقیر ہونا پڑے۔ قانون امیر کے حقوق کی حفاظت کرے اور غریب کو بے یار ومددگار چھوڑ دے۔ اسی کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا:

واللہ ما عندی اقوی من الضعیف حتی اخذ الحق له ولا عندی اضعف من القوی حتی اخذ الحق منه۔ خدا کی قسم میرے نزدیک ایک کمزور آدمی سے زیادہ قوی کوئی نہیں تاوقتیکہ میں اس کا حق اسے نہ دلادوں اور میرے نزدیک ایک قوی آدمی سے زیادہ کمزور کوئی نہیں جب تک کہ میں اس سے (کمزور کا) حق حاصل نہ کرلوں۔

اسی طرح ٹھیٹھ معاشی نقطہ نظر سے اسلامی مساوات کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی نظر میں ہر شخص کو کمائی کے یکساں مواقع حاصل ہیں اور اسلام اس بات کو گوارہ نہیں کرتا کہ چند بڑے بڑے دولت مند مال و دولت کے دہانوں پر قابض ہو کر اپنی اجارہ داریاں قائم کرلیں اور چھوٹے تاجروں کے لیے بازار میں بیٹھنا دوبھر بنادیں۔ چنانچہ سود، سٹہ، قمار، ذخیرہ اندوزی اور اجارہ دارانہ تجارتی معاہدوں کو ممنوع قرار دے کر، نیز زکوۃ، عشر، خراج، نفقات، صدقات اور دوسرے واجبات عائد کر کے ایسا ماحول پیدا کر دیا ہے جس میں ہر انسان اپنی ذاتی صلاحیت، محنت اور سرمایہ کے تناسب سے کمائی کے مناسب مواقع حاصل کرسکتا ہے اور اس سے ایک خوشحال معاشرے کی تعمیر ہوسکتی ہے اس کے باوجود آمدنی کا جو تفاوت باقی رہے وہ درحقیقت ناگزیر ہے اور جس طرح انسانوں کے درمیان حسن و جمال، قوت و صحت، عقل و ذہانت اور آل و اولاد کے تفاوت کو مٹانا ممکن نہیں، اسی طرح اس تفاوت کو بھی مٹایا نہیں جاسکتا۔

مولوی احمد رضا کا اختراعی عقیدہ

یہاں ایک بات قابل غور ہے اس آیت سے مولوی احمد رضا بریلوی نے یہ عقیدہ اختراع کیا ہے کہ جو کچھ دنیا کو ملنا ہوتا ہو آپ ہی تقسیم کرتے ہیں۔ بندہ نے اس کا جواب: حضرت استاذ محترم شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان مدظلہ کی کتاب ازالۃ الریب کے حوالے سے تفصیل سے آگے لکھ دیا ہے۔ مگر تھوڑی سی بات یہاں لکھ دیتا ہوں۔ یہاں ان کا دعویٰ سمجھیں پھر دلیل سمجھیں پھر توڑ سمجھیں۔

❶ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہے وہ آپ ﷺ تقسیم کرتے ہیں۔ ❷ ان کی دلیل بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِيْ" متفق علیہ۔

(مشکوۃ۔ص۔۳۲۔ج۔۱)

جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے سوائے اس کے نہیں کہ میں تو بانٹتا ہوں اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

یہ ان کا استدلال عقلاً بھی باطل ہے اور نقلاً بھی باطل ہے۔

نقلاً۔ اس لئے باطل ہے کے یہ استدلال نص قطعی کے خلاف ہے۔ احادیث صحیحہ کے خلاف ہے، ظاہر بات ہے کہ جو مطلب قرآن اور احادیث صحیحہ صریحہ کے خلاف ہو وہ کبھی بھی قرآن کا مطلب نہیں ہوسکتا اور حدیث کا مطلب بھی نہیں ہوسکتا۔ اب نص قطعی کے کیسے خلاف ہے دیکھئے یہاں "نَحْنُ قَسَمْنَا" میں "نحن" ضمیر ہے اس کو مقدم لائے حصر کے لئے کہ "ہم ہی نے تقسیم کی ان کے درمیان ان کی روزی تو نص قطعی بتلاتی ہے کہ تقسیم کرنا رب کا کام ہے، اور حدیث کے بھی خلاف ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَسَمَ بَيْنَكُمْ اَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ اَرْزَاقَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُّحِبُّ وَلَا يُعْطِي الدِّيْنَ اِلَّا مَنْ اَحَبَّ"۔ (مشکوۃ۔ص۔۴۲۵۔باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان خود اخلاق تقسیم کر دیئے ہیں جس طرح اس نے تمہارے درمیان رزق تقسیم کر دیئے ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ دنیا اس کو بھی دے دیتا ہے جس سے اس کو محبت ہوتی ہے اور اس کو بھی دے دیتا ہے جس سے اسکی محبت نہیں ہوتی اور دین صرف اسی کو دیتا ہے جس سے اس کو محبت ہوتی ہے۔ اس روایت کو پیش نظر رکھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سابق حدیث کا مطلب آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے

جس کے متعلق اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی فقاہت عطا کر دیتا ہے میرا کام تو صرف احکام کو بیان کرنا اور ان کا تمہارے درمیان تقسیم کرنا ہے کہ مالدار کے حصہ میں زکوٰۃ وغیرہ ادا کرنا آتا ہے میرا کام تو صرف احکام کو بیان کرنا ہے وغیرہ۔ رہا حدیث کا مسئلہ تو حضرات محدثین رحمہم اللہ نے یہ حدیث باب العلم اور باب الغنیمت وغیرہ میں پیش کر کے یہ لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے، اور غنیمت کی تقسیم میں بھی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ہر وقت پابند رہتے تھے۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اولاد بھی آپ دیتے ہیں، صحت بھی آپ دیتے ہیں، حاشا وکلا ہر گز ہر گز ایسا نہیں لہٰذا ثابت ہو گیا ان کا استدلال نص قطعی کے بھی خلاف ہے۔ حدیث کے بھی خلاف ہے اور عقل کے بھی خلاف ہے، وہ اس طرح کہ جب آپ ﷺ ہر چیز کو تقسیم کرتے ہیں تو کیا آپ پابند شریعت ہو کر شراب، جھوٹ، زنا، چوری، ڈاکہ اور دنیا کی تمام واہیات چیزیں تقسیم کرتے ہیں؟ اب آپ ذرا سوچیں کہ اس عقیدہ کی آنحضرت ﷺ کی طرف نسبت کر کے آپ کی تعظیم لازم آتی ہے یا توہین ہوتی ہے؟ (العیاذ باللہ) خدا تعالیٰ ایسے بے وقوف محبوں اور عاشقوں سے بچائے آمین۔ باقی رہا رب کیوں دیتا ہے اس طرف بھی تو ان چیزوں کی نسبت ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قانون اور حکم کا مکلف نہیں لہٰذا اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ "لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ" صرف مخلوق مکلف ہے۔

(مزید تفصیل کیلئے دل کا سرور دیکھیں)

﴿۳۱﴾ دنیا کی تحقیر۔ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً الخ یہاں پر "اُمَّةً" سے مراد دین ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کافروں کو اس قدر سونا چاندی دیدیا جائے تو خطرہ ہے کہ سب لوگ کفر کی طرف ہی مائل ہو جائیں گے۔ وہ دیکھیں گے کہ کفر والوں پر بڑے انعامات ہو رہے ہیں، اور وہ اس دین کفر کو سچا سمجھ کر اسی کو اختیار کریں گے۔ اس پر اشکال ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کو کسی چیز پر خوف وخطرہ ہے؟ تو اس کا جواب قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ یہاں لفظ محذوف ہے "لو لا ان یرغبوا فی الکفر" اگر یہ بات نہ ہوتی کہ یہ کفر کی طرف راغب ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ مال و دولت کی فراوانی میں لوگ دنیا کی آرام و راحت میں مبتلا ہو کر کہیں آخرت کو ہی نہ بھول جائیں اور معاصی میں مبتلا نہ ہو جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى"۔ (سورۃ علق) جب کوئی انسان اپنے آپ کو غنی پاتا ہے تو سرکش ہو جاتا ہے۔

اس پر اشکال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ مال و دولت مؤمنوں کو عطا کر دیتا تا کہ اسکی وجہ سے سب لوگ ایمان لے آتے اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب کشاف فرماتے ہیں اگر اس دنیا میں مؤمنوں کے لئے سونے چاندی کی فراوانی کر دی جاتی تو اس میں کافروں کیلئے ایمان لانے کی کشش تو ضرور ہوتی مگر اس قسم کا ایمان محض لالچ کی بنا پر ہوتا نہ کہ دل کی تصدیق کے ساتھ اس قسم کا ایمان منافقوں کا ایمان ہوتا ہے جو کہ اللہ کے ہاں مقبول نہیں، آج بھی لوگ دنیا کے مال کی خاطر دوسرا مذہب اختیار کر لیتے ہیں، کتنے ہی لوگ ہیں جو نوکری، مکان، بیوی اور دیگر آسائشوں کی وجہ سے مرزائیت، عیسائیت کی گود میں چلے گئے ہیں، گزشتہ دن مرزا طاہر مرا ہے کئی اخبارات نے لکھا ہے اس شخص نے ایک لاکھ دس ہزار مسلمانوں کو مختلف جھانسوں میں مرتد بنایا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا لالچ والا ایمان اللہ کو پسند نہیں لہٰذا اس نے دنیا میں اہل ایمان کیلئے مال ومتاع کو پر کشش نہیں بنایا۔ بلکہ دنیا ایک حقیر چیز ہے جس پر آخر فنا ہے اور اس کے مدمقابل آخرت باقی اور ابدی ہے۔

مال و دولت کی فراوانی کامیابی کی اور قلت ناکامی کی علامت نہیں۔ آیت کی تفسیر میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ساری دنیا کے لوگوں کے کفر کو اختیار کرنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم دنیا کے کفار کو اتنا مال و دولت عطا کر دیتے کہ ان کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی ہوتیں، کیونکہ اللہ عزوجل کی نظر میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں۔" درحقیقت اس میں کفار عرب کا رد کیا گیا ہے

جن کا زعم باطل یہ تھا کہ مکہ وطائف کے صاحب دولت وثروت بڑے عظیم ہیں حالانکہ انہیں اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ کا کچھ حصہ نہیں ملا۔ یعنی تمہارا یہ کہنا تو مسلم ہے کہ منصب نبوت ورسالت کسی صاحب عظمت کو ملنا چاہیے۔ لیکن عظمت و بڑائی کا مدار مادی اسباب و مال و دولت کی کثرت و فراوانی پر نہیں بلکہ علم وحکمت، اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ پر مدار ہے۔

غرض ان کفار کی اس بات سے ان کی جہالت وغباوت آشکار ہوگئی کہ وہ حقیقت سے کتنے بے خبر اور جاہل ہیں اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے منصب نبوت ورسالت کے لیے عظیم القریتین ہستی کو ہی منتخب فرمایا ہے بلکہ بنی نوع انسان کے سب سے عظیم ترین فرد (محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کو منتخب فرمایا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ مناصب دینیہ کی تفویض وتقسیم کا مدار مال و دولت اور جاہ وحشمت پر نہیں بلکہ علوم وحکمت اور اعمال صالحہ پر ہے۔ صحیح ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لو كانت الدنيا تعدل عند الله جناح بعوضة ما سقى كافرا منها شربة ماء (ترمذی۔ ج۔۱۔ ص۔۲۰۲۷ رقم الحدیث ۲۳۲۰) (قال الترمذی۔ حدیث حسن غریب) اگر دنیا اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت رکھتی تو کسی کافر کو پانی کا گھونٹ نہ ملتا۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿٣٦﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ

اور جو شخص اعراض کرتا ہے رحمان کے ذکر سے ہم مقرر کر دیتے ہیں اس کیلئے شیطان پس بیشک وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے ﴿۳۶﴾ اور بیشک وہ (شیاطین) البتہ روکتے ہیں ان کو

السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٣٧﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ

سیدھے راستے سے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں ﴿۳۷﴾ یہاں تک کہ جب وہ آئے گا ہمارے پاس تو کہے گا (وہ اپنے شیطان سے) کاش میرے اور تیرے درمیان

الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿٣٨﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٩﴾

مشرق و مغرب کا فرق ہوتا پس بہت ہی برا ساتھی ہے ﴿۳۸﴾ اور ہرگز نہیں فائدہ پہنچائے گا تمہیں آج کے دن جبکہ تم نے ظلم کیا ہے بیشک تم عذاب میں مشترک ہو ﴿۳۹﴾

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٤٠﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ

اے پیغمبر کیا آپ سنائیں گے بہروں کو یا راہ دکھائیں گے اندھوں کو اور اسکو جو صریح گمراہی میں بھٹک رہا ہے ﴿۴۰﴾ پس یا تو ہم آپ کو لے جائیں گے

فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿٤١﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿٤٢﴾ فَاسْتَمْسِكْ

اور بیشک ہم ان لوگوں سے انتقام لینے والے ہیں ﴿۴۱﴾ اور یا ہم دکھائیں گے آپ کو وہ چیز جسکا وعدہ ہم نے ان سے کیا ہے بیشک ہم ان پر قدرت رکھنے والے ہیں ﴿۴۲﴾ پس آپ مضبوطی سے

بِالَّذِيْۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤٣﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿٤٤﴾

پکڑیں اس چیز کو جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے بیشک آپ سیدھے راستے پر ہیں ﴿۴۳﴾ اور بیشک یہ قرآن البتہ ذکر ہے آپ کیلئے اور آپ کی قوم کیلئے اور عنقریب تم سے سوال کیا جائے گا ﴿۴۴﴾

وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿٤٥﴾ ع ۱۰

اور آپ پوچھ لیں ان سے جنکو ہم نے بھیجا تجھ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے کیا مقرر کیے ہیں ہم نے رحمان کے سوا دوسرے معبود جنکی عبادت کی جائے ﴿۴۵﴾

﴿۳۶﴾ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ ... الخ ربط آیات۔ اوپر کفار کا ذکر تھا اب آگے اللہ تعالیٰ فرماتے کہ یہ کافر رحمٰن کے ذکر سے

اندھے ہیں۔

خلاصہ رکوع ۶ قرآن سے اعراض کرنے کی سزا، شیطان کے تسلط کا اثر، مشرک کی تمنا، تمنا کے غیر مفید ہونے کا بیان، تنبیہ خاتم الانبیاء، پہلا اور دوسرا طریق گرفت، فضیلت قرآن کریم، فضیلت خاتم الانبیاء، تنبیہ مشرکین، تذکیر بایام اللہ سے توحید خداوندی پر نقلی دلیل۔ ماخذ آیات۔ ۳۶ تا ۴۵+

قرآن کریم سے اعراض کرنے کی سزا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قرآن سے منہ موڑنے کے بعد فوراً یہ سزا ملتی ہے کہ شیطان ہم نشین ہو جاتا ہے۔ اور خواہ وہ شیطان جن ہو یا آدمی کی شکل میں ہو اس پر مسلط رہتا ہے اور ٹھیک بات کی طرف اس کو آنے نہیں دیتا۔ آیت مذکورہ میں فرمایا گیا ہے کہ جو ذکر یعنی قرآن مجید سے اعراض وغفلت کر کے گمراہ و باطل اقوال و افکار کے پیچھے پڑ جاتے ہیں تو ہم ایسے لوگوں کی غفلت اور ان کے کفر کی جزاء کے طور پر شیطان کو ان کے ساتھ لگا دیتے ہیں اور وہ ان کا دوست وہم نشین بن جاتا ہے، انہیں دنیا میں حلال سے روکتا ہے اور حرام پر ابھارتا ہے، طاعات سے انہیں منع کرتا اور معاصی کا حکم کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے جب کہ ایک قول یہ ہے کہ شیطان کا ساتھ ہونا آخرت میں ہوگا۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جب کافر اپنی قبر سے نکلے گا تو اس کے ساتھ شیطان کی جوڑی بن جائے گی اور وہ شیطان مسلسل اس کے ساتھ لگا رہے گا۔ یہاں تک کہ دونوں جہنم میں داخل ہو جائیں گے جب کہ ایک قول یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں سے ایک کی تخصیص نہیں بلکہ دونوں جگہ شیطان اس کا قرین اور ساتھی ہوگا (قالہ القشیری رحمۃ اللہ علیہ)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض اور اس کی کتاب سے غفلت کا دنیا میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسے شیاطین، اشرار اور جن و انس کے خبیث لوگوں کی صحبت نصیب ہوتی ہے اور اس کے نتیجہ میں وہ ہر خیر سے دُور اور ہر شر سے قریب ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ﴾ (سورۃ الحشر۔ آیت ۱۹)

اس کا یہی مطلب ہے یعنی انسان کے اپنے نفس کو بھول جانے کا مطلب وہی خیر کے کاموں سے اس کی غفلت اور جہالت اور اپنے برے بھلے کی تمیز سے محرومی ہے۔ یہاں تک کہ وہ انسان کو جہنم کی اندھی وادی میں جا پھینکتی ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

﴿۳۷﴾ شیطان کے تسلط کا اثر: شیاطین پھر اسے راہ راست سے روکتے ہیں اور خیال یہ ہوتا ہے کہ صحیح راستہ پر جا رہا ہے "عَنِ السَّبِيلِ" ای عن سبیل الھدیۃ"۔ الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔

﴿۳۸﴾ مشرک کی تمنا: قیامت کے دن وہ لوگ دست حسرت ملیں گے۔ کہیں گے کاش دنیا میں میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہوتا کیونکہ تو بہت برا ساتھی ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تمنا آخرت کے لئے کرے کہ یہاں مجھ کو تیری صورت نہ دکھائی دیتی اور میرے تیرے درمیان مشرق و مغرب کا سا بعد ہوتا۔ ﴿۳۹﴾ تمنا کے غیر مفید ہونے کا بیان: آج حسرت بیکار گمراہ اور گمراہ کرنے والا دونوں جہنم میں جائیں گے۔

﴿۴۰﴾ تنبیہ خاتم الانبیاء: مردہ روحانیت والوں کو آپ کس طرح ہدایت دے سکتے ہیں۔ اور ان پر عذاب ثابت ہو چکا ہے یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ پہلا طریق گرفت خداوندی: یہ عذاب الٰہی کے مستحق ہو چکے ہیں اب آئے یا دیر سے آئے آپ ان سے دل برداشتہ نہ ہوں یا

توہم آپ کو اپنے پاس بلالیں گے اور اس صورت میں ہم خود ان بدبختوں سے انتقام لینے والے ہیں۔

﴿۴۲﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الخ دوسرا طریق گرفت خداوندی: یا ہم آپ کو دکھادیں گے جو وعدہ ہم نے ان لوگوں کے ساتھ کیا ہے وہ وعدہ یہ ہے کہ منکرین توحید و رسالت اور قرآن کو ہم ضرور سزا میں مبتلا کریں گے آپ کو تسلی مل جائے۔ جیسے بدر وغیرہ میں ہوا ہے۔

﴿۴۳﴾ فریضہ خاتم الانبیاء: آپ قرآن کریم کو مضبوط پکڑیں۔ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ الخ فضیلت خاتم الانبیاء

﴿۴۴﴾ فضیلت قرآن کریم: یہ قرآن کریم آپ کا اور آپ کی امت کا شرف ہے۔ وَسَوْفَ الخ تنبیہ مشرکین: سوال کئے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس قرآن اور اس کا شرف کا کیا حق ادا کیا اور کیسی تعظیم کی یہ پوچھا جائے گا۔ قوم سے مراد بعض نے قریش اور بعض نے عرب اور بعض نے تمام امت مراد لی ہے۔ ﴿۴۵﴾ تذکیر بایام اللہ سے توحید خداوندی پر نقلی دلیل: اس آیت کی تین تفسیریں ہیں۔ ❶ پہلے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو دیکھئے کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو معبود بنانے کی اجازت دی گئی ہے۔

❷ سوال کران پیغمبروں کی امتوں سے تم سے جو پہلے آئی ہیں یہاں مضاف محذوف ہے "وسئل امم من ارسلنا" (روح المعانی۔ ص۔۱۹۹۔ج۔۲۵) ❸ یہ سورۃ واقعہ معراج سے پہلے نازل ہوئی ہے، اور واقعہ معراج بعد میں پیش آیا ہے تو مطلب یہ ہے کہ جب پیغمبروں سے ملاقات ہوگی تو پیغمبروں سے پوچھ لینا کیا رحمٰن کے علاوہ اور الٰہ ہیں جن کی عبادت کی جاسکتی ہو، تو پیغمبروں سے براہ راست سوال کرنا مطلوب ہے۔

(روح المعانی۔ص۔۱۱۹ج۔۲۵۔ معالم التنزیل۔ص۔۱۲۶۔ج۔۴)

ہم نے مختلف مقامات پر عقیدہ حیاۃ انبیاء کرام علیہم السلام کو بیان کیا ہے تاہم اس آیت کے ذیل میں بقدر ضرورت اکھٹا عقیدہ حیاۃ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بیان کرتے ہیں۔ قارئین کی توجہ کی اشد ضرورت ہے۔

عقیدہ حیات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ جن کو تواتر طبقہ اور تواتر عمل التوارث درجہ حاصل ہے اور ان کا حکم واضح ہے۔

اور یہاں تمہید بھی یاد رکھیں: اسلامی عقائد وہ عقائد ہیں جن کا ثبوت قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اور ہر دور میں ان کو تواتر اور شہرت کا ایسا درجہ حاصل رہا ہے جس کی وجہ سے ان عقائد میں کسی بھی تاویل کی قطعاً اجازت نہیں، جیسے توحید و رسالت، حشر و قیامت، جنت و دوزخ، قرآن کریم کا کتاب اللہ ہونا اور حضرت محمد ﷺ کا خاتم الانبیاء ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ایسے عقائد کو ضروریات دین کا اصطلاحی نام دیا جاتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک بات کا انکار اسلام سے خارج کردیتا ہے۔ اگرچہ یہ انکار کسی تاویل کی آڑ لے کر کیوں نہ ہو۔ اور عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر والبرزخ قرآنی کی نصوص قطعیہ سے دلالت النص کے طور پر ثابت ہے اس لیے قطعی عقیدہ ہے اس کا منکر گمراہ اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے۔

ایک ضروری وضاحت: اکثر اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ کیا یہی ایک عقیدہ اہل سنت کا معیار ہے؟ دیگر مسائل کیا کم ہیں؟ کہ صرف عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار پر اہل سنت اور مسلک دیوبند سے خروج کا فتویٰ لگادیا جاتا ہے۔ کیا دیوبندیت کا معیار یہی ایک عقیدہ ہے؟ یہاں اس بات کی وضاحت انتہائی ضروری معلوم ہوتی ہے لہٰذا مختصراً یہ اصول سمجھ لینا چاہیے کہ کبھی کبھی ایک فرعی مسئلہ بھی اپنی اہمیت اور وقت

کی ضرورت کے پیش نظر معیار میں شمار ہونے لگ جاتا ہے اور محض اس ایک مسئلہ کا انکار بھی اہل سنت سے خروج متصور کیا جاتا ہے جیسا کہ امام صاحبؒ کے زمانے میں اہل رفض نے مسح علی الخفین کا انکار کیا اور اس میں غلو سے کام لیا تو اس زمانے میں مسح علی الخفین کو اہل سنت کی علامت قرار دیا گیا حالانکہ یہ ایک فرعی مسئلہ ہے۔ چنانچہ جب امام صاحب سے کسی نے پوچھا کہ اہل سنت کی کیا تعریف ہے؟ تو امام صاحب نے جواب میں فرمایا : شیخین کی فضیلت کا اعتراف، ختنین سے محبت کا اظہار اور مسح علی الخفین کا جواز۔ اسی طرح ہمارے زمانے میں ایک مخصوص فرقے نے عقیدہ حیاۃ الانبیاء کا نہ صرف انکار کیا بلکہ اس کے قائلین کو مشرک یا کم از کم بدعتی کہنے لگے پھر اس کے لیے قرآن کریم کی آیات کی خود ساختہ تشریحات گھڑ لی اور جن احادیث کا اس عقیدے سے دور کا بھی تعلق نہیں ان احادیث کو اپنے نظریے کے دلائل بنا دیئے۔ ایسی صورت حال میں اس عقیدہ کا اعتراف حق کی علامت بن گئی۔ یعنی جو اکابر کی تشریحات کے موافق اس عقیدے کا قائل ہوگا وہ اہل سنت میں سے ہوگا اور جو اس کا انکار کرے گا یا اکابر کی وضاحت سے ہٹ کر اس میں تاویل و تحریف سے کام لے گا وہ اہل سنت اور مسلک دیوبند سے خارج اور بدعتی قرار پائے گا۔

ذیل میں اہل حق کا عقیدہ، اس کی تائید میں قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور اکابرین امت کی عبارات، ان پر منکرین کی طرف سے وارد ہونے والے وساوس اور ان کے جوابات پیش کیے جاتے ہیں تاکہ حق و باطل میں تمیز ہو۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ : اہل السنۃ والجماعۃ (چاروں مسالک) کے معتبر محققین، اکابر علماء اور وہ تمام مسلمانوں (جو قرآن و حدیث کی ان تشریحات کی روشنی میں عمل کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں جو ائمہ مجتہدین، سلف صالحین اور اکابر علماء حق نے امت مسلمہ کے لیے اپنی کتب میں جمع کیں اور ان کی تشریحات سے ہٹ کر اختیار کیے گئے خود ساختہ نظریات اور مفہومات کو گمراہی کی سیڑھی سمجھتے ہیں) کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ان کی وفات اور وعدہ الٰہی کے موافق موت طاری ہونے کے بعد اپنی قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ ایسی حیات حاصل ہے کہ دنیوی حیات کے بعض احکام بھی ان پر لاگو ہوتے ہیں، مثلاً ان کی قبروں کے پاس پڑھا جانے والا سلام وہ خود سنتے ہیں، قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں، ان کی میراث تقسیم نہیں کی جاسکتی، ان کی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ اس عقیدہ پر قرآن کریم کی متعدد آیات ، اور کثیر احادیث اور اکابرین امت کی عبارات شاہد ہیں۔ ہم سردست تین آیات پیش کرتے ہیں :

انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں : حضور ﷺ اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس پر چار دلائل : دلیل (۱) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرہ ۱۵۴) ترجمہ : اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو گئے ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔ حق جل شانہ نے ولکن لاتشعرون فرمایا، ولکن لایشعرون نہیں فرمایا تاکہ لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے ان کو تو شہداء کی حیات کا شعور نہیں، لیکن شہداء کو اپنی حیات کا پورا شعور ہے۔ لیکن شہداء کی جو حیات ہے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ حیات اسی جسم کو ملی ہے کہ جس پر فعل قتل وارد ہوا تھا۔ لیکن تمہیں ان کی حیات کا شعور نہیں۔ کیونکہ پہلی حیات کھلی تھی جو شعور سے معلوم ہوتی تھی اب جو حیات ہے یہ چھپی حیات ہے اس کا تعلق شعور سے نہیں ایمان سے ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتا وہ کبھی اس حیات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

دلیل (۲) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (آل عمران آیت ۱۶۹) ترجمہ : اور جو لوگ اللہ کے راستے میں شہید ہو گئے ان کو مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کی طرف سے رزق دیے جاتے ہیں۔ مذکورہ

دونوں آیات شہداء کے حق میں نص قطعی ہیں اور شہداء کو یہ مقام حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے ملا ہے جب ان کا مقام اتنا اونچا ہے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مقام تو ان سے کروڑ ھا درجہ بلند و بالا ہے تو ان کی حیاۃ قبر و برزخ میں بدرجہ اولیٰ ثابت ہوئی۔

سوال: اس آیت میں کہا گیا ہے کہ "عِنْدَ رَبِّهِمْ" اس سے معلوم ہوا کہ شہداء اللہ تعالیٰ کے ہاں آسمانوں کے اوپر جنت میں زندہ ہیں، مٹی کے گڑھے میں پڑے ہوئے جسم کو حیات حاصل نہیں؟

جواب: اگر اللہ تعالیٰ کے پاس حیات حاصل ہونے سے زمین میں مدفون جسم سے حیات کی نفی ہوتی ہے اور "عِنْدَ رَبِّهِمْ" کا یہی مفہوم ہے تو ان حضرات کو ان "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ" کا بھی یہی مفہوم مان لینا چاہیے کہ دین اسلام آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، زمین پر دین اسلام کا کوئی واسطہ نہیں، حالانکہ ایسا نہیں، لہٰذا "عِنْدَ رَبِّهِمْ" کا تعلق "اَحْيَآءٌ" کے ساتھ نہیں، بلکہ یُرْزَقُوْنَ کے ساتھ ہے اور مطلب یہ ہے کہ شہداء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے۔

بالفرض اگر سوال میں مذکور تشریح مان لی جائے تو اس سے تجسیم کے باطل عقیدے کی طرف اشارہ ہوگا اس لیے کہ اس صورت میں "عِنْدَ" کا مفہوم مکان کا بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کرنا فرقہ مجسمہ کا عقیدہ ہے۔ جب کہ اہل سنت کے نزدیک یہاں "عِنْدَ" مکان کے لیے نہیں، بلکہ مکانۃ یعنی مرتبہ کے بیان کے لیے ہے۔ چنانچہ مفسر ابو حیان الاندلسیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: "ومعنیٰ "عند ربهم" بالمكانة الزلفیٰ، لا بالمكان" (تفسیر البحر المحیط جلد ۳۔ ص۔ ۱۵۸) یعنی "عِنْدَ رَبِّهِمْ" سے مراد مرتبہ اور درجہ ہے، نہ کہ مکان اور جگہ۔

سوال: مسلم شریف کی روایت ہے کہ مذکورہ بالا آیت کی وضاحت جب نبی اکرم ﷺ سے پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"أرواحهم فی جوف طير خضر لها قناديل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حيث شاءت"۔

(مسلم جلد ۲ ص۔ ۱۳۵)

ترجمہ: کہ ان کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہیں ان کے لیے عرش کے ساتھ قنادیل لٹک رہی ہیں وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہداء کی ارواح جنت میں ہوتی ہیں لہٰذا قبر والے اجسام بغیر روح کے مردہ ہیں؟ جواب حیاۃ شہداء پر اوپر دو آیات گزر چکی ہیں الحمد للہ اہل سنت قرآن و حدیث دونوں پر ایمان رکھتے ہیں آیات قرآنی میں شہید کے جسم کی حیاۃ کا ذکر ہے اور حدیث میں شہید کی روحانی سیر کا ذکر ہے ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ شہید کی روح روحانی سیر کرتی رہتی ہے دیکھیں احکام القرآن للجصاص ۲۴۳ ج ۲، ط، سہیل اکیڈمی لاہور۔ دلیل نمبر ۳ موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات سورۃ السجدہ آیت۔ ۲۳ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اور معراج کی رات آپ ﷺ کی ملاقات انبیا کرام علیہم السلام کے ساتھ: دلیل (۴) یہی آیت وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ۔ (زخ۔رف۔ ۴۵) ترجمہ۔ "اور آپ (ﷺ) ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے، پوچھ لیجیے کہ کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود ٹھہرائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟" اس آیت کے ذیل میں مشہور مفسر علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں: "لما أسرى برسول الله ﷺ من المسجد الحرام الى المسجد الأقصىٰ وهو مسجد بيت المقدس بعث الله له آدم و مَنْ وُلِدَ من المرسلين، و جبرئيل مع النبی ﷺ فأذن جبريل عليه الصلوٰة والسلام ثم أقام الصلاة ثم قال يا محمد! تَقَدَّمْ فصلِّ بهم۔ فلما فرغ رسول الله ﷺ قال لی جبريل عليه

الصلوٰۃ و السلام؛ سل یا محمد من ارسلنا من قبلك من رسلنا اجعلنا من دون الرحمٰن آلھۃ یعبدون۔ فقال رسول اللہ ﷺ :لا اسئل قد اکتفیت" تفسیر قرطبی ص ۸۳ ج۔ ۱۶ ترجمہ۔"جب آنحضرت ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اور جو ان کی اولاد میں سے انبیاء تھے سب کو اکٹھا فرمایا، جبرئیل علیہ السلام بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے، جبرئیل علیہ السلام نے اذان اور اقامت کہی اور عرض کیا، اے محمدا آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا : آپ (ﷺ) سوال کیجئے، ان رسولوں سے جو آپ ﷺ سے پہلے بھیجے گئے تھے کہ کیا ہم نے اللہ کے علاوہ معبود بنائے تھے جن کی پوجا کی جاتی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا : مجھے سوال کی ضرورت نہیں کیونکہ میرے لیے وہی کافی ہے (جو مجھے وحی کے ذریعے بتایا دیا گیا)"

اس آیت کی اس تفسیر کے مطابق یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو مرنے کے بعد حیات حاصل ہے، تب ہی تو انہوں نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی یاد رکھیں یہ اعزاز و اکرام اس وقت ہوسکتا ہے جب انہیں اجسام عنصریہ کے ساتھ مسجد اقصیٰ اور آسمانوں میں مدعو کیا گیا ہو۔ اور آپ ﷺ کو ان سے مسجد اقصیٰ میں پوچھنے کا کہا گیا روح مع الجسد ہوسکتا ہے نہ کہ جسم مثالی کے ساتھ۔ چنانچہ اسی آیت سے حیات الانبیاء پر استدلال کرتے ہوئے خاتمۃ المحدثین علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ :"یستدل به علی حیاۃ الانبیاء" مشکلات القرآن۔ ۲۳۴) ترجمہ۔ اس سے حیاۃ الانبیاء پر استدلال کیا گیا ہے۔

احادیث مبارکہ سے عقیدہ حیاۃ الانبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر پانچ دلائل۔ دلیل نمبر ا۔ حدثنا ابو الجهم الازرق بن علی، حدثنا یحییٰ بن ابی بکیر، حدثنا المستلم بن سعید عن الحجاج عن ثابت البنانی عن انس رضی اللہ عنہ قال۔ قال رسول اللہ ﷺ۔ الأنبیاء أحیاء فی قبورھم یصلون۔

(مسند ابن یعلی جلد ۶ ص۔ ۱۴۷ رقم الحدیث۔ ۳۴۲۵، حیاۃ الانبیا للبیہقی ص۔ ۱)

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

تشریح حدیث۔ مذکورہ بالا روایت کی تصحیح۔ علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں۔ رجال أبي یعلی ثقات" ابو یعلی کے تمام راوی ثقہ ہیں"۔ (مجمع الزوائد جلد ۸، ص۔ ۲۱۱) علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔"وصححه البیهقی" امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے۔ (فتح الباری جلد ۶۔ ص۔ ۳۵۲) ملا علی قاری فرماتے ہیں۔"صح خبر الانبیاء احیاء فی قبورھم" کہ "الأنبیاء أحیاء فی قبورھم" حدیث صحیح ہے (مرقات شرح مشکوٰۃ ج۔ ۳ ص۔ ۲۴۱، مکتبہ امدادیہ)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "ازواج انبیاء کرام علیہم السلام کو نکاح ثانی کی اجازت کا نہ ہونا اوروں کی ازواج کے لیے اس اجازت کا ہونا اور اموال انبیاء علیہم السلام میں میراث کا جاری نہ ہونا اور اوروں کے اموال میں جاری ہونا اس پر شاہد ہے کہ ارواح انبیاء کرام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل نور چراغ اطراف و جوانب سے قبض کر لیتے ہیں یعنی سمیٹ لیتے ہیں اور سوا ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں اور اس لیے سماع انبیاء علیہم السلام بعد از وفات زیادہ تر قرین قیاس ہے اور اسی لیے ان کی زیارت بعد وفات بھی ایسی ہی ہے جیسے

ایام حیات میں احیاء کی زیارت ہوا کرتی ہے اور اس وجہ سے یوں نہیں کہہ سکتے کہ زیارت نبوی ﷺ مثل زیارت مسجد و زیارت مکان ہے اور اسی وجہ سے بحکم لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ وہاں اس اہتمام سے جانا ممنوع ہے، بلکہ وہ زیارت مکان نہیں زیارت مکین ہے (جمال قاسمی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر کھڑے ہو کر سلام پڑھنا۔ حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی قبور مبارکہ کے پاس کھڑے ہو کر جو شخص صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے، آپ خود سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ دور سے پڑھا جانے والا درود و سلام بذریعہ ملائکہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

دلیل (۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ۔ قَالَ "مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔ (سنن ابی داؤد۔ ج۔۱۔ص۔۲۸۶)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ : کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ وہ مجھے سلام کرے اور اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف واپس نہ لوٹاتے ہوں تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔''

تشریح حدیث : حضرت نعمانیؒ معارف الحدیث ج۔۲ ص۔۲۳۸ میں لکھتے ہیں کہ۔ اکثر شارحین ''رد روح'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ ﷺ کی روح مبارک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی و جلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے (اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے) پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتے کے ذریعہ یا براہ راست آپ ﷺ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ ﷺ کی روح اس طرف متوجہ ہوتی ہے اور آپ ﷺ جواب دیتے ہیں، بس اس روحانی توجہ و التفات کو ''رد روح'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ مذکورہ تشریح بے غبار ہے بار بار غور فرمائیں۔ اس حدیث کی صحت کے بارے میں سورۃ بقرہ میں مذکورہ حدیث کے ذیل دیکھیں۔

حدیث پر اشکال ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کے بجائے ہر وقت امتیوں کے سلام کے جواب میں مصروف رہتے ہیں کیونکہ چاروں اطراف سے سلام آتا رہتا ہے؟ جواب قبروں کے احوال یہ آخرت کے احوال و معاملات سے مشابہ ہے اس کو دنیا والی عقل و قیاس سے نہیں پہچانے سکتے اور یہ بات عقل سے ثابت نہیں بلکہ نقل سے ثابت ہے اس پر ایمان لانا اور تسلیم کرنا ضروری ہے۔ (فتح الباری ج ۶۔ص ۳۵۲ دیکھیں)

دلیل (۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ۔ (کنز العمال۔ج۔۱۔ص۔۴۹۲) ترجمہ : حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ : جو شخص میری قبر کے پاس آکر مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

تشریح حدیث : اس حدیث کے جملہ راوی ثقہ اور معروف ہیں اور محدثین کی خاصی جماعت اس حدیث کو صحیح مانتی اور کہتی ہے، حافظ ابن حجرؒ جن کی تقریب اور تہذیب التہذیب رواۃ کی توثیق و تضعیف کا مدار ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت جید اور صحیح ہے۔

(تسکین الصدور ص ۳۲۸ دیکھیں)

دلیل نمبر ۴ : عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ۔

(سنن نسائی ۔ ج۔۱۔ص۔۱۹۸) ترجمہ: حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ : بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں چکر لگاتے رہتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے رہتے ہیں۔

مسند احمد ج۔ ۱ ص۔ ۴۴۱ و ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۔ ۵۱۷ طبع مجلس علمی) دارمی ص۔ ۳۷۲ موارد الظمان ص ۵۹۴ مشکوٰۃ ص۔۸۶، البدایہ والنہایۃ ج۱ ۔ ص۔ ۱۵۴، الجامع الصغیر ج۔ ۱ ص۔ ۹۳ و خصاص الکبریٰ ج۔ ۲ ص۔ ۲۸ تحریرات ص ۲۱۱، وفا الوفاء ج ص ۴۰۴ الصارم المنکی ص۔ ۱۹۸۔ یہ حدیث صحیح ہے تفصیل کے لیے تسکین الصدور دیکھیں۔

تشریح حدیث :اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے یہ تصریح فرمادی ہے کہ "یُبَلِّغُوْنِی" فرشتے مجھے صلوٰۃ وسلام پہنچاتے ہیں اور کلمہ "نی" جو واحد متکلم کی ضمیر ہے ذات پر دلالت کرتا ہے، علم نحو کا قاعدہ ہے کہ ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی روح مبارک پر صلوٰۃ وسلام پیش کیا جاتا تو آپ فرمادیتے کہ میری روح پر اس کا عرض ہوتا ہے اور اگر محض بدن اطہر پر یہ عرض ہوتا تب صرف بدن اطہر کا ذکر فرمادیتے مگر آپ نے تو اپنی ذات اقدس کا تذکرہ فرمایا ہے جو روح اور بدن دونوں کے مرکب کا نام ہے۔ لہٰذا یہ روایت بھی آپ ﷺ کی حیات کی دلیل ہے۔

دلیل نمبر :۵ عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَفِيهِ قُبِضَ وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ أَيْ يَقُولُونَ قَدْ بَلِيتَ قَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ (سنن نسائی۔ ۲۰۴/۱)

ترجمہ۔ حضرت اوسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تمہارے دنوں میں سے سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے، اسی میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اسی میں وفات پاگئے، نفخہ اور صعقہ بھی اسی دن میں ہوں گے، لہٰذا مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو اس لیے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ قبر میں مٹی ہو جائیں گے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔

تشریح حدیث۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے "بالاسانید الصحیحۃ" حضرت اوس بن اوسؓ سے یہ روایت کی ہے (کتاب الاذکار ص۔ ۱۰۶ طبع مصر) اصول حدیث کے رو سے یہ روایت بالکل صحیح ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ تسکین الصدور ص۔ ۳۱۰) اس حدیث سے واضح معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں آپ کی خدمت عالیہ میں درود پیش کیا جاتا تھا۔ مگر اس کی کیفیت کو ہمارے لیے جاننا ضروری نہیں کیونکہ آپ خود ہی بہتر جانتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کو زندگی مبارک میں درود کے عرض پر کوئی اشکال نہیں تھا البتہ بعد از وفات کے تھا تو آپ نے واضح ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام کھانے کو حرام کردیا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام کے عرض کے لیے جسد اطہر کو پورا پورا دخل ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ اگر صلوٰۃ وسلام جسد مثالی پر پیش ہوتا ہے تو کبھی اشکال نہ ہوتا کیونکہ جسد مثالی کے مٹی ہونے کا کبھی بھی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

حیاۃ الانبیاء میں وارد ہونے والی روایات متواتر ہیں

''امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں حیاۃ النبی ﷺ فی قبرہ و ھو سائر الانبیاء معلومة عندنا علما قطعیا لما قام عندنا من الادلة فی ذلك و تواترت به الاخبار الدالة علیٰ ذلك ۔(الحاوی للفتاویٰ جلد ۲ ص ۔ ۱۴۷)

ترجمہ ۔آپ ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی قبروں میں زندہ ہونا ہمارے نزدیک علم قطعی سے ثابت ہے، اس لیے کہ اس سلسلہ میں ہمارے نزدیک دلائل و اخبار درجہ تواتر تک پہنچے ہوئے ہیں''۔منکرین حیات اکثر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ عقیدہ کے اثبات کے لیے خبر متواتر کا ہونا ضروری ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ علیہ کی اس وضاحت سے ان کا یہ مطالبہ پورا ہوجاتا ہے۔مگر پہلے بھی کئی بار گزر چکا ہے کہ ان احادیث کو تواتر طبقہ اور تواتر عمل التواتر کا مقام حاصل ہے پھر کیا جائے؟ لہٰذا انصاف کا تقاضا ہے کہ اب یہ لوگ اپنی ضد و عناد سے توبہ کر کے اس عقیدہ کو تسلیم کرلیں، اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند میں شرکت کرلیں اور اسی کو باعث فخر و نجات سمجھیں۔

منکرین کا تواتر پر متعصبانہ اعتراض اور اس کا جواب۔لیکن منکرین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اہل السنۃ الجماعۃ کے پاس علامہ سیوطیؒ کی اس صراحت کے علاوہ ہے ہی کیا ہے اور صرف ایک آدمی کے کہہ دینے سے تواتر ثابت نہیں ہوتا؟۔

جب کہ خود ان کے پاس ان کے عقیدے ممات پر ایسی ایک عبارت تک نہیں کہ جس میں یہ صراحت ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی ''ممات فی القبر'' میں وارد ہونے والی روایات متواتر ہیں، بلکہ ایک خبر واحد ضعیف تک اس بات پر پیش نہیں کی جاسکتی جو اس بات میں صریح ہو کہ انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد قبروں میں (نعوذ باللہ) مردہ ہیں اور وہ قبروں میں نماز نہیں پڑھتے۔یہاں تک کہ اس سے بڑھ کر بھی یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ آج تک اس طرح کی موضوع روایت بھی کسی نے نہیں بنائی۔ان کا یہ اعتراض بالکل فضول اور متعصبانہ ہے اس لیے کہ تواتر کے لیے امت کے ہر ہر فرد کی گواہی کا لکھا ہوا ہونا شرط نہیں ہے ورنہ اس طرح تو قرآن کریم کی آیات بھی غیر متواتر بن جائیں گی اس لیے کہ صحابہ کرام سے لے کر آج تک ہر ہر آیت پر ہر ہر مسلمان کی گواہی کہیں بھی تحریراً موجود نہیں ہے۔پھر احادیث کے مجموعہ میں متواتر کے وجود کا کیا کہنا وہ تو ممکن ہی نہ ہوگا۔بلکہ علما کرام اور محدثین عظام کے قول پر اعتماد کر کے احادیث کو متواتر مانا جاتا ہے۔علامہ سیوطیؒ نے حیات انبیاء کے عقیدے کو متواتر کہا ہے اگر وہ اس دعویٰ میں متفرد یا غلط ہوتے تو کم از کم کوئی ایک محدث ان کی تردید تو کرتا لیکن سب نے ان کی اس بات پر خاموشی اختیار کر کے گویا تائید فرمادی کہ بلاشبہ حیات انبیاء متواتر اور قطعی عقیدہ ہے۔

احادیث سماع کی وجہ سے نصیب شاہ سلفی غیر مقلد کا اعتراض۔ہمیشہ ہر وقت دور و قریب سے ایک جیسا سننا یہ صفت کاملہ صرف اور صرف اللہ کے لیے خاص ہے، دلیل وان تجهر بالقول فانه يعلم السر واخفى (طه ۔ ۸)

اگر آپ کوئی بات پکار کر کہیں پس یقیناً وہ جانتا ہے چھپے بھید کو بلکہ اس سے بھی کیوں چھپا ہوا ہو اسے بھی جانتا ہے۔انه يعلم الجهر من القول و يعلم ما تكتمون (انبیاء ۔ ۱۰۹)

ترجمہ۔ وہ بے شک جانتا ہے ایسی بات کو جسے پکار کر کہی جائے اور اسے بھی جانتا ہے جسے تم لوگ چھپا کر اپنے دلوں میں رکھتے ہو۔ایک موضوع من گھڑت روایت میں ہے کہ نزدیک سے نبی ﷺ سنتے ہیں دور سے نہیں تو جواب میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ۔ومن يحتج بمثل هذا الحديث الموضوع فهو من ابعد الناس عن اهل العلم و العرفان ۔(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۔ ۱۴ ص ۔ ۱۳۴)

نبی کریم ﷺ سے دو عورتیں صدقہ کے بارے میں معلوم کرنے آئی تھیں جن میں سے ایک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی (زینب) تھی انہوں نے دروازے پر سوال بلال رضی اللہ عنہ کو بتایا پھر بلال رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو بتایا (بخاری) تو ثابت ہوا کہ نبی ﷺ نے پہلے سوال نہیں سنا تھا اسی لیے تو بلال رضی اللہ عنہ نے دہرایا تو جو نبی ﷺ اتنی جہری آواز اپنی زندگی میں اپنے ہی گھر میں نہیں سن پاتا تو وہ فوت ہو کر دلوں کے راز کیسے جانے؟

آمدِ بنو تمیم کے موقع پر ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی آوازیں بلند ہوئیں جس پر سورۃ حجرات آیت۔ ۲ نازل ہوئی، ابن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرتے تو اتنا آہستہ کرتے کہ آپ ﷺ کو ان سے پوچھنے کی ضرورت ہوتی۔ اذا حدث النبی ﷺ بحدیث حدثه كاخي السرار لم يسمعه حتى يستفهمه (صحیح بخاری، جامع ترمذی، کتاب التفسیر آیت بالا)۔ (موازنہ کیجئے صفحہ ۷۔۸)

جواب۔ فریق مخالف نصیب شاہ کے اس اعتراض میں تین باتیں قابل غور ہیں۔ (۱) ہر وقت دور اور قریب سے سننا اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔ (۲) نبی قریب سے سنتے ہیں دور سے نہیں، دور سے سننے والی روایت کو من گھڑت کہا ہے۔ (۳) دو قصے نقل کر کے لکھا ہے کہ جب نبی اپنی زندگی میں گھر ہی میں نہیں سن سکتا تو فوت ہو کر دلوں کے راز کیسے جانے؟ قارئین کرام! ان تینوں باتوں کا تفصیلی جواب ملاحظہ فرمائیں۔

فریق مخالف کی کذب بیانی اور فریب کا جواب: فریق مخالف نے یہاں پر کذب بیانی سے کام لیا اور عوام الناس کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ آنحضرت ﷺ قبر مبارک میں صلوٰۃ وسلام سننے میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہو گئے اور قریب و بعید سے سننا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے مگر یاد رکھیں سادہ عوام کو محض دھوکہ اور فریب دیا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر و برزخ میں صلوٰۃ وسلام سننے میں اللہ تعالیٰ کے شریک نہیں ہیں بلکہ وہ دنیا میں زندہ لوگوں کے سننے میں شریک ہیں جیسے زندہ قریب سے سننے میں اللہ تعالیٰ کے شریک نہیں ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی قریب سے سننے میں اللہ کے شریک نہیں ہیں اور اہل حق کا عقیدہ ہے کہ زندہ قریب سے سنتا ہے اور دور سے نہیں سنتا ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی قریب سے پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام خود نفس بہ نفیس سنتے ہیں اور دور والا آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور یہی احادیث سے ثابت ہے اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ لہٰذا کسی اچھی ہسپتال کے حاذق ڈاکٹر سے اپنے دماغ کا علاج کرواؤ؟

علماء دیوبند کا یہی عقیدہ ہے شاہ صاحب نے اپنی عادت کے مطابق یہاں دھوکہ دہی اور فریب دہی سے کام لیا ہے۔ ان کا عقیدہ احادیث نبویہ کی روشنی میں واضح ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھے تو اس کو آپ ﷺ بنفس نفیس سنتے ہیں اور دور سے پڑھے ہوئے صلوٰۃ وسلام کو فرشتے آپ ﷺ تک پہنچاتے ہیں اور بعینہٖ یہی عقیدہ شاہ صاحب کے بزرگوں کا بھی ہے۔

چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم علامہ وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں کہ: اسی دنیاوی جسم کے ساتھ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور جب زندہ ہوئے تو ہر ایک بات کو سمجھ سکتے ہیں اور سن سکتے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب کوئی میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجے گا تو میں خود سن لوں گا اور جو دور سے بھیجے گا تو فرشتے مجھ کو پہنچا دیں گے۔ ان حدیثوں سے صاف یہ نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور قبر کے پاس درود وسلام پڑھنے سے بنفس نفیس سنتے ہیں اور اسی پر تمام اہلحدیث کا اتفاق ہے اور وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا جواب اور لحاظ حالت دنیوی میں تھا وہی اب بھی مسجد نبوی میں لازم ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت نہیں بدلی صرف اہل دنیا کی نظر سے چھپ گئے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ مترجم،

ج۔ ا صفحہ ۸۱۲، علامہ وحید الزمان غیر مقلد)

غیر مقلدین کے امام اور محدث اعظم شیخ الکل فی الکل حضرت میاں نذیر حسین دہلوی فرماتے ہیں۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں خصوصاً آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ لیکن کیفیت حیات ان کی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اوروں کو اس کی کیفیت بخوبی معلوم نہیں۔ (ضمیمہ فتاویٰ نذیریہ ج ۲۔ ص۔ ۵۵)

مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ اکابر غیر مقلدین کا بھی وہی عقیدہ ہے جو علماء دیوبند کا ہے کہ نبی کریم ﷺ قبر کے قریب سے پڑھے ہوئے درود کو بہ نفس نفیس سنتے ہیں اور دور سے پڑھے ہوئے درود کو فرشتے آپ ﷺ تک پہنچاتے ہیں اور غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ وہ احادیث صحیحہ پر اپنے مسلک کی بنیاد رکھتے ہیں تو گویا کہ اکابر غیر مقلدین کے نزدیک سماع النبی ﷺ عند قبرہ اور مسئلہ حیات النبی ﷺ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تبھی تو انہوں نے اس کو اپنا عقیدہ بنایا ہے ورنہ تصیب شاہ صاحب کو اعلان کرنا پڑے گا۔ کہ ان کے اکابر نے اپنے مسلک کی بنیاد موضوع احادیث پر رکھی ہے اور وہ جھوٹے اہل حدیث ہیں۔

قریب سے سننے کی تمام روایات موضوع نہیں: دوسری بات کا جواب :شاہ صاحب نے یہ لکھا ہے کہ نزدیک سے نبی ﷺ سنتے ہیں دور سے نہیں یہ ایک موضوع اور من گھڑت روایت ہے اور دلیل میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول **ومن یحتج بمثل ھٰذا الحدیث** موضوع الخ کو پیش کیا ہے۔ اس شق کا جواب بھی صراحتاً اکابر غیر مقلدین سے پیش خدمت ہے، ملاحظہ فرمائیں :ضمیمہ جدیدہ فتاویٰ ستاریہ میں محمد ادریس سلفی نائب مفتی جماعت غرباء اہلحدیث اس بات کی ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں :

یہ روایت مشکوٰۃ باب **الصلوٰۃ علی النبی ﷺ وفضلھا** میں موجود ہے جس کے سند کے بارے میں کلام ہے۔ بہر صورت یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ دور اور قریب سے نبی ﷺ پر درود پڑھنے میں فرق ہے۔ جو شخص آپ ﷺ کی قبر کے پاس درود پڑھتا ہے اسے نبی ﷺ سنتے ہیں اور جو دور سے پڑھتا ہے تو وہ آپ ﷺ تک بذریعہ فرشتے پہنچایا جاتا ہے چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا معنیٰ صحیح ہے لیکن اسناد قابل حجت نہیں ہے بلکہ اس کا معنی دوسری احادیث سے ثابت ہے اور اگر یہ حدیث صحیح نہ بھی ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دور سے درود پڑھنے والے کا درود آپ ﷺ تک پہنچا دیا جاتا ہے دور والا درود آپ نہیں سنتے پس دور سے پڑھا گیا درود وسلام آپ ﷺ تک فرشتے پہنچا دیتے ہیں۔

(ضمیمہ جدیدہ فتاویٰ ستاریہ ج۔ ا ص۔ ۱۸۵)

اور فتاویٰ ستاریہ میں یہ بھی ہے کہ صرف اگر آپ ﷺ کی قبر پر جا کر درود سلام پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں بے شک ٹھیک ہے

(فتاویٰ ستاریہ ج۔ ا ص۔ ۱۸۱)

نیز ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ جو شخص آپ ﷺ کی قبر پر جا کر سلام کہتا ہے اس کا سلام آپ ﷺ خود سنتے ہیں یہاں سے نہیں سنتے کیونکہ فرشتے پہنچانے کے لیے اللہ نے مقرر فرمائے ہیں۔ فقط عبد القہار غفرلہ۔

ایک اور سوال کے جواب میں لکھتے ہیں :سوال : کیا نبی علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں سن سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: قبر والے کسی کی بھی آہ و پکار نہیں سنتے قرآن مجید میں ہے وما انت بمسمع من فی القبور۔ ہاں نبی علیہ السلام کی قبر پر جا کر درود و سلام پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ ۴۔ ص۔ ۱۱۷)

غیر مقلدین کے مشہور و معروف عالم علامہ وحید الزمان حیدر آبادی لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور قبر کے پاس درود و سلام پڑھنے سے بہ نفس نفیس سنتے ہیں اور اس پر تمام ائمہ حدیث کا اتفاق ہے۔ (سنن ابن ماجہ مترجم ا۔ ص۔ ۸۱۴)

فریق مخالف سے دو سوال۔ سوال نمبرا۔ کیا ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک حدیث کو ضعیف اور موضوع کہنے سے اس باب کی تمام احادیث ضعیف اور موضوع ہو گئیں ہیں معلوم ہوتا ہے کہ علم اور تفقہ کا جنازہ اٹھ گیا ہے۔ جب کہ خود ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی قبروں پر صلوٰۃ و سلام کے لیے جانا مستحب ہے۔

چنانچہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ۔ وهم احياء في قبورهم ويستحب اتيان قبورهم لسلام عليهم۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی قبر پر سلام کے لیے آنا مستحب ہے۔ (رسائل ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ قاعدۃ فی المعجزات والکرامات ص۔ ۹۷)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ: انه يسمع صلوٰة و السلام من القريب وانه يبلغ ذٰلك من البعيد (رسائل ابن تیمیہ ص۔ ۱۹۱) ترجمہ: آپ ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ ﷺ قریب سے صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں اور دور سے آپ کو پہنچایا جاتا ہے۔ سوال نمبر ۲۔ اگر اس باب کی سب احادیث ضعیف اور موضوع ہیں تو کیا ائمہ اہل حدیث نے ضعیف اور موضوع احادیث پر اتفاق کیا ہے؟ جواب ہمارا استدلال صحیح احادیث ہیں جیسا کہ اوپر واضح ہے۔

فریق مخالف کا قیاس فاسد اور اس کا جواب۔ اس اعتراض کے آخر میں فریق مخالف نے احادیث کے حوالے سے دو قصے نقل کر کے لکھا ہے کہ جو نبی اتنی جہری آواز میں اپنی زندگی میں اپنے ہی گھر میں نہیں سن پاتے وہ فوت ہو کر دلوں کے راز کیسے جانے؟

اس عبارت میں فریق مخالف نے قیاس فاسد اور قیاس مع الفارق کیا ہے کیونکہ فریق مخالف نے نبی کریم ﷺ کی عالم برزخ والی زندگی کو دنیاوی زندگی پر قیاس کیا ہے جب کہ آپ ﷺ کی آخرت اور عالم برزخ والی زندگی اس دنیا والی زندگی سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ جب دنیا کی زندگی میں قریب سے سماع ثابت بلا شرکت غیر تو برزخ کی زندگی دنیا سے اعلیٰ ہے تو اس سے اور زیادہ ثابت ہونا چاہیے۔ جس کے ہم مکلف نہیں۔ بڑی تعجب کی بات ہے کہ وہ مولوی جس کی ساری زندگی قیاس کے بطلان پر گزری ہو آج وہ مجتہد مطلق بن کر قیاس کر رہا ہے اور وہ بھی قیاس فاسد۔

نوٹ۔ اس اعتراض میں فریق مخالف نے آنحضرت ﷺ کی شان مبارکہ میں گستاخی کی ہے عبارت کو غور سے پڑھیے۔

آنحضرت ﷺ کا جو ادب دنیا میں تھا وہ ادب اب بھی مسجد نبوی میں لازم ہے اور اس پر تمام ائمہ اہل حدیث کا اتفاق ہے۔

علامہ وحید الزمان سنن ابن ماجہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ۔ ان حدیثوں سے یہ مسئلہ صاف نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور قبر کے پاس درود و سلام پڑھنے پر بنفس نفیس سنتے ہیں اور اس پر تمام ائمہ الحدیث کا اتفاق ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا جو ادب اور لحاظ حالت حیات دنیاوی میں تھا وہی اب بھی مسجد نبوی ﷺ میں لازم ہے کیونکہ آپ ﷺ کی حالت نہیں بدلی۔ صرف اہل دنیا کی نظر سے آپ ﷺ چھپ گئے ہیں۔ ایک بزرگ سے منقول ہے کہ نعمتیں بہت بڑی اب بھی دنیا میں موجود ہیں۔ لیکن لوگوں کی

ادھر توجہ نہیں ہے ایک تو ذات بابرکت جناب رسول اللہ ﷺ اور دوسری قرآن مجید۔

(سنن ابن ماجہ مترجم۔ا ص۔۸۱۴)

علامہ وحید الزمان نے جس بزرگ کا قول نقل کیا ہے ان کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اب بھی دنیا میں موجود ہیں، وحید الزمان بھی اس کا قائل ہے جبھی یہ قول نقل کیا ہے۔ فریق مخالف کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ قبر میں نہیں سنتے جب کہ ان کے مقتداؤں کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کی حیات برزخی حیات دنیاوی سے زیادہ قوی اور بہتر ہے، ملاحظہ فرمائیں:

(۱) چنانچہ علامہ وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں کہ: آنحضرت ﷺ اپنی قبر شریف کے پاس درود وسلام سنتے ہیں اسی طرح آپ ﷺ کا ادب اور لحاظ اسی طرح قائم ہے جیسے دنیاوی حالت میں تھا بلکہ یہ برزخی حیات بہت ساری باتوں میں دنیاوی حیات سے زیادہ قوی اور زیادہ بہتر ہے۔ (سنن ابن ماجہ مترجم ا۔ص۔۸۱۵)

(۲) علامہ وحید الزمان ابن ماجہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔کل پیغمبروں کے جسم زمین کے اندر صحیح وسالم ہیں اور روح تو سب کی سلامت رہی ہے پس آنحضرت ﷺ مع جسم صحیح سالم ہیں اور قبر شریف میں زندہ ہیں اور جو کوئی قبر کے پاس درود بھیجے یا سلام کرے تو آپ ﷺ خود سنتے ہیں اگر دور سے درود بھیجا جائے تو فرشتے آپ ﷺ تک پہنچا دیتے ہیں اور اس کا یہی اعتقاد ہے۔

(سنن ابن ماجہ مترجم۔ا۔ص۔۴۵۶)

وقد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احیاء فی قبورھم رواہ المنذری وصححه البیھقی۔

(نیل الاوطار۔۳ ص۔۲۸۲)

ترجمہ: یہ بات حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اس حدیث کو امام منذری نے روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں کہ: انه ﷺ حی فی قبرہ بعد موته کما فی الحدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم و قد صححه البیھقی والف فی ذلك جزء۔ (السراج الوھاج شرح صحیح مسلم۔ا۔ص ۵۰۴)

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ وصال مقدس کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس حدیث کی تصحیح امام بیہقی نے فرمائی اور انہوں نے خاص اس مسئلہ میں ایک جزء بھی تحریر فرمایا ہے۔

(۴) مولانا عطاء اللہ حنیف لکھتے ہیں کہ: انهم احیاء فی قبورھم یصلون و قد قال النبی من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائیا بلغته۔ (التعلیقات السلفیه علی سنن النسائی ا۔ص ۲۳۷)

ترجمہ۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اور نماز پڑھتے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے تو میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے تو مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

(۵) شارح ابوداؤد علامہ شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں کہ: فان الانبیاء فی قبورھم احیاء قال ابن حجر المکی وما افادہ من ثبوت حیاۃ الانبیاء حیاۃ بھا یتعبدون و یصلون فی قبورھم مع استغنائھم عن الطعام و الشراب

کالملائکۃ۔(عون المعبود شرح ابوداؤد۔ ۳ص۔۲۶۱)

ترجمہ: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں امام ابن حجر کی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انبیاء کی حیات ایسی ہے کہ وہ عبادت کرتے ہیں اور اپنی قبروں میں نمازیں ادا کرتے ہیں اور ملائکہ کی طرح کھانے پینے سے مستغنی ہیں۔

(۶) مولوی اسماعیل سلفی لکھتے ہیں کہ: اہل السنت والجماعت کے دونوں مکاتب فکر اصحاب الرائے اور اہل حدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شہدا اور انبیاء زندہ ہیں۔ برزخ میں وہ عبادات تسبیح وتہلیل فرماتے ہیں ان کو رزق بھی ان کے حسب حال اور حسب ضرورت دیا جاتا ہے انبیاء کی زندگی کے متعلق سنت میں شواہد ملتے ہیں، صحیح احادیث میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق عبادات وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔(تحریک آزادی فکر،ص۔۳۸۵)

تمام ائمہ اہل حدیث کا متفقہ فیصلہ: علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں کہ: "اور پیغمبر اسی دنیاوی جسم کے ساتھ اپنی قبروں میں زندہ ہیں" ان حدیثوں سے صاف نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور قبر کے پاس درود وسلام پڑھنے سے بہ نفس نفیس سنتے ہیں اور اس پر تمام ائمہ اہلحدیث کا اتفاق ہے۔(سنن ابن ماجہ ج ا۔ص۔۸۱۴)

الحمدللہ اہل حق علماء دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے حق تعالیٰ ہمیں اس عقیدہ پر قائم ودائم رکھے اور تمام اہل حق کو اس اتفاقی واتحادی عقیدہ پر تادم زندگی رکھے اور خاتمہ ایمان پر موت دے۔ اور قیامت کے دن عاشقان رسول کے زمرہ میں داخل کرے۔(آمین)

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت۔ حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کرنا نہ صرف مستحب بلکہ عمدہ ترین نیکی اور افضل ترین عبادت ہے۔ إِعلَم أَنَّ زِيَارَةَ قَبرِ الشَّرِيفِ مِن أَعظَمِ القُربَاتِ، وَأَرجَى الطَّاعَاتِ وَالسَّبِيلِ إِلَى أَعلَى الدَّرَجَاتِ، وَمَن اِعتَقَدَ غَيرَ هٰذَا فَقَدِ انخَلَعَ مِن رِبقَةِ الإِسلَامِ، وَخَالَفَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَجَمَاعَةَ العُلَمَاءِ الأَعلَامِ۔(شرح الزرقانی علی المواھب۔۱۲/۱۷۸)

ترجمہ: یہ بات جان لیجئے کہ روضۂ مبارک کی زیارت کرنا افضل ترین عبادت، مقبول نیکی اور بلند درجات کے حصول کا راستہ ہے، جس شخص نے اس کے برخلاف عقیدہ رکھا اس نے اسلام کی پابندی سے آزادی اختیار کرلی، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور کبار علماء کی مخالفت کی۔ زائرِ مدینہ منورہ کو چاہیے کہ سفرِ مدینہ منورہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کرے، وہاں حاضری کے بعد دیگر مقامات متبرکہ کی زیارت بھی ہوجائے گی۔ ایسا کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم زیادہ ہے۔

حدیث سے دلائل:(۱) عَنِ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَن جَاءَنِي زَائِرًا لَا يَعلَمُهُ حَاجَةٌ إِلَّا زِيَارَتِي، كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَن أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَومَ القِيَامَةِ۔(معجم کبیر للطبرانی۔۱۲/۲۵۵)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص میرے پاس زیارت کی غرض سے آئے، اس کے علاوہ اس کی اور کوئی غرض نہ ہو تو مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا سفارشی بنوں۔

(۲) عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَن حَجَّ إِلَى مَكَّةَ ثُمَّ قَصَدَنِي فِي مَسجِدِي، كُتِبَت لَهُ حَجَّتَانِ مَبرُورَتَانِ. وَهُوَ فِي مُسنَدِ الفِردَوسِ۔(وفاء الوفاء۔۴/۱۳۴۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بیت اللہ کا حج کرے پھر میرے پاس مسجد میں آنے کا ارادہ کرے اس کے لیے دو مقبول حج لکھے جاتے ہیں اور وہ فردوس کی مسند پر ہوگا۔

روضہ مبارک پر حاضری کے وقت دعا میں بخشش کی سفارش کرانا جائز ہے: حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا، شفاعت کی درخواست کرنا اور یہ کہنا حضور میری بخشش کی سفارش فرمائیں، یہ نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔

حدیث سے دلیل: عَنْ مَالِكِ الدَّارِ، قَالَ: وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ عَلَى الطَّعَامِ، قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا، فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ: ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْتَقِيمُونَ وَقُلْ لَهُ: عَلَيْكَ الْكَيْسُ، عَلَيْكَ الْكَيْسُ، فَأَتَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ لَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ)

ترجمہ: حضرت مالک الدار جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے وزیر خوراک تھے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے تو ایک آدمی آپ ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اپنی امت کے لیے بارش طلب فرمائیے، اس لیے کہ وہ ہلاکت کے قریب پہنچ چکی ہے، تو ایک شخص خواب میں اس کے پاس آیا اور اس کو کہنے لگا کہ عمرؓ کے پاس جاؤ، ان کو سلام کرو اور اس بات کی خبر دو کہ تم صراطِ مستقیم پر ہو، اور یہ بھی کہو: آپ پر ہی دانائی منحصر ہے، آپ پر ہی دانائی منحصر ہے، چنانچہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور واقعہ بیان کیا تو حضرت عمرؓ رونے لگے، پھر فرمایا: اے رب میں کوتاہی نہ کروں گا الا یہ کہ اس کام سے میں عاجز ہوں۔

اعتراض: نصیب شاہ سلفی کا: (۱) استسقاء اور قبرستان کے علاوہ خود آنحضرت ﷺ قبلہ رو ہو کر دعا مانگتے تھے۔ (بخاری کتاب الدعوات، ترمذی مع تحفۃ الاحوذی، جلد ۹ ص۔ ۱۳، مسند احمد)

اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک سنت طریقہ یہ تھا کہ جب دعا کرتے تو منہ قبلے کی طرف کرتے تھے نہ کہ قبروں کی طرف کرتے۔

(۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ پر سلام کیا جائے تو منہ قبلہ رخ اور پیٹھ قبر کی جانب ہو۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۴۔ ص۔ ۹۵) (۳) وقال الشیخ الاسلام ان قصد الدعاء عند قبور لیس من دین المسلمین (فتاوی ابن تیمیہ ۱۴۔ ص۔ ۹۵) دعا کے وقت قبر کا قصد کرنا مسلمانوں کے دین میں سے نہیں ہے۔ (موازنہ کیجیے صفحہ ۹)

جواب: فریق مخالف نے حالت غنودگی میں جس چیز کا انکار کرنا چاہتے تھے اس کا اثبات کر بیٹھے ہیں۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں کہ استسقاء اور قبرستان کے علاوہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رخ ہو کر دعا مانگتے تھے، (یعنی قبرستان میں قبلہ رخ ہو کر دعا نہیں مانگتے تھے، بلکہ قبروں کی طرف منہ کر کے دعا مانگتے تھے۔

فریق مخالف کا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ پر الزام: یہ الفاظ کہ استسقاء اور قبرستان کے علاوہ خود آنحضرت ﷺ قبلہ رخ ہو کر دعا مانگتے تھے بخاری کتاب الدعوات باب الاستسقاء میں نہیں ہیں۔

فریق مخالف کے کلام میں تضاد: پہلے لکھتے ہیں کہ استسقاء اور قبرستان کے علاوہ خود آنحضرت ﷺ قبلہ رخ ہو کر دعا مانگتے تھے۔ اس

کے بعد اگلی سطر میں لکھتے ہیں کہ اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک سنت طریقہ یہی تھا کہ جب دعا کرتے تو قبلہ کی طرف رخ کرتے تھے نہ کہ قبروں کی طرف۔

جبکہ قبلہ رخ پھیر کر دعا مانگنا آپ ﷺ سے ثابت ہے: چنانچہ فرض نمازوں کے بعد آنحضرت ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف چہرۂ انور کر کے دعا مانگنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ امام بخاری لکھتے ہیں کہ:

(۱) عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ ﷺ اذا صلی صلوٰۃ اقبل علینا بوجھہ۔(رواہ البخاری ۱۔ ص۔ ۱۱۸) ترجمہ۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت نماز پڑھ چکتے تو ہم پر متوجہ ہوتے اپنے چہرہ انور کے ساتھ مقتدیوں کی طرف یہ استقبال عبث اور بے فائدہ نہیں ہوتا بلکہ دعا کے لیے ہوتا تھا۔

(۲) عن البراء قال کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ ﷺ احببنا ان نکون عن یمینہ یقبل علینا بوجھہ قال فسمعتہ یقول رب قنی عذابک یوم تبعث او تجمع عبادک (مسلم ۱۔ ص۔ ۲۴۷)

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب بن حارث، ابو عمارہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے جب نماز پڑھتے تھے تو دائیں طرف کھڑا ہونا پسند کرتے تھے، کیونکہ جب حضرت رسول اللہ ﷺ سلام پھیریں گے تو چہرۂ انور ہماری طرف کر کے بیٹھیں گے پھر (نماز پڑھنے کے بعد) میں نے آپ ﷺ کو یوں کہتے ہوئے سنا۔ رب قنی عذابک یوم تبعث او تجمع عبادک۔ (۳) عن انس رضی اللہ عنہ قال ما صلی بنا رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ مکتوبۃ الا اقبل علینا بوجھہ فقال اللھم انی اعوذبک من کل عمل یخزینی... الخ

فریق مخالف کے گھر کا حوالہ: (۱) مشہور غیر مقلد مولوی محی الدین صاحب "بعد سلام کے مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنے اور ذکر اور دعاؤں کے پڑھنے کے بیان میں کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ جب نماز پڑھ کر امام سلام پھیرے تو مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے۔ (حاشیہ نمبر ۶، یہ حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت سے بخاری چھاپہ احمدی میرٹھ کے صفحہ ۱۱۷ میں ہے) اور منہ سے (کبھی) داہنی طرف کے مقتدیوں کی طرف اور (کبھی) بائیں طرف کی مقتدیوں کی طرف منہ کر کے اور یہ دعا پڑھے۔ استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔ (تقریباً ۱۴ دعائیں ذکر کی ہیں) حاشیہ نمبر ۷) یہ حدیث (یعنی کبھی داہنی طرف اور کبھی بائیں طرف منہ کرنے کی حدیث) بخاری اور مسلم کی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ کی پہلی فصل میں ہے۔ (فقہ محمدیہ وطریقہ نبویہ ص۔ ۲۹ مرتبہ مولانا محی الدین صاحب۔ ناشر۔ جمعیۃ اہلحدیث کراچی (رجسٹرڈ) آسن مل اوجھا روڈ کراچی، پاکستان)

(۲) مشہور غیر مقلد علامہ عبدالجبار سلفی صاحب لکھتے ہیں کہ۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ کے موقف سے پیدا ہونے والی غلطی کا جواب دے کر ان کا اصل مدعا بھی بیان کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ۔ فان حاصل کلامہ انہ نفاہ بقید استمرار استقبال المصلی وایرادہ بعد السلام و اما اذا انتقل بوجھہ او قدم الاذکار المشروعۃ فلا یمتنع عندہ الاتیان بالدعاء حینئذ۔ (فتح الباری۔ ۱۱ص۔ ۱۱۳)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے جس چیز کی نفی کی ہے وہ یہ ہے کہ نماز کے بعد پابندی سے قبلہ رخ بیٹھ کر دعا مانگنا اور جب رخ پھیرے یا مشروعی اذکار پڑھ لے تو پھر دعا کرنا ان کے نزدیک بھی منع نہیں۔

(اجتماعی دعا بعد از نماز اور اہلحدیث کا مسلک اعتدال، ص۔ ۳۲، ۳۳)

ان احادیث میں اور مولانا محی الدین اور مولانا عبدالجبار سلفی کے بیان سے معلوم ہوا کہ فرض نمازوں کے بعد حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف چہرہ انور کر کے دعا مانگتے تھے۔ لہٰذا فریق مخالف کا یہ نظریہ غلط ہے کہ استسقاء اور قبرستان کے علاوہ حضور ﷺ قبلہ رخ دعا مانگتے تھے۔

صلوٰۃ وسلام کے وقت قبر انور کی طرف منہ کرنا سنت صحابہ ہے :ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما قال من السنة ان تأتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلة و یجعل ظهرك الی القبلة و تستقبل القبلة بوجهك ثم تقول السلام علیك ایها النبی ورحمة الله و برکاته ۔(مسند امام اعظم ص۔ ۱۳۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ تو نبی ﷺ کی قبر شریف پر قبلہ کی جانب سے آئے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کر لے اور قبر کی طرف اپنا چہرہ، اور پھر کہے السلام علیك ایها النبی ورحمة الله و برکاته۔ اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک سنت طریقہ یہ تھا کہ وہ صلوٰۃ وسلام کے وقت قبر انور کی طرف چہرہ کرتے تھے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کا صحیح ترجمہ و مطلب :فریق مخالف نے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لیے اس اعتراض میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت نقل کی ہے جس کا ترجمہ غلط کیا اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے بے شک قبروں کے پاس دعا کا قصد کرنا مسلمانوں کے دین میں سے نہیں ہے۔ اس عبارت کا صحیح مطلب ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''اقتضاء الصراط المستقیم'' سے ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ :

فان الدعا عند القبور و غیرها من الاما کن ینقسم الی نوعین :احدهما ان یحصل الدعاء فی البضعة بحکم الاتفاق لا لقصد الدعاء فیها کمن یدعو الله فی طریقه ویتفق ان یمر بالقبور اومن یزورها فیسلم علیها ویسأل الله العافیة له وللموتی کما جاءت به السنة فهذا و نحوه لا بأس به۔

الثانی :ان یتحری الدعاء عندها بحیث یستشعر ان الدعاء هناك اجوب منه فی غیره فهذه النوع منهی عنه اما نهی تحریم او تنزیه وهوالی التحریم اقرب والفرق بین البابین ظاهر فان الرجل لو کان یدعوا الله واجتاز فی ممره بصنم اوصلیب او کنیسة لکان یدعو فی بقعة و کان هناك بقعه فیها صلیب وهو عنه ذاهل۔ او دخل الی کنیسة لیست فیها بیتا جائزا ودعا الله فی اللیل اوبات فی بیت بعض اصدقائه ودعا الله لم یکن بهذا بأس۔

ولو تحری الدعاء عند صنم او صلیب او کنیسة یرجوا الا جابة بالدعاء فی تلك البقعه لکان هذا من العظائم. بل لو قصد بیتا او خانو تأتی السوق او بعض عوامید الطرقات یدعو عندها. یرجوا الایجابة بالدعاء عندها ۔لکان هذا من المنکرات المحرمة اذلیس للدعاء عندها فضل۔

لقصد القبور للدعاء عندها من هذا الباب بل هو اشد من بعضه لان النبی ﷺ نهی عن اتخاذها مساجد و عن اتخاذها عیدا و عن الصلوٰۃ عندها بخلاف کثیر من هذه المواضع۔

وما یرویه بعض الناس من انه قال اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باھل القبور او نحو هذا فهو کلام موضوع مکذوب باتفاق العلماء ان قصد القبور للدعاء عندها ورجاء الاجابة بالدعاء هناك رجاء کثیر من رجائها بالدعاء فی غیر ذٰلك الموطن امر لم یشرعه الله ولا رسوله ولا فعله احد من الصحابة ولا التابعین ولا ائمة المسلمین ولا ذکره احد من العلماء و الصالحین المتقدمین و من تأمل کتب الاثار و عرف حال تیقن قطعا ان القوم ما کانوا یستغیثون عند القبور ولا یتحرون الدعاء عندها اصلاً، بل کانوا ینهون عن ذٰلك من یفعله من جهالهم کما ذکرنا بعضه۔

(اقتضاء الصراط المستقیم مخالفة اصحاب الجحیم ص۔ ۳۵۲ تا ۳۵۵)

ترجمہ : قبروں پر یا دوسرے مقامات پر دعا کرنے کی دو صورتیں ہیں : (۱) یہ کہ کسی جگہ اتفاقاً دعا کرلی جائے حالانکہ وہاں دعا کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ مثلاً آدمی راستے میں جا رہا تھا اور اللہ سے دعا مانگی وہاں دعا کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ یا بلا ارادہ ان کی زیارت کے لیے گیا اور وہاں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے لیے اور دیگر اموات کے لیے دعا کردی جیسا کہ احادیث میں آیا ہے تو یہ اور اس کی مثل دیگر صورتوں میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) یہ کہ قبروں کے پاس دعا کرنے کا جان بوجھ کر ارادہ کرلے اور سمجھے کہ وہاں دعا دوسری جگہوں سے زیادہ قبول ہوتی ہے تو یہ صورت ممنوع ہے مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی، ہاں تحریم کے زیادہ قریب ہے، اور دونوں صورتوں میں واضح فرق ہے (اس کی مثال یوں سمجھئے) کہ آدمی راستے میں چلتے ہوئے دعا کر رہا ہے اور راستے میں بت یا صلیب یا گرجا گھر واقع ہے مگر چونکہ یہ چیزیں اس کے ذہن میں مقصود بالدعاء نہیں ہیں اس لیے وہ گنہگار نہیں۔ اور اس کی دعا جائز ہے یا یہ کہ وہ کسی ایسی جگہ میں دعا مانگ رہا ہے جہاں صلیب بھی ایک جگہ موجود ہے مگر وہ اس کے وجود سے غافل ہے۔ یہ کہ وہ داخل ہوا کسی گرجا گھر میں تاکہ اس میں رات گزارے اور رات میں اللہ سے دعا کرتا ہے تو جائز ہے یا اپنے بعض دوستوں کے ہاں رات گزارے اور اللہ سے دعا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ وہ خاص دعا کے لیے گرجا گھر نہیں آیا۔ اس جگہ قبولیت دعا ہوتی ہے تو یہ کبائر میں سے ہے بلکہ اگر کسی نے کسی گھر یا بازار میں کسی خاص دوکان (یا ستون کے پاس) یا راستے کے نشانات کے پاس قبولیت کی خاطر دعا کی تو یہ منکرات محرمہ میں سے ہے کیونکہ یہ دعا کی کوئی فضیلت نہیں۔

پس قبور کے پاس دعا کا قصد اسی قبیل سے ہے یعنی منکرات محرمہ میں سے ہے بلکہ اس سے بھی شدید تر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے قبروں کو سجدہ گاہ، میلہ یعنی مزار بنانے اور ان کے پاس نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے بخلاف ان میں سے بہت سے مقامات کے۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب کوئی معاملہ کسی طرح تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو اہل قبور سے مدد حاصل کرو تو باتفاق تمام علماء یہ بالکل جھوٹی حدیث ہے پھر آگے لکھا ہے کہ قبور کے پاس اس امید پر دعا کرنا کہ وہاں دیگر مقامات کے لحاظ سے زیادہ دعا قبول ہوتی ہے یہ ایک ایسا امر ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مشروع نہیں فرمایا نہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے یہ عمل کیا نہ تابعینؒ نے نہ ائمہ مسلمین نے اور نہ ہی متقدمین صالحین میں سے کسی نے اس کا ذکر کیا ہے پھر آگے لکھا ہے کہ جس نے کتب آثار کا مطالعہ کیا ہے اسلاف کے احوال سے آگاہ ہے وہ اس بات پر

یقین رکھے گا کہ کسی قوم نے قبور سے مدد نہیں مانگی نہ وہاں دعا کے لیے کوششیں کی مگر جو جہال یہ کام کرتے انہیں منع کرتے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک چند چیزیں مطلقاً حرام ہیں : ● قبور کے پاس دعا کو افضل تصور کرنا۔ ● قبور کے پاس دعا کے لیے سفر کرنا۔ ● وہاں دعا کی قبولیت کی امید رکھنا۔ ● یہ سمجھنا کہ وہاں دوسرے مقامات سے جلدی دعا قبول ہوتی ہے۔ لیکن اگر اتفاقاً قبر پر گزرنا ہوا اور وہاں دعا مانگ لی یا کسی قبر کی زیارت کی یا صاحب قبر کو سلام کیا اور وہاں دعا کر دی تو یہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرام نہیں ہے اور یہ شخص نہ مشرک ہوگا اور نہ بدعتی۔

غیر مقلدین کا عقیدہ ابن تیمیہ کے عقیدہ کے خلاف ہے : علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت سامنے رکھیں اور علامہ وحید الزمان کی عبارت سے موازنہ کریں۔ علامہ وحید الزمان اپنی کتاب ہدیۃ المہدی کے صفحہ نمبر ۳۲ پر لکھتے ہیں کہ :

قال بعض ترجی سرعة الاجابة عند قبر النبی ﷺ او غیرہ من المواضع المتبرکة۔ یعنی بعض علماء نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس یا اس کے علاوہ مقاماتِ مقدسہ پر دعا جلدی قبول ہونے کی امید رکھتے ہیں۔

(۱) قبر اطہر کی طرف منہ کرنے میں ابن تیمیہ کی رائے : اس موضوع پر علماء کرام کے اقوال نقل کرنے کے بعد شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ : فاتفقوا فی استقبال القبلة و تنازعوا فی تولیة القبر ظهرہ وقت الدعاء۔

(اقتضاء الصراط المستقیم ص۔ ۴۰۶)

یعنی قبلہ کی طرف منہ کرنے کے جواز میں اتفاق ہے اور اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے دعاء کے وقت قبر انور کی طرف پشت کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ کی قبر شریف کے سامنے کھڑا ہونے والا شخص اللہ کے حضور دعا کر سکتا ہے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو لوگ آنحضرت ﷺ پر سلام عرض کرنے کے بعد کھڑے ہو کر دعا کرتے ہیں وہ اہل ایمان اور اہل توحید ہیں۔

(۲) امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے : علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ ابن وہب رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے : اذا سلم علی النبی ﷺ یقف ووجهه الی القبر لا الی القبلة ویدنو وسلم ویدعو ولا یمس القبر بیدہ۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ص۔ ۴۰۶) یعنی جب کوئی آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرے تو اس طرح کھڑا ہو کہ منہ آپ ﷺ کی طرف نہ ہو قبلہ کی طرف ہو جائے اور سلام عرض کرلے اور دعا کرے لیکن قبر انور کو اپنے ہاتھ سے نہ چھوئے۔

(۳) شارح الشفاء امام خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے۔ شارح الشفاء امام خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ اس بات کی تصریح یوں کرتے ہیں۔

صرح اصحابنا بانه یستحب ان یأتی القبر ویستقبله ویستدبر القبلة ثم یسلم علی النبی ﷺ ثم علی الشیخین رضی اللہ عنهما ثم یرجع الی موقفه الاول ویقف ویدعو۔ یعنی ہمارے علماء نے تصریح کی ہے کہ مستحب یہ کہ حاضری دیتے وقت قبر انور کی طرف منہ کیا جائے اور قبلہ کی طرف پشت پھر سلام عرض کیا جائے پھر شیخین کی خدمت میں پھر پہلی جگہ لوٹ کر دعا کی جائے۔

الحمد للہ ہمارے اکابر علماء دیوبند کا بھی سو فیصد یہی عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے اکابر سے تادم وابستہ رکھے۔

(آمین)

نصیب شاہ سلفی کا اعتراض: نبی اکرم ﷺ کا روضہ مقدس جگہ ہے لیکن اس کی نیت سے سفر شریعت میں ممنوع ہے۔

قال النبی ﷺ لاتشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد المسجد الحرام و المسجد الاقصیٰ و مسجدی ھٰذا۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے بیت اللہ، بیت المقدس اور مسجد نبوی ﷺ کے علاوہ کسی مقام، قبر اور علاقہ کی طرف بنیت ثواب سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔(بخاری، مسلم، ابن ماجہ، نسائی، مسند احمد)

نوٹ :اس بارے میں جواز کی روایات ساری موضوع ہیں۔کل حدیث یروی فی زیارۃ قبر النبی فانہ ضعیف بل موضوع (فتاوٰی ابن تیمیہ جلد ۱۴ ص۔ ۱۴، الکامل فی الضعفاء لابن عدی جلد۔ ۶ ص۔ ۳۵۱) (موازنہ کیجئے ص۔ ۲۔ ۳، از مولوی نصیب شاہ سلفی)

جواب :مؤلف موصوف نے اس اعتراض میں دو دعوے کیے ہیں :(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدس کی نیت سے سفر کرنا شریعت اسلامی میں ممنوع ہے۔(۲) اس بارے میں جواز کی ساری روایات موضوع ہیں۔

پہلے دعویٰ کا جواب :نبی کریم ﷺ کے روضہ مقدس کی نیت سے سفر کرنا شریعت میں ممنوع نہیں بلکہ جائز و مستحب اور بہت اجر و ثواب والی چیز ہے، ائمہ دین نے اس موضوع پر کافی وشافی بحث فرمائی ہے۔

چنانچہ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ'' جلد ۲ صفحہ ۵۳ پر ایک مستقل فصل فی حکم زیارۃ قبرہ ﷺ کے عنوان سے تحریر فرمائی۔جمہور علماء کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی زیارت اعظم قربات میں سے ہے۔دلیل جمہور ارشاد باری تعالیٰ۔ ولو انھم اذظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ (نساء۔ ۶۴)

اور جس وقت انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کرلیا تھا اس وقت آپ کے پاس آجاتے پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے اور ان کے لیے رسول بھی (اللہ تعالیٰ سے) بخشش مانگتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا پاتے اور صحیح احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر میں زندہ ہونا ثابت ہے۔جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔لہٰذا وفات کے بعد قبر شریف کی زیارت کے لیے جانا دنیوی زندگی کے مشابہ ہے تو جیسے زندگی مبارک میں زیارت کے لیے سفر کرنا جائز ہے اسی طرح وفات کے بعد بھی سفر کرنا خیر و برکت حاصل کرنے کے لیے تو یہ بھی جائز ہے۔

زیارت قبر النبی ﷺ میں غیر مقلدین کے مقتداؤں کی رائے: فریق مخالف کی تسکین قلب اور آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے اس جگہ صرف اور صرف ان ہی کے مقتداؤں کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔

عقیدہ زیارت قبر النبی ﷺ نواب وحید الزمان کی نظر میں :غیر مقلدین کے مشہور و معروف عالم نواب وحید الزمان حیدر آبادی نے اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قلت ھٰذا الکلام عجیب فان مسئلۃ شد الرحال الی غیر المساجد الثلثۃ مختلف فیہ من زمن الصحابۃ و التابعین حتی سافر ابوھریرہ لزیارۃ الطور و کثیر من علماء السلف و الخلف جوزوا السفر لزیارۃ قبور الانبیاء والصلحاء مثل امام الحرمین و الغزالی والسیوطی و ابن حجر المکی وابن الھمام و الحافظ ابن حجر و النووی وغیرھم فھل کانوا ھؤلاء کافرین مشرکین بل یلزم ان یکون کفرھم اشد علی مذھب

هٰذا القائل لانهم والعياذ بالله ما اقتصروا على ارتكاب الشرك والكفر بل جوزوا الشرك والكفر۔

(ہدیۃ المہدی ص۔۳۱)

ترجمہ: میں اس عجیب کلام میں کہتا ہوں مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی اور طرف بغرض زیارت سفر کرنا صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے سے مختلف فیہ ہے، یہاں تک کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے طور کی زیارت کے لیے سفر کیا۔ اور سلف وخلف کے بہت سے علماء نے انبیاء وصلحاء کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کو جائز قرار دیا ہے۔ مثلاً امام الحرمین، غزالی، سیوطی، ابن حجر مکی، ابن الہمام، حافظ ابن حجر، نووی رحمہم اللہ اور ان کے علاوہ دوسرے علماء۔ تو کیا یہ لوگ کافر ومشرک تھے؟ بلکہ اس قائل کے مذہب پر ان کا کفر اور بھی شدید ہوگا کیونکہ وہ العیاذ باللہ نہ صرف کفر وشرک کے مرتکب ہوئے بلکہ انہوں نے کفر وشرک کو جائز بھی کہا۔

(۲) نواب سید نور الحسن کی رائے: نواب سید نور الحسن خان اپنی مایہ ناز کتاب ''عرف الجادی'' کے صفحہ ۱۰۲ پر لکھتا ہے کہ:

مگر دو سہ حدیث کہ سندش لا بأس بہ ست ودلالتش بر فضل زیارت است (عرف الجادی صفحہ ۱۰۲)

ان دو حوالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ عقیدہ سلف صالحین اور غیر مقلدین کے پیشواؤں کا بھی ہے فریق مخالف کی تسلی کے لیے ان کے پیشواؤں کے اقوال بھی پیش کیے ہیں حالانکہ اس عقیدے کے بارے میں صحیح اور حسن احادیث بھی موجود جیسے اوپر تفصیل گزر چکی ہے۔

حدیث لا تشد الرحال ائمہ حدیث اور غیر مقلدین کی نظر میں: اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب فضل الصلوۃ فی مسجد المکۃ والمدینۃ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا ہے اور مسجد بیت المقدس کی فضیلت کے باب میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ ان احادیث میں صرف مساجد ثلاثہ میں نماز کی فضیلت کا بیان ہے کہ یہ مساجد اپنے فضائل کی وجہ سے تمام مساجد سے برتر ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے: صحیح بخاری شریف کے شارح حضرت علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

ان المراد حكم المساجد فقط وانه لاتشد الرحال الى مسجد من المساجد للصلوٰة فيه غير هٰذه الثلثة واما القصد غير المساجد لزيارة صالح او قريب او صاحب او طلب علم او تجارة او نزهة فلا يدخل فى النهى ويؤيد مارواه احمد من طريق شهر بن حوشب۔ (فتح الباری جلد۳ صفحہ ۶۵)

ترجمہ: اس سے محض مساجد کا حکم مراد ہے اور یہ کہ ان تین مساجد کے علاوہ نماز کے نیت سے کسی مسجد کا سفر نہ کیا جائے۔ البتہ کسی نیک آدمی عزیز ساتھی سے ملنے یا علم حاصل کرنے یا تجارت وغیرہ کے لیے کیا جائے تو وہ منع نہیں ہے۔ امام احمد نے شہر بن حوشب کے طریق سے جو روایات نقل کی ہے اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے:

اور کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ فيبطل بذلك قول من منع شد الرحال الى زيارة القبر شريف وغيره من قبور الصالحين. (فتح الباری ج۔۳ ص۔ ۶۶) یعنی یہ حدیث ان حضرات کے قول کی تردید کرتی ہے جو رسول اکرم ﷺ اور صلحاء کی قبور وغیرہ کی زیارت کے لیے شد الرحال سے منع کرتے ہیں۔

مشہور غیر مقلد علامہ وحید الزمان کی رائے: غیر مقلدین کے مشہور ومعروف عالم وحید الزمان لکھتے ہیں کہ امام الحرمین اور نووی اور سبکی اور حافظ

ابن حجر اور امام غزالی اور بہت سے علماء دین کا قدیماً وحدیثاً مذہب یہ ہے کہ اولیاء صلحاء رحمہم اللہ اور انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے لیے سفر کرنا درست ہے۔

حدیث لاتشد الرحال کے متعلق لکھتے ہیں کہ :اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سوائے ان تین مساجد کے اور کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرنا درست نہیں۔ مسجدیں سب برابر ہیں فضیلت میں۔ پس سفر کرنا کسی اور مسجد کے لیے بے فائدہ تعب ہے۔ اور اس کی مؤیدہ روایت ہے جو امام احمد کی مسند میں ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ نمازی کو نہیں چاہیے کہ کسی مسجد کی طرف کجاوے باندھے سوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ابو محمد الجوینی نے جو سوائے ان تین مساجد کے اور کہیں سفر کو حرام کہا تو یہ ان کی غلطی ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے احیاء میں کہا کہ بعض علماء نے اس حدیث کی رو سے (یعنی لاتشد الرحال) منع کیا ہے علماء اور صالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کرنے سے اور ہم کہتے ہیں کہ یہ سفر جائز ہے اس حدیث کے اطلاق سے کہ " کنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها " آیا یہ لوگ منع کرتے ہیں انبیاء کی زیارت کے لیے سفر کرنے سے بھی؟ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت یحییٰ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لیے اگر اس کو منع کرتے ہیں تو محال ہے اور جو جائز رکھتے ہیں تو پھر انبیاء اور دوسرے صلحاء اور علماء کا بھی قیاس ممکن ہے اور حدیث سے اور کسی مسجد کی طرف سوائے ان تین مسجدوں کے سفر کرنے کی ممانعت مقصود ہے کیونکہ اور سب مسجدیں فضیلت میں برابر ہیں۔ برخلاف اولیاء، انبیاء اور صلحاء کے مزارات کہ ہر ایک مزار میں جدا جدا فیوض اور برکات ہیں اور ایک دوسرے سے فائق اور افضل ہیں، انتہی مختصراً۔ (سنن ابن ماجہ مترجم علامہ وحید الزمان ج۔ ا ص۔ ۱۰۷)

خلاصہ کلام :(۱) اس حدیث سے ایک یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس حدیث کا زیارت قبر النبی ﷺ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۲) یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ سلف صالحین اور خود غیر مقلدین کے اکابر کے نزدیک روضۂ اقدس کے لیے سفر کرنا جائز ہے اور جو حضرات منع کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

دوسرے دعوے کا جواب :فریق مخالف نے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے دوسرا دعویٰ یہ کیا ہے کہ اس بارے میں جواز کی تمام روایتیں موضوع ہیں۔ (بحوالہ فتاویٰ ابن تیمیہ)

اس میں کوئی شک نہیں کہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ علم و کمالات میں بے نظیر تھے۔ جبال العلم تھے اور کتاب وسنت کے بڑے عالم تھے۔ ان کا علم وفضل اور کتاب وسنت پر وسعت نظری اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن جس طرح ہر عالم کی بات کو جوں کا توں قبول نہیں کیا جاتا بلکہ کتاب وسنت اور متقدمین اکابر کے عقائد و اعمال کے میزان پر پرکھا جاتا ہے اسی طرح علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی بات کو بھی کتاب وسنت اور متقدمین اکابر کے عقائد و اعمال کے میزان پر پرکھا جائے گا۔ اکابرین امت نے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تردید کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت کرنا جائز نہیں۔

علامہ حافظ ابن حجر اور علامہ قسطلانی رحمہما اللہ تعالیٰ کی رائے: علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس قول کو "من اقبح الاقوال" لکھا ہے۔ (فتح الباری ج۔۳ ص۔ ۵۳، ارشاد الساری ج۔ ۲ ص۔ ۳۴۴)

علامہ صفی الدین بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے: علامہ صفی الدین بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی حمایت میں ایک رسالہ "القول الجلی" لکھا ہے انہوں نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق لکھا ہے کہ "ھو مخطی فی ذلك اشد الخطا. یعنی اس مسئلہ میں وہ زیادہ شدید خطا کر گئے ہیں۔ (تسعہ رسائل ص۔۱۱۹)

علامہ سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے: علامہ سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وقوله ان ماذكره من الاحاديث فی زيارة قبر النبی ﷺ فكلها ضعيفة باتفاق اهل العلم بالحديث بل هی موضوعة لم يرو واحد من اهل السنن المعتمدة شيئًا منها بينا بطلان هذه الدعوی فی اول هذا الكتاب.

یعنی علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ زیارت قبر النبی ﷺ کے سلسلے میں جس قدر احادیث ہیں وہ سب کی سب اہل علم کے نزدیک ضعیف بلکہ موضوع ہیں اور کسی معتبر صاحب سنن نے اس کو روایت نہیں کیا اور اس کتاب کے شروع میں، میں نے اس بات کا بطلان ظاہر کر دیا ہے۔

غیر مقلد سید نورالحسن کی رائے: غیر مقلدین کے پیشوا علامہ سید نورالحسن بن نواب صدیق حسن خان اپنی مشہور کتاب عرف الجادی میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ قول کو صارم منکی کے حوالے سے نقل کر کے آخر میں اپنا فیصلہ یوں بیان کرتے ہیں۔

مگر دوسه حدیث سندلا بأس به ست ودلالتش بر فضل زیارت ست (عرف الجادی ص۔ ۱۰۲)

گزشتہ حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ زیارت قبر کے متعلق ساری روایات ضعیف اور موضوع نہیں بلکہ صحیح اور حسن احادیث بھی موجود ہیں۔ نیز امت کے تعامل متواتر سے ان احادیث کے مفہوم کی تائید ہوتی ہے اور تعامل متواتر مستقل دلیل ہے۔

الزامی جواب: مؤلف موصوف کا یہ رسالہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اقوال سے بھرا پڑا ہے ہر جگہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہر عقیدے اور قول کو آنکھیں بند کر کے قبول کیا ہے گویا اندھی تقلید کی ہے جب کہ تقلید آپ کے نزدیک گمراہی ہے تو علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہر بات کو حق باطل کا میزان کیوں بنایا ہوا ہے؟ دوسروں کے عقائد ونظریات کے خلاف اگر علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے حجت ہیں تو اپنے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ مسئلہ قرأت خلف الامام کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام کے جہر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ امام پڑھے اور مقتدی سنیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہری نمازوں میں جب "ولا الضالین" پڑھتا ہے تو مقتدی "آمین" کہتے ہیں اور دوسری نمازوں میں چونکہ مقتدی سنتے نہیں اس لیے وہ "آمین" نہیں کہتے۔ اگر امام بھی قرأت کر رہا ہو اور مقتدی بھی پڑھتے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امام کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ تم ایسے لوگوں کو سناؤ جو اس کے لیے آمادہ نہیں۔ اور اس قوم کو خطبہ اور وعظ کہو جو توجہ نہیں کرتی۔ اور یہ ایسی کھلی حماقت ہے جس سے شریعت مطہرہ کا دامن بالکل پاک ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص خطبہ کے وقت باتیں کر رہا ہو تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے گدھے پر کتابوں کا بوجھ لادا ہوا ایسے ہی وہ شخص ہے جو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرتا ہو۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ ج۔ ۲۔ ص۔ ۱۴۷)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث "لا تفعلوا الا بام القرآن" کے متعلق فرماتے ہیں کہ۔ وهذا الحديث معلل عند ائمة

الحدیث بامور کثیرۃ ضعفہ احمد وغیرہ من الائمۃ۔ (ج۔ ۲۳ ص ۲۸۶)
کہ یہ حدیث معلل ہے ائمہ حدیث کے نزدیک بامور کثیرہ کے حتی کہ امام بخاری کے استاد امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے ائمہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ہر وقت ہر گھڑی "قال شیخ الاسلام قال شیخ الاسلام" کی رٹ لگانے والے اور ان کی پوری جماعت زہر کا کڑوا گھونٹ پی کر مرنے کے لیے تو تیار ہے لیکن شیخ الاسلام کے اس قول کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

اہل حق کا عقیدہ: سفر مدینہ منورہ کے وقت آنحضرت ﷺ کی زیارت کی نیت کرے اور ساتھ ہی مسجد نبوی ﷺ اور دوسری جگہوں کی نیت کر لے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ جیسا کہ علامہ ابن ہمام نے فرمایا کہ خالص قبر مبارک کی نیت کرے کیونکہ اس میں حضور ﷺ کی تعظیم زیادہ ہے۔ (خلاصہ عقائد علماء دیوبند ص۔ ۲۱۶)

نصیب شاہ سلفی کا اعتراض لعن اللہ الیھود و النصٰری اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد و فی لفظ الا فلا تتخذوا القبور مساجد فانی انھا کم عن ذٰلک و فی روایۃ اللھم لا تجعل قبری وثنا یُعبد۔
(بخاری ج۔ ۱۔ ص۔ ۱۳۷ رقم الحدیث ۱۳۳۰ و مسلم رقم الحدیث ۵۲۹)
مذکورہ احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو انبیاء کی قبروں کو عبادت خانہ بناتے اور وہاں عبادت کی نیت سے سفر اور دیگر کام کرتے ہیں وہ یہود و نصاریٰ جیسے ملعون ہیں نیز جو روایتیں اس عقیدہ کے خلاف ہیں وہ سب جھوٹ و بناوٹ پر مبنی ہیں۔
وقال شیخ الاسلام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فکل ھٰذہ الاحادیث مکذوبۃ موضوعۃ (فتاویٰ ۱۴ ص ۔۹)
موازنہ کیجئے ص ۳، ۴۔

جواب: اس اعتراض میں مؤلف موصوف نے حدیث "لعن اللہ الیھود و النصٰری" ذکر کی ہے۔ اس حدیث سے فریق مخالف کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس حدیث میں قبر یا صاحب قبر کی تعظیم کی خاطر قبر کے اوپر یا قبر کی طرف نماز پڑھنے، قبر پر سجدہ کرنے اور ان پر مساجد تعمیر کرنے سے منع کیا گیا ہے نہ کہ زیارت النبی ﷺ کی نیت سے سفر کرنے سے۔ کیونکہ یہی عمل سابقہ امم میں شرک یعنی قبر اور اہل قبور کی عبادت کا ذریعہ بنا۔ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اعمال پر نہی وارد کر کے امت پر اس راستے کو ہی بند کر دیا تا کہ یہ امت سابقہ امتوں کی طرح گمراہی میں مبتلا نہ ہو۔
نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلمانوں میں کوئی ایسا شخص نہیں جو نبی کریم ﷺ کی قبر کی تعظیم کرتے ہوئے اس کی طرف سجدہ کرتا ہو یا نماز ادا کرتا ہو۔

مذکورہ حدیث علامہ ناصر الدین البانی کی نظر میں: غیر مقلدین کے مشہور و معروف عالم علامہ ناصر الدین البانی نے اس حدیث کے وہی معنی مراد لیے ہیں جو اوپر مذکور ہیں۔ یعنی قبر کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنا، قبر پر سجدہ کرنا اور اس پر مسجدیں تعمیر کرنا، چنانچہ علامہ البانی اس حدیث کے مختلف طرق ذکر کرنے کے بعد اخیر میں لکھتے ہیں "قبروں کو مسجدیں بنانے کے سلسلے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ متعدد امور کو شامل ہیں"۔ (۱) ان کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنا۔ (۲) قبروں پر سجدہ کرنا۔ (۳) ان پر مسجدیں تعمیر کرنا۔ احکام الجنائز، ص ۲۵۴ تا ص ۲۵۸ علامہ البانی مترجم ابو عبد الرحمن بشیر نور۔

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے :علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر یوں باب باندھا ہے باب النهی عن بناء المسجد علی القبور الخ ان حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ اس حدیث کا جو معنی و مطلب فریق مخالف نے لیا ہے وہ صحیح نہیں۔

الزامی جواب: غیر مقلدین کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا تو ناجائز ہے لیکن قبروں کے پاس سجدہ کرنا، رکوع وطواف کرنا شرک نہیں بلکہ جائز ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) چنانچہ علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں کہ: قبروں کے پاس سجدہ کرنا یا رکوع اور طواف کرنا جبکہ مقصود ان افعال سے صرف علماء اور شعائر کی تعظیم ہو ان کی عبادت کا ارادہ نہ ہو تو ایسا کرنے والا دیانتاً مشرک نہ ہوگا۔(ہدیۃ المهدی ص۔ ۱۳۔۱۴)

انہی علامہ صاحب نے دوسرے مقام پر لکھا ہے : کسی نبی یا ولی کی قبر کے پاس سجدہ کرنا یا رکوع کرنا یا اس کو بوسہ دینا اور مقصد صرف قبر والے کو سلام کرنا ہو اس کی عبادت کرنا مقصود نہ ہو تو ایسا شخص گنہگار تو ضرور ہے البتہ اس کو مشرک نہیں کہہ سکتے۔

(صفحہ۔۱۵)

قارئین کرام! ہدیۃ المهدی اہل حدیث مذہب کی معتبر کتاب ہے اس کتاب کے ٹائیٹل پر لکھا ہوا ہے "مشتمل بر عقائد اہل حدیث" نیز اس کتاب کے دیباچہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس کا مؤلف اہل حدیث عالم ہے۔ چنانچہ صفحہ ۳ پر لکھتا ہے۔

ثم رأیت انه بحمد الله شاع العمل بالحدیث وسعی الناس الیه سیما اهل الهند سعیا حیث قد کشفت عن وجوه الدین ظلمات المبتدعین المقلدین و نورت الارض بانوار الهدایة والیقین تزید عدد العاملین بالحدیث یوما فیوما و تجلب علی المقلدین نقصًا ولومًا حتی انه ما بقیت قریة صغیرة ولا کبیرة الا وقد جمعت من اهل الحدیث طائفة کثیرة اویسیرة ولا تزال التقلید نقص اطواقها و تنکس اعلامها ۔(صفحہ۔۳)

ترجمہ : پھر میں نے دیکھا کہ بحمد اللہ حدیث کے ساتھ اشاعت عمل اور اس پر بطور خاص ہندوستان کے لوگ کوشش کرتے ہیں اور بیشک ان پر دین کی وجوہ اور بدعتی مقلدین کی ذلت کھل گئی اور زمین انوار ہدایت ویقین کے ساتھ منور ہو گئی اور عاملین بالحدیث کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اور مقلدین پر طعن وملامت کر رہے ہیں یہاں تک کہ کوئی چھوٹی اور بڑی بستی ایسی نہیں جہاں زیادہ یا کم اہل حدیث جماعت نہ ہو تقلید کے طوق اتر رہے ہیں اور اس کے جھنڈے سرنگوں ہو رہے ہیں۔ اور صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں :

وقد قسمت هذا الکتاب علی جزئین الجزء الاول فی اصول الایمان ویکتب فیها العقائد الصحیحة لاهل الحدیث و الجماعة۔

یعنی میں نے اس کتاب کو دو جزؤں میں تقسیم کیا ہے پہلا جزء اصول ایمان میں ہے اور اس میں، میں نے اہل حدیث اور جماعت کے عقائد صحیحہ کو بیان کیا ہے۔ اور صفحہ ۹۰۔ پر لکھا ہے ولا یزال طائفة من هذه الامة قائمة بامر الله لایضرها من خذلها حتی یأتی امر الله وهی طائفة اصحاب الحدیث کثرها الله تعالیٰ واقامها وهی الفرقة الناجیة المنصورة کما فسرها النبی ﷺ حیث قال ما انا علیه واصحابی وفی روایة اخری الذین یصلحون ما افسد الناس من سنتی ولم یکن ﷺ ولا اصحابه احناف ولا شوافع بل کانوا عاملین بالکتاب و السنة۔

ترجمہ :اور اس امت سے ایک گروہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے امر کے ساتھ قائم رہے گا اس کی رسوائی سے اس کا نقصان نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا امر آجائے اور یہی گروہ اصحاب حدیث کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ کرے اور قائم رکھے اور یہی نصرت دیا گیا ناجی فرقہ ہے جیسا کہ اس کی تفسیر فرماتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ میری سنت سے لوگوں کے فساد کی اصلاح کرتے ہیں اور حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ حنفی تھے نہ شافعی بلکہ کتاب وسنت کے حامل تھے۔ یہ چند حوالے آپ کے سامنے بطور نمونہ کے ذکر کیے ہیں ورنہ اس کتاب میں اور بہت سے حوالے موجود ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ اہل حدیث حضرات کی بڑی معتبر اور مضبوط کتاب ہے۔

قبور میں انبیاء کرام علیہم السلام کی مصروفیت : انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں مختلف مشاغل اور عبادات میں مصروف ہیں۔ ان کی یہ عبادت تکلیف شرعیہ کے طور پر نہیں بلکہ حصول لذت وسرور کے لیے ہے۔

حدیث سے دلیل : عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ "مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى وَهُوَ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ" وَزَادَ فِي حَدِيثِ عِيسَى "مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي"۔ (صحیح مسلم۔ ج۔۲۔ص۔۲۶۸)

ترجمہ : حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ : میرا گزر موسیٰ علیہ السلام پر ہوا تو وہ اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے تھے۔ قال القرطبي حببت اليهم العبادة فهم يتعبدون بما يجدونه من دواعي انفسهم لا بما يلزمون به۔ (فتح الباری۔ ج۔۱۔ص۔۳۳۰) ترجمہ :امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے عبادت محبوب بنادی جاتی ہے، لہٰذا وہ اپنی خواہش اور چاہت سے عبادت کرتے ہیں نہ اس وجہ سے کہ ان پر لازم ہوتی ہے (قبر میں)

کیفیتِ حیات انبیاء : حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو قبر مبارک میں حاصل ہونے والی حیات اس قدر قوی اور دنیوی حیات کے مشابہ ہے کہ بہت سے احکام دنیوی حیات کے، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر وفات کے بعد بھی جاری ہوتے ہیں، مثلاً ازواج مطہرات سے نکاح نہ ہونا، نبی کی میراث تقسیم نہ ہونا، اور سلام کہنے والے کا سلام سننا وغیرہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے : "وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللهِ عَظِيمًا"۔ (الاحزاب۔ ۵۳)

ترجمہ: "اور تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ جائز ہے کہ آپ کے بعد کبھی بھی آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرلو، بیشک یہ بات اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔" "لَا عِدَّةَ عَلَيْهِنَّ لِأَنَّهُ ﷺ حَيٌّ فِي قَبْرِهِ وَكَذٰلِكَ سَائِرُ الْأَنْبِيَاءِ"۔ (مرقاۃ۔ ج۔۱۱۔ص۔۲۵۶)

ترجمہ: "آپ ﷺ کی ازواج مطہرات پر عدت نہیں اس لیے کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں حیات ہیں، اور اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام۔"

نبی کی وفات سے نبوت ختم نہیں ہوتی: حضور اکرم ﷺ اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبور مبارکہ میں اسی طرح نبی ورسول ہیں، جیسا کہ وفات سے پہلے دنیوی زندگی میں تھے، اس لیے کہ نبی کی وفات سے اس کی نبوت ورسالت ختم نہیں ہوتی۔ قَالَ أَبُو

حَنِيْفَةَ اَنَّهٗ رَسُوْلٌ اْلآنَ حَقِيْقَةً ۔ (مسالک العلماء ۔ ۱۰ از قاضی شمس الدین)

ترجمہ: ''امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ آپ ﷺ اس وقت بھی حقیقۃً رسول ہیں۔''

نصیب شاہ سلفی کا تذبذب: فریق مخالف نے علماء دیوبند کے اس عقیدہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فریق مخالف اس عقیدہ کے متعلق شک وتردد میں ہیں۔ العیاذ باللہ۔

غیر مقلدین کو مخلصانہ مشورہ: بہرحال ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ الحمدللہ یہ عقیدہ بھی دوسرے عقائد کی طرح قرآن وحدیث اور اجماع امت کے عین مطابق ہے۔ ہمارا مخلصانہ اور ہمدردانہ مشورہ ہے کہ تمام غیر مقلدین تعصب اور ضد کی عینک اتار کر ہمارے اکابر کی کتب کا مطالعہ فرمائیں ان شاء اللہ ہدایت ان کے دروازہ پر یقیناً دستک دے گی۔

کائنات کی افضل ترین جگہ: قبر مبارک میں زمین کا وہ حصہ جو جناب نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک کے ساتھ لگا ہوا ہے، اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے کہ وہ تمام روئے زمین حتیٰ کہ بیت اللہ شریف اور عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔ وَاَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّ الْمَوْضِعَ الَّذِیْ ضَمَّ اَعْضَاءَهُ الشَّرِيْفَةَ ﷺ اَفْضَلُ بِقَاعِ الْاَرْضِ حَتّٰی مَوْضَعَ الْكَعْبَةِ ۔

(شرح زرقانی علی المواہب ۔ ج ۔ ۲ ۔ ص ۔ ۲۳۴ ۔ ۲۳۵)

ترجمہ: اور اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ جگہ جو آپ ﷺ کے اعضائے شریفہ کو مس کر رہی ہے وہ پوری زمین سے افضل جگہ ہے یہاں تک کہ کعبہ شریف سے بھی افضل ہے۔

نصیب شاہ سلفی کا اعتراض: یہ عقیدہ بدعت پر مبنی ہے۔ اور اصول دین کے خلاف ہے، فرمان ربانی ہے رب العرش الکریم (سورۃ مومنون ۱۱۴، توبہ ۱۴۱) ذوالعرش المجید (بروج ۔ ۱۵) قال القاسمی و تخصیصه لکونه اعظم المخلوقات ان آیتوں میں عرش کی عظمت وکرامت وبزرگی کا ہونا اس لیے مذکور ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے عظمت والا ہے کرسی کے بارے میں ہے: عن ابن عباس الکرسی موضع القدمین قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین کرسی اللہ کے قدموں کی جگہ ہے۔ (ابن کثیر، قرطبی، اسماء الصفات بیہقی ص۔ ۴۴ تفسیر احسن الکلام)

اللہ کے قدموں کی جگہ افضل ہے یا نبی کی قبر کی مٹی؟ نبی ﷺ نے فرمایا "واللہ انک لخیر ارض اللہ واحب ارض اللہ الی اللہ" یعنی اے مکہ اللہ کی قسم تو اللہ کو تمام زمینوں سے محبوب اور بہتر ہے۔ (رواہ احمد، ابن ماجہ، ترمذی وصححہ نیل الاوطار ج ۔ ۵ ص ۔ ۴۸)

بیت اللہ کی ایک نماز ایک لاکھ کے برابر جب کہ مسجد نبوی ﷺ جس میں نبی مدفون ہوئے صحیح حدیث کے مطابق ایک ہزار کے برابر ہے۔ دیوبندیوں نے قاضی عیاض کی تقلید کی ہے اس سے قبل یہ دعویٰ کسی نے نہیں کیا تھا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فلا اعلم احدا من الناس قال الا قاضی عیاض ولا حجة علیه وقال هذا القول مبتدع فی الدین مخالفة الاصول الاسلام ۔ (فتاوی ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ ج ۔ ۱۴ ص ۔ ۴۵ وھکذا شوکانی نیل الاوطار ج ۔ ۵ ۔ ص ۔ ۴۸)

شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ قول اصول اسلام کے خلاف ہے اور بدعت پر مبنی اور ہم نہیں جانتے کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ سے قبل یہ دعویٰ کسی نے بھی کیا ہو۔ (موازنہ کیجئے ص ۔ ۴ ۔ ۵)

جواب :اس اعتراض میں مؤلف موصوف نے سب سے پہلے قرآن کریم کی دو آیتیں اور اس کی تفسیر میں مولانا جمال الدین قاسمی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول اس کے دوسرے نمبر پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کرسی کے معنی اور تیسرے نمبر پر ایک حدیث نقل کی ہے اور آخر میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے ہر ایک دلیل کا تفصیلی جواب ملاحظہ فرمائیں :

جمال الدین قاسمی کی عبارت میں فریق مخالف کی خیانت :غیر مقلدین کا ہمیشہ سے یہی طریقہ کار رہا ہے کہ وہ اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لیے ائمہ دین اور علماء کرام کی عبارتوں میں خیانت کر کے عوام الناس کو دھوکا دیتے رہے ہیں۔ مؤلف موصوف نے بھی اپنے اکابر کی سنت پر عمل کرتے ہوئے جمال الدین قاسمی صاحب کی عبارت میں خیانت کرتے ہوئے اسے ادھورا نقل کیا ہے۔ عوام الناس کو دھوکے سے بچانے کے لیے مکمل عبارت نقل کی جا رہی ہے۔

(وهورب العرش العظيم) اى المحيط بكل شئ يأتى منه حكمه وامره الى الكل و تخصيصه لكونه اعظم المخلوقات فيدخل مادونه و قرئ (العظيم) بالرفع على انه صفة الرب جل وعز۔

(تفسیر قاسمی ج۔۴۔ص۔۲۳۱)

ترجمہ :اور وہ رب ہے عرش عظیم کا یعنی ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لیا ہوا ہے اور اس سے تمام مخلوقات کی طرف اللہ کا حکم اور فیصلے آتے ہیں اور اس کے لیے عرش کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ وہ تمام مخلوق سے بڑا ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب اس کے اندر سما سکتے ہیں اور العظیم کو ایک قرأت میں بالرفع پڑھا گیا ہے تو اس صورت میں یہ رب کی صفت ہوگی۔ قاسمی صاحب کی اس عبارت سے فریق مخالف کا استدلال بچند وجوہ باطل ہے۔

اولاً: (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کا جواب :حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول الکرسی موضع القدمین سے استدلال کرتے ہوئے کرسی کو روضہ اقدس سے افضل قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ کرسی کے معنی میں اہل علم کا اختلاف ہے۔

مولانا محمد جونا گڑھی کی رائے :مولانا محمد جونا گڑھی نے ترجمہ قرآن جو کہ سعودیہ سے چھپا ہے اس میں لکھا ہے کہ کرسی سے مراد بعض نے موضع قدمین، بعض نے قدرت و عظمت بعض نے بادشاہی اور بعض نے عرش مراد لیا ہے۔ (ترجمہ قرآن جونا گڑھی تفسیر صلاح الدین یوسف پارہ ۳ ،ص۔۱۱۱)

مولانا جونا گڑھی صاحب کے قول کے مطابق اس قول میں کئی احتمال ہیں اور قاعدہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال باطل الاستدلال یعنی جب کئی احتمال ہوں تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا آپ کا استدلال باطل ہے۔

ثانیاً: فریق مخالف کا قیاس ہمارے خلاف حجت نہیں: قرآن و حدیث کا نام لے کر قیاس کی مخالفت کرنے والے اب خود قیاس کر رہے ہیں چنانچہ فریق مخالف لکھتے ہیں کہ اللہ کے قدموں کی جگہ افضل ہے یا نبی ﷺ کی قبر کی مٹی؟ راقم الحروف کہتا ہے کہ حضرت یہ آپ کا قیاس ہے جو ہمارے خلاف حجت نہیں۔

غیر اللہ کی ذات زمان و مکان کی قیود سے منزہ ہے :در حقیقت کوئی مقام ایسا نہیں جسے اللہ تعالیٰ کا مکان کہا جا سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو لامکان ہے اور وہ زمان و مکان کی قیودات سے منزہ و برتر ہے عرش الٰہی کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری طرح کرسی پر بیٹھتا ہے اور بیت اللہ کا یہ

مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس میں رہتا ہے بلکہ استوی علی العرش وغیرہ آیات متشابہات میں سے ہیں ان کی حقیقی مراد اللہ خود بہتر جانتا ہے۔
یوں کہنا زیادہ مناسب ہے کہ استوی علی العرش سے مرادوہ ہے جو اس کی شان کے لائق اور مناسب ہے۔
نوٹ :اس قسم کی آیات اور احادیث کو ظاہری وحسی معنی ومراد پر محمول کرنا فرقہ جسمیہ ،مشبہہ اور کرامیہ کا مذہب ہے نہ کہ اہل السنت کا۔
فریق مخالف کا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں :فریق مخالف نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کے بعد اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لیے یہ حدیث "واللہ انک لخیر ارض اللہ واحب ارض اللہ الی اللہ "پیش کی ہے۔
فریق مخالف کا اس حدیث سے بھی استدلال کرنا درست نہیں۔کیونکہ ہجرت کے موقع پر جب آپ ﷺ مدینہ کی طرف جارہے تھے تو فرمایا تھا :اللهم انك اخرجتني من احب البقاع الى فاسكني في احب البقاع اليك (رواه الحاكم في مستدركه عن الصحيحين)
یعنی اے اللہ بے شک تو نے ہجرت کرائی مجھے محبوب ترجگہ سے تو رہائش دے کر مجھے اس بقعہ میں جو تجھے سب سے زیادہ پسندیدہ ہو۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ کے بعد مدینہ بھی تمام شہروں میں سے اللہ کے یہاں پسندیدہ ہے۔
یاد رکھیں :اس قسم کی احادیث کے پیش نظر بعض علماء مکہ کو افضل کہتے ہیں اور بعض علماء مدینہ کو۔مگر سلفی صاحب نے
ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید کیسی : مذکورہ حدیث سے استدلال کر کے کہ فریق مخالف نے اس عقیدے میں علماء دیوبند کو قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقلد لکھا ہے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے قبل (یعنی قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ سے) کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا۔حالانکہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس مسئلہ پر امت کا اجماع ہے۔البتہ فریق مخالف نے خود علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اندھی تقلید کی ہے۔
مسئلہ مذکورہ پر اجماع امت :نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر سے لگی ہوئی جگہ عرش سے افضل ہے یہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے نہ کہ صرف قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کا۔اس پر سات حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔انشاء اللہ دماغ روشن ہوگا۔(۱) امام ابوالحسین ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "وقع الاجماع على تفضيل ماضم الاعضاء الشريفة حتى على الكعبة" یعنی اس بات پر اجماع ہے کہ جو حصہ جسم کے ساتھ ملا ہوا ہے وہ ہر چیز سے افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ سے بھی افضل ہے۔ (جواهر البحار ۲ ص۔ ۱۲۴۹ للبنهائی وسبل الهدى والرشاد۔۳ص۔۳۱۵)
(۲) علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے :علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :
قال العلماء محل الخلاف فى تفضيل بين المكة و المدينة فى غير قبره ﷺ امر هو فاضل ابقاع بالاجماع بل هو افضل من الكعبة بل ذكر ابن عقيل الحنبلى انه افضل من العرش۔
(الخصائص الکبری ۳۔ص۔۲۰۳، مرقاۃ شرح مشکوۃ ۲)
یعنی علماء میں جو اختلاف ہے وہ شہر مکہ ومدینہ میں افضلیت کے بارے میں ہے لیکن جہاں تک قبر رسول اللہ ﷺ کا تعلق ہے پس وہ بالاجماع افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ سے بھی افضل ہے بلکہ ابن عقیل حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ بے شک وہ عرش سے بھی افضل ہے۔
(۳) علامہ نورالدین ابن برہان الدین حلبی کی رائے۔علامہ نورالدین بن برہان الدین حلبی فرماتے ہیں بقام الاجماع ان

هذا الموضع الذی ضم اعضاء الشریفة ﷺ افضل بقاع الارض حتی موضع الکعبة الشریفة قال بعضهم وافضل من بقاع السموٰت حتی من العرش۔ یعنی اس پر اجماع قائم ہو چکا ہے کہ وہ جگہ جو نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر سے مس ہے وہ تمام زمین سے افضل ہے حتی کہ کعبہ معظمہ سے بھی افضل ہے، بلکہ بعض نے کہا ہے کہ یہ مبارک جگہ آسمانوں بلکہ عرش معلّٰی سے بھی افضل ہے۔ (سیرت حلبیہ ۳ ص۔ ۳۶۶)

(۴) امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے: امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ: قال القاضی عیاض اجمعوا علی ان موضع قبره ﷺ افضل بقاع الارض وان مکة و المدینة افضل بقاع الارض و اختلفوا فی افضلها ماعدا موضع قبره ﷺ فقال عمر رضی الله عنه و بعض الصحابة رضی الله عنهم و مالك و اکثر المدینین المدینة افضل وقال اهل المکة والکوفة والشافعی و ابن وهب و ابن حبیب المالکیان مکة افضل۔

(شرح مسلم۔ ۱ ص۔ ۴۴۶)

یعنی نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر سے لگی ہوئی جگہ بالاجماع تمام زمین سے افضل ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ باقی مدینہ اور مکہ میں کون سا افضل ہے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور اکثر مدینہ والوں کے نزدیک مدینہ افضل ہے اور مکہ والوں اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مالکیوں میں سے ابن وہب اور ابن حبیب کے نزدیک مکہ افضل ہے۔

(۵) علامہ زین الدینؒ کی رائے: علامہ زین الدین ابوبکر بن حسین المراغی م ۸۱۶ھ فرماتے ہیں کہ واجمعوا علی ان الموضع الذی ضم اعضاء الرسول المصطفیٰ ﷺ المشرفة بقاع الارض حتی موضع الکعبة کما قاله القاضی عیاض و ابن عساکر۔ یعنی اس پر اجماع ہے کہ وہ جگہ جو نبی کریم ﷺ کے اعضاء کے ساتھ مس ہے وہ تمام زمین سے افضل ہے حتی کہ کعبہ سے بھی افضل ہے جیسا کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔

(تحقیق النصرة بتلخیص معالم زراۃ الہجرۃ ص۔ ۱۰۴)

(۶) امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے: امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ان البقعة التی فیها جسد النبی ﷺ افضل من کل شی حتی الکرسی و العرش ثم المسجد النبوی ثم المسجد الحرام ثم المکة۔

یعنی جس ٹکڑا زمین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر ہے وہ ہر شے سے حتی کہ کرسی و عرش سے بھی افضل ہے اس کے بعد مسجد نبوی پھر مسجد حرام پھر مکۃ المکرمہ۔ (بدائع الفوائد لابن قیم ۱۔ ص۔ ۱۳۵)

(۷) علامہ وحید الزمان کی رائے: مشہور غیر مقلد عالم مترجم صحاح ستہ علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں کہ سلف نے اختلاف کیا ہے کہ دونوں شہروں میں کون سا افضل ہے، جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ مکہ افضل ہے اور یہی قول ہے شافعی، ابن وہب، مطرف اور ابن حبیب رحمہم اللہ کا اور یہی مذہب ہے ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور اصحاب ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا اور اسی کو اختیار کیا ہے ابن اعبد البر اور ابن رشد اور ابن عرفہ رحمہم اللہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے اور اکثر اہل مدینہ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ مدینہ افضل ہے بعض شوافع نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور جانبین کی طرف دلائل بہت ہیں یہاں تک کہ ابن ابی حمزہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ دونوں شہر

برابر ہیں اور سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ اس مسئلے میں توقف کرے کیونکہ دلائل ایک دوسرے کے معارض ہیں اور نفس مائل ہوتا ہے مدینہ منورہ کی تفضیل کی طرف۔ پھر کیا ہے جب صاحب عقل اور صاحب عمل تامل کرے تو معلوم ہوتا کہ مکہ کو جو فضیلت ملی ہے اس قدر یا اس سے بہتر مدینہ کو بھی ملی ہے۔ بلکہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خصائص میں جزم کیا ہے مدینہ کے افضل ہونے کا اور محل خلاف اس مقام کے سوا ہے جہاں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک مدفون ہے اتنا ٹکڑا تو زمین اور آسمان سے بھی افضل ہے، اسی طرح جس مقام پر کعبہ ہے وہ مدینہ سے افضل ہے۔ زرقانی۔ (موطا امام مالک مترجم ص۔ ۶۲۳، ۶۲۴ از علامہ وحید الزجان)

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب میں بھی علماء نے اس عقیدہ کو اجماعی قرار دیا ہے۔ شفاء، شرح الشفاء، نووی شرح مسلم، ردالمختار علی درالمختار ۲ ص۔ ۲۷۸، مواہب لدنیہ، شرح مواہب، فضائل مدینہ از علامہ سمہودی، ملفوظات محدث کشمیری ص۔ ۲۶۸، انوار الباری ۶ ص۔ ۲۲۱، ۲۲۵ حصہ ۱۷ ص۔ ۳۸۰، فتح الملہم، معارف السنن ۳ ص۔ ۳۲۳ اور آپ کے مسائل اور ان کا حل ا۔ ص۔ ۶۲۔ ۶۳ دیکھیں)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کیساتھ فرعون اور اسکے سربرآوردہ لوگوں کی طرف پس کہا موسیٰ علیہ السلام نے میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے ﴿۴۶﴾ پس وہ جب آئے انکے پاس

بِاٰیٰتِنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۡ وَاَخَذْنٰهُمْ

ہماری نشانیاں لے کر تو اچانک وہ ان نشانیوں کیساتھ ہنستے تھے ﴿۴۷﴾ اور ہم نہیں دکھاتے انکو کوئی نشانی مگر وہ بڑھی ہوئی ہوتی تھی دوسری سے اور پکڑا ہم نے انکو عذاب میں تا کہ وہ لوگ

بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾

باز آجائیں ﴿۴۸﴾ اور کہا انہوں نے اے جادوگر انسان! دعا کر ہمارے لئے اپنے پروردگار کے پاس جو کچھ اس نے عہد کیا ہے تمہارے ساتھ بیشک ہم راہ پر آجائیں گے ﴿۴۹﴾

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ

پس جب ہم نے کھول دیا ان سے عذاب تو اچانک وہ توڑتے تھے عہد کو ﴿۵۰﴾ اور پکارا فرعون نے اپنی قوم کے درمیان اور کہا اے میری قوم کے لوگو! کیا یہ ملک مصر میرے قبضہ

اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ ؕ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ

میں نہیں ہے؟ اور یہ جو نہریں چلتی ہیں میرے محل کے سامنے، کیا تم دیکھتے نہیں ﴿۵۱﴾ بھلا میں بہتر ہوں اس شخص سے

هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ۬ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ

جو حقیر ہے اور قریب نہیں کہ وہ صاف بات کر سکے ﴿۵۲﴾ پس کیوں نہیں ڈالے گئے اس پر کنگن سونے کے اور کیوں نہیں آتے

الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا

اس کے پاس فرشتے لگاتار ﴿۵۳﴾ پس خفیف بنایا اس نے اپنی قوم کو تو انہوں نے اسکی اطاعت کی بیشک تھے وہ لوگ نافرمان ﴿۵۴﴾ پس جب انہوں نے ہمیں

انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۵﴾ ۙ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ ع ۵

غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ہم نے ان سب کو پانی میں غرق کردیا ﴿۵۵﴾ پس کردیا ہم نے ان کو گئے گزرے لوگ اور ایک مثال پچھلوں کیلئے ﴿۵۶﴾

﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسٰى الخ ربط آیات: اوپر رسل کا لفظ تھا اب آگے دو رسولوں کا ذکر فرماتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب کی سرزمین میں مشرکین کے بعد یہود آباد تھے اس کے بعد نصاریٰ آباد تھے یہ مشرکین کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے۔ ان واقعات کو سنتے اور جانتے تھے اس لئے ان واقعات کو ذکر فرمایا ہے۔

خلاصہ رکوع : ❺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت سے توحید پر نقلی دلیل واخبار ماضیہ سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ، فرعون کا شکوہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات، فرعون کا فریب، قوم کی مغلوبیت، انتقام خداوندی، داستان ذکر کرنے کی حکمت۔ ماخذ آیات: ۴۶تا۵۶+

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت سے توحید خداوندی پر نقلی

دلیل واخبار ماضیہ سے اثبات رسالتِ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آیات الٰہی لے کر فرعون اور اس کے سر برآوردہ لوگوں کے پاس گئے۔ فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ:... اور ان کو تبلیغ فرمائی کہ میں رب العٰلمین کی طرف سے تمہاری ہدایت کے لئے پیغمبر بن کر آیا ہوں۔ ﴿۴۷﴾ فرعون اور اہل فرعون کا شکوہ :انہوں نے آیت الٰہی کو دیکھ کر ان کا مذاق اڑایا۔

﴿۴۸﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات۔ بڑی سے بڑی علامتیں ہم نے اپنی قدرت کاملہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت ونبوت کی دکھائیں۔ مثلاً قحط سالی، طوفان، ٹکڑی، چیچڑ، مینڈک، خون طمس لیکن وہ ایمان نہ لائے پھر ان پر عذاب آیا۔ (معالم التنزیل ص۔۱۲۷۔ ج۔۴)

وَأَخَذْنٰهُمْ الخ نتیجہ تکذیب۔ ﴿۴۹﴾ فرعون اور اہل فرعون کا مطالبہ: اے جادوگر (یعنی موسیٰ علیہ السلام) اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ... الخ دعا کی درخواست؛ کہ اپنے رب سے دعا کریں کہ عذاب ٹل جائے۔ (بنی اسرائیل کے عذاب کی تفصیل سورۃ اعراف میں بھی گذر چکی ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہہ کر خطاب کیا کیونکہ اس زمانے میں جادو کا بڑا چرچا تھا ویسے ساحر عالم کو بھی کہا جاتا تھا۔

﴿۵۰﴾ فرعونیوں کی عہد شکنی :عذاب ٹل جاتا پھر عہد شکنی کرتے۔

﴿۵۱﴾ فرعون کی منادی :فرعون نے یہ اعلان کیا۔ قَالَ يٰقَوْمِ الخ تشریح منادی :حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کے گردو پیش کے ملکوں میں مصر کا حاکم بہت بڑا سمجھا جاتا تھا اور نہریں اس نے بنائی تھیں، دریائے نیل کا پانی کاٹ کر اپنے باغ میں لایا تھا، مطلب یہ ہے کہ ان سامانوں کی موجودگی میں کیا ہماری حیثیت ایسی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جیسے ل معمولی حیثیت والے آدمی کے سامنے گردن جھکا دیں۔

﴿۵۲﴾ فرعون کا استکبار: یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس نہ روپیہ نہ پیسہ نہ حکومت نہ عزت نہ کوئی ظاہری کمال، حتی کہ بات کرتے ہوئے بھی زبان پوری طرح صاف نہیں چلتی۔ (تفسیر عثمانی) لہٰذا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل اور قابل اتباع ہوں۔

﴿۵۳﴾ فرعون کا فریب: حضرات مفسرین کہتے ہیں کہ وہ خود جواہرات کے کنگن پہنتا تھا اور جس امیر و وزیر پر مہربان ہوتا سونے کے کنگن پہناتا تھا اور اس کے سامنے فوج بے بس ہو کر کھڑی ہوتی تھی۔ مطلب یہ تھا کہ ہم کسی کو عزت دیتے ہیں تو ایسا کرتے ہیں کیا خدا کسی کو اپنا نائب بنا کر بھیجے تو اس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن اور جلوے میں فرشتوں کی فوج بھی نہ ہو۔

﴿۵۴﴾ قوم کی مغلوبیت :یعنی اپنی آبلہ فریب باتوں سے قوم کو الو بنا لیا وہ سب احمق اسی کی بات ماننے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کی طبائع میں اللہ کی نافرمانی پہلے سے رچی ہوئی تھی فرعون کے پھسلانے سے وہ لوگ پھسل گئے۔

﴿۵۵﴾ انتقام خداوندی: بار بار عہد شکنی کر کے انہوں نے ہمیں غصہ دلایا ہم نے ان سے بدلہ لیا اور غرق کر دیا۔

﴿۵۶﴾ داستان ذکر کرنے کی حکمت :ان کے گزشتہ واقعات کو پچھلوں کے لئے عبرت بنایا ہے۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ

اور جب بیان کی گئی مثال عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی تو اچانک آپکی قوم کے لوگ اس سے چلانے لگے ﴿۵۷﴾ اور انہوں نے کہا کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ

مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ

انہوں نے یہ مثال نہیں بیان کی آپ کے سامنے مگر جھگڑا کرنے کیلئے بلکہ یہ لوگ جھگڑالو ہیں ﴿۵۸﴾ نہیں ہے وہ عیسیٰ ابن مریم مگر ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا

مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰۗىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ

اور بنایا ہم نے اسکو نمونہ بنی اسرائیل کیلئے ﴿۵۹﴾ اور اگر ہم چاہیں تو بنا دیں تمہاری جگہ فرشتے زمین میں جو آگے پیچھے آتے رہیں ﴿۶۰﴾ اور بیشک وہ عیسیٰ ابن مریم

لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ

البتہ نشانی ہے قیامت کی، پس نہ تم شک کرو اس قیامت کے بارے میں اور میری بات مانو یہ ہے سیدھا راستہ ﴿۶۱﴾ اور نہ روکے تمہیں شیطان

لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا جَاۗءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ

بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ﴿۶۲﴾ اور جب آئے عیسیٰ علیہ السلام واضح نشانیوں کیساتھ تو کہا انہوں نے تحقیق لایا ہوں میں تمہارے پاس حکمت اور تا کہ میں بتلاؤں تمکو

بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ

بعض وہ چیزیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو، پس ڈر جاؤ اللہ تعالیٰ سے اور میری اطاعت کرو ﴿۶۳﴾ بیشک اللہ تعالیٰ ہی وہ میرا پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ

پس اس کی عبادت کرو یہ ہے سیدھا راستہ ﴿۶۴﴾ پس اختلاف کیا مختلف فرقوں نے اپنے درمیان پس ہلاکت ہے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے

عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾

ظلم کیا دردناک دن کے عذاب سے ﴿۶۵﴾ نہیں انتظار کرتے یہ لوگ مگر قیامت کا کہ آجائے انکے پاس اچانک اور انکو خبر بھی نہ ہو ﴿۶۶﴾

اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ ع

دوست اسدن بعض بعض کیلئے دشمن ہونگے مگر متقی لوگ ﴿۶۷﴾

﴿۵۷﴾ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ ... الخ ربط آیات : اوپر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۶ : کفار مکہ کے ایک شبہ کا جواب، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انعامات، ازالہ شبہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول علی الارض قیامت کی علامت ہے، عداوت شیطان، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ، حصر الربوبیت باری تعالیٰ، اہل کتاب کا اختلاف، تہدید کفار، دنیوی تعلق کے غیر مفید ہونے کا بیان۔۔ ماخذ آیات۔۵۷ تا ۶۷ +

کفار مکہ کے ایک شبہ کا جواب : قرآن کریم کی تعلیم کا حاصل سبق توحید ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر قرآن میں آیا تو کفار مکہ نے کہا

کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں لیکن آپ خود مانتے ہیں کہ وہ اللہ کے نیک بندے اور اس کے نبی تھے؟ تو آپ ان کے معبود کی عزت کرتے ہیں اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں کہ وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی جہنم میں جائیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد وہ معبود تھے جو یا تو بے جان ہوں جیسے پتھر کے بت، یا جاندار ہوں مگر خود اپنی عبادت کا حکم دیتے یا اسے پسند کرتے ہوں جیسے شیاطین، فرعون اور نمرود وغیرہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان میں کیسے داخل ہو سکتے ہیں جبکہ وہ کسی مرحلہ پر اپنی عبادت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو عبادت ہوئی وہ اللہ کی مرضی کے بھی خلاف تھی، اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے بھی لہٰذا اس سے شرک کی صحت پر استدلال کرنا باطل ہے۔

﴿۵۹﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ... الخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انعامات: اس انعام سے کیا مراد ہے؟ حضرات مفسرین فرماتے ہیں۔ پہلا انعام: تو تخلیق کے سلسلے میں ہوا کہ اللہ نے بغیر باپ کے اپنی قدرت کاملہ سے ان کو پیدا کیا۔ دوسرا انعام: انجیل جیسی عظیم کتاب عطا فرمائی۔ تیسرا انعام: آپ کے ہاتھ میں حیرت انگیز معجزات کا اظہار فرمایا ہے، سب سے بڑا انعام نبوت و رسالت ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی منصب نہیں۔ (محصلہ معالم العرفان۔ص۔ ۶۳۲۔ج۔۱۶)

﴿۶۰﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ... الخ ازالہ شبہ: یہ نصاریٰ کے اس مغالطہ کا جواب ہے جس کی بناء پر انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود قرار دیا تھا، اور وہ ان کے بغیر باپ کے پیدا ہونے سے ان کی خدائی پر استدلال کیا تھا، باری تعالیٰ ان کی تردید فرماتے ہیں کہ یہ تو محض ہماری قدرت کا ایک مظاہرہ تھا، اور ہم تو اس سے بھی بڑھ کر خلاف عادت کاموں پر قادر ہیں، بغیر باپ کے پیدا ہونا تو کوئی بہت زیادہ خلاف عادت نہیں کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام تو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے، اگر ہم چاہیں تو ایسا بھی کر سکتے ہیں جس کی اب تک کوئی نظیر نہیں اور وہ یہ کہ انسانوں سے فرشتے پیدا کر دیں۔ (معارف القرآن۔ص۔ ۷۴۷۔ج۔۷۔م،ش،د)

﴿۶۱﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ... الخ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول علی الارض قیامت کی علامت ہے: اکثر مفسرین اس آیت کا مطلب یہ بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آسمان سے نازل ہونا قیامت کی علامت ہے چنانچہ آپ کا آخری زمانے میں دوبارہ تشریف لانا اور دجال کو قتل کرنا احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ (معارف القرآن۔ص۔ ۷۴۷۔ج۔۷۔م،ش،د)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لفظ "ان" کے ساتھ تاکید لائی ہے اور پھر لام مفتوحہ تاکید کے لئے لایا ہے کہ بے شک البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامت اور نشانی ہے اور اس کے بارے ہرگز کوئی شک نہ کرنا اور میرے کہنے کو ماننا اور یہی صراط مستقیم ہے ہر ادنیٰ عربی دان بھی بخوبی جانتا ہے کہ اس آیت میں ہر ہر جملہ کی کتنی تاکیدات سے اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون اور حکم بیان فرمایا ہے اور پھر شیطان کے پھندے میں ہرگز نہ آنا اور حق ماننے سے نہ رکنا۔ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے لہٰذا ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہے اور قیامت سے پہلے ضرور آئیں گے یہی صراط مستقیم ہے جس پر چلنا ہر مسلمان کا اسلامی فریضہ ہے اور اس کی مخالفت شیطانی کاروائی اور گمراہی ہے۔ ❶ حضرت امام فخر الدین الرازی (محمد بن عمر المتوفی ۶۰۶ھ) اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ "وَاِنَّهٗ اَيْ عِيْسٰى لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ شَرْطٌ مِّنْ اَشْرَاطِهَا تُعْلَمُ بِهٖ فَسُمِّيَ الشَّيْءُ الدَّالُّ عَلَى الشَّيْءِ عِلْمًا لِحُصُوْلِ الْعِلْمِ بِهٖ الخ"۔ (تفسیر کبیر۔ص۔ ۶۴۰۔ج۔۲۷)

اور بے شک وہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام البتہ شناخت ہے یعنی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد قیامت کا علم ہوگا اس لحاظ سے علامت کو جو کسی شئی کے وجود پر دلالت کرتی ہے علم کہا گیا ہے کیونکہ اس علامت کے ساتھ اس شئی کا علم حاصل ہوتا ہے یعنی علامت کا اطلاق علم پر ہوا یہی وجہ ہے کہ اکثر مترجمین حضرات "لعلم" کا معنی بھی نشانی کے کرتے ہیں اور یہ ترجمہ دوسری قرآت کے عین موافق ہے، اور دوسری قرآت "لعلم" ہے اس میں ابتداء میں لام اور اس کے بعد عین اور دوسری لام پر بھی فتحہ ہے جس کا معنی نشانی اور علامت

ہے اور یہ قرات حضرت عبداللہ بن عباس ؓ، حضرت ابوہریرہ ؓ، حضرت ابومالک غفاری ؓ، حضرت زید بن علی ؓ، حضرت قتادہ ؒ، حضرت مجاہد ؒ، حضرت ضحاک ؒ، حضرت مالک بن دینار ؒ، حضرت الاعمش کلبی ؒ اور بقول علامہ ابن عطیہ ؒ حضرت ابونصرۃ ؒ کی ہے۔

(تفسیر البحر المحیط۔ج۔۸۔ص۔۲۶۔روح المعانی۔ج۔۲۵۔ص۔۹۵)

اور دونوں قراتوں کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ کے نزول اور آمد سے قرب قیامت کا علم ہوگا اور وہ قیامت کی نشانی ہیں۔

② علامہ سید محمود آلوسی ؒ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) "لَعِلْمٌ اور لَعَلَمٌ" دونوں قراتوں کا تذکرہ کر کے آخر میں فرماتے ہیں کہ :

"وَالْمَشْهُوْرُ نُزُوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِدَمِشْقَ وَالنَّاسُ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ فَيَتَأَخَّرُ الْإِمَامُ وَهُوَ الْمَهْدِيُّ فَيُقَدِّمُهٗ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيُصَلِّيْ خَلْفَهٗ وَيَقُوْلُ إِنَّمَا أُقِيْمَتْ لَكَ"۔ (روح المعانی۔ج۔۲۵۔ص۔۱۳۲)

مشہور یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ دمشق میں نازل ہوں گے جب لوگ صبح کی نماز میں مصروف ہوں گے اور امام مہدی امام ہوں گے وہ پیچھے ہٹ جائیں گے تاکہ حضرت عیسیٰ ؑ امامت کرائیں مگر حضرت عیسیٰ ؑ حضرت امام مہدی کو آگے کر کے ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے اور فرمائیں گے کہ نماز آپ کے لئے قائم کی گئی تھی۔

اور نیز علامہ آلوسی ؒ فرماتے ہیں کہ۔"وَفِيْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ أَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ عَلٰى ثَنِيَّةٍ يُقَالُ لَهَا أَفِيْقُ بِفَاءٍ وَّقَافٍ بِوَزْنِ أَمِيْرٍ وَهِيَ هُنَا مَكَانٌ بِالْقُدْسِ الشَّرِيْفِ"۔ (روح المعانی۔ج۔۲۵۔ص۔۱۳۲)

اور بعض روایات (مثلاً مسند احمد۔ج۔۴۔ص۔۲۱۶۔مستدرک۔ج۔۴۔ص۔۴۷۸۔مجمع الزوائد۔ج۔۷۔ص۔۳۴۲) میں ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ افیق فاء اور قاف کے ساتھ بروزن امیر کے ٹیلہ پر نازل ہوں گے اور یہ قدس شریف میں ایک جگہ ہے۔(جوسق حمیدیہ میں جامع اموی کے مشرقی کنارے پر ہے جس پر سفید منار بنا ہوا ہے جس پر حضرت عیسیٰ ؑ بوقت صبح نازل ہوں گے)

③ مشہور مفسر الحافظ ابوالفدا اسماعیل بن کثیر القرشی الدمشقی ؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں۔"وَإِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ أَيْ أَمَارَةٌ وَّدَلِيْلٌ عَلٰى وُقُوْعِ السَّاعَةِ قَالَ مُجَاهِدٌ وَإِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ أَيْ اٰيَةٌ لِّلسَّاعَةِ خُرُوْجُ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي الْعَالِيَةِ وَأَبِيْ مَالِكٍ وَعِكْرِمَةَ وَالْحَسَنِ وَقَتَادَةَ وَالضَّحَّاكِ وَغَيْرِهِمْ وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَحَادِيْثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ أَخْبَرَ بِنُزُوْلِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِمَامًا عَادِلًا وَّحَكَمًا مُّقْسِطًا"۔ (تفسیر ابن کثیر۔ج۔۷۔ص۔۲۱۲)

اور بے شک (وہ عیسیٰ ؑ) قیامت کی علامت ہے یعنی قیامت کی آمد اور اس کے وقوع کی نشانی اور دلیل ہے حضرت عیسیٰ ؑ کا قیامت کا دن برپا ہونے سے پہلے آنا قیامت (کے قرب) کی نشانی اور علامت ہے اور اسی طرح اس کی یہ تفسیر حضرت ابوہریرہ ؓ حضرت ابن عباس ؓ حضرت ابوالعالیہ ؒ حضرت ابومالک ؒ حضرت عکرمہ ؒ حضرت حسن (بصری) ؒ حضرت قتادہ ؒ اور حضرت ضحاک (بن مزاحم ؒ) وغیرہم سے بھی مروی ہے اور آنحضرت ﷺ سے متواتر احادیث کے ساتھ یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ ؑ کے امام عادل اور منصف حاکم بن کر نازل ہونے کی خبر دی ہے۔قرآن کریم کی آیات کریمات کے ہر ہر جملہ میں تاکیدی الفاظ کے ساتھ حضرت عیسیٰ ؑ کے نزول اور آمد کا بالکل واضح ثبوت ہے اور پھر حضرت ابوہریرہ ؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس ؓ جیسے ترجمان القرآن اور جلیل القدر صحابہ کرام ؓ اور معتبر و مستند تابعین ؒ کی تفسیر اس پر مستزاد ہے اور احادیث متواترہ سے حضرت عیسیٰ ؑ کی آمد اور نزول اپنی جگہ حق ہے۔

④ امام ابن جریر الطبری (محمد بن جریر بن یزید ؒ المتوفی ۳۱۰ھ) "لَعِلْمٌ لَعَلَمٌ" دونوں قراتوں کا حوالہ دیکر بعض حضرات صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم بعض تابعین رحمہم اللہ اور بعض تبع تابعین رحمہم اللہ وغیرہم کی تفسیریں نقل کرتے ہیں اور بحوالہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ "قَالَ نُزُوْلُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ"۔ (تفسیر ابن جریر۔ ج۔۲۵۔ص۔۹۰) انہوں نے فرمایا کہ اس سے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول مراد ہے (کیونکہ وہ قیامت کی نشانی ہیں)

الحاصل قرآن کریم کے اس قطعی بیان اور مضمون سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول من السماء اور آمد بالکل واضح ہے جیسا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ اور مفسرین کرام رحمہم اللہ کی روشن تفاسیر سے یہ بات بیان ہوئی ہے، فلاسفہ ملاحدہ اور قادیانی وغیرہم باطل فرقے اہل اسلام کے ایمان متزلزل کرنے کے لئے جیسے اور جتنے بھی حربے اختیار کریں اہل حق پر اس کا کچھ اثر نہیں۔ (توضیح المرام فی نزول المسیح علیہ السلام ص۔۳۸ تا ۴۱)

﴿۶۲﴾ شیطان کی عداوت۔ کہ وہ تمہیں ایمان و توحید کے راستے سے ہٹاتا ہے۔ ﴿۶۳﴾ ربط آیات۔ اوپر عیسیٰ علیہ السلام سے الوہیت کی نفی اور شرک کا رد تھا، اب آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت سے توحید کا اثبات اور شرک کے ابطال کا ذکر ہے۔ وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى الخ حضرت عیسیٰ کی تبلیغ۔ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ الخ بنی اسرائیل میں عناد اور ہٹ دھرمی کا غلبہ تھا اس لئے انہوں نے بعض احکام شرعیہ میں تحریف کر ڈالی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی حقیقت واضح فرمادی۔ (بیان القرآن)

﴿۶۴﴾ حصر الربوبیت۔ ﴿۶۵﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ الخ اہل کتاب کا اختلاف۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف ہوئے اور نصاریٰ قائل ہوئے پھر نصاریٰ کئی فرقوں میں تقسیم ہوگئے کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بتاتے اور کوئی خود خدا اور کوئی کچھ کہتے۔ (موضح القرآن)

﴿۶۶،۶۷﴾ تہدید کفار: یہ لوگ حق واضح ہونے کے باوجود باطل پر اصرار کر رہے ہیں تو بس قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر دفعۃً آپڑے اور ان کو خبر بھی نہ ہو انکار کے باوجود، انتظار سے مراد یہ ہے کہ انکا دلائل کو نہ ماننا ایسا ہے جیسے کوئی شخص مشاہدہ کا منتظر ہو کہ جب آنکھوں سے دیکھ لوں گا تب مانوں گا۔ اَلْاَخِلَّآءُ الخ دنیوی تعلق کے غیر مفید ہونے کا بیان: اور اس دن حالت یہ ہوگی کہ دنیا کے تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے اہل ایمان کے یہ دوستی مفید ہوگی۔ اللہ کے ساتھ دوستی کا مطلب حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے سے اس بناء پر تعلق ہو کہ وہ اللہ کے دین کا سچا پیروکار ہے۔ چنانچہ علوم دین کے استاذ شیخ و مرشد و علماء اور اہل اللہ سے نیز عالم اسلام کے تمام مسلمانوں سے بے لوث محبت اس میں داخل ہے۔ (معارف القرآن)

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾

اے میرے بندو! تمہیں خوف نہ ہوگا تم پر آج کے دن اور نہ تم غمگین ہوگے ﴿۶۸﴾ وہ جو ایمان لائے ہماری آیتوں پر اور تھے وہ فرمانبردار ﴿۶۹﴾

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ

اللہ فرمائے گا داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں تمہاری عزت کی جائیگی ﴿۷۰﴾ پھیرے جائیں گے ان پر پیالے سونے کے اور گلاس اور ان بہشتوں میں وہ چیز ہوگی

وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ

جسکو چاہیں گے نفس اور لطف اٹھائیں گی جن سے آنکھیں اور تم انمیں ہمیشہ رہنے والے ہوگے ﴿۷۱﴾ اور یہی ہے وہ جنت جسکا تمہیں وارث بنایا گیا ہے

اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ

تمہارے کردہ اعمال کے عوض ﴿۷۲﴾ تمہارے لئے اس جنت میں پھل ہونگے بہت جنمیں سے تم کھاؤ گے ﴿۷۳﴾ بیشک گنہگار لوگ جہنم

عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا

کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے ﴿۷۴﴾ نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے اور وہ اس میں مایوس ہونگے ﴿۷۵﴾ اور نہیں ظلم کیا ہمنے ان پر مگر تھے وہ خود ہی ظلم کرنے

هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ

والے ﴿۷۶﴾ اور پکاریں گے دوزخ والے اور کہیں گے اے مالک! چاہئے کہ فیصلہ کردے ہم پر تمہارا پروردگار وہ کہے گا بیشک تم رہنے والے ہو (اسی مقام میں) ﴿۷۷﴾ البتہ تحقیق لائے ہیں

بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا

ہم تمہارے پاس حق لیکن اکثر تم میں سے حق کو نہ پسند کرنے والے ہیں ﴿۷۸﴾ کیا انہوں نے پختہ بات ٹھہرائی ہے؟ پس بیشک ہم بھی ٹھہرانے والے ہیں پختہ بات ﴿۷۹﴾ کیا یہ گمان

لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ

کرتے ہیں کہ ہم نہیں سنتے انکی پوشیدہ بات اور سرگوشی کو؟ کیون نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے انکے پاس لکھتے ہیں انکی باتوں کو آپ کہہ دیجئے اے پیغمبر! اگر ہو رحمان کیلئے اولاد

فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾

پس میں سب سے پہلے عبادت کرنیوالا ہوں ﴿۸۱﴾ پاک ہے پروردگار آسمانوں اور زمین کا جو رب ہے عرش کا ان چیزوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں ﴿۸۲﴾

فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ

پس چھوڑ دیں انکو گھستے رہیں (غلط باتوں میں) اور کھیلتے رہیں حتی کہ جاملیں اپنے اس دن سے جسکا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے ﴿۸۳﴾ اور وہ وہی ذات ہے آسمان میں معبود

اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۴﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

اور زمین میں معبود اور وہ حکمت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ﴿۸۴﴾ اور بڑی بابرکت ہے وہ ذات جسکے لئے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی

بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ

اور جو کچھ انکے درمیان ہے اور اسی کے پاس ہے قیامت کا علم اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿۸۵﴾ اور نہیں مالک وہ لوگ جنکو یہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا سفارش کے ماسوائے

الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ

اسکے کہ جسنے گواہی دی حق کی اور وہ جانتے ہیں ﴿۸۶﴾ اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے انکو پیدا کیا ہے تو یقیناً کہیں گے اللہ تعالیٰ نے

فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ

پس یہ کدھر پھیرے جاتے ہیں ﴿۸۷﴾ اور قسم ہے رسول کی اس بات کی کہ اے پروردگار بیشک یہ لوگ ایسے ہیں جو ایمان نہیں لاتے ﴿۸۸﴾ پس آپ درگزر کریں ان سے اور کہیں

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

سلام پس عنقریب یہ جان لیں گے ﴿۸۹﴾

﴿۶۸﴾ یٰعِبَادِ لَا خَوۡفٌ الخ ربط آیات: ابھی اوپر متقین کا ذکر تھا اب آگے ان متقین کے نتائج اور کفار کے انجام کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۷ : اہل ایمان کا نتیجہ ۱۔۲۔۳۔۴۔۵۔ سبب کامیابی، بقیہ نتائج متقین، مخالفین کا نتیجہ ۱۔۲۔ عدل انصاف باری تعالیٰ، کفار کی درخواست، صداقت قرآن وکیفیت منکرین، تخویف مشرکین، فرائض خاتم الانبیا اور مشرکین سے طریق مناظرہ، تنزیہہ الرحمٰن عن الاولاد، حصر الالوہیت فی ذات باری تعالیٰ، نفی شفیع قہری، مشرکین سے طریق مناظرہ، خاتم الانبیاؑ کی اظہار حقیقت، سلوک الرسول بالمعاندین، تخویف مشرکین۔ ماخذ آیات۔ ۶۸ تا ۸۹+

نتیجہ متقین۔ ❶ متقین کو یہ قیامت کے دن پیغام ملے گا۔ (قرطبی۔ص۔۹۶۔ج۔۱۶)

﴿۶۹﴾ اسباب کامیابی: یہ تقویٰ کی علامت ہے۔ ﴿۷۰﴾ نتیجہ۔ ❷ "تُحۡبَرُوۡنَ" تمہاری عزت کرائی جائے گی تم خوش حال کردیئے جاؤ گے تمہارا بناؤ سنگھار کرایا جائے گا (نصر) "حبر" سے جس کا معنی زینت کرنے اور خوشی ومسرت کے آثار ظاہر ہونے کے ہیں۔

(لغات القرآن۔ص۔۸۸۔ج۔۲)

﴿۷۱﴾ نتیجہ۔ ❸ وَفِيۡهَا مَا تَشۡتَهِيۡهِ ...الخ نتیجہ۔ ❹ وَاَنۡتُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ نتیجہ۔ ❺

﴿۷۲﴾ سبب کامیابی۔ ﴿۷۳﴾ بقیہ نتائج متقین۔ ﴿۷۴﴾ مخالفین کا نتیجہ۔ ❶ آیات پر ایمان لانے سے انکار کرنے والے دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿۷۵﴾ نتیجہ۔ ❷ کفار کے لئے دائمی عذاب ہوگا۔

﴿۷۶﴾ عدل وانصاف باری تعالیٰ : ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ یہ ان کے اعمال کے نتائج ہیں۔

﴿۷۷﴾ کفار کی درخواست : دوزخی لوگ جہنم کے داروغہ مالک کو پکاریں گے، اے مالک اپنے پروردگار سے درخواست کرو کہ وہ ہمارا فیصلہ ہی کردے یعنی موت دیدے تاکہ ہم اس عذاب سے چھوٹ جائیں، اللہ نے سورۃ طٰہٰ میں مجرم کی جہنم میں حالت یہ بیان فرمائی ہے کہ "لَا يَمُوۡتُ فِيۡهَا وَلَا يَحۡيٰى" (آیت۔۷۴) نہ وہاں موت آئے گی اور نہ ہی زندگی کی کوئی سہولت ہوگی۔

امام ترمذی ؒ نے بعض تابعین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کافر لوگ دوزخ میں ایک ایک ہزار برس تک چیختے چلاتے رہیں گے کہ ہمیں کچھ راحت مل جائے عذاب میں تخفیف ہوجائے یا پھر موت ہی آجائے مگر کچھ جواب نہیں آئے گا۔ پھر ایک ہزار سال کے بعد یہ جواب آئے گا کہ ذلیل ہو کر یہیں دوزخ میں پڑے رہو اور میرے ساتھ کلام بھی نہ کرو۔ (بحوالہ معالم العرفان۔ص۔۶۵۷۔ج۔۱۶)

﴿۷۸﴾ صداقت دین وکیفیت منکرین: کہ تم دین کے رکن اعظم توحید ورسالت سے نفرت کرتے ہو۔

﴿۷۹﴾ تخویف مشرکین : اگر انہوں نے آنحضرت ﷺ کی مخالفت کا پختہ فیصلہ کرلیا ہے تو ہم بھی پختہ فیصلہ ان کی سزا کا کردیں گے۔

﴿۸۰﴾ تنبیہ مشرکین : کیا ان کا خیال ہے کہ ہمیں ان کے حالات سے اطلاع نہیں؟ حالانکہ ہمارے فرشتے اعمال کو لکھتے ہیں۔ ﴿۸۱﴾ فرائض خاتم الانبیاء اور مشرکین سے طریق مناظرہ : اگر رحمٰن کا بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں اسکی پرستش کرتا۔ یعنی اگر تم ثابت کرو کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد ہے تو میں سب سے پہلے اس کے ماننے اور قبول کرنے کو تیار ہوں کیونکہ خدا کی اولاد بھی خدا ہوگی اور جس طرح خدا عبادت کا مستحق ہے اسی طرح وہ اولاد بھی عبادت کے مستحق ہے لیکن یہ امر چونکہ محض باطل ہے اس لئے میں کسی کی عبادت کرنے کو تیار نہیں۔

﴿۸۲﴾ تنزیہہ الرحمٰن عن الاولاد : اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔ ایک دن نضر بن حارث قریش کے سرداروں میں بیٹھا ہوا تھا استہزاً کہہ رہا تھا جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں وہ حق ہے اور جو میں کہتا ہوں وہ بھی حق ہے وہ کہتا ہے "لا الہ الا اللہ" میں بھی کہتا ہوں "لا الہ الا اللہ" میں بلکہ اس سے بھی زیادہ کہتا ہوں "الملائکۃ بنات اللہ" جب یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کے سامنے بیان کیا گیا تو آپ غمگین ہوئے اس پر یہ آیات نازل ہوئی۔ ﴿۸۳﴾ امہال مجرمین : اگر نہیں مانتے تو جانے دیجئے قیامت میں انہیں معلوم ہوجائے گا۔ ﴿۸۴﴾ حصر الالوہیت فی ذات باری

تعالیٰ: آسمان وزمین میں وہ وحدہ لاشریک لہ معبود ہے۔

﴿۸۵﴾ عظمت خداوندی: اسی بابرکت ذات کی آسمان اور زمین میں بادشاہی ہے اور قیامت کا علم بھی اسی کو ہی ہے۔ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ: تذکیر بما بعد الموت: چنانچہ تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے اور اسی کو حساب دو گے۔

﴿۸۶﴾ نفی شفیع قہری: ان کے معبود من دون اللہ تعالیٰ شفاعت بھی نہیں کرسکتے مگر ہاں ان میں سے جو شخص توحید پرست ہوگا، مثلاً عیسیٰ علیہ السلام وعزیر علیہ السلام ایسے لوگ باذن الٰہی سفارش کریں گے کیونکہ یہ زبردستی معبود بنا لئے گئے تھے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بھی اتنی سفارش کرسکتے ہیں کہ جس نے کلمہ اسلام کہا ان کی خبر میں اسکی گواہی دیتے ہیں بغیر کلمہ اسلام کسی کے حق میں نہیں کہہ سکتے سو اتنی سفارش بھی نیک کریں گے۔ (موضح القرآن)

﴿۸۷﴾ مشرکین سے طریق مناظرہ: پہلے گزر چکا ہے کہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کو خالق مانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو واجب الوجود مانتے تھے ان دو شقوں میں اہل ایمان کے ساتھ متفق ہیں اور دو میں اختلاف کرتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ غیر اللہ مدبر بھی ہیں اور مستحق عبادت بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے بنایا تو ضرور جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے پھر اسے چھوڑ کر کیوں دوسری طرف جاتے ہو۔

﴿۸۸﴾ خاتم الانبیاء کا اظہار حقیقت: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بطور شکایت کے گواہ پیش کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ دعوت قرآن اور دعوت توحید کو تسلیم نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے۔ بعض حضرات نے "وَقِيۡلِهٖ" کا عطف "عِلۡمُ السَّاعَةِ" پر کیا جس کا مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اور پیغمبر کے اس کہنے کا بھی علم ہے "يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوۡمٌ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ" صاحب مدارک نے اسی معنی کو اختیار کیا ہے۔

﴿۸۹﴾ سلوک الرسول بالمعاندین: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر نہیں مانتے تو جانے دو عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا، نہ ان کے زیادہ پیچھے پڑیں اور نہ غم کھائیں بس آپ اپنا فریضہ تبلیغ انجام دیتے رہیئے اور ان کو اللہ کے حوالے کیجئے اور کہہ دیجئے کہ نہیں مانتے تو ہمارا اسلام ہے۔ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ: تخویف مشرکین: یہ کفار کے لئے تہدید ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے کہ آپ کے دشمنوں اور مخالفوں کو اپنی عداوت کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

ایمان قبول نہ کرنے کا انجام

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ کافر جہنم میں اپنی زبان گھسیٹ رہا ہوگا اور لوگ اس کی زبان کو روندتے ہوئے جائیں گے۔ ان کے ان عظیم جسامتوں کے باوجود آگ انہیں جلاتی رہے گی اور کئی کئی مرتبہ ان کے چمڑے اور گوشت کو تبدیل کیا جائے گا۔ حسن رضی اللہ علیہ عنہ نے ارشاد الٰہی کے بارے میں کہا:

كُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُهُمۡ بَدَّلۡنٰهُمۡ جُلُوۡدًا غَيۡرَهَا (النساء ۵۶)

"تب انکی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے۔"

کہتے ہیں کہ آگ ان کے اجسام کو دن میں ستر ہزار مرتبہ جلائے گی مگر جونہی ان کے چمڑے جلیں گے، اللہ رب العزت دوبارہ ان کے اجسام کو مکمل کردے گا۔ اس پر دوزخیوں کی گریہ وزاری، فریاد و فغاں اور ہلاکت وموت کی التجاؤں کے متعلق غور کرو جو ابتدائے قیامت ہی سے ان کا مقدر بن جائے گا۔

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے قیامت کے دن جہنم کے ستر ہزار مہاریں ڈال کر لایا جائے گا وہ ہر مہار کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنمیوں پر گریہ وزاری بھیجی جائے گی وہ روتے رہیں گے یہاں تک کہ آنسو ختم ہو جائیں گے پھر وہ خون کے آنسو روئیں گے یہاں تک کہ ان کے چہروں پر گڑھے پڑ جائیں گے اگر ان میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی رواں ہو جائیں۔

انہیں گریہ وزاری، آہ وفریاد اور موت کی دعا مانگنے کی اجازت ہوگی جس سے وہ دل کا بوجھ ہلکا کریں گے مگر بعد میں انہیں اس سے بھی منع کر دیا جائے گا۔

محمد کعب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اللہ رب العزت دوزخیوں کی پانچ باتوں میں سے چار کا جواب دے مگر پانچویں جواب کے بعد پھر کبھی کلام نہیں فرمائے گا وہ کہیں گے۔

رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوجٍ مِّنْ سَبِيلٍ (المومن :۱۱)

"اے ہمارے رب تو نے ہمیں دوبارہ مردہ کیا اور دوبار زندہ کیا اب ہم اپنے گناہوں پر مقر ہوئے تو آگ سے نکلنے کی بھی کوئی راہ ہے۔

رب فرمائے گا:

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوا ط فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ (المومن :۱۲)

یہ اس پر ہوا جب ایک اللہ کو پکارا جاتا تو تم کفر کرتے اور اس کا شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان لیتے تو حکم اللہ کے لیے ہے جو سب سے بلند بڑا۔"

پھر وہ کہیں گے۔

رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا (السجدہ :۱۲)

"اے ہمارے رب اب ہم نے دیکھا اور سنا پھر دوبارہ بھیج (دنیا میں) کہ نیک کام کریں۔"

رب فرمائے گا۔

اَوَلَمْ تَكُونُوا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ (ابراھیم :۴۴)

"پھر کافر کہیں گے۔

رَبَّنَا اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ (فاطر :۳۷)

"اے ہمارے رب ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو اس سے پہلے کرتے تھے۔"

رب فرمائے گا۔

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا فَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ نَّصِيرٍ (فاطر :۳۷)

"اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا تو اب چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔"

تب وہ کہیں گے۔

قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّينَ ۔ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُونَ ۔

(المومنون :۱۰۶)

"اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے اے ہمارے رب ہم کو دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو ہم ظالم ہیں۔"

قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ۔ (المومنون :۱۰۸)

"رب فرمائے گا ذلیل ہو جاؤ اس میں اور مجھ سے بات نہ کرو۔"

یہ ان کے لیے انتہائی درجے کا عذاب ہوگا اور پھر وہ کبھی اللہ رب العزت سے کلام نہیں کرسکیں گے۔

مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فرمان الٰہی ہے۔

سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ (ابراھیم ۲۱)

''ہم پر ایک سا ہے چاہے بے قراری کریں یا صبر سے رہیں ہمیں کہیں پناہ نہیں۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سوسال صبر کریں گے پھر سوسال آہ وفغاں کریں پھر سوسال صبر کرنے کے بعد کہیں گے ہمارے لیے صبر کرنا اور آہ و پکار کرنا دونوں برابر ہیں۔

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ قیامت کے دن موت کو ایک موٹے مینڈھے کی شکل میں لاکر جنت وجہنم کے درمیان ذبح کیا جائے گا اور کہا جائے گا اے جنت والو! اب موت کا خوف کیے بغیر ہمیشہ کے لیے جنت میں رہو اور جہنم والوں سے کہا جائے گا کہ تمہیں موت نہیں آئے گی ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہو۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک آدمی جہنم سے ہزار سال بعد نکلے گا۔ کاش وہ حسن (رضی اللہ عنہ) ہو۔ کسی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ایک گوشے میں روتا دیکھ کر پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ آپ نے فرمایا کہیں بے نیاز پروردگار مجھے جہنم میں نہ ڈال دے۔

یاد رکھیں عذاب جہنم کی تفصیل احادیث میں بہت طویل ہے ان کے لیے بدترین عذاب کافی ہوگا وہ جنت کی نعمتیں رضائے خداوندی اور دیدار الٰہی سے محروم ہوں گے کیونکہ دنیا میں کھوٹے سکے خریدے اور پھر ان کے بدلے چند روز زندگی میں انتہائی رسوا کن نفسانی خواہشات خرید لیں۔ وہ اپنے ضائع شدہ اعمال اور برباد کردہ ایام پر افسوس کرتے ہوئے کہیں گے، ہائے افسوس! ہم نے اپنے جسموں کو رب کی نافرمانی میں تباہ کر دیا۔ ہم نے زندگی کے مختصر ایام میں اپنے نفس کو صبر پر کیوں نہ مجبور کیا، اگر ہم ان گزرنے والے دنوں میں صبر کر لیتے تو رب العالمین کے جوار رحمت میں جگہ پاتے، جنت اور رضائے الٰہی حاصل کر لیتے۔

ہائے افسوس! ان کی زندگی گناہوں میں تباہ ہوگئی، مصائب میں گھر گئے دنیاوی نعمتوں اور لذتوں کا کوئی حصہ ان کے لیے باقی نہ رہا، گروہ باجود ان مصائب کے جنت کی نعمتوں کا نظارہ نہ کرتے تو ان کو حسرت دو چند نہ ہوتی مگر انہیں جنت دکھائی جائے گی۔ چنانچہ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو جنت کی طرف لایا جائے گا انہیں واپس لے جاؤ ان کا جنت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ وہ ایسی حسرت لے کر لوٹیں گے اول و آخر اس کی مثال نہیں ملے گی اور کہیں گے اے رب! اگر ہمیں جنت اور اس میں رہنے والوں کے لیے جو انعامات تیار ہیں وہ دکھانے سے پہلے ہی ہمیں جہنم میں بھیج دیتا تو ہمیں کچھ آسانی رہتی۔ رب تعالیٰ فرمائے گا یہ تمہارے ساتھ اس لیے کیا گیا ہے کہ جب تم میری بارگاہ میں آتے تو اکڑ کر آتے لیکن جھک جھک کر ملتے تھے تم لوگوں کو اپنے دلوں میں چھپی باتوں سے بے خبر رکھتے اور ریاکاری سے کام لیتے تھے تم لوگوں سے ڈرتے تھے مگر مجھ سے نہیں ڈرتے تھے تم لوگوں کو اچھا سمجھتے تھے اور مجھے نہیں، تم ذاتی غرض لوگوں کے لیے تو تعلقات ختم کر دیتے تھے مگر میرے لیے نہیں آج میں تمہیں دائمی نعمتوں سے محروم کر کے دردناک عذاب کا مزا چکھاؤں گا۔

حضرت احمد بن حرب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ ہم دھوپ پر سائے کو ترجیح دیتے ہیں مگر جہنم پر جنت کو ترجیح نہیں دیتے۔

الحمد للہ پانچویں جلد سورۃ الزخرف پر اختتام پذیر ہوئی

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

بندہ عبد القیوم قاسمی

مدیر مدرسہ معارف اسلامیہ کراچی